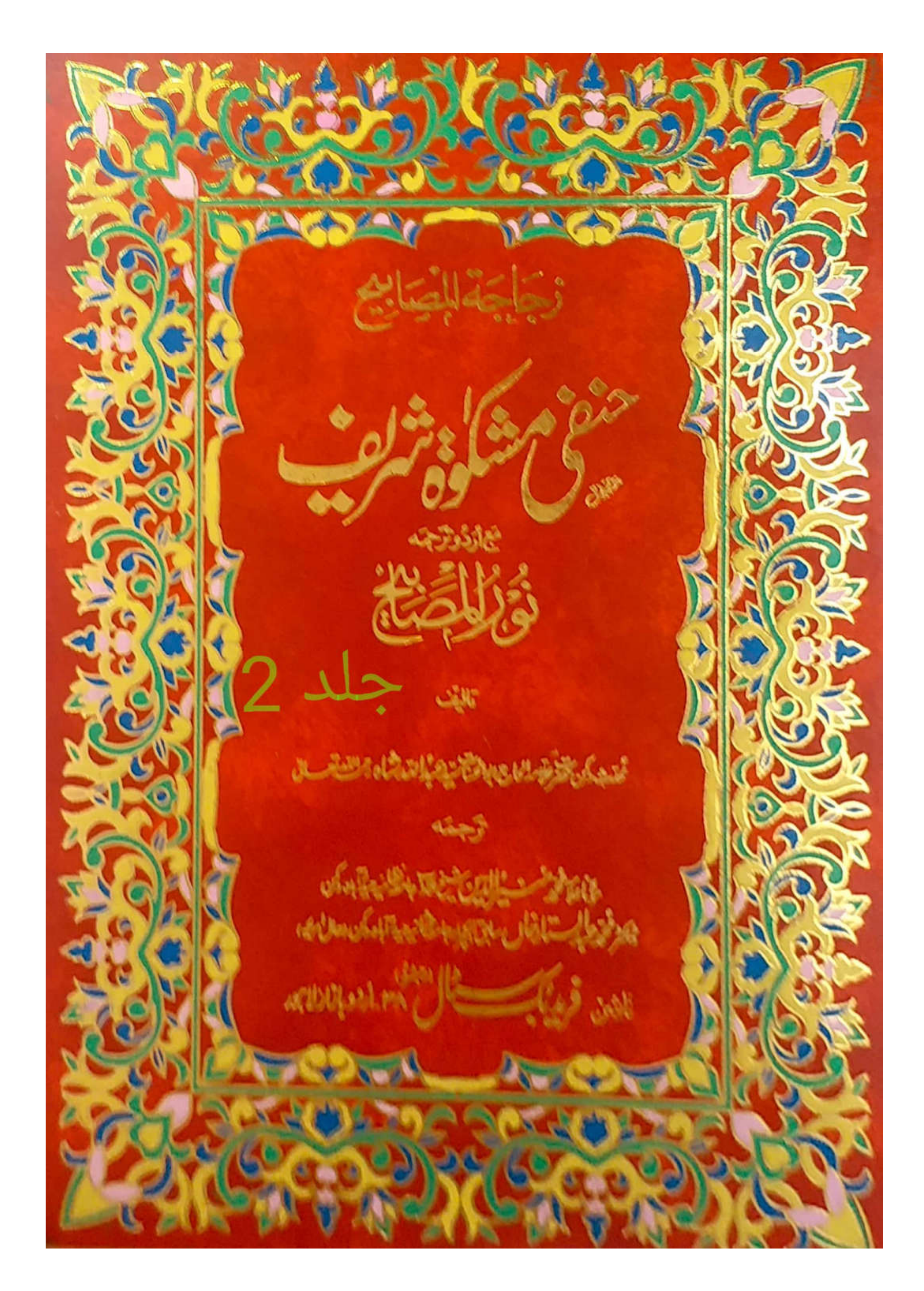
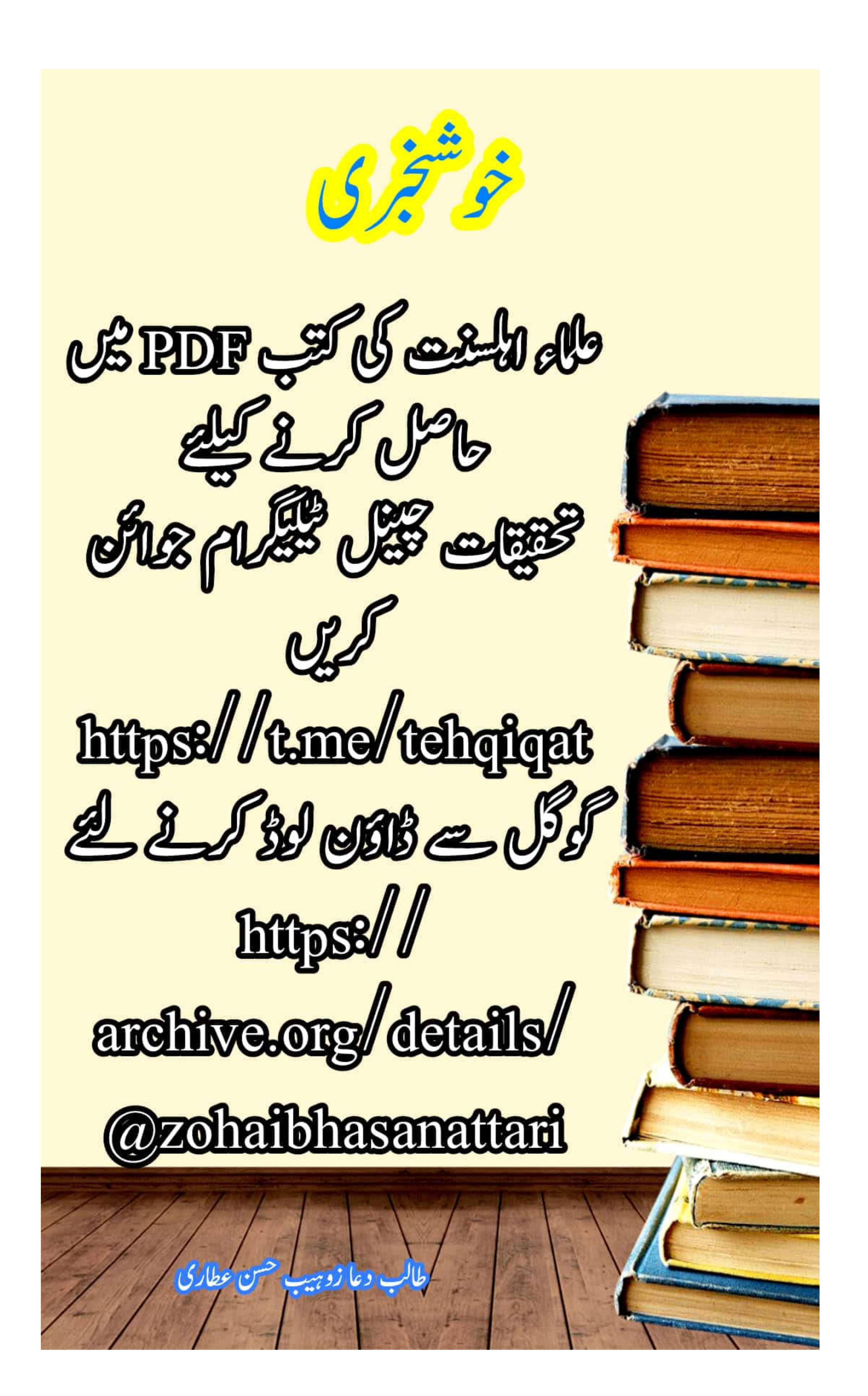

زجاجة المصابیح
المعروف
حنفی مشکوٰۃ شریف
مع اردو ترجمہ
نور المصابیح
جلد 2
تالیف
ترجمہ
فرید بک سٹال



خوشخبری
علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا زوہیب حسن عطاری

زجاجۃ المصابیح



مع اردو ترجمہ

نور المصابیح

جلد دوم

تالیف : محدثِ دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : مولانا علامہ محمد منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

نظر ثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (حال امریکہ)

ناشر فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

﴿ بانی ادارہ ﴾

سید اعجاز احمد رحمۃ اللہ علیہ

متوفی: ۱۳ جمادی الاوّل ۱۴۱۹ / ۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

نام کتاب : حنفی مشکوٰۃ شریف مع اُردو ترجمہ نور المصابیح

تالیف : محدث دکن حضرت علامہ الحاج ابو الحسنات سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالےٰ

ترجمہ : مولانا علامہ منیرالدین، شیخ الادب جامعہ نظامیہ

نظر ثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، دکن

تحریک : علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

تصحیح : مولانا حافظ محمد شاہد اقبال

کتابت : دار الکتابت، حضرت کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ

الطبع الاول : صفر ۱۴۲۱ھ / جون ۲۰۰۰ء

ناشر : فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار، لاہور، پاکستان

مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

تعداد : گیارہ سو

صفحات : ۹۳۳

ہدیہ : روپے

فہرست حنفی مشکوٰۃ شریف جلد دوم

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	پڑھنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔	
۱۷۴۸	چار رکعات والی نماز میں سفر میں دو رکعات ہی فرض ہیں۔	۳۴۱
۱۷۴۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر و حضر میں نمازوں کو وقت پر ادا فرماتے تھے۔	″
″	جمع بین الصلوتین کا معنی و مفہوم	۳۴۲
۱۷۵۰	اگر نیند کی وجہ سے کسی نماز کا وقت گذر جائے تو کوئی قصور نہیں	۳۴۳
۱۷۵۱	نماز کو اس کے وقت پر ادا نہ کرنا تفریط ہے۔	″
۱۷۵۲	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر آخیر وقت میں اور عصر پہلے وقت میں پڑھتے تھے	۳۴۴
۱۷۵۳	سفر میں اگر جلدی ہو تو نماز مغرب آخری وقت میں اور نماز عشاء اول وقت میں پڑھی جائے۔	۳۴۵
۱۷۵۴	دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔	۳۴۶
۱۷۵۵/ ۱۷۵۶،۱۷۵۷	حضرت ابن عمر نفل سواری پر اور وتر سواری سے اتر کر ادا فرماتے تھے۔	۳۴۷
۱۷۵۸/ ۱۷۵۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفل سواری پر ادا فرماتے تھے	۳۴۸
۱۷۶۰	اگر سفر میں سواری کا رخ سمت قبلہ کی طرف نہ ہو تو بھی نفل سواری پر جائز ہیں	″
۱۷۶۱/ ۱۷۶۲،۶۳	ابتدائی دور میں سفر و حضر میں دو	۳۴۹

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	رکعتیں فرض ہوئیں۔	
۱۷۶۴	کچھ عرصہ بعد حضر میں چار رکعات فرض ہو گئے۔	۳۵۰
۱۷۶۵/ ۱۷۶۶	حضرت ابوبکر و عمر منیٰ میں قصر نماز پڑھا کرتے تھے	۳۵۱
۱۷۶۷	سفر میں فرض نماز چار رکعات کی بجائے دو رکعات پڑھی جائیں۔	۳۵۲
۱۷۶۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں گھر واپس آنے تک چار رکعات کو دو ہی پڑھتے تھے۔	۳۵۳
۱۷۶۹	نماز عید الضحیٰ، نماز عید الفطر اور نماز جمعہ کی طرح سفر کی نماز بھی دو رکعت ہی ہے۔	″
۱۷۷۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے گمراہیوں سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔	۳۵۴
۱۷۷۱	سفر میں اگر کوئی چار رکعت پڑھے	″
۱۷۷۲	سفر میں اگر چار رکعت پڑھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلاف کرے گا۔	″
۱۷۷۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کا خلاف کرنے والا کافر ہے۔	۳۵۵
۱۷۷۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ میں چار کی بجائے دو رکعات ادا کیں۔	″
۱۷۷۵	تین متوسط راتوں کی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے۔	۳۵۶

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

٣١٩ـ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ بْنُ بَطَّالٍ فِيْ شَرْحِ الْبُخَارِيِّ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ اَرَادَ بِهِ الْمُجَاهِدِيْنَ فَاِنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَهُوَ اِلَى الْاٰنَ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ وَهُوَ اَنَّ الْمُجَاهِدِيْنَ اِذَا صَلَّوُا الْخَمْسَ فَيُسْتَحَبُّ لَهُمْ اَنْ يُّكَبِّرُوْا جَهْرًا يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ لِيَرْهَبُوا الْعَدُوَّ فَاِنْ لَمْ يَحْمِلْ عَلٰى ذٰلِكَ فَيَكُوْنُ مَنْسُوْخًا بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهٗ لَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِنَ الْعُلَمَاءِ يَقُوْلُ بِهٖ اِنْتَهٰى۔

وَفِي الْبِنَايَةِ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ ن الرَّازِيُّ قَالَ مَشَايِخُنَا التَّكْبِيْرُ جَهْرًا فِيْ غَيْرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ لَا يُسَنُّ اِلَّا بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ

یہ باب نماز کے بعد ذکر کرنے کے بارے میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کی آواز سُننے سے مجھے اطلاع ہوتی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

ابو الحسن ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کی اس طرح تاویل کی ہے کہ حدیث شریف میں فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہنے کا جو ذکر ہے وہ ہر فرض نماز سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جہاد کے موقع سے ہے، جب کہ مجاہدین ہر فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہا کرتے تھے تاکہ کفار پر رعب طاری ہو، اگر اس حدیث سے یہی مراد ہے تو یہ عمل اب بھی جاری ہے کہ مجاہدین جب نماز پنجگانہ سے فارغ ہوں تو ان کے لیے مستحب ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد دشمن کو ڈرانے کے لیے آواز سے اللہ اکبر کہا کریں۔

ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس کا تعلق مجاہدین کے ہر فرض نماز کے بعد جہر سے اللہ اکبر کہنے سے نہیں ہے بلکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے ختم ہونے کے بعد جہر سے اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ختم نماز کی علامت سمجھتے تھے، تو یہ عمل اب اجماع سے منسوخ ہے کیوں کہ ہم نے نماز کے ختم پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے قائل کسی عالم کو نہیں پایا۔

صاحب بنایہ نے امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ایام تشریق کے سوا دوسرے ایام میں

وَالْمُصُوصِ وَقِيلَ وَكَذَا فِي الْحَرِيقِ وَالْمَخَاوِفِ كُلِّهَا انْتَهَى۔

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مسنون نہیں ہے، بلکہ جہر سے اللہ اکبر کہنے کے مواقع یہ ہیں۔ جب کہ دشمنوں کے مقابل ہوں یا ڈاکوؤں کے مقابل ہوں یا آگ لگی ہو، اور ایسے ہی تمام خوف اور دہشت کے موقعوں پر جہر سے کہنا مسنون ہے ۱۲۔

ف: حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مفہوم اور دلالت کے اعتبار سے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے جواز اور اس کے مسنون و مستحب ہونے پر بالکل واضح دلیل ہے، یاد رکھیئے جب کوئی مسئلہ، حدیث سے ثابت ہو اور اس کے معارض اور مخالف، کتاب و سنت میں کوئی دلیل قطعی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح ہے مذکورہ بالا حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ ہے، اور الفاظ حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد کے مواقع پر یا ایام تشریق میں یا دشمنوں کے مقابلہ میں نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے بلکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے الفاظ تو یہ ہیں كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مجھے تکبیر کی آواز سننے سے معلوم ہو جاتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔

ابن بطال نے جو تاویل کی ہے وہ حدیث صحیح اور صریح کے خلاف ہے۔ اس لیے ان کی رائے کو چھوڑ کر قول صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے گا۔ ہمارے بلاد خصوصاً پاکستان اور ہندوستان کے تقریباً تمام شہروں اور دیہات میں ہر نماز کے بعد نمازی حضرات جو ذکر بالجہر لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ اسی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دلیل لیتے ہیں۔

مانعین و منکرین ذکر بالجہر، نماز کے بعد ذکر کو بدعت اور دوسروں کی نماز میں خلل اور شور واقع ہونا قرار دیتے ہیں جیسے زور و شور کے ساتھ ذکر کی ممانعت پر حکم لگاتے ہیں اور ذکر کرنے والے کو بدعتی قرار دیتے ہیں
یہ ان کا غلط اور نادرست عمل ہے

کیونکہ قول صحابی بدعت کو مانع ہے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل مبارک کو بدعت قرار دینا بجائے خود بدعت گمراہی دیگر صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بدعتی ہونے کا اطلاق ہوگا۔ اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت سے بھی اختلاف کیا گیا۔ ابن بطال اور دوسرے محدثین نے جو خدشات ظاہر کئے ہیں۔ ان کا مفصل اور مدلل جواب مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی کتاب "ذکر بالجہر"، اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جاء الحق میں دیا ہے۔

۹۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فرض) نماز کے سلام پھیرنے کے بعد (تعلیماً) یہ دعا بلند آواز سے فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا اقتدار اعلیٰ اسی کا ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ گناہوں سے باز رہنا اور نیکیاں کرنا بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، سب نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں سب سے زیادہ فضیلت اسی کو ہے، جتنی بہترین تعریفیں ہیں سب اسی کو سزاوار ہیں (پھر ہم کہتے ہیں کہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس لیے ہم اسی کی اطاعت و عبادت اخلاص سے کرتے ہیں، ہمارا یہ اخلاص گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

(مسلم شریف)

وَفِي الْأَزْهَارِ حُمِلَ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعْلِيْمِ فَإِنْ حَصَلَ التَّعْلِيْمُ أَمْسَكَ كَذَا فِي الْمِرْقَاتِ۔
وَقَالَ فِي الْمَدْخَلِ وَلْيَحْذَرُوْا جَمِيْعًا مِّنَ الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ كَانَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْبِدَعِ انْتَهٰى

۱۳۳ وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری نصف کے درمیانی وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ایسا ہی فرض نمازوں کے بعد کی دعا بھی بہت مقبول ہوتی ہے (ترمذی)

۱۳۴ وَعَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ انْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِي الْمُصَنَّفِ وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ السُّنِّيِّ فِيْ كِتَابِ

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام پھیرا تو پلٹ گئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے

مصنف نہیں کی ہے۔

عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَامِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ" اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ۔

اور اس حدیث کی تائید ابن سنی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت انھوں نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ ہر (فرض) نماز کے بعد دونوں ہاتھ پھیلا کر یوں دعاء کرتا ہے اے اللہ! میرے معبود! حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام کے معبود! جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے معبود! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری دُعا قبول فرمائیں، اس لیے کہ میں بے قراری اور پریشانی کی حالت میں دُعا کر رہا ہوں، اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے دین کی حفاظت فرمائیں اس لیے کہ میں آزمائش میں پھنسا ہوا ہوں اور میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی رحمت سے میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اس لیے کہ میں گناہگار ہوں اور میری یہ بھی عرض ہے کہ آپ میری محتاجی کو دور فرما دیں، اس لیے کہ میں محتاج و تنگ دست ہوں تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ایسے شخص کی دعاء کو قبول فرمالیں اور اس کے ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

فَثَبَتَ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ الدُّعَاءُ وَرَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ عَنْ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَاُسْوَةِ الْاَتْقِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْعُلَمَاءِ الْاَذْكِيَاءِ قَالَهٗ مَوْلَانَا عَبْدُ الْحَيِّ اللَّكْنَوِيُّ فِيْ فَتَاوَاهُ۔

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان احادیث سے فرض نماز کے بعد دُعا کرنا اور دعاء میں دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا، یہ دونوں باتیں سید الانبیاء اور پیشوائے اتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جو علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔

ف تمام فرض نمازوں کے بعد اپنے پروردگار سے خشوع وخضوع کے ساتھ دیر تک دعائیں کرنا اس حدیث سے ثابت ہے اور اہل ایمان کے ساتھ مل کر باجماعت دعا کرنا زیادہ مؤثر اور باعث قبولیت ہے۔ حدیث پاک میں ہے "اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ" دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اکثر مسلمان بھائی جو اپنے آپ کو پڑھا لکھا تصور کرتے

ہیں، مساجد میں جمع ہو کر نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ مگر نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنے میں ہچکچاتے ہیں بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دعا کی کیا ضرورت ہے؟ نماز خود ہی دعا ہے۔ بدنصیبی یہ بھی ہے کہ بلاد عرب خصوصاً بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی شریف کے آئمہ حضرات نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے

احادیث میں صاف اور صریح طور پر لکھا ہے کہ "دعا مؤمن کا ہتھیار ہے"، اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ دعا عبادت کا نچوڑ ہے۔ اور جماعت کے بارے میں فرمایا یَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔
سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے "کہ تقدیر معلق کو دنیا کی کوئی چیز نہیں بدل سکتی مگر دعا اور عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی مگر نیکی۔
ایک اور حدیث پاک میں فرمایا "جو شخص بے پروائی اور غرور سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاتا، اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غضب نازل فرماتا ہے۔ صحاح ستہ اور حدیث کی معتبر کتابوں میں متواتر احادیث موجود ہیں جو دعا کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔

جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کی پابندی کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔ اور صدق دل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سکھلائی ہوئی دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ شب و روز اپنی زندگی کو اطاعت و فرمانبرداری میں لگا لیتا ہے تو پھر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعامات کے نزول کا مرکز بن جاتا ہے۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث ۱۳۲۲ سے ثابت ہے اور دعا مانگنے کی ترغیب و تعلیم دیا کرتے تھے۔

۱۳۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں) ان کا سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر یہ دعا پڑھنے کی مقدار بیٹھتے (اے اللہ آپ تمام عیوب اور نقصانوں سے پاک و سالم ہیں اور تمام بندوں کو بلیات و آفات سے سلامت رکھتے ہیں، آپ بہت برکت والے ہیں اے وہ پاک ذات اعظمت و جلال کے آپ ہی مستحق ہیں) بیٹھنے کی مقدار بیٹھتے (پھر مختصر دعا فرماتے اور سنتوں کے لیے کھڑے ہو جاتے) (مسلم)

۱۳۲۴ وَعَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا إِمَامٌ لَنَا يُكْنٰى أَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ازرق بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب ایک امام نے نماز پڑھائی جنھیں ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا جاتا تھا حضرت ازرق کا

صلی اللہ علیہ وسلم قال وکان ابوبکر وعمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینہ وکان رجل قد شہد التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ فصلی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سلم عن یمینہ وعن یسارہ حتی رأینا بیاض خدیہ ثم انفتل کانفتال ابی رمثۃ یعنی نفسہ فقام الرجل الذی ادرک معہ التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ یشفع فوثب عمر فاخذ بمنکبیہ فہزہ ثم قال اجلس فانہ لن یہلک اہل الکتاب الا انہ لم یکن بین صلاتہم فصل فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ فقال اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب۔

(رواہ ابوداؤد)

بیان ہے کہ حضرت ابورمثہ نے کہا کہ میں نے بھی (ایک دفعہ) یہ نماز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی تھی حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیدھی جانب کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص تکبیر تحریمہ میں آکر شریک نماز ہوا (اور وہ مسبوق نہ تھا) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ختم نماز پر اپنے سیدھے اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ یہاں تک کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آئی حضرت ابورمثہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری طرح قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھے تو وہی شخص جو تکبیر تحریمہ میں آکر شریک نماز ہوا تھا بغیر کسی توقف اور جگہ بدلنے کے) سنتیں ادا کرنے کے لیے فوراً کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے اٹھے اور اس شخص کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اہل کتاب اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان (ایسا) فصل نہیں کرتے تھے (جس سے معلوم ہو سکے کہ فرض ختم ہو چکے ہیں اور سنتیں شروع ہو رہی ہیں) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا اے ابن الخطاب (تم نے سچ کہا) اللہ تعالیٰ ایسے ہی تمہارے ذریعہ سے لوگوں کی صحیح رہبری فرمائے۔

(ابوداؤد)

وفی شرح المنیۃ ان المکث مقدار اللہم انت السلام الی اخرہ فصل ولا دلیل علی المکث اکثر من ذلک فیکرہ لمخالفتہ ما کان دابہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ہو مفہوم حدیث عائشۃ انتہی۔

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان فصل کرنے کا ذکر ہے۔ فصل کی کیا مقدار ہونی چاہیئے! اس کو شرح منیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایسی فرض نمازوں کے ختم پر جن کے بعد سنتیں ہوں
کا پڑھنا یا اس کے مقدار کوئی اور مختصر دعا کرنا فصل ہے اس طرح مختصر فصل کر کے سنتوں کا پڑھنا مسنون ہے، اگر مختصر دعا کی بجائے طویل دعائیں کی جائیں یا اوراد و وظائف پڑھ کر سنتوں کی ادائیگی میں دیر کی جائے تو اس سے سنتیں ادا تو ہو جائیں گی لیکن سنتوں کے ادا کرنے کا جو مسنون وقت ہے وہ فوت ہو جائے گا اور تاخیر کے ساتھ سنتوں کی اس طرح ادائیگی مکروہ تنزیہی ہوگی۔ ردالمحتار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ ۱۲۔

۱۳۲۵ / ۷ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے ختم پر جب سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفر اللہ (اللہ تعالیٰ سے میں مغفرت چاہتا ہوں) کہنے کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فرماتے۔

(مسلم)

۱۳۲۶ / ۸ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ فرماتے تھے (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی اصل حکومت ہے اور اسی کو سب تعریف سزاوار ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جب آپ کسی کو دینا چاہیں تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں، اور جب آپ کسی کو نہ دینا چاہیں تو اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کا مال آپ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ (بخاری ومسلم)

۱۳۲۷ / ۹ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ وَيُثْنِيَ رِجْلَيْهِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَ

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب (کی سنت) اور نماز فجر کے فرض کے بعد کسی طرف پلٹے بغیر اسی حالت میں کہ وہ ہیئت نماز پر ہے اپنے پیروں کو موڑے ہوئے (یعنی تشہد میں جیسا بیٹھا تھا۔

هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَحِرْزًا مِّنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ يُّدْرِكَهٗ اِلَّا الشِّرْكَ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا يَّفْضُلُهٗ يَقُوْلُ اَفْضَلَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ اِلَّا الشِّرْكَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

ویسا ہی بیٹھا ہو) یہ دعا دس بار کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

تو ہر بار کے کہنے پر اس کے لیے دس نیکیاں لکھدی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اور اس کے دس درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور وہ شخص تمام دن ہر آفت وناپسندیدہ چیز اور شیطان مردود سے اللہ کی حفاظت ونگہبانی اور امان میں رہے گا (یہ دعا پڑھنے کے بعد پھر اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس دعا کی برکت سے اس کو توبہ کی توفیق ہوگی) اور وہ اس گناہ کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہوگا ہاں! اگر اس نے اس دعاء کے پڑھنے کے بعد شرک کیا (تو اس دعاء میں جو توحید تھی وہ شرک سے زائل ہو گئی اور وہ مذکورہ ثواب سے محروم ہو کر عذاب میں گرفتار ہو جائے گا) اور اس دعاء کے پڑھنے والے کے نیک عمل اُن لوگوں کے مقابلہ میں جو اس کو نہ پڑھتے ہوں زیادہ لکھے جائیں گے۔ البتہ جو شخص اس دُعاء کو دس مرتبہ سے زیادہ پڑھے تو اس کے اعمال اس دس مرتبہ پڑھنے والے کے اعمال سے زیادہ ہوں گے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے)

ف۔ اس حدیث میں صلوٰۃ مغرب کے بعد مذکورہ دُعا پڑھنے کا جو ذکر ہے، یہاں صلوٰۃ مغرب سے مراد فرض مع سنت ہے، کیوں کہ صلوٰۃ مغرب کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے اس لیے اس دعاء کو پڑھنے والا مغرب کی دو سنتوں کے پڑھنے کے بعد ہیئت نماز پر ہی جیسے کہ وہ تشہد میں بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھے ہوئے یہ دُعا پڑھے۔ البتہ فجر کے فرض کے بعد چونکہ سنتیں نہیں ہیں، اس لیے فجر کے فرض کے بعد بھی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے یہ دُعا پڑھے۔

اور ترغیب وترہیب میں نسائی کی جو روایت مذکور ہے اس میں بجائے مغرب کے عصر کا ذکر ہے، اس لیے فجر اور عصر کے فرض کے بعد اسی ہیئت نماز پر یہ دُعاء پڑھی جائے تو اس کے پڑھنے والے کو مذکورہ ثواب حاصل ہو گا۔

١٣٢٨/١٠ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّ ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّ اَرْبَعٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ تَكْبِيْرَةً۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ارشاد فرمایا کہ کچھ الفاظ فرض نماز کے بعد پڑھنے کے ہیں جن کا پڑھنے والا (جنت اور ثواب سے) محروم نہیں ہو سکتا وہ الفاظ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ چونتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا چاہیئے۔ (مسلم)

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد جن تسبیحات کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے فرض کے بعد سنتوں سے پہلے ہی ان تسبیحات کا پڑھنا مراد نہیں ہے، بلکہ سنتوں کے بعد ان تسبیحات کو پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحق توابع اور مکملات ہیں اس لیے ان تسبیحات کا سنتوں کے بعد پڑھا جانا گویا فرض کے بعد ہی پڑھا جانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیزیں سنتوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فرائض کے بعد ہی پڑھی گئیں۔ (رد المحتار۔ ۱۲)

۱۳۲۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کیا (کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے) بڑے بڑے درجات اور لازوال نعمت کے حصول میں دولت مند لوگ ہم سے سبقت لے گئے۔ فرمایا کس طرح؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں، مگر یہ خیرات کرتے ہیں اور ہم خیرات نہیں کر سکتے، یہ غلام، آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے تم ثواب حاصل کرنے میں اپنے سے آگے بڑھ جانے والوں تک پہنچ جاؤ گے اور پیچھے رہنے والوں میں سے کوئی شخص تمہاری برابری کو نہ پہنچ سکے گا اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہوگا

قَالَ اَبُوْصَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ قَوْلُ اَبِيْ صَالِحٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ تُسَبِّحُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَّتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہاں جو تمہاری طرح کرے گا وہ تمہارے برابر ہو جائے گا۔ مہاجرین نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا کرو ابوصالح راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ کچھ زمانہ بعد فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے اس عمل کا پتہ چل گیا ہے اور وہ بھی ہماری طرح ان تسبیحات کو پڑھنے لگے ہیں (اب ہم کیا کریں؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے خدا تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سرفراز فرماتے ہیں۔ (بخاری اور مسلم)

ف: ابوصالح راوی کا قول آخر تک نہیں ہے سوائے مسلم کے، بخاری کی ایک روایت میں ہے تینتیس کی بجائے دس مرتبہ "سبحان اللہ"، کہنا، دس مرتبہ "الحمد للہ"، کہنا اور دس مرتبہ "اللہ اکبر"، کہنا ہر فرض نماز کے بعد ذکر ہے۔

۱۳۳۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر پڑھے گا۔ تو یہ ننانوے دفعہ ہوئے اور سو کی تکمیل کے لیے ایک بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - کہے گا تو اس کے کل گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (مسلم)

۱۳۳۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَمَرَنَا اَنْ نُّسَبِّحَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنَحْمَدَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنُكَبِّرَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاَتٰى رَجُلٌ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا کریں

فِي الْمَنَامِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقِيلَ لَهُ أَمَرَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُسَبِّحُوا فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْأَنْصَارِيُّ فِي مَنَامِهِ نَعَمْ قَالَ فَاجْعَلُوهَا خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ وَاجْعَلُوا فِيهَا التَّهْلِيلَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَافْعَلُوا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ـ

اس کے بعد ایک انصاری کے خواب میں فرشتہ نے آکر پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ہر نماز کے بعد اتنی بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اتنی بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اتنی بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے کا حکم دیا ہے! اُن انصاری نے خواب میں جواب دیا کہ ہاں! ایسا ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہوا ہے، یہ سُن کر خواب ہی میں اسی فرشتے نے کہا کہ ان تینوں کلمات کی تعداد کو ۲۵، ۲۵ بار کر لو اور اس میں (۲۵) بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا بھی اضافہ کر دو (اس طرح یہ سو ہوگئے) جب صبح ہوئی تو انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب سُنایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اس پر بھی عمل کرو تو بہتر ہے۔ (امام احمد، نسائی اور دارمی)

۱۳۳۲ وَعَنْ سَعْدٍ أَنَّهُ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ ـ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات سکھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نماز کے بعد ذیل میں آنے والی چیزوں سے ان الفاظ میں پناہ مانگتے تھے۔ اے اللہ! مجھے بزدلی اور کم ہمتی سے بچا، اے اللہ مجھے بخل سے بچا ایسا نہ ہو کہ میں مال خرچ کرنے کی جگہ خرچ نہ کروں، اور ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو علم پہنچانے میں کوتاہی کروں اور نہ ایسا ہو کہ جہاں مجھے خیر خواہی کرنا ہے وہاں خیر خواہی نہ کروں۔ اے اللہ مجھے ایسی عمر کو نہ پہنچا کہ جس میں قویٰ ناکارہ ہو جانے سے میں آپ کی عبادت نہ کر سکوں، اے اللہ مجھے دنیا کے فتنہ سے بچا کہ دنیا اپنی زیب و زینت کے ساتھ میرے سامنے آکر میرے دل کو لبھائے اور آخرت کو بھلا دے، اے اللہ! مجھے قبر کے عذاب سے بچا کہ مجھ سے ایسے کام نہ ہوں جن کی وجہ سے قبر میں عذاب ہونے لگے۔ (بخاری)

۱۳۳۳ ۱۵ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر نماز کے بعد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی سورتوں کو پڑھ لیا کروں (اس کی روایت امام احمد، ابو داؤد، اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی الدعوات الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔

۱۳۳۴ ۱۶ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَعْوَادِ هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَاَهَا حِيْنَ يَاْخُذُ مَضْجَعَهٗ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهٖ وَدَارِ جَارِهٖ وَاَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی لکڑی کے منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی کو ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے، تو اس کے لیے جنت میں داخل ہونے سے موت کے بعد قبر میں رہنے کے سوائے کوئی اور چیز مانع نہ ہوگی، اور جو شخص سوتے وقت بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مع اس کے گھر کے آفات و بلیات سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسی طرح اس کے پڑوس کے گھر کو اور اس کے اطراف کے گھر والوں کو بھی آفات و بلیات سے محفوظ رکھیں گے (اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

وَفِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ وَمَا رُوِيَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِي الْاَذْكَارِ عَقِيْبَ الصَّلٰوةِ فَلَا دَلَالَةَ فِيْهَا عَلَى الْاِتْيَانِ بِهَا عَقِيْبَ الْفَرْضِ قَبْلَ السُّنَّةِ بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْاِتْيَانِ بِهَا بَعْدَ السُّنَّةِ وَلَا يُخْرِجُهَا تَخَلُّلُ السُّنَّةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفَرِيْضَةِ عَنْ كَوْنِهَا بَعْدَهَا وَعَقِيْبَهَا لِاَنَّ السُّنَّةَ مِنْ لَوَاحِقِ الْفَرِيْضَةِ وَتَوَابِعِهَا وَمُكَمِّلَاتِهَا

شرح منیہ میں نماز کے بعد ذکر و اذکار کے متعلق ذکر کی گئی احادیث میں فرض نماز کے بعد، سنتوں سے پہلے آیت کرسی پڑھنے کی دلیل نہیں پائی جاتی بلکہ سنتوں کے بعد ہی آیت الکرسی پڑھنے کی دلیل ملتی ہے صلاۃ'' یعنی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا ذکر ہے اور صلاۃ کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی کو سنتوں کے بعد پڑھنا چاہیئے اسی طرح جن جن حدیثوں میں فرض نمازوں کے بعد وظائف اور اوراد پڑھنے کا ذکر ہے، وہاں بھی یہی مراد

فَلَمْ تَكُنْ أَجْنَبِيَّةً مِّنْهَا فَمَا يَفْعَلُ بَعْدَهَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ فَعَلَ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ وَعَقِيْبَهَا۔ (اِنْتَهٰى)

١٣٣٥/١٧ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَى مَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً مِّنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَى مَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ)

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ إِطْلَاقُ الْإِرْقَاءِ وَالْعِتْقِ عَلَيْهِمْ عَلَى الْفَرْضِ وَالتَّقْدِيْرِ اِنْتَهٰى۔

١٣٣٦/١٨ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِيْرَةً وَأَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَا رَأَيْنَا بَعْثًا أَسْرَعَ رَجْعَةً وَلَا أَفْضَلَ غَنِيْمَةً مِنْ هٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى قَوْمٍ أَفْضَلَ غَنِيْمَةً وَأَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمٌ شَهِدُوْا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا يَذْكُرُوْنَ اللهَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأُولٰئِكَ أَسْرَعُ رَجْعَةً وَأَفْضَلُ غَنِيْمَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

ہے کہ ان وظائف کو سنتوں کے بعد ہی پڑھنا چاہئے اس لیے کہ سنتیں فرائض کے تابع ہیں، البتہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، وہاں آیۃ الکرسی یا دیگر وظائف کو فرض کے بعد ہی پڑھنا چاہیئے (ردالمحتار)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں (اسی طرح) مجھے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

(ابوداؤد)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک فوج روانہ فرمائی اس فوج نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلد واپس آگئی، ہم میں سے ایک ایسے شخص نے جو اس فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا کہا ہم نے اس لشکر سے زیادہ کسی لشکر کو اتنی جلدی واپس آتے اور اتنا زیادہ مال غنیمت لاتے نہیں دیکھا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو اس جماعت کا پتہ نہ دیدوں جو مال غنیمت لوٹنے میں بہتر اور واپس ہوتے میں اس سے بھی تیز تر ہو (وہ سنو) یہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں حاضر ہوں (یعنی صبح کی نماز جماعت سے پڑھیں) پھر بیٹھ کر آفتاب طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں تو یہ لوگ اس سے جلد واپس آنے والے اور بہتر مال غنیمت حاصل کرنے والے ہیں۔

(ترمذی شریف)

ف: کیونکہ ان لوگوں کو متاع دنیا ہاتھ لگی اور وہ فانی ہے اور ان کو تھوڑی دیر میں بہت ثواب عقبیٰ حاصل ہوا اور وہ باقی ہے)

۱۳۳۷
۱۹
وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٌ تَامَّةٌ تَامَّةٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر (مسجد ہی میں) بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا، (پھر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے پر) دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا، اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا، اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔　　(ترمذی شریف)

ف: اوپر کی دونوں احادیث ۱۳۳۶، ۳۷ میں فجر کی نماز با جماعت پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھ کر ذکر اذکار، تلاوت قرآن مجید یا درس و تدریس کرنے اور دو رکعت نماز نفل اشراق پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ یاد رہے کہ دو رکعت نماز نفل اشراق پڑھنے کا احادیث میں بہت ہی ثواب آیا ہے، پورے حج اور پورے عمرے کا ثواب اور جہاد سے غازی بن کر لوٹتے اور مال غنیمت ساتھ لے کر آنے کا جتنا ثواب ملتا ہے۔ اتنا ہی ثواب نماز اشراق پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ نماز اشراق کا وقت سورج نکلنے کے بعد ایک نیزہ بلند ہونے تک ہے۔ یہ سارا وقت تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ یعنی سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد آدمی نوافل یا قضاء نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر کسی نمازی کی نیند سورج نکلنے سے چند لمحات قبل کھلی تو وہ ٹال مٹول کئے بغیر فی الفور وضو کر کے نماز فجر ادا کرے سنتیں یا نوافل وغیرہ سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد ادا کرے۔

بَابُ مَالَا یَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِی الصَّلٰوۃِ وَمَا یُبَاحُ مِنْہُ

نماز کے جائز اور ناجائز اعمال کا بیان (یعنی نماز کے مفسدات، مکروہات اور مباحات کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:
وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اللہ (تعالیٰ) کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔
(البقرہ ۲، آیت ۲۳۸)

ف:۔ اس آیت کریمہ سے نماز کے اندر قیام کا فرض ہونا ثابت ہوا۔ (خزائن العرفان)

وَقَوْلُہٗ:
اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
وہ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (المؤمنون ۲۳، آیت ۲)

ف:۔ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اعضاء ساکن ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس میں دل لگا ہو اور دنیا سے توجہ ہٹی ہو اور نظر نمازی کے آگے سے باہر نہ جائے اور وہ گوشۂ چشم سے کسی طرف نہ دیکھے، اور کوئی عبث کام نہ کرے اور کوئی کپڑا شانوں پر نہ لٹکائے اس طرح کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور آپس میں نہ ملے ہوں اور انگلیاں نہ چٹخائے اور اس قسم کی حرکات سے باز رہے۔ بعض نے فرمایا خشوع یہ ہے کہ آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے۔ (خزائن العرفان)

۱۳۳۸ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ بَیْنَا اَنَا اُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَرَمَانِی الْقَوْمُ بِاَبْصَارِھِمْ فَقُلْتُ وَاثُکْلَ اُمِّیَاہُ مَا شَاْنُکُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَیَّ فَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَ بِاَیْدِیْھِمْ عَلٰی اَفْخَاذِھِمْ فَلَمَّا رَاَیْتُھُمْ یُصَمِّتُوْنَنِیْ لٰکِنِّیْ سَکَتُّ فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِیْ ھُوَ وَاُمِّیْ مَا رَاَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِّنْہُ فَوَاللّٰہِ مَا کَھَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ وَلَا

حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اتفاق سے جماعت میں سے ایک شخص کو چھینک آئی جس کے جواب میں میں نے "یرحمک اللہ" کہا تو لوگوں نے مجھے (آنکھ پھیر کر بغیر چہرہ پلٹائے) گھور کر دیکھا میں نے کہا افسوس! تم مجھے کیوں گھور کر دیکھ رہے ہو! یہ سن کر لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں غصہ تو بہت آیا لیکن میں خاموش ہو گیا (اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا! میرے ماں باپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان! میں نے کسی کو

شَتَمَنِيْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ
لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ
النَّاسِ إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ
وَقِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ
بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَآءَنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ
وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ
قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ
يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَالِكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ
فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ
قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ
كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ
وَّافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَفِيْهِ إِنَّ كَلَامَ
الْجَاهِلِ بِالْحُكْمِ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ
إِذْ لَمْ يَأْمُرْهُ بِإِعَادَةِ الصَّلٰوةِ۔

حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے قبل، نہ بعد کبھی آپ سے بہتر تعلیم دینے والا نہ دیکھا، خدا کی قسم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ مجھے جھڑکا، نہ مارا، اور نہ برا بھلا کہا، بلکہ ارشاد فرمایا یہ نماز ہے اس میں کوئی بات لوگوں کی گفتگو کی قسم سے ٹھیک نہیں، نہ عمداً نہ سہواً۔ اصلاح تکبیر اور قراۃ قرآن (اور انہی کے مشابہ اعمال) کا نام ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ایسے لوگوں میں سے ہوں جو ابھی ابھی اسلام لائے ہیں اور عہد جاہلیت سے میرا زمانہ قریب ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے سرفراز فرمایا ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! تم نہ جایا کرو پھر میں نے عرض کیا، ہم میں سے بعض لوگ شگون لیتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! یہ محض ان کے دلوں کا وہم ہے اس لیے ان کو شگون کی وجہ سے کام سے نہیں رکنا چاہیئے۔ معاویہ بن الحکم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ (علمِ جفر کے ذریعہ) لکیریں کھینچ کر کچھ حال معلوم کر لیا کرتے ہیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک نبی (علمِ جفر کی) لکیریں کھینچا کرتے تھے (جن کا یہ معجزہ تھا) اب جس شخص کی لکیریں ان کی لکیروں کے موافق ہوں گی تو اس کے لیے مباح ہے۔

(مسلم)

امام شافعی فرماتے ہیں جاہل کا نماز میں کلام کرنے کا حکم یہ ہے کہ اس کی نماز باطل نہیں ہوتی، کیونکہ اس صحابی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا تھا۔ (یہ حکم امام شافعی کے نزدیک ہے) حنفیوں کے نزدیک ایسے آدمی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔()

اس حدیث شریف میں ارشاد ہے إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ

وَقَالَ عَلِیُّ نِ الْقَارِیُّ وَ اِطْلَاقُ الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ لَّنَا فِیْ اَنَّ الْکَلَامَ مُطْلَقًا یُبْطِلُ الصَّلٰوۃَ کَمَا ذَکَرَہٗ فِی الْھِدَایَۃِ اِنْتَھٰی۔

یہ نماز ہے اس میں کلام الناس یعنے لوگوں سے بات چیت (کسی طرح) ٹھیک نہیں، اس بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے گفتگو کی نماز میں ممانعت مطلقاً مذکور ہے کہ جس میں عمداً یا سہواً واقف سے ہو یا ناواقف سے ہو کسی قسم کی قید نہیں ہے اور اس طرح مطلقاً ممانعت میں ہمارے لیے اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں لوگوں کا کلام کرنا (گفتگو) عمداً ہو یا سہواً، اصلاح نماز کے لیے ہو یا کسی اور غرض کے لیے واقف شخص سے، ہو یا ناواقف شخص سے یہ سب نماز کو باطل کر دیتے ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ناواقف شخص سے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی قسم کی لوگوں سے گفتگو کسی طرح بھی ٹھیک نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہونے کی وجہ سے ایسا ہی نماز کے منافی اور مفسد ہے جیسا کہ نماز میں کھانا پینا نماز کے منافی اور مفسد ہے۔

ف: صاحب عنایۃ نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف کے الفاظ اِنَّ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ہیئت ہی ایسی ہے کہ اس میں کلام الناس یعنے لوگوں سے بات چیت کا نہ ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز میں طہارت کا ہونا ضروری ہے، تو جس طرح بغیر طہارت کے نماز جائز نہیں ہوتی، اسی طرح کلام الناس سے بھی نماز جائز نہیں ہوتی اور یہ ایک واضح بات ہے (عنایۃ کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

وَفِیْ جَامِعِ الْاٰثَارِ عُمُوْمُ شَیْءٍ لِکَوْنِہٖ نَکِرَۃً وَوُقُوْعِہٖ تَحْتَ النَّفْیِ یَشْمَلُ کُلَّ کَلَامٍ بِاَیِّ وَجْہٍ کَانَ اِنْتَھٰی۔

جامع الآثار میں لکھا ہے کہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہوتا ہے تو اس سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر حدیث شریف کے الفاظ اِنَّ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ۔ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ شیئٌ، نکرہ ہے اور نفی یعنے "لَا یَصْلُحُ" کے تحت واقع ہے جس سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کا کلام الناس عمداً ہو کہ سہواً واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے نماز

کے منافی اور مفسد ہوگا (جامع الآثار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ فَإِنْ سَأَلَ سَائِلٌ عَنِ الْمَعْنَى الَّذِي لَهُ لَمْ يَأْمُرْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ بِإِعَادَةِ الصَّلٰوةِ لَمَّا تَكَلَّمَ فِيهَا۔

اب رہی یہ بات کہ پھر کس وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو اس بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں

اس صحابی کو نماز کے لوٹانے کے حکم کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صحابی کو واقعتہً نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا امام طحاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا امکان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم تو دیا ہو لیکن انھوں نے اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں کیا (امام طحاوی کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ کے اس قول کی تائید ترمذی کے قول اور حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کی روایت خود ترمذی نے اس طرح کی ہے۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بات چیت کر لیا کرتے تھے کہ ایک ساتھی اپنے پاس والے ساتھی سے گفتگو کر لیا کرتا تھا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ" (نماز میں اللہ کے سامنے خاموش ہو کر کھڑے رہو) پھر ہم لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور بولنے سے منع کیا گیا۔
امام ترمذی اس حدیث کی روایت کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور سب علماء کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر بات کرے تو وہ نماز کو لوٹائے امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک کا یہی قول ہے (ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے اعادہ کا حکم فرمانا ممکن بتلایا ہے لیکن ترمذی کے اس مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اعادہ کا حکم یقیناً ہوا ہوگا۔

۱۳۳۹/۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ　　حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّأْتِيَ اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ اَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَاءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَّا تَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَاِذَا كُنْتَ فِيْهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَاْنُكَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے اور ہم حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سلام کیا کرتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں نماز ہی میں سلام کا جواب دیدیا کرتے تھے اور یہ ہمارے حبشہ جانے سے پہلے کیا کرتے تھے اور جب ہم حبشہ کی سرزمین سے واپس ہوئے تو میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا عادت کے موافق میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی نیا حکم دینا چاہتے ہیں دیتے ہیں اور منجملہ ان احکام کے ایک نیا حکم یہ دیا ہے کہ تم نماز کی حالت میں بات چیت نہ کیا کرو، یہ فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سلام کا جواب دیا اور یہ بھی فرمایا کہ نماز صرف قراءۃ قرآن اور ذکر اللہ کے لیے ہے لہذا تم نماز کی حالت میں انہی چیزوں میں مشغول رہا کرو

(ابو داؤد)

۱۳۴۳ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بحالت نماز ہم کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نماز میں تھے اور ہم نے آپ کو سلام کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام کیا کرتے تھے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیا کرتے تھے (مگر اس دفعہ ہم کو جواب نہ ملا) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یقیناً نماز

میں خود ہی بڑی مشغولیت رہتی ہے (اس لیے دوسری طرف متوجہ ہونا نہیں چاہیئے)
(بخاری اور مسلم)

۱۳۴۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ وَهُوَ عَلٰى جَنْبِهٖ فِي الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَاَمَرَنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ پہلے ہم نماز میں بات چیت کر لیا کرتے تھے، ایک نمازی اپنے بازو والے نمازی سے نماز میں بات کیا کرتا تھا (اور کوئی ممانعت نہ تھی) مگر آیت وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (اللہ کے سامنے خاموش کھڑے رہو) کے نزول کے بعد ہم کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم ہو گیا اور نماز میں بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔
(مسلم)

وَفِي الْجَامِعِ الْاٰثَارِ اِطْلَاقُ الْكَلَامِ وَكَذَا كَوْنُهٗ مُنَافِيًا لِشُغْلِ الصَّلٰوةِ يَعُمُّ كُلَّ كَلَامٍ اِنْتَهٰى۔

جامع الآثار میں کہا ہے کہ اس حدیث میں وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ یعنے ہم کو (نماز میں) بات چیت کرنے سے منع کیا گیا کا ارشاد مطلق ہے کہ اس میں عمداً سہواً واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے ہو، اصلاح نماز کے لیے ہو یا کسی اور غرض سے کسی قسم کی قید نہیں ہے، اس لیے نماز میں بات کرنے کی ممانعت ہر قسم کے کلام سے متعلق ہو گی۔ ۱۲

ف نماز کی حالت میں مقتدی امام کی غلطی پر اسے مطلع کر سکتا ہے اگر قرأت کی غلطی ہے تو قرأت بتائے گا، اگر قیام، رکوع سجود، قومہ، جلسہ وغیرہ کی غلطی ہے تو سبحان اللہ، اللہ اکبر کے الفاظ سے یاد دلائے گا۔ مقتدی کے علاوہ خارج نماز اگر کوئی شخص غلطی بتائے تو یہ مکروہ ہے اگر امام قبول کرے تو سب کی نماز باطل دوبارہ پڑھنا واجب۔ اگر امام کو قعدہ اولی میں اپنی عادت سے دیر لگی، اور مقتدی نے بے خیال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہو گا تکبیر با آواز بلند، بنا دیر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ اقوال فقہاء کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قرأت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے، اور یہ سب اجزا و اذکار نماز سے ہیں مگر معنیً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہیئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا، اگرچہ صورۃ قرآن یا ذکر۔
لہٰذا اگر نماز میں کسی یحییٰ نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ پڑھا يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ،، (اے یحییٰ

مصنوطی سے کتاب پکڑے) پڑھی، بالاتفاق نماز جاتی رہی، حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بناء پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ برمحل ہو، مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہرحال افساد نماز کرے گا، مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے، ہمارے آئمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلی وجوہ سے نص وضرورت ہے، جواز کا حکم دیا۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قرأت میں بھولے، مقتدی کو مطلقاً بتانا روا، اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو، اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا، مگر احتمال ہے کہ رکتے الجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو۔ لہٰذا مقتدی کو اپنی نماز دوست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو اینٰ واٰں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی اس کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قراءت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد ہے۔

اگر کوئی آدمی مکان میں آنے کا اذن مانگے اور یہ (حالت نماز میں ہو) اس غرض سے کہ اسے (آنے والے کو) نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تسبیح، یا تکبیر، یا تہلیل کہے تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد ہے وَهُوَ عَلٰى مَا ذَكَرَ عُلَمَاءُنَا فِي الْهِدَايَةِ وَالْكَافِي وَالتَّبْيِيْنِ وَالْفَتْحِ وَالْغُنْيَةِ وَالْبَحْرِ وَغَيْرِهَا حَدِيْثُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ وَغَيْرُهُمَا۔ (حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی شئی یا معاملہ پیش آئے تو وہ تسبیح کہہ لے) فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس بارے میں زیادہ قریب وہ روایت ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے قَالَ كَانَ لِيْ سَاعَةٌ مِّنَ السَّحَرِ اَدْخُلُ فِيْهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَ قَائِمًا يُصَلِّيْ سَبَّحَ لِي الْحَدِيْث۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے لیے دن میں ایک وقت مقرر تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا تو اگر آپ اس وقت حالت نماز میں ہوتے تو میرے لیے تسبیح کہہ دیتے)

پس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بے شک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں، اس لیے اگر غیر نمازی یا دوسرے نماز کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے، قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا، جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی، بخلاف امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہٖ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بتانا ہے۔　　(فتاوی رضویہ ۳/۴۰۲)

امام کو فوراً غلطی بتانا مکروہ ہے ردالمحتار میں ہے يُكْرَهُ اَنْ يَّفْتَحَ مِنْ سَاعَتِهٖ ہاں! اگر وہ غلطی پر رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم اگر سامع کے خیال میں نہ آئے تو ہر مسلمان عالم کا حق ہے کہ بتائے۔ اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے۔

۱۳۴۲/۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَرِوَايَةُ النَّسَائِيِّ نَحْوَهٗ وَعِوَضُ بِلَالٍ صُهَيْبٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی حالت میں سلام کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو کس طرح سلام کا جواب دیا کرتے تھے ؟ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیتے تھے ۔ (ترمذی) نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے)

وَقَالَ فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ يُكْرَهُ اَنْ يَّرُدَّ الْمُصَلِّي السَّلَامَ بِالْاِشَارَةِ بِيَدِهٖ اَوْ رَأْسِهٖ فَيَتَعَيَّنُ حَمْلُ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى مَا قَبْلَ نَسْخِ الْكَلَامِ فَاِنَّ الْاِشَارَةَ فِيْ مَعْنَاهُ كَذَا فِي الْمِرْقَاتِ وَصَرَّحَ فِي الْمُنْيَةِ بِاَنَّهٗ مَكْرُوْهٌ اَيْ تَنْزِيْهًا وَفِعْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِتَعْلِيْمِ الْجَوَازِ فَلَا يُوْصَفُ فِعْلُهٗ بِالْكَرَاهَةِ كَمَا حَقَّقَهٗ فِي الْحِلْيَةِ

شرح منیہ میں کہا ہے کہ نمازی کا ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ سے سلام کا جواب دینے کی یہ حدیث اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ نماز میں بات چیت کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا اور جب نماز میں بات چیت کرنا منسوخ ہو گیا تو نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینا بھی منسوخ ہو جائے گا ، کیونکہ اشارہ بھی کلام کی طرح ہے ، یہ مرقات میں مذکور ہے ۔ ۱۲

۱۳۴۳/۶ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ

فَقَالَ رِفَاعَةُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی (نماز کی حالت میں) مجھے چھینک آگئی تو میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ----------- (سب تعریف اللہ کے لیے ہے ایسی تعریف جو کہ کثرت سے کی جائے ، اجر ریاء سے پاک ہو ، اور خلوص سے کی جائے ، جس میں برکت ہی برکت ہو ، اور جو تعریف کرنے والے کے لیے بھی باعث برکت ہو ، ایسی تعریف جس کو ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ مَلَكًا اَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

تعریف کرنے والے سے راضی ہو جائے) جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک کے بعد ان کلمات کا کہنے والا کون تھا، اس ارشاد کو سن کر کسی نے کچھ نہ کہا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ دریافت فرمایا تو بھی کسی نے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر تیسری دفعہ دریافت فرمایا تو حضرت رفاعہ نے عرض کیا، کہنے والا میں تھا یا رسول اللہ! اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تیس سے زائد فرشتے ان کلمات کی طرف دوڑے اور ان میں سے ہر ایک کی کوشش یہ تھی کہ ان کلمات کو لے کر میں آسمان پر چڑھوں

(ترمذی، ابو داؤد، اور نسائی)

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ يَدُلُّ الْحَدِيْثُ عَلٰى جَوَازِ الْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ يَعْنِيْ عَلَى الصَّحِيْحِ الْمُعْتَمَدِ بِخِلَافِ رِوَايَةِ الْبُطْلَانِ فَاِنَّهَا شَاذَّةٌ لٰكِنَّ الْاَوْلٰى اَنْ يَّحْمَدَ فِيْ نَفْسِهٖ اَوْ يَسْكُتَ خُرُوْجًا مِّنَ الْخِلَافِ عَلٰى مَا فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ وَالْحَدِيْثُ يُمْكِنُ حَمْلُهٗ عَلٰى مَا قَبْلَ نَسْخِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ كَذَا فِي الْمِرْقَاةِ.

ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں نمازی کو چھینک آجائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زبان سے الحمد للہ کہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نمازی چھینک آنے پر الحمد للہ دل سے کہے یا خاموشی اختیار کرے، ممکن ہے حدیث کا حمل نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے پر ہو اسی طرح مرقات میں مذکور ہے۔

۱۳۴۴ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں کوئی ایسی چیز پیش آئے جس سے نمازی کو اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع دینے کی ضرورت پڑے[1]، تو سبحان اللہ کہہ کر اپنا نماز میں ہونا معلوم کرائے عورتیں دستک دے کر اپنا نماز میں

---

[1] (مثلاً نمازی کو کوئی باہر بلاوے یا نمازی سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کرے، یا واقفیت سے کوئی نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے)، [2] یہ طریقہ مردوں کے لیے ہے اور ایسی صورت میں)

ہونا معلوم کرائیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ سبحان اللہ مردوں کے لیے ہے اور (مذکورہ طریقہ سے) دستک دینا عورتوں سے متعلق ہے (بخاری اور مسلم)

۱۳۴۵ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَإِنَّهُ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے، پھر مسجد کے ارادے سے نکلے تو تشبیک نہ کرے، یعنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ اس حالت میں حکماً نماز میں ہے (امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، اور دارمی)

قَالَ فِيْ شَرْحِ النِّقَايَةِ وَكُرِهَ كُلُّ هَيْئَةٍ فِيْهَا تَرْكُ خُشُوْعٍ فَيُكْرَهُ الْعَبَثُ بِالثَّوْبِ أَوْ بِالْجَسَدِ أَوْ بِالشَّعْرِ كَتَشْبِيْكِ الْأَصَابِعِ وَفَرْقَعَتِهَا۔

شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز میں ایسی ہیئت اختیار کرنا جس سے ترک خشوع وخضوع ہو، مکروہ ہے مثلاً نماز میں کپڑوں کے ساتھ یا جسم کے ساتھ یا بالوں کے ساتھ کھیلنا اور ایسے ہی نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیاں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں مکروہ ہے اور اسی طرح انگلیوں کا چٹخانا بھی مکروہ ہے۔

ف توابع نماز جیسے مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا نماز کے لیے گھر سے باوضو مسجد کی طرف چلنا وغیرہ ان حالتوں میں تشبیک ایسے ہی مکروہ ہے جیسے کہ عین نماز میں مکروہ ہے نماز میں ہوں یا توابع نماز، ہر دو حالتوں میں تشبیک مکروہ تحریمی ہے یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔

کہ خارج نماز اگر کسی ضرورت سے مثلاً انگلیوں کی راحت کے لیے تشبیک کی جائے تو یہ جائز ہے جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے ضرورتاً تشبیک کی اجازت ثابت ہوتی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے بنیاد کی طرح ہے اور آپ نے (بطور تمثال) اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر تشبیک فرمائی، البتہ بغیر کسی ضرورت کے خارج نماز بطور عبث تشبیک کی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

لہ دستک کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے، برخلاف اس کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے تالی بجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ۲ہ وضو کے فرائض، سنن و مستحبات ملحوظ رکھ کر۔

۱۳۴۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

لِذٰلِكَ قَالَ فِیْ شَرْحِ النُّقَایَةِ وَیُکْرَهُ التَّخَصُّرُ اَیْ وَضْعَ الْیَدِ عَلَی الْخَاصِرَةِ وَقِیْلَ التَّوَکُّؤُ عَلَی الْمِخْصَرَةِ وَهِیَ الْعَصَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں کولھوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری اور مسلم)

اس حدیث شریف میں لفظ، خصر جو مذکور ہے اس کے معنے کولھوں پر ہاتھ رکھنا ہیں اور اسی معنے کو اکثر اہل علم نے اختیار کیا ہے، اس کے علاوہ "خصر" کے معنے عصاء پر ٹیک دینے کے بھی لئے گئے ہیں۔

ف۔ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ نماز میں کولھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور خارج نماز کولھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور مرقات میں کہا ہے کہ نماز میں بلاضرورت عصا پر ٹیک دینا مکروہ ہے اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ضرورتاً جیسے بوڑھے یا بیمار وغیرہ نماز میں بجز عصا وغیرہ پر ٹیک دینے کے قیام پر قادر نہ ہوں تو ایسے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بجائے عصا وغیرہ پر ٹیک دے کر قیام کریں (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوتی) اور خارج نماز عصاء پر ٹیک دینا مباح ہوگا جس پر دلیل قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (سورہ طٰہٰ پ ۱۶ ع ۱۰ میں) ہِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا (یہ میرا عصا ہے جس پر ٹیک دیا کرتا ہوں) اصول میں ثابت ہے کہ قرآن کسی چیز کو بیان کرنے کے بعد اگر اس کو رد نہ کرے تو وہ چیز ہماری شریعت میں بھی مباح رہتی ہے اسی لیے خارج نماز عصا پر ٹیک دینا مباح ہوگا۔ ۱۲

۱۳۴۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلْاِخْتِصَارُ فِی الصَّلٰوةِ رَاحَةُ اَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ الْبَغَوِیُّ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں کولھوں پر ہاتھ رکھنے سے دوزخیوں سے مشابہت ہوتی ہے[1] دوزخی کولھوں پر ہاتھ رکھ کر آرام کرلیں گے[2] (اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے)

۱۳۴۸ وَعَنْ مُعَیْقِیْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو (نماز کی حالت میں) سجدہ کے مقام سے کنکریاں صاف کرتا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو

---

[1] اس لیے کہ دوزخیوں کو محشر میں کھڑے کھڑے جب ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو [2] اسی وجہ سے نماز میں کولھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ایک بار صاف کرلو۔

(بخاری اور مسلم)

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے بلاضرورت کنکریوں کا صاف کرنا مطلقاً مکروہ ہے اور ضرورت کی حالت میں ایک مرتبہ صاف کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے ضرورت دفع ہوجائیگی اور اس کے بعد دوبارہ ایسا کرنا فضول ہوگا (شرح نقایہ)

۱۳۴۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا یَمْسَحِ الْحَصٰی فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۱۲

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرے تو وہ (نماز کی حالت میں) اپنے سجدہ کرنے کی جگہ سے کنکریاں صاف نہ کرے کیونکہ رحمت سامنے سے نازل ہوتی ہے[1]۔ (امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ)

وَفِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ یُكْرَهُ كُلُّ عَمَلٍ قَلِیْلٍ بِلَا عُذْرٍ۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بحالت نماز بلاضرورت سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف نہ کرے اس لیے کہ نماز کی حالت میں ہر عمل قلیل بلاعذر مکروہ ہے،

ف معلوم کرنا چاہیئے کہ عمل قلیل کیا ہے اور عمل کثیر کیا ہے! عمل کثیر یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے، جیسے نماز کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے عمامہ باندھنا وغیرہ، اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، البتہ بحالت نماز ایسا عمل کثیر جو اعمال نماز سے ہو جیسے ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرنا! اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ اعمالِ نماز سے ہے، اسی طرح ایسے عمل کثیر سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی جو اصلاح نماز کے لیے ہو، جیسے نماز کی حالت میں وضو ٹوٹ جانے سے وضو کرنے کے لیے چلنا، اگرچہ یہ بھی عمل کثیر ہے مگر اصلاح نماز کے لیے ہے اس لیے اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اور عمل قلیل یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کے متعلق دور سے دیکھنے والے کو شک ہو کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں جیسے نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے ایک ہاتھ سے کنکریاں صاف کرنا، اگر بلاضرورت کنکریاں صاف کی جائیں تو نماز مکروہ ہوگی البتہ ضرورت پر صرف ایک بار کنکریاں صاف کی جاسکتی ہیں (ردالمحتار، اعلاء السنن) ۱۲۔

۱۳۵۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّی الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰخُذُ قُبْضَةً مِّنَ الْحَصٰی لِتَبْرُدَ فِیْ كَفِّیْ اَضَعُهَا

۱۳

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتا تھا (اور سخت گرمی کی وجہ سے) مٹھی بھر

[1] (اور سجدہ کی جگہ پر رہتی ہے پس نمازی کو چاہیئے کہ کنکریاں ہٹا کر رحمت میں تغیر نہ کرے)

لِجَبْهَتِيْ اَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ۔

کنکریاں ایک ہاتھ میں لے لیا کرتا کہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہو جائیں اور سجدہ کے وقت پیشانی رکھنے کی جگہ ان کو رکھ دیا کرتا تاکہ میں ان پر سجدہ کر سکوں (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

قَالَ الشَّيْخُ السِّنْدِيُّ فِيْ شَرْحِ النَّسَائِيِّ عُلِمَ مِنْ هٰذَا جَوَازُ الْفِعْلِ الْقَلِيْلِ اِنْتَهٰى۔

شیخ سندھی نے شرح نسائی میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں عذر کی وجہ سے عمل قلیل جائز ہے۔ ۱۲۔

ف: بہار شریعت میں درمختار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں، جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر نماز میں نہ ہونے کا شک نہ رہے، بلکہ گمان ہی غالب ہو کہ نماز میں نہیں تو عمل کثیر ہے اور اگر دور سے دیکھنے والے کو شبہ و شک ہو کہ نماز میں نہیں تو عمل کثیر ہے، اور اگر دور سے دیکھنے والے کو شبہ و شک ہو کہ نماز میں ہے یا نہیں تو عمل قلیل ہے۔ ص ۱۴۳/۳۔

۱۳۵۱/۱۴ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِي الْعَاصِ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَاِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ اَعَادَهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امامت فرمارہے ہیں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص (جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوش مبارک پر سوار تھیں، اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رکوع کرتے تو ان کو اتار دیتے اور سجدہ سے اٹھتے تو ان کو پھر اٹھا لیتے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے مگر بخاری میں امامت کرنے کا ذکر نہیں ہے)

وَفِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ وَلَيْسَ فِي الْحَدِيْثِ مَا يُخَالِفُ قَوَاعِدَ الشَّرْعِ لِاَنَّ الْاٰدَمِيَّ طَاهِرٌ وَثِيَابُ الْاَطْفَالِ وَاَجْسَادُهُمْ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الطَّهَارَةِ وَالْاَعْمَالُ فِي الصَّلٰوةِ لَا تُبْطِلُهَا اِذَا قَلَّتْ اَوْ تَفَرَّقَتْ وَاِنَّمَا فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَيَانِ الْجَوَازِ كَذَا فِيْ شَرْحِ الزُّرْقَانِيِّ

التعلیق الممجد میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے جو قواعد شرع شریف کے خلاف ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بچوں کے جسم اور ان کے کپڑے، جب تک نجاست کا یقین نہ ہو پاک ہی سمجھے جائیں گے، اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بچی کو اٹھانا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہو گا، اسی طرح نماز کے اندر عمل قلیل ایک ہی رکن میں تین مرتبہ نہ کیا جائے

وَمِثْلُہٗ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنِ الْحُلْیَۃِ۔

بلکہ متفرق ارکان میں متفرق طور پر کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل ایسا ہی متفرق ارکان میں متفرق طور پر ہوا ہے اس لیے مفسد نماز نہیں، یہ شرح الزرقانی میں مذکور ہے اور رد المحتار میں بھی اسی طرح حلیہ سے منقول ہے۔

وَفِیْ عُمْدَۃِ الْقَارِیْ عَنِ الْبَدَائِعِ لَایُکْرَہُ لِوَاحِدٍ مِّنَّا لَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ عِنْدَ الْحَاجَۃِ اِمَّا بِدُوْنِ الْحَاجَۃِ فَمَکْرُوْہٌ۔

اور عمدۃ القاری میں بدائع کے حوالے سے مذکور ہے کہ ہم میں سے کسی کے لیے بھی ضرورت کے وقت ایسا عمل قلیل مکروہ نہیں، البتہ بلا ضرورت نماز میں عمل قلیل مکروہ ہوگا۔ ۱۲

۱۳۵۲/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَۃَ لِیَقْطَعَ عَلَیَّ صَلَاتِیْ فَاَمْکَنَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ فَاَخَذْتُہٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبُطَہٗ عَلٰی سَارِیَۃٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْہِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ دَعْوَۃَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ "رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ" فَرَدَدْتُّہٗ خَاسِئًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گذشتہ رات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ایک جن (جو ان کی قید میں تھا قید سے چھوٹ کر آیا) اور میری نماز تڑوانا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ (صبح) تم سب اس کو دیکھ لو (اور معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی قدرت دی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو دی تھی) لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ مقبول دعا یاد آگئی، "رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ" (الٰہی مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو) اس لیے میں نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔ (بخاری اور مسلم)

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے "فَاَخَذْتُہٗ" (میں نے اس جن کو پکڑ لیا) پکڑنا عمل قلیل ہے جو ضرورت سے تھا اس لیے یہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں (عمدۃ القاری)

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الشَّیْطَانَ عَیْنُہٗ غَیْرُ نَجِسٍ وَاَنَّ لَمْسَہٗ لَایُبْطِلُ الصَّلٰوۃَ وَفِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ الْمُصَلِّیَ لَاتَبْطُلُ صَلَاتُہٗ بِخُطُوْرِ مَا

اور مرقات میں ہے کہ ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جنات کا جسم نجس نہیں ہے، اس لیے جنات کو نماز کی حالت میں پکڑنا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہوگا اس لیے اس سے بھی نماز

لَيْسَ مِنْ اَفْعَالِهَا بَاطِلُهَا ۔

باطل نہیں ہوگی ۔ ابن الملک نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں اگر نمازی کے دل میں ایسے افعال کا وسوسہ پیدا ہو جو افعال نماز سے نہیں تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی ۔

۱۳۵۳ / ۱۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَلِلنَّسَائِيِّ مَعْنَاهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں دو سیاہ چیزوں کو مار ڈالو (ایک) سانپ اور (دوسرے) بچھو ۔ (اس کی روایت امام احمد و ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں سانپ اور بچھو کو نماز کی حالت میں مارنے کا جو حکم ہوا ہے وہ مطلق حکم ہے اور اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے اس لیے ان کے مارنے میں ایک ضرب سے کام لیا جائے یا متعدد ضربات سے نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ کہ یہ عمل کثیر ہے، ایسا ہی ان کے مارنے میں تین یا تین سے زائد قدم چلنا پڑے تو اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ کہ یہ بھی عمل کثیر ہے ۔ ایسا ہی ان کے مارنے میں سینہ قبلہ سے پلٹ جائے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی ۔ اگرچہ کہ یہ عمل بھی مفسد نماز ہے ، اس لیے کہ یہ سب عمل کثیر اصلاح نماز کے لیے کئے جا رہے ہیں، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو ضرر کے اندیشہ سے دل بٹ جائے گا اور اطمینان و جمعیت باقی نہیں رہے گی اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز میں وضو ٹوٹ جانے سے اصلاح نماز کے لیے عمل کثیر کرکے وضو کرنے کی غرض سے چلنے کی اجازت ہے ۔ یہ بھی واضح رہے کہ نماز کی حالت میں سانپ اور بچھو کو مارنے سے متعلق دو حکم ہیں، ایک مستحب اور دوسرے واجب، اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کو مارنا مستحب ہوگا، برخلاف اس کے اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ان کو مارنا واجب ہوگا اور اگر ان کے ضرر کے اندیشہ سے نماز توڑ دی جائے تو بھی درست ہے اگر نماز توڑے بغیر ان کو مار ڈالا جائے تو ان کے مارنے کے لیے نماز جہاں سے چھوڑی گئی تھی پھر وہیں سے شروع کی جائے ، نئے سر سے پھر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں (در مختار، رد محتار، ہدایہ، عنایہ، فتح القدیر، عمدۃ الرعایہ، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح بر حاشیہ طحطاوی) ۱۲ ۔

۱۳۵۴ / ۱۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کا دروازہ بند تھا میں نے دروازہ کھلایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (الٹے قدم) اپنی جگہ لوٹ آئے اور مجھے یاد ہے کہ حجرہ مبارک کا دروازہ قبلہ رخ

وَ سَنَّادَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ ۔　　نماز اس کی روایت امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے ۔

ف ، اس حدیث شریف میں تین چیزیں قابل غور ہیں، ایک یہ کہ دروازہ کھولنا، دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لیے چلنا اور تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد پھر اپنی جگہ پر واپس ہونا ۔

دروازہ کھولنے کے بارے میں بحرالرائق میں لکھا ہے کہ دروازہ کا بند کرنا تو عمل کثیر ہے لیکن دروازہ کا کھولنا عمل کثیر نہیں بلکہ یہ عمل قلیل ہے اس لیے یہاں جو دروازہ کھولا گیا ہے عمل قلیل ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوا ۔ دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لیے چلنا، تو اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حجرۂ مبارک اس قدر تنگ تھا کہ دروازہ کھولنے کے لیے ایک یا دو قدم سے زیادہ چلنے کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لیے حدیث شریف میں دروازہ کھولنے کے لیے چلنے کا جو ذکر ہے وہ ایک یا دو قدم چلنے کی وجہ سے عمل کثیر نہیں ہوگا بلکہ عمل قلیل ہی ہے، اس لیے یہ بھی مفسد نماز نہیں ہوا ۔

تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد اپنی جگہ پر واپس ہونا، تو اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ دروازہ کھولنے کے لیے آگے چلنا اور پھر واپس ہونا عمل کثیر تو ہے مگر اس لیے مفسد نماز نہیں کہ یہ چلنا اور واپس ہونا پے در پے نہیں تھا، اس لیے کہ دروازہ کھولنے میں ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار وقت صرف ہونے کے بعد واپسی ہوئی اور نماز میں ایک رکن کی مقدار ٹھہر ٹھہر کر چلنا پے در پے نہ ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں لکھا ہے، کہ نماز کی حالت میں بقدر ایک مصلّی (یعنی قدم سے سے کر سجدہ کی جگہ تک) قبلہ رُخ ایک یا دو قدم میں چل کر ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار ٹھہرنے کے بعد پھر اتنا ہی چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، چونکہ اس حدیث شریف میں بھی ایسا ہی ہوا ہے، اس لیے یہ عمل بھی مفسد نماز نہیں ہوا ۔ ۱۲ ۔

حلبیہ کی فصل مکروہات میں مذکور ہے کہ نماز کی حالت میں مشی یعنی چلنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ نمازی نماز میں بلا عذر چلے اور دوسرے یہ کہ نمازی کا نماز میں چلنا کسی عذر کی وجہ سے ہو، نماز میں بلا عذر چلنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ چلنا کثیر ہو، اور پے در پے ہو تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ نمازی قبلہ رُخ ہی کیوں نہ چلے، دوسرے یہ کہ چلنا کثیر ہو لیکن پے در پے نہ ہو، بلکہ کئی رکعتوں میں متفرق طور پر چلا ہو تو اس صورت میں اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹے تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی، اگر نمازی نے نماز میں بلا عذر مشی قلیل کی اور اس کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو مشی قلیل ہونے کے باوجود بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹا ہو تو نماز مکروہ ہو گی ۔

واضح ہو کہ مذکورہ صورتیں نماز میں بلا عذر چلنے کی تھیں، اب نماز میں عذر کے ساتھ چلنے کی صورتیں ملاحظہ ہوں، اگر نماز کی حالت میں مشی چلنا عذر کی وجہ سے ہو جیسے نماز میں وضو ٹوٹنے کی صورت میں وضو کرنے کی خاطر چلا ہو یا صلاۃ خوف یعنی جہاد میں جو نماز ادا کی جاتی ہے اس میں چلنے کی نوبت آئی ہو، یا نماز کی حالت میں سانپ اور بچھو کو مارنے کے لیے چلنے کی ضرورت ہوئی ہو تو ان صورتوں میں نماز میں چلنے سے نماز نہ تو فاسد ہوگی اور نہ مکروہ ہوگی، خواہ مشی چلنا قلیل ہو یا کثیر اور چلنے سے نماز قبلہ کی طرف سے پلٹا ہو یا نہ ہو، ان مذکورہ صورتوں میں یعنی صلاۃ

خوف یا نمازی کا حدث کے بعد وضوء کے لیے مشی کرنا یا سانپ اور بچھو کو مارنے کے لیے نماز میں چلنا، ان کے علاوہ اگر کسی اور عذر کی بنا پر نمازی نے مشی قلیل کی ہو یا مشی کثیر جس میں اس نے اپنا سینہ قبلہ کی جانب سے پلٹ دیا ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، اگر نماز کی حالت میں عذر کی وجہ سے مشی قلیل کی ہو تو اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ، بشرطیکہ چلنے میں نمازی کا سینہ قبلہ کی جانب سے نہ پلٹا ہو، اگر نماز میں عذر کی وجہ سے مشی کثیر ہو اور پے در پے ہو تو یہ مشی نماز کو فاسد کر دیگی اور اگر مشی کثیر ہو لیکن پے در پے اور متواتر نہ ہو تو ایسی مشی کے مفسد نماز ہونے یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی نے نماز میں مشی کثیر کی ہو جو پے در پے نہ ہو تو وہ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ تو اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے بشرطیکہ یہ مشی مطلق عذر کی بناء پر کی گئی ہو۔ ۱۲)

١٣٥٥/١٨ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُلْ هَا فَاِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَضْحَكُ مِنْهُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے، اس لیے کہ شیطان منہ میں گھس جانا چاہتا ہے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے) اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے اور (آواز سے) ھاء نہ کہے کیونکہ آواز ھاء کہنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے (اور نمازی جب جمائی کے وقت آواز سے ھاء کہتا ہے تو) شیطان اس پر ہنستا ہے[1]۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نمازی کو نماز میں جب جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا چاہیئے واضح ہو کہ جمائی کو روکنے کی کئی تدبیریں ہیں۔ ایک[1] تدبیر یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ خیال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تو اس خیال سے جمائی رک جاتی ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ دانتوں سے ہونٹ کو دبا کر بھی جمائی کو روکنا چاہیئے۔ اور محیط میں مذکور ہے کہ نماز میں اگر بحالت قیام جمائی آجائے تو سیدھے ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکے اور قیام کے سوا نماز کے کسی اور رکن میں جمائی آجائے تو بائیں ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکنا چاہیئے اور خارج نماز جمائی آنے کی صورت میں جمائی کو روکنے کی جو صورتیں اوپر بیان کی گئی ہیں ان سب کو اختیار کیا جا سکتا ہے (بہ پورا

[1] اس لیے کہ آواز سے ھاء کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور شیطان کا مقصد یہی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اس لیے جہاں تک ہو سکے شیطان کی مزاحمت اور مدافعت کی جائے اور کوشش کی جائے کہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے)

مضمون رد المحتار سے ماخوذ ہے) ۱۲

۱۳۵۶/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التَّثَاؤُبُ فِی الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْیَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ وَلِابْنِ مَاجَةَ فَلْیَضَعْ یَدَهٗ عَلٰى فِیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں جمائی کا آنا شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے) اور ترمذی کی دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ کی پشت کو منھ پر رکھ لے اور ترمذی کی دوسری روایت کے الفاظ ابن ماجہ سے بھی مروی ہیں۔

۱۳۵۷/۲۰ وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَفَعَهٗ قَالَ الْعَطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِی الصَّلٰوةِ وَالْحَیْضُ وَالْقَیْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قے، اور نکسیر یہ سب شیطان کی طرف سے ہیں۔ (ترمذی)

ف اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نمازی کو نماز میں جب جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا چاہیئے واضح ہو کہ جمائی کو روکنے کی کئی تدبیریں ہیں۔

واضح رہے کہ یہ تمام چیزیں جب نماز میں واقع ہوں تو شیطان کی خوشی کا سبب ہوتی ہیں، اول الذکر تین چیزوں یعنی چھینک اونگھ اور جمائی سے تو نماز مکروہ ہوتی ہے، اور آخر الذکر تین چیزوں یعنے حیض قے، اور نکسیر سے تو نماز فاسد ہی ہو جاتی ہے۔

اس حدیث شریف میں دوسری اور چیزوں کے ساتھ نماز میں چھینک آنے کو جو شیطان کی طرف سے ہوتا ارشاد ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی حالت میں چھینک آنے سے توجہ الی اللہ، حضور قلب اور استغراق میں فرق پیدا ہو جاتا ہے ورنہ خارج نماز تو چھینک پسندیدہ ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ۔ (اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں)

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ چھینک خارج نماز مطلقاً محبوب ہے اور داخل نماز مطلقاً مکروہ ہے (مرقات، اشعۃ اللمعات)

۱۳۵۸/۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز میں (گردن موڑ کر) دائیں بائیں دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان کی جھپٹ ہے کہ شیطان بندہ کی نماز کے

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کچھ حصّہ کو لے بھاگتا ہے (اسی لیے نماز میں گردن موڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے) درمختار۔
(بخاری اور مسلم)

۱۳۵۹ / ۲۲ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِيْ صَلَاتِهٖ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ـ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کوئی بندہ نماز میں (گردن موڑ کر) اِدھر اُدھر نہ دیکھے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہ کر نظر رحمت فرماتے رہتے ہیں اور جب وہ نماز میں گردن موڑ کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے (نظرِ عنایت و رحمت) پھیر لیتے ہیں جس سے ثواب کم ہو جاتا ہے (اسی لیے یہ عمل مکروہ تحریمی ہے) اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے)

۱۳۶۰ / ۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ ـ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا نماز میں (خواہ نفل ہو یا فرض گردن موڑ کر) ہرگز اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو، کیونکہ (نماز میں گردن موڑ کر) اِدھر اُدھر دیکھنا نماز کی تباہی کا سبب ہے اگر ایسا ہی کرنا ہو تو نفل نماز میں کر لیا کرو (کہ ایسا کرنے سے نفل نماز ہی خراب ہوگی)، مگر فرض میں ہرگز ایسا نہ کرو (کہ فرض اصل نماز ہے اور فرض میں ایسا کرتے سے اصل نماز ہی تباہ ہو جائے گی۔ (ترمذی)

وَقَالَ عَلِيُّ نِ الْقَارِيُّ وَالْاَظْهَرُ اَنَّ الْحَاصِلَ مِنَ الْحَدِيْثِ هُوَ اَنَّ الْكَرَاهَةَ فِي النَّفْلِ دُوْنَ الْكَرَاهَةِ فِي الْفَرْضِ ـ

ملا علی قاری فرماتے ہیں حاصلِ حدیث یہ ہے کہ یہ کراہت نفل نمازوں میں ہے، فرضوں میں نہیں۔

۱۳۶۱ / ۲۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلَاةِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا وَلَا يَلْوِيْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ ـ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں (کبھی) کن انکھیوں سے دائیں اور بائیں طرف دیکھ لیا کرتے تھے لیکن رسول اللہ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز میں) گردن موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔

(ترمذی اور نسائی)

وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ اَنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ بِصَدْرِهٖ تَفْسُدُ وَيُكْرَهُ تَحْرِيْمًا[1] بِوَجْهِهٖ كُلِّهٖ اَوْ بَعْضِهٖ لِلنَّهْيِ وَبِبَصَرِهٖ يُكْرَهُ تَنْزِيْهًا وَفِي الزَّيْلَعِيِّ۔

در مختار اور رد المحتار میں لکھا ہے کہ حالت نماز میں اپنا سینہ پھیرنے سے نماز فاسد (ٹوٹ) ہو جاتی ہے اور سارے چہرے کو پھیرنا مکروہ تحریمی ہے اور بعض چہرے کو پھیرنا بھی منع ہے۔ اور حالت نماز میں آنکھوں سے ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

وَفِي الزَّيْلَعِيِّ وَشَرْحِ الْمُلْتَقٰى لِلْبَاقَانِيِّ اَنَّهٗ مُبَاحٌ[2] لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُلَاحِظُ اَصْحَابَهٗ فِيْ صَلَاتِهٖ بِمُوْقِ عَيْنَيْهِ اھ وَلَا يُنَافِيْ مَا هُنَا بِحَمْلِهٖ عَلٰى عَدَمِ الْحَاجَةِ۔

امام باقانی کی شرح ملتقی میں ہے کہ نماز کی حالت میں آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا مباح ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی حالت میں اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے اپنے صحابہ کو دیکھا کرتے تھے، اس لیے یہاں آنکھوں سے دیکھنے کو جو عدم حاجت پر حمل کیا ہے وہ منافی نماز نہیں ہے۔

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ لَمْ يَنْظُرْ اِلَّا اِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ قَالَهٗ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ۔

عمدۃ القاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے سجدے کی جگہ کے علاوہ کہیں اور نہیں دیکھتے تھے۔

۳۶۲/۲۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ اِلَى السَّمَاءِ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ لوگوں کو نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آجانا چاہیے (ورنہ خوف ہے) کہ ان کی نظریں چھین لی جائیں گی۔

(مسلم)

وَقَالَ عَلِيٌّ الْقَارِيُّ اَيْ خُصُوْصًا وَقْتَ الدُّعَاءِ وَاِلَّا فَرَفْعُ الْاَبْصَارِ مُطْلَقًا

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقات میں کہا ہے کہ نماز کی ہر حالت میں اور بالخصوص دعا کے وقت آسمان کی طرف

---

[1] اس لیے نماز میں کبھی کن انکھیوں سے دیکھنا مُباح ہے لیکن اس کی عادت ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے۔

[2] اس لیے کہ ایسا کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور اگر نماز میں سینہ پلٹا کر اِدھر اُدھر دیکھیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

فِی الصَّلٰوۃِ مَکْرُوْہٌ۔ نگاہ اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے:

ف، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دعا کے وقت نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانا مکروہ ہے، البتہ خارج نماز دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کے بارے میں اختلاف ہے، قاضی شریح اور ایک جماعت نے خارج نماز بھی دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن اکثر علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ جس طرح کعبۃ اللہ قبلہ نماز ہے، اسی طرح آسمان قبلہ دعا ہے۔ ۱۲۔

۱۳۶۳ / ۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَیْثُ تَسْجُدُ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ سُنَنِہِ الْکَبِیْرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاؤُدَ لَا یُجَاوِزُ بَصَرُہٗ اِشَارَتَہٗ فَحَدِیْثُ اَبِیْ دَاؤُدَ ھٰذَا ظَاھِرًا یَدُلُّ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ نَظَرُہٗ فِیْ حَالِ الْقُعُوْدِ اِلٰی حُجْرِہٖ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نماز میں اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر جمائے رکھو (اس کی روایت بیہقی نے سنن کبیر میں کی ہے) اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ (قعدہ کے وقت گود پر) جو مقام اشارہ ہے رہا کرتی تھی اور اس سے متجاوز نہیں ہوتی تھی (ابو داؤد کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کی نگاہ قعدہ کی حالت میں گود پر رہنی چاہیئے)

وَقَالَ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ الْمَنْقُوْلُ فِیْ ظَاھِرِ الرِّوَایَۃِ اَنْ یَّکُوْنَ مُنْتَھٰی بَصَرِہٖ فِیْ صَلٰوتِہٖ اِلٰی مَحَلِّ سُجُوْدِہٖ کَمَا فِی الْمُضْمَرَاتِ وَعَلَیْہِ اقْتَصَرَ فِی الْکَنْزِ وَغَیْرِہٖ وَھٰذَا التَّفْصِیْلُ الْمَذْکُوْرُ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ مِنْ تَصَرُّفَاتِ الْمَشَائِخِ کَالطَّحَاوِیِّ وَالْکَرْخِیِّ وَغَیْرِھِمَا کَمَا یُعْلَمُ مِنَ الْمُطَوَّلَاتِ۔

رد المحتار میں منقول ہے کہ ظاہر روایت سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ نماز کی حالت میں نمازی کی نظر سجدہ کی جگہ پر ہو جیسا کہ مضمرات میں ہے اور کنز وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے اور اب اس کی تفصیل درمختار میں ہے مشائخ کے تصرفات سے جیسے امام طحاوی اور کرخی وغیرہما اور جیسے کہ تو مطول کتب میں معلوم کرے گا۔

۱۳۶۴ / ۲۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا یُقَالُ لَہٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ یَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْھَكَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ہمارے ایک غلام کو جن کا نام افلح تھا ہر سجدہ کے وقت (زمین پر) پھونک مارتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے افلح اپنے چہرہ کو خاک لگنے دو (کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے

نہایت عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔
(ترمذی)

قَالَ فِیْ شَرْحِ النِّقَایَۃِ وَکُرِہَ مَسْحُ جَبْہَتِہٖ مِنَ التُّرَابِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَمَّا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْھَا فَلَا یُکْرَہُ بَلْ یُسْتَحَبُّ کِتْمَانًا لِلْعِبَادَۃِ اَوْ خَوْفًا مِنَ الرِّیَآءِ وَالسُّمْعَۃِ۔

شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز کی حالت میں پیشانی پر سے مٹی کو صاف کرنا مکروہ ہے، البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی پر سے مٹی کو صاف کرنا مکروہ نہیں بلکہ عبادت کو چھپانے کی خاطر ریاکاری و شہرت سے بچنے کے لیے پیشانی کی مٹی کو بعد نماز کے صاف کر لینا مستحب ہے۔ ۱۲

ف: عرف شذی میں بحر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نماز میں پھونک مارنے کے بارے میں مذہب حنفی میں دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ نماز میں آواز کے ساتھ پھونک مارنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ نہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز میں اس طرح پھونک ماری جائے جس سے حروف ظاہر ہوتے ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، اور صاحب بحر نے اسی طرح دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ ۱۲

۱۳۶۵/۲۸ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ یَعْنِیْ یَبْکِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَفِیْ صَدْرِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الرَّحٰی مِنَ الْبُکَآءِ۔

رَوَاہُ اَحْمَدُ وَرَوَی النَّسَآئِیُّ الرِّوَایَۃَ الْاُوْلٰی وَاَبُوْ دَاؤدَ الثَّانِیَۃَ۔

حضرت مطرف بن عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد عبد اللہ ابن شخیر سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد عبد اللہ بن شخیر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے ہیں اور رونا دبانے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک سے ایسی آوازیں آرہی ہیں جیسے دیگ کے اندر سے دیگ کے جوش مارتے وقت آوازیں آیا کرتی ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن شخیر نے کہا میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونا دبانے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلتے وقت چکی کی آواز آیا کرتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی روایت امام احمد نے کی ہے اور نسائی نے بھی پہلی حدیث کی روایت کی ہے اور ابو داؤد نے بھی دوسری حدیث کی روایت کی ہے۔

قَالَ فِیْ شَرْحِ النِّقَایَۃِ وَالْحَاصِلُ اِنَّ نَحْوَ الْاَنِیْنِ اَوِ الْبُکَآءِ بِصَوْتٍ

واضح ہو کہ نماز میں دھیمی آواز سے رونا یا بلند آواز سے رونا، اگر یہ آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف

إِنْ كَانَ لِغَيْرِ أَمْرِ الْآخِرَةِ بِأَنْ كَانَ لِوَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ تُفْسِدُ الصَّلٰوةَ لِأَنَّ فِيهِ إِظْهَارُ التَّأَسُّفِ وَالْجَزَعِ فَصَارَ كَأَنَّهُ قَالَ أَعِينُونِي وَإِنْ كَانَ لِأَمْرِ الْآخِرَةِ بِأَنْ كَانَ يَخُوفُ أَوْ رَجَاءٍ لَا تُفْسِدُ لِأَنَّهُ كَالدُّعَاءِ وَالثَّنَاءِ۔

اور اُمید کی وجہ سے نہ ہوں، بلکہ کسی درد یا دنیوی مصیبت کی وجہ سے ہوں تو ان سے نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ اس سے افسوس اور بے قراری کا اظہار ہوتا ہے اور یہ فعل حقیقت میں شکایت ہے، کہ گویا نمازی کہہ رہا ہے کہ میری مدد کرو اور نماز میں ایسا کہنا نماز کے اندر کلام ہوا، اور کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس کے برخلاف نماز میں دھیمی آواز سے رونا یا بلند آواز سے رونا آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف یا اُمید کی وجہ سے ہو تو یہ حقیقت میں دعا اور ثناء ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (شرح نقایہ، مرقات)

۱۳۶۶ (۲۹) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ وَهُوَ فِي ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ مَوْقُوفًا وَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مُرْسَلًا أَيْضًا قَالَ فِي الْفَتْحِ وَابْنُ عَيَّاشٍ قَدْ وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ وَزَادَ فِي الْإِسْنَادِ عَنْ عَائِشَةَ وَالزِّيَادَةُ مِنَ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ وَالْمُرْسَلُ عِنْدَنَا وَعِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ حُجَّةٌ كَذَا فِي جَامِعِ الْآثَارِ۔

ام المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں (منھ بھر کر) قے آئے یا نکسیر پھوٹ پڑے (یا منھ بھر کر) اچھال ہو یعنی وہ قے جو منھ میں آکر پلٹ جائے یا مذی آوے تو اس کو چاہیئے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضو کر کے اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے (یعنے جس رکن میں حدث ہوا تھا اسی رکن سے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے، اس لیے از سر نو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے) بشرطیکہ وہ وضو کے لیے آنے اور جانے میں کوئی کلام نہ کرے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور عبد الرزاق، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح موقوفاً روایت کی ہے، دار قطنی نے اس حدیث کی روایت مرسلاً بھی کی ہے)

وَقَالَ الْعَيْنِيُّ فِي الْبِنَايَةِ فَإِنْ قُلْتَ اسْتَدَلَّ لَكُمْ بِحَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا مُرْسَلٌ وَالْآخَرُ ضَعِيفٌ قُلْتُ لَا يَضُرُّنَا إِرْسَالُهُ لِأَنَّ الْمُرْسَلَ عِنْدَنَا حُجَّةٌ وَيَتَقَوّٰى

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں وضو ٹوٹ جانے سے نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضو کر کے پہلی نماز پر بنا کرنا جائز ہے، واضح ہو کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع ہے چنانچہ

الضَّعِيفَ بِمَا نُقِلَ عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهُوَ مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ وَسَلْمَانَ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَرُوِيَ مِنَ التَّابِعِينَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَطَاؤُسَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخْعِيِّ وَعَطَاءٍ وَمَكْحُولٍ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ إِلَى الْقِيَاسِ بِتَرْكِ قَوْلِ هٰؤُلَاءِ وَقَوْلُهُمْ فِيمَا لَا يُدْرَكُ بِالْقِيَاسِ كَالنَّصِّ فِي كَوْنِهِ رَاجِحًا عَلَى الْقِيَاسِ حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ فِي الْمَسْئَلَةِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلَاثَةِ وَأَنَسٍ وَسَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَوَازُ الْبِنَاءِ وَالْمُرَادُ إِجْمَاعُ فُقَهَائِهِمْ وَبِقَوْلِهِمْ يُتْرَكُ الْقِيَاسُ هٰذَا وَرُوِيَ أَيْضًا مِثْلَ مَا قُلْنَا عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَابْنِ أَبِي لَيْلَى وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحابہ میں سے حضرات علی بن ابی طالب، ابوبکر صدیق، سلمان فارسی، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور تابعین میں سے حضرات علقمہ، طاوس، سالم بن عبد اللہ، سعید بن جبیر، شعبی، ابراہیم نخعی، عطا، مکحول اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بناء کرنے کے ثبوت پر متعدد روایتیں کی ہیں اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ بناء کرنے کے اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کیونکہ بناء کا جواز حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبد اللہ ابن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، انس اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، نیز فقہاء تابعین میں سے حضرات اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، حسن بصری، سفیان ثوری اور ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جواز بناء کے قائل ہیں (بنایہ یعنی عینی ہدایہ) ۱۲ ۔

ف: واضح ہو کہ نماز میں حدث ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) اختیاری (۲) غیر اختیاری، اختیاری حدث اس حدث کو کہتے ہیں جس کے واقع ہونے میں بندے کے اختیار کو دخل ہو، مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن پر کوئی ضرب لگا کر خون نکالے یا عمداً اخراج ریح کرے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی،

حدث غیر اختیاری اس حدث کو کہتے ہیں جس میں نمازی کے ارادے کے بغیر خود بخود حدث واقع ہو، جیسے ریح، پیشاب، پاخانہ مذی وغیرہ کا خود بخود نکلنا تو اس صورت میں مصلی کو چاہیئے کہ وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ کر وضو کے لیے چلا جائے اگر بقدر ادائی ایک رکن بلا عذر ٹھہرا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بناء صحیح نہ ہوگی اور بناء صحیح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے اور اسی طرح کسی رکن کو چلنے کی حالت میں بھی ادا نہ کرے اور وضو کرنے اور وضو کے لیے جانے کے دوران میں کوئی ایسا فعل نہ کرے جو نماز کے منافی ہو یا وضو کے ضروریات سے نہ ہو، اور وضو کے بعد اپنی نماز کو جس رکن پر چھوڑا تھا اسی رکن سے شروع کرے اور اس رکن کا اعتبار نہ کرے جس میں حدث ہوا ہے اگر نمازی منفرد ہے تو بعد وضو کے جہاں وضو کیا ہے وہیں قریب میں نماز پڑھ سکتا ہو تو وہیں نماز پوری کرے اور یہی افضل ہے اور چاہے تو پہلے جہاں نماز پڑھ رہا تھا وہاں جا کر نماز پوری کرے یہ بھی درست ہے۔

اگر نمازی جس کو حدث لاحق ہوا ہو وہ مقتدی ہے تو اس کا حکم اس مدرک کے حکم کی طرح ہے جو ابتداء نماز سے شریک جماعت رہا ہو اس لیے ایسا مقتدی وضو کے بعد جب اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرنا چاہے تو وہ چونکہ مدرک کی طرح ہے

اور چونکہ مدرک امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا اس لیے یہ مقتدی بھی قراءت پڑھنے کے موقع پر نہ الحمد پڑھے، اور نہ سورہ ضم کرے بلکہ الحمد اور ضم سورہ کی مقدار خاموش قیام کر کے رکوع میں چلا جائے، مقتدی کے لیے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو، اور جماعت ختم ہو چکی ہے اور اگر امام ابھی نماز پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو چاہیئے کہ وہ جماعت میں شریک ہو کر امام کے سلام پھیرتے تک، امام کے ساتھ نماز ادا کرے، اور امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی مذکورہ بالا طریقہ پر اپنی باقیماندہ نماز کی تکمیل کرے، اور اگر امام کو نماز میں حدث لاحق ہو تو امام کو چاہیئے کہ وہ مقتدی میں سے جس کو اہل سمجھتا ہے اشارہ کر کے خلیفہ بنائے اور خود وضو کرنے کے لیے فوراً چلا جائے اور وضو کے بعد اگر جماعت کو پالے تو یہ مقتدی بن کر جماعت میں شریک ہو جائے، اور اگر جماعت ہو چکی ہے تو اوپر بتائے ہوئے طریقہ پر اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے (شرح المنیہ، در مختار، رد المحتار، ہدایہ، عالمگیری) ۱۲۔

۱۳۶۷ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَرْعَفُ
۳۰
فِي الصَّلٰوةِ أَوْ يُحْدِثُ قَالَ يَخْرُجُ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا أَنْ يَّذْكُرَ اللّٰهَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِهٖ فَيَقْضِيْ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ صَلَاتِهٖ وَيَعْتَدُّ بِمَا صَلّٰى فَإِنْ كَانَ تَكَلَّمَ إِسْتَقْبَلَ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْاٰثَارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ أَوْ قَاءَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا يَتَكَلَّمْ وَلْيَبْنِ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَرِجَالُ هٰذَا السَّنَدِ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحِ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی گئی ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ جس کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا اس کا وضو ٹوٹ جائے (تو اس کو کیا کرنا چاہیئے؟) آپ نے فرمایا وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضو کرلے (اور وضو کے لیے آتے جاتے میں) ذکر اللہ کے سوا کوئی کلام نہ کرے (اور وہ وضو کے بعد جب) اپنی جگہ واپس آجائے تو اپنی باقیماندہ نماز کی تکمیل کرے اور جو کچھ نماز وضو ٹوٹنے کے قبل ادا کی تھی اس کو شمار میں رکھے (اور یہ سمجھے کہ جو نماز پڑھ چکا ہے وہ ادا ہو چکی ہے اور باقی ماندہ نماز کی تکمیل اسی رکن سے کرے جس رکن پر حدث ہوا ہے اور اگر وضو کے لیے آجانے میں) بات کرلی تو از سر نو نماز کا اعادہ کرے (اور جو نماز پڑھ چکا تھا اس کا اعتبار نہ کرے) (اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے) اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا (منہ بھر کر) قے آئے تو اس کو چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور بات نہ کرے اور (اگر چاہے تو بعد وضو کے) اپنی پچھلی نماز پر بناء کرے۔ اس سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۱۳۶۸ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ ۔
۳۱

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُعِدِ الصَّلٰوۃَ۔
رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ مَعَ زِیَادَۃٍ وَّنُقْصَانٍ۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں (عمداً) ریح خارج ہو جائے تو اس پر وضو کر کے از سر نو شروع سے نماز پڑھنا واجب ہے (اگر بغیر ارادے کے خود بخود ریح نکلے تو جس قدر نماز پڑھ لی ہے اس پر بنا کرنا بھی جائز ہے) اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی کسی قدر زیادتی اور کمی کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔

قَالَ عَلِیُّ الْقَارِیُّ اَلْاَمْرُ بِالْاِعَادَۃِ لِلْوُجُوْبِ اِذَا کَانَ الْحَدَثُ عَمَدًا اِمَّا اِذَا سَبَقَہُ الْحَدَثُ فَالْاَمْرُ لِلْاِسْتِحْبَابِ فَاِنَّہٗ اَفْضَلُ لِلْخُرُوْجِ عَنِ الْخِلَافِ۔

اس حدیث کے ترجمہ میں جو قیود مذکور ہیں وہ مرقات سے ماخوذ ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ اوپر کی حدیثیں جن میں حدث ہوتے پر نماز کی بناء کا حکم ہے اور یہ حدیث جس میں حدث ہوتے پر نماز کو شروع سے لوٹانے کا حکم ہے، تطبیق ہو جائے اور وہ اس طرح کہ اوپر کی حدیثیں جن میں نماز کی بناء کا حکم ہے ان کو غیر اختیاری حدث سے متعلق کیا جائے اور اس حدیث کو جس میں نماز کے لوٹانے کا حکم ہے حدث اختیاری اور غیر اختیاری دونوں سے متعلق کیا جائے اس حدیث کو دونوں صورتوں یعنی اختیاری اور غیر اختیاری حدث سے اس طرح متعلق کیا جائے گا کہ اگر حدث اختیاری ہو تو نماز کو لوٹانا واجب ہے اور اگر حدث غیر اختیاری ہے تو نماز کا لوٹانا مستحب یعنی افضل ہے (یہ مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ مرقات سے ماخوذ ہے) ۱۲۔

۱۳۶۹/۳۲ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَبَّرَ فِیْ صَلٰوۃٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ اَشَارَ اِلَیْھِمْ بِیَدِہٖ اَنِ امْکُثُوْا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ وَعَلٰی جِلْدِہٖ اَثَرُ الْمَاءِ فَصَلّٰی رَوَاہُ مُحَمَّدٌ فِی الْمُوَطَّا وَقَالَ بِھٰذَا نَاْخُذُ مَنْ

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں میں کسی ایک نماز کو تکبیر تحریمہ کہکر شروع فرمایا (پھر حدث ہونے پر) اپنے دست مبارک سے صحابہ کرام کو اشارہ فرمایا (جس کا مفہوم یہ تھا کہ ٹھہرے رہو) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلّی سے چلے گئے پھر (وضو فرما کر) ایسی حالت میں واپس ہوئے کہ حضور

سَبَقَہٗ حَدَثٌ فِیْ صَلٰوۃٍ فَلَا بَأْسَ اَنْ یَّنْصَرِفَ وَلَا یَتَکَلَّمُ فَیَتَوَضَّأُ ثُمَّ یَبْنِیْ عَلٰی مَا صَلّٰی وَاَفْضَلُ ذٰلِکَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ وَیَتَوَضَّأَ وَیَسْتَقْبِلَ صَلَاتَہٗ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلد مبارک پر پانی کا اثر تھا پھر آپ نے (بناء کر کے) نماز پڑھائی (یعنے تکبیر تحریمہ کے بغیر جہاں سے نماز چھوڑی تھی، وہاں سے نماز شروع فرما کر نماز کی تکمیل فرمائی) اس کی روایت امام محمد نے مؤطا میں کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم اس حدیث سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ جس کسی کا وضو نماز کی حالت میں ٹوٹ جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور بات نہ کرے اور وضو کر کے جو کچھ نماز پہلے پڑھ چکا ہے اسی پر بناء کر کے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور افضل یہ ہے کہ بات کرلے اور وضو کر کے نماز کو از سر نو شروع سے پڑھے۔ ۱۲

ف: رد المحتار میں لکھا ہے کہ امام کو نماز میں حدث ہو جائے اور پانی مسجد میں موجود ہو تو وہ نماز لیں کو اشارہ سے ٹھہرا کر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضو کرے اور واپس آکر بناء کر کے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور اگر پانی مسجد میں موجود نہ ہو تو امام کسی کو خلیفہ بنا کر خود وضو کے لیے چلا جائے، لیکن امام کے لیے خواہ پانی مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو نماز میں حدث ہونے پر ہر حالت میں وضو کے لیے جانے کے واسطے کسی کو خلیفہ بنا لینا افضل ہے۔ ۱۲

۱۳۷۰ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ۳۳ اَنَّہَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ فَلْیَاْخُذْ بِاَنْفِہٖ ثُمَّ لِیَنْصَرِفْ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی نماز پڑھے اور نماز میں اس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنی ناک پکڑلے (تاکہ لوگوں کو خیال ہو کہ اسے نکسیر آئی اور نہ ممکن ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے وضو ہی نہ کرے اور بلا وضو ہی نماز پڑھے) پھر نماز کی جگہ سے ہٹ جائے (اور وضو کر کے بنا کرے) (ابوداؤد)

۱۳۷۱ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ ۳۴ الْقَوْمَ فَوَجَدَ فِیْ بَطْنِہٖ رِزًّا اَوْ قَیْئًا اَوْ رُعَافًا فَلْیَضَعْ ثَوْبَہٗ عَلٰی اَنْفِہٖ وَلْیَاْخُذْ بِیَدِ رَجُلٍ مِّنَ الْقَوْمِ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے لوگوں کی امامت کی اور اپنے پیٹ میں تکلیف کا احساس کیا یا قے کی آمد کا احساس ہوا یا نکسیر کے چھوٹ جانے کا یقین ہوا، تو اپنی ناک پر کپڑا

فَلْيُقَدِّمْهُ۔

(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

رکھ دے اور مقتدیوں میں سے کسی کے ہاتھ کو پکڑ لے اور اس کو آگے بڑھا دے۔ (دار قطنی)

ف عمدۃ الرعایہ میں بنایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب امام کو مقتدیوں میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آئے تو مقتدی کو اپنی جگہ لے جانے کے لیے بات کئے بغیر اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچے یا ہاتھ سے اشارہ کرے اور اشارہ سے ہی اس کو اپنی باقی ماندہ نماز کی اطلاع کرے اور اگر خلیفہ بناتے وقت بات کر لی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ۱۲

۱۳۷۲ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اخیر نماز میں قعدۂ اخیرہ میں (بمقدار تشہد بیٹھنے کے بعد) سلام پھیرنے سے قبل عمداً وضو توڑ دے، تو اس کی نماز ہو گئی لہ (ترمذی)

وَقَالَ عَلِيُّ الْقَارِيُّ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ طُرُقٌ ذَكَرَهَا الطَّحَاوِيُّ وَتَعَدُّدُ الطُّرُقِ يَبْلُغُ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ إِلٰى حَدِّ الْحَسَنِ وَقَالَ ابْنُ الْهُمَامِ وَقَوْلُ مَنْ يَّقُوْلُ فِيْ حَدِيْثٍ إِنَّهٗ لَمْ يَصِحَّ إِنْ سَلَّمَ لَمْ يَقْدَحْ لِأَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَتَوَقَّفُ عَلَى الصِّحَّةِ بَلِ الْحَسَنُ كَافٍ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے طُرق امام طحاوی نے ذکر کئے ہیں۔ اور کثرت طرق کی وجہ سے حدیث ضعیف، حد حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ اور امام ابن الہمام نے کہا کہ اس شخص کا قول جس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اگر اس نے سلام پھیر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ دلیل حدیث کے صحیح ہونے پر ہی موقوف نہیں، بلکہ حدیث حسن بھی حجت کے لیے کافی ہے۔

بَابُ السَّهْوِ

باب اگر نماز میں بھول ہو جائے تو کیا کرے

۱۳۷۳ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ قَالَ فِي الَّذِيْ لَا يَدْرِيْ صَلّٰى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا قَالَ يُعِيْدُ حَتّٰى يَحْفَظَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ أَمَّا أَنَا فَإِذَا لَمْ أَدْرِ كَمْ صَلَّيْتُ فَإِنِّيْ أُعِيْدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا جس کو یہ یاد نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار (اور یہ اس کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ ہوا اور ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ زیادت کر کے یا سلام پھیر کر نماز

لہ (اس واسطے کہ اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا فرض ہے، اور یہاں مُصلّی عمداً حدث کر کے اپنے فعل سے باہر ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ کوئی فرض و واجب باقی نہ رہا اس لیے اس کی نماز ہو گئی۔

لَهٗ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَالشَّعْبِيِّ وَشُرَيْحٍ نَحْوَهٗ ۔

توڑ دے اور پھر از سر نو نماز شروع سے پڑھے تاکہ اس کی نماز شک سے نہ ہو، بلکہ یاد سے ہو[لہ] اور ابن ابی شیبہ نے ہی اپنی ایک اور روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میرا بھی ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ جب عمر بھر میں پہلی بار مجھ کو نماز میں شک ہوا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، تو میں نے نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز پڑھی ہے (اس حدیث کا ترجمہ عمدۃ الرعایۃ سے ماخوذ ہے) اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں بھی ابن جبیر شعبی اور شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح روایت ہے کہ کسی کو عمر بھر میں پہلی بار نماز میں شک ہوا ہو تو وہ نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز پڑھے۔

۱۳۷۴ وَعَنْ طَاؤُسٍ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ فَلَمْ تَدْرِكَمْ صَلَّيْتَ فَأَعِدْهَا مَرَّةً فَإِنِ الْتَبَسَتْ عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى فَلَا تُعِدْهَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ عَطَاءٍ نَحْوَهٗ ۔

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تم نے نماز پڑھی اور تم کو (نماز میں عمر بھر میں پہلی مرتبہ) شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز پڑھو، اگر دوبارہ ایسا ہی شک ہوا کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں تو اب نہ تو نماز توڑو، اور نہ از سر نو نماز پڑھو (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور امام مالک نے حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے)

وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَأَبِي دَاؤُدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ۔

بخاری اور ابو داؤد کی ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز کی (تعداد رکعات میں) شک ہوا کرے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو اس کو چاہیئے کہ تحری کرے

لہ اس حدیث کا ترجمہ ہدایہ، بنایہ، رد المحتار، موطا، امام محمد التعلیق الممجد، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایۃ ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

یعنے سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے اور تحری کے بعد جو ٹھیک بات معلوم ہو اس لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْعَیْنِیُّ تَبْوِیْبُ اَبِیْ دَاوٗدَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ یَبْنِیْ عَلٰی اَکْبَرِ رَأْیِہٖ حَیْثُ قَالَ بَابُ مَنْ قَالَ یُتِمُّ عَلٰی اَکْبَرِ ظَنِّہٖ۔

واضح ہو کہ بخاری اور ابوداؤد کی اس روایت میں نماز میں شک واقع ہونے سے تحری کر کے گمان غالب پر عمل کرنے کا جو حکم ہے مذہب حنفی بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابوداؤد کا اس باب میں قول ہے، اسی وجہ سے ابوداؤد نے جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے "بَابُ مَنْ قَالَ یُتِمُّ عَلٰی اَکْبَرِ ظَنِّہٖ۔ یعنے جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ اپنے گمان غالب پر عمل کرے۔

۱۳۷۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلَا یَدْرِیْ ثَلَاثًا صَلّٰی اَمْ اَرْبَعًا فَلْیَتَحَرَّ فَلْیَنْظُرْ اَفْضَلَ ظَنِّہٖ فَاِنْ کَانَ اَکْبَرُ ظَنِّہٖ اَنَّہَا ثَلَاثٌ قَامَ فَاَضَافَ اِلَیْہَا الرَّابِعَۃَ ثُمَّ تَشَہَّدَ فَسَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّہْوِ وَاِنْ کَانَ اَفْضَلُ ظَنِّہٖ اَنَّہٗ صَلّٰی اَرْبَعًا تَشَہَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّہْوِ رَوَاہُ مُحَمَّدٌ فِی الْاٰثَارِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی (تعداد رکعات میں) شک ہوا کرے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے، اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (تو وہ تیسری رکعت کے رکوع اور دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے، اس لیے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے اس لیے کہ چوتھی رکعت کے بعد پھر قعدہ اخیر کرے اور اس میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے، اور اگر تحری کے بعد اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو وہ قعدہ اخیر کے لیے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے)

۱۳۷۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیُّ

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید خدری

عَنْ رَجُلٍ سَهَىٰ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى قَالَ يَتَحَرَّى أَصْوَبَ ذٰلِكَ فَيُتِمُّهُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ـ

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو نماز کی تعداد (رکعات) کے بارے میں بھول ہو گئی اور اس کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے یہی فرمایا کہ وہ شخص تحری کرے، یعنی سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے اور تحری کے بعد جو بات ٹھیک معلوم ہو اسی لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور (سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے۔ (امام طحاوی)

۱۳۷۷ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ فِيمَنْ نَسِيَ الْفَرِيضَةَ فَلَا يَدْرِي أَرْبَعًا صَلّٰى أَمْ ثَلَاثًا قَالَ إِنْ كَانَ أَوَّلُ نِسْيَانِهِ أَعَادَ الصَّلٰوةَ وَإِنْ كَانَ يَكْثُرُ النِّسْيَانُ يَتَحَرَّى الصَّوَابَ وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ أَتَمَّ الصَّلٰوةَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ صَلّٰى ثَلَاثًا أَضَافَ إِلَيْهَا وَاحِدَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ـ

(رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْآثَارِ)

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو کسی فرض نماز (کی تعداد رکعات کے بارے) میں بھول ہو گئی ہو اور اس کو یاد نہیں کہ اس نے چار رکعتیں ادا کی ہیں یا تین تو حضرت ابراہیم نخعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا (اگر اس کو یہ شک عمر بھر میں پہلی بار ہوا ہے اور ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ (بات کر کے یا سلام پھیر کر) نماز توڑ دے، اور پھر از سر نو شروع سے نماز پڑھے اور اگر اس کو بھولنے کی عادت ہے تو وہ شخص تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس نے پوری نماز پڑھ لی ہے، تو وہ سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے، اور اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (تو وہ چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لیے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے (اس لیے کہ چوتھی رکعت کا قعدہ فرض ہے) اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے پھر سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے (اس کی روایت امام محمد نے آلآثار میں کی ہے۔

۱۳۷۸ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً يَشُكُّ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی

فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتّٰى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلّٰى أَوْ ثِنْتَيْنِ صَلّٰى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلٰى وَاحِدَةٍ فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلّٰى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلٰى ثِنْتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلٰى ثَلَاثٍ وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

کر نماز کی (تعداد رکعات) میں ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہوتا (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

اور ترمذی کی ایک اور روایت میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ہی مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو نماز کی تعداد رکعات کے بارے میں بھول ہو جائے[1]، اس کو یہ یاد نہیں کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو، تو اس صورت میں وہ (اقل یعنے) ایک رکعت پر نماز کی بنا کرے[2] اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو وہ دو رکعت پر نماز کی بنا کرے (اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے تیسری رکعت شروع کرے) اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو وہ تین رکعت پر نماز کی بنا کرے (اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے، اس لئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت شروع کرے اور سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے۔

فَالْحَاصِلُ أَنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ فِي هٰذَا

حاصل بحث اس باب میں تین قسم کی احادیث ہیں

---

[1] مثلاً نہ تو چار رکعت پر جم رہا ہے اور نہ تین پر اور وہ ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے تو وہ اقل یعنے تین کو اختیار کر کے تین رکعت پر نماز کی بنا کرے اور چونکہ تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لیے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت کو ادا کرے، اسی طرح چوتھی پڑھتے وقت اس کو یہ خیال ہوگا کہ وہ چوتھی رکعت پڑھ رہا ہے یا پانچویں اب تک کی کمی رکعات میں شک تھا اب زیادتی رکعت میں شک ہو رہا ہے، اس وقت اگر غلطی ہوگی تو یہی ہوگی کہ نماز زیادہ ہو جائے گی اور عبادت میں زیادتی کا ہونا بہتر ہے کمی ہونے سے[2]۔ اور اس کو ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہو رہا ہے، نہ تو کمی رکعات پر خیال جم رہا ہے اور نہ زیادتی رکعات پر اور ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے مثلاً[2] اور چونکہ اس ایک رکعت میں دوسری رکعت کا بھی احتمال ہے، اس لیے ایک رکعت کے بعد قعدہ کر کے دوسری رکعت ادا کرے۔

الْبَابِ اَحَادِيْثُ ثَلٰثَةٌ اَحَدُهَا اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَسْتَاْنِفْ اَوْ كَمَا قَالَ وَثَانِيْهَا مَنْ شَكَّ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ وَثَالِثُهَا هٰذَا الْحَدِيْثُ النَّاطِقُ بِالْبِنَاءِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ فَجَمَعَ اِمَامُنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بَيْنَهَا بِحَمْلِ الْاَوَّلِ عَلٰى عُرُوْضِ الشَّكِّ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَالثَّانِيْ عَلٰى صُوْرَةِ وُقُوْعِ التَّحَرِّيْ عَلٰى اَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالثَّالِثُ عَلٰى عَدَمِ وُقُوْعِ التَّحَرِّيْ عَلَيْهِ وَهٰذَا كَمَالُ الْجَامِعِيَّةِ الَّذِيْ اِبْتَنٰى مَذْهَبُ اِمَامِنَا اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلَيْهِ كَذَا فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ۔

(۱) پہلی یہ ہے کہ جب کسی کو نماز کی رکعات کے بارے میں شک ہو جائے تو وہ نماز توڑ کر نئے سرے سے ادا کرے۔ (۲) دوسری حدیث یہ ہے کہ جس کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے کہ کتنی رکعات ادا کی ہیں تو وہ تحری (سوچ بچار) کرنے کے بعد جس پر ظن غالب ہو اسے اختیار کرے (۳) تیسری حدیث یہ ہے کہ اس کا یقین جس پر قائم ہو جائے اسی پر بنا کرے،

ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تین احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلی حدیث اس آدمی کی نماز کے متعلق ہے جسے پہلی ہی مرتبہ نماز میں شک واقع ہوا ہو تو فرمایا ایسا آدمی اپنی نماز توڑ کر نئے سرے سے نماز ادا کرے، دوسری حدیث میں اس آدمی کے متعلق حکم ہے جسے رکعات نماز کے متعلق اکثر سہو ہو جاتا ہے تو ایسا شخص تحری یعنی سوچ بچار کرے جس طرف ظن غالب ہو اسے اختیار کرے، اور تیسری حدیث میں اس آدمی کی نماز کے متعلق ارشاد ہے جسے نماز کی تعداد رکعات کے بارے میں اشتباہ ہو مگر اس کا یقین بھی کسی ایک بات پر جمتا ہو تو جس بات کا اسے یقین ہو اسے اختیار کر لے، اس پر تحری نہیں ہے، اور یہ ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کی کمال جامعیت وخصوصیت ہے کہ وہ متعارض احادیث میں شاندار انداز میں تطبیق دیتے ہیں (جس وجہ سے معارض احادیث پر عمل بھی ہو جاتا ہے، فقہ حنفی کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حتی الامکان اس میں متعارض احادیث پر عمل کی کوشش کی جاتی ہے)

١٣٧٩ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرنے چاہییں (اس کے بعد پھر تشہد درود اور دعا پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لیے دوبارہ سلام پھیرے) (ابو داؤد)

۱۳۸۰/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ وَهْمِهٖ بَعْدَ السَّلَامِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں شک ہونے کی وجہ سے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو فرمایا ہے۔ (نسائی)

۱۳۸۱/۹ وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے ادا کئے اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا ہے (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

۱۳۸۲/۱۰ وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلَاتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّكَاَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے (ظہر و عصر) ایک نماز پڑھائی، ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا ہوں، پھر فرماتے ہیں کہ ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا پس مسجد میں رکھی ہوئی لکڑی کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگائی، گویا کہ آپ غصے کی حالت میں تھے، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالی اور اپنا دایاں رخسار مبارک بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور قوم کے جلد باز لوگ یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکلے، نماز کم ہو گئی، اور قوم میں حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، لیکن انہوں نے خوف محسوس کیا گفتگو کرنے سے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب کی وجہ سے انہوں نے آپ سے پوچھا نہیں) اور قوم میں ایک آدمی تھا جس کے ہاتھ لمبے اور اس کا نام ذوالیدین تھا (ہاتھوں والا) نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ نماز میں بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی واقع ہو گئی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ أُخْرٰى لَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

۱۳۸۳ (۱۱) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ صَنِيْعَهُ فَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۳۸۴ (۱۲) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ

نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم ہوئی ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ایسا ہی ہے جیسے ذوالیدین کہتے ہیں، لوگوں نے کہا، ہاں، آپ آگے بڑھے، تو جو رکعتیں رہ گئیں تھیں انہیں ادا کیا، پھر آپ نے سلام پھیرا، پھر آپ نے تکبیر کہی اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہی اور پہلے کے برابر یا کچھ لمبا پھر آپ نے اپنے سر کو اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہی، اور اپنے چھوٹے ہوئے سجدہ کے برابر، کچھ لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔ لوگوں نے ان سے کئی بار پوچھا کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام بھی پھیرا، تو کہنے لگے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ پھر سلام بھی پھیرا (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں، ان دونوں کی ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی، کی جگہ کہ ان میں سے کچھ نہیں ہوا، تو ذوالیدین نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ تو ہوا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا، پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے، ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جنہیں خرباق کہا جاتا تھا اور ان کے ہاتھوں میں درازی تھی اس نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر اس نے آپ کا عمل شریف ذکر کیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غصے کی حالت میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے تشریف لائے، حتی کہ لوگوں تک پہنچ گئے، فرمایا، کیا انہوں نے سچ کہا ہے لوگوں نے کہا، ہاں! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا۔ (مسلم)

حضرت محمد بن صالح بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت ہے کہ محمد بن صالح نے کہا کہ میں نے

خَلْفَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ صَلوٰةً فَسَهَا فِيْهَا فَسَجَدَ بَعْدَ السَّلَامِ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا وَقَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَصْنَعْ اِلَّا كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ۔

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی تو نماز میں ان سے سہو ہو گیا اس پر انھوں نے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے (اور ختم نماز پر) ہماری طرف متوجہ ہو کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واضح ہو کہ (سلام پھیر کر میں نے سہو کے دو سجدے کئے ہیں) یہ ایسا عمل ہے جس کو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (طبرانی)

۱۳۸۵ / ۱۳ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَرَوَى الْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ نَحْوَهٗ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سہو ہو گیا اس پر آپ نے (سلام کے بعد) دو سجدے کئے اور اُس کے بعد تشہد پڑھا (اور نماز سے باہر آنے کے لیے پھر) سلام پھیرا (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور حاکم اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، اس لیے صحیح ہے۔

وَفِيْ عُمْدَةِ الرِّعَايَةِ وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ اَنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ يَرْفَعُ التَّشَهُّدَ السَّابِقَ فَيَتَشَهَّدُ بَعْدَهٗ ۔

عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سہو کے سجدوں کی وجہ سے سجدوں کے پہلے جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس کا شمار نہیں ہوتا اس لیے سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد پڑھنا چاہیئے (اور دوبارہ تشہد پڑھنے کے بعد حسب قاعدہ درود اور دعا پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لیے سلام پھیرے) ۱۲

۱۳۸۶ / ۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَاَبِيْ دَاوٗدَ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے ایک رکعت کی زیادتی ہے) پانچ رکعتیں پڑھائیں (ایک صحابی کے یاد دلانے پر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر دو سجدے کئے (پھر تشہد درود اور دعا پڑھ کر) آپ نے (نماز سے باہر آنے کے لیے) سلام پھیرا (بخاری و ابوداؤد)

ف: واضح ہو کہ ابن سیرین اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دونوں حدیثیں اور جو اوپر گزر چکی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کمی ہونے سے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں اور اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورۃ الصدر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں زیادتی ہونے سے بھی سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں۔

اس طرح ثابت ہوا کہ نماز میں سہواً خواہ کمی ہو یا زیادتی دونوں صورتوں میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کریں پھر تشہد (درود اور دعا پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لیے) سلام پھیریں اور یہی مذہب حنفی ہے (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) ۱۲۔

۱۳۸۷/۱۵ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ الطَّبْرَانِيُّ نَحْوَهٗ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نماز میں ہر سہو کے لیے (خواہ سہو کی وجہ سے ہو یا زیادتی کی وجہ سے) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں (اس کی روایت ابن ماجہ اور ابو داؤد نے کی ہے اور امام احمد عبدالرزاق اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

۱۳۸۸/۱۶ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو نماز پڑھائی تو وہ دو رکعتوں کے ختم پر (سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر) کھڑے ہو گئے (ان کی غلطی محسوس کرانے کے لیے) مقتدیوں نے سبحان اللہ کہا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (قعدہ کی طرف لوٹے بغیر خود بھی) سبحان اللہ کہا (تاکہ مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں) اور جب انھوں نے نماز پوری کی، تو سلام پھیرا اور سہو کے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کئے (بخلاف سجدہ تلاوت کے کہ اس کو کھڑے ہو کر ادا کرنا مسنون ہے اور سہو کے سجدوں میں کھڑے ہونا نہیں ہے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے کہا کہ (ایسے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے (اس وقت) کیا ہے۔ (ترمذی)

۱۳۸۹/۱۷ وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسِيَهَا فَنَهَضَ فِي رَكْعَتَيْنِ فَسَبَّحْنَا بِهٖ فَمَضٰى فَلَمَّا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو آپ سے سہو ہو گیا کہ آپ قعدۂ اولیٰ کئے بغیر دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے ہم نے اطلاع کی خاطر سبحان اللہ کہا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹے بغیر) اسی حالت میں نماز جاری رکھی اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، تو سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے ادا کئے (طحاوی)

۱۳۹۰/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام دو رکعتوں کے بعد (قعدۂ اولیٰ کئے بغیر سہواً) کھڑا ہونے لگے اور سیدھا ہونے سے قبل (یعنی گھٹنے زمین سے جدا ہونے سے پہلے) قعدۂ اولیٰ نہ کرنا یاد آجائے تو وہ (قعدۂ اولیٰ کے لیے) بیٹھ جائے (اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ اس صورت میں سجدہ سہو نہ کرے) اور اگر امام قیام کے قریب ہو گیا ہے (یعنی اس کے گھٹنے زمین سے جدا ہو چکے ہیں تو وہ قعدۂ اولیٰ کے لیے نہ بیٹھے اور (نماز پوری کرکے قعدۂ اولیٰ نہ کرنے کی وجہ سے) سہو کے دو سجدے ادا کرے۔
(ابو داؤد اور ابن ماجہ)

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

یہ بیان سجدۂ تلاوت کے بیان میں ہے

واضح ہو کہ قرآن شریف میں ایسے مقامات چودہ ہیں کہ جن کو پڑھنے اور سننے والے ہر دو پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے سننے والا آیت سجدہ کو خواہ قصداً سنے یا بلا قصد اور یہی مذہب حنفی ہے، وہ سورتیں جن میں یہ سجدے واقع ہیں ان کے نام یہ ہیں، سورۂ اعراف، سورہ رعد، سورۂ نحل، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ مریم، سورۂ حج کا پہلا سجدہ، سورۂ فرقان سورۂ نمل، سورۂ الم تنزیل، سورۂ ص، سورۂ حم السجدہ، سورۂ نجم، سورہ الانشقاق، سورۂ علق، سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی آیت سجدہ کو پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنے والا کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے، سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے پھر کھڑا ہو جائے جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں، وہی سجدۂ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں، جیسے وضو کا ہونا اور جگہ و بدن کا پاک ہونا وغیرہ۔

البتہ سجدۂ تلاوت ادا کرنے والا نہ تو تکبیر تحریمہ کہے، نہ ہاتھ اُٹھائے، نہ تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے۔ (ردالمحتار)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔
(کنزالایمان) سورہ الانشقاق

ف: ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ صدر کی اس آیت شریف وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ سے سجدۂ تلاوت کا وجوب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں سجدہ ترک کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ "جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ (خدا کے آگے) سجدہ نہیں کرتے" اور یہ قاعدہ ہے کہ مذمت ایسے موقع پر ہی کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا امر ترک ہوا ہو جو واجب تھا، چونکہ یہاں بھی سجدۂ تلاوت ترک ہوا ہے جس کا ادا کرنا واجب تھا، اس لیے سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔ اس طرح ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ (یہ مضمون بعض حواشی سے ماخوذ ہے) ۱۲۔

۱۳۹۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ يَقُوْلُ يَا وَيْلَهُ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہائے میری کم بختی! آدمی کو سجدہ کا حکم دیا گیا اس نے تو سجدہ کر لیا اور اس کے لیے جنت مقرر ہو گئی اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا اور میرے لیے جہنم مقرر ہو گئی۔
(مسلم وابن ماجہ)

وَفِيْ جَامِعِ الْاٰثَارِ اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ وَتَقْرِيْرُ الشَّارِعِ لِلصِّحَّةِ وَتَقَدَّمَ اِنْفًا مُوَاظَبَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ السُّجُوْدِ وَلَا فَارِقَ بَيْنَ سَجْدَةٍ وَسَجْدَةٍ۔

اس حدیث شریف میں ارشاد ہے اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ (انسان کو سجدہ کا امر (حکم) کیا گیا) یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ حکیم جب غیر حکیم کی بات سنائے پھر اس غیر حکیم کی اس بات کا انکار نہ کرے تو حکیم کا غیر حکیم کی بات کو سنا کر رد نہ کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم نے غیر حکیم کی جو بات سنائی ہے وہ ٹھیک ہے۔

واضح ہو کہ یہاں حکیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور غیر حکیم شیطان ہے، اور غیر حکیم کی بات جو سنائی گئی ہے وہ یہ ہے اُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ غور کیجئے کہ حکیم یعنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر حکیم یعنے شیطان کی یہ بات سنائی کہ (انسان کو سجدہ کا امر کیا گیا) اور شیطان کی اس بات کو سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے اس قول کا رد نہیں فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شیطان کے اس قول کو رد نہ فرمانا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں انسان کو سجدہ کرنے کا امر ہوا تھا، اور یہ بھی واضح ہے کہ امر مطلق سے وجوب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور چونکہ یہاں مطلقاً سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے اس لیے سجدہ کرنے کے اس مطلق امر سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا واجب ہے۔

یہاں ایک یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ امر وجوب کے علاوہ استحباب کے لیے بھی ہوتا ہے تو یہاں سجدہ کرنے کے امر کو کیوں مستحب نہ قرار دیا جائے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرینہ سے یہاں سجدہ کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے استحباب ہمیشہ نہیں ہوتا، اس لیے کہ سجدہ نہ کرنے پر دوزخ کی وعید ہے اور سجدہ کرنے پر جنت کا وعدہ ہے۔ اور اس قسم کا وعدہ اور وعید کسی امر مستحب کے لیے نہیں آتا بلکہ امر واجب کے لیے ہی ہوتا ہے اس طرح اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہاں سجدہ کا امر، امر واجب ہے، نہ کہ امر مستحب۔

ہر دو دلیلوں سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا واجب ہے۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیات سجدہ سے بھی سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے وجوب کا پتہ چلتا ہے اس لیے کہ سجدہ کی آیتیں تین طرح کی ہیں، ایک تو وہ ہیں جن میں صراحت کے ساتھ سجدہ کا امر ہوا ہے۔ دوسرے وہ آیتیں ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کرنے کے واقعات کے بیان پر مشتمل ہیں اور تیسرے وہ آیتیں ہیں جو کفار اور مشرکین کی ایسی حکایتوں پر مشتمل ہیں جن میں ان کو سجدہ کرنے کا امر کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا۔ آیات سجدہ کی یہ تینوں قسمیں یعنے امر خداوندی کی تعمیل، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء اور اتباع اور کفار و مشرکین کی مخالفت، یہ تینوں چیزیں واجب ہیں، بشرطیکہ ان میں سے کسی چیز کے واجب نہ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے، چونکہ آیات سجدہ کی مذکورہ تینوں قسموں کا واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لیے تلاوت کے تمام سجدے واجب ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر چوتھی دلیل وہ ہے جو جامع الآثار میں بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت کے سجدوں پر مواظبت اور پابندی فرمائی ہے، اس سے بھی سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ۱۲

۱۳۹۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سجدہ کی آیت تلاوت فرمائی تو سب لوگوں نے سجدہ کیا، ان میں سے بعض لوگ سوار تھے اور

الْاَرْضِ حَتّٰی اَنَّ الرَّاكِبَ يَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ -
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

جو لوگ (پیدل تھے) وہ زمین پر سجدہ کر رہے تھے، اب رہے سوار (تو چونکہ ان پر سواری کی حالت ہی میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا تھا) تو انہوں نے اپنے ہاتھوں پر سجدہ کیا۔
(ابوداود)

ف اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سواری کی حالت میں آیت سجدہ سننے یا پڑھنے سے اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے تو اتر کر زمین پر بھی سجدۂ تلاوت ادا کیا جا سکتا ہے اور اگر اترے بغیر سواری ہی پر اشارے سے سجدۂ تلاوت ادا کیا جائے تو بھی سجدہ تلاوت جو واجب ہے ادا ہو جائے گا، البتہ سجدۂ تلاوت اگر زمین پر چلنے کی حالت میں واجب ہوا ہے تو اس کو سواری پر ادا نہیں کیا جا سکتا، زمین ہی پر سجدہ کو ادا کرنا ضروری ہے۔ (ردالمحتار)
حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ جو حضرات سوار تھے انہوں نے ہاتھ پر سجدہ کیا تو ہاتھ پر سجدہ کرنا اشارہ سے سجدہ کرنا ہی تھا اگرچہ اشارہ کے لیے اس قدر سر جھکانا ضروری نہ تھا مگر ان حضرات نے غایت تعظیم کے لیے اس قدر سر جھکایا۔

۱۳۹۳ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ السَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مِثْلَهٗ تَعْلِيْقًا -

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب آیت سجدہ پڑھی جائے تو جیسے پڑھنے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے (اسی طرح) سننے والے پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے، (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔ اور بخاری نے بھی اسی طرح تعلیقاً روایت کی ہے)

۱۳۹۴ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰی مَا يَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ -
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی آیتِ سجدۂ تلاوت فرماتے اور ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی سجدہ فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے اور اس وقت اتنا اژدحام ہو جاتا تھا کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لیے پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی (اس لیے ان حضرات کو پہلے والوں کے بعد سجدہ ادا کرنا پڑتا تھا)
(بخاری ومسلم)

ف اس حدیث شریف سے سجدۂ تلاوت کا شدتِ اہتمام معلوم ہوتا ہے جو سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی علامت ہے اور اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت جس طرح پڑھنے والے پر واجب ہے، اسی طرح سننے والے پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

۱۳۹۵ / ۵ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا اَمَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں قرآن پاک سنایا کرتے تھے اور جب آپ سجدہ کی آیت پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جاتے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔ (ابو داؤد)

۱۳۹۶ / ۶ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَاَوْا اَنَّهٗ قَرَاَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی اور سجدہ تلاوت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرمایا اور قیام میں کچھ قرأت کئے بغیر رکوع میں چلے گئے۔ صحابہ کا خیال ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۂ آلم تنزیل السجدہ پڑھ کر سجدۂ تلاوت ادا فرمایا۔
(ابو داؤد)

۱۳۹۷ / ۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ نجم تلاوت فرما کر سجدہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اور مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری)

ف: اس حدیث شریف سے اور اس کے بعد والی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مفصلات میں بھی سجدۂ تلاوت ہیں اور ان کا ادا کرنا بھی واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے (مرقات) ۱۲۔

۱۳۹۸ / ۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَهُوَ اُمَيَّةُ ابْنُ خَلَفٍ ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سورہ والنجم تلاوت فرمائی تو آپ نے اس میں سجدہ کیا اور جو آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے کے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا، بلکہ کنکریوں یا مٹی کی ایک مٹھی لے کر پیشانی سے لگا لی، اور کہا کہ مجھے تو یہی کافی ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ زمانہ کے بعد) میں نے اسی شخص کو دیکھا کہ وہ کفر ہی کی حالت میں مارا گیا۔ (بخاری اور مسلم) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے

١٣٩٩/٩ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ـ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

١٤٠٠/١٠ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ سُجُوْدِ الْحَجِّ اَنَّ الْاُوْلٰى عَزِيْمَةٌ وَّالْاُخْرٰى تَعْلِيْمٌ ـ

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

وَقَالَ فَبِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا نَاْخُذُ ـ

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ رَاٰى بَعْضُهُمْ فِيْهَا سَجْدَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ ـ

وَقَالَ مُحَمَّدٌ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَّا يَرٰى فِيْ سُوْرَةِ الْحَجِّ اِلَّا سَجْدَةً وَّاحِدَةً الْاُوْلٰى وَبِهٰذَا نَاْخُذُ ـ

١٤٠١/١١ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْحَجِّ سَجْدَةٌ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنِ وَاِبْرَاهِيْمَ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ مِثْلَهٗ ـ

کہ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدۂ تلاوت کیا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے سورۂ حج میں تلاوت کے سجدوں کے متعلق فرمایا کہ اس سورت کا پہلا سجدہ (سجدہ تلاوت ہے اور وہ) واجب ہے اور دوسرا سجدہ سجدہ تعلیمی ہے[1] اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ سورۂ حج کا پہلا سجدہ واجب ہے۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ سورۂ حج میں ایک ہی سجدہ تلاوت ہے اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورۂ حج میں صرف ایک ہی سجدے کے قائل تھے اور وہ سجدہ اول ہے، اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ ۱۲۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ سورۂ حج میں صرف ایک ہی سجدہ تلاوت ہے (اور وہ پہلا ہے) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے، ابن ابی شیبہ کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابن المسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور سعید بن

---

[1] یعنی اس آیت کے ذریعے سے نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا سکھایا گیا ہے، اس لیے یہ تلاوت کا سجدہ نہیں ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ آیت میں سجدہ کے ساتھ رکوع کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اس لیے یہ تلاوت کا سجدہ نہیں ہے)

۱۴۰۲
۱۲
وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ رَاَیْتُ رُؤْیَا وَّاَنَا اَکْتُبُ سُوْرَۃَ صٓ فَلَمَّا بَلَغْتُ السَّجْدَۃَ رَاَیْتُ الدَّوَاۃَ وَالْقَلَمَ وَکُلَّ شَیْءٍ یَحْضُرُنِیْ انْقَلَبَ سَاجِدًا فَقَالَ فَقَصَصْتُھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَزَلْ یَسْجُدُ بِھَا

(رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ)

جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں جب میں (خواب ہی میں) آیت سجدۃ تک پہنچا (اور اس کو لکھا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ دواۃ اور قلم اور جو چیزیں میرے سامنے تھیں سب سجدہ میں گر گئیں، ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا کہ میں نے اپنا یہ خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھا کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو سجدۂ تلاوت کرنے کی تعلیم ہو رہی ہے اس لیے اس کے بعد سورۂ صٓ کے آیت سجدہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ سجدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ (امام احمد)

وَفِیْ جَامِعِ الْاٰثَارِ الْمُوَاظَبَۃُ مِنْ غَیْرِ تَرْکٍ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ ظَاھِرُ قَوْلِہٖ فَلَمْ یَزَلْ دَالٌّ عَلَی الْوُجُوْبِ کَذَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ۔

جامع الآثار میں لکھا ہے اس حدیث شریف کے الفاظ فَلَمْ یَزَلْ یَسْجُدُ بِھَا۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۂ صٓ کے سجدۂ تلاوت کو ہمیشہ ادا فرماتے تھے) واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سورۂ صٓ کے اس سجدۂ تلاوت کو ہمیشہ ادا کرنا، اور اس کو کسی وقت بھی ترک نہ کرنا اس سے ثابت ہے کہ سورۂ صٓ کا سجدۂ تلاوت بھی واجب ہے (یہ فتح القدیر میں مذکور ہے)

۱۴۰۳
۱۳
وَعَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَاَسْجُدُ فِیْ صٓ فَقَرَاَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ حَتّٰی اَتٰی فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ فَقَالَ نَبِیُّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ یُّقْتَدٰی بِھِمْ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ کیا میں سورۂ صٓ کے سجدۂ تلاوت کو ادا کیا کروں تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (سورہ انعام پ ۷ ع ۹) کی آیت "وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ" سے شروع کر کے "فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ" یعنے اے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تم بھی انہی پیغمبروں کی راہ چلو (ترجمہ کنز الایمان) تک تلاوت فرمائی، پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا داؤد علیہ السلام بھی منجملہ ان انبیاء کے ہیں جن کی اقتداء کا حکم تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو دیا گیا ہے (چونکہ سورہ صٓ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے جس کی اقتداء میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ صٓ کے اس مقام پر ہمیشہ سجدہ کیا کرتے تھے جیساکہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پچھلی ابھی گزر چکا ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دوامی فعل سے سورۂ صٓ کا سجدہ ہم پر بھی واجب ہے۔

(بخاری)

۱۴۰۴ / ۱۴ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَرَأَ صٓ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر سورہ صٓ تلاوت فرماتے ہوئے (جب آیت سجدہ پڑھی تو فوراً منبر سے اتر کر سجدہ ادا کیا (اس اہتمام سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ صٓ کا یہ سجدہ بھی واجب ہے۔

(بیہقی)

۱۴۰۵ / ۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَأَنَا نَائِمٌ كَأَنِّي أُصَلِّي خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِي فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَحُطَّ بِهَا عَنِّي وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مِثْلَ مَا أَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک صحابی (یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آج کی رات سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، نماز میں، میں نے (سورہ صٓ کی آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کیا (اور اس آیت سجدہ کو سن کر) درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا اور میں نے درخت کو سجدہ کی حالت میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَحُطَّ بِهَا عَنِّي وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ ـ
اے اللہ اس سجدہ کی وجہ سے اپنے فضل وکرم سے مجھے ثواب کثیر دیجیے اور اس سجدہ کی وجہ سے میرے کبیرہ گناہ معاف کر دیجیے اور اس سجدہ کی وجہ سے جو ثواب مجھ کو عطا فرمائیں

گے اس کو ضائع نہ ہونے دیجئے اور اپنے فضل سے ہمیشہ باقی رکھیئے اور مجھ سے اس سجدۂ تلاوت کو ایسا ہی قبول فرمایئے جیسے آپ نے داود علیہ السلام کے سجدہ کو قبول فرمایا ہے۔"
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ (یہ خواب سن کر) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد (سورہ ص کی آیت) سجدہ کو تلاوت فرماکر آپ نے بھی سجدہ ادا فرمایا (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سجدہ فرمانے سے یہ سجدہ ہم پر واجب ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہی دعا پڑھتے ہوئے سنا جو درخت نے پڑھی تھی اور جس کو اس دن صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا تھا۔ (ترمذی وابن ماجہ) البتہ ابن ماجہ نے وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا تک روایت کی ہے۔ ۱۲۔

۱۴۰۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ
۱۶ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز تہجد ادا فرماتے اور اس میں آیت سجدہ پڑھتے تو سجدہ میں یہ دُعا فرماتے تھے۔ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ میں نے اپنے کو (جو سب اعضاء میں شریف ترین عضو ہے) عالی شان خدا کے سامنے زمین پر رکھ دیا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اپنی قدرت وقوت سے سماعت اور بصارت عطا فرمائی (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

ف واضح ہو کہ نماز کے سجدہ میں جس تسبیح یعنی سبحان ربیَ الاعلیٰ کا پڑھنا مسنون ہے، سجدۂ تلاوت میں بھی اسی تسبیح کا پڑھنا مسنون ہے اس لیے کہ نماز کا سجدہ تلاوت کے سجدہ سے افضل ہے اور جب نماز کے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کا پڑھنا کافی ہے تو سجدہ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کا پڑھنا بدرجہ اولیٰ کافی ہوگا، خواہ فرض نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کیا جا رہا ہو یا نفل نماز میں یا خارج نماز الغرض سجدۂ تلاوت ادا کرنے والا سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے۔
اب رہا مدرکی دونوں حدیثوں میں تلاوت کے سجدوں میں ماثورہ دُعاؤں کا پڑھنا جو مذکور ہے تو ان کو ایسی نمازوں

کے سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد پڑھنا مستحب ہے جو عموماً تنہا پڑھی جاتی ہیں جیسے تہجد، وتر، سنت اور نفل، اسی طرح کوئی شخص کسی فرض نماز کو تنہا پڑھ رہا ہے اور اس میں آیت سجدہ پڑھ لی گئی تو وہ سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے ساتھ ان ماثورہ دعاؤں کو بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور خارج نماز سجدۂ تلاوت ادا کرنے والے کے لیے بھی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے ساتھ ان ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا افضل ہے۔ اشعۃ اللمعات، مرقات، در مختار، رد المحتار، کوکب دری)

بَابُ اَوْقَاتِ النَّهْيِ

(یہ باب ان اوقات کے بیان میں ہے جن میں نمازوں کا ادا کرنا ممنوع یا مکروہ ہے)

واضح ہو کہ دن رات میں تین ساعتیں ایسی ہیں جن میں نمازوں کا ادا کرنا ممنوع اور حرام ہے وہ تین ساعتیں یہ ہیں طلوع آفتاب یعنی جس وقت آفتاب چمکتا ہوا نکلے یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، غروب آفتاب یعنی جس وقت کہ آفتاب غروب ہونے لگے۔ یہاں تک کہ غروب ہو جائے، استواء یعنی نصف النہار کے وقت جب کہ ٹھیک دوپہر ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے یہ بھی واضح رہے کہ ان تینوں اوقات میں نہ تو فرض نماز ادا کرنا جائز ہے اور نہ نفل نماز، اور نہ قضاء نہ نماز جنازہ اور نہ سجدۂ تلاوت۔ اور ایسی دو ساعتیں جن میں نفل نمازوں کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے یہ ہیں۔ ایک نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک، دوسرے نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک، البتہ ان مذکورہ دونوں اوقات میں قضاء نمازیں نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت ادا کیا جا سکتا ہے۔ (رد المحتار، اشعۃ اللمعات، شرح وقایہ، ۱۲)

۱۰۴۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے، اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب آفتاب کا کنارہ طلوع ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا چھوڑ دو، یہاں تک کہ آفتاب کے غروب ہونے تک نماز چھوڑ دو، اور تم آفتاب کے عین طلوع اور عین غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ آفتاب شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان سے طلوع کرتا ہے[1]۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] اس لیے آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور ان اوقات میں سورج کی عبادت کرنے والے جب عبادت کرتے ہیں تو ان کی عبادت بجائے سورج کے شیطان کو ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ مشرکین اور کفار کی عبادت کے اوقات ہیں اس وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ان اوقات میں عبادت کرنے سے منع فرمایا تاکہ مسلمان مشرکین اور کفار کی مشابہت سے دور رہیں۔

۱۴۰۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ؛

حضرت عبداللہ بن صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے سر سے طلوع ہوتا ہے، پھر جب آفتاب بلند ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے اور پھر جب ٹھیک دوپہر کے وقت بلند ہوتا ہے تو شیطان آفتاب سے قریب ہو جاتا ہے، جب آفتاب ڈھل جاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے اور جب سورج غروب کے قریب ہوتا ہے تو شیطان بھی اس کے قریب ہوتا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے[1]۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (تاکہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو) (امام مالک، امام احمد اور نسائی)

۱۴۰۹ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ اَوْ نَقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَضَيَّفُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ان تین اوقات میں مردوں کے دفن کرنے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے[2]۔ ایک جس وقت کہ آفتاب چمکتا ہوا نکل رہا ہو، یہاں تک وہ بلند ہو جائے

---

[1] چونکہ یہ تینوں اوقات شیطانی اوقات ہیں اور ان میں جو سورج کی پرستش ہوتی ہے، وہ حقیقت میں شیطان کی پرستش ہے۔

[2] تاکہ نماز جنازہ ان اوقات ممنوعہ میں نہ پڑھنا پڑے، اس لیے کہ نماز جنازہ پڑھنے ہی میت کو دفن کرتے ہیں۔ اگر ان تینوں ممنوعہ اوقات سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی گئی ہے تو ان تینوں اوقات میں مردوں کو دفن کرنا جائز ہے، منع نہیں ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے، ترمذی نے بھی اس حدیث کے یہی معنے لئے ہیں، چنانچہ انہوں نے باب قائم کیا ہے "باب فی کراہیۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ عند طلوع الشمس وعند غروبھا"۔ (آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کی کراہت کا بیان) (اور اس باب میں شروع کی اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے، تیسرے جب کہ آفتاب غروب ہوتے لگے یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے۔ (مسلم)

واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنے سے جو منع فرمایا ہے یہ ممانعت مطلقاً ہے یعنی کسی زمانہ یا جگہ اور کسی خاص نماز سے متعلق نہیں، اس لیے ہر زمانہ اور ہر مقام میں تمام فرض اور نفل نمازیں خواہ ادا ہوں یا قضاء، نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت، ان سب کا ادا کرنا تینوں اوقات میں ناجائز ہوگا، اور اسی مطلقاً ممانعت کی وجہ سے مکہ معظمہ میں بھی ان تینوں وقتوں میں ان تمام مذکورہ عبادات کا ادا کرنا ایسا ہی ممنوع ہوگا جیسا کہ اور جگہوں میں ان عبادات کا ممنوعہ اوقات میں ادا کرنا منع ہے۔ اب رہا یہ کہ بعض حدیثوں سے مکہ معظمہ میں ممنوعہ اوقات میں نمازوں کے پڑھنے کا جائز ہونا جو ثابت ہوتا ہے تو واضح رہے کہ یہ حدیثیں شاذ ہیں اور شروع کی وہ حدیث جس میں تین اوقات میں نمازوں کا ادا کرنا ممنوع ہے وہ مشہور حدیث ہے اور مشہور حدیث کے مطلق حکم کو شاذ حدیث سے مقید کر کے مکہ معظمہ کو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا۔

شروع کی اس حدیث کے مطابق حکم کی وجہ سے جمعہ کے دن بھی نصف النہار کے وقت نوافل اور مذکورہ عبادات ویسے ہی ممنوع ہیں جیسے اور دنوں میں نصف النہار کے وقت نوافل اور مذکورہ عبادات ممنوع ہیں جس کی تائید ان دونوں حدیثوں سے ہوتی ہے۔ جن کو صاحب بنایہ نے بیان کیا ہے وہ حدیثیں یہ ہیں۔ ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت ہم کو نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا تھا اور سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔
(جامع الآثار، مرقات، ہدایہ، رد المحتار)

۱۴۱۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں مدینہ طیبہ پہنچ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ارشاد ہو کہ وہ اوقات کیا ہیں جن میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور یہ بھی ارشاد ہو کہ وہ اوقات کونسے ہیں جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (اچھا سنو) فجر کی نماز سنت اور فرض جب اس کے مستحب وقت میں پڑھو تو پھر نفل نماز اس وقت تک نہ پڑھنا کہ سورج نکل کر (ایک نیزہ برابر) اونچا نہ ہو جائے[1] کیونکہ سورج جب

[1] سورج نکلنے کے وقت ایک نفل ہی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس وقت تو کل نمازیں، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی ممنوع ہیں۔

لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ
الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ
حِيْنَ يَسْتَقِلُّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ
ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ
حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا
اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ
الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ
حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ
عَنِ الصَّلٰوةِ

حَتّٰى تَغْرُبَ
الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ
قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ
لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ
اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ
قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ
وَضُوْءَهُ فَيُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ
فَيَسْتَنْثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا
وَجْهِهِ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهِ ثُمَّ
اِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا اَمَرَهُ

نکلتا ہے تو شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان سے نکلتا ہے، یہ ایسا شیطانی وقت ہے جس میں کفّار سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں[1] پھر جب سورج نیزہ برابر اونچا ہو جائے[2] تو ان اوقات میں فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں اور اس وقت تم جو نمازیں ادا کرو گے فرشتے اس پر گواہ رہیں گے[3] کیونکہ اس وقت دوزخ کی آگ دھکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے یعنے زوال ہو جائے تو اس وقت ظہر اور نوافل جو چاہو پڑھو (کیونکہ زوال کے بعد مقبولیت کا وقت شروع ہوتا ہے) اس لیے اس وقت بھی فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں اور اس وقت تم جو نمازیں پڑھو گے فرشتے اس پر گواہ رہیں گے۔ پھر جب تم نماز عصر پڑھو تو نفل نماز سے رک جاؤ۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے[4] کیونکہ سورج جب ڈوبتا ہے تو شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان ڈوبتا ہے (اور یہ ایسا شیطانی وقت ہے) جس میں کفار سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں[5] پھر عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (نماز کے ممنوعہ اوقات تو معلوم ہو گئے) اب کچھ وضوء کی فضیلت بیان فرمایئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو عمرو! جب تم میں سے کوئی شخص (وضو کی نیت سے) وضو کا پانی لے کر بیٹھے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے) پہونچوں

[1] اور سورج کی یہ پرستش حقیقت میں شیطان ہی کی پرستش ہے اور چونکہ اس وقت عبادت کرنے سے کفار کے فعل سے مشابہت ہوتی ہے، اس لیے تمام مذکورہ عبادتوں سے منع کیا گیا۔
[2] اشراق اور چاشت اور ان کے سوا جو نفل نماز چاہے پڑھو، اس لیے کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے۔
[3] یہ مقبولیت کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب کہ سایہ نیزہ کے قدم میں غائب ہو جائے، یعنے ٹھیک دوپہر ہو جائے تو اس وقت نہ کوئی نماز پڑھنا اور نہ سجدۂ تلاوت ادا کرنا اور نہ نماز جنازہ پڑھنا چاہیے۔
[4] سورج ڈوبتے وقت ایک نفل ہی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس وقت تمام نمازیں، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی ممنوع ہے۔
[5] اور سورج کی یہ پرستش حقیقت میں شیطان ہی کی پرستش ہے اور چونکہ اس وقت عبادت کرنے سے کفّار کے فعل سے مشابہت ہوتی ہے اس لیے تمام مذکورہ عبادتوں سے منع کیا گیا)

اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا
وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ
مَعَ الْمَاۤءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ
اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ
خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ
مَعَ الْمَاۤءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ
اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ
مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ
الْمَاۤءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ
اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا
رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ
الْمَاۤءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ
فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى
عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِيْ
هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهٗ
لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ
كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ
اُمُّهٗ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تک ہاتھ دھو کر منھ اور ناک میں پانی ڈال کر منھ دھوتا ہے تو منھ کے گناہ (مثلاً ناجائز کھانا کھاتے اور ناجائز کلام کرنے سے ہوئے ہوں) اس کے منھ کے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں ایسا ہی ناک کے گناہ[1] اس کے ناک کے پانی کے ساتھ جھڑ جائیں، پھر جب وہ چہرے کے ظاہری حصّہ کو دھوتا ہے جس کے دھونے کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تو اس کے چہرہ کے گناہ (مثلاً آنکھوں کے گناہ) اس کی داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لیتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں کے گناہ اس کی انگلیوں کے سروں سے نکل کر پانی کے ساتھ بہہ کر کہنیوں سے ہوتے ہوئے گر جاتے ہیں پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ پانی کی تری کے ساتھ اس کے سر کے بالوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں[2] پھر جب وہ اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لیتا ہے تو دونوں پاؤں کے گناہ پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے نکل کر پانی کے ساتھ بہہ کر ایڑیوں سے ہوتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ (اور اس طرح کے وضو سے ظاہری طہارت حاصل ہو جاتی ہے) پھر جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اور نماز میں) خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی عظمت بیان کرتا ہے جس کا وہ سزاوار ہے اور حتی الامکان حضور قلب کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے (جس سے اس کو باطنی طہارت حاصل ہو جاتی ہے) پھر جب وہ اس طرح نماز ختم کرتا ہے تو ان دونوں ظاہری و باطنی طہارتوں کی وجہ سے وہ گناہوں سے) اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت گناہوں سے پاک و صاف تھا۔ (مسلم)

[1] مثلاً حرام پیسہ سے خریدی ہوئی خوشبو سونگھتا ہے۔
[2] اسی طرح کانوں کا مسح کرتے وقت کانوں کے گناہ بھی پانی کی تری کے ساتھ کانوں سے گر جاتے ہیں۔

۱۴۱۱/۵ وَعَنْ اَبِیْ بَصْرَۃَ الْغِفَارِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُخَمَّصِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ صَلٰوۃٌ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَضَیَّعُوْھَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَ لَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَھَا حَتّٰی یَطْلُعَ الشَّاھِدُ وَالشَّاھِدُ النَّجْمُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام مخمص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی نماز کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عصر کی نماز سابقہ اُمتوں (یہود اور نصاریٰ) پر بھی پیش کی گئی تھی تو انہوں نے اس کو جیسا چاہیے نبھا دلیا پابندی کے ساتھ ادا نہیں کیا تو جو شخص اس نماز عصر کو پابندی سے پڑھے گا اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔[۱] اور نماز عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہوتی[۲] اور یہ نفل کی ممانعت اس وقت تک ہے جب تک کہ ستارہ نکل کر غروب آفتاب کا پتہ نہ دے[۳] (مسلم)

۱۴۱۲/۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد آفتاب کے (ایک نیزہ بلند ہونے تک) کوئی نفل نماز نہیں ہوتی[۴] اور نماز عصر کے بعد بھی آفتاب کے ڈوب جانے تک کوئی نفل نماز نہیں ہوتی[۲]

(بخاری اور مسلم)

۱۴۱۳/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَھِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاھُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ یوں تو سب صحابہ کرام ثقہ اور عادل ہیں ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو شان ہے وہ

---

[۱] ایک ثواب تو نماز پڑھنے کا اور دوسرا ثواب کا روبار چھوڑ کر اس کو پابندی سے پڑھنے کا ملے گا)

[۲] اس لیے کہ اس وقت نفل نماز مکروہ تحریمی ہے، البتہ قضاء نمازیں، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت عصر کے بعد سے غروب کے پہلے تک ادا کر سکتے ہیں)

[۳] اور جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو یہ مغرب کے فرض کا وقت ہے، اس لیے مغرب کے فرض سے پہلے بھی نفل نہیں پڑھنا چاہیئے۔

[۴] اس لیے کہ اس وقت نفل نماز مکروہ تحریمی ہے، ہاں قضا نمازیں، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت نماز فجر کے بعد سے طلوع کے پہلے تک ادا کر سکتے ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ جَامِعِ الْاٰثَارِ شَمَلَ بِاِطْلَاقِهٖ سُنَّتَيِ الْفَجْرِ وَاِذَا ذٰلِكَ الْجَمَاعَةَ بَعْدَ الْفَرَاغِ۔

مخفی نہیں ہے حضرت عمر اور دوسرے بعض صحابہ سے میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے تک نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح عصر کے بعد سے آفتاب کے غروب ہوتے تک بھی نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری اور مسلم)

جامع الآثار میں لکھا ہے کہ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھنا چاہئے اس لیے کوئی شخص فجر کے سنّت پڑھے بغیر فجر کی جماعت میں شریک ہو گیا اور سنتوں کو ادا نہ کر سکا تو وہ ان سنتوں کو فجر کے فرض کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک نہ پڑھے اس لیے کہ یہ سنتیں بھی نفل ہی کی قسم سے ہیں جن کے ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص فجر یا عصر کی فرض نماز پڑھ چکا ہے اور اس کو یہ نمازیں دوبارہ جماعت سے مل جائیں تو اب یہ ان میں شریک نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ یہ نمازیں نفل ہی ہوں گی اور فجر اور عصر کے فرض کے بعد نفل نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔

۱۱۴۴ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ بَيْتِيْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْتَ صَلٰوةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا قَالَ قَدِمَ عَلَيَّ مَالٌ فَشَغَلَنِيْ عَنْ رَكْعَتَيْنِ كُنْتُ اُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَقْضِيْهِمَا اِذَا فَاتَتَا قَالَ لَا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عصر کی نماز پڑھا کر میرے حجرے میں تشریف لائے کیا دیکھتی ہوں کہ آپ نے (خلاف عادت) دو رکعت نماز ادا فرمائی، میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے آج عصر کے فرض کے بعد جو دو رکعت ادا فرمائے ہیں، اس سے پہلے آپ کو اس طرح کی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، سنو، ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے پاس مال آگیا تھا، میں اس مال کو اس کے مستحقین پر تقسیم کرنے میں ایسا مشغول ہو گیا کہ

ظہر کے بعد جو دو رکعت سنت پڑھی جاتی ہے ان کو میں نہ پڑھ سکا، ایسے میں عصر کی نماز کا وقت آگیا، عصر پڑھا دی، ظہر کی جو دو سنتیں رہ گئی تھیں اب عصر کے فرض کے بعد ان کی قضاء کی ہے، میں نے عرض کی کہ اگر ہم سے بھی ایسے ہی ظہر کے فرض کے بعد دو سنتیں کسی وجہ سے چھوٹ جائیں تو کیا ہم عصر کے فرض کے بعد ادا کر سکتے ہیں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نہیں۔ (طحاوی)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلدَّارَقُطْنِیِّ دَخَلَ عَلَیْھَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُحْدِثَ بِالنَّاسِ شَیْءٌ قَالَ لَا اِلَّا اَنَّ بِلَالًا عَجَّلَ الْاِقَامَۃَ فَلَمْ اُصَلِّ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَاَنَا اَقْضِیْھِمَا الْاٰنَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَنَقْضِیْھِمَا اِذَا فَاتَتَا قَالَ لَا۔

اور دار قطنی کی ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کر میرے پاس تشریف لائے اور (خلاف عادت) دو رکعت نماز ادا فرمائے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عصر کے بعد نفل پڑھنے کے متعلق لوگوں کے لیے کیا کوئی نیا حکم آگیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا نہیں صرف اتنی بات ہوگئی کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عصر کے فرض کے لیے جلدی اقامت کہدی، جس کی وجہ سے میں آج عصر سے پہلے جو دو سنتوں کو پڑھنا چاہتا تھا، نہ پڑھ سکا، اب میں نے ان کو قضا کر کے پڑھا ہے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ہم سے بھی ایسے ہی عصر کے پہلے کی دو سنتیں چھوٹ جائیں تو کیا ہم بھی عصر کے فرض کے بعد ان کو ادا کر سکتے ہیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا! ام سلمہ! نہیں

ف: اس حدیث شریف میں عصر کے فرض کے پہلے جو دو سنتوں کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ

لہ تمہارے لیے عصر کے فرض کے بعد نفل پڑھنے کا حکم نہیں ہے، عصر کے فرض کے بعد فوت شدہ سنتوں کو ادا کرنا میرا خاصہ ہے۔

عصر کے فرض کے پہلے صرف دو سنت ہی غیر مؤکدہ ہیں، بلکہ حدیثوں میں عصر کے فرض کے پہلے دو سنتوں کا بھی ذکر ہے اور چار سنتوں کا بھی مگر افضل یہ ہے کہ چار سنتیں پڑھی جائیں (ہدایہ ملتقی) ۱۲)

۱۴۱۵ / ۹ وَعَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنْهَا وَيُوَاصِلُ وَيَنْهٰى عَنِ الْوِصَالِ

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلدَّارَقُطْنِيِّ كَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنْهَا۔

حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے فرض کے بعد خود نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے، اسی طرح آپ خود صوم وصال رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا کرتے تھے (ابوداؤد) دارقطنی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عصر کے فرض کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے اور اس سے دوسروں کو منع فرمایا کرتے تھے۔

ف: صوم وصال یہ ہے کہ جس طرح دن میں روزہ رکھتے ہیں اسی طرح رات کو بھی بغیر افطار و سحر کے روزہ رکھے، اسی طرح کئی کئی دن مسلسل روزہ رکھتے رہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے۔ ۱۲)

۱۴۱۶ / ۱۰ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آپ لوگ عصر کے فرض کے بعد دو رکعتیں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اقدس میں رہے ہیں اور کبھی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری شریف)

ف: واضح ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عصر کے فرض کے بعد کسی وقت بھی نفل نماز ادا فرماتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس حدیث سے پہلے والی حدیثیں جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھی ہے، بظاہر ان حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے اس لیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بات سے انکار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں یا باہر عصر کے فرض کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی ہے جس کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا، اب رہا حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھی ہے وہ اس لحاظ سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کے گھروں میں یہ نماز پڑھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس نفل کو مسجد میں یا باہر ادا نہ فرمانا اس غرض سے تھا کہ اُمت اس بارے میں آپ کی اقتدا نہ کرے اور گھر میں ادا فرمانے پر بھی یہ شبہ ہوا کہ کہیں امت اقتدا کرے گی، اس لیے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے ۱۲

۱۴۱۷ وَعَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْاِمَامُ یُصَلِّیْ فَاَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَکَانَہٗ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ۔

حضرت ابو مجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز کے لیے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، اس وقت فجر کی جماعت ہو رہی تھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فوراً (بغیر سنت پڑھے) جماعت میں شریک ہو گئے لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی سنتیں پڑھ کر جماعت میں شرکت کی، اور جب امام نے سلام پھیر دیا تو ابن عمر اپنی جگہ آفتاب طلوع ہونے تک بیٹھے رہے اور جب آفتاب کچھ بلند ہو گیا تو آپ اٹھے اور فجر کی دو سنت جو رہ گئیں تھیں ان کو ادا فرمایا۔ (طحاوی)

۱۴۱۸
۱۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّھِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص نے فجر کے فرض تو پڑھ لیے لیکن وہ سنتیں ادا نہ کر سکا تو وہ فجر کی ان سنتوں کو (فرض کے بعد نہ پڑھے بلکہ) آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھے۔ (ترمذی)

ف۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے فجر کے فرض تو پڑھ لیے لیکن کسی وجہ سے فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکا تو وہ ان سنتوں کو فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ جب آفتاب طلوع ہو کر ایک نیزہ بلند ہو چکے اس کی قضا کرے، اس لیے کہ فجر کی دو سنتیں فوت ہو گئیں ہیں اس کی حیثیت نفل کی ہو گئی ہے اور فجر کے فرض کے بعد نفل نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ۱۲

۱۴۱۹
۱۳ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ طَافَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَلَمْ یُصَلِّ وَخَرَجَ مِنْ مَّکَّۃَ حَتّٰی نَزَلَ بِذِیْ طُوًی فَصَلّٰی بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوٰی مَالِکٌ وَالطَّحَاوِیُّ نَحْوَہٗ وَرَوَاہُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے نماز فجر کے بعد طواف کیا اور طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو آپ نے ادا نہیں کیا، جب مکہ معظمہ سے باہر نکلے اور مقام ذی طوی میں پہونچ کر اترے تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد طواف کے بعد کی رکعتوں کو اب ادا فرمایا (ترمذی) اور امام مالک

اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور امام بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں بھی مثل دیگر مقامات کے فجر کے فرض کے بعد نفل نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اب رہا یہ شبہ کہ طواف کے بعد کی رکعتوں کو واجب ہونے کی وجہ سے ان کو فجر کے فرض کے بعد ادا کیا جاسکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ طواف کے بعد کی دو رکعتیں بندہ کے طواف کرنے سے اس پر واجب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نہیں جیسا کہ وتر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے، اس لیے فوت شدہ وتر کو فجر کے فرض کے بعد قضاء کر سکتے ہیں لیکن طواف کی رکعتوں کو اس لیے ادا نہیں کر سکتے کہ یہ بندہ کے فعل سے واجب ہوتی ہیں اس لیے ان کی حیثیت نفل جیسی ہے، اور فجر کے فرض کے بعد نفل نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طواف کی رکعتوں کو فجر کے فرض کے بعد ادا نہیں فرمایا، ۱۲

۱۳۲ / ۱۴ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِذَا اَرَدْتَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَوِ الْعَصْرِ فَطُفْ وَاَخِّرِ الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَوْحَتّٰى تَطْلُعَ فَصَلِّ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی نماز فجر یا نماز عصر کے بعد بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے طواف تو کر لے لیکن طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو اس وقت ادا نہ کرے بلکہ طلوع اور غروب کے بعد ان رکعتوں کو پڑھ لے بیت اللہ کے سات چکر لگانے ہیں اور اس کے بعد دو رکعت پڑھنے کو ایک طواف کہتے ہیں۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ کی ہے

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

یہ باب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس کے احکام اور آداب کے بیان میں ہے۔

ف واضح ہو کہ پنجگانہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شعائر اسلام سے ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اس دین حنیف کی ایک عظیم الشان خصوصیت ہے، ایسی خصوصیت کہ سابقہ ادیان میں کسی دین کے لیے مشروع نہیں کی گئی اور جو چیز شعائر اسلام میں داخل ہوتی ہے اس کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح حدیثیں بکثرت وارد ہوئی ہیں، ان احادیث شریفہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے لیے جماعت کا قائم کرنا واجب ہے اور عامہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی قول راجح ہے چنانچہ صاحب بحر، بدائع، مجتبیٰ، غایۃ، منیہ اور تحفہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں صاحب نہر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء امت کے مختلف اقوال ہیں

ان سارے اقوال میں جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب کہنا ایسا قول ہے جو افراط اور تفریط سے پاک ہے۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب کہنا ہمارے مذہب حنفی میں قول مختار ہے۔

احادیث شریفہ میں تارک جماعت پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے "نماز باجماعت سے تو منافق ہی پیچھے رہتا ہے" ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے "مومن کے نفاق اور ناکامی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ مؤذن کو نماز کا اعلان کرتے ہوئے سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو" ایک اور حدیث میں ارشاد ہے "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرا ارادہ تھا کہ اول لکڑیاں جمع کروں، پھر اذان دینے کا حکم دوں، اذان کے بعد کسی کو امامت کے لیے مقرر کر کے ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور جا کر ان کے مکانات کو آگ لگا دوں"
یہ اور اس قسم کی بکثرت وعیدیں تارک جماعت پر وارد ہوئی ہیں، ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے لیکن اس کی نوعیت ان واجبات سے جدا ہے جو افعال نماز میں داخل ہیں یعنے جماعت نماز کے لیے ایسی واجب نہیں جیسے مثلاً وتر میں دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے کہ اگر دعاء قنوت چھوڑ دی جائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور نماز کا اعادہ ضروری ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے تو نماز صحیح ہو گی اور اس کا اعادہ (لوٹانا) ضروری نہیں ہو گا۔ اور اس سے نماز میں ایسی خرابی پیدا ہو گی جیسے واجبات نماز کے ترک سے نماز میں خرابی ہوتی ہے بلکہ جماعت سے نماز کا پڑھنا اپنی نوعیت کا ایک مستقل واجب ہے اگر بغیر عذر کے جماعت ترک کر دی گئی تو گناہ کبیرہ ہو گا۔
یہ بھی واضح رہے کہ جیسے نماز پنجگانہ کے لیے جماعت واجب ہے، ایسا ہی جماعت کا مسجد ہی میں قائم کرنا بھی واجب ہے، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں بدائع کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہر بالغ عاقل مرد پر جو معذور نہ ہو واجب ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر ہوا کرے"
اسی بارے میں اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ اگر کوئی نماز کے لیے مسجد کے بجائے گھر میں جماعت قائم کرے تو اس نے جماعت سے نماز پڑھنے کے واجب کو تو ادا کیا لیکن جماعت کو مسجد میں قائم کرنے کے واجب کو ترک کر دیا اس لیے اس نے بہت برا کیا اور گنہگار ہوا۔
ابھی آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نہ آئیں "میرا ارادہ تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں" اس ارشاد مبارک سے دو الگ الگ حکم ثابت ہو رہے ہیں "(۱) نماز کو جماعت سے پڑھنا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے (۲) جماعت کو مسجد میں قائم کرنا اور اس حدیث شریف میں جو وعید مذکور ہے اس سے ان دونوں چیزوں کا وجوب ثابت ہو رہا ہے یعنے جماعت کو قائم کرنے کے لیے مسجد میں آنا ایسا ہی واجب ہے جیسے خود نماز کے لیے جماعت کا قائم کرنا واجب ہے اگر نماز کے لیے صرف جماعت کا قائم کر لینا ہی واجب ہوتا اور جماعت کے لیے مسجد میں آنا واجب نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ نہ فرماتے جو جماعت کے

لیے مسجد میں نہ آتے ہوں، اس لیے کہ وہاں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ لوگ گھروں میں جماعت قائم کر کے نماز پڑھتے ہوں، اس احتمال کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ فرمانا اس وعید سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کا مسجد ہی میں قائم کرنا واجب ہے (عمدۃ القاری، فتح القدیر، ہدایہ، بنایہ، ردالمحتار، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، مرقات، اشعۃ اللمعات، نفع المفتی والسائل اعلاء السنن) ۱۲

شریعت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اوامر و نواہی مردوں کو دیئے جاتے ہیں اور چونکہ عورتیں مردوں کے تابع ہیں اس لیے سارے احکام عورتوں سے بھی متعلق ہو جاتے ہیں، البتہ کسی مسئلہ میں عورتوں سے کوئی خاص حکم متعلق ہو تو مردوں کے حکم کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حکم کی علیحدہ صراحت کر دی جاتی ہے۔

چنانچہ آیت وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ کے تحت اور ان احادیث کے پیش نظر جن سے نمازوں کو مسجد کی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا وجوب ثابت ہے مردوں پر جماعت میں شریک ہونے کے لیے مسجدوں کو آنا واجب کر دیا گیا تو صدر کے عام قاعدہ کے لحاظ سے عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہو جاتی تھیں اس لیے کو ذیل کی احادیث سے مسجد کی جماعت میں شرکت سے منع کیا گیا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز اس کے حجرے میں بہترین ہے اس نماز سے جو اس کے صحن میں ہو، اور اس کی نماز جو اس کے صحن میں ہو بہتر ہے۔ اس نماز سے جو اس کے احاطہ میں ہو، اور اس کی نماز اس کے احاطہ میں بہتر ہے اس نماز سے جو اس کے محلہ کی مسجد میں ہو، اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں عمدہ سند سے کی ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کسی کی امام نہ بنے، اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو مطلق ارشاد مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت میں امامت کی صلاحیت ہی نہیں ہے یعنی وہ نہ تو مردوں کی امامت کی اہل ہے اور نہ عورتوں کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مطلق ارشاد کو مقید کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب رہا بعض حدیثوں میں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عورتوں کی جماعت کو امام بن کر نماز پڑھانے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو نماز سکھلانے کے لیے عورتوں کی جماعت کی امامت فرمائی اور یہ بھی ہمیشہ کا عمل نہیں اس لیے ان امہات المومنین کے اتفاقیہ عمل کو حجت بنا کر عورتوں کے باہم مل کر جماعت قائم کرنے کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ۱۲۔

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ،
وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ ۱ ع ۵ میں)
اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، یعنے جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو (اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے تفسیرات احمدیہ)

۱۴۲۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ عَلِيُّ الْقَارِيُّ اِسْتَدَلَّ بِهٖ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٌ عَلٰى سُنِّيَّةِ الْجَمَاعَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنے والے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ثواب جماعت سے نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے (بخاری اور مسلم) ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اس حدیث سے با جماعت نماز کے سنت ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں ۔

۱۴۲۲ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوٰتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهٗ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلَاتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایک دن فجر کی نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو دریافت فرمایا کہ کیا فلاں شخص حاضر ہے صحابہ نے عرض کیا حضور! وہ موجود نہیں ہے، پھر آپ نے دوسرے شخص کا نام لے کر پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے، صحابہ نے عرض کیا، حضور! وہ بھی موجود نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا، یہ دو نمازیں یعنی عشا اور فجر منافقوں پر نمازوں سے زیادہ گراں گذرتی ہیں، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان دو نمازوں کا کس قدر ثواب ہے تو تم ان دونوں نمازوں کے لیے اگر بیمار بھی ہوں اور نہ چل سکتے ہوں تو گھٹنوں کے بل چل کر آیا کرو۔ اور نماز کی پہلی صف (فضیلت میں) فرشتوں کی صف کے مانند ہے، اگر تم کو صف اول کا ثواب معلوم ہو جائے تو تم پہلی صف میں شریک ہونے کے لیے جلدی کر کے ایک دوسرے پر سبقت کرتے، ایک آدمی کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے والے کو تنہا نماز پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اور اسی طرح دو آدمیوں کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے والے کو ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے (اسی طرح جماعت میں جس قدر نمازی زیادہ ہوتے جائیں گے نمازی کو اسی قدر زیادہ ثواب ملتا جائے گا) اسلیے جماعت میں جس قدر نمازی زیادہ ہوں اسی قدر اللہ تعالٰی کی پسندیدگی

زیادہ ہوتی جاتی ہے (ابو داؤد اور نسائی) ۱۲

ف: حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جماعت میں نہ آنے والوں کو منافق فرمایا۔ اس سے جماعت کا وجوب ثابت ہوا اور نماز کے لیے مسجد میں آنے کا وجوب بھی اس سے ظاہر ہو رہا ہے کیوں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی غیر حاضری مسجد پر ہی یہ سخت وعید فرمائی۔ اگر گھر کی جماعت کافی ہوتی تو مسجد میں نہ آنے پر یہ وعید نہ ہوتی۔

۱۴۲۳ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَیْمَانَ بْنَ اَبِیْ حَثْمَۃَ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَاِنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَی السُّوْقِ وَمَسْکَنُ سُلَیْمَانَ بَیْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوْقِ فَمَرَّ عَلَی الشِّفَاءِ اُمِّ سُلَیْمَانَ فَقَالَ لَهَا لَمْ اَرَ سُلَیْمَانَ فِی الصُّبْحِ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَاتَ یُصَلِّیْ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فِیْ جَمَاعَۃٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَیْلَۃً۔

(رَوَاہُ مَالِکٌ)

حضرت ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے نماز صبح کی جماعت میں میرے والد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موجود نہ پایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار جا رہے تھے راستہ میں سلیمان کا گھر واقع تھا، سلیمان کی والدہ جن کا نام شفاء تھا ان سے ملاقات ہوئی تو دریافت فرمایا کہ شفاء! تمہارے فرزند سلیمان کہاں ہیں؟ آج صبح کی نماز میں نظر نہیں آئے شفاء نے عرض کیا امیر المومنین! سلیمان بہت دیر تک نماز تہجد پڑھتے رہے، آخر رات میں ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا (اس سے نماز صبح کی جماعت میں حاضر نہ ہو سکے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ارشاد فرمایا[1]۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

۱۴۲۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِیْضٌ اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰی اَلصَّلٰوۃُ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْهِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ مَنْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے وقت یاد ہے کہ (مساجد میں) جماعت کی نماز سے سوائے کھلے ہوئے منافق یا مریض کے اور کوئی غیر حاضر نہ ہوتا تھا اگر کوئی بیمار ایسا ہوتا کہ دو آدمیوں کے سہارے سے پاؤں پر چل کر نماز میں آ کر شریک ہو سکتا تھا) وہ بھی آتا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو ہدایت کے تمام طریقے سکھا دیئے ہیں، ہدایت کے انہی طریقوں

---

[1] میرا فجر کی نماز میں حاضر ہو جانا ساری رات کھڑے رہنے سے مجھے زیادہ پیارا ہے (نماز تہجد بڑی فضیلت کی نماز ہے اس کے لیے جاگنا ایسے شخص کے لیے بہترین عبادت ہے جس کی فجر کی جماعت نہ جاتی ہو اگر کوئی تہجد میں جاگ کر فجر کی جماعت کھو دیتا ہے تو میرے نزدیک تہجد کی نماز سے فجر کی جماعت میں شریک ہونا بہتر ہے۔

سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا حَسَنَةً وَرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہیں سے یہ بات بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو، اس میں نماز پڑھی جائے دگھر میں نہ پڑھی جائے) ایک اور روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ کل (قیامت میں) اللہ تعالیٰ سے سچا مسلمان بن کر ملاقات کرے تو اس کو چاہیئے کہ وہ ان پانچوں نمازوں کو ان مساجد میں (جماعت سے) پابندی کے ساتھ ادا کرے، جہاں ان کے لیے اذان دی جاتی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کے تمام طریقے مقرر فرما دیئے ہیں اور مسجدوں میں ان نمازوں کو (جماعت سے) ادا کرنا بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ اگر تم اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے (خواہ جماعت سے ہی کیوں نہ ہو) جیسا کہ یہ منافق اپنے گھر میں نماز پڑھا کرتے ہیں تو تم سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلاف ورزی کرو گے اور سنت نبوی کو ترک کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، پس جو شخص (سنن و مستحبات کے ساتھ) اچھی طرح وضوء کر کے مسجد کو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اس کے واسطے ایک نیکی لکھتے ہیں، اپنے قرب کے درجوں میں ایک درجہ بلند کرتے ہیں، اور اس کا ایک ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے وہ وقت یاد ہے جب کہ مساجد میں جماعت کی نماز سے سوائے کھلے ہوئے منافق کے اور کوئی نہ رہ جاتا تھا، بعض مریضوں کو دو آدمی سہارا دے کر لاتے تھے اور لا کر جماعت کے ساتھ کھڑا کر دیتے تھے۔ (مسلم شریف)

ف اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا اور جماعت کو مسجد میں قائم کرنا واجب ہے۔

۱۴۲۵ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاۗءِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاۗءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ

حضرت اُمّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس وقت آپ کچھ غصہ میں تھے

اَمْرِ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اِلَّا اَنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

میں نے عرض کیا، غصہ کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس شریعت پر تھے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے مگر نماز کو جماعت سے پڑھنے میں لوگ سستی کر رہے ہیں (حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے) اسلیے مجھے غصہ آیا ہے۔ (بخاری شریف)

۱۴۲۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَھَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفُ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَایَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُھُمْ اَنَّہٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَھِدَ الْعِشَاءَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوَہٗ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میرا ارادہ تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کی تیاری کا حکم دوں، پھر اذان کے ذریعہ سے نماز کا اعلان کرا دوں کسی کو امامت کرنے کا حکم دوں اور میں خود نماز میں شریک نہ ہو کر جماعت میں نہ آنیوالوں کی طرف چلا جاؤں اور ان کے مکانات کو آگ لگا دوں، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جماعت نماز میں شریک نہ ہونے والوں کو آخرت کے ثواب کا یقین نہیں، دنیا ہی دنیا ان کے پیش نظر ہے۔ اگر ایک حقیر ہڈی یا معمولی تیر مسجد میں دیئے جاتے کا ان کو علم ہوتا تو یہ دنیا کے بندے نماز عشاء کی جماعت میں ضرور آتے[1]۔ اس کی روایت بخاری شریف نے کی ہے، اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

وَفِی الْمِرْقَاتِ قَالَ الْقَاضِیُّ الْحَدِیْثُ یَدُلُّ عَلٰی وُجُوْبِ الْجَمَاعَۃِ وَظَاھِرُ نُصُوْصِ الشَّافِعِیِّ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّھَا مِنْ فُرُوْضِ الْکِفَایَۃِ قُلْتُ ظَاھِرُ الْحَدِیْثِ یَرُدُّ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ لَوْ کَانَ کِفَایَۃً لَمَا اسْتَحَقَّ بَعْضُ التَّارِکِیْنَ التَّعْذِیْبَ اِنْتَھٰی قَالَ الشَّیْخُ ابْنُ الْھَمَّامِ لَاشَکَّ فِیْ اَنَّھَا کَانَتْ تُقَامُ عَلٰی عَھْدِہٖ عَلَیْہِ

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والوں

---

[1] اور جماعت میں تو شریک ہو کر ریاء کر کے مخلوق کا حسن ظن حاصل کر سکتے ہیں، اس لیے دن کی جماعتوں میں کبھی آ بھی جاتے ہیں لیکن عشاء کی نماز کو جماعت سے ادا کرنے کا آخرت میں جو ثواب ملنے والا ہے ان کو اس کا یقین نہیں، اس لیے وہ عشاء کی جماعت میں نہیں آتے ہیں۔

السَّلَامُ فِي مَسْجِدِهٖ وَمَعَ ذٰلِكَ قَالَ فِي الْمُتَخَلِّفِيْنَ مَا قَالَ وَهَمَّ بِتَحْرِيْقِهِمْ وَلَمْ يَصْدُرْ مِثْلُهٗ عَنْهُ فِيْمَنْ تَخَلَّفَ عَنِ الْجَنَائِزِ مَعَ إِقَامَتِهَا بِغَيْرِهِمْ اِنْتَهٰى وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ وَيَدُلُّ عَلٰى وُجُوْبِهَا صَلٰوةُ الْخَوْفِ إِذْ فِيْهَا أَعْمَالٌ مُنَافِيَةٌ لِلصَّلٰوةِ وَلَا يُعْمَلُ ذٰلِكَ لِأَجْلِ فَرْضِ كِفَايَةٍ وَلَا سُنَّةٍ اِنْتَهٰى۔

۱۴۲۷ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوْتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ أَقَمْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْيَانِيْ يُحَرِّقُوْنَ مَا فِي الْبُيُوْتِ بِالنَّارِ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

کے مکانات کو آگ لگا دوں، ابن قیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی یہ وعید ظاہر ہے کہ صغیرہ گناہ پر نہیں ہوتی اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کی جماعت کا ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شروع سے اپنی وفات تک جماعت پر مواظبت فرمائی اور جماعت کے ترک کی اجازت نہ دی، اگرچہ کہ اذان سننے والا نابینا ہو، اس سے بھی ثابت ہے کہ جماعت کا مسجد میں ادا کرنا واجب ہے۔ (مرقات، ابن ہمام اور عینی) ۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کی جماعت قائم کرنے کا ارادہ کرتا اور اپنے نوجوان صحابہ کو حکم دیتا کہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دیں اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف، اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دینے کا حکم دیتا"، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا جماعت سے ادا کرنا عورتوں اور بچوں پر واجب نہیں ہے، اگر عورتوں اور بچوں کے گھروں میں ہوتے ہوئے نماز میں نہ آنے والوں کی وجہ سے گھر جلا دیئے جاتے تو ان کے ساتھ یہ بے قصور بھی جن پر جماعت واجب نہ تھی جل جاتے، اسی وجہ سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں کے جلانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ ۱۲۔

ف، اس حدیث شریف میں نماز باجماعت میں شرکت کے لیے مسجد میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں ارشاد ہے اَمَرْتُ فِتْيَانِيْ يُحَرِّقُوْنَ مَا فِي الْبُيُوْتِ بِالنَّارِ (میں اپنے نوجوان صحابہ کو حکم دیتا کہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والے بے عقلوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دیں) یہاں ان لوگوں کے لیے حرف "مَنْ"، کی بجائے، "مَا"، کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حرف "مَا" کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے اور "مَن"، کا استعمال ذوی العقول کے لیے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذوی العقول کے لیے حرف "مَا"، کا استعمال فرمانا اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسجد کی نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والے واقعۃً بے عقل ہیں۔ (مرقات) ۱۲۔

۱۴۲۸ وَعَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُوْدُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف لانے والا کوئی نہیں ملتا، اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لینے کی اجازت دیجئے (یہ سن کر) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دیدی، جب وہ واپس ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر ارشاد فرمایا، کیا تمہیں اذان کی آواز (اپنے گھر میں) سنائی دیتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر تو تم کو مسجد کی طرف کسی طرح بھی آنا ہوگا۔ (مسلم شریف)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا صحابی کے اجازت طلب کرنے کے باوجود بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں دی، اب رہا یہ بات کہ نابینائی جماعت میں حاضر ہونے کے لیے عذر ہے، تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ عذر دو قسم کے ہیں، ایک وہ عذر کہ جن کی وجہ سے جماعت میں آنا تو ممکن ہے، لیکن آنے میں مشقت اور سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے اس لیے اس صورت میں جماعت میں حاضر ہونے کا وجوب تو باقی رہتا ہے اگر تکلیف اور مشقت کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہ ہوں تو رخصت اور اجازت ہے۔

چنانچہ عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت میں حاضر نہ ہونے کی جو اجازت دی ہے وہ اس لیے ہے کہ نابینائی عذر ہے، اگر کوئی نابینا ہونے کی وجہ سے حاضر جماعت نہ ہو تو اس کے لیے رخصت ہے لیکن وجوب باقی ہے اور مشقت اور تکلیف کے باوجود جماعت میں حاضر ہو تو اس کے لیے عزیمت ہے، یعنی بڑی ہمت کی بات ہے تو ثواب کثیر کے حصول کا باعث ہے اور نابینا کے جماعت میں حاضر ہونے کی عزیمت پر صدر کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا صحابی کو اجازت طلب کرنے کے باوجود بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں دی۔

اب رہا جماعت میں حاضر نہ ہونے کے عذر کی دوسری قسم وہ عذر ہے جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا ممکن ہی نہیں ہے جیسے فالج وغیرہ۔ اس عذر میں عذر والے سے جماعت میں شریک ہونے کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے، اور جماعت میں نہ آنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (مرقات، رد المحتار)

۱۴۲۹ / ۹ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ وَأَنَا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں موذی جانور اور درندے بہت

فَهَلْ تَجِدُ لِيْ مِنْ رُخْصَةٍ قَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ فَحَيَّ هَلًا وَلَمْ يُرَخِّصْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ہیں اور میں ہوں نابینا، تو کیا مجھے (جماعت میں نہ آکر گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہے! حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی آواز سنتے ہو تو عبد اللہ نے عرض کیا، جی ہاں، سنتا ہوں! تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو عبد اللہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سے تم کو جماعت میں حاضر ہونے کی ندا دی جارہی ہے، اور حاضر ہونے پر خوشخبری سنائی جارہی ہے، اس لیے تم کو اس ارشاد کی تعمیل کرنا ضروری ہے (تمہارے لیے عزیمت یہی ہے کہ تم مسجد آکر جماعت میں شریک ہوا کرو) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر ان کو اجازت نہیں دی، (اس حدیث سے بھی نماز با جماعت کے لیے مسجد میں آنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے) (ابو داؤد ونسائی)

۱۲۳۰ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ وَلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا وَقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بستی میں یا کسی جنگل میں (کثیر تعداد میں لوگ ہوں تو ان پر جماعت واجب ہی ہے) اگر تین مرد بھی ہوں (تو ان کو ہر نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے) اگر جماعت سے نماز نہیں پڑھیں گے تو شیطان ان پر مسلط ہو جائے گا[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کو لازم کر لو، کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو پھاڑ کھاتا ہے جو گلہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اس کی روایت امام احمد، ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

[1] (حدیث شریف میں جو تین شخصوں کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گو دو شخصوں سے بھی جماعت قائم ہو جاتی ہے مگر ہیئت جماعت کا کمال تین سے شروع ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک امام بنتے اور دو مقتدی ہو کر اس کے پیچھے کھڑے رہیں، اس لیے حدیث شریف میں تین مردوں کا ذکر ہے۔)

وَقَالَ عَلِيُّ نِ الْقَارِيُّ ظَاهِرُهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْجَمَاعَةَ فَرْضُ عَيْنٍ أَوْ وَاجِبٌ عَلَى مُخْتَارِ مَذْهَبِنَا وَلَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ وَإِنَّمَا لَمْ يَقُلْ أَئِمَّتُنَا بِفَرْضِيَّتِهِ بَلْ بِوُجُوبِهِ لِأَنَّ الدَّلِيلَ ظَنِّيٌّ إِنْتَهٰى وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا فَيُسْتَفَادُ مِنْ هٰذِهِ الْأَخْبَارِ كُلِّهَا أَنَّ الْجَمَاعَةَ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ غَايَةُ التَّاكِيْدِ أَيْ تَشَبُّهَ الْوَاجِبِ فِي الْقُوَّةِ كَمَا فِي مَجْمَعِ الْأَنْهُرِ وَالْجَوَاهِرِ الْمُنِيْفَةِ۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں اس حدیث کا ظاہر نماز با جماعت کے فرض عین یا واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے ہمارے مذہب مختار پر ہمارے آئمہ نے با جماعت نماز کو فرض نہیں کہا بلکہ واجب کہا ہے کیونکہ اس کی دلیل بھی ظنی ہے۔ ہمارے علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی تمام احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے تاکید شدید کے ساتھ جو کہ قوت میں واجب کے مشابہ ہے۔

اس حدیث سے بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۳۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارُ قُطْنِيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مؤذن کی اذان سنے کہ وہ اس کو نماز کے لیے بلا رہا ہے اور کوئی عذر اس کو مؤذن کے بلانے کی تعمیل سے روکنے والا نہیں ہے، باوجود اس کے وہ جماعت کے لیے نہ آئے اور تنہا نماز پڑھے تو فرض تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر اس کی نماز قبول نہ ہوگی اور اس کو نماز کا ثواب نہیں ملے گا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عذر سے کیا مراد ہے؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جان، عزت اور مال کے جانے کا خوف ہو، یا ایسی بیماری جس کی وجہ سے جماعت میں آنا ممکن نہ ہو۔ (یا جماعت میں آ تو سکتے ہیں مگر اس کے لیے بڑی تکلیف اور مشقت اٹھانا پڑتا ہے۔ (ابو داؤد اور دار قطنی)

وَفِي الْمِرْقَاتِ مَعْنَى عَدَمِ قُبُوْلِ الصَّلٰوةِ اَنْ لَّا ثَوَابَ لَهٗ فِيْهَا وَاِنْ كَانَتْ مُجْزِئَةً فِيْ سُقُوْطِ الْفَرْضِ عَنْهُ كَالصَّلٰوةِ فِي الدَّارِ الْمَغْصُوْبَةِ تَسْقُطُ الْفَرْضَ وَلَا ثَوَابَ فِيْهَا اِنْتَهٰى۔

مرقات میں لکھا ہے کہ نماز کے قبول نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسے ثواب نہیں ہوگا، اگرچہ اس کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا جیسا کہ نماز کسی مغصوبہ جگہ میں کہ اس سے بھی فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی ثواب نہیں ہوتا۔

۱۴۳۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز کے لیے اذان دی اور چونکہ اس رات سردی بھی تھی اور ہوا بھی، اس لیے اذان کے بعد آپ نے فرمایا، لوگو! اپنے اپنے مقام پر نماز پڑھ لو، پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی سردی یا بارش کے وقت میں مؤذن کو اذان کے بعد یہ کہنے کا حکم دیتے تھے کہ لوگو! اپنے اپنے مقام پر نماز پڑھ لو۔ (بخاری اور مسلم)

وَفِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ تَرْكُ الْجَمَاعَةِ فِي الْبَرْدِ وَالرِّيْحِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ رُخْصَةٌ لِلتَّرْفِيْهِ مِنَّا مِنْ صَاحِبِ الشَّرْعِ وَاخْتِيَارُ الْعَزِيْمَةِ اَفْضَلُ لِوُرُوْدِ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ بِالتَّشْدِيْدِ فِيْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ وَالتَّرْغِيْبِ الْبَالِغِ اِلَيْهَا اِنْتَهٰى۔

تعلیق مجد میں مذکور ہے کہ سردی اور ہوا اور اسی قسم کی چیزوں کے پیش آنے پر جماعت میں نہ آنے کی رخصت واجازت ہے اور یہ رخصت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے ہم کو آرام اور سہولت پہنچانے کے طور پر ہے لیکن نماز کے لیے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے اس لیے کوئی شخص تکلیف اور مشقت کے باوجود جماعت میں آئے تو یہ اس کے لیے عزیمت ہے اور بڑے ثواب کا باعث ہے اس لیے کہ بہت سی حالتوں میں جماعت میں آنے کی فضیلت اور جماعت میں نہ آنے کی وعید یں وارد ہوئی ہیں۔ ۱۲

۱۴۳۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

لہ گو تمہارے ذمہ سے نماز کے لیے جماعت میں آنے کا وجوب ساقط نہیں ہوا ہے، مگر مشقت اور تکلیف کی وجہ سے تم کو یہ اجازت دی جا رہی ہے۔

وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعِشَآءِ وَلَا يُعَجِّلُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے ارشاد فرمایا اگر شام کا کھانا سامنے لا کر رکھ دیا گیا ہو! اور ادھر نماز کی اقامت ہو رہی ہو تو[1] پہلے کھانا کھا لو، اور کھانے سے فارغ ہونے تک نماز کے ساتھ جلدی نہ کرو[2]، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل درآمد تھا کہ آپ کے سامنے کھانا آجاتا تھا اور نماز کی تکبیر ہوتی رہتی تھی اور آپ امام کی قرأت سنتے تو جب تک کھانے سے فارغ نہ ہوتے نماز کو نہ آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہو جاتے[3]

(بخاری ومسلم)

۱۲۳۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو[4] بغیر کھائے نماز میں شریک ہو جائے، تو نماز ناقص ہو گی کامل نہیں ہو گی[5]

(مسلم)

[1] چونکہ نماز کے لیے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے مگر شدید بھوک کی وجہ سے حضور قلب نہیں رہتا۔ [2] تاکہ حضور قلب کے ساتھ نماز ادا ہو، بشرطیکہ ایسا طویل کھانا نہ ہو جس سے جماعت ہی فوت ہو جاتی ہو۔ [3] اگر کوئی کھانا نہ کھا کر جماعت میں شریک ہو جائے تو یہ اس کے لیے عزیمت ہے۔ اور بڑے ثواب کی بات ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلٰوةَ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَيْرِهٖ۔ کھانے کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت سے نماز کی جماعت کو مؤخر نہ کرو (اسی عزیمت پر عمل کرتے ہوئے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دست کا گوشت تناول فرما رہے تھے اتنے میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے چھری پھینک دی اور نماز کے لیے تشریف لے گئے) [4] تو چونکہ نماز کے لیے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے مگر شدید بھوک کی وجہ سے حضور قلب باقی نہیں رہتا۔ [5] اس لیے پہلے کھانا کھالے پھر نماز میں شریک ہو جائے اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بھوک کی وجہ سے اس کے حضور قلب میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو اس کے لیے عزیمت یہ ہے کہ وہ پہلے نماز پڑھ لے اور بعد میں کھانا کھائے تو ایسے شخص کے لیے نماز ناقص نہیں ہو گی بلکہ کامل ہی رہے گی) اور اگر کسی کو پیشاب یا پاخانہ (ریاح) کا ایسا سخت تقاضہ ہو جو ناقابل برداشت ہے وہ اس تقاضے کے باوجود نماز پڑھے تو (حضور قلب کے بالکل باقی نہ رہنے کی وجہ سے) اس کی نماز ناقص ہو گی، کامل نہیں ہو گی (اس لیے نماز کی حالت میں پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضہ ہو جائے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ نماز توڑ کر بعد فراغت، نماز پڑھے اور اگر نماز شروع نہیں کی ہے اور اس کو سخت تقاضہ ہو رہا ہے تو وہ نماز شروع نہ کرے بلکہ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھے اس لیے کہ پیشاب یا پاخانہ کے تقاضہ کے باوجود نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے)

۱۴۳۵
۱۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اگر نماز کی اقامت ہو رہی ہو اور تم میں سے کسی کو پیشاب یا پاخانہ کا ایسا سخت تقاضا ہو رہا ہے (جو ناقابل برداشت ہے گو جماعت فوت ہو رہی ہو ادھر بھی) پہلے پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو جائے (اور پھر نماز ادا کرے) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۴۳۶
۱۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهٗ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يُصَلِّ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهٗ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ کسی کو نہ کرنی چاہیں ایک تو یہ کہ جب کوئی شخص کسی جماعت کا امام بنے، صرف اپنے لیے دعا کرے اور مقتدیوں کے لیے دعا نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو گویا مقتدیوں کی خیانت کی[1]، دوسرے یہ کہ کسی کے گھر کے اندر بغیر اجازت نہ جھانکے، اگر کسی نے ایسا کیا تو گویا اس نے گھر والوں سے خیانت کی[2] اگر ایسا کیا تو اور اس طرح جھانک کر ان کی خیانت کی تیسرے (پاخانہ یا) پیشاب کی حاجت کے وقت نماز نہ پڑھے جب تک کہ ان سے فارغ ہو کر ان کے دباؤ سے ہلکا نہ ہو جائے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۴۳۷
۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ

---

[1] اس لیے کہ جب وہ ان کا امام بنا ہے اور ان کی نمائندگی کر رہا ہے تو دعا میں بھی ان کو شریک کرے اور اس طرح خدا کے حضور میں نمائندگی کا حق بجا لائے، چنانچہ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ قعدۂ اخیرہ کی دعا میں اپنے والدین، اساتذہ اور عامۃ المسلمین کو بھی شریک کرے۔

[2] کیوں کہ اجازت صرف اسی لیے رکھی گئی ہے کہ گھر والوں کی ناقابل دید حالت یا بے پردگی میں ان پر نظر نہ پڑے)

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ لِطَعَامٍ وَّلَا لِغَیْرِہٖ رَوَاہُ الْبَغَوِیُّ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَقَالَ ابْنُ الْمَلِكِ یَحْمِلُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَلٰی مَا اِذَا كَانَ مُتَمَاسِكًا فِیْ نَفْسِہٖ لَا یُزْعِجُہُ الْجُوْعُ اَوْ كَانَ الْوَقْتُ ضَیِّقًا یَّخَافُ فَوْتَہٗ تَوْفِیْقًا بَیْنَ الْاَحَادِیْثِ اِنْتَھٰی۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کھانے کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت سے نماز کی جماعت کو مؤخر نہ کرو۔ اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔

۱۴۳۸/۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَۃَ اِلَّا رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ وَفِیْہِ حَجَّاجٌ وَعَبَادٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے اس فرض کے جس کے لیے اقامت کہی گئی کوئی اور نماز نہ پڑھی جا ہیئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فجر کی سنت اس حکم سے مستثنٰی ہے (اگر فجر کے فرض کی تکبیر کہی جائے اور نماز بھی ہو رہی ہو تو پھر بھی فجر کی سنت کچھ دور ہٹ کر پڑھ لے اور جماعت میں شریک ہو جائے) اس کی روایت بیہقی نے کی ہے، اور اس کے راویوں میں حجاج اور عباد ہیں۔

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْعَیْنِیُّ قَالَ یَعْقُوْبُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ سَاَلْتُ ابْنَ مُعِیْنٍ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ نَصِیْرِ الْفَسَاطِیْطِیِّ الْبَصَرِیِّ فَقَالَ صَدُوْقٌ وَذَكَرَہُ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ وَعَبَادُ بْنُ كَثِیْرٍ كَانَ مِنَ الصَّالِحِیْنَ اِنْتَھٰی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یعقوب بن ابی شیبہ نے کہا کہ میں نے ابن معین سے حجاج بن نصیر فساطیطی بصری کے بارے میں سوال کیا تو ابن معین نے کہا وہ صدوق ہیں، ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور عباد بن کثیر صالحین میں سے ہے۔

۱۴۳۹/۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ حِیْنَ دَعَاھُمْ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے

لہ یہ عزیمت ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے اور بعض حدیثوں میں پہلے کھانا کھاتے اور اس کے بعد جماعت میں شریک ہونے کا جو ذکر ہے وہ رخصت اور اجازت پر محمول ہے، پس دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض نہ رہا)

دَعَا اَبَا مُوْسٰى وَحُذَيْفَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ الْغَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَلَسَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلٰى اِسْطِوَانَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

ہیں کہ ایک دن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت ابو موسیٰ، حضرت حذیفہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایسے وقت بلایا جب کہ ان حضرات نے ابھی فجر کی نماز ادا نہیں کی تھی، پھر یہ حضرات سعید بن العاص کے پاس سے ملاقات کر کے ایسے وقت نکلے کہ نماز فجر کی اقامت ہو رہی تھی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد کے ایک ستون کی طرف بڑھے اور اس کو آڑ بنا کر فجر کی دو سنتیں ادا کیں، پھر جماعت میں شریک ہو گئے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

وَقَالَ فَهٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ فَعَلَ هٰذَا وَمَعَهٗ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسٰى لَا يُنْكِرَانِ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى مُوَافَقَتِهِمَا اِيَّاهُ ۔ اِنْتَهٰى ۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جس شان کے صحابی ہیں وہ تو سب کو معلوم ہے تو ایسے جلیل القدر صحابی کا نماز فجر کے فرض کی اقامت ہوتے اور امام کی قراءت شروع کرنے کے باوجود فجر کی سنتوں کو جماعت سے دور ہٹ کر ادا کرنا اور پھر جماعت میں شریک ہونا، اس سے معلوم ہوا کہ سابق کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے، اس میں فجر کی سنتوں کو جو مستثنیٰ کیا گیا ہے، انہوں نے اسی پر عمل کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یعنی اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ حدیث مرفوع ہی کا ٹکڑا ہے اس کے علاوہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں حضرات نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اس عمل کو دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اس عمل سے موافقت رکھتے تھے ورنہ خاموش نہیں رہتے۔

۱۲۴۰ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاۗءِ اَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ فِيْ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے فرض کے لیے جماعت

صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ۔

صف بستہ کھڑی ہوئی ہوتی اور ایسے وقت جب کبھی ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی سنتیں ادا فرماتے پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاتے۔ (امام طحاوی)

۱۴۲۱ (۲۱) وَعَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَاْتِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ اَنْ نُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَنُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ۔

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر پڑھانے ہوتے اور ہم جب کبھی فجر کی سنتیں پڑھے بغیر مسجد آجاتے تو ہم مسجد کے آخری حصہ میں فجر کی سنتیں پڑھ لیتے پھر جماعت میں شریک ہو جاتے اور ہم پر کوئی روک ٹوک نہ ہوتی تھی۔ (امام طحاوی)

۱۴۲۲ (۲۲) وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلِّهِمَا وَاِنْ كَانَ الْاِمَامُ يُصَلِّيْ ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْاِمَامِ۔ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت تم مسجد کی طرف فجر کی سنتیں پڑھے بغیر آجاؤ گو اس وقت امام نماز پڑھا رہا ہو، پھر بھی تم فجر کی سنتیں پہلے پڑھ لو، پھر امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاؤ۔ (امام طحاوی)

۱۴۲۳ (۲۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَرْاَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے لیے کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کے لیے تہ خانہ میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے (ابو داؤد)

ف۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت جتنا اندر گھر میں چھپ کر نماز پڑھے اتنا اس کے لیے بہتر ہے، اس لیے کہ عورت پردہ کی چیز ہے اور لفظ "عورت" کے معنی اور مفہوم میں چھپنا داخل ہے۔ ۱۲

۱۴۲۴ (۲۴) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کی بہترین جگہیں گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔ (امام احمد)

لہ خلاف عادت دیر سے مسجد تشریف لاتے تو پھر آپ پہلے مسجد کی ایک جانب (صفوں سے علیحدہ)

۱۲۲۵/۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّيْنَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسَاجِدِ فَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَمْ يُلْعَنُوْا حَتّٰى لَبِسَ نِسَاءُهُمُ الزِّيْنَةَ وَتَبَخْتَرُوْا فِي الْمَسَاجِدِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِسَنَدِهٖ فِي التَّمْهِيْدِ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تم اپنی عورتوں کو مسجدوں میں زیب وزینت کے ساتھ آنے سے منع کرو (کہ اس میں خوف فتنہ کا ہے) اور مردوں کو چاہیئے کہ مسجدوں میں اتراتے ہوئے نہ چلیں، اس لیے کہ بنی اسرائیل پر اسی وقت لعنت نازل ہوئی جب کہ عورتیں مسجدوں میں زیب وزینت کے ساتھ آنے لگیں اور مرد مسجدوں میں اتراتے ہوئے چلنے لگے اس کی روایت ابن عبدالبر نے اپنی سند سے تمہید میں کی ہے۔

۱۲۲۶/۲۶ وَعَنْهَا لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى مَا اَحْدَثَتِ النِّسَاءُ بَعْدَهٗ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ آپ کے بعد عورتوں نے جو نئی نئی باتیں پیدا کرلی ہیں[2] تو آپ ان کو مسجد میں آنے سے ضرور روک دیتے، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتیں (مسجدوں میں آنے سے) روک دی گئی تھیں[2] (مسلم شریف)

۱۲۲۷/۲۷ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَاِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلِاَبِيْ دَاؤُدَ وَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ شہوت سے کسی نامحرم پر نظر ڈالے تو وہ اس کی آنکھ کا زنا ہے۔ اور اگر کوئی عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس سے گزرے تو وہ عورت ایسی ویسی ہے یعنی زنا کا میلان رکھتی ہے[3] اس کی روایت ترمذی نے کی ہے

[1] مثلاً زیب وزینت کا لباس پہن کر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا شروع کر دیا ہے۔
[2] کہ اس طرح عورتوں اور مردوں کا ایک مکان میں پانچ وقت کی یکجائی بہت خطرناک ہوتی ہے اور اس سے نہ مٹنے والے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر مسجد کی حاضری سے عورت کو منع فرما دیتے۔
[3] اور اپنی خوشبو سے مردوں کو آنکھ کے زنا کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس لیے سمجھی جائے گی کہ وہ زانیہ ہے۔

النَّسَآئِیُّ نَحْوَہٗ۔

اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۴۴۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَلَا یَخْرُجْ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُصَلِّیَ۔
۲۸
(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جب تم مسجد کے اندر ہو[1] اور ایسے ہی نماز کے لیے اذان ہو جائے تو تم کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلنا چاہیئے[2]۔
(امام احمد)

۱۴۴۹ وَعَنْ اَبِی الشَّعْثَآءِ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا اُذِّنَ فِیْہِ فَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
۲۹
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوالشعثاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم (ایک دن) مسجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں مؤذن نے اذان دی، اذان سن کر ایک شخص مسجد سے باہر جانے لگا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پیچھے نظر دوڑائی اور جب وہ مسجد سے بالکل باہر چلا گیا تو فرمایا کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا۔ (مسلم)

۱۴۵۰ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَہُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ یَخْرُجْ لِحَاجَۃٍ وَّھُوَ لَا یُرِیْدُ الرَّجْعَۃَ فَھُوَ مُنَافِقٌ۔
۳۰
(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد کے اندر ہو اور اذان ہوئی پھر وہ شخص مسجد سے نکل گیا اور کسی ضروری کام کے لیے نہیں نکلا اور وہ دوبارہ مسجد میں واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ منافق ہے اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۴۵۱ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ۔
۳۱

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو شخص اور جو ان سے زیادہ ہوں

---

[1] اور کہیں کے امام نہ ہوں اور نماز پڑھے ہوئے بھی نہ چاہیئے۔
[2] اور اگر ایسا شخص کہیں کا امام ہو، یا نماز پڑھ چکا ہو تو وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

جماعت ہے[1] (اس طرح کہ دو میں سے ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی) اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

یہ باب نماز میں صفوں کے سیدھا کرنے اور برابر رکھنے کے بیان میں ہے

ف۔ واضح ہو کہ نماز میں صفوں کو سیدھا کرنے اور برابر رکھنے کی تاکید پر اور نہ کرنے کی وعید میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اس لیے نمازی جب صف بستہ کھڑے ہونے لگیں تو چاہیئے کہ آپس میں اس طرح متصل کھڑے رہیں کہ ایک دوسرے کے درمیان میں جگہ نہ رہنی چاہیئے اور آگے پیچھے بھی نہ کھڑے رہیں اور اگر کئی صفیں ہوں تو ایک صف دوسری صف کے متوازی اور برابر رہنی چاہیئے، اور صفوں کے قائم کرنے میں ایسا نہ کیا جائے تو ظاہر باطن میں بھی اتفاق نہ رہے گا۔ (اشعۃ اللمعات)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر، گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی" (سورۃ الصف ۴) یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا دشمن کے مقابلہ میں سب کے سب مثل شیئ واحد کے۔

ف۔ واضح ہو کہ صدر میں سورۃ صف کی اس آیت کو صف کی تعریف بیان کرنے کی غرض سے لایا گیا ہے۔ گویا آیت میں میدان جہاد کی صف کا ذکر ہے اور باب میں نماز کی صف کا بیان ہے، کوئی بھی صف ہو مگر صف کیسی ہونی چاہیئے اس آیت میں "كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ" کہہ کر بیان فرمایا گیا ہے یعنی صف، سیسا پلائی ہوئی دیوار کی طرح سیدھی اور چسپیدہ ہونی چاہیئے۔ صاحب مرقات نے بھی اسی وجہ سے اس باب کے صدر میں اس آیت کو بیان فرمایا ہے۔ ۱۲

۱۴۵۲ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا صفوں کے سیدھے پن سے تیروں کو سیدھا کیا جائے گا[2] حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

[1] یعنی جماعت کا ادنیٰ درجہ دو شخص ہیں پس دو شخصوں کے باہم نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

[2] اس میں مبالغہ ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ تیر سے صف کو سیدھا کرتے کا بیان ہوتا اس کی بجائے یہ مذکور ہے کہ صف ایسی سیدھی بناتے تھے کہ صف کے سیدھے پن سے تیر سیدھے کر سکیں۔

رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نماز کے پہلے صفوں کو ہمیشہ سیدھا فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ صفوں کو سیدھا کرنے کے حکم کو ہم سمجھ چکے ہیں، اور اس کی تعمیل کر رہے ہیں ایک دن کا ذکر ہے، کہ آپ تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لیے (مصلی) پر کھڑے ہوئے، قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہیں کہ اتفاقاً ایک شخص پر نظر پڑ گئی جس کا سینہ صف کے باہر نکلا ہوا تھا ارشاد فرمایا، صاحبو! صف میں باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک رہا کرو، آگے پیچھے ہو کر اختلاف پیدا نہ کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہارے دلوں میں بھی ایک دوسرے سے مخالفت پیدا ہوگی، ملاپ نہ رہے گا، پھوٹ اور نااتفاقی پیدا ہو جائے گی جس کے اثر سے ایک دوسرے سے منہ موڑے ہوئے رہو گے، (مسلم)

۱۲۵۳/۲ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا إِلَى الصَّلٰوةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صفوں کے درست کرنے اور سیدھا کرنے میں خاص اہتمام تھا، جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا کرتے تھے جب ہماری صفیں ٹھیک ٹھیک سیدھی ہو جاتیں تو اس وقت آپ تکبیر تحریمہ فرماتے۔ (ابو داؤد)

۱۲۵۴/۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار نماز کی تکبیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور صفوں میں چسپیدہ ہو کر کھڑے رہو (تم سمجھتے ہو گے کہ) میں سامنے ہی سے دیکھتا ہوں،

۱؎ تو پھر آپ سیدھا کرنے کے لیے جو تشریف لایا کرتے تھے اس کو ترک فرما دیا۔

۲؎ اگر شخص کو مخاطب بناتے تو ان کی دل شکنی ہوتی تھی، اس لیے عام طور پر خطاب فرماتے ہوئے)

۳؎ اپنے ہاتھ سے یا زبان سے کہہ کر یا اشارہ فرما کر

وَفِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ قَالَ اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاۗءِ ظَھْرِیْ۔

ایسا نہیں بلکہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں، جیسے کہ سامنے سے (اس پیچھے میں دیکھ لیتا ہوں کہ تمہاری صفیں سیدھی ہوئی یا نہیں) اس کی روایت بخاری نے کی ہے، اور بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں ہے کہ تم صفوں کو پورا کر لیا کرو۔ یعنے پہلی صف کو پورا کر کے پھر دوسری صف شروع کیا کرو۔

ف اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے مقام غور و فکر ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح ہی کے بشر و انسان ہیں معاذ اللہ! جیسے ہم کھاتے پیتے، دیکھتے سنتے، چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے ہیں، ویسے ہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ اس حدیث پاک اور اس طرح کی دوسری احادیث سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرح کے بشر و انسان قطعًا نہیں ہیں، ہم تو اپنی آنکھوں سے صرف اپنے آگے کی اشیاء کو ہی دیکھ سکتے ہیں وہ بھی محدود فاصلے تک جب کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اپنی اگلی جانب وہ بھی لا محدود یعنی اپنے پیچھے سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا کہنے والے بھی تو یہ دعوی کر کے دکھائیں کہ ہم بھی اپنے پیچھے سے دیکھ سکتے ہیں جس طرح اپنے آگے سے دیکھ سکتے ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ سے فرمایا تم میں سے کون میری مثل ہے مجھ جیسا ہے۔ حالانکہ تمام انبیاء کے بعد نسل انسانی میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں یا سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ترین انسانوں سے فرما رہے ہیں کہ تم میں سے کون میری طرح کا انسان ہے، کسی صحابی رسول نے یہ نہ کہا کہ میں آپ کی طرح کا انسان ہوں، مگر بڑے افسوس کی بات ہے آج چودہ سو سال بعد دعوائے مسلمانی کرنے والے، انبیاء مرسلین خصوصا سید الانبیا، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان بڑھانے کی بجائے، تنقیص رسالت و گستاخی رسول کرنے والے نجدیوں کے لیے ذخیرۂ احادیث میں مقام غور و فکر ہے۔ عظمت صحابہ کی رٹ لگانے والے عقائد صحابہ کو بھی قبول کریں، ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ کر کے ان کے نظریات پر بھی ایمان لائیں۔

۱۴۵۵ وَعَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِّنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرَاکُمْ مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جماعت کھڑی ہوتی تو تکبیر تحریمہ کے پہلے یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے صاحبو! صفیں سیدھی کرو! باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو (پھر کہتا ہوں)

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

صفیں سیدھی کرو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو، (میرے) قبلہ رخ رہنے سے تم سمجھتے ہو گے کہ میں تم کو نہیں دیکھ رہا ہوں اس مبارک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں، اس لیے صفوں میں تمہارے آگے پیچھے کھڑے ہونے کو اور صفوں کے بیچ میں تمہارے جگہ خالی چھوڑنے کو برابر دیکھتا رہتا ہوں۔ (ابوداؤد)

۱۴۵۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو، اس لیے کہ صفوں کو سیدھا کرنا ان چیزوں میں سے ہے جن سے نماز کی اصلاح ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

۱۴۵۷ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَعَنْ يَسَارِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (جب جماعت کھڑی ہوتی تو تکبیر تحریمہ سے پہلے) اپنی دائیں طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کرتے تھے "اِعْتَدِلُوْا" صف میں امام کے دونوں جانب برابر برابر کھڑے رہو، یعنی ایک طرف زیادہ اور دوسری طرف کم نہ رہو، "سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ" اپنی صفیں سیدھی کرلو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو، ایسا ہی بائیں جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کرتے تھے "اِعْتَدِلُوْا" صف میں امام کے دونوں جانب برابر برابر کھڑے رہو، یعنی ایک طرف زیادہ اور دوسری طرف کم نہ رہو "سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ" اپنی صفیں سیدھی کرلو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو۔ (ابوداؤد)

۱۴۵۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَھَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْحَذَفُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی صفوں میں خوب مل کر (اس طرح) چسپیدہ کھڑے رہا کرو (کہ ایک دوسرے کے درمیان میں جگہ خالی نہ رہنے پائے) اور ایک صف دوسری صف سے قریب رکھو اور گردنوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو یعنی آگے پیچھے نہ ہوں، اُس مبارک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح بن کر صف کی خالی جگہ میں داخل ہوا کرتا ہے اس لیے تم صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو اور چسپیدہ رہا کرو) (ابوداؤد)

۱۳۵۹/۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنَا حَلَقًا فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ عِزِیْنَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِکَۃُ عِنْدَ رَبِّھَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تَصُفُّ الْمَلٰٓئِکَۃُ عِنْدَ رَبِّھَا قَالَ یُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰی وَیَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ملاحظہ فرمائے کہ ہم علیحدہ علیحدہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو الگ الگ حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ (یعنی اس طرح نہ بیٹھنا چاہیئے کہ یہ نا اتفاقی کی علامت ہے) اس کے بعد پھر (ایک بار) ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم (نماز میں) ایسی صف بندی کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے صف بندی کیا کرتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف بندی کیا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ پہلے صف اوّل کو پورا کرتے ہیں، پھر صف ثانی کو اور اس کے بعد دیگر صفوں کو (یعنی جب تک ایک صف پوری نہ ہو، اس کے بعد کی دوسری صف کو شروع نہیں کرتے) اور صفوں میں باہم خوب مل کر چسپیدہ کھڑے ہوا کرتے ہیں۔ (مسلم)

۱۳۶۰/۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَمَا کَانَ مِنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جو اس کے قریب

تَعْتَصِ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ۔
(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

ہو پھر جو کچھ کمی رہے تو اخیر صف میں رہے۔
(ابو داؤد)

۱۴۶۱ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ فِي النَّارِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ بے پروائی کر کے یا بعد کی صفوں میں راحت و آرام کے خیال سے اپہلی صف کو ترک کرنے کی عادت کر لیتے ہیں تو جیسے یہ صفوں کے پچھلے حصوں کو پسند کر لیتے ہیں، ایسا ہی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کی نذر میں جو دوزخ کا پچھلا حصّہ ہے ڈالدیں گے
(ابو داؤد)

ف واضح ہو کہ نمازی کے صف اوّل میں کھڑے ہونے کی بہت بڑی فضیلت ہے لیکن صف اوّل میں کھڑے ہونا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اس پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے، یہ فتاوی عالمگیریہ میں قنیہ سے منقول ہے۔

اب رہی وہ وعید جو صدر کی اس حدیث میں مذکور ہے تو وہ ایسے اشخاص سے متعلق ہے جو نیکیوں اور فضیلت کے کاموں کے حاصل کرنے میں سستی اور غفلت کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں اور اُن کے دلوں میں نیکیوں کی رغبت نہیں رہتی اور خواہ مخواہ صف اوّل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (لوگو! تم نیک کاموں کی طرف دوڑو) ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ سَابِقُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ (لوگو! اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنّت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان اور زمین دونوں کی وسعت کے برابر ہے)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نیکیوں کے کرنے کی رغبت اور نیکیوں کا خیال رہنا چاہئے اور یہ واجب ہے اگر کسی کے دل سے نیکیوں کی رغبت اور نیکیوں کا خیال نکل جائے اور نیکیوں کے کرنے سے بے پروائی کرے تو یہ دل کا گناہ ہے اور ایسا کرنے سے واجب ترک ہوتا ہے تو ایسے شخص کا صف اوّل میں شریک نہ ہونا اور اس سے بے پروائی کرنا واجب کو ترک کرتا ہوا، اس لیے گناہ کا کام ہوا۔ اور اسی وجہ سے اس وعید کا مستحق ہوگا۔ جو صدر کی حدیث میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے اگر کسی کے دل میں نیکیوں کی رغبت ہے۔ اور نیکیوں کے کرنے کا خیال جما ہوا ہے اور باوجود اس سے یہ صف اوّل میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکا تو وہ اس وعید کا مستحق نہ ہوگا۔

یہ بھی واضح رہے کہ صدر کی حدیث میں جو وعید مذکور ہے وہ اس شخص سے بھی متعلق ہوگی جو اولاً صف اوّل میں جگہ حاصل کرے پھر فرض نماز ادا کرنے سے پہلے کسی دنیوی غرض سے مثلاً نماز کے بعد مسجد سے جلد نکلنے کے خیال سے گرمی کے موسم میں راحت حاصل کرنے کے لیے اندرون مسجد سے نکل کر صحن مسجد میں آجائے،

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا ان اغراض کے لیے صف اوّل کو چھوڑ کر پچھلی صفوں میں پہنچ جانا حصول تقریب سے اعراض ہوا، اس لیے ایسا شخص اس وعید کا مستحق ہوا۔ البتہ صفِ اوّل میں احتراماً کسی اہل علم کو یا اپنے سے زیادہ عمر والے صاحب کو جگہ دینے کے لیے پچھلی صف میں منتقل ہونیوالا اس وعید کا مستحق نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ شرعاً مطلوب ہے۔ ۱۲

۱۲۶۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَصْحَابِہٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَھُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَاْتَمَّ بِکُمْ مَّنْ بَعْدَکُمْ لَایَزَالُ قَوْمٌ یَّتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَھُمُ اللّٰہُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کو (صف اوّل سے) پیچھے ہٹتے دیکھا تو ارشاد فرمایا! آگے بڑھو اور صفِ اوّل میں رہا کرو، اس سے تم کو ان اعمال کے دیکھنے کا موقع ملے گا جن کو میں نماز میں کیا کرتا ہوں جیسے میں کرتا ہوں ویسے ہی تم کرسکو گے پھر تمہارے بعد والے تمہارے اعمال نماز کو دیکھ کر ویسے ہی اعمال کیا کرینگے۔ ایسا نہ کرے کہ جو لوگ دینے پرواٹی سے) صفِ اوّل میں نہ رہ کر پچھلی صفوں میں رہا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہر کار خیر سے پیچھے رکھیں گے، یعنی خیر کی توفیق نہیں دیں گے۔ (مسلم)

۱۲۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ وَلَاتَذَرُوْا فُرُجَاتِ الشَّیْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَہٗ قَطَعَہُ اللّٰہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی النَّسَائِیُّ مِنْہُ قَوْلَہٗ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا اِلٰی اٰخِرِہٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور اپنے مونڈھوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ ہو) اور صف کے شگافوں کو بند کرو اور صف میں شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جو شخص صف کو ملا دے (یعنی صف کی خالی جگہ میں جاکر کھڑا ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے فضل و رحمت سے ملا لیں گے (یعنی اس سے خاص تعلق رکھیں گے) اور جو شخص صف کو قطع کرے (یعنی صف کی خالی جگہ میں کھڑا نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے قطع تعلق کرلیں گے (یعنی اپنی رحمت سے اس کو دور کردیں گے) اس کی روایت

ل یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہنا مانو، یا صف میں گنجائش ہو اور کوئی آنا چاہے تو اس کو آنے دو اور اپنے بازوؤں کو نرم رکھو اور مزاحمت نہ کرو، یا کوئی اکیلا شخص صف کے آخری شخص کو دوسری صف میں لانے کے لیے مونڈھے پر ہاتھ رکھے تو یہ شخص اس کا کہا مانے اور پیچھے ہٹ کر صف ثانی میں اس کے ساتھ نماز ادا کرے مگر شرط یہ ہے کہ صفِ اوّل سے صف ثانی میں صرف ایک یا دو قدم میں آجائے)

ابو داؤد نے کی ہے۔ اور نسائی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

۱۲۶۴ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ [۱۳] قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْأُوْلَى وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيْهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، جو اگلی صفوں کو درست کرتے ہیں (یعنی) ہر پچھلی صف والے اپنے سے اگلی صف میں کھلی ہوئی جگہ کو خود پُر کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کے پُر کرنے کی رغبت دلاتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے پاس وہ قدم سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو صف کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے اُٹھایا جاتا ہے۔ (ابو داؤد)

۱۲۶۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ [۱۴] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلٰوةِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین اخلاق والے وہ ہیں جو نماز میں اپنے مونڈھوں کو نرم رکھتے ہیں[۱] (ابو داؤد)

بَابُ الْمَوْقِفِ

باب امام اور مقتدی نماز میں کس طرح کھڑے رہیں اور اس کے احکام اور آداب کیا ہیں)

۱۲۶۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ [۱] قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَأَخَذَ بِيَدِيْ مِنْ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں رات گذاری، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

لہ یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہنا مانتے ہیں، یا صف میں گنجائش ہے۔ اور کوئی آنا چاہے تو اس کو آنے دیتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو دبائے ہوئے رکھتے ہیں اور مزاحمت نہیں کرتے یا اپنے مونڈھوں سے اپنے ساتھی کے مونڈھوں کو دھکا نہیں دیتے، بلکہ اپنے بازوں کو دبائے ہوئے رکھتے ہیں تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو، اور نماز سکون اور وقار سے ادا کرتے ہیں یا کوئی اکیلا شخص صف کے آخری شخص کو دوسری صف میں لانے کے لیے مونڈھے پر ہاتھ رکھے تو اس کا کہا مان کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ صف ثانی میں نماز ادا کرتے ہیں

وَرَآءِ ظَهْرِهٖ فَعَدَلَنِيْ كَذٰلِكَ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علیہ وآلہ وسلم نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب نماز کے لیے کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی پیٹھ کے پیچھے سے گھما کر مجھے اپنی سیدھی جانب کھڑا کر دیا، (یہ کہہ کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ویسے ہی کر کے بتلایا جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔
(بخاری و مسلم)

ف۔ صاحب مرقات نے شرح السنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے کئی مسائل معلوم ہوئے،
مسئلہ ۱، نفل نماز کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے لیے اذان اور اقامت نہ دی جائے۔
مسئلہ ۲، امام کی اقتداء اگر صرف ایک مقتدی کر رہا ہو تو وہ امام کے بالکل داہنے جانب اس طرح کھڑے ہو کہ مقتدی کے پیروں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رہیں۔
مسئلہ ۳، اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر گھماتے ہوئے سیدھے جانب کھڑا کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمل قلیل نماز میں ضرورتاً جائز ہے۔
مسئلہ ۴، اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے گھما کر داہنے جانب کھڑا کر دیا۔ حالانکہ سامنے سے گھما کر کھڑا کرنا آسان تھا، اس سے ثابت ہوا کہ مقتدی کا امام کے آگے ہونا جائز نہیں ہے، اسی لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سے لائے، سامنے سے نہیں لائے۔
مسئلہ ۵، اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تنہا نماز شروع فرمائی اور بعد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی اقتداء کی، اس سے ثابت ہوا کہ ایسے تنہا نماز پڑھنے والے کی اقتداء جائز ہے جس نے امامت کی نیت نہ کی ہو۔ ۱۲

۱۴۶۷
۲
وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر ہم تین ہوں تو نماز کے لیے ہم میں سے ایک آگے بڑھ کر امام بنے اور باقی دو امام کے پیچھے باہم مل کر کھڑے رہیں۔ (ترمذی)

۱۴۶۸
۳
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ فَجِئْتُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

حَتّٰی قُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَدَارَنِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ یَّسَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِیَدَیْنَا جَمِیْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰی اَقَامَنَا خَلْفَہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے کھڑے ہوئے انہیں میں آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھمایا یہاں تک کہ مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر لیا۔ پھر جبار بن صخر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر (عمل قلیل کے ذریعہ) ہٹا دیا، یہاں تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے داہنی طرف کھڑا رہے اور اگر دو ہوں تو باہم مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ (اشعۃ اللمعات) ۱۲

۱۳۶۹/۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِہٖ وَبِاُمِّہٖ اَوْخَالَتِہٖ قَالَ فَاَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَۃَ خَلْفَنَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک دفعہ) اِن کو اور ان کی ماں یا خالہ کو (ان کے گھر میں نفل) نماز پڑھائی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی سیدھی جانب کھڑا کیا اور اُس عورت کو (جو ہمارے ساتھ نماز میں شریک تھیں) ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔ (مسلم)

ف۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر امام کے پیچھے صرف ایک مرد اور صرف ایک عورت اقتداء کر رہے ہوں تو مرد امام کے سیدھے جانب کھڑا ہوا اور عورت ان کے پیچھے کھڑی ہو جائے (ردالمحتار) ۱۲

۱۳۷۰/۵ وَعَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ اَنَا وَیَتِیْمٌ فِیْ بَیْتِنَا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ سُلَیْمٍ خَلْفَنَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور یتیم نامی بچہ نے جو ہمارے گھر میں تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور (میری ماں حضرت) ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ (مسلم)

ف۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مقتدی دو یا زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام آگے ہو اور عورت ایک ہو تو سب سے پیچھے تنہا کھڑی ہو۔ (ردالمحتار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے) ۱۲

ف۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مردوں کے ساتھ صرف ایک بچہ اقتداء کر رہا ہو تو

وہ مردوں کے ساتھ صف میں شریک ہو جائے، اور ردالمختار میں لکھا ہے کہ اگر بچے ایک سے زائد ہوں تو وہ مردوں کے پیچھے اور عورتوں سے پہلے صف بنا کر کھڑے ہوں اور عورتیں بچوں کی صف کے پیچھے اپنی صف بنالیں۔ ۱۲

۱۳۷۱ وَعَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلْنُصَلِّ بِكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِالْمَآءِ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ عَلَيْهِ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَآءَهٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خاص قسم کا کھانا تیار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (تشریف لائے اور) اس میں سے کچھ تناول فرمایا پھر ارشاد فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (نماز پڑھنے کے لیے ایک چٹائی اٹھالایا جو دھری رہنے سے اس میں سختی آگئی تھی اور گرد جم کر سیاہ ہوگئی تھی) میں نے اس پر کچھ پانی چھڑک دیا۔ (تاکہ وہ نرم اور صاف ہو جائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہوگئے اور اسی چٹائی پر میں اور یتیم نامی بچہ نے باہم مل کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف بنالی اور بوڑھی دادی ہمارے پیچھے (تنہا) کھڑی ہوگئیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں (نفل) پڑھائیں (اور واپس تشریف لے گئے)

(ترمذی)

ف۔ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نماز میں سب کے پیچھے علیحدہ تنہا کھڑا کیا، حالانکہ جماعت میں صف کے پیچھے الگ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو مفسد نماز بھی ہے، اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تنہا پیچھے کھڑا کرنے کی بجز اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ عورت کا نماز میں مردوں یا لڑکوں کے ساتھ صف میں برابر کھڑا ہونا مردوں یا لڑکوں دونوں کی نماز کے لیے مفسد ہے، اگر عورت کا صف میں مردوں یا لڑکوں کے برابر کھڑا ہونا جائز ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان بڑھیا کو تنہا کھڑا ہونے سے ضرور منع فرماتے جب کہ اس واقعہ میں ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ایک بچہ ہے اور ظاہر

ہے کہ یہاں کسی قسم کا خطرۂ شہوت بھی نہیں ہے، اس کے باوجود بھی ان بڑھیا کو تنہا کھڑا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کا صف میں مردوں یا لڑکوں کے برابر کھڑا ہونا مطلقاً مردوں یا لڑکوں کی نماز کا مفسد ہے۔

۱۴۷۲/۷ وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ هُوَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّهٗ وَخَالَتُهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ اَنَسًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاُمَّهٗ وَخَالَتَهٗ خَلْفَهُمَا۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

وَيُسْتَفَادُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّ النِّسَاءَ اِذَا صَلَّيْنَ مَعَ الرِّجَالِ يَجُوْزُ وَلٰكِنْ يَقِفْنَ فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ كَذَا قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ہمارے گھر تشریف لائے اس وقت مکان میں) صرف انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کی والدہ اور ان کی خالہ موجود تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی سیدھی جانب کھڑا کیا اور ان کی ماں اور خالہ کو پیچھے (نسائی)

ف اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور دو عورتیں اقتداء کر رہے ہوں تو مرد امام کے سیدھے جانب کھڑا ہوا اور دونوں عورتیں ان کے پیچھے صف بنا کر کھڑی ہو جائیں۔ ۱۲

۱۴۷۳/۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ۔

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (نماز میں) عورتوں (کی صف) کو مردوں (کی صف) سے آخر میں رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی عورتوں کو ہر حیثیت سے آخر میں رکھا ہے[له] اس کی روایت طبرانی اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

۱۴۷۴/۹ وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا قَالَ اُمَّتِيْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنو! میں تم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتا ہوں (یہ کہہ کر ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے مردوں کی صفیں قائم فرمائیں، پھر بچوں کی، پھر ان کو نماز پڑھائی (اور ختم نماز پر) ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کی نماز ہے (اسی طرح ان کو پڑھنا چاہیئے کہ پہلے مردوں کی صفیں ہوں

له یعنے پہلے مرد کو پیدا فرمایا، پھر عورت کو، پہلے مردوں کا ذکر فرماتا ہے پھر عورتوں کا، پہلے مردوں کے احکام بیان فرماتا ہے پھر عورتوں کے، اور مرتبہ میں تو عورتوں کا مردوں سے پیچھے ہونا ظاہر ہی ہے۔

پھر بچوں کی) (ابوداؤد)

۱۲۷۵ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِجْتَمِعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَآءَكُمْ وَاَبْنَآءَكُمْ حَتّٰى اُرِيَكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعُوْا وَاجْمَعُوْا اَبْنَآءَهُمْ وَنِسَآءَهُمْ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَاَرَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّاُ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفَّ الرِّجَالَ فِيْ اَدْنَى الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانَ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَآءَ خَلْفَ الصِّبْيَانِ رَوَاهُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَفِيْ رِوَايَةِ الْحَارِثِ بْنِ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُفُّهُمْ فِى الصَّلٰوةِ فَيَجْعَلُ الرِّجَالَ قُدَّامَ الْغِلْمَانِ وَالْغِلْمَانَ خَلْفَهُمْ وَالنِّسَآءَ خَلْفَ الْغِلْمَانِ۔

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک دفعہ اپنی قوم سے فرمایا) اے جماعت اشعریین تم سب جمع ہو جاؤ اور (اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تم کو بتلا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کیسی تھی! (یہ سن کر) سب لوگ جمع ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کو جمع کیا تو ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے خود وضوء کر کے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح وضو فرمایا کرتے تھے پھر امامت کے لیے ابومالک آگے بڑھے اور (پہلے) مردوں کی صف اپنے قریب بنائی ان کے پیچھے لڑکوں کی صف بندی کی اور لڑکوں کے پیچھے (سب سے آخر میں) عورتوں کی صف رکھی (پھر نماز شروع کی) اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے اور حارث ابن ابی امامہ کی روایت میں ابومالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کے لیے صفوں کو خود اس طرح قائم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی صفوں کو لڑکوں کے آگے رکھتے تھے اور لڑکوں کی صفیں مردوں کے پیچھے ہوتی تھیں اور عورتیں لڑکوں کے پیچھے کھڑی ہوا کرتی تھیں

۱۲۷۶ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِى الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (نماز کے وقت) ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ (صفوں میں) برابر کھڑے ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو (اگر صفوں میں آگے پیچھے کھڑے ہو کر اختلاف پیدا کرو گے تو) تمہارے دلوں میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے گا[1] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ اعضاء کو قلب کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے جیسے قلب کی خرابی کا اعضاء پر اثر پڑتا ہے۔ اور اعضاء بھی خراب ہو جاتے ہیں ایسا ہی اعضاء کی خرابی کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور قلب بھی خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صف میں آگے پیچھے کھڑے ہو کر (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶)

لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اِخْتِلَافًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں) میرے قریب علماء وعقلاء کھڑے ہوا کریں، پھر وہ جو (علم میں) ان کے قریب ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔ ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حدیث بیان کر کے) فرمایا اسی لیے تم میں باہم سخت اختلاف ہے (کہ تم صف میں برابر نہیں کھڑے ہوتے، کیونکہ ظاہر کا باطن پر (اثر پڑتا ہے) (مسلم)

۱۴۷۷/۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا وَّاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (نماز میں) میرے قریب علماء وعقلاء کھڑے ہوا کریں پھر وہ جو (علم میں) ان کے قریب ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آخری جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا، (اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ بھی ارشاد فرمایا) کہ تم مسجدوں میں بازاروں کی طرح شور وشغب اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتے رہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۴۷۸/۱۳ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِيْ جَبْذَةً فَنَحَّانِيْ وَقَامَ مَقَامِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَقَلْتُ صَلَاتِيْ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِذَا هُوَ اُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ فَقَالَ يَا فَتٰى لَا يَسُوْءُكَ اللّٰهُ اِنَّ هٰذَا عَهْدٌ مِّنَ النَّبِيِّ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں مسجد میں پہلی صف میں کھڑا تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی شخص نے کھینچ کر اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا خدا کی قسم (صف اول چھوٹ جانے سے مجھے اس قدر شدید رنج ہوا، اور ایسا غصہ آیا کہ غصہ میں، میں سمجھ نہ سکا کہ میں نے نماز (کس طرح) پڑھی (اور کتنی رکعتیں پڑھیں!) جب وہ صاحب نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ جلیل القدر صحابی ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہیں (جنہوں نے مجھے پیچھے کھینچا تھا) اس طرح پیچھے کھینچنے سے مجھے جو صدمہ ہوا تھا اس کی تسلی کے لیے) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا اے نوجوان

بقیہ حاشیہ صفحہ از ۱۵۵) اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم ایک دوسرے کے موافق نہ رہو گے نااتفاقی اور پھوٹ پیدا ہو جائے گی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا أَنْ نَلِيَهُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ هَلَكَ أَهْلُ الْعَقْدِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا عَلَيْهِمْ آسٰى وَلٰكِنْ آسٰى عَلٰى مَنْ أَضَلُّوْا قُلْتُ يَا أَبَا يَعْقُوْبَ مَا تَعْنِيْ بِأَهْلِ الْعَقْدِ قَالَ الْأُمَرَاءُ.

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

خدا تم کو کبھی رنج و غم نہ دے، میں نے تمہیں جو پیچھے کھینچا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وصیت فرمائی ہیں کہ ہم نماز میں امام سے قریب رہا کریں (تو میں نے اس وقت اسی حکم کی تعمیل کی ہے۔ میرے ایسا کرنے سے تمہیں آزردہ نہ ہونا چاہیئے) پھر ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلہ رو ہو کر فرمایا رب کعبہ کی قسم! امراء ہلاک ہوں (احکام کی پابندی کروانا ان کا کام تھا، ان کے خاموش رہنے سے ہم کو کروانا پڑ رہا ہے) اس طرح آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا مجھے ان امراء پر دکھ نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان علماء پر دکھ ہو رہا ہے، جنھوں نے ان امراء کو گمراہ کیا (کہ ان امراء کو احکام نافذ کرنے کے مشورے نہیں دیئے اور خاموش رہے) راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا اے ابو یعقوب! آپ نے جو اہل العقد فرمایا ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں! آپ نے جواب دیا اہل العقد سے میری مراد امراء ہیں (نسائی)

۱۴۷۹ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں (فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے) سب سے بہتر اگلی صف ہے (کیونکہ یہ امام سے قریب اور عورتوں سے دور ہوتی ہے اور مردوں کی صفوں میں سب سے بدتر پچھلی صف ہے (اس لیے کہ یہ عورتوں سے قریب اور امام سے دور ہوتی ہے، البتہ جماعت میں عورتوں کی صفیں نہ ہوں بلکہ صرف مردوں ہی کی صفیں ہوں تو ایسی صورت میں مردوں کی آخری صف امام سے دور ہونے کی وجہ سے فضیلت اور ثواب میں سب سے کمتر ہوگی) اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر

۱۴۸۰ وَعَنْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ وَعَلَى الثَّانِيْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَحَاذُوْا مَنَاكِبَكُمْ وَلِيْنُوْا فِيْ اَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ فِيْمَا بَيْنَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَذَفِ يَعْنِيْ اَوْلَادَ الضَّاْنِ الصِّغَارِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

پچھلی صف ہے کیونکہ یہ مردوں سے دور ہوتی ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بدتر اگلی صف اس لیے کہ یہ مردوں سے قریب ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دوسری صف کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دوسری صف کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (تیسری بار بھی یہی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں صحابہ کرام نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دوسری صف کے لیے (بھی یہی ارشاد فرما دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (چوتھی بار) ارشاد فرمایا کہ دوسری صف پر (بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم اپنی صفیں کو سیدھی کرو، اور مونڈھوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ ہو) اور نرم ہو جاؤ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں (یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہا مانو) اور صف میں شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو کیونکہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح بن کر تمہارے درمیان (صف کی خالی جگہ میں) گھس

۱۲۸۱ / ۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ -

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ)

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں جو صفوں میں دائیں جانب ہوتے ہیں، اور فرشتے اِن لوگوں کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں (بشرطیکہ صفوں کا بایاں جانب خالی نہ رہے) (ابوداؤد)

ف، واضح ہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے صف بندی کا قاعدہ یہ بتلایا ہے کہ اوّل ایک شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو، پھر ایک اس کے دائیں طرف ایک بائیں طرف، پھر ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف اسی طرح کرتے رہیں تاکہ امام سب کے بیچ میں ہو، پس دائیں جانب میں کھڑا ہونا اس وقت افضل ہے جب کہ دائیں جانب اور بائیں جانب برابر ہو، یا دائیں طرف آدمی کم ہوں ورنہ بائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔ (مرقات ۱۲)

۱۲۸۲ / ۱۷ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَسَّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ -

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کو بیچ میں کھڑا کیا کرو (یعنی صف میں امام کے پیچھے دائیں بائیں آدمی برابر برابر رہیں) اور صف کے شگافوں کو بند کیا کرو (یعنی صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو اور چسپیدہ رہا کرو۔ (ابوداؤد)

ف، اس حدیث شریف کے الفاظ "تَوَسَّطُوا الْإِمَامَ" (امام کو بیچ میں کھڑا کیا کرو) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صف بھر جانے کے بعد دوسری صف امام کے سیدھ میں پیچھے سے شروع کی جائے اور پھر دائیں اور بائیں آدمی برابر برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ ۱۲)

۱۲۸۳ / ۱۸ وَعَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ أَنَّهٗ إِنْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَّصِلَ إِلَى الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ[1] وہ خدمت اقدس میں ایسے وقت پہنچے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم رکوع میں تھے[2] پھر صف تک پہنچنے سے پہلے (دوسری تکبیر کہتے ہوئے) جایا کرتا ہے (امام احمد)

[1] ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے اور)

[2] (رکوع میں شریک ہونے کے لیے وہ دوڑتے ہوئے چلے، جس سے ان کی سانس پھول گئی تو وہ صف کے پیچھے کھڑے ہوگئے، نیت کی اور تکبیر تحریمہ ادا کی)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ .

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وہیں رکوع کیا۔ پھر (رکوع ہی کی حالت میں ایک یا دو قدم) چل کر صف میں شریک ہو گئے (ختم نماز پر جب) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو بکرہ! اللہ تعالیٰ اسی طرح (نیک کاموں پر) تمہاری حرص بڑھا دے یہ کہہ کر حضور نے فرمایا "لا تعد" دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(بخاری)

۱۲۸۴
۱۹
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ فَلَا يَرْكَعْ دُونَ الصَّفِّ حَتّٰى يَأْخُذَ مَكَانَهٗ مِنَ الصَّفِّ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے آئے تو وہ صف میں شامل ہوئے بغیر صف کے پیچھے رکوع نہ کرے (امام طحاوی)

۱۲۸۵
۲۰
وَعَنْ عَمَّارٍ أَنَّهٗ أَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُصَلِّي وَالنَّاسُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَأَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ عَمَّارٌ حَتّٰى أَنْزَلَهٗ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِي مَقَامٍ أَرْفَعَ مِنْ

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ وہ شہر مدائن میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نماز پڑھانے کے لیے (تنہا) ایک چبوترہ پر کھڑے ہو گئے اور سارے مقتدی) اس چبوترے کے نیچے صف باندھے کھڑے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صف سے آگے بڑھے اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو (چبوترہ سے اتارنے کے لیے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے (تاکہ امام اور مقتدی ایک سطح پر ہو جائیں) عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت حذیفہ کی اطاعت کرلی تو حضرت حذیفہ نے ان کو چبوترہ پر سے اتار کر مقتدیوں کی سطح پر کھڑا کر دیا۔ نماز سے فارغ

لہ یعنی نماز کے لیے دوڑ کر نہ چلنا، صف کے پیچھے تنہا نماز شروع نہ کرنا اور پھر صف میں شریک ہونے کے لیے نماز کی حالت میں ایسا نہ چلنا) چونکہ اس واقعہ میں ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو مفسد نماز ہو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا، اسی لیے ایک اور روایت میں لا تعد آیا ہے جس کے معنی ہیں" نماز کو نہ لوٹاؤ"

لہ چونکہ نماز شروع ہو رہی تھی اس لیے اس وقت حضرت حذیفہ کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا۔

مَقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ اَخَذْتَ عَلٰى يَدِىْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

۱۴۸۶ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ سُئِلَ مِنْ اَيِّ شَىْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ فَقَرَأَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَفِى الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ نَحْوُهٗ وَقَالَ فِىْ اٰخِرِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِىْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِىْ۔

ہونے کے بعد حضرت حذیفہ نے حضرت عمار سے فرمایا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے نہیں سنا ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کو نماز پڑھائے تو وہ مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا نہ ہو۔ تو عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا (آپ کے ہاتھ پکڑنے سے وہ حدیث مجھے یاد آگئی اور) میں پیچھے اتر گیا (ابوداؤد)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منبر شریف کس چیز سے بنا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ سے (۹) میل کے فاصلہ پر غابہ نامی ایک جنگل ہے اس جنگل کے جھاؤ نامی درخت کی لکڑی سے منبر شریف بنایا گیا تھا، اس منبر شریف کو عائشہ انصاریہ کے آزاد کردہ غلام باقوم رومی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار کیا[1] جب منبر شریف تیار ہوا اور (حسب ہدایت مسجد میں) رکھدیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ ادا فرمائی اور صحابہ بھی آپ کی اقتداء کرکے) آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپ نے قرأت کی، رکوع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ سے منھ پلٹائے بغیر پچھلے پیر منبر شریف سے نیچے اترے اور منبر کے بازو زمین پر سجدہ ادا فرمایا (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل دو قدم میں ہوا اور یہ عمل قلیل ہے۔ اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی) پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور قبلہ سے پلٹے بغیر) منبر شریف پر تشریف لائے، پھر قرآت کی، رکوع فرمایا اور رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ سے منھ پلٹائے بغیر پچھلے پیر منبر شریف

ل جن کی تین سیڑھیاں تھیں، ہر سیڑھی کی اونچائی ایک بالشت اور اس کا طول ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ تھا۔
ل۲ صحابہ کو نماز سکھلانے کے لیے منبر شریف کی سب سے نچلی سیڑھی پر کھڑے ہوئے۔

لائے، پھر قرآت کی، رکوع فرمایا اور رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ سے منہ پلٹائے بغیر پچھلے پیر منبر شریف سے نیچے اترے اور منبر شریف کے بازو زمین پر سجدہ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا میں نے یہ جو کچھ کیا ہے صرف اس لیے کہ تم میری نماز دیکھ لو میری اقتداء کرو اور میری نماز سیکھ لو (اور لوگوں کو سکھاؤ) اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام کو نماز سکھانے کے لیے منبر شریف پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ضرورۃً امام کا مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا ہونا جائز ہے، ورنہ بلا ضرورت امام مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑے ہو تو یہ مکروہ ہے اس کی تائید حضرت عمار کی امامت والی مذکورہ حدیث اور اسی قسم کی دیگر احادیث سے ہوتی ہے۔ ۱۲

۱۳۸۷/۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّوْنَ بِهٖ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجْرَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ آپ نے اس حجرہ میں[1] (تراویح کی نیت سے) نماز پڑھی تو صحابۂ کرام نے اس حجرہ کے باہر آپ کی اقتداء کی[2]۔
(ابوداؤد)

وَفِي الْمِرْقَاتِ اَلْمُرَادُ بِالْحُجْرَةِ كَمَا قَالُوْهُ الْمَحَلُّ الَّذِيْ اتَّخَذَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ حِيْنَ اَرَادَ الْاِعْتِكَافَ لَا حُجْرَةَ عَائِشَةَ وَاِلَّا قَالَتْ حُجْرَتِيْ۔

مرقات میں لکھا ہے کہ حجرہ سے مراد مسجد کی وہ جگہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چٹائی پر اعتکاف کیا، نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اعتکاف کیا، اگر حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ میں اعتکاف ہوتا تو مائی صاحبہ اپنی اوپر والی حدیث میں حجرتہ کی بجائے والفاظ حجرتی کہتیں معلوم ہوا نبی علیہ السلام کا اعتکاف مسجد میں تھا حجرہ عائشہ میں نہیں تھا۔

ف اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اقتداء صحیح ہے بشرطیکہ امام اور مقتدی ایک مکان میں ہوں اور امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو، یہ درمختار میں مذکور ہے۔ چونکہ اس حدیث شریف میں صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ایک ہی مقام میں کی، اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال بھی صحابہ پر مشتبہ نہ تھا اس لیے صحابہ کی اقتداء صحیح تھی۔

---

[1] ان دنوں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے اور آپ کے لیے حصیر کا ایک حجرہ بنایا گیا تھا۔
[2] کہ آپ کے جسم مبارک کا اکثر حصہ مقتدیوں کو نظر آ رہا تھا جس سے آپ کے افعال نماز مقتدیوں پر مشتبہ نہیں ہوتے تھے۔

خلاصہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ مکان مختلف ہو یعنی امام اور مقتدی ایک مکان میں نہ ہوں تو اقتدار درست نہیں ہے اگرچہ امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ ہو یا نہ ہو، ایسا ہی اگر امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ ہو تو بھی اقتداء ناجائز ہے اگرچہ امام اور مقتدی کا مکان مختلف ہو یا نہ ہو۔ یہ خلاصہ ردالمحتار سے ماخوذ ہے ۱۲۔

۱۴۸۸/۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَاءَهُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس ایک حصیر تھی جس کو دن میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بچھا لیتے تھے اور رات میں اس کو کھڑا کر کے حجرہ کی طرح بنا لیتے تھے[1]، صحابہ نے آپ کو اس میں نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کے پیچھے (اقتداء کر کے صف بنا کر نماز پڑھتے کھڑے ہوگئے (بخاری)

۱۴۸۹/۲۴ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَاَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَالْحَائِلُ لَا يَمْنَعُ الْاِقْتِدَاءَ اِنْ لَمْ يَشْتَبِهْ حَالُ اِمَامِهٖ وَلَمْ يَخْتَلِفِ الْمَكَانُ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ آپ حصیر کے اس حجرہ میں رات کی نماز ادا فرماتے تھے[2] (چونکہ) حصیر کے اس حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں، اس لیے صحابہ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس حجرہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، تو صحابہ بھی آپ کی اقتداء کر کے نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔ (بخاری شریف)

بَابُ الْاِمَامَةِ

یہ باب امامت کے بیان میں ہے یعنی امامت کے مستحق اور لائق کون ہے)

۱۴۹۰/۱ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّهٗ رَجُلٌ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جب اس مرض سے بیمار ہوئے (جس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے) اور یہ بیماری بہت

[1] رمضان کے دن تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اعتکاف میں تھے۔ اور آپ اس حجرے کے اندر کھڑے ہو کر رات کی نماز ادا فرماتے تھے)

[2] ان دنوں میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اعتکاف میں تھے اور آپ کے لیے حصیر کو ایک حجرہ بنایا گیا تھا۔

رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرِيْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

بڑھ گئی[1] تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ (امام ہو کر) وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اس پر) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، حضور! وہ بہت نرم دل (آدمی) ہیں (جب آپ کی جگہ خالی دیکھیں گے تو ان پر ایسی رقت غالب ہوگی کہ) وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر (اگریہ رونے کی وجہ سے) لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے (یہ سن کر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا نہیں جی! ابوبکر ہی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوبارہ وہی عرض کیا جو پہلے عرض کیا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (پھر) ارشاد فرمایا نہیں! ابوبکر ہی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عائشہ! تم تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح معلوم ہوتی ہو کہ جیسے وہ اپنی بات منوانے اڑی ہوئی تھیں تم بھی اپنی بات منوانے اڑی ہوئی ہو (یہ سن کر ام المومنین خاموش ہو گئیں) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے پیغام پہنچانے والے نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام پہنچایا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حکم کی تعمیل کر کے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جانے تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے (بخاری ومسلم)

قُلْتُ تَبْوِيْبُ الْبُخَارِيِّ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاَحَقَّ بِالْاِمَامَةِ هُوَ الْاَعْلَمُ حَيْثُ قَالَ بَابُ اَهْلِ

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ امامت کا مستحق اور امامت کے لیے افضل جماعت میں وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو، اگر جماعت میں سب سے زیادہ قرأت جاننے والا بھی ہو تو عالم کے مقابلہ میں

[1] اور ناتوانی بے حد ہو گئی جس کی وجہ سے آپ باہر نہیں تشریف لا سکتے تھے، اس حالت میں مؤذن نے حاضر ہو کر جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع دی)

الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ۔

وَقَالَ عُلَمَاءُنَا یُسْتَدَلُّ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی تَقَدُّمِ الْاَعْلَمِ عَلَی الْاَقْرَأِ لِاَنَّ اَبَابَکْرٍ کَانَ اَعْلَمَھُمْ وَقُدِّمَ عَلٰی اُبَیٍّ کَانَ اَقْرَأَھُمْ دَلِیْلُ الْاَوَّلِ قَوْلُ اَبِیْ سَعِیْدٍ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا وَدَلِیْلُ الثَّانِیْ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرَأُکُمْ اُبَیٌّ وَھٰذَا اٰخِرُ الْاَمْرَیْنِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَکُوْنُ الْمُعَوَّلُ عَلَیْہِ کَذَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ وَجَامِعِ الْاٰثَارِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْحَاکِمِ وَالدَّارِ قُطْنِیْ فَاَفْقَھُھُمْ فِی الدِّیْنِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْفِقْہِ سَوَآءً فَاَقْرَأُھُمْ

وہ بھی امامت کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا اور یہی حنفی مذہب ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اسی لیے انہوں نے صدر کی اس حدیث کو جس باب کے تحت ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ۔ (علماء وفضلاء امامت کے زیادہ حقدار ہیں)۔

اس حدیث شریف سے حنفی مذہب اس طرح ثابت ہو رہا ہے کہ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اقرؤکم اُبَیٌّ (تم میں سب سے زیادہ قاری اُبی ہیں) اس لیے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کان ابوبکر اعلمنا (ہم میں سب سے زیادہ علم والے ابوبکر ہیں) اگر قاری امامت کے لیے افضل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امامت کے لیے حضرت اُبی کو منتخب فرماتے، ایسا نہیں ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ علم والا امامت کا سب سے زیادہ مستحق ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ عالم کو امامت کا مستحق قرار دیا، اور امامت کے لیے ترجیح دی اور یہ آپ کے آخری زمانہ کا واقعہ ہے، اس لیے اس کے منسوخ ہونے کا بھی احتمال نہیں ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ امامت کے لیے زیادہ علم والے کی زیادہ قرأت والے پر ترجیح قطعی امر ہے،

اور حاکم اور دار قطنی کی روایت میں اسی طرح ہے کہ امامت کا مستحق اور امامت کے لیے افضل جماعت میں وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو، اور سب سے زیادہ علم دین کی سمجھ رکھتا ہو، اگر سب کے سب

لِلْقُرْآنِ لَا

عِلم دین کے جانتے میں برابر ہوں تو امامت کے لیے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو قرأت جاننے کے لحاظ سے یا قرآن زیادہ یاد رکھنے کے لحاظ سے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى لَهُ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ أَهْلِهِ۔

اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (اگر سب کے سب قرأت کے جاننے میں برابر ہوں تو) امامت کے لیے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو گناہوں سے ہجرت کر کے سب سے زیادہ نیکیوں کی طرف آیا ہو، یعنی سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو (اور اگر سب کے سب تقوی میں برابر ہوں تو امامت کے لیے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو ان میں زیادہ عمر رسیدہ اور دوسرے کے حلقہ اثر میں (بغیر اس کی اجازت کے) کوئی امامت نہ کرے (اگرچہ اس سے افضل ہو) اور کسی شخص کے مکان میں اس کے مخصوص بستر وغیرہ پر اس کی بغیر اجازت کوئی نہ بیٹھے اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ کسی کے گھر میں (گھر والے کی اجازت کے بغیر) کوئی امامت نہ کرے (اگرچہ کہ یہ اس سے افضل ہے)

١٤٩١ وَعَنْ أَبِيْ عَطِيَّةَ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِيْنَا إِلٰى مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا قَالَ أَبُوْ عَطِيَّةَ فَقُلْنَا لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ قَالَ لَنَا قَدِّمُوْا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّيْ بِكُمْ وَسَأُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّيْ بِكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمُّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ

حضرت ابو عطیہ عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری مسجد میں آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بیان فرمایا کرتے تھے اور بھی مسائل کا تذکرہ رہا کرتا تھا، ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف فرما تھے اور نماز کا وقت آگیا، ہم نے ان سے عرض کیا تشریف لائیے اور نماز پڑھائیے انہوں نے فرمایا تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو امام بناؤ جو تمہیں نماز پڑھائے اور میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں تمہیں کس لیے نماز نہیں پڑھا رہا ہوں؟ سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے

مِنْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّهٗ اِقْتَصَرَ عَلٰى لَفْظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جو شخص لوگوں کی ملاقات کو جائے تو ان کا امام نہ بنے، بلکہ انہی لوگوں میں سے کوئی امام بنے (ابو داؤد و ترمذی) اور نسائی نے صرف متن حدیث کی روایت کی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "جو شخص لوگوں کی ملاقات کو جائے تو ان لوگوں کا امام نہ بنے، بلکہ انہی لوگوں میں سے کوئی امام بنے"، یہ حکم بظاہر مطلق معلوم ہوتا ہے یعنی خواہ مقامی لوگ اجازت دیں یا نہ دیں کسی حال میں بھی ملاقات کے لیے جانے والے کو امام نہ بننا چاہیے۔

مگر حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی قسم کی جو حدیثیں مروی ہیں ان میں اِلَّا بِاِذْنِهٖ کا استثناء صاف موجود ہے یعنی ملاقات کو جانے والا مقامی لوگوں کی اجازت سے ان لوگوں کی امامت کر سکتا ہے، اس لیے صدر کی حدیث جو مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ بھی ان حدیثوں میں جو اجازت مروی ہے اس سے مقید ہو جائے گی اس لیے ملاقات کو جانے والا مقامی لوگوں کی اجازت سے ان کی امامت کر سکتا ہے۔

اب رہا مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقامی لوگوں کی اجازت کے باوجود جو امامت نہیں کی تو یہ ان کا اپنا احتیاط تھا کہ انھوں نے اس حدیث شریف کے مطلق حکم کو مطلق رکھا اور باوجود اجازت کے امامت نہیں فرمائی۔ (منتقی، اشعۃ اللمعات)

۱۴۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْاَثْرَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ الَّذِيْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لڑکا بالغ ہونے تک نہ امامت کرے اور تمہارے لیے اذان وہ لوگ دیا کریں جو تم میں سب سے زیادہ نیک ہوں، اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور اثرم کی سنن میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایسا لڑکا امامت نہ کرے جس پر حدود یعنی شرعی سزائیں قائم نہیں ہوتیں۔

وَفِي الْبِنَايَةِ قَالَ الْخَطَّابِيُّ كَانَ الْحَسَنُ يُضَعِّفُ حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ وَقَالَ مَرَّةً دَعْهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ بَيِّنٍ وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ قِيْلَ لِاَحْمَدَ حَدِيْثُ عَمْرٍو وَقَالَ لَا اَدْرِيْ مَا هٰذَا اَفَا لَعَجَبُ اَنَّهُمْ لَمْ يَجْعَلُوْا قَوْلَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَكِبَارِ الصَّحَابَةِ حُجَّةً وَاسْتَدَلُّوْا بِفِعْلِ صَبِيٍّ سِتِّ سِنِيْنَ وَلَا يَعْرِفُ

فَرَائِضَ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ فَكَيْفَ يَتَقَدَّمُ فِي الْإِمَامَةِ وَمَنَعَهُ أَحْوَطُ فِي الدِّيْنِ كَذَا فِي الْمِرْقَاتِ۔

ف واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ارشاد ہے کہ لڑکا بالغ ہونے تک امامت نہ کرے چونکہ یہ ارشاد مطلق ہے اور اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے، اس لیے نابالغ لڑکا نہ تو فرض نمازمیں امامت کرے اور نہ ہی نفل نماز میں، چنانچہ عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ نابالغ لڑکے کے امامت نہ کرنے کا جو مطلق حکم ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے کی امامت بالغ مرد اور عورتوں کے لیے تمام نمازوں میں جائز نہیں ہے، فرض نمازوں میں لڑکے کی امامت کے جائز نہ ہونے پر ہمارے جمیع آئمہ احناف رحمہم اللہ متفق ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا احکام شرعی کا مکلف نہیں ہوتا، اس لیے اس کی فرض نماز بھی نفل ہی سمجھی جائے گی۔ اور اگر بالغ مرد یا عورتیں اس کی اقتداء کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فرض نماز پڑھنے والے نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء کر رہے ہیں، حالانکہ فرض نماز پڑھنے والوں کی اقتداء بالاتفاق نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

اب رہا تراویح اور دیگر نفل نمازوں میں نابالغ بچہ کا امام بننا تو اس بارے میں واضح ہو کہ مشائخ بلخ نے تراویح اور نفل نمازوں میں لڑکے کی امامت کو جائز قرار دیا ہے لیکن ہدایہ میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ لڑکے کی امامت تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا تراویح یا نفل جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی نفل نماز اور بالغ شخص کی نفل نماز میں بڑا فرق ہے، وہ یہ کہ اگر بالغ شخص نفل نماز شروع کرکے توڑ دے تو اس پر اس نفل کی قضاء لازم ہے۔ اس کے برخلاف اگر نابالغ بچہ نفل نماز شروع کرکے توڑ دے تو بچہ پر اس نفل کی قضاء لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی نفل نماز بالغ شخص کی نماز کے مقابلہ میں بہت کم درجہ رکھتی ہے، اس لیے نابالغ بچہ جس کی نفل نماز کم درجہ کی ہوتی ہے۔ وہ ایسے نفل نماز پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا جن کی نفل نماز کامل درجہ کی ہوتی ہے۔ ۱۲

(یہ پورا مضمون عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے)

۱۴۹۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُوْمٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمٰى رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَرَوٰى سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهُ —— عَنْ غَالِبِ بْنِ الْهُذَيْلِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ مَسْجِدًا فَصَلّٰى مَعَهُمْ فَإِذَا إِمَامُهُمْ أَعْمٰى فَجَعَلُوْا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنی غیر موجودگی میں) ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین بنا نے (جب آپ مدینہ سے باہر غزوات میں تشریف لے جایا کرتے تھے) ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ہو کر لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور سعید بن منصور نے غالب بن ہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے، غالب بن ہذیل کہتے ہیں کہ

يَلُوْمُوْنَهُ، فَقَالَ سَعِيْدٌ مِنْ ثَمَّ كَرِهَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْإِمَامُ أَعْمٰى وَالْمُؤَذِّنُ أَعْمٰى وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَأَنَسٍ نَحْوَهُ۔

(ایک لفظ) میں سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا (نماز شروع ہو چکی تھی) تو سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (منفرد ہو کر) لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ غالب کہتے ہیں، میں کیا دیکھتا ہوں کہ جو امام بن کر نماز پڑھا رہے تھے وہ نابینا تھے، لوگ امام کو ملامت کرتے لگے (کہ تم نے نابینا ہو کر کیسے امامت کی پہل کی) سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نابینا امام اور نابینا موذن کو ناپسند فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی سعید بن جبیر اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف۔ واضح ہو کہ ابو داؤد کی مذکور الصدر حدیث سے جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت فی نفسہ جائز ہے، اس لیے کہ ابو داؤد کی اس روایت میں کسی قید کے بغیر نابینا کی امامت کا ذکر ہے۔

اب رہا سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا جو ثابت ہو رہا ہے وہ اس احتمال سے ہے کہ شاید نابینا اپنی نابینائی کی وجہ سے اپنے جسم یا کپڑے کو نجاست سے نہ بچاتا ہو مگر یہ احتمال بہت ضعیف ہے۔ اس لیے اس ضعیف احتمال کی وجہ سے نابینا کی امامت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے، اگر نابینا جماعت میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس کمزور احتمال کا لحاظ کئے بغیر نابینا کی امامت کو اولیٰ اور افضل قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اگر جماعت میں نابینا سے زیادہ کوئی عالم ہو تو ایسے موقع میں اس ضعیف احتمال کا لحاظ کر کے نابینا کو امام نہ بنانا چاہیئے۔

اور سعید بن منصور کی اس روایت میں لوگوں نے نابینا امام کو جو ملامت کی اس کی تائید میں سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا نابینا کی امامت کو پسند نہ فرمانے کا ذکر کیا ہے اور قوم نے امام کو جو ملامت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ قوم میں نابینا سے زیادہ عالم موجود ہوتے ہوئے نابینا نے امامت کی تھی (مرقات، رد المحتار، عمدۃ الرعایہ۔)

۱۴۹۴/۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ وَفِيْهِمْ عُمَرُ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے آپ کے حکم سے) جو صحابہ ہجرت کر کے سب سے پہلے مدینہ منورہ پہنچے تو ان کی امامت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا کرتے تھے جو ابو حذیفہ رضی اللہ

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ لَا بَأْسَ بِاَنْ یَّؤُمَّھُمُ الْاَعْرَابِیُّ وَالْعَبْدُ وَوَلَدُ الزِّنَا اِذَا قَرَءَ الْقُرْاٰنَ رَوَاہُ مُحَمَّدٌ فِی الْاٰثَارِ وَقَالَ بِہٖ نَاْخُذُ اِذَا کَانَ فَقِیْھًا عَالِمًا بِاَمْرِ الصَّلٰوۃِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔

عنہ، کے آزاد کردہ غلام تھے، سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی اقتدا کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بھی تھے، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔ اور ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ایک روایت میں اس طرح ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں حرج نہیں کہ اعرابی دیہاتی غلام اور ولدالزنا لوگوں کی امامت کریں جبکہ انہوں نے قرآن پڑھ لیا ہو، اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں جب کہ وہ عالم ہو اور نماز کے احکام جانتا ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

ف۔ واضح ہو کہ بخاری اور کتاب الآثار دونوں کی مذکورہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام، دیہاتی اور ولدالزنا تینوں کی امامت فی نفسہ جائز ہے اس لیے کہ بخاری کی روایت میں بغیر کسی قید کے غلام کی امامت کرنے کا ذکر ہے اور کتاب آثار کی روایت میں جو "لا بأس" کا ذکر ہے اس سے تنزیہی کراہت کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہ اس احتمال سے ہے کہ شاید ان تینوں کو تربیت کا موقع نہ ملا ہو جس کی وجہ سے یہ ان پڑھ رہ گئے ہوں، مگر یہ احتمال بہت ضعیف ہے۔ اس لیے اس ضعیف احتمال کی وجہ سے غلام، دیہاتی اور ولدالزنا کی امامت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے اگر یہ جماعت میں سب سے زیادہ عالم ہوں تو اس کمزور احتمال کا لحاظ کئے بغیر ان کی امامت کو اولیٰ اور افضل قرار دیا گیا ہے۔ ۱۲)

۱۲۹۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُھُمْ اٰذَانَھُمُ الْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ وَامْرَاَۃٌ بَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَلَیْھَا سَاخِطٌ وَاِمَامُ قَوْمٍ وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے بھی آگے نہیں بڑھتی[1] ایک وہ (اپنے آقا سے) بھاگا ہوا غلام کہ اس کی نماز (اپنے مالک) کے پاس واپس ہونے تک) قبول نہیں ہوتی۔ دوسرے اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسی حالت میں رات گذار دے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو[2]، تیسرے اس امام کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی جس سے لوگوں کی جماعت

[1] یعنے قبول نہیں ہوتی، گو فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔
[2] (بشرطیکہ قصور عورت کا ہو، اگر قصور مرد کا ہے تو پھر عورت اس وعید میں داخل نہیں ہوگی۔)

ناراض ہے[1] (ترمذی)

۱۴۹۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ صَلَاتُهُمْ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ اَنْ يَّاْتِيَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهُ وَرَجُلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی[2] ایک وہ شخص ہے جو امامت کے لیے آگے بڑھ گیا، باوجودیکہ جماعت اس سے ناراض ہے (اس لیے کہ یہ احکام شرعی کا خلاف کرتا ہے،) دوسرے اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی (جس کو بغیر عذر کے) آخر وقت نماز کے لیے آنے کی عادت ہو تیسرے اس شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی جو اپنے غلام باندی کو آزاد کر کے پھر ان کو غلام باندی بنا لے ایسا ہی اگر کوئی شخص کسی حر کو جو غلام باندی نہ ہوں زبردستی غلام باندی بنائے تو ایسے شخص کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی، اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۴۹۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ لَهُمْ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُءُوْسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ ایک ایسا شخص جو لوگوں کی امامت کرے باوجودیکہ جماعت اس سے ناراض ہے[3] دوسرے اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسی حالت میں رات گزار دے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے۔ (بشرطیکہ قصور عورت کا ہو) تیسرے ان دو بھائیوں کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی جو ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیں[4] ایسا ہی ایسے دو مسلمانوں کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی، جو ایک دوسرے

[1] کہ وہ شرعی احکام کا خلاف کرتا ہے، اگر جماعت اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے ناراض ہے تو ایسا امام اس وعید میں داخل نہیں ہوگا)

[2] گو فرض تو ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن ثواب نہیں ملتا۔ [3] اس لیے کہ یہ شرعی احکام کا خلاف کرتا ہے۔

[4] سلام وکلام موقوف کر دیتے ہوں۔

سے زیادہ تین دن سے زیادہ) قطع تعلق کر کے (سلام و کلام موقوف کر دئے ہوں[1]۔ (ابن ماجہ)

۱۳۹۸
۹
وَعَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَدَافَعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ اِمَامًا يُّصَلِّيْ بِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ قَالَ عَلِيُّ نِ الْقَارِيُّ فِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى جَوَازِ اِمَامَةِ الْمَفْضُوْلِ اِنْتَهٰى۔

حضرت سلامہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ (جہالت اور مسائل سے ناواقفی ایسی عام ہو جائے گی کہ) مسجد میں لوگ نماز کے لیے جمع ہوں گے، اور ہر ایک خود نماز نہ پڑھا کر دوسرے کو نماز پڑھانے کا کہے گا (اور نااہل ہونے کی وجہ سے) کوئی ان کو نماز پڑھانے والا نہیں ملے گا[2]۔ اس حدیث کی روایت امام احمد ، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ تین شخص بھی ہوں تو ان میں کوئی ایک امام بنے (اور ایک دوسرے پر نہ ڈھکیلیں)

۱۳۹۹
۱۰
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَّعَ كُلِّ اَمِيْرٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر امیر کی سر کردگی میں تم پر جہاد فرض ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور اگرچہ کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور تم کو ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ خواہ وہ نیک ہو یا بد اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو[3]۔ اور ہر مسلمان میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے خواہ وہ میت نیک ہو یا بد، اور اگرچہ وہ کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ رہا ہو۔ (ابو داؤد)

۱۵۰۰
۱۱
وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ

حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] اگر یہ قطع تعلق اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا ہو تو یہ اس وعید میں داخل نہ ہوں گے)

[2] اس سے معلوم ہوا کہ امامت کی اہلیت رکھنے کے باوجود امامت سے گریز کرنا اور امامت نہ کرنا مکروہ ہے)

[3] (ایسے امام کے پیچھے جماعت کا ثواب ضرور مل جائے گا، اب رہی وہ مقبولیت اور فضیلت جو متقی امام کے پیچھے حاصل ہوتی ہے، وہ ایسے امام کے پیچھے حاصل نہیں ہوگی، اس لئے فقہا نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔)

الْخِيَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاؤُا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغیوں میں محصور تھے۔ عبید اللہ نے آپ سے عرض کیا کہ خلیفۃ المسلمین تو آپ ہیں لیکن آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت آپ پر کیسی مصیبت آن پڑی ہے فتنہ انگیز باغی ہم کو نماز پڑھا رہے ہیں اور ہم ان کے پیچھے مقتدی ہو کر نماز پڑھنے سے گناہ گار ہو رہے ہیں، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا (ایسا نہیں) نماز سب اعمال میں بہترین عمل ہے، اگر کسی فاسق کے ساتھ مل[1] کر تم نیک عمل کرو تو تم پر اس کے فسق کا کوئی اثر نہ ہوگا اور تم گنہگار نہ ہوگے، ہاں اگر فاسق کے ساتھ اس کے فسق و فتنہ میں تم بھی شریک ہوگے تو اس وقت تم بھی فاسق سمجھے جاؤگے۔ (بخاری)

بَابُ مَا عَلَى الْاِمَامِ

باب امام کو مقتدیوں کی رعایت کس حد تک کرنی چاہیے۔

۱۵۰۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کسی امام کے پیچھے مختصر اور کامل نماز نہیں پڑھی[2]، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر فرما دیتے تھے، تاکہ اس کی ماں (بچہ کے رونے سے) پریشان نہ ہو (اور

---

[1] ایسا نہیں: باغی امام پر بغاوت کا گناہ ہوگا چونکہ تم دل سے اس بغاوت کو برا سمجھ رہے ہو، اس لیے باغی کی اقتداء کر کے نماز پڑھنے سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں آئیگا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ فاسق امام کے پیچھے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔)

[2] (مختصر اس حیثیت سے کہ طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل سے زیادہ لمبی قرأت نہیں فرماتے تھے اور کامل اس حیثیت سے کہ رکوع و سجدہ، قومہ اور جلسہ اور قعدہ کے لحاظ سے ہلکی نہیں ہوتی تھی)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۵۰۲ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۵۰۳ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ اٰخِرُ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا قَالَ اُدْنُهْ فَاَجْلَسَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهٗ فِيْ صَدْرِيْ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِيْ ظَهْرِيْ بَيْنَ كَتِفَيَّ ثُمَّ قَالَ اُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْكَبِيْرَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَاِنَّ فِيْهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ۔

اس کا دل نماز میں لگا رہے)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ قرأت لمبی کروں گا لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر قرأت سے پوری کرتا ہوں، اس لیے کہ بچہ کے رونے کی وجہ سے ماں پر کیا گزرتی ہے اس کو میں خوب جانتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آخری نصیحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے یہ کی تھی کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو، تو نماز مختصر قرأت کے ساتھ ادا کرنا، اس کی روایت مسلم نے کی ہے، اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا عثمان! تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جماعت کا مجھ پر رعب پڑتا ہے، جس کی وجہ سے میں امامت کرنے سے اپنے دل میں جھجک پاتا ہوں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا! عثمان! میرے قریب آجاؤ (جب میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے قریب ہوا تو حضور نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر میرے سینہ پر دونوں پستانوں کے درمیان اپنے دست مبارک کو رکھا، پھر ارشاد فرمایا پیٹھ پھیر کر بیٹھ جاؤ (جب میں پیٹھ پھیر کر بیٹھ گیا) تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان اپنی ہتھیلی مبارک رکھ دی، پھر ارشاد فرمایا عثمان (جاؤ) امامت کرو (اب تم میں جھجک نہیں رہے گی مگر تم کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ) جو شخص کسی

قوم کی امامت کرے تو اس کو مختصر قرأت کے ساتھ نماز پڑھانا چاہیئے[1] کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی، کمزور بھی اور ضرورت مند بھی، ہاں اگر کوئی تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے (قرأت) طویل کرے[2]

۱۵۰۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ السَّقِیْمَ وَالضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو مختصر (قرأت) کے ساتھ نماز پڑھانا چاہیئے کیونکہ جماعت میں بیمار، کمزور اور بوڑھے سب ہی طرح کے آدمی ہوتے ہیں، ہاں! اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جس قدر چاہے نماز کو طویل کرے (مگر اس قدر طویل نہ کرے کہ نماز کا وقت ہی گذر جائے) (بخاری و مسلم)

۱۵۰۵ وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اِنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْهُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت قیس ابن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں فلاں شخص کی وجہ سے نماز صبح کی جماعت میں شریک نہیں ہوا کرتا ہوں کیونکہ وہ ہمیں لمبی (قرأت) سے نماز پڑھاتے ہیں (جس کی میں تاب نہیں لا سکتا) (یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیحت کرنے میں اسی دن سے زیادہ غصہ فرماتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا، تم میں بعضوں کا ایسا برتاؤ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو دین کے کاموں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ پس جو شخص لوگوں کا امام بنے، اس کو مختصر (قرأت) سے نماز پڑھانا چاہیئے[3] کیونکہ اس کے پیچھے

[1] اور جو اذکار اور دعائیں نفل نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں، ان کو فرض میں پڑھ کر فرض کو طویل نہ کرنا چاہیئے۔

[2] اور جو اذکار اور دعائیں ماثورہ ہیں ان میں سے بھی جسے چاہے پڑھ سکتا ہے۔

[3] یعنی اس کو تمام نمازوں میں طوال مفصل اوساط مفصل اور قصار مفصل سے زیادہ طویل قرأت نہیں کرنا چاہیئے۔

کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند سب ہی طرح کے آدمی ہوتے ہیں، (اس لیے اس کو سب کی رعایت کرنا ضروری ہے۔) (بخاری و مسلم)

۱۵۰۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَ فِیْ اُخْرٰی لَهٗ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ وَرَوٰی اَحْمَدُ مِثْلَهٗ مَرْفُوْعًا وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے[1] اور مؤذن امانت دار ہے[2]، اے اللہ! اماموں کو علم و عمل کی ہدایت فرما اور مؤذنین (کی کوتاہیوں) کو بخش دے، اس کی روایت، ابو داؤد، ترمذی اور امام شافعی نے کی ہے۔ اور مصابیح میں بھی اس کی روایت موجود ہے، اور امام احمد نے بھی مرفوعًا اس کی روایت کی ہے جس کی سند صحیح ہے۔

وَفِی الْبِنَایَةِ بَیَانُهٗ اَنَّهٗ لَمْ یُرِدْ اَنَّهٗ ضَامِنٌ لِتَفْسِیْرٍ لِاَنَّ کُلَّ مُصَلٍّ ضَامِنٌ بِصَلَاةِ نَفْسِهٖ فَتَعَیَّنَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاِمَامُ ضَامِنًا لِلْقَوْمِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ ضَامِنًا لِلْقَوْمِ وُجُوْبًا وَّاَدَاءً لِاَنَّهٗ غَیْرُ مُرَادٍ بِالْاِجْمَاعِ فَتَعَیَّنَ اَنْ یَّکُوْنَ صِحَّةً وَّفَسَادًا۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے حالانکہ ہر شخص اپنی نماز کا ضامن ہوا کرتا ہے تو یہاں امام کا مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہونا اس لحاظ سے ہے جب کہ امام اور مقتدی کی نماز وجوب اور اداء کے لحاظ سے متحد ہو تو مقتدی کی ایسی نماز امام کی نماز میں ضم ہو کر ایک ہی سمجھی جائے گی۔

ف اس حدیث شریف کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وجوب اور ادا کو سمجھ لیا جائے۔ وجوب یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز واجب ہونے کے لحاظ سے ایک ہو، یعنے امام پر جو نماز واجب ہے۔ مقتدی بھی اسی نماز کو امام کے ساتھ ادا کر رہا ہو مثلاً امام ظہر کے فرض نماز ادا کر رہا ہے تو امام اور مقتدی دونوں کی یہ نماز وجوب کے لحاظ سے متحد ہوئی، اگر امام جمعہ پڑھ رہا ہو اور مقتدی ظہر کی نیت سے اس امام کی اقتداء کرے تو یہ اقتداء صحیح نہ ہوگی، اس لیے کہ وجوب کے لحاظ سے امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام جمعہ کی نیت سے نماز ادا کر رہا ہے اور مقتدی ظہر کی نیت سے اقتداء کرنا چاہتا ہے، تو امام اور مقتدی کے نمازوں کا وجوب جدا جدا ہوتے سے امام اور مقتدی میں جس وجوب کا اتحاد ضروری ہے وہ حاصل نہ ہوا اس لیے اقتداء درست نہ ہوئی۔

---

[1] کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کے صحتِ نماز پر منحصر ہے۔
[2] کہ لوگ نمازوں کے پڑھنے اور روزوں کے افطار میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں۔

اب رہی اَدَا تو واقع ہو کہ وجوب کے لحاظ سے جیسے امام اور مقتدی کی نماز میں اتحاد ضروری ہے ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ امام اور مقتدی کی نمازوں میں امام کی نماز اداکی حیثیت سے مقتدی کی اداکی حیثیت کے برابر ہو یا قوی ہو، امام اور مقتدی کے اداء کی حیثیت برابر ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام بھی طاہر ہو اور کسی عذر میں مبتلا نہ ہو، اس طرح دونوں کی اداء ایک ہی حیثیت کی ہوگی امام کے اداء کی حیثیت قوی ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام طاہر ہو، اور مقتدی کسی عذر مثلاً سلیل البول وغیرہ میں مبتلا ہو تو چونکہ امام کی حیثیت قوی ہے، اور مقتدی کی حیثیت ضعیف ہے اس صورت میں بھی دونوں کی اداء ایک ہی حیثیت کی سمجھی جائے گی۔ اس کے برخلاف اگر مقتدی طاہر ہو اور کسی عذر میں مبتلا نہ ہو، اور امام کسی عذر میں جیسے سلسل البول وغیرہ میں مبتلا ہو تو چونکہ امام کی حیثیت ضعیف ہے اور مقتدی کی حیثیت قوی ہے، اس لیے دونوں کی اداء ایک نہیں سمجھی جائیگی اور ایسے معذور امام کے پیچھے طاہر مقتدی نماز ادا نہیں کر سکتا۔ وجوب اور اَدا کو سمجھ لینے کے بعد اصل حدیث کو سمجھئے۔ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ امام کے سورۂ فاتحہ پڑھ لینے سے مقتدی کی طرف سے بھی سورۂ فاتحہ کی قرأت ادا ہو جاتی ہے۔

امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ مثلاً اگر امام کسی واجب کے ترک ہونے سے سجدۂ سہو کر رہا ہو تو مقتدی پر بھی سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اگرچہ مقتدی سے کوئی واجب ترک نہیں ہوا ہو چونکہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہی ہے اس لیے مقتدی کو بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے اس کے برخلاف اگر مقتدی سہواً کسی واجب کو چھوڑ دے تو نہ امام پر سجدۂ سہو واجب ہے، اور نہ خود مقتدی پر اس لیے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز میں ضم نہیں ہوئی ہے بلکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضم ہے پس جب امام کی نماز مقتدی کی نماز میں ضم نہیں ہوئی ہے تو مقتدی کے سہو سے امام پر سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا اور چونکہ مقتدی کی نماز میں امام کی نماز میں ضم ہوئی ہے اور اس وجہ سے امام مقتدی کی نماز سہو کے باوجود بھی ناقص نہیں سمجھی جائے گی۔

جب ثابت ہو چکا کہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہی ہے اور امام مقتدی کی نماز کا ضامن ہے تو مقتدی کی صحت نماز امام کی صحتِ نماز پر منحصر ہوگی، اس لیے امام کی نماز صحیح ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی صحیح ہوگی اور ایسا ہی مقتدی کی نماز کا فاسد ہونا امام کی نماز کے فاسد ہونے پر موقوف ہے کہ اگر امام کی نماز فاسد ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی۔ اگرچہ مقتدی کی نماز میں کوئی فساد واقع نہ ہوا ہو۔

مذکورہ تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ امام اور مقتدی کے وجوب اور اداء ایک ہونے سے مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضم ہو کر ایک ہی نماز سمجھی جائے گی اور امام مقتدی کی ایسی نماز کے صحت اور فساد کا ضامن ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر امام اور مقتدی کے وجوب اور اداء ایک نہ ہوں تو مقتدی کی ایسی نماز امام کی نماز میں ضم نہ ہوگی اس لیے امام مقتدی کی ایسی نماز کے صحت اور فساد کا ضامن نہ ہوگا (طحاوی، بنایہ، ردالمحتار، عمدۃ الرعایہ) ۱۲

۱۵۰۷ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ

حضرت عثمان بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فِی الرَّجُلِ یُصَلِّیْ بِالْقَوْمِ جُنُبًا قَالَ یُعِیْدُ وَیُعِیْدُوْنَ ۔

(رَوَاہُ مُحَمَّدٌ فِی الْاٰثَارِ)

۱۵۰۸/۸ وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَلّٰی بِالنَّاسِ وَھُوَ جُنُبٌ اَوْ مُحْدِثٌ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَاَعَادَ وَاَمَرَھُمْ اَنْ یُّعِیْدُوْا ۔

(رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

۱۵۰۹/۹ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ صَلّٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِالنَّاسِ وَھُوَ جُنُبٌ فَاَعَادَ وَلَمْ یُعِدِ النَّاسُ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ قَدْ کَانَ یَنْبَغِیْ مَنْ صَلّٰی مَعَکَ اَنْ یُّعِیْدُوْا قَالَ فَرَجَعُوْا اِلٰی قَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

(رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

کے سامنے ایک واقعہ پیش ہوا، عرض کیا گیا ایک شخص نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھائی ہے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا[1]، نماز کا اعادہ کرے اور مقتدیوں کو بھی چاہیئے کہ اپنی اپنی نماز کا اعادہ کریں، (اگرچہ کہ مقتدیوں سے نماز کے فساد کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی) اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے ۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک مرتبہ یاد نہ رہنے سے) جنابت کی حالت میں یا بغیر وضوء لوگوں کو نماز پڑھادی (جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد آگیا تو) آپ نے خود بھی نماز کا اعادہ فرمایا اور لوگوں کو بھی نماز کے اعادہ کا حکم دیا[2]، اس حدیث کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک مرتبہ بھولے سے) جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھائی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یاد آیا تو آپ نے اپنی نماز کا اعادہ کر لیا، لیکن لوگوں کو (یہ معلوم نہ تھا کہ امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز کے فساد کا سبب بنتا ہے) اس لیے انہوں نے نماز کا اعادہ نہیں کیا (جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے نماز کا اعادہ نہیں کیا ہے تو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، ان کو بھی نماز کا اعادہ کرنا چاہیئے تھا، ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ امام کی نماز کے فساد کا اثر مقتدی کی نماز پر پڑتا ہے، اس لیے مقتدیوں نے

---

[1] چونکہ امام نے بغیر غسل جنابت کے نماز پڑھائی ہے، اس لیے اس کی نماز فاسد ہو گئی اور امام کی نماز کا فساد مقتدیوں پر بھی اثر کرتا ہے، جیسے امام کی نماز نہیں ہوئی، ایسے ہی مقتدیوں کی بھی نماز نہیں ہوئی۔

[2] اس سے ثابت ہوا کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کا سبب ہوتا ہے۔

۱۵۱۰ وَعَنْ طَاؤُسٍ وَمُجَاهِدٍ فِيْ إِمَامٍ صَلَّى بِقَوْمٍ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ قَالَا يُعِيْدُوْنَ الصَّلَاةَ جَمِيْعًا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ارشاد پر عمل کر کے، اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیا۔ اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔

طاؤس اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسے امام کے بارے میں جس نے لوگوں کو بلا وضو نماز پڑھا دی ہو، یہ فرمایا کہ (امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کا سبب بنتا ہے) اس لیے امام اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کریں (امام طحاوی)

بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُوْمِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوْقِ

باب، مقتدی پر امام کی اتباع واجب ہونے اور مسبوق کے حکم کے بیان میں)

۱۵۱۱ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْ وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افعال نماز میں امام سے سبقت نہ کرو (بلکہ امام کے ہر فعل کے بعد ہی تم بھی اسی فعل سے ملا ہوا ادا کرو) جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر (اس طرح) کہو[1] اور جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو مقتدی سنتا رہے) اور جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ۔ پڑھ کر (آمین کہنے کا ارادہ کرے تو (تم مقتدی بھی (امام کی طرح آہستہ سے) آمین کہو، اور جس وقت امام رکوع کرے تو تم بھی امام کے رکوع کے بعد اس کے رکوع سے متصل رکوع کرو، پھر جب امام رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے[2] مقتدی کو چاہیئے کہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہے[3] (بخاری اور مسلم) مگر بخاری نے وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ کے الفاظ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

---

[1] کہ امام کے اللہ اکبر کی راء سے مقتدی کے اللہ اکبر کا الف ملا رہے بخلاف اس کے اگر مقتدی امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے خود تکبیر تحریمہ کہہ لے تو مقتدی کی نماز ہی نہ ہوگی۔

[2] تو امام کو چاہیئے کہ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" نہ کہے)

[3] جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" نہ کہے

وَقَالَ عَلِیُّ نِ الْقَارِیُّ مَذْهَبُنَا اَنَّ الْمُتَابَعَةَ بِطَرِيْقِ الْمُوَاصَلَةِ وَاجِبَةٌ وَالْفَاءُ التَّعْقِيْبِيَّةُ تُشِيْرُ اِلَيْهِ۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام کی اتباع کرنی واجب ہے (امام کے تکبیرات کہنے کے بعد مقتدی تکبیرات اور دوسرے ارکان نماز ادا کرے) کیونکہ فقولوا اور فارکعوا میں جو فاء ہے وہ تعقیبیہ ہے جو اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ امام کے بعد (پہلے نہیں) مقتدی ارکان صلوٰۃ ادا کرے۔

۱۵۱۲/۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو ہماری جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا! لوگو! میں تمہارا امام ہوں[1]، لہٰذا تم مجھ سے نہ رکوع کرنے میں سبقت کرو اور نہ سجدہ کرنے میں، نہ قیام میں اور نہ سلام پھیرنے میں (اگر سبقت کرو گے تو متابعت نہ رہے گی (تم سمجھتے ہو گے کہ) میں سامنے ہی سے دیکھ لیتا ہوں، ایسا نہیں بلکہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں، جیسا کہ سامنے سے[2]۔ (مسلم)

۱۵۱۳/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا يَخْشَى الَّذِیْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں (مثلاً رکوع یا سجدے سے) امام سے پہلے اپنا سر اٹھانے والا کیا اس بات سے بے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو مسخ کر کے گدھے کا سر بنا دے[3] (بخاری ومسلم)

[1] اور امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے۔ [2] اس لیے میں دیکھ لیتا ہوں کہ افعال نماز میں تم میری متابعت کرتے ہو یا مجھ سے سبقت کرتے ہو [3] اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ افعال نماز میں جو امام سے سبقت کرتا ہے وہ حماقت اور بلاوت میں گدھے جیسا ہے کیونکہ امام اس لیے بنایا تھا کہ متابعت کی جائے لیکن متابعت چھوڑ کر امام سے سبقت کرنا امام بنانے کے منشاء کے خلاف ہے، اس لیے یہ گدھے جیسا احمق ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مسخ کا ذکر ہے کہ امام سے سبقت کرنے والے کا سر مسخ ہو کر گدھے کا سر ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ مسخ ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ارشاد ہے کہ اس امت مرحومہ میں مسخ نہیں ہو گا، اس لیے کہ اس حدیث شریف کا منشاء یہ ہے کہ عام مسخ نہ ہوگا۔ یعنے اور امتوں کی طرح یہ تمام امت مسخ میں مبتلا نہ ہوگی، اگر بعضوں کو سزاءً مسخ کر دیا جائے تو اس حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے، چنانچہ دمشق کے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ اپنا منہ ہمیشہ ڈھانکے رہتا تھا، ایک روز جب اس کا چہرہ نظر آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا سر گدھے کا سر ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس نے اس حدیث کو سن کر یہ خیال کیا تھا کہ انسان کا سر گدھے کا سر کیسے ہو سکتا ہے (اور عمداً امام سے پہلے سر اٹھایا تو اس سر کا مسخ ہو کر گدھے کا سر ہو گیا اور اس کو معلوم کروایا گیا کہ مسخ ایسے ہو سکتا ہے۔ "نعوذ باللہ منہ" حدیث شریف سے بے ادبی کرنے، اور حدیث شریف کا انکار کرنے کی یہی سزا ہے دنیا میں، اور آخرت میں جدا عذاب ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث شریف کے انکار سے بچائے آمین (ماخوذ از مرقات) ۱۲

۱۵۱۴ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ الَّذِىْ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ وَيَخْفِضُهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ فَاِنَّمَا نَاصِيَتُهٗ بِيَدِ الشَّيْطَانِ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص (مثلاً رکوع اور سجدہ سے) امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھاتا ہے اور (ایسا ہی رکوع اور سجدہ میں جانے کے لیے) امام سے پہلے اپنے سر کو جھکاتا ہے تو وہ شیطان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے لہ اس حدیث کی روایت (امام مالک نے کی ہے۔

۱۵۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تھے گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دایاں پہلو گہرا چھل گیا اس لیے ایک فرض نماز آپ نے بیٹھے ہوئے پڑھائی اور ہم نے بھی آپ کے مقتدی ہو کر بیٹھے ہوئے اس فرض نماز کو ادا کیا، جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ

لہ کہ شیطان جو چاہتا ہے اس سے کروا رہا ہے، اس لیے وہ افعال نماز میں امام سے سبقت کر کے سنت اور شریعت کی نافرمانی کر رہا ہے۔ ٭ کچھ عجب اتفاق ہوا کہ باوجود شہسوار ہونے کے۔ ٭ جس کی وجہ سے آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکے۔

حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا
صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ۔

قَالَ الْحُمَیْدِیُّ قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰى جَالِسًا
فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِیْ مَرَضِهِ الْقَدِیْمِ
ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ
قِیَامٌ لَمْ یَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا
یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ
وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ اِلٰى اَجْمَعُوْنَ وَزَادَ فِیْ
رِوَایَةٍ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ وَاِذَا
سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔

ہو کر ارشاد فرمایا، [1] امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ امام جیسا کرے مقتدی بھی ویسا ہی کریں (یعنی) جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور جس وقت وہ رکوع کرے تو تم بھی اس کے بعد ہی متصل بلا فصل رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، کہو، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور جب امام (کسی عذر سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اور امام بخاری اس حدیث کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان کے استاد حمیدی نے کہا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا، (جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مرض الموت سے بہت پہلے کا ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ اس کا ناسخ ہے، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر امامت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کی اور صحابۂ کرام کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے امام کا کسی عذر سے بیٹھ کر امامت کرنا اور مقتدیوں کا بھی بلا عذر بیٹھ کر اقتداء کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے واقعہ سے منسوخ ہو گا۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی مسئلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی زمانہ کا فعل ایک ہو اور آخری زمانہ کا فعل دوسرا ہو تو آخری فعل واجب العمل ہوتا ہے، پہلا فعل منسوخ ہوتا ہے۔ اور آخری

[1] صاحبو! تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بنانے کا مقصد کیا ہے!

فعل ناسخ، اس لیے امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو کھڑے ہو کر اقتداء کرنا چاہیئے، یہ بخاری میں مذکور ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔

۱۵۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامِ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا يَتَاَخَّرَ فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ قَائِمًا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اس مرض سے بیمار ہوئے جس کے سبب سے آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور جب آپ کی بیماری بہت بڑھ گئی اور آپ باہر تشریف نہ لے جا سکے تو حسب عادت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ وہ امام ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں (اس اثناء میں ایک نماز کے موقع پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام بن کر نماز پڑھا رہے تھے کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیماری میں کچھ کمی معلوم ہوئی[1] آپ دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا دے کر جماعت کے لیے باہر تشریف لائے۔ (ام المومنین فرماتی ہیں کہ اس وقت کا منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (قدم اٹھانے کی قوت نہ ہونے کی وجہ سے) زمین پر اپنے پیر گھسیٹتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپ اسی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے، جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کی آہٹ محسوس کی اور پیچھے ہٹنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَقْتَدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا يُسْمِعُ اَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ۔

---

[1] اور باہر تشریف لانے کی قوت محسوس ہوئی، جماعت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر اہتمام تھا کہ بیماری میں کچھ کمی معلوم ہوتے کے بعد آپ تنہا نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھے اس لیے مسجد میں تشریف لے آئے)

کہ اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہٹیں، اور خود تشریف لے جاکر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام ہو کر عذر کی وجہ سے بیٹھے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مثل ساری جماعت کے مقتدی ہو کر مکبّر بن کر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ساری جماعت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی تکبیر کی آواز پر نماز پڑھ رہی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکبّر ہونے پر بخاری و مسلم کی یہ دوسری روایت دلالت کرتی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں،

ف، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے امامت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہو گئی اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیدھے جانب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تھے جو مقتدی کا مقام ہے اور امامت کے منتقل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت اسی جگہ سے شروع فرمائی جہاں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے چھوڑی تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں مذکور ہے۔

ف، رد یُسْمِعُ اَبُوْبَکْرٍ النَّاسَ التَّکْبِیْرَ، یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں کو پہنچا رہے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مکبّر تھے امام نہیں تھے اور خود ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ساری جماعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور امامت کا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہو جانا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا، اوروں کے لیے ایسے موقع پر یہ ہے کہ جب تک پہلا امام ہٹ کر کہیں اور نہ چلا جائے دوسرا شخص امام نہیں بن سکتا۔ مثلاً اگر امام کو حدث ہو جائے تو وہ وضو کے لیے چلا جائے گا اور اس جگہ دوسرا شخص امام بن کر نماز پڑھائے گا۔ پہلا امام ہوتے ہوئے دوسرا امام نہیں بن سکتا، دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ کسی عذر سے امام بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھائے تو جماعت کھڑی ہوئی نماز ادا کرے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل ہونے سے ناسخ ہے اور اسی پر عمل درآمد ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے اور اس سے پہلے کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے تو یہ پہلا فعل ہونے سے منسوخ ہے، جیسا کہ اُوپر کی حدیث میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔) (بخاری و مسلم)

۱۵۱۷ وَعَنْ عَلِیٍّ وَّمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ

حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے دونوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں

الصَّلٰوۃَ وَالْاِمَامُ عَلٰی حَالٍ فَلْیَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

سے کوئی شخص مسجد کو آئے اور دیکھے کہ جماعت ہو رہی ہے (تو وہ نیت کر کے کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ ادا کرے) اور امام جس حالت میں ہو اسی حالت میں شریک جماعت ہو جائے اور ویسا ہی کرے جیسا امام کر رہا ہے[1]۔ اس حدیث کی روایت (ترمذی) نے کی ہے)

۱۵۱۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْا شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ میں (یا کوئی اور امام) سجدہ میں ہو تو (تم ہمارے قیام میں آنے کا انتظار نہ کر کے) سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور سجدہ کے ملنے سے یہ نہ سمجھو کہ رکعت مل گئی ہے، بلکہ رکوع ملنے سے رکعت ملتی ہے۔ (ابوداؤد)

ف:۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ"، یعنی جس نے رکوع پالیا تو اس نے رکعت پالی، یہاں رکعۃ کے معنی رکوع کے اس وجہ سے کئے گئے ہیں کہ احادیث شریفہ میں جب لفظ رکعت کے ساتھ سجدہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے رکوع ہی مراد ہوتا ہے چنانچہ اس حدیث شریف میں پہلے سجدہ کا ذکر ہے، اور پھر رکعت کا، اس لیے یہاں رکعۃ سے مراد رکوع ہی ہے نہ کہ پوری رکعت۔

۱۵۱۹ وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ كَثِيْرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص (نیت کرے اور کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ ادا کر کے اس حالت میں رکوع پائے (کہ رکوع میں امام کے ساتھ کم از کم ایک دفعہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہنے کا موقع ملا ہو) تو اس

[1] اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسبوق امام کی موافقت کرے خواہ امام قیام میں ہو یا رکوع میں ہو، سجدہ میں ہو یا قعدہ میں اور امام کے قیام کی طرف رجوع کرنے کا انتظار نہ کرے جیسا کہ عوام کیا کرتے ہیں، البتہ رکعت پانے کے لیے امام کے ساتھ رکوع پانا ضروری ہے اور رکوع پانے کی حد یہ ہے کہ امام کے ساتھ کم از کم ایک دفعہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہہ لے، اگر امام کے رکوع کرنے کے بعد سجدہ یا قعدہ میں امام کے ساتھ جا ملا ہے تو اس رکعت کا شمار نہیں ہوگا۔

کو وہ رکعت پوری مل گئی ملہ رکوع نہیں ملنے والے کو گو رکعت تو مل گئی مگر سورۂ فاتحہ کی قرأت نہ ملنے سے وہ خیر کثیر سے محروم رہا۔ ملہ (امام مالک)

(رَوَاہُ مَالِکٌ)

۱۵۲۰/۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فِیْ جَمَاعَۃٍ یُدْرِکُ التَّکْبِیْرَۃَ الْاُوْلٰی کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کے لیے چالیس دن پانچوں نمازیں جماعت سے اس طرح ادا کی ہوں کہ امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت حاضر تھا اور اس نے امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد ہی تکبیر تحریمہ ادا کی ہو تو اس کے لیے دو طرح کی نجات لکھ دی جاتی ہے، ایک نجات دوزخ سے مل جاتی ہے کہ وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا اور دوسری نجات نفاق سے مل جاتی ہے ملہ (ترمذی شریف)

۱۵۲۱/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاھَا وَحَضَرَھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سنن اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ حضور دل سے) اچھی طرح وضو کرے اور جماعت کے ارادے سے مسجد کو جائے وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ملہ

ملہ اگر وہ شروع سے امام کے ساتھ شریک رہتا تو امام کے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنے سے اس کی طرف سے بھی سورۂ فاتحہ کی قرأت ادا ہو جاتی اور اس کو خیر کثیر حاصل ہو جاتا)

ملہ (اس لیے کوشش کرکے شروع سے امام کے ساتھ شریک رہے تاکہ سورۂ فاتحہ ملنے سے اس کو خیر کثیر حاصل ہو جائے)

ملہ کہ دنیا منافقوں کے اعمال مثلاً جھوٹ بولنے، وعدہ خلاف کرنے اور نماز کو سستی اور ریاء سے ادا کرنے سے بچا رہے گا اور اہل اخلاص کے اعمال کی اس کو توفیق دی جائے گی اور آخرت میں منافقین کے لیے جو عذاب خاص ہے اس سے بھی بچا لیا جائے گا۔

ملہ اس کو جماعت نہ ملنے سے بڑی حسرت ہوئی، چونکہ وہ جماعت کی نیت سے نکلا تھا اور اتفاق سے اس کو جماعت نہیں ملی اس لیے۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی (اس کی نیت اور پچھتاوے کی وجہ سے) جماعت میں حاضر ہونے والوں اور جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں ۔ (ابوداؤد، نسائی)

۱۵۲۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ِالْخُدْرِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَہٗ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰی مَعَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب (مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے) ایسے وقت حاضر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (جماعت سے) نماز پڑھ چکے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (چونکہ ان کو جماعت نہیں ملی ہے اس لیے) کوئی صاحب ان پر احسان کر کے ان کے ساتھ صورۃً جماعت بنا کر نماز ادا کریں ۔ یہ سن کر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ جماعت بنا کر نماز ادا کی ۔

(ترمذی و ابوداؤد)

بعض لوگ جماعت ثانیہ کو رد المحتار کے حوالے سے مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں جب کہ جماعت ثانیہ مسجد میں مکروہ تحریمی نہیں ۔ اعلحضرت امام احمد رضا بریلوی سے جماعت ثانیہ کے متعلق ایک سوال پوچھا گیا کہ بعض لوگ جماعت ثانیہ کی ممانعت پر تشدد برتتے ہیں، اس کے جواب میں فاضل بریلوی، امام اہلسنت نے فتاوی رضویہ، (جلد سوم صفحہ ۳۲۰، مطبوعہ دیپا سرائے سنبھل مراد آباد) میں اقوال فقہاء کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ مسجد میں جماعت ثانیہ بلا کراہت جائز ہے، آپ فرماتے ہیں ۔

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں، جب تو بالاجماع اس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز، بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں، نئی اذان و اقامت سے جماعت

لہ اس کو جماعت کا جو اجر و ثواب دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدر دانی ہے اس کو اجر دینے سے جو جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں، ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی ۔

سہ جو لوگ جماعت کے پابند ہوتے ہیں ان کو جماعت نہ ملنے کا بہت رنج ہوتا ہے، یہ محسوس فرما کر جماعت ہونے کے بعد آنے والے صحابی کی تسلی کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا!

سہ اس سے جماعت نہ ملنے والے کو جماعت کا جو ثواب ملے گا گو وہ پہلی جماعت کا ثواب تو نہ ہوگا مگر پھر بھی کچھ اجر ملے گا، جو شخص شریک ہو کر ان کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، سمجھا جائے گا کہ یہ شخص اس پر ثواب خیرات کر رہا ہے ۔

کرنے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلا شبہ جائز۔

(۳) یا اوّل اہل ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) یا آذان آہستہ دی تو ان کے بعد آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں۔ (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولیٰ فاسد، یا مطلقاً مکروہ، یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انہیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں، یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں۔

اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجدِ محلہ ہے اور اس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے، اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے، آئے، انہیں بھی اس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، ظاہر الروایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا ہے۔ علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے درر وغرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں، اور اسی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا، اور ایسے ہی منیع وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادۂ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ہے، ورنہ اصلاً کسی طرح کی نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتوی، در مختار میں ہے۔

یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن۔

کہ مسجد محلہ میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ ہے، یہ کراہت راستے کی مسجد یا ایسی مسجد میں امام اور مؤذن نہ ہوں، سکے لیے نہیں ہے۔

رد المحتار میں ہے۔

عبارتہ فی الخزائن اجمع مما ھنا ونصھا یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ لکن بمخافتۃ ولو کرر اھلہ بدونھما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامۃ علیحدۃ کما فی امالی قاضیخان ونحوہ فی الدرر۔

خزائن الاسرار میں عبارت جس پر اجماع اور نص ہے کہ محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ مگر جب اذان واقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو یا کسی اہل (امام وغیرہ) نے نماز نہ پڑھائی ہو تو اس صورت میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔

اور جماعت کا تکرار اس کے اہل نے کیا۔

والمراد بمسجد المحلۃ مالہ امام وجماعۃ معلومون کما فی الدرر وغیرھا

یا وہ مسجد طریق ہے تو سب کے نزدیک جماعت ثانیہ جائز ہے جیسے وہ مسجد جس کا نہ کوئی امام ہے

قال فی المنبع والتقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز من الشارع، وبالاذان الثانی احتراز مما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر

اور نہ مؤذن اور لوگ جماعت در جماعت اس میں نماز پڑھتے ہیں تو اس میں افضل ہے کہ ہر جماعت اپنی علیحدہ اذان واقامت کہہ کر جماعت کرائے جیسا کہ یہ مسئلہ امالی قاضیخان میں ہے اور اسی طرح درر میں ہے۔ مسجد محلہ سے مراد یہ ہے کہ جس کا کوئی امام مقرر ہو اور وہاں معین وقت پر نماز با جماعت بھی ہوتی ہو جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔

منبع میں کہا کہ مسجد کی قید یہ مختص ہے مسجد محلہ کے ساتھ، راستے کی مسجد اس میں داخل نہیں ہے اور اذان ثانی کی قید محلہ کی مسجد اس صورت میں ہے کہ جب پہلی جماعت بغیر اذان کے ہوئی ہو۔ اگر محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت اذان واقامت کے ساتھ ہوئی ہے تو دوسری جماعت بغیر اذان واقامت کے ہو اور امامت کی جگہ بدل کر ہو تو درست ہے۔

اذان حیث یباح اجماعا اھ ثم قال اعنی الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراھۃ مقتضی ھذا الاستدلال لاکراھۃ التکرار فی مسجد المحلۃ ولو بدون اذان ویؤیدہ ما فی الظھیریۃ لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ اھ وھذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ الخ وقال قبل ھذا فی باب الاذان بعد نقل عبارۃ الظھیریۃ وفی اخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لو کانت الجماعۃ اکثر من ثلثۃ یکرہ التکرار والا فلا۔

وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی البزازیۃ اھ وفی التاترخانیۃ عن الولوالجیۃ۔

علامہ شامی نے کراہت جماعت ثانیہ پر دلیل نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس استدلال کا مقتضی یہ ہے کہ محلہ کی مسجد میں تکرار جماعت مکروہ نہ ہو اور اگرچہ جماعت بغیر اذان کے ہوئی ہو۔ اس کی تائید فتاوی ظہیریہ سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی جماعت مسجد میں اس وقت داخل ہوں جب کہ اہل محلہ نے نماز با جماعت ادا کر لی ہے تو وہ سب کے سب ظاہر الروایۃ کے مطابق اکیلے اکیلے نماز ادا کریں اور یہ بات گذشتہ اجماعی مسئلہ کے خلاف ہے امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر جماعت میں تین افراد سے زیادہ ہوں تو جماعت کا تکرار مکروہ ہے اور اگر تین سے زیادہ نہ ہوں تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

امام ابو یوسف سے ہے کہ اگر جماعت ثانیہ جماعت اولی کی ہیئات پر نہ ہو تو پھر جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور اگر جماعت اولی کی ہیئات وشکل پر جماعت ثانیہ ہو تو پھر مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اور جماعت ثانیہ میں محراب کا تبدیل کر لینا

صیغات اولیٰ سے عدول ہے۔ فتاوی بزازیہ میں اسی طرح ہے۔

بالجملہ، جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول درر، و منیع، و خزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحقیق قول صحیح اور مفتی بہ پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ کر ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم پر لازم کہ آئمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرما گئے اس کا اتباع کریں، درمختار میں ہے در اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم پھر خلاف مذہب صحیح اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پھر کہتا ہوں، حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب ہے۔ علماء فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اَھْلَ زَمَانِہٖ فَھُوَ جَاھِلٌ۔ جو شخص اہل زمانہ کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے " اب دیکھیے نہ کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش ہے، یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام تام کر لیتے، رہا وہی کہ کچھ آئے اور کچھ نہ آئے، ہاں! یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ، دس دس جورہ جاتے ایک مسجد میں، ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں۔

حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہوتا تو درکنار خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کرتے، اب وہ خود بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم، جماعت کی جو قدرے وقعت لگا ہوں میں ہے کہ اگر تنہا رہ گئے اور تنہا پڑھی، ایک طرح کی خجالت و ندامت ہوتی ہے۔ جب بفتویٰ مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے، اکیلے پڑھ لیا کریں، تو ایک تو مرگ انبوہ جشنے دارد، دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گر جائے اور اس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی۔

اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر، اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر نہ کیجیے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی، اوّل ہو چکی، اب جماعت تو ملنے سے رہی، اپنی اکیلی نماز ہے۔ جب جی میں آیا پڑھ لیں گے، یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے، لاؤ گھر ہی میں سہی یا ھذا۔ آئمہ رحمہم اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں۔ مَنْ و تو سے ان ان کے علوم وسیعہ، اور عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں۔ روایت و درایت، و مصالح شریعت و زمانہ و حالات کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جانے۔ پھر ان کے حضور دخل درمعقولات کیسا، فاللہ الھادی و ولی الایادی۔ اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولانا جلیل۔

تنبیہ:۔ یہ ان کے لیے ہے جو اتفاقاً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے، نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر، قصداً بلا عذرِ مقبولِ شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں، یہ بلا شبہ ناجائز ہے

جماعت ثانیہ کے ثبوت اور وضاحت میں فاضل بریلوی نے رسالہ اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَۃُ لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃَ بھی تصنیف فرمایا ہے۔

۱۵۲۳ ۱۳ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ یُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَجَمَعَ اَھْلَہٗ فَصَلّٰی بِھِمْ

وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ کے اطراف میں کسی مقام پر تشریف لے گئے (وہاں سے واپس ہوتے میں دیر ہوگئی) نماز کے لیے جب آپ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے تو آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ (با جماعت) نماز ادا فرمائی اس کی روایت طبرانی نے کبیر اور اوسط میں کی ہے اور ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

۱۵۲۴ ۱۴ وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ التَّابِعِیِّ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا فَاتَتْہُ الْجَمَاعَۃُ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہٖ ذَھَبَ اِلٰی مَسْجِدٍ اٰخَرَ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا وَمَا وَرَدَ مِنْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ یَّتَصَدَّقُ لَا یَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ التَّکْرَارِ الْمُتَکَلَّمِ فِیْہِ وَھُوَ اِقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُفْتَرِضِ اِذِ الثَّابِتُ بِہٖ اِقْتِدَاءُ الْمُتَنَفِّلِ بِالْمُفْتَرِضِ وَلَا یُحْکَمُ بِکَرَاھَتِہٖ بَلْ وَرَدَ فِیْ جَوَازِہٖ حَدِیْثٌ اٰخَرُ مِنْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا صَلَّیْتُمَا فِیْ رِحَالِکُمَا ثُمَّ اَتَیْتُمَا صَلٰوۃَ قَوْمٍ فَصَلِّیَا مَعَھُمْ وَاجْعَلَا صَلٰوتَکُمَا مَعَھُمْ سُبْحَۃً کَمَا ھُوَ ظَاھِرٌ وَمَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا

حضرت اسود بن یزید تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی گئی ہے کہ جب کبھی ان کو اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت نہیں ملتی تو وہ دوسرے محلہ کی مسجد میں (جماعت حاصل کرنے کے لیے) جایا کرتے تھے[1] (ابن ابی شیبہ) بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً کی ہے۔

---

[1] اگر اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت اولیٰ کے لیے جانا واجب ہے اور دوسرے محلہ کی مسجد میں جماعت اولیٰ حاصل کرنے کے لیے جانا مستحب ہے، یہ بدائع میں مذکور ہے۔

بَابُ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً مَرَّتَیْنِ

۱۵۲۵ عَنْ سُلَیْمٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ اَتَہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ یَاْتِیْنَا بَعْدَ مَا نَنَامُ وَنَکُوْنُ فِیْ اَعْمَالِنَا بِالنَّهَارِ فَیُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ فَنَخْرُجُ اِلَیْہِ فَیُطَوِّلُ عَلَیْنَا فَقَالَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَامُعَاذُ لَا تَکُنْ فَتَّانًا اِمَّا اَنْ تُصَلِّیَ مَعِیَ وَاِمَّا اَنْ تُخَفِّفَ عَلٰی قَوْمِکَ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِیُّ)

وَقَالَ الْاِمَامُ ابْنُ الْهُمَامِ فَشَرَعَ لَہٗ اَحَدَ الْاَمْرَیْنِ الصَّلٰوۃَ مَعَہٗ وَلَا یُصَلِّیْ بِقَوْمِہٖ اَوِ الصَّلٰوۃَ بِقَوْمِہٖ عَلٰی وَجْہِ التَّخْفِیْفِ وَلَا یُصَلِّیْ مَعَہٗ هٰذَا حَقِیْقَۃُ اللَّفْظِ اَفَادَ مَنْعَہٗ مِنَ الْاِمَامَۃِ اِذَا صَلّٰی مَعَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَمْنَعُ اِمَامَتَہٗ بِالْاِتِّفَاقِ فَعُلِمَ اَنَّہٗ مِنَ الْفَرْضِ اِنْتَهٰی۔

باب ایک نماز کو دو دفعہ پڑھنے والے کے بیان میں ہے

بنی سلمہ کے ایک صاحب جن کا نام سلیم تھا ان سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (آپ کے ساتھ مقتدی بن کر عشاء کے فرض پڑھ کر) ہمارے سو جانے کے بعد (ہم کو عشاء کی نماز پڑھانے کے لیے) آیا کرتے ہیں اور ہم دن بھر کے کاروبار سے تھکے ہوئے ہوتے ہیں، جب وہ اذان دیتے تو ہم نماز کے لیے (اپنے گھروں سے) نکل آتے ہیں[۱]، معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) طویل قراءت سے نماز پڑھایا کرتے ہیں (اس وقت یہ بھی ظاہر ہوا کہ نفل کی نیت سے امام ہوا کرتے ہیں) تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم طویل قرأت پڑھ کر لوگوں کو فتنہ میں مت ڈالو[۲] میرے ساتھ فرض کی نیت سے نماز پڑھو تو قوم کو پھر دوبارہ نہ پڑھاؤ[۳]
اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے۔۱۲

---

[۱] جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نفل کی نیت سے امامت کرتے تھے (اور ساری جماعت فرض کی نیت سے اقتداء کرتی تھی) (اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دی گئی تھی) جب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی یہ شکایت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئی تو آپ نے انہیں ایسی عمل کرانے سے منع

[۲] اب تک تم نے نفل کی نیت سے جو امامت کی ہے آئندہ کے لیے اس کو منسوخ سمجھو، دو میں سے کوئی ایک کام کرو۔

[۳] اگر قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے ہو تو اپنی نماز میرے ساتھ نہ پڑھو اور قوم کو طویل قرأت سے نماز نہ پڑھاؤ

وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ وَبِهٖ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَ
الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالنَّخْعِيُّ
وَاَبُوْ قِلَابَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ ۣ الْاَنْصَارِيُّ وَ
مُجَاهِدٌ وَطَاؤُسٌ وَاَجَابَ الطَّحَاوِيُّ عَنْ
حَدِيْثِ مُعَاذٍ ۣ الَّذِيْ يَدُلُّ عَلٰى صِحَّةِ اِقْتِدَاءِ
الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ بِاَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ وَيُسْتَدَلُّ
عَلٰى ذٰلِكَ بِوَجْهٍ حَسَنٍ وَذٰلِكَ اَنَّ اِسْلَامَ
مُعَاذٍ مُتَقَدِّمٌ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ سِنِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ صَلَاةَ
الْخَوْفِ غَيْرَ مَرَّةٍ مِّنْ وَجْهٍ وَقَعَ فِيْهِ
مُخَالَفَةٌ ظَاهِرَةٌ بِالْاَفْعَالِ الْمُنَاقِضَةِ
لِلصَّلٰوةِ فَيُقَالُ لَوْجَازَتْ صَلٰوةُ الْمُفْتَرِضِ
خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ لَاَمْكَنَ اِيْقَاعُ الصَّلٰوةِ
مَرَّتَيْنِ عَلٰى وَجْهٍ لَا تَقَعُ فِيْهَا الْمُنَافَاةُ وَ
الْمُفْسِدَاتُ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ الْحَالَةِ وَحَيْثُ
صَلَّيْتُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ مَعَ اِمْكَانِ دَفْعِ
الْمُفْسِدَاتِ عَلٰى تَقْدِيْرِ جَوَازِ اِقْتِدَاءِ الْمُفْتَرِضِ
بِالْمُتَنَفِّلِ دَلَّ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ كَذَا فِيْ
عُمْدَةِ الْقَارِيْ۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امام کا نفل کی نیت سے قوم کی امامت کرنا اور قوم کا فرض کی نیت سے اقتداء کرنا ہمیشہ کے لیے ناجائز قرار پایا، فرض پڑھنے والے مقتدیوں کا نفل کی نیت سے امام بننا جائز نہ ہونے پر ایک اور دلیل "صلاۃ خوف" ہے جس کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد کئی بار ادا فرمایا ہے۔ پہلے "صلاۃ خوف" کو سمجھئے صلاۃ خوف یہ ہے کہ جب کسی دشمن کا سامنا ہو، اور دشمن کے خوف سے سب لوگ مل کر جماعت سے یک وقت نماز نہ پڑھ سکتے ہوں! مثلاً قصر نماز ہو رہی ہو تو مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے، جب امام ایک رکعت ختم کرکے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تو پہلا حصہ دشمن کے مقابلہ کے لیے چلا جائے، اور دوسرا حصہ جو دشمن کے مقابل تھا وہاں سے آکر امام کے ساتھ امام کی بقیہ نماز میں شریک ہو جائے اور جب امام ختم نماز پر سلام پھیر دے تو یہ دوسرا حصہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ کے لیے چلا جائے اور

پہلا حصہ جو دشمن کے مقابلہ کو گیا تھا پھر واپس ہو کر اپنی بقیہ نماز لاحق کی طرح بغیر قرأت کے تکمیل کرلے، پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ واپس ہو کر اپنی نماز قرأت کے ساتھ مسبوق کی طرح تکمیل کرلے اور سلام پھیر دے۔

صلاۃ خوف کو سمجھنے کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے احوال جو صلاۃ خوف میں ہوئے ہیں ان پر غور کیجئے۔ کہ آپ نے اکثر غزوات میں جو ہجرت کے بعد ہوئے ہیں، مذکورہ صلاۃ خوف کے طریقہ پر نماز ادا فرمائی ہے، اگر امام نفل کی نیت سے فرض نماز پڑھنے والوں کی امامت کر سکتا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نصف فوج کو فرض کی نیت سے پوری نماز پڑھا دیتے اور باقی نصف فوج کو دوبارہ نفل کی نیت سے فرض پڑھاتے اور مقتدی فرض کی نیت سے اقتداء کرتے، اس صورت میں نماز کے منافی کوئی حرکت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، ایسا نہ کرکے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرض کی نیت سے آدھی فوج کو ایک رکعت اور بقیہ نصف کو جو ایک ایک رکعت پڑھائی، جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام نفل کی نیت سے فرض پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا ہے۔ اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی کے قائل امام زہری، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن المسیب، امام نخعی، حضرت ابو قلابہ، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری، حضرت مجاہد اور حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔

صلاۃ خوف کے واقعات جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، ہجرت کے بعد آخری زمانہ کے ہیں اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت پہلے اسلام قبول فرمایا تھا۔ اور ابتداء زمانہ میں ایک ہی نماز کو ایک مرتبہ فرض کی نیت سے ادا کرکے پھر دوبارہ اسی نماز کو نفل کی نیت سے پڑھاتے اور اقتداء کرنے والے فرض کی نیت سے اقتداء کرتے تھے، چونکہ صلاۃ خوف کے واقعات آخری زمانہ کے ہیں اور حضرت معاذ کا واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔ اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نفل کی نیت سے قوم کو فرض نماز پڑھانے کا منسوخ ہونا صلاۃ خوف سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ (طحاوی، عمدۃ القاری اور ابن ہمام) ۱۲

۱۵۲۶ وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا الظُّهْرَ فِيْ بُيُوْتِهِمَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا يَرَيَانِ اَنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ اَتَيَا الْمَسْجِدَ وَهُمَا يَرَيَانِ اَنَّ الصَّلٰوةَ لَا تَحِلُّ لَهُمَا فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُمَا فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا فَجِيْئَ بِهِمَا وَفَرَائِصُهُمَا تُرْعَدُ مَخَافَةً اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ حَدَثَ فِيْ اَمْرِهِمَا شَيْءٌ فَسَاَلَهُمَا فَاَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ فَقَالَ اِذَا فَعَلْتُمَا ذٰلِكَ

حضرت اسود بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) دو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے زمانہ میں ظہر کی نماز اپنے اپنے گھر میں اس خیال سے پڑھ لیتے تھے کہ (مسجد میں) لوگ (جماعت سے نماز) پڑھ چکے ہوں گے، پھر یہ دونوں جب مسجد کو آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں ان دونوں نے اپنے خیال میں سمجھا کہ (ایک دفعہ تنہا نماز پڑھ لینے کے بعد دوبارہ ان کی

فَصَلَّيْنَا مَعَ النَّاسِ وَاجْعَلَا الْأُوْلٰى هِيَ الْفَرِيْضَةُ رَوَاهُ إِمَامُنَا أَبُوْحَنِيْفَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلُوا الْأُوْلٰى فَرِيْضَةً وَهٰذِهٖ نَافِلَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا الْإِمَامَ فَصَلِّيَا مَعَهٗ فَتَكُوْنَ لَكُمَا نَافِلَةً وَالَّتِيْ فِيْ رِحَالِكُمَا فَرِيْضَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ وَأَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللهِ[1] إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ۔

نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی لیے یہ دونوں ایک طرف مسجد میں (نماز میں شریک ہوئے بغیر ہی) بیٹھ گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو دیکھا کہ (جماعت میں شریک ہوئے بغیر علیحدہ) بیٹھے ہوئے ہیں، اس لیے آپ نے کسی کو بھیجا کہ ان دونوں کو بلائے، وہ دونوں جب خدمت اقدس میں حاضر کئے گئے تو ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ وہ خوف وہیبت سے کانپ رہے تھے کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی نیا حکم تو نہیں نازل ہوا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ جماعت میں شریک نہ ہو کر علیحدہ بیٹھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا[1]، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا سنو! جب تم نے (فرض کی نیت سے) تنہا نماز پڑھ لی ہو اور پھر جماعت میں شریک ہونے کا موقع آئے تو دوبارہ جماعت میں شریک ہو جایا کرو اور پہلے جو نماز پڑھ چکے ہو اس کو ہی فرض سمجھو اور جماعت سے جو نماز پڑھی جائے گی اس کو نفل خیال کرو، اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور بیہقی، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور شرح زرقانی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فجر عصر اور مغرب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے ان نمازوں کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ جماعت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

۱۵۲۷/۳ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ مِحْجَنٍ عَنْ أَبِيْهِ

حضرت بسر بن محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد

له اور ظاہر کیا کہ چونکہ ہم گھروں سے نماز پڑھ کر آئے تھے اس لیے پھر دوبارہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھنے کو ناجائز سمجھتے تھے حضور! ہم اسی وجہ سے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے۔

اَنَّهٗ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ الْمَسْجِدَ وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محجن (ایک دفعہ) مسجد کے کسی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اذان تو ہو چکی تھی اور جب) اقامت کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھے، نماز ادا فرمائی اور (نماز سے پہلے) مسجد میں جس جگہ بیٹھے تھے، وہیں تشریف لائے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھنے کہ محجن (جماعت میں شریک ہوئے بغیر ہی وہیں بیٹھے ہوئے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیوں محجن! مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تم کو کونسی چیز مانع ہوئی! کیا تم مسلمان نہیں ہو! محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا، حضور! میں مسلمان ہوں، نماز میں شریک نہ ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے جماعت میں شریک نہیں ہوا کہ میں اپنے اہل وعیال میں (تنہا) نماز پڑھ کر آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سنو محجن! جب تم تنہا نماز پڑھ کر مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ اقامت ہو رہی ہے تو مسلمانوں کے ساتھ (نفل کی نیت) سے نماز میں شریک ہو جایا کرو اگرچہ تم وہی نماز فرض کی نیت سے پڑھ چکے ہو۔

(امام مالک و نسائی)

ف واضح ہو کہ یہ حدیث اور اس کے بعد کی چند حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں جماعت مل جانے سے پانچوں نمازوں کو نفل کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ حکم صرف ظہر اور عشاء سے متعلق ہے، رہا فجر، عصر اور مغرب کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ نہ پڑھنے کی حدیثیں دار قطنی، امام مالک اور عبد الرزاق سے آگے آ رہی ہیں جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔ ۱۲

۱۵۲۸ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ يُصَلِّيْ اَحَدُنَا فِيْ مَنْزِلِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ

قبیلہ اسد بن خزیمہ کے ایک صاحب سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے مکان میں

وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَاُصَلِّیْ مَعَهُمْ فَاَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذٰلِكَ لَهٗ سَهْمُ جَمْعٍ ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

تنہا نماز پڑھ لے پھر وہ مسجد میں آئے اور دیکھے کہ نماز کے لیے اقامت ہو رہی ہے، تو کیا وہ ایسی صورت میں جماعت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے؟ (مجھے تو اس میں شک ہے کہ کیا جو صورت بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے؟) تو ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا (شک کی ضرورت نہیں) ہم نے اس مسئلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے تحقیق کر لی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو بھی جماعت کا پورا ثواب ملتا ہے[1]۔ اس کی روایت امام مالک اور ابو داؤد نے کی ہے۔

۱۵۲۹ وَعَنْ سُلَیْمَانَ مَوْلٰى مَیْمُوْنَةَ قَالَ اَتَیْنَا ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ اَلَا تُصَلِّیْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّیْتُ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا صَلٰوةً فِیْ یَوْمٍ مَّرَّتَیْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَفِی التَّعْلِیْقِ الْمُمَجَّدِ مَعْنَاهُ لَا تُصَلُّوْا عَلٰى وَجْهِ الْاِفْتِرَاضِ بِاَنْ تَجْعَلُوْا كِلْتَیْهِمَا فَرِیْضَةً بَلِ الْاُوْلٰى فَرِیْضَةٌ وَالثَّانِیَةُ نَافِلَةٌ اِنْتَهٰى ۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مولیٰ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے باہر جو چبوترہ تھا جس کو بلاط کہتے تھے وہاں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہوئے تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ادھر مسجد میں جماعت ہو رہی تھی، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جماعت میں شریک نہ ہو کر یہاں کیوں بیٹھے ہیں تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، میں ایک بار نماز پڑھ چکا ہوں، اس لیے پھر دوبارہ جماعت میں شریک نہیں ہوا، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ایک ہی دن میں ایک وقت کی نماز کو (فرض) پڑھ کر دوبارہ فرض کی نیت سے نہ پڑھا کرو۔ اس کی روایت امام احمد ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرض کی نیت سے نماز پڑھ چکے تھے اس لیے دوبارہ فرض کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہوئے تھے تو ان کو چاہیئے تھا کہ نفل کی نیت

[1] بشرطیکہ فجر، عصر اور مغرب نہ ہوں اس لیے کہ ان نمازوں کو تنہا پڑھ لینے کے بعد دوبارہ ان نمازوں کی جماعتوں میں شریک نہ ہونا چاہیئے اس کی صراحت دارقطنی کی حدیث سے آگے آرہی ہے۔

سے شریک جماعت ہو جاتے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جماعت کے ساتھ فرض کی نیت سے نماز پڑھ چکے تھے اور جماعت سے نماز پڑھنے والے کو ہی نماز پھر دوبارہ نفل کی نیت سے بھی جماعت میں شریک ہو کر نہ پڑھنا چاہیئے۔ اسی لیے آپ نفل کی نیت سے بھی شریک جماعت نہیں ہوئے۔
(مرقات - ۱۲)

۱۵۳۰ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ أَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ أَدْرَكَهُمَا مَعَ الْإِمَامِ فَلَا يَعُدْ لَهُمَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مغرب یا صبح کے فرض نماز کو (تنہا) پڑھے یا جماعت سے) پھر یہ نمازیں کہیں جماعت سے پڑھی جا رہی ہوں اور اس کو جماعت میں شریک ہونے کا موقع آئے تو ایسے شخص کو دوبارہ ان نمازوں کی جماعت میں شریک نہ ہونا چاہیئے (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ فجر اور مغرب کے فرض ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد پھر دوبارہ ان نمازوں کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اب رہی عصر کی نماز تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایت جو ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے اس میں صبح کے فرض کے بعد جیسے نفل کا جائز نہ ہونا مذکور ہے، ایسے ہی عصر کے فرض کے بعد بھی نفل کے جائز نہ ہونے کا ذکر ہے۔ اس طرح بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں صبح کی نماز کے بعد جماعت میں شریک نہ ہونے کی جیسے ممانعت ہے، اب رہی یہ بات کہ صدر کی حدیث میں جو نافع رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔ اس میں عصر کی نماز کا کیوں ذکر نہیں ؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے فجر اور مغرب کا ذکر آیا تھا اس لیے آپ نے صرف ان دونوں ہی کا حکم بتلایا اور اگر حضرت ابن عمر کے سامنے عصر کا بھی ذکر آتا تو اس کا بھی یہی جواب ارشاد فرماتے۔

اب رہا یہ کہ جب مغرب کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے تو پھر ایسے شخص کو جس نے مغرب کے فرض پڑھ لئے ہوں اس کو دوبارہ جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہونے سے کیوں منع کیا جا رہا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تین رکعت کا نفل کی نیت سے ادا کرنا تیسرا ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اگرچہ کہ ایسا شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت کا اضافہ کر کے نماز کو جفت ہی کیوں نہ کرے اس لیے کہ مقتدی پر امام کی متابعت ضروری ہے اور اس صورت میں مقتدی کا امام کی نماز پر زیادتی کرنا لازم آتا ہے اسی وجہ سے نفل کی نیت سے بھی مغرب کی نماز میں دوبارہ شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

۱۵۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ فِيْ أَهْلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد

ثُمَّ اَدْرَكْتَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّهَا اِلَّا الْفَجْرَ وَالْمَغْرِبَ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ ۔

فرمایا کہ جب تم نے اپنے گھر میں کوئی فرض نماز پڑھ لی (اس کے بعد مسجد آئے اور جماعت ہو رہی ہو تو) نفل کی نیت سے جماعت میں شریک نہ ہونا چاہیئے اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب تم نے اپنے گھر میں کوئی فرض نماز پڑھ لی اور (اس کے بعد مسجد آئے اور جماعت ہو رہی ہو تو نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو کر) اس نماز کو دوبارہ پڑھ لیا کرو، فجر اور مغرب میں ایسا موقع آئے تو نفل کی نیت سے بھی اس میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔[1]

۱۵۳۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ فِيْ اَهْلِكَ ثُمَّ اَدْرَكْتَ الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْاِمَامِ فَصَلِّ مَعَهٗ غَيْرَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ فَاِنَّهُمَا لَا يُصَلِّيَانِ مَرَّتَيْنِ ۔

(رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ (اگر کوئی نفل کی نیت کی بجائے فرض کی نیت سے شریک ہونا چاہے تو بھی وہ شریک جماعت نہیں ہو سکتا اس لیے کہ) فجر ہو یا مغرب (یا ان کی سوا کوئی اور فرض نماز) دن میں دوبارہ (فرض کی نیت سے) نہیں پڑھی جاتی ۔

(عبدالرزاق)

۱۵۳۳ وَعَنْ نَاعِمِ بْنِ اَجِيْلٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْخُلُ الْمَسْجِدَ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَاَرٰى رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوْسًا

حضرت ناعم بن اجیل جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مولیٰ ہیں ان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب کے لیے مسجد میں جایا کرتا تھا تو بعض وقت

[1] ایسا ہی عصر کی جماعت میں بھی دوبارہ شریک ہونے کا موقع آئے تو فجر اور مغرب کی طرح عصر میں بھی شریک نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ اس کی تحقیق ابھی اوپر گزر چکی ہے ۔

فِیْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ فِیْہِ قَدْ صَلَّوْا فِیْ بُیُوْتِہِمْ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَقَالَ فَہٰؤُلَاۗءِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا لَا یُصَلُّوْنَ الْمَغْرِبَ فِی الْمَسْجِدِ لَمَّا کَانُوْا قَدْ صَلَّوْھَا فِیْ بُیُوْتِہِمْ وَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ عَلَیْہِمْ غَیْرُھُمْ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْضًا فَذٰلِکَ دَلِیْلٌ عِنْدَنَا عَلٰی نَسْخِ مَا قَدْ کَانَ تَقَدَّمَہُمْ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مِثْلُ ذٰلِکَ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَھَبَ عَلَیْہِمْ جَمِیْعًا حَتّٰی یَکُوْنُوْا عَلٰی خِلَافِہٖ وَلٰکِنْ کَانَ ذٰلِکَ مِنْہُمْ لَمَّا قَدْ ثَبَتَ عِنْدَھُمْ فِیْہِ مِنْ نَسْخِ ذٰلِکَ الْقَوْلِ اِنْتَھٰی۔

کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ (کچھ مجبوریوں کی وجہ ضرورت کی حالت میں) گھروں میں مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہیں اور مسجد میں مغرب کی فرض نماز ہورہی ہے، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

یہ باب فرض نمازوں کی تعداد رکعات اور ان کے ثبوت کے بیان میں ہے

ف: شرائط المذہب میں لکھا ہے کہ چاروں ائمہ کرام کے نزدیک نماز پنجگانہ کے دن رات میں سترہ رکعتیں فرض ہیں، فجر کے دو، ظہر کے چار، عصر کے چار، مغرب کے تین، عشاء کے چار ان کے ثبوت میں ذیل کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں اور سفر کرتے ہوئے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو ذوالحلیفہ میں عصر کے فرض کی دو رکعتیں (قصر) پڑھائیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو حرب بن ابی الاسود الدیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے (سفر کی نیت کر کے روانہ ہوئے اور ابھی

لہ اس میں یہ اصحاب فرض بالفعل کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کے فرض پڑھنے کے بعد نفل کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا ہی فرض کی نیت سے بھی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ ایک فرض نماز دن میں دوبار نہیں پڑھی جاتی۔

آپ آبادی ہی میں تھے) تو آپ نے ظہر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں، پھر ارشاد فرمایا اگر ہم اس آبادی سے گزر جائیں تو دو رکعتیں (قصر) ادا کریں گے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عصر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد آپ نے کوئی نماز ادا نہیں فرمائی. (یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا) پھر آپ نے مغرب کے فرض کی تین رکعتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد آپ نے دو رکعتیں (سنت) ادا فرمائیں، پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب دن کی نماز وتر ہے اور مغرب کی یہ تین رکعتیں ایسی ہیں کہ نہ تو سفر میں اس میں کچھ کمی ہوتی ہے اور نہ حضر میں (اور جب نماز عشاء کا وقت آپہنچا تو) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں اور اس کے بعد دو سنتیں ادا فرمائیں، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نمازوں کو (یعنی ان کے حکم کو) اپنی قوم کے پاس (معراج کی صبح) لائے تو آپ نے انہیں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب آفتاب درمیان آسمان سے ڈھل گیا، تو مسلمانوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ تو سب اس کے لیے تیار ہو کر جمع ہو گئے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (ظہر) کی چار رکعتیں پڑھائیں جن میں آپ نے علانیہ قرأۃ نہیں فرمائی (بلکہ آہستہ قرأت کی) جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آدمیوں کے آگے تھے اور لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے، پھر آپ نے مسلمانوں کو مہلت دی یہاں تک کہ آفتاب نیچا ہو گیا مگر وہ صاف طور پر روشن تھا (زردی نہ آئی تھی) پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جائیں لوگ جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (عصر) کی چار رکعتیں پڑھائیں جو (طول میں) ظہر کی نماز سے کم تھیں، ان میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علانیہ قرأت نہیں کی، بلکہ آہستہ پڑھی، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے، اور لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے، پھر آپ نے لوگوں کو فرصت دی یہاں تک کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ لوگ جمع ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مغرب کی تین رکعتیں پڑھائیں اور ان میں جہر سے قرأت فرمائی اور تیسری رکعت میں جہر نہیں فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے آگے تھے اور جبرئیل علیہ السلام آپ کے آگے تھے، لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب شفق غائب ہو گئی اور رات اچھی طرح تاریک ہوئی تو پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز عشاء کی چار رکعتیں پڑھائیں، دو رکعتوں میں قرأت جہر سے

سے فرمائی اور آخری دو رکعتوں میں جہر سے قرأت نہیں فرمائی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کے آگے تھے اور جبرئیل علیہ السلام، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء فرما رہے تھے
پھر لوگ رات بھر اس حالت میں رہے کہ ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ ان کے سوا کوئی اور نماز ہے بھی یا نہیں یہاں تک کہ جب صبح صادق طلوع ہوئی تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو نماز فجر کی دو رکعتیں پڑھائیں جن میں جہر کے ساتھ قرأت کی اور لمبی قرأت کی۔ جبرئیل علیہ السلام حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے تھے۔ اور آپ لوگوں کے آگے تھے لوگ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور آپ جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء فرما رہے تھے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں کی ہے اور زیلعی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی دو سندیں مرسل ہیں، ایک حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ایک زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حافظ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو ابو داؤد کے واسطہ سے اپنی کتاب الاحکام میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ دونوں سندوں کے لحاظ سے یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سفر میں (چار رکعت والی نماز میں قصر ہے یعنی) دو رکعت پڑھے جاتے ہیں اور بقر عید کی نماز کے بھی دو رکعتیں ہی واجب ہیں اور عید الفطر کی بھی دو رکعتیں ہی (واجب) ہیں اور نماز جمعہ کے فرض بھی دو رکعت ہی ہیں دونوں عید اور جمعہ کے جو دو دو رکعت ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

کی زبان مبارک سے اسی طرح فرض ہوئے ہیں اور یہ قصر نہیں ہیں، بلکہ یہ ابتدا سے دو رکعت ہی فرض کیے گئے ہیں۔ اس کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے، اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

(یہ باب سنتوں کی تعداد رکعات اور ان کی فضیلتوں کے بیان میں ہے)

ف۔ واضح ہو کہ سنتوں سے وہ نمازیں مراد ہیں جو دن رات میں فرض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور ان میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ نمازی ان کو ادا کر کے حضور قلب کے ساتھ فرض نماز کے لیے تیار ہو جائے اور غفلت ان کے ذریعہ دور ہو جائے تاکہ فرض نماز کو انتہائی حضوری اور کمال لذت سے شروع کر سکے۔

سنتوں کی دو قسمیں ہیں، ایک رواتب یعنی مؤکدہ یہ وہ سنتیں ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت فرمائی ہے، دوسرے غیر رواتب یعنی غیر مؤکدہ، یہ وہ سنتیں ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں فرمائی جیسے عصر کی سنتیں وغیرہ (مرقات، اشعۃ اللمعات) ۱۲۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نماز کے بعد (سورہ ق ۳/ ۴۰)

ف۔ یعنی وقت مغرب وعشاء و تہجد، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد فرض تھی امت پر تہجد سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہ اگر پوری بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب سنت کے تارک ہوئے اور اگر بعض لوگ پڑھ لیں تو سب بری الذمہ ہو گئے جیسے نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

ف۔ نماز کے بعد تسبیح وتہلیل کرنا بہت بہتر ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نماز جماعت کے بعد اس قدر بلند آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے کہ تمام محلہ ان کی آواز سے گونج جاتا۔
(تفسیر خزائن العرفان زیر آیت)

وَقَوْلُهٗ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے وقت۔
(سورۂ طور ۲/ ۴۹)

ف۔ تہجد کی نماز اور سنتیں پڑھو، صوفیاء فرماتے ہیں کہ تہجد کی نماز معراج کی یاد ہے کہ معراج بھی آخر شب میں چپکے سے ہوئی، کہ کسی انسان کو اطلاع نہ دی گئی، تو چاہیئے کہ تہجد پڑھنے والا نہایت خاموشی کے ساتھ بغیر کسی کو جگائے ادا کرے، اور فجر کی سنتیں کچھ اندھیرے میں پڑھے پھر کچھ استغفار اور ذکر الٰہی کرے اجالا ہونے پر فجر کے فرض پڑھے، جیسا کہ ادبار النجوم سے معلوم ہوا ہے۔

۱۵۳۴ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ ۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن رات میں (فرائض کے سوا) بارہ رکعت سنت بھی ادا کرے گا تو اس کے لیے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا۔ وہ بارہ رکعتیں یہ ہیں، چار رکعتیں ظہر کے فرض سے پہلے اور دو اس کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے فرض کے بعد، اور دو رکعتیں عشاء کے فرض کے بعد، اور دو رکعتیں فجر کے فرض سے پہلے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طرح مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے (فرائض کے ساتھ) بارہ رکعتیں سنت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کے لیے جنت میں) مکان بناتے ہیں۔

ف: یہ اور اسی قسم کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دن رات میں یہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر مداومت فرمائی ہے اور کبھی ترک نہیں کیا۔ (مرقات) ۱۲

۱۵۳۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا وَّكَانَ اِذَا قَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (دن رات میں) فرض نمازوں کے علاوہ کتنی سنتیں ادا فرمایا کرتے تھے، ام المومنین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے تھے، پھر باہر تشریف لے جاکر لوگوں کو ظہر کی فرض نماز پڑھاتے، پھر گھر میں تشریف لاکر دو رکعت سنت ادا فرماتے تھے، اور مغرب کی فرض نماز پڑھا کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت سنت

رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ
إِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ
وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ
الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَزَادَ أَبُوْ دَاوُدَ ثُمَّ يَخْرُجُ
فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْفَجْرِ
وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ
وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ
قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ
ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً قَامَ
فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ وَ
سَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ
الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ۔

ادا فرماتے، پھر عشاء کے فرض پڑھا کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت سنت ادا فرماتے، اور ان کے علاوہ رات میں نو رکعت نماز ادا فرماتے تھے جن میں (۶ رکعات تہجد کے ہوتے اور ۳ رکعت) وتر کے ، ہوتے (تہجد کی یہ تعداد رکعات اس روایت کے لحاظ سے ہے اور روایتوں میں جو مختلف تعداد رکعات کا ذکر ہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) اور کبھی کسی رات میں (طویل قرأت کے ساتھ) تہجد کے لیے کھڑے ہوئے دیر تک ادا فرماتے اور کبھی کسی رات میں دیر تک بیٹھے ہوئے بھی تہجد ادا فرماتے تھے اور جب قیام کی حالت میں قرأت فرماتے تو قیام ہی سے جا کر رکوع اور سجدہ ادا فرماتے تھے اور جب بیٹھے ہوئے قرأت فرماتے تو بیٹھنے ہی کی حالت سے رکوع اور سجدہ میں جاتے تھے، اور جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا تو (گھر میں) دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے، اور ابو داؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر گھر سے نکلتے تھے اور لوگوں کو فجر کے فرض پڑھاتے، اور ترمذی کی روایت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کبھی بیٹھ کر تہجد پڑھتے تو بیٹھ کر ہی قرأت کرتے اور جب سورۃ کی تقریباً (۳۰ یا ۴۰) آیتوں کی قرأت باقی رہ جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے کھڑے بقیہ آیات پڑھ کر (قیام سے ہی) رکوع کو جاتے اور سجدہ فرماتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے اور عشاء سے پہلے کی سنتیں سنت مؤکدہ نہیں ہیں لیکن ان کے پڑھنے میں بڑا ثواب ہے، چنانچہ عصر کے پہلے کی چار رکعت سنتوں کے پڑھنے والے کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ ان کو پابندی سے پڑھنے والے کا خاتمہ بالخیر ہوگا ان کی اور فضیلتیں آگے آرہی ہیں۔ ۱۲

ف:۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سنتیں گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے، درمختار میں لکھا ہے کہ تراویح تو مسجد ہی میں ادا کرنا چاہیئے، اور اسی طرح معتکف کو بھی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرنا چاہیئے۔ البتہ تراویح کے سوا جملہ سنتوں کے بارے میں افضل یہ ہے کہ گھر میں ادا کی جائیں، ہاں اگر گھر میں مشغولیت کی وجہ سے سنتوں کا ادا کرنا دشوار ہے تو سنتوں کو مسجد میں ادا کرنا چاہیئے، اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ خواہ مسجد میں ہو یا گھر میں جہاں کہیں زیادہ خشوع اور زیادہ اخلاص پیدا ہو وہیں سنتوں کو ادا کرنا چاہیئے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ مرقات میں فرماتے ہیں کہ ابن الملک نے کہا ہے کہ اس حدیث سے سنتوں کا گھر میں ادا کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے لیکن علماء سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سنن مؤکدہ کی ادائی مسجد ہی میں ہونی چاہیئے تاکہ لوگوں کو اس کا علم ہو، اور انھیں عمل کرنے کی ترغیب ہو سکے۔ ۱۲۔

۱۵۳۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاِدْبَارُ السُّجُوْدِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اِدْبَارَ النُّجُوْمِ" سے مراد یہ ہے کہ فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت سنت پڑھا کرو اور "اِدْبَارَ السُّجُوْدِ" سے مراد یہ ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت پڑھا کرو۔ (ترمذی)

۱۵۳۷ وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعتوں کو (جو سنت مؤکدہ ہیں ایک سلام سے) پڑھے اور فرض کے بعد چار رکعتوں کو پڑھے[1] ان آٹھوں رکعتوں کو جو پابندی سے پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیں گے۔ (امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ)

۱۵۳۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] جن میں سے دو سنت مؤکدہ ہیں اور دو سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب ہیں

قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِيْ صَلٰوةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَأَ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

واٰلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ آفتاب ڈھل جائے کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے جو چار رکعتیں سنت پڑھی جاتی ہیں ان کا ثواب نماز تہجد کے ثواب کے برابر ہے اور اس سے وقت یعنے زوال کے بعد ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (سورۂ نحل آیت ۴۸/۵) کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ اس کی پرچھائیاں دائیں اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔ (کنز الایمان) ترمذی، اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے ۔

۱۵۳۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم زوال آفتاب کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت کوئی نہ کوئی نیک عمل کروں (چونکہ نماز افضل اعمال صالحہ ہے

اس لیے یہ چار رکعت سنت پڑھتا ہوں) تاکہ یہ آسمان کے دروازوں سے گذر کر اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہو جائیں ۔ (ترمذی)

۱۵۴۰ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرض ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فرض فجر سے پہلے دو رکعتیں (ہمیشہ پڑھتے تھے اور) انھیں

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(بخاری)

۱۵۴۱/۸ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَیْسَ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ اَبْوَابُ السَّمَآءِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظہر کے فرض سے پہلے کی چار رکعت سنتوں کے لیے جن کے درمیان میں سلام نہیں ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد اور ابن ماجہ)

۱۵۴۲/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ اَرْبَعًا لَا یُفَصِّلُ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُنَّ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالطَّبْرَانِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے تھے اور ان چار رکعتوں کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (بلکہ ان چاروں رکعتوں کو ایک ہی سلام سے ادا فرمایا کرتے تھے

(ابن ماجہ اور طبرانی)

۱۵۴۳/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَصَلُّوْا اَرْبَعًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ نَحْوَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جمعہ کے فرض کے بعد سنت پڑھو گے تو چار رکعت (سنت مؤکدہ ایک سلام سے) پڑھو اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جمعہ کے فرض پڑھ لو تو اس کے بعد اس میں چار رکعت (سنت ایک سلام سے) پڑھ لیا کرو (اور یہ سنت مؤکدہ ہیں

(ابن ماجہ اور ترمذی)

ف: واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ ان حدیثوں سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے فرض کے بعد صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے ہیں، اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ آگے آنے والی حدیثوں سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے فرض کے بعد (۶) رکعت سنت مؤکدہ اس

طرح ہیں کہ پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھے پھر دو رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے قول پر عمل درآمد ہے۔ (ملتقی، مرقات) ۱۲

۱۵۲۴ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ عَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ النَّاسَ اَنْ یُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَلَمَّا جَآءَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَّمَهُمْ اَنْ یُّصَلُّوْا سِتًّا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ)

حضرت ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ وہ جمعہ کے فرض کے بعد چار رکعت سنت (مؤکدہ ایک سلام سے) پڑھا کریں، اور جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو تعلیم دی کہ جمعہ کے فرض کے بعد ۶ رکعت سنت (موکدہ) پڑھا کریں (ابو عبد الرحمٰن کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہم کو بہت اچھا معلوم ہوا اور ہم اسی پر عمل کرنا شروع کر دیئے) اس کی روایت امام طحاوی اور سعید بن منصور نے کی ہے۔

۱۵۲۵ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ کَانَ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْیُصَلِّ سِتًّا رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَرَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰی بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ اَرْبَعًا قَالَ الطَّحَاوِیُّ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یَّبْدَاَ بِالْاَرْبَعِ ثُمَّ یُثَنِّیَ بِالرَّکْعَتَیْنِ لِاَنَّهٗ هُوَ اَبْعَدُ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ صَلّٰی بَعْدَ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا عَلٰی مَا قَدْ نَهٰی عَنْهُ فَاِنَّ عُمَرَ کَانَ یَکْرَهُ اَنْ یُّصَلِّیَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا اِنْتَهٰی وَقَالَ عَلِیُّ نِ الْقَارِیُّ اَنَّ تَقْدِیْمَ الْاَرْبَعِ اَوْلٰی وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْاَرْبَعَ سُنَّةٌ بِلَا خِلَافٍ فِی الْمَذْهَبِ اِنْتَهٰی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے فرض کے بعد ۶ رکعت سنت (موکدہ اس طرح) پڑھا کرو (کہ ۴ رکعت ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔ اور ابو داؤد نے بھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے، ابو داؤد اور ترمذی کی ایک اور روایت میں ایسا ہی منقول ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جمعہ کے فرض کے بعد دو رکعت پڑھ کر پھر چار رکعت سنتیں ادا فرمائیں، مرقات میں لکھا ہے کہ یہ دو رکعت جمعہ کی سنتیں نہیں تھیں، بلکہ جمعہ کے فرض اور اس کی سنتوں کے درمیان بجائے کلام کرنے کے بطور نفل یہ دو رکعت آپ نے ادا فرمائے ہیں، یہ عمل حضرت ابن عمر سے خاص ہے جس پر عمل درآمد نہیں اس کے بعد حضرت ابن عمر سے چار رکعت سنت کا پڑھنا مروی ہے۔ مرقات میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ چار رکعت

سنت کے بعد حضرت ابن عمر نے اور دو رکعت سنت بھی پڑھے ہوں مگر راوی نے اس کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ حضرت ابن عمر سے جو ایک نئی کیفیت یعنی چار رکعت سنتوں سے پہلے دو رکعت کا پڑھنا منقول ہے اس کو بتایا جائے اور چار رکعت سنت کے بعد پھر دو رکعت سنت کا ادا کرنا چونکہ مشہور تھا اس لیے راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ ۱۲۔

١٥٤٦ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ قَالَ اِنَّ
١٣
نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ يَسْاَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّيْ اَرْبَعًا۔

حضرت سائب بن یزید بن اخت نمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ان کے مقام حفاظت میں پڑھی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد (فرض اور سنت کے درمیان فصل کئے بغیر) اسی جگہ کھڑے ہو کر سنتیں پڑھیں جہاں میں نے جمعہ کی فرض نماز ادا کی تھی، تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اندر بلا کر فرمایا کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا، جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ دوسری نماز کو نہ ملانا (فرض وسنت کے درمیان فصل کرنا چاہیئے)، یہ فصل کلام کر کے ہی کیوں نہ ہو (اگرچہ کہ فرض وسنت کے درمیان کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے) فرض وسنت کے درمیان بہتر فصل یہ ہے کہ) جگہ بدل دی جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا تھا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے،

١٥٤٧ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اِنَّ
١٤
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلٰوتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَآئِيِّ قَامَ النَّاسُ يَتَنَفَّلُوْنَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) بنی عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف فرما ہوئے (ایسے میں مغرب کا وقت ہو گیا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (سب کو) اسی مسجد میں نماز مغرب پڑھائی جب لوگ مغرب کے فرض سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجد

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فِي الْبُيُوْتِ۔

ہی میں سنتیں ادا کر رہے ہیں (اس پر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سنتیں ایسی نمازیں ہیں کہ ان کو گھروں میں پڑھنا چاہیئے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہوئے درمختار اور مرقات میں لکھا ہے کہ بجز تراویح کے اور معتکف کی سنتوں کے تمام سنتیں اور نوافل کے بارے میں افضل یہ ہے کہ گھر میں ادا کی جائیں اور بعض آیتوں اور حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ نمازیں خشوع وخضوع ہونا چاہیئے۔ اگر گھر میں خشوع وخضوع نہ ہونا ہو جیسے اس زمانہ میں مشاہدہ ہے تو خشوع کی آیتوں اور حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے مسجدوں ہی میں سنتوں کا ادا کرنا افضل ہے۔ ۱۲۔

۱۵۲۸/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں جو عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتا ہے (یہ چار رکعت اگرچہ کہ سنت غیر مؤکدہ ہیں، مگر یہ بڑی فضیلت کی نماز ہے) اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابو داؤد نے کی ہے۔

۱۵۲۹/۱۶ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عصر کے فرض سے پہلے چار رکعتیں (ایک سلام سے) پڑھا کرتے تھے اور ان کے درمیان دو رکعت کے بعد قعدہ کرتے تھے اور قعدہ میں التحیات پڑھتے جس میں مقربین فرشتوں اور ان کے متبع صالحین مسلین اور مومنین پر سلام مذکور ہے، اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۵۵۰/۱۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کے فرض سے پہلے (کبھی کبھی) دو رکعتیں بھی پڑھی ہیں[۱] اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۱۵۵۱/۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ لِاَنَّهُ اَتَاهُ مَالٌ فَشَغَلَهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلدَّارِ قُطْنِيِّ وَلَمْ اَرَهُ عَادَ لَهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کے فرض کے بعد دو رکعت ادا فرمائیں، ان دو رکعتوں کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اس روز، کچھ مال آگیا تھا۔ (اور اس کو تقسیم کرنا ضروری تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کے فرض کے بعد تقسیم شروع فرمائی تقسیم میں اتنی دیر ہو گئی کہ) ظہر کے بعد کی دو سنتیں آپ ادا نہ کر سکے (یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا عصر کی جماعت تیار تھی اس لیے آپ نے عصر کے فرض پڑھا دیئے) اور ظہر کے بعد کی جو دو سنتیں رہ گئیں تھیں۔ ان کو آپ نے عصر کے فرض کے بعد ادا فرمایا[۲] اسی واسطے دار قطنی نے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہے کہ پھر کبھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو رکعت عصر کے فرض کے بعد ادا فرماتے نہیں دیکھا صدر کی اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۵۵۲/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ اَمَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ اَضْرِبَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر ابن

---

[۱] مگر عام طور پر چار رکعت ہی ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے، اس لیے عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

[۲] پھر اس دن کے سوا عصر کے فرض کے بعد نہ تو یہ سنت ادا فرمائی اور نہ کوئی اور سنت، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے سنت کی کبھی قضاء نہیں فرمائی ہے، اور نہ عصر کے بعد کوئی نفل نماز پڑھی ہے اور یہ جو دو رکعت سنت عصر کے فرض کے بعد آپ نے ادا فرمائے ہیں یہ آپ کا خاصہ تھا، اس لیے کوئی اور عصر کے بعد سنت یا نفل نماز نہیں ادا کر سکتا۔

مَنْ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ بِالدِّرَّةِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ وَمَالِكٌ نَحْوَهٗ۔

خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو بھی عصر کے فرض کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرے اس کو درّے مارا کروں[1]، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور امام مسلم اور امام مالک نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۵۵۳
۲۰
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْنَا نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقُلْنَ لَا غَيْرَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ صَلَّاهَا عِنْدِيْ مَرَّةً فَسَأَلْتُهٗ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسِيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے دریافت کیا کہ کیا آپ میں سے کسی نے مغرب کی اذان کے بعد اس کے (فرض سے پہلے دکھی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو رکعت نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا سب امہات المؤمنین نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف ایک دفعہ میرے پاس (مغرب کے فرض سے پہلے) دو رکعتیں پڑھی ہیں، میں نے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کونسی نماز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج میں عصر کے فرض سے پہلے کی دو رکعتوں کو پڑھنا بھول گیا تھا، انہیں دو رکعتوں کو میں نے اس وقت ادا کیا ہے۔ اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۵۵۴
۲۱
وَعَنْ حَبَّانَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حبان بن عبید اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز عصر کے بعد اگر نفل کا پڑھنا جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس طرح کا سخت حکم نہ فرماتے۔

وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ اِلَّا الْمَغْرِبَ۔

(رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ)

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ اِلَّا الْمَغْرِبَ"، یعنی ہر نماز کی اذان اور اس کی اقامت کے درمیان نماز ہے مگر مغرب کی اذان اور اس کی اقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں ہے اس کی روایت بزار نے کی ہے اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔

۱۵۵۵/۲۲ وَعَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں) مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں کسی کو مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ابوداؤد)

۱۵۵۶/۲۳ وَعَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَهَانِيْ عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ لَمْ يُصَلُّوْهَا رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِى الْاٰثَارِ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ مَّعَ اِرْسَالِهٖ۔

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ مغرب کے فرض سے پہلے کیا کوئی نماز پڑھنی چاہیئے؟ تو حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مغرب کے فرض سے پہلے نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور کہا (کہ میں تم کو اس لیے منع کر رہا ہوں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مغرب کے فرض سے پہلے (کبھی) کوئی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے، اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۵۵۷/۲۴ وَعَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ وَّلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ۔

حضرت منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، (انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

(رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَمُسَدَّدٌ)

عنہم میں سے کسی نے بھی کبھی مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعت نہیں پڑھے ہیں۔

(عبد الرزاق اور مسدد)

۱۵۵۸/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عدلن لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ سَنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ ابْنِ اَبِىْ خَثْعَمٍ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَضَعَّفَهٗ جِدًّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کے فرض کے بعد چھ رکعتیں پڑھے ان چھ رکعتوں کو اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے کسی کا دل دکھے یا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں تو اس کی ان چھ رکعتوں کے اس طرح پڑھنے سے بارہ سال کی عبادت کا ثواب دیا جائے گا۔

(ترمذی)

۱۵۵۹/۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کے فرض کے بعد بیس[1] رکعت (صلاۃ اوابین اس طرح) پڑھا کرے (کہ دو رکعت سنت مؤکدہ (۲۰) میں داخل رہیں، تو اس کے صلہ میں) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک (عالی شان) محل تیار کرتے ہیں (جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۵۶۰/۲۷ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک صحابی کے

---

[1] ان کو صلاۃ اوابین کہتے ہیں، در مختار اور مرقات میں لکھا ہے کہ مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت مؤکدہ ان چھ رکعتوں میں داخل ہیں، پہلے دو رکعت سنت کو ایک سلام سے پڑھے اور بعد کے چار رکعت میں اختیار ہے خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے، صلوۃ اوابین کو پڑھنے کا یہ ایک طریقہ ہے، ملتقی میں لکھا ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ کر اس کے بعد چھ رکعتیں صلاۃ اوابین ادا کرے، رد المحتار میں مذکور ہے کہ ان چھ رکعتوں کو تین سلام سے ادا کرے، تاکہ یہ پوری چھ رکعتیں ایک نہج پر ادا ہو سکیں صلاۃ اوابین کو ادا کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ہے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ رُفِعَتْ صَلٰوتُہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ مُرْسَلًا وَعَنْ حُذَیْفَۃَ نَحْوَہٗ وَزَادَ فَکَانَ یَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّھُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَکْتُوْبَۃِ رَوَاھُمَا رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ الزِّیَادَۃَ عَنْہُ نَحْوَھَا فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کے فرض کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتا ہے (جو سنّت مؤکدہ ہیں) اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کی یہ نماز اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں رکھتے ہیں، اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت (سنّت مؤکدہ) ادا کرنے میں جلدی کیا کرو، اس لیے یہ دو رکعتیں یعنی فرض کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں، ان دونوں حدیثوں کی روایت رزین نے کی ہے، اور بیہقی نے بھی صرف اضافہ کو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

۱۵۶۱
۲۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُطِیْلُ الْقِرَاءَۃَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰی یَتَفَرَّقَ اَھْلُ الْمَسْجِدِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے فرض کے بعد (کبھی) سنّت مؤکدہ (مسجد میں) پڑھتیں اور آپ کی اتباع میں) سب صحابہ نے بھی (مسجد میں) سنتیں ادا کیں، اس سنّت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر قرأت طویل فرمائی کہ مسجد کے نمازی اپنی اپنی سنتیں پڑھ کر مسجد سے باہر چلے گئے۔ (ابو داؤد)

۱۵۶۲
۲۹ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] جس میں دو تو سنّت مؤکدہ ہیں اور بقیہ (صلاۃ اوابین کی کم سے کم تعداد رکعات ہے۔

[2] بیان جواز کے لیے یعنی یہ بتلانے کے لیے کہ سنتیں مسجد میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور سنتوں کو طویل قرأت سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فَدَخَلَ عَلَیَّ اِلَّا صَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ اَوْسِتَّ رَکْعَاتٍ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُد)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب کبھی عشاء کے فرض پڑھ کر میرے پاس تشریف لاتے تو دو رکعت (سنت مؤکدہ)، پڑھتے اور دو نفل دیتے آپ کا ہمیشہ کا عمل تھا اور کبھی دو نفل کے بعد آپ چار دو نفل بھی پڑھتے ہیں۔ (ابو داود)

۱۵۶۳ وَعَنْهَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔
۳۰

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فجر کی دو سنتوں پر جس قدر زیادہ پابندی فرمایا کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر پابندی سنتوں میں سے کسی سنت پر نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ف: در مختار میں لکھا ہے کہ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام سنتوں میں سب سے زیادہ مؤکدہ فجر کی سنتیں ہیں، فجر کی دو سنتوں کے بعد باقی سب سنتوں میں ظہر کی چار سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ نہایت مؤکدہ ہیں، اس لیے کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے جو شخص ظہر کی ان چار سنتوں کو ترک کرتا ہے وہ میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ فجر اور ظہر کی سنتوں کے علاوہ بقیہ تمام سنتیں مؤکدہ ہونے میں برابر ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فجر کی سنتیں واجب ہیں اس لیے احتیاط یہ ہے کہ بلا عذر فجر کی سنتوں کو بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں۔ ۱۲۔

۱۵۶۴ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔
۳۱

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کے فرض سے پہلے کی دو رکعت سنتیں دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ (مال و دولت اور جاہ و ثروت) ہے، ان سب سے کہیں بہتر ہیں اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

لہ (یعنی اگر کوئی انھیں خیرات کرے تو ان کے خیرات کرنے کے ثواب سے دو رکعت سنت فجر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوگا۔

بَابُ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ

یہ باب رات کی نماز کے بیان میں ہے

اگر نماز عشاء کے بعد کچھ دیر سو کر اُٹھے اور پھر سنتیں و نوافل پڑھے تو یہ تہجد کہلاتی ہے۔ اور سوئے بغیر عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک جو سنن اور نوافل پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو قیام اللیل کہتے ہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار میں حلبیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نماز تہجد اُمت کے حق میں سنت ہے اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ ادا فرمایا ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نماز تہجد سنت مؤکدہ ہے اور در مختار میں لکھا ہے کہ تہجد مستحب نماز ہے مسلمانوں کو مستحب کے لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے اس لیے کہ فرض نمازوں کے بعد رات و دن کی کل نمازوں میں تہجد افضل نماز ہے اور تہجد کا ثواب سب نمازوں سے بڑھ کر ہے ۱۲

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو، یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۷/۷۹، ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔

رات میں قیام فرمائیں، سوا کچھ رات کے۔ (مزمل ۷۳/۲، کنز الایمان)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔

اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوگا اتنا پڑھو۔ (مزمل ۷۳/۲۰، کنز الایمان)

۱۵۶۵ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلٰثًا فَیَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا یَقْرَءُ اَحَدُكُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَةً قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَیَّنَ لَهٗ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر صبح صادق طلوع ہونے تک کی درمیانی رات میں گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ان گیارہ رکعت کی تفصیل یہ ہے کہ عشاء کے بعد آپ آرام فرماتے تھے، پھر تہجد کے لیے بیدار ہو کر پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے تم ان کی خوبی اور درازی تو دریافت ہی نہ کرو کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر طویل قرأت سے پڑھی جاتی تھیں، پھر اس کے بعد اور چار

الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَبِيْ دَاوٗدَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤَذِّنَهٗ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ يَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ

رکعتیں پڑھتے تھے، ان کی خوبی اور ان کا طول بھی کچھ نہ پوچھو، (کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر طویل قرأت سے ادا کی جاتی تھیں) پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین رکعت وتر کے ادا فرماتے تھے[۱] حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ میں جا کر سر اٹھانے تک اتنی دیر ہوتی تھی جتنی دیر تم کو پچاس آیتیں ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں ہوا کرتی ہے، پھر جب صبح صادق طلوع کرتی تو (اول وقت) موذن اذان دے کر اذان سے فارغ ہو جاتا اور حضور دیکھ لیتے کہ (افق میں) صبح کی روشنی پھیل گئی ہے تو آپ ہلکی قرأت سے دو رکعت سنت فجر ادا فرماتے اگر میں بیدار رہتی تو مجھ سے (دینی) گفتگو فرماتے اور اگر بیدار نہ رہتی تو حضور سیدھی کروٹ لیٹ جاتے، پھر جب موذن اقامت کی اطلاع دینے آتا تو آپ فجر کے فرض پڑھانے کے لیے باہر تشریف لے جاتے تھے (بخاری و مسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر) وتر ادا فرمائے اور کروٹ لیٹے رہے جب موذن نے آکر اطلاع دی (کہ جماعت تیار ہے تو) آپ اُٹھے اور دو رکعت سنت فجر ادا فرمائی (پھر صبح کی سنت کے بعد دوبارہ لیٹے بغیر) گھر سے نکلے اور فجر کے فرض پڑھائے، اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ (کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر وتر ادا فرماتے) اور کروٹ لیٹے رہتے، جب

[۱] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تہجد کی ان آٹھ رکعتوں کو جس خوبی سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے اس کو تو تم نے سن لیا، اب (ان رکعتوں میں جو سجدے ادا کیے جاتے تھے ان کی کیفیت بھی سن لو)

موذن آکر اطلاع دیتا کہ جماعت تیار ہے تو آپ مختصر قرأت سے دو رکعت سنت مجرا دا فرماتے پھر صبح کی سنت کے بعد دوبارہ لیٹے بغیر فجر کے فرض پڑھانے کے لیے نکلتے۔

ف:۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں تہجد کی آٹھ رکعتوں کو چار چار رکعت کر کے ادا کرنا چاہیئے اگر ایسا نہ ہوتا تو ام المومنین یہ ارشاد فرماتیں کہ حضور تہجد کے آٹھ رکعات پڑھتے تھے ایسا نہ کہہ کر ام المومنین کا یہ ارشاد فرمانا کہ چار رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چار رکعت کو ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ادا فرماتے تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ یہ فتح القدیر میں مذکور ہے، رد المحتار میں لکھا ہے کہ دوسری احادیث کی بنا پر صاحبین کے پاس تہجد کے ۸ رکعت دو دو کر کے چار سلام سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور عمل درآمد بھی اسی پر ہے۔ ۱۲

۱۵۶۶ (۲) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِي وَإِلَّا خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فجر کے دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد اگر کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ سے دینی کلام کرتے، ورنہ فجر کے فرض کے لیے تشریف لے جاتے (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ف:۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی تو سنت فجر سے پہلے کروٹ لیٹے ہیں اور کبھی سنت فجر کے بعد بھی کروٹ لیٹے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نہ تو سنت فجر سے پہلے لیٹے اور نہ سنت فجر کے بعد، ان مختلف احوال سے معلوم ہوا کہ حضور کبھی کبھی صرف استراحت یعنی آرام لینے اور تکان دور کرنے کے لیے لیٹے ہیں اگر آپ ہمیشہ لیٹتے تو اس سے بھی مسئلہ بنتا اور یہ فعل سنت ہوتا۔ ۱۲

۱۵۶۷ (۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا شَأْنُهُ فَقَالَ نَافِعٌ فَقُلْتُ يُفَصِّلُ بَيْنَ صَلَاتِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَيُّ فَصْلٍ أَفْضَلُ مِنَ السَّلَامِ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ وَقَالَ وَبِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَإِسْنَادُهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دو رکعت سنت فجر پڑھ کر کروٹ لیٹ گیا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے نافع نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ یہ شخص کروٹ لیٹ کر فجر کے فرض اور سنت کے درمیان فصل پیدا کر رہا ہے اس پر ابن عمر نے فرمایا کہ سلام پھیرنا سنت اور فرض

صحیح۔

کے درمیان خود فصل ہے) اس سے بہتر اور کیا فصل چاہیئے (اس کو لیٹ کر فصل کرنے کی ضرورت نہیں) اس کی روایت امام محمد نے کی ہے، اور فرمایا ہے کہ ہم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں، اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ فجر کے سنت اور فرض کے درمیان لیٹنے کی ضرورت نہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۵۶۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا بَالُ الرَّجُلِ إِذَا صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ يَتَمَعَّكُ الدَّابَّةَ وَالْحِمَارَ إِذَا سَلَّمَ فَقَدْ فَصَلَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر جانور اور گدھے کی طرح زمین پر لوٹا کرتا ہے اس سے اس کی کیا غرض ہے، فجر کی سنت کے ختم پر اس کا سلام پھیرنا خود فصل ہے، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۵۶۹ وَعَنْ أَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ قَالَ رَأَى ابْنُ عُمَرَ قَوْمًا اِضْطَجَعُوْا بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ فَقَالُوْا نُرِيْدُ بِذٰلِكَ السُّنَّةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهَا بِدْعَةٌ۔

(رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ)

حضرت ابوصدیق ناجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد کروٹ لیٹے ہوئے ہیں تو حضرت ابن عمر نے کسی کو بھیج کر ان کو طرح لیٹنے سے منع فرمایا (یہ سن کر) ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح لیٹ کر سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دوبارہ جا کر ان سے کہدو کہ فجر کی سنتوں کے بعد اس طرح لیٹنا (سنت نہیں) ہے، بلکہ بدعت ہے اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۵۷۰ وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ هِيَ

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

لہ اگر اس سے وہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان فصل پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس طرح فصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مَضْجَعَةُ الشَّيْطَانِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ)

۱۱۵۷ وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ وَاَنَا فِيْ سَفَرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى اَرٰى فِعْلَهٗ فَلَمَّا صَلّٰى صَلٰوةَ الْعِشَآءِ وَهِيَ الْعَتَمَةُ اِضْطَجَعَ هَوِيًّا مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَنَظَرَ فِي الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا حَتّٰى بَلَغَ اِلٰى اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِيْ قَدَحٍ مِّنْ اِدَاوَةٍ عِنْدَهٗ مَآءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى حَتّٰى قُلْتُ قَدْ صَلّٰى قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا کیسا ہے تو، آپ نے فرمایا کہ (جو لوگ اس طرح لیٹا کرتے ہیں۔ دراصل ان کو شیطان بہکا کر لٹایا کرتا ہے، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے فرمایا کہ میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فعل میری آنکھوں کے سامنے تھا) اس لیے میں نے مصمم ارادہ کر لیا اور دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ آپ کی نماز تہجد کو دیکھوں کہ آپ کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ پھر میں اس پر خود بھی عمل کروں، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز ادا فرما چکے کے بعد دیر تک آرام فرماتے رہے پھر بیدار ہوئے اور افق کی طرف نظر فرمائی (اور تاروں پر اور آسمان پر جب نگاہ مبارک پڑی تو فرمانے لگے۔

اے ہمارے رب! تو نے یہ (نظام کائنات) بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، اے رب ہمارے! بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے، اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کی سنی کہ ایمان کے لیے ندا فرماتا ہے، کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر، اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے

اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔
(آل عمران ۳/۱۹۴ تا ۱۹۱، کنز الایمان)
پھر آپ بستر کی طرف جھکے اور بستر کے نیچے سے مسواک کھینچ لی۔ پھر چھاگل میں سے ایک بڑے کٹورے میں پانی ڈالا اور دانتوں پر مسواک رگڑی[1] پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز تہجد شروع فرمائی کیا کہوں کہ آپ نے کس قدر نماز ادا فرمائی جتنی دیر تک آپ آرام فرما رہے تھے، اتنی ہی دیر تک آپ نے نماز ادا فرمائی پھر آپ لیٹ گئے۔ اور جتنی دیر آپ نے نماز پڑھی تھی اتنی ہی دیر آپ آرام فرماتے رہے اور پھر بیدار ہوئے (ابھی آپ نے جو کچھ کہ سُنا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ سب پھر ادا فرمایا اور وہ سب اذکار بھی پڑھے جن کو آپ نے پہلی بار پڑھا تھا، پھر صبح صادق طلوع ہوتے تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تین بار اسی طرح سوتے اور جاگتے رہے اور یہی عمل فرماتے رہے) اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۱۵۷۲/۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم (کبھی) رات (کے آخری حصّہ) میں (بھی تہجد کے لیے اُٹھتے اور) تیرہ رکعت پڑھتے تھے (اس کی تفصیل یہ تھی کہ آٹھ رکعت تہجد کے ہوتے تھے اور تین رکعت) وتر کے (اتنے میں صبح صادق طلوع کرتی تو) آپ فجر کی دو سنتیں ادا فرما لیتے

[1] اس کے بعد راوی خاموش ہیں، صاحب مرقاۃ کہتے ہیں کہ یہاں دو احتمال ہیں ممکن ہے کہ آپ نے دوبارہ وضو فرمایا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے سابقہ وضو ہی سے تہجد ادا فرمائی ہو اس لیے کہ نیند سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا اور یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

(اس طرح جملہ تیرہ رکعت ہوتے تھے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۵۷۳ (۹) وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات میں جو نماز پڑھا کرتے تھے وہ کتنی رکعتیں ہوا کرتی تھیں؟ ام المؤمنین فرماتیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فجر کی دو سنتوں کے علاوہ سات بھی پڑھتے تھے، نو بھی اور گیارہ بھی[1] اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۵۷۴ (۱۰) وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَ بِتُّ عِنْدَهٗ لَيْلَةً وَهُوَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ فَنَامَ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفُهٗ اِسْتَيْقَظَ فَقَامَ اِلٰى شَنٍّ فِيْهِ مَآءٌ فَتَوَضَّأَ وَتَوَضَّأْتُ مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِيْ كَاَنَّهٗ يَمَسُّ اُذُنِيْ كَاَنَّهٗ يُوْقِظُنِيْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قُلْتُ قَرَأَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى حَتّٰى صَلّٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ ثُمَّ نَامَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَقَالَ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى لِلنَّاسِ۔

حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی (یہ سن کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں بسر کی، اس روز آپ (میری خالہ) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے آپ (نماز عشا کے بعد اول شب) آرام فرمایا اور جب تہائی یا آدھی رات گذر گئی تو آپ بیدار ہوئے اور ایک مشکیزہ کے پاس تشریف لے جاکر جس میں پانی تھا وضو فرمایا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ وضو کیا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو آپ نے مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کرلیا (یہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور مجھے

[1] اس کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی تہجد چار رکعت پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعت، اور کبھی تہجد ۶ رکعت ہوتی اور وتر تین، اور اکثر تو تہجد آٹھ رکعت ہوتی اور وتر تین)

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

کچھ غنودگی تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو معلوم کرکے) میرے سر پر آپ نے اپنا دست مبارک رکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرا کان پکڑ کر مجھے نیند سے جگا رہے ہیں اس کے بعد آپ نے دو رکعتیں مختصر قرأت کے ساتھ ادا فرمائیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ صرف سورۂ فاتحہ پر ہی اکتفا فرمایا۔ (حالانکہ آپ نے مختصر ضم سورہ بھی کیا تھا) پھر آپ نے ان دو رکعتوں کو ختم فرما کر سلام پھیر دیا، اس کے بعد آپ نے تہجد مع وتر کے گیارہ رکعت ادا فرمائی جس میں آٹھ رکعت تو تہجد کے تھے اور باقی تین رکعت وتر کے، اس کے بعد پھر آپ سو رہے (اور جب صبح صادق طلوع کی اور جماعت کا وقت آگیا تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جماعت تیار ہے تو آپ نے نیند سے بیدار ہو کر دو سنتیں پڑھیں، پھر جا کر لوگوں کو فجر کی فرض نماز پڑھائی۔

(ابو داؤد)

۱۱۷۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّاُ وَيَقْرَاُ هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ ثُمَّ اَوْتَرَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سوگیا تھا۔ (اور حضور بھی سو گئے تھے پھر رات کا ایک حصہ گزرنے پر) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیدار ہو کر مسواک کی اور وضوء کرتے ہوئے ان آیتوں کی تلاوت فرمائی اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ پارہ سورۃ آل عمران آیات ۱۹۰ تا ۲۰۰) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی

حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ
ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ
لِّلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَكَانَ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا
وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّ
عَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ
نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ
لِّيْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ وَفِيْ لِسَانِيْ
نُوْرًا وَذَكَرَ وَعَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ
وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا
وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا
وَّفِيْ اُخْرٰى لِمُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ
نُوْرًا۔

بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، اے رب ہمارے! بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری بُرائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر، اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام کرنے والے کی محنت اکارت نہیں کرتا، مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک ہو، تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے ہیں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا، اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے، اے سننے والے! کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا تجھے دھوکا نہ دے، تھوڑا برتنا ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا ہے، لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں

اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکیوں
کے لیے سب سے بھلا، اور بے شک کچھ کتابی ایسے
ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری
طرف اترا، ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے،
اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے، یہ
وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور
اللہ جلد حساب کرنے والا ہے، اے ایمان والو صبر
کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو، اور سرحد پر
اسلامی ملک کی نگہبانی کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو
اس پر کہ کامیاب ہو۔
(وضوء سے فارغ ہوکر) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جن میں قیام
رکوع اور سجدوں کو حسب عادت مبارک طویل کیا اور
نماز سے فارغ ہوکر سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے کی آواز
آنے لگی (جو گہری نیند کی علامت ہے) پھر اس طرح
آپ تین بار سوتے اور جاگتے رہے اور ہر دفعہ میں دو
دو رکعت کر کے جملہ (۶) رکعات ادا فرمائے اور جب
نیند سے بیدار ہوتے تو مثل سابق ہر دفعہ مسواک کر کے
وضو فرماتے اور مذکورہ آیات بھی تلاوت فرماتے۔
آخر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعت وتر
کے ادا فرمائے اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور ابوداؤد
کی ایک روایت میں ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نماز وتر ادا فرمائی اور جب صبح صادق طلوع
کی (اور جماعت کا وقت آگیا) تو بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر (جماعت کے تیار ہونے کی
اطلاع دی تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
فجر کی دو سنتیں پڑھ کر فرض پڑھانے کے لیے باہر
تشریف لے گئے اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں
ہے کہ (جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض پڑھانے کے لیے تشریف لے چلے تو) یہ دعا پڑھتے ہوئے مصلے تک پہنچے۔

۱۵۷۶ / ۱۲ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ آج رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز (تہجد) کا مشاہدہ کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مختصر رکعات ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں بہت لمبی، انتہا درجے کی طویل ترین رکعتیں ادا فرمائیں (اس جگہ راوی نے تین مرتبہ طویلتین کہا ہے یعنی طویل ترین رکعات) پھر دو رکعتیں پہلی دو رکعات سے کم لمبی ادا فرمائیں پھر دو رکعتیں پہلی دو رکعات سے کم لمبی ادا فرمائیں پھر دو رکعتیں ان دو سے کم لمبی ادا فرمائیں پھر اس کے بعد تین رکعات وتر ادا فرمائے، اس طرح یہ کل تیرہ رکعات ہوئیں۔

(مسلم شریف)

۱۵۷۷ / ۱۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو چھوٹی رکعت سے ابتداء کرتے۔

(مسلم)

۱۵۷۸ / ۱۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی آدمی رات کی نماز کے لیے کھڑا ہو تو وہ دو چھوٹی رکعتوں سے ابتداء کرے

(مسلم شریف)

۱۵۷۹ / ۱۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، قدر و منزلت میں ملی جلی سورتوں کے بارے میں مجھے علم ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمع فرماتے اور تلاوت

اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلٰی تَالِیْفِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ سُوْرَتَیْنِ فِیْ رَکْعَۃٍ اٰخِرُھُنَّ حٰمٓ الدُّخَانَ وَعَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرماتے تھے راوی نے طوالِ مفصل کی بیس سورتوں کو شمار کیا جن کی ترتیب حضرت عبداللہ بن مسعود نے کی ہے۔ جن میں آخری سورۃ حٰمٓ الدخان اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کی سورتیں ہیں (بخاری و مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ بُجَیْلَۃَ یُقَالُ لَہٗ نَھِیْکُ بْنُ سِنَانٍ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ اِنِّیْ اَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ھَذًّا کَھَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَلِمْتُ النَّظَآئِرَ الَّتِیْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ بِھِنَّ سُوْرَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ ۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت حضرت شقیق سے ہے کہ قبیلہ بنو بجیلہ کا ایک شخص جس کا نام نھیک بن سنان تھا حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ہر رکعت میں طوال مفصل سورت کی تلاوت کرتا ہوں، حضرت عبداللہ نے فرمایا، میں قدر و منزلت میں ملی جلی سورتیں جانتا ہوں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت میں دو سورتیں ملا کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہی سیکھے ہو، میں تم کو بتلاتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا کرو، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی ہر رکعت میں مفصل کی دو دو سورتیں جو مقدار میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہوتیں نہایت ترتیل سے پڑھا کرتے تھے (تم بھی ایسا ہی پڑھا کرو)

ف ردالمحتار میں لکھا ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں اگر کوئی دو دو سورتیں جو ایک دوسرے کی متصل ہوں پڑھے تو جائز ہے مگر بخلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے البتہ نوافل اور تہجد کی ہر رکعت میں دو دو سورتوں کو ملا کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، خواہ یہ سورتیں متصل ہوں یا غیر متصل ۱۲

۱۵۸۰/۱۶ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ وَکَانَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثَلٰثًا ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَۃِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقَرَۃَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں (ایک وقت) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا، کیا دیکھتے ہیں کہ (دل میں) تہجد کی نیت کر کے آپ تکبیر تحریمہ اس طرح شروع فرمائے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ذُو الْمَلَکُوْتِ — اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑے ہیں اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑے ہیں، دو جہان کے آپ ہی مالک ہیں سب غالبوں پر آپ

وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ۔ ہی غالب ہیں جن جن کو بڑائی ہے ان میں آپ ہی سب سے بڑے ہیں، آپ کی عظمت اور بزرگی کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی نہیں ۔

ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِّنْ رُكُوْعِهٖ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِّنْ سُجُوْدِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَاَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

پھر اس کے بعد آپ نے ثناء پڑھی۔ (اور جب قرأت کا موقع آیا تو سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں) سورۂ بقرہ نہایت ترتیل سے پڑھی، پھر رکوع فرمایا، کیا کہوں کیا رکوع تھا جیسے عادت مبارکہ سے زیادہ معمولی قیام تھا، قیام کی مناسبت سے عادت سے زیادہ رکوع بھی غیر معمولی طویل تھا، حسب عادت شریفہ پورے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" بار بار پڑھتے جا رہے تھے، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر قومہ کیا، قومہ بھی رکوع کی طرح عادت سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا، قومہ میں (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے بعد) "لِرَبِّيَ الْحَمْدُ"، بار بار پڑھ رہے تھے یعنی اے میرے رب! حمد کے مستحق صرف آپ ہی ہیں، پھر آپ نے سجدہ فرمایا، کچھ نہ پوچھو کہ سجدہ کیا تھا، سجدہ بھی قومہ کی طرح عادت شریفہ سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا حسب عادت شریفہ پورے سجدہ میں آپ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى"، بار بار پڑھ رہے تھے، پھر آپ پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں آ گئے، اور یہ جلسہ بھی سجدہ کی طرح عادت شریفہ سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا اور آپ جلسہ میں "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ"، "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ" بار بار پڑھ رہے تھے (یہ پہلی رکعت تھی) اسی طرح آپ نے چار رکعات ادا فرمائیں، ان چار رکعتوں میں جو قرأت آپ فرمائی تھی، اس کی تفصیل یہ تھی، پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ دوسری میں آل عمران، تیسری میں سورۂ نساء، چوتھی میں حضرت شعبہ راوی کو شک ہے کہ مائدہ تھا یا انعام بہر حال ان دو سورتوں میں سے کوئی ایک سورۃ تھی۔ (ابو داؤد)

۱۵۸۱/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں سورۂ فاتحہ کے سوا دس آیات کے برابر پڑھے تو اس کا نام غافلین کے دفتر میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں سوائے سورۂ فاتحہ کے) سو آیتیں پڑھے تو اس کا نام قانتین یعنی خدا کے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں) ایک ہزار آیتیں پڑھے (تو کچھ نہ پوچھو کہ اس کا نام کن میں لکھا جائے گا. مُقَنْطِرِیْن یعنی بے گنتی ثواب جمع کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ (ابوداؤد)

۱۵۸۲ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ
۱۸
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ بِاٰيَةٍ وَالْاٰيَةُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد کے لیے کھڑے ہوئے (اور اپنی امت اور ان کے گناہ یاد آگئے تو ذیل کی یہ آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی اور بار بار یہ فرماتے تھے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا (المائدہ ۱۱۸/۶) اس کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۵۸۳ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ
۱۹
اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهٖ فَقَالَتْ وَمَا لَكُمْ وَصَلَاتَهٗ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يُصَلِّيْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهٗ فَاِذَا

حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی! اور اس میں آپ کی قرأت کس طرح ہوا کرتی تھی انہوں نے فرمایا! تمہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے کیا نسبت! آپ نماز پڑھتے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کی

هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُّفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

مقدار سو جاتے۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھتے اتنی مقدار میں جتنی دیر تک آپ سوئے رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کی مقدار تک سو جاتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کو بیان فرمایا تو وہ ایسی قراءت کرنے لگیں کہ ایک ایک حرف کو علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھتی تھیں۔

(ابو داود، ترمذی اور نسائی)

۱۵۸۴ / ۲۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَيَخْفِضُ طَوْرًا

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز میں قرأت کبھی بلند آواز سے فرماتے اور کبھی آہستہ آواز سے۔

(ابو داؤد شریف)

۱۵۸۵ / ۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی (بلند آواز سے) قرأت کی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ کوئی شخص اسے حجرے میں سن سکتا تھا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر مبارک میں ہوتے تھے۔

(ابو داود شریف)

۱۵۸۶ / ۲۲ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّيْ رَافِعًا صَوْتَهٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ رَافِعًا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آہستہ آواز کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے گزرے تو آپ بلند آواز سے نماز ادا فرما رہے تھے، تو جب دونوں حضرات شیخین نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر! میں تیرے

صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اِخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ)

قریب سے گزرا تو تم آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، عرض کی یا رسول اللہ! میں اس ذات باری تعالٰی کو سنا رہا تھا جس سے سرگوشی کر رہا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عمر سے فرمایا میں تمہارے قریب سے بھی گزرا تھا اور آپ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں سونے والوں کو جگا رہا تھا، اور شیطان کو بھگا رہا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اپنی آواز، (حالت نماز میں) تھوڑی اونچی رکھا کرو۔ اور اے عمر! تم اپنی آواز کو تھوڑا پست رکھا کرو۔

(ابوداؤد اور ترمذی)

ف: نماز کی حالت میں نمازی کی آواز قرأت، تسبیحات وتکبیرات اور تشہد میں اتنی ہونی چاہیئے کہ آدمی خود اپنی آواز کو سن سکے، نہ اتنی آہستہ کہ زبان سے تلفظ بھی ادا نہ ہوتے ہوں تو اس صورت میں نماز نہیں ہوتی۔ ہاں خفیہ آواز، جس سے تلفظ کی ادائیگی درست ہو اور اپنی آواز بغیر کسی دوسرے کو سنانے کے، خود سن سکتا ہو تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالٰی کو سنانا اور ریاکاری سے بچنے کے لیے آہستگی کے ساتھ ذکر کرنا افضل وبہتر ہے اور اگر سوئے ہوئے لوگوں کو جگانا اور دور دراز کی چیزوں کو سنا کر گواہ بنانا، اور شیاطین اور ان کے شر کو ذکر اللہ کر کے دور بھگانا مقصود ہو جیسا کہ حدیث پاک میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن کی آذان کی آواز سن کر شیطان اتنی دور بھاگ جاتا ہے جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ تو اس صورت میں بلند آواز سے ذکر کرنا افضل وبہتر ہے دونوں کا معاملہ حسن نیت ہے۔

۱۵۸۷ / ۲۳ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ فَاَيَّ حِيْنٍ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا؟ فرماتی ہیں، وہ عمل جو ہمیشہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم رات کس وقت اٹھتے تھے؟ فرماتی ہیں کہ جب آپ کسی آواز

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دینے والے کی آواز سنتے تو اس وقت اٹھتے تھے (بخاری و مسلم)

ف: آواز دینے والے سے مراد مرغ کی آواز ہے۔ علماء و محدثین نے کہا ہے کہ مرغ کی عادت یہ ہے وہ نصف شب کے بعد یا اس کے قریب بانگ دیتا ہے، اس لیے کئی اللہ کے بندے اس کی آواز پر اٹھ جاتے ہیں اور عبادت، نوافل و ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیشگی کا عمل صالح سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا پسند تھا۔ اسی لیے آپ ہمیشہ نصف شب کو اٹھ کر عبادت و نوافل میں معروف رہتے تھے اور یہ عمل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا پسندیدہ تھا۔

۱۵۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا كُنَّا نَشَاءُ اَنْ نَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ وَلَا نَشَاءُ اَنْ نَرَاهُ نَائِمًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے کسی خاص حصہ میں سوتے یا کسی خاص حصہ میں جاگنے کی عادت نہ تھی اس لیے جب) ہم خیال کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز نہیں پڑھ رہے ہوں گے مگر (جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں (ایسا ہی) ہمارا خیال ہوتا کہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نہیں سو رہے ہوں گے مگر (جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سو رہے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رات میں سونے اور نماز تہجد پڑھنے کی عادت شریفہ مقرر نہ تھی) اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۱۵۸۹ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ اَكْثَرُ صَلَاتِهٖ جَالِسًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ[1] جب آپ زیادہ سن رسیدہ ہو گئے اور آپ پر ضعف پیری کے آثار ظاہر ہونے لگے تو آپ اکثر (نفل) نمازوں کو بیٹھ کر پڑھا کرتے

[1] میں نے کبھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تھے[1] (بخاری و مسلم)

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

(اس باب میں ان اذکار اور دعاؤں کا ذکر ہے جن کا پڑھنا رات میں اٹھ کر تہجد ادا کرنے والے کے لیے مسنون ہے)

وقول اللہ عز وجل ”وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مزمل پ ۲۹ ع میں)

اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دن میں تو تبلیغ اسلام میں مصروفیت کی وجہ سے آپ کو بہت مشغلہ رہتا ہے اس لیے رات کو اٹھ کر) اپنے پروردگار کا نام لیتے اور اس کو یاد کرتے رہو۔

۱۵۹۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب رات تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھتے تو (نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے) یہ دعا پڑھتے ۔

اے اللہ! ہر طرح کی تعریف آپ ہی کے لیے سزاوار ہے، آسمانوں زمینوں اور جتنی چیزیں ان کے درمیان میں ہیں آپ ہی ان سب کے سنبھالنے والے اور ان کا انتظام کرنے والے ہیں۔
اور ہر طرح کی حمد آپ ہی کو سزاوار ہے، آسمانوں زمینوں اور جتنی چیزیں ان کے درمیان میں ہیں سب کے اندر کا نور (یعنی ان سب کو عدم کی ظلمت سے نکال کر وجود کا نور عطا کرنے والے آپ ہی ہیں۔

[1] اس طرح حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، بخلاف امت کے کہ بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا، ہاں اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھیں تو پورا ثواب ملے گا۔ یہ حکم نفل سے متعلق ہے اگر کوئی شخص فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھے تو نماز ادا نہ ہوگی، اس لیے کہ قیام فرض ہے، ہاں! اگر کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز بیٹھ کر پڑھے تو نماز ہو جائے گی اور ثواب بھی پورا ملے گا۔

اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور ہر طرح کی حمد آپ ہی کو سزاوار ہے، اور آسمانوں زمینوں اور جتنی چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان سب کے بادشاہ آپ ہی ہیں (کوئی آپ کی بادشاہت میں شریک نہیں ہے) اور کوئی آپ کی بادشاہت کا انکار کرنے والا نہیں ہے)

اور ہر طرح کی حمد آپ ہی کو سزاوار ہے آپ ہی حق ہیں یعنی آپ ہی موجود اور ثابت ہیں اور آپ کا وجود لازوال ہے کہ کبھی معدوم نہیں ہونے کا اور آپ کے سوا سب معدوم ہیں۔

اور آپ کا وعدہ سچا ہے یعنی آپ نے جو وعدہ اپنے بندگان خاص سے فرمایا ہے، حق ہے اور تیری بات حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ کی آگ حق ہے انبیاء علیہم السلام حق ہیں، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حق ہیں، اور قیامت حق ہے۔

اے اللہ! میں نے تجھ پر اسلام لایا، اور تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا، اور تیری طرف رجوع کیا اور تیرے بھروسے پر میں کفار سے لڑتا ہوں اور تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں، میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے، اور چھپے کھلے گناہ بخش دے اور وہ گناہ بھی بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، اور تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا تو ہی معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری ومسلم)

۱۵۹۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ اِفْتَتَحَ صَلَاتَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کی نماز (تہجد) کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنی نماز (اس دعا سے) شروع فرماتے، اے اللہ! اے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، چھپے

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور اعلانیہ کے جاننے والا، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں اختلاف کرتے ہیں، اے اللہ مجھے ہدایت دے اپنے فضل سے اس حق سے جس میں اختلاف ہے، تو جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

ف مرأۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے اللھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے الفاظ نماز تہجد کی تکبیر تحریمہ سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ادا فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ تو ساری مخلوق کا رب ہے پھر خصوصیت سے ان تین فرشتوں کا ذکر ان کے اشرف اور تمام دوسرے فرشتوں سے بزرگ ہونے کی وجہ سے کیا ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ تمام فرشتوں میں افضل سیدنا جبرئیل ہیں کیونکہ وہ انبیاء کے خادم اور حامل وحی ہیں، پھر میکائیل کیونکہ رزق جسمانی کا تعلق ان سے ہے، پھر اسرافیل کیونکہ لوح محفوظ اور قیامت صور پھونکنے کے محافظ آپ ہیں اور پھر عزرائیل علیہ السلام کیونکہ ان کی ذمہ داری الروح کو قبض کرنا ہے۔

۱۵۹۲/۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ اَبُوْ دَاؤدَ بَعْدَ قَوْلِهٖ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا وَفِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ يَقْرَأُ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کے وقت اٹھتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے۔
اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں آپ کا نام بڑا برکت والا ہے، آپ بہت عالی شان ہیں آپ کے سوا کوئی معبود لائق عبادت نہیں۔ پھر اس کے بعد آپ یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا۔ اللہ سب بڑوں سے بڑا ہے، ساری بڑائیاں اسی کے لیے ہیں۔ اس کے بعد پھر یہ دعا پڑھتے۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں جو سب سے زیادہ سننے والے اور سب سے زیادہ جاننے والے ہیں شیطان مردود کے ھمز سے (یعنی وسوسوں سے جن کو شیطان انسان کے دلوں میں پیدا کرتا ہے) اور نفخ سے (یعنی غرور اور خود پسندی سے جن کو شیطان انسان کے دلوں میں ڈالتا ہے، اور نفث سے (یعنی سحر سے جس کو شیطان انسان سے کرواتا ہے

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، اور نسائی نے کی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ کے بعد یہ اضافہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد آپ قرأت شروع فرماتے تھے۔

ف: واضح ہو کہ یہ اور اس قسم کی حدیثوں کی وجہ سے ثناء کے بعد نوافل میں مذکورہ دعاؤں اور مسنون اذکار کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ حنفی مذہب بھی یہی ہے۔

۱۵۹۳ وَعَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ کَعْبٍ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ عِنْدَ حُجْرَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکُنْتُ اَسْمَعُہٗ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الْھَوِیَّ ثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ الْھَوِیَّ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَلِلتِّرْمِذِیِّ نَحْوَہٗ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرۂ مبارک کے اتنا قریب سویا کرتا تھا کہ حضور اندر جو پڑھا کرتے وہ مجھے سنائی دیا کرتا، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو بہت دیر تک سُبْحَانَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سارے عالموں کا رب سب عیبوں سے پاک ہے) پڑھتے رہتے، پھر اس کے بعد بہت دیر تک "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" (اللہ تعالیٰ کی سب عیبوں سے پاکی بیان کرتے ہوئے میں اس کی تعریف کرتا ہوں) پڑھا کرتے، اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔

۱۵۹۴ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَاَسْاَلُکَ رَحْمَتَکَ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو تہجد کے لیے جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ میں آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں (امت کو سکھانے کے لیے فرماتے ہیں) اے اللہ اب نادم و شرمندہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ میرے

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

١٥٩٥ وَعَنْ شَرِيْقٍ الْهَوْزَنِيِّ قَالَ
دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا بِمَ
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ
سَأَلْتَنِيْ عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهُ
أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ
كَبَّرَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ
عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ
عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ عَشْرًا وَهَلَّلَ
اللّٰهَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ
بِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

گناہوں کو معاف فرما دیں (اے اللہ) میں ہر طرف سے مایوس ہو گیا ہوں صرف آپ ہی کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ آپ مجھ پر رحمت نازل کیجیے، مجھ پر آپ رحم کیجئے، اے اللہ میں کیا اور میرا علم کیا، علم کے تو بے حد مراتب ہیں اس لیے دعا کرتا ہوں کہ آپ ہر وقت میرا علم زیادہ فرماتے رہیے، (اے اللہ) ہر گھڑی دل کی حالت بدلتی رہتی ہے ہماری کسی حالت پر بھروسہ نہیں، آپ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے ہدایت دیتے رہیئے اور دل کو گمراہی کی طرف جانے نہ دیجئے، میرا بھروسہ آپ ہی کی رحمت پر ہے آپ اپنی رحمت سے مجھے ہدایت پر قائم رکھئے۔ (یہ جو کچھ میں مانگ رہا ہوں، میرے اعتبار سے بہت بڑی چیز ہے، آپ کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں اس لیے کہ آپ بہت عطاء کرنے والے ہیں، آپ کی عطا کی کوئی حد نہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

حضرت شریق ہوزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو ابتدا کن اذکار سے فرماتے تھے؟ ام المومنین نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جس کو آج تک کسی نے مجھ سے دریافت نہیں کیا (اس سے تمہارے طلب علم کا شوق معلوم ہوتا ہے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے دس بار تکبیر (اللہ اکبر) اور دس بار تحمید (الحمد للہ) اور دس بار سبحان اللہ و بحمدہ اور دس بار سبحان الملک القدوس اور دس بار استغفار اور دس بار تہلیل (کلمہ شریف) پڑھتے پھر دس بار کہتے اے اللہ میں دنیا اور قیامت کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا

ہوں، پھر آپ نماز شروع فرماتے۔ (ابوداؤد)

١٥٩٦ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي أَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا أُسْتُجِيْبَ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص رات کو بیدار ہو تو کہے (یہ دعا پڑھے) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے، اور اسی کے لیے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، پاک ہے اللہ اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ کے سوا گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے اے میرے رب! مجھے بخشش دے، یا یہ فرمایا کہ پھر دعا مانگے تو قبول ہو گی، پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو وہ نماز قبول کی جائے گی۔

١٥٩٧ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيْتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کوئی ایسا بندہ نہیں جو پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رات گذارے، پھر رات کو اٹھے، پس اللہ تعالیٰ سے خیر مانگے، مگر اللہ تعالیٰ اسے وہ دے دیتا ہے۔

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

باب، رات کو اٹھنے کی ترغیب کے بیان میں

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا۔

اللہ کا فرمان ہے۔
اور بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔
(المزمل ۷۳/۷)

یعنی رات کو نماز کے لیے سو کر جاگنا دیگر نمازوں سے زیادہ گراں ہے، معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز رات کو سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنی چاہیئے، تہجد کی نماز بہت اہم اور فائدہ مند ہے، جبکہ خضوع وخشوع

اس وقت میں حاصل ہوتا ہے کسی اور نماز کے وقت میں حاصل نہیں ہوتا، تہجد کے وقت میں رب تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں، صوفیاء فرماتے ہیں تہجد کی نماز میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں۔

(نور العرفان و مراۃ)

۱۵۹۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! شیطان تم میں سے کسی کے سر کی گدی کے پیچھے تین گرہیں لگا دیتا ہے جس وقت وہ آدمی سوتا ہے، ہر گرہ پر وہ یہ ڈالتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے سو جا، پھر جب وہ بیدار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور وہ خوش دل، پاک نفس صبح کرتا ہے وگرنہ پلید طبیعت اور سست صبح پاتا ہے،

(بخاری و مسلم)

۱۵۹۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ ذٰلِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ اَوْ قَالَ فِيْ اُذُنَيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تذکرہ آیا کہ ایک شخص رات بھر صبح صادق تک سوتا ہے تہجد کی نماز کے لیے نہیں اُٹھتا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے[1] (بخاری اور مسلم)

۱۶۰۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نیند

---

[1] کہ اس کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ رات کتنی گذری اور اس پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور وہ پڑا سویا رہتا ہے اس لیے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص جو رات بھر پڑا سو رہا ہو کان میں انگلی رکھ کر دیکھے تو کان میں پیشاب کی تری محسوس ہوگی۔

اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّيْنَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سے گھبرائے ہوئے اٹھے، خود آپ تعجب سے فرمانے لگے "سُبْحَانَ اللہ"! آج کی رات کیا دیکھتا ہوں کہ ان کو بے شمار خزانے دیئے جا رہے ہیں اور کیا دیکھتا ہوں کہ طرح طرح کے فتنے بھی میری امت پر نازل ہو رہے ہیں کوئی ہے کہ میرے حجرے والیوں (ازواج مطہرات) کو جگا دے کہ اب سونے کا وقت نہیں ہے، اٹھو! جاگو! خدا سے گڑگڑا کر دعائیں کرو، اور تہجد پڑھو تاکہ اللہ تعالیٰ تہجد کی برکت سے مال و دولت اور فساد و خون ریزی کے فتنہ سے ہم کو بچائے[1] اس کی روایت (بخاری) نے کی ہے۔

۱۱۶۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو تہجد کے لیے اٹھا کرتا تھا لیکن پھر اس نے رات کو تہجد کے لیے اٹھنا چھوڑ دیا[2]

(بخاری اور مسلم)

۱۱۶۲ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات

---

[1] مال و دولت کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہے کہ عورتیں نہایت باریک اور قیمتی لباس پہنیں گی جس سے اندر کا جسم ظاہر ہوگا اور نخوت و غرور پیدا ہوگا جس کے سبب سے یہ قیامت کے دن برہنہ اٹھیں گی، دنیا میں جتنا غرور کرے گی آخرت میں اتنا ہی ذلیل ہوگی، جیسے دنیا میں باریک لباس پہن کر برہنہ تھی، ویسے ہی آخرت میں برہنہ رہے گی۔

[2] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت پر مداومت کرنا پسند ہے اگرچہ وہ عبادت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو عبادت کرتا ہو، اس کو رات کی عبادت بالکل ترک کر دینا مکروہ ہے۔

اَلدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبُ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرُ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ۔

جب کہ اس کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہمارا رب جو بڑی برکت والا اور بڑی شان والا ہے دنیا سے جو قریب آسمان ہے اس پر نزول فرماتا ہے، جس طرح اس کی شان کے لائق ہے، ارشاد فرماتا کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں! ہے کوئی جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں! ہے کوئی ایسا گنہگار[1] جو گناہوں کی معافی چاہے تو میں اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لیے تیار رہوں (بخاری اور مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ایسا شخص جو قرض دے اس ذات کو جو محتاج نہیں ہے (قرض کی ادائیگی اس پر بار نہیں) اور نہ وہ ظالم ہے[2] اس قسم کے طرح طرح کے ارشادات ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ صبح صادق طلوع کرتی ہے۔

ف:- نزول فرمانے کے معنی تو معلوم ہیں مگر اس کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں، "لَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ" کے سوا امت میں سے کوئی اس کی تاویل اور تفسیر کو نہیں جانتا، یہ متشابہات سے ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کی کیفیت معلوم کرنے کی کھوج کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے ہم ایمان لاتے ہیں کہ بے شک ہمارا رب رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر نزول فرما کر نہایت محبت سے ارشاد فرماتا ہے۔

ف:- کہ قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہ کرے، اے قرض دینے والے ہم تیرے قرض کو دگنا، تگنا اور کئی گنا بڑھا کر پھر تجھ کو دیں گے اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ ہم کیسے دینے والے ہیں، قرض بھی ادا کریں گے اور اس کے صلہ میں تجھے وہ وہ نعمتیں دیں گے جن کو نہ تو تیری آنکھوں نے دیکھا اور نہ تیرے کانوں نے سنا ہے! کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم تجھ سے جو قرض مانگ رہے ہیں اس سے ہماری مراد کیا ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ خیرات کرے، قرض کا لفظ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ تیرا خیرات کرنا، تیرا روپیہ ضائع کرنا نہیں ہے، نہیں، نہیں! اس خیرات کی جو تو ہم کو دے گا

[1] جو گناہوں کی وجہ سے نادم و شرمندہ ہے، اس کو میری رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

قرض سمجھ، ہم اس کو بہت بڑھا کر تجھے پھر لوٹا دیں گے اور آخرت میں کئی گنا بڑھا کر اس کا صلہ دیں گے۔

۱۶۰۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَّذْكُرُاللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ (یوں تو ہر بندے کی رگِ گردن سے زیادہ قریب ہیں مگر آخری تہائی رات میں اپنے بندہ سے بہت ہی قریب ہوجاتے ہیں[۱] اگر تجھ سے ہوسکے تو اس وقت اللہ کے ذکر کرنے والوں میں سے ہوجا (پھر تو کہاں اور یہ قرب کہاں) (ترمذی)

۱۶۰۴ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کونسا وقت ہے جس میں دعاء تمام اوقات سے زیادہ قبول ہوتی ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری تہائی حصہ کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور ایسا ہی فرض نمازوں کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۶۰۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے فرائض (اور ان کے توابع مؤکدہ سنتوں) کے سوا رات دن کے باقی تمام نوافل سے تہجد جو رات کے آخری تہائی حصہ میں پڑھی جاتی ہے[۲] افضل ہے (اس لیے

---

[۱] کیا کہوں کیسے قریب ہوجاتے ہیں، ایسا قریب ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی شان کے سزاوار ہے، یہ بھی متشابہات سے ہے، قریب ہونے کے معنی معلوم ہیں مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں، ہم ایمان لائے ہیں کہ رات کے آخری تہائی حصہ میں اللہ تعالیٰ ہم سے بہت ہی قریب ہو جاتے ہیں، اے بندے! اللہ تعالیٰ سے تجھے اس طرح قرب حاصل ہوگیا ہے، اس کو تو غنیمت جان!

کہ تہجد نفس پر بہت شاق ہوتی ہے اور اس میں ریا بھی نہیں ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: بارہ رکعت سنن مؤکدہ جو دن رات میں فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، ان کی فضیلت کا کیا کہنا، یہ بارہ رکعت فرائض کے کمالات ہیں اس سے بڑھ کر ان کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟

۱۶۰۶/۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر رات ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں ضرور دعاء بھی قبول ہوتی ہے، چاہے دنیا کی بھلائی مانگیں یا آخرت کی۔ (مسلم)

۱۶۰۷/۱۰ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَانَ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ يُوْقِظُ فِيْهَا اَهْلَهٗ يَقُوْلُ يَا اٰلَ دَاوٗدَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَاِنَّ هٰذِهٖ سَاعَةٌ يَسْتَجِيْبُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهَا الدُّعَاءَ اِلَّا لِسَاحِرٍ اَوْ عَشَّارٍ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ داود نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رات میں ایک وقت ایسا مقرر تھا جس میں آپ خود بھی عبادت فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اے داؤد کے گھر والو! اٹھو! جاگو! نماز پڑھو (کیا تم کو کچھ معلوم ہے کہ یہ کیسا وقت ہے) اس وقت اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والے کی عبادت اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتے ہیں (ایسے مبارک وقت کو غفلت میں مت ضائع کر، ہاں ایسے مقبول وقت میں بھی) جادوگر کی دعا اور ظلم سے چنگی وصول کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتے۔ (یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کو غضب میں لاتی ہیں اور مقبولیت وقت کا بھی ان پر اثر نہیں ہوتا) اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۱۶۰۸/۱۱ وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! تہجد ضرور پڑھا کرو (تم کو خبر نہیں کہ) تم سے پہلے جو صالحین گذرے ہیں تہجد پڑھنا ان کا طریقہ خاص تھا اسی سے وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے تھے (تم تو خیر الامم ہو، تم بھی تہجد ضرور پڑھا کرو) تہجد سے تم کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اسی تہجد کی وجہ سے تم سے برائیاں دور ہوں گی، یہ تم کو گناہوں سے روکے گی۔

(ترمذی)

۱۶۰۹/۱۲ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلَيْهِمُ الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيْ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِي الصَّلٰوةِ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین طرح کے لوگ ہیں، ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں، جس طرح ان کی شان کے سزاوار ہے، ایک تو وہ شخص ہے جو رات کے وقت تہجد پڑھنے کھڑا ہوا، دوسرے جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں وہ لوگ ہیں جو نماز کے لیے صف بندی کرتے ہیں، تیسرے جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں وہ لوگ ہیں (جو محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جان پر کھیل کر) اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے ان کے مقابلہ میں صف بستہ ڈٹے ہوئے کھڑے رہتے ہیں، اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

فلہ یہ ہنسنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور راضی ہونے کی علامت ہے اللہ تعالیٰ کا ہنسنا بھی متشابہات سے ہے، ہم اس پر ایمان لائے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں ہنسنے کے معنی تو معلوم ہیں مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں، کیسے خوش تقدیر ہیں وہ لوگ جن سے اللہ راضی ہوکر ہنسیں، جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

ف، یہ صف بندی اللہ تعالیٰ کو نہایت پیاری معلوم ہوتی ہے ان کے فعل کو پسند کرکے اور ان سے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

۱۶۱۰/۱۳ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَآءَ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت بھیجتا ہے جو خود بھی تہجد کے لیے اُٹھتا ہے اور تہجد پڑھتا ہے بیوی کو جگانے کی کوشش کرتا ہے، وہ بھی اٹھ کر تہجد پڑھنے کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے تو بہتر ہے اگر وہ غلبۂ نیند کی وجہ سے نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر نیند سے جگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی اپنی رحمت بھیجتا ہے جو خود بھی تہجد کے لیے اٹھتی ہے اور تہجد پڑھتی ہے خاوند کو جگانے کی کوشش کرتی ہے اگر وہ جاگ گیا اور تہجد پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا تو بہتر ہے اگر وہ غلبہ نیند کی وجہ سے نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر نیند سے جگاتی ہے ۔ (ابو داؤد اور نسائی)

ف، ماشاء اللہ کیسا اچھا شوہر اور کیسی اچھی بیوی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیسے محبت اور اتفاق سے گزرتی ہے یہ دونوں اللہ کی عبادت کے لیے کیسے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ۔

1611/14 وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا اَوْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نیند سے تہجد کے لیے خود بھی اٹھتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتا ہے اور یہ سب مل کر تہجد کی آٹھ یا کم سے کم) دو رکعت ہی پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ مردوں کا نام ذاکرین یعنی ان لوگوں میں جو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتے ہیں اور عورتوں کا نام ذاکرات میں یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیتے ہیں۔ (ابو داؤد اور ابن ماجہ)

ف، تہجد کا کیا مبارک وقت ہے کہ تھوڑی سی عبادت سے بہت عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

1612/15 وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر بن خطاب

مِنَ اللَّیْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ حَتّٰی اِذَا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ لِلصَّلٰوۃِ یَقُوْلُ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ یَتْلُوْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی۔

(رَوَاہُ مَالِکٌ)

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عادت شریف تھی کہ وہ رات کو تہجد کے لیے بیدار ہوتے اور جتنی رکعتیں اور جتنا وقت مقدر میں لکھا ہوتا اس کو پورا کرتے پھر جب دیکھتے کہ پچھلی رات ہوگئی ہے تو اپنے اہل وعیال کو جگاتے اور فرماتے تم بھی نماز پڑھو، پھر (سورۂ طٰہٰ پ ۱۶ کی) اس آیت کو تلاوت فرماتے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت قدم رہ، کچھ ہم تم سے روزی نہیں مانگتے اور ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیزگار کے لیے (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے)

ف: اٹھو! اٹھو! اب سونے کا وقت نہیں! جاگو! جاگو! رحمت کے خزانے لٹ رہے ہیں۔

۱۲۱۳
۱۶ وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ ٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَہٗ وَفِیْ رِوَایَتِہٖ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں بالاخانے ہیں (ان کی لطافت وصفائی کیا کہوں ایسے شفاف ہیں) کہ جن کے اندر کی چیزیں باہر سے اور باہر کی چیزیں اندر سے نظر آتی ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ خوش اخلاق ہو، اور شیریں کلام ہو (اس کے نرم لہجہ سے اس کی خوش اخلاقی کا پتہ لگتا ہو) اس کے مزاج میں سخاوت ہو کہ محتاج کو کھانا کھلاتا ہو اور مہمانوں کی خاطر داری کرتا ہو) اکثر نفل روزے رکھا کرتا ہو (اور کم از کم ایام بیض یعنے ہر ماہ ہلالی کی (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے روزے رکھا کرے) اور رات کو اٹھ کر تہجد پڑھا کرتا ہو، نیند کے لیے غلبہ کے وقت میں جب کہ اور لوگ سو رہے ہوں (اور یہ خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا ہے) اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے اور ترمذی نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: (کسی نے عرض کیا حضور! کیسا خوش تقدیر ہوگا وہ شخص جس کو یہ ملیں گے! اگر یہ کوشش سے مل سکتے

ہیں تو ہم بھی کوشش کریں گے، ارشاد ہو کہ یہ کس کو ملیں گے؟
فـ ۲ ،۔ کوئی خاص مرتبہ کے لوگوں کے لیے یہ بالا خانے نہیں ہیں بلکہ ہر ایسے شخص کے لیے ہیں جو ان صفات سے متصف ہو۔

۱۲۱۴/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ اِنَّهٗ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو (تم دیکھو گے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تہجد (کی نورانیت) اس سے چوری چھڑا کر رہے گی۔ لہ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

۱۲۱۵/۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَافُ اُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّيْلِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۲ میری امت میں اشراف یعنی بڑے عزت والے وہ ہیں جو باعمل حافظ ہوں اور تہجد گزار ہوں (اس سے قرآن یاد کرنے کی اور شب بیداری کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔) اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۱۲۱۶/۱۹ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ۳ تہجد میں قیام اس قدر طویل ہوتا تھا جس کی وجہ سے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا (آپ کی اس مشقت کو دیکھ کر) صحابہ نے عرض کیا حضور! اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ کے اگلے پچھلے گناہ تو معاف کر دیئے گئے ہیں تو حضور انور صلی اللہ

لہ یوں تو ہر نماز آہستہ آہستہ ہر گناہ چھڑا دیتی ہے مگر تہجد میں ایک خاص اثر ہے، تہجد سے دل میں ایک نورانیت پیدا ہونا شروع ہوتی ہے جیسے جیسے یہ نورانیت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے تہجد پڑھنے والے کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔
۲ہ دنیا والوں کے پاس بڑی عزت ان کی ہے جن کے پاس مال دولت ہو، اور حکومت ہو، اور اللہ کے پاس)
۳ہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تہجد کیا کہوں کیسی تہجد تھی؟

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں اس قدر عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔[۱] (بخاری و مسلم)

ف : اللہ تعالیٰ کو بھی آپ کی اس مشقت کی بڑی قدر تھی، اس لیے ارشاد ہوا۔ طٰهٰ ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۞ (سورۃ طٰہٰ پ ۱۶ ع ۱) میرے پیارے نبی (آپ کے جیسا کوئی شخص شکر گذار بندہ نہیں، آپ کا عبادت میں یہ مشقت اٹھانا ہم سے دیکھا نہیں جاتا، ہم آپ پر اس لیے قرآن نہیں اتارتے ہیں کہ آپ اس قدر مشقت اٹھائیں)

۱۶۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت داؤد علیہ السّلام کی نماز تہجد اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھی ایسا ہی حضرت داؤد علیہ السّلام کے نفل روزے بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھے آپ رات کے چھ حصے کرتے، آدھی رات یعنی پہلے تین حصوں میں سو جاتے تھے، اور اس کے بعد کا چوتھا اور پانچواں حصہ تہجد میں گذارتے پھر آخری چھٹے حصہ میں سو جاتے (اب حضرت داؤد علیہ السّلام کے نفل روزوں کی کیفیت سنئے) آپ ایک دن نفل روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے۔

(بخاری و مسلم)

ف : کہنے کو تو یہ آسان ہے مگر ان پر عمل کر کے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہ نفس پر کس قدر شاق ہیں، اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی تہجد کیوں نہیں پڑھتے تھے، اور ایسے روزے کیوں نہیں رکھے؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر عمل کرتے تو امت کے لیے یہ سنت ہو جاتا، تہجد پڑھنے والے کو اسی طرح کرنا پڑتا، اور ہر نفل روزہ رکھنے والے کو اسی طرح روزے رکھنے پڑتے۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ نہیں چاہتے کہ امت کو اس طرح مجبور کریں، اور مشقت میں ڈالیں، اس لیے خود اس پر عمل نہ کر کے امت کو بتا دیا کہ تم کو

---

[۱] کیا گناہوں کی مغفرت ہی کے لیے ریاضت کی جاتی ہے اور مشقت اٹھائی جاتی ہے، مجھ پر اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں اور مجھ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر نعمتیں ملی ہیں کہ ان کا شکر اس طرح کی عبادت سے کیا کرتا ہوں)

جس طرح تمہارے لیے نفل روزے رکھنے میں سہولت ہو اس طرح روزے رکھو بات بات میں آپ نے جو سہولت رکھی ہے۔ اس سے دل چاہتا ہے کہ آپ پر قربان ہو جائیں۔

۱۶۱۸/۳۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ تَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِيْ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ إِلٰى أَهْلِهٖ قَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَنَامُ فَإِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ جُنُبًا وَثَبَ فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آدھی رات تک آرام فرماتے تھے) پھر آخری نصف رات میں آپ کی تہجد کے مختلف اوقات تھے تہجد پڑھنے کے بعد اگر جماع کی حاجت ہوتی تو جماع سے فارغ ہو جاتے، پھر رات کے (پچھلے حصہ میں) آرام فرماتے) پھر صبح کی اذان ہوتے ہی آپ فوراً بیدار ہو جاتے اور اگر جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل سے فارغ ہو جاتے اور اگر جنابت کی حالت نہ ہوتی تو وضوء فرماتے اور صبح کی دو سنتیں ادا کر کے فجر کے فرض کے لیے باہر تشریف لے جاتے۔ (بخاری و مسلم)

ف: عشاء کی نماز کے بعد اوراد وظائف سے فارغ ہو کر جن کو آپ عشاء کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے

بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

یہ باب اعمال میں میانہ روی اختیار کرنے کے بیان میں ہے۔

(۱) وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور میانہ چال چل" (القمان، ۲۱/۱۹)

نہ بہت تیز، نہ بہت سست کہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں، ایک میں شان تکبر ہے اور ایک میں چھچھورا پن حدیث شریف میں ہے کہ بہت تیز چلنا مومن کا وقار کھوتا ہے۔

(۲) وَقَوْلُهٗ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، پھر جب تم نماز پڑھ چکو، تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو۔ (النساء ۵/۱۰۳)

ف: یعنی ذکر الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد متعین فرمائی ہے سوائے اللہ کے اس کی کوئی حد نہ رکھی فرمایا ذکر کرو کھڑے بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے رات ہو یا دن خشکی ہو یا تری ہر حالت میں ذکر کا حکم ہے۔

۱۶۱۹ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی اَنْ لَّا یَصُوْمَ مِنْہُ شَیْئًا وَّیَصُوْمُ حَتّٰی تَظُنَّ اَنْ لَّا یُفْطِرَ مِنْہُ شَیْئًا وَکَانَ لَا تَشَآءُ اَنْ تَرَاہُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض مہینوں میں روزے نہ رکھتے تھے اور اتنے دن ناغہ کرتے کہ ہمارا خیال ہو جاتا کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے، پھر جب روزے رکھتے تو اتنے رکھتے کہ ہمارا خیال ہو جاتا کہ اب آپ روزہ ترک ہی نہ کریں گے (اب ایک دوسری مثال آپ کے اعتدال پسند ہونے کی سنیئے) حضور کے نماز شب کی کیفیت یہ تھی کہ اگر تم حضور کو نماز شب میں مشغول دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے اور اگر تم حضور کو سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو ایسا بھی دیکھ سکتے تھے (بخاری)

ف ا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال ہوتا تھا تم کبھی حضور کو نہیں دیکھو گے کہ آپ کسی کام کو افراط سے کر رہے ہیں یا کسی کام میں تفریط کر رہے ہیں۔

ف۲ اگر آپ کو اعتدال پسند نہ ہوتا تو ہمیشہ نفل روزے رکھتے، جس سے افراط ثابت ہوتا یا ہمیشہ نفل روزے ترک فرماتے جس سے تفریط معلوم ہوتی، ایسا نہ کرکے کبھی روزے رکھتے جب نشاط ہوتا کبھی روزے ترک کرتے، جب روزے ترک کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی۔

ف۳ اگر آپ کو اعتدال پسند نہ ہوتا اور آپ نماز پڑھتے تو تمام رات نماز پڑھتے رہتے اور سوتے تو تمام رات سویا کرتے، ایسا نہ کرکے آپ رات میں آرام بھی فرماتے اور نمازیں بھی پڑھتے اس لیے صاحبو! حضور کی سنت پر عمل کرکے ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرو۔

۱۶۲۰ وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہی اعمال اور (وظائف اور نوافل) اللہ تعالیٰ کو نہایت پسندیدہ اور پیارے معلوم ہوتے جن پر ہمیشہ پابندی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑے سے ہی کیوں نہ ہوں (بخاری و مسلم)

ف کبھی ان کو بہت زیادہ کرنا اور کبھی ان کو چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس لیے اوراد و وظائف و نوافل

میں اعتدال چاہیئے تاکہ ہمیشہ کر سکیں، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

۱۶۲۱ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ طَاھِرًا وَذَکَرَ اللّٰہَ حَتّٰی یُدْرِکَہُ النُّعَاسُ لَمْ یَتَقَلَّبْ سَاعَۃً مِّنَ اللَّیْلِ یَسْاَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ ذَکَرَہُ النَّوَوِیُّ فِیْ کِتَابِ الْاَذْکَارِ بِرِوَایَۃِ ابْنِ السُّنِّیِّ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے جب کوئی مسلمان سونے کے لیے باوضو بستر پر جائے اور اللہ کا ذکر دل سے یا زبان سے کرتے ہوئے سو جائے اور رات میں کروٹیں بدلے تو اس وقت دنیا اور آخرت کی بھلائی کی جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے[1] اس کی روایت امام نووی نے کتاب الاذکار میں ابن السنی کی روایت سے کی ہے۔

۱۶۲۲ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوراد و وظائف و نوافل اپنے اوپر تم اسی قدر لازم کر لو جو تم سے ہمیشہ ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے تھکتے نہیں جب تک تم نہ تھک جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

ف (دوام ان کو نباہ سکو، اس کا کیا فائدہ کہ چار دن کسی عمل کو کریں اور پھر چھوڑ بیٹھیں، تھوڑا ہی ہو مگر ہمیشہ ہو اس سے قلب میں وہ صفائی پیدا ہوتی ہے جو بہت سے اوراد و وظائف و نوافل شروع کر کے پھر چھوڑ دینے سے نہیں ہو سکتی، دیکھو! پانی کی لوٹ پتھر کی چٹان پر سے گزر جائے تو اس میں کوئی سوراخ نہیں پیدا کر سکتی، اس کے برخلاف اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ ہمیشہ ٹپکتا رہے تو ایک نہ ایک دن پتھر میں سوراخ کر کے رہے گا۔ اس کو بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب کے بے حد خزانے بھرے ہوئے ہیں)۔

ف: تم نے اپنے اوپر اوراد و وظائف و نوافل مقرر کر لیے جن کو نباہ نہ سکے اور تھک کر چھوڑ بیٹھے (اس سے کیا فائدہ، اسی لیے اوراد و وظائف و نوافل میں اعتدال اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت پسند ہے۔

[1] دعا قبول ہونے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مختصر سا طریقہ بتلاتے ہیں جس پر پابندی بھی ہو سکتی ہے اور اس پر مداومت بھی آسان ہے وہ طریقہ یہ ہے۔

[2] یہ ہے اعتدال کی تعلیم اسی طرح ہر کام کو اعتدال سے کرنا چاہیئے۔

۱۶۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو خیال رہے کہ جب تک دل میں فرحت و نشاط رہے اور پڑھنے کو جی چاہے اس وقت تک تو نماز پڑھتا رہے، جب نفل نمازوں کے پڑھنے سے دل اکتا جائے اور بیزار ہونے لگے تو زبردستی نفس کو مجبور کر کے نفل نماز نہ پڑھے بلکہ) تھوڑی دیر بیٹھ جائے اور آرام لے لے ۔ (بخاری و مسلم)

ف پھر جب نشاط اور فرحت پیدا ہو تو نفل نماز پڑھے (اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص اوراد و وظائف و نوافل افراط سے پڑھ رہا ہو، یعنی اکثر اوقات سے پڑھا کرتا ہے اگرچہ یہ محمود ہے، اس خیال سے کہ کہیں تنگ کر یا بیزار ہو کر چھوڑ نہ دے، اس سے اعتدال کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح کوئی شخص اوراد و وظائف و نوافل میں تفریط کر رہا ہے یعنی اس کے نہ اوراد ہیں نہ وظائف ہیں اور نہ نوافل ہیں، تو ایسے شخص کو ابھارا جاتا ہے کہ تیری یہ تفریط مناسب نہیں، تجھے اعتدال سے اوراد و وظائف و نوافل قائم کرنا چاہئیں۔ ایک دن آنے والا ہے کہ جس دن اوراد و وظائف و نوافل پڑھنے والوں کو جو درجات ملیں گے ان کو دیکھ کر یہ پچھتائے گا اور اس وقت پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اب وقت ہے کہ تو اوراد و وظائف و نوافل اعتدال کے ساتھ جاری کر، تو اعتدال کا جو ارشاد ہوا ہے وہ افراط کرنے والے اور تفریط کرنے والے دونوں کے لیے ہے۔

۱۶۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (نفل) نماز پڑھ رہا ہو، اور وہ اونگھنے لگے کیونکہ اگر وہ نماز پڑھتا چلا جائے، تو نہیں معلوم نیند کے غلبہ میں زبان سے کیا نکل جائے، دعا کی بجائے بد دعا کرنے لگے، مثلاً مغفرت کی دعا کرنا چاہتا ہے، اور نیند میں مغفرت مانگنے کی بجائے عذاب مانگ لے

اسی لیے نوافل میں اعتدال کا حکم دیا گیا ہے تاکہ یہ نوبت ہی نہ آئے) (بخاری و مسلم)

۱۲۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدَّلْجَةِ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا دین بہت آسان ہے[۱] جو شخص دین میں اپنے اوپر سختی اختیار کرے گا یعنی بھاری بھاری عبادتوں کی عادات ڈالے گا اور سخت سخت عبادتیں کر کے دین کو مشکل بنا لے گا[۲] میانہ روی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے کی کوشش کریں[۳] تجھے پورے پورے ثواب کی خوشخبری سناتے ہیں (اور اسے وہ شخص جو نفل عبادات چھوڑے بیٹھا ہے تو کیوں پست ہمتی کر رہا ہے، تو بھی عبادات میں اعتدال کر تجھے بھی خوش خبری دی جاتی ہے کہ تجھ کو بھی وہی ثواب ملے گا جو افراط سے اعتدال پر آنے والے کو ملتا تھا۔ اب ہم تم کو اعتدال کا طریقہ بتاتے ہیں سنو!) نماز فجر کے وقت سے (اشراق کے وقت تک) نفل عبادات اور اوراد و وظائف میں مشغول رہو، اور عصر کے وقت سے مغرب تک کے وقت کو بھی غنیمت جانو! اور اوراد و وظائف میں مشغول رہو (یہ دونوں اوقات قبولیت ہیں، اور مغرب

---

[۱] (تم راہبوں کی طرح اپنے کو مشقت میں مت ڈالو اور جو لوگ تفریط میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ بھی نفل عبادات نہیں کرتے ہیں۔ ان کو کہا جا رہا ہے کہ دین بہت آسان ہے تم ایسی نفلی عبادات کب تک چھوڑے ہوئے رہو گے؟ ترقی کر کے اعتدال پر آجاؤ)

[۲] بالآخر انھیں نباہ نہ سکے گا۔ اور ہمیشہ نہ کر سکے گا مجبور ہو کر چھوڑ بیٹھے گا، لہٰذا ایسے شخص کو، اور اس شخص کو بھی جو کچھ بھی نفل عبادتیں نہیں کرتا، ان دونوں کو چاہیے کہ۔

[۳] (اے وہ شخص جو عبادات میں افراط کرنے والا ہے، تجھے جو اعتدال پر لایا جا رہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ تیرے ثواب میں کچھ کمی ہو گی نہیں! نہیں!)

کے بعد نماز اوّابین پڑھا کرو، اور آخر شب میں تہجد بھی پڑھ لیا کرو ــــــــــــ گے تو تمہیں عبادات میں اعتدال حاصل ہو جائے گا)

(بخاری شریف)

۱۶۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَّجُلَيْنِ رَجُلٌ ثَارَ عَنْ وِطَائِهٖ وَلِحَافِهٖ مِنْ بَيْنِ حِبِّهٖ وَاَهْلِهٖ اِلٰى صَلَاتِهٖ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ ثَارَ عَنْ فِرَاشِهٖ وَوِطَائِهٖ مِنْ بَيْنِ حِبِّهٖ وَاَهْلِهٖ اِلٰى صَلَاتِهٖ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِيْ وَرَجُلٌ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ مَعَ اَصْحَابِهٖ فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فِي الْاِنْهِزَامِ وَمَا لَهٗ فِي الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتّٰى هُرِيْقَ دَمُهٗ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ رَجَعَ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِيْ حَتّٰى هُرِيْقَ دَمُهٗ رَوَاهُ صَاحِبُ الْمَصَابِيْحِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو دیکھ کر بہت تعجب کرتے ہیں[1] ایک تو وہ شخص ہے جو نرم اور گرم بچھونے پر سو رہا تھا، اور اوڑھنے کے لیے بھی لحاف موجود تھا[2] اور پہلو میں محبوبہ اس کی اہلیہ موجود ہے[3] اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر اور اس کے عذاب سے بچنے کے خیال نے اس کو بے چین کر دیا ان سب کو چھوڑ کر اٹھا، وضوء کیا اور خدا کے سامنے دیکھو کھڑا ہو گیا اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں، اے میرے مقرب فرشتو! اس میرے بندے کو دیکھو[4] دوسرا وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ تعجب فرماتے ہیں وہ ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہے (دشمن) اس کو اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیے ہیں، خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے طاقت

---

[1] اللہ تعالےٰ کا تعجب کرنا متشابہات سے ہے، ہم اس پر ایمان لائے، تعجب کے معنیٰ معلوم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے تعجب کرنے کی کیفیت معلوم نہیں، وہ شخص جن پر اللہ تعالیٰ تعجب کرتے ہیں ان میں)

[2] رات کا وقت ہے سرد ہوائیں چل رہی ہیں، لوگوں کو دیکھ رہا ہے کہ وہ سو رہے ہیں، اس سے اس کا بھی دل سونے کی رغبت کرتا ہے۔

[3] نفس تو چاہتا تھا کہ ان سب سے لطف اٹھائے، ایسے میں تہجد کا وقت آگیا!)

[4] کیا کیا خواہشات اس کو گھیرے ہوئے ہیں، نرم بچھونا ہے، گرم لحاف ہے، پہلو میں محبوبہ ہے، کسی کا بھی اس کو کچھ خیال نہیں، میرے سے ثواب حاصل کرنے کی رغبت اور عذاب سے بچنے کا خیال سب سے بڑھ کر مجھے راضی کرنے کی دھن میں اپنی ساری خواہشات کو چھوڑ کر کس طرح میرے سامنے آکر کھڑا ہے کبھی سجدہ کر رہا ہے، میرے لیے یہ جو جو کر رہا ہے سب میں دیکھ رہا ہوں اور میں اس سے راضی ہو گیا)

نہ ہونے سے) سب کے سب بھاگ گئے[1] آخر خود بھی شہید ہوگیا، ایسے شخص کی حالت فرشتوں کو دکھا کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے مقرب فرشتو! دیکھو اس شخص کو! محض میرے ڈر سے اور مجھے خوش کرنے اور راضی کرنے کے خیال سے اس نے جان دے دی[2] اس حدیث کی روایت صاحب المصابیح نے شرح السنہ میں کی ہے۔

۱۶۲۷/۹ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ سو گیا اور اپنا پورا وظیفہ یا وظیفہ کا کچھ حصہ نہ پڑھ سکا (یا تہجد نہ ہو سکی) اور وہ فجر کے وقت سے لے کر زوال تک کے وقت میں (فوت شدہ وظیفہ یا تہجد کو) پڑھ لے تو اس کے لیے ایسا ہی ثواب لکھا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو اٹھ کر پڑھا ہے (یہ ہے قدردانی اللہ تعالیٰ کی) (مسلم)

۱۶۲۸/۱۰ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں[3] کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگر تم فرض نماز پڑھ رہے

---

[1] یہ شخص کافروں کے مقابلہ سے بھاگنے کی وعید کو سوچتا ہے اور یہ خیال بھی آیا کہ کبھی نہ کبھی تو مرنا ہے! کافروں سے بھاگ کر میں کب تک زندہ رہوں گا، ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے جب اس کے سامنے حاضری ہوگی اور وہ پوچھے گا کہ تو کافروں کے سامنے سے کیوں بھاگا تو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ خیال آتے ہی) وہ پلٹ کر کفار کے مقابلہ میں آگیا دجان توڑ کر لڑنا شروع کیا، بہت سے کفار کو قتل کیا۔

[2] میں بڑا ہی قدرداں ہوں تم نے دیکھا میں ان دونوں کو کیا کیا مراتب اور کیسے کیسے درجات دوں گا اس حدیث شریف میں تمام رات جاگنے کی فضیلت نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ صرف تہجد کے لیے اٹھنے والوں کی تعریف فرمائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اعتدال پسند ہے۔

[3] جس شخص کی عادت یہ ہو کہ وہ رات میں ہمیشہ اوراد و وظائف یا تہجد بلاناغہ پڑھا کرتا ہو۔

[4] مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز کس طرح ادا کروں)

فَعَلٰی جَنْبٍ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ رِوَایَۃِ النَّسَائِیِّ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِیًا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

ہو تو) کھڑے ہو کر پڑھو^۱ اگر کسی عذر سے فرض کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، بیٹھ کر پڑھنے کی بھی طاقت نہ ہو^۲ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے نسائی کی وہ حدیث یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم) کسی عذر سے) بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکو تو قبلہ رو چت لیٹ کر (اس طرح نماز پڑھو^۳۔ «لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا» اللہ تعالیٰ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اسی قدر جس کے اٹھانے کی اس کو طاقت ہو۔

ف۔ صدر کی دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، اس کے بارے میں ایک حدیث میں کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں چت لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے حنفی مذہب میں دونوں طرح سے نماز پڑھنا جائز ہے، چاہیں تو کروٹ لیٹ کر نماز پڑھیں، یا چت لیٹ کر، مگر چت لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے افضل ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم خاص عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے چت لیٹنے پر قادر نہ ہونے سے دیا گیا تھا چونکہ وہ بواسیر کے مرض سے بیمار تھے اور چت لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم عام طور پر دیا گیا ہے، حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جو چیز افضل قرار دی گئی ہے اس کو سب بیماروں کے لیے افضل قرار دینا مناسب نہیں، بلکہ چت لیٹ کر نماز پڑھنے کو ترجیح دے کر افضل قرار دینا چاہیئے، اس لیے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھتے ہیں جب رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کا موقع آتا ہے تو قبلہ کی طرف ہی رُخ رہتا ہے، اور کروٹ لیٹ کر نماز پڑھتے ہیں جب رکوع اور سجدہ کے

---

^۱ اس لیے کہ فرض نماز میں قیام فرض ہے، بخلاف نفل کے کہ اس میں کھڑے رہنا افضل ہے فرض نہیں ہے، اگر بغیر عذر کے نفل بیٹھ کر پڑھیں بھی تو جائز ہے مگر کھڑے رہ کر پڑھتے میں جو ثواب ہے نفل بیٹھ کر پڑھنے میں وہ ثواب نہیں بلکہ آدھا ثواب ملے گا۔

^۲ قبلہ رو کروٹ لیٹ کر پڑھو (کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے مگر افضل نہیں ہے، بلکہ چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے اس کی تائید ذیل میں نسائی کی حدیث سے ہوتی ہے)

^۳ کہ سر مشرق کی طرف ہو اور پیر قبلہ کی طرف سر کے پیچھے تکیہ رکھ کر سر کو کسی قدر اونچا کیا جائے اور پاؤں کو احترام قبلہ کی وجہ سے پھیلائے نہ رکھیں بلکہ پاؤں کو کھینچ کر گھٹنوں کو اس طرح کھڑا کریں کہ نیچے ایڑھی سمیت زمین پر ٹکے رہیں۔

لیے اشارہ کا موقع آتا ہے رخ ہٹ جاتا ہے، حالانکہ نماز میں استقبال قبلہ فرض ہے، چونکہ کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے میں قبلہ کی جہت باقی نہیں رہتی، اور چت لیٹ کر نماز پڑھنا کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ (مرقات) ۱۲

۱۶۲۹ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ[1] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (تکلیف برداشت کرکے) کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو اس کے لیے افضل ہے (اور اس کو پورا ثواب ملے گا) اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے رہ کر جو نماز پڑھتا تھا اس کو آدھا ثواب ملے گا (ایسا ہی جو شخص[2] لیٹ کر نماز پڑھے (تو جائز ہے مگر) بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو جو ثواب ملتا ہے اس کا آدھا ثواب لیٹ کر نماز پڑھنے والے کو ملے گا۔ (بخاری)

۱۶۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہونچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (نفل) نماز (بغیر عذر کے) بیٹھ کر پڑھے تو اس کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ثواب ملے گا (ایک روز) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نفل نماز بیٹھے ہوئے پڑھ رہے ہیں[3] میں حضور کے سر پر ہاتھ رکھا تو حضور صلی اللہ

[1] ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے اس کو کھڑے رہ کر پڑھنے کے لیے ناقابل برداشت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ [2] کھڑے ہو کر تو نماز پڑھ ہی نہیں سکتا، البتہ ناقابل برداشت تکلیف اٹھا کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، اگر وہ

[3] مجھے بہت تعجب ہوا کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سب کام افضل طریقہ پر ہوا کرتے ہیں، پھر اگر حدیث صحیح ہے تو آپ کیسے بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں؟ عرب کا طریقہ ہے کہ جب ان کو کسی بات پر تعجب ہوتا ہے تو جس سے تعجب ہوتا ہے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دریافت کرتے ہیں اور اس کو خلاف ادب نہیں سمجھتے۔

مِنْكُمْ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا ہے عبد اللہ! کس بات پر تم کو تعجب ہو رہا ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ (بغیر عذر کے بیٹھ کر) (نفل) نماز پڑھنے والے کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کے ثواب کا آدھا ثواب ملتا ہے (اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ سے ترک افضل کیسے ہوا!) اس پر مجھے تعجب ہو رہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! حدیث صحیح ہے (تم نے جو سنا ہے وہ صحیح ہے کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ) میں تم جیسا نہیں ہوں۔ (مسلم) [1]

۱۶۳۱ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ قَالَ [۳] رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِي صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَأَنَّهُمْ عَابُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَقِمِ الصَّلٰوةَ يَا بِلَالُ أَرِحْنَا بِهَا -

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک صاحب نے کہا کاش! میں نماز پڑھتا تو مجھے راحت ملتی (یہ سن کر) لوگوں نے (ان کے اس کہنے کو اس وجہ سے) برا سمجھا [2] حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بھی اکثر فرمایا ہے۔ بلال! نماز کی تکبیر کہو! نماز شروع ہو جائے تو ہم کو نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتے میں راحت ملتی ہے [3]۔ (ابوداؤد)

[1] بہت سی چیزیں میرا خاصہ ہیں اور امت اس میں شریک نہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مجھے بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر ادا کرنے میں بھی ویسا ہی ثواب ہے جیسے کھڑے ہو کر نفل ادا کرنے میں ثواب ملتا ہے، بخلاف امت کے ان کو نفل نماز کھڑے رہ کر پڑھنے میں جو ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ اسی واسطے قرآن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے واسطے فرمایا گیا ہے۔ "وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"، اے رسول! ہم آپ کو بہت بڑا فضل عطا فرمائے ہیں۔

[2] کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نماز کو میں ادا کر دیتا تو نماز سے فارغ ہو کر آرام و راحت سے بیٹھتا تو قبیلہ خزاعہ کے ان صاحب نے کہا کہ میرا مطلب وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا ہے بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ نماز شروع ہو جاتی، دنیا کے مشاغل سے بچ جاتے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز کرنے میں راحت حاصل ہوتی، یہ میرا مطلب تھا، لوگوں نے جو سمجھا ہے وہ غلط سمجھا ہے۔ میں نے جس لحاظ سے کہا تھا اسی لحاظ سے

[3] اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میں مجھے جو لطف ملتا ہے اس سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے خزاعہ کے ان صاحب نے جو کہا تھا اس سے ان کی مراد یہی ہے لوگوں نے جو سمجھا ہے وہ مناسب نہیں۔

بَابُ الْوِتْرِ
باب الوتر

اس باب میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نماز وتر واجب ہے اور اس کی تین رکعات ایک سلام سے ہیں اور دعاء قنوت اسی میں پڑھی جاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے!

۱۔ وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے ۔

اس نگہبانی میں ہمیشہ نماز پڑھنا، باجماعت پڑھنا، درست پڑھنا، صحیح وقت پر پڑھنا حَافِظُوْا میں داخل ہیں بیچ کی نماز سے نماز عصر مراد ہے ، اس سے معلوم ہوا نمازیں پانچ فرض ہیں ، کیونکہ بیچ کی نماز وہ کہلائے گی جس کے آس پاس برابر برابر عدد ہوں ، اور عدد کم از کم دو ہیں ایک عدد نہیں ہے ۔ تو نماز پانچ ہوئیں نماز عصر کی تاکید دو وجہ سے ہے ، ایک اس وقت دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں ، دوسرے اس وقت کاروبار چمکتے ہیں ۔ اور سیر و تفریح ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

۲۔ وَقَوْلُہٗ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ

اور قسم ہے جفت اور طاق کی ۔

۱۶۳۲ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَ کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلٰثًا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ماہ رمضان میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز تہجد کی کیفیت اور تعداد رکعات کے بارے میں دریافت کیا ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا حضور اقدس تہجد میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہ پڑھتے تھے خواہ رمضان ہوتا یا نہ ہوتا ، چار رکعتیں تو ایسی پڑھتے کہ تم ان کی خوبی اور ان کا طول قرأت تو دریافت ہی نہ کرو ، اس کے بعد چار رکعتیں اور پڑھتے تھے ان کی خوبی اور درازی بھی ناقابل دریافت ہے ، پھر اخیر میں آپ تین رکعتیں (وتر) کے پڑھتے تھے (بخاری اور مسلم)

ف ۔ اس حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہجد کی رکعتوں کی تفصیل بتلا رہی ہیں جس کے آخر میں وتر کا ذکر ہے ، اگر وتر ایک رکعت علیحدہ سلام سے ہوتی تو ام المؤمنین یوں ارشاد

فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کی تین رکعتیں دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے ادا فرماتے تھے، ایسا نہ کہہ کر یہ فرمانا کہ وتر کی تین رکعتیں ادا فرماتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ایک سلام سے ادا کرنا چاہیئے۔

۱۶۳۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْبُتَیْرَاۤءِ اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ وَاحِدَۃً یُّوْتِرُ بِھَا۔ رَوَاہُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی التَّمْھِیْدِ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتیراء سے منع فرماتے ہیں آدمی وتر کی ایک رکعت پڑھے[1]۔ اس کی روایت ابن عبد البر نے تمہید میں کی ہے۔

۱۶۳۴ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ قَدْ ذَھَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِھِمْ اِلٰی ھٰذَا وَرَاَوْا اَنْ یُّوْتِرَ الرَّجُلُ بِثَلَاثٍ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ علماء صحابہ اور علماء تابعین کا بھی یہی مذہب ہے وہ فرماتے ہیں کہ وتر کے تین رکعات (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھنا چاہیئے۔

۱۶۳۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَاۤئِشَۃَ بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ قَالَتْ کَانَ یُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلَاثٍ وَّلَمْ یَکُنْ یُّوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا بِاَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَۃَ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کی کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے؟ ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ آپ کبھی تہجد کی چار رکعت پڑھتے تھے، اور تین رکعت وتر کے (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھتے تھے اور کبھی تہجد کے ۶ رکعت پڑھتے تھے اور وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور کبھی تہجد کے آٹھ رکعت پڑھتے

[1] یعنی وتر ہو یا کوئی اور نماز صرف ایک رکعت پڑھی جائے جس کو تکبیر تحریمہ سے شروع کر کے سلام پر ختم کرے اور دوسری رکعت اس کے ساتھ نہ ملائے ایسی نماز کی فرض میں کوئی نظیر ملتی ہے نہ نوافل میں اور نہ سنتن میں، اس لیے وتر بھی ایک رکعت نہیں پڑھنی چاہیئے۔

پڑھتے تھے اور وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور کبھی تہجد کے دس رکعت پڑھتے تھے اور وتر کے تین رکعات (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور وتر و تہجد کا مجموعہ سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ (ابوداؤد)

ف علامہ عینی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے تین رکعات ہوتے ہیں، اس لیے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بار بار وتر کے تین رکعات کا ذکر فرمایا ہے اگر وتر کی ایک رکعت ہوتی تو ام المومنین اس کو ظاہر فرماتیں، ام المومنین کا ایک رکعت کا ذکر نہ فرمانا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی تین رکعت ہیں اور وتر ایک رکعت کبھی نہیں پڑھی گئی، اس لیے کہ وہ بتیراء ہے جس کی ممانعت گزر چکی ہے۔ (۱۲)

۱۶۳۶ وَعَنِ الْكُرْدِيِّ قَالَ أَوْتَرَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ بِرَكْعَةٍ فَأَنْكَرَ عَلَيْهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَقَالَ مَا هٰذِهِ الْبُتَيْرَاءُ الَّتِيْ لَا نَعْرِفُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ)

حضرت کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وتر کی نماز ایک رکعت پڑھی[1] حضرت ابن مسعود نے (ایک رکعت کے ثبوت سے) انکار کیا اور فرمایا یہ کیسی نماز ہے؟[2] ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کی بتیراء نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۶۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلَاةِ النَّهَارِ فَأَوْتِرُوْا صَلَاةَ اللَّيْلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کی نماز دن کی نمازوں کی وتر ہے[3] رات کی نماز کو طاق بناؤ (نسائی)، اس حدیث

---

[1] حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دیکھ رہے تھے کہ وہ ایک رکعت پڑھ رہے ہیں، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو
[2] حضرت ابن مسعود کے اس انکار کی سعد ابن ابی وقاص نے تردید نہیں کی اور خاموش رہے۔
[3] اس سے پہلے جتنی فرض نمازیں ہیں سب کی رکعتیں جفت ہیں، مغرب کے فرض کے تین رکعتوں سے تمام نمازیں طاق ہوگئیں، ایسے ہی رات کی نماز یعنی تہجد جفت ہے، مثل مغرب کے تین رکعت وتر کو ایک سلام سے پڑھ کر)

هٰذَا السَّنَدُ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ـ

کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

۱۶۳۸ (۷) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِتْرُ اللَّيْلِ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلدَّارِ قُطْنِيِّ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ مَرْفُوْعًا ـ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر دو ہیں ایک دن کی نمازوں میں وتر ہے اور دوسری رات کی نمازوں میں وتر ہے، دن کی نمازوں میں جو وتر ہے وہ مغرب کے فرض ہیں (جس کے تین رکعت ہیں) ایسا ہی (عشاء اور تہجد) جو رات کی نمازیں ہیں ان میں بھی ایک نماز ہے جس کو وتر کہتے ہیں وہ بھی مثل مغرب کے فرض کے (تین رکعت والی ہے)[1] اس حدیث کی روایت دار قطنی اور بیہقی نے کی ہے اور دار قطنی کی ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی طرح مرفوعًا بھی مروی ہے۔

۱۶۳۹ (۸) وَعَنْ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ هٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ ـ

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابو خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز وتر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ نماز وتر مغرب کے فرض کی طرح (تین رکعت والی) ہے (اور واجب ہے) نماز وتر رات کی وتر ہے اور مغرب (کے فرض) دن کی وتر ہے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے ہے۔

۱۶۴۰ (۹) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

لہ اس حدیث شریف میں وتر کو مغرب کے فرض سے تشبیہ دی گئی ہے، اس لیے جیسے مغرب کے فرض کی تین رکعتیں ہیں، ایسے ہی وتر کے بھی تین رکعتیں ہی ہوں گی۔

ٹہ اس تشبیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دن کی وتر جیسے فرض ہے ایسا ہی رات کی وتر بھی واجب ہے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یُسَلِّمُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب وتر پڑھا کرتے تو دو رکعت کے بعد (قعدہ کرکے) بغیر سلام کئے کھڑے ہو جاتے تھے[1] (نسائی)

۱۶۴۱ وَعَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِہِنَّ رَوَاہُ الْحَاکِمُ فِیْ مُسْتَدْرَکِہٖ وَقَالَ اِنَّہٗ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب وتر پڑھتے تو دو رکعت کے بعد قعدہ کرکے (تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے) اور تیسری رکعت کے ختم پر (مثل مغرب کے فرض کے) آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

ف: واضح ہو کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر کے تین رکعات ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہیں، مذہب حنفی بھی یہی ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت ابوامامہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور مشہور فقہا سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی قول ہے کہ وتر تین رکعت ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہے، اور اسی پر ان حضرات کا عملدرآمد رہا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

۱۶۴۲ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ بِقُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَۃِ بِقُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِہِنَّ وَیَقُوْلُ یَعْنِیْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ثَلٰثًا۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر (کے تین رکعت ایک تکبیر تحریمہ سے پڑھتے تھے) اس کی پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" الخ اور دوسری رکعت میں "قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ" الخ اور تیسری رکعت میں "قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" الخ پڑھا کرتے تھے (دوسری رکعت میں قعدہ کے بعد بغیر سلام کے تیسری رکعت کے لیے اُٹھ جاتے

[1] پھر تیسری رکعت پڑھ کر ان تینوں رکعتوں کو ایک سلام سے ختم فرمایا کرتے تھے)

تھے) اور سلام صرف ان تینوں رکعتوں کے آخر میں پھیرتے تھے[1] اور وتر کا سلام پھیرنے کے بعد "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس" تین مرتبہ فرمایا کرتے تھے (نسائی)

۱۶۲۳ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ حُمُرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (ایک روز) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پانچ فرض نمازوں پر ایک زائد نماز عطا کی ہے اور وہ وتر ہے[2] وتر (بلحاظ ثواب کے) ان سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے[3] اللہ تعالیٰ نے یہ وتر تمہارے لیے عشاء اور صبح صادق کے درمیان رکھے ہیں۔
(ترمذی اور ابو داؤد)

ف: واضح ہو کہ فرض نمازوں کے سوا دن رات میں سنن مؤکدہ، تہجد اور دیگر نوافل جو پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر اس طرح نہیں کیا گیا جیسے کہ وتر کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ پر غور کیجئے وتر کے لیے ارشاد ہوا ہے، فرض نمازوں پر وتر زائد کی جا رہی ہے، جو چیز زیادہ ہوتی ہے اور جس پر زائد ہوتی ہے وہ اسی کی جنس سے ہوتی ہے اسی وجہ سے ۱۲ رکعت سنتوں کو فرائض پر زائد کیا گیا نہیں ارشاد فرمایا گیا، تہجد کو عشاء پر زائد کیا گیا نہیں ارشاد فرمایا گیا، ان کے برخلاف وتر کو پانچ فرضوں پر زائد کیا گیا ارشاد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وتر بھی فرائض کی قسم سے ہے۔ اسی لیے وتر واجب ہے۔

۱۶۲۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق

---

[1] اس لحاظ سے آپ کی وتر تین رکعات ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہوتی ہے۔

[2] معلوم ہو کہ وتر کیا ہے؟ تمہارے سمجھانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ سرخ اونٹ تمہارے پاس جیسے مرغوب ہیں، اور سارے اموال سے زیادہ قیمتی ہیں ایسے ہی)

[3] (۱۲ رکعت سنت مؤکدہ جو فرض نمازوں کے تابع ہیں ان کی طرح وتر کسی نماز کے تابع نہیں، بلکہ وتر ایک مستقل اور زائد نماز ہے اور واجب ہے، اسی لیے اس کا وقت تم کو بتایا جاتا ہے۔)

کے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔
(مسلم)

۱۶۴۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَوْصَانِیْ
۱۴
خَلِیْلِیْ بِثَلَاثٍ صِیَامِ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَیِ الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دلی دوست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور اس بات کی نصیحت فرمائی ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں۔
(بخاری اور مسلم)

۱۶۴۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
۱۵
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات میں جو جو نمازیں پڑھا کرتے ہو، ان سب نمازوں کے بعد وتر پڑھا کرو۔
(مسلم)

۱۶۴۷ وَعَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ
۱۶
قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَرَاَیْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ یُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّیْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ یَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ یَخْفُتُ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ

حضرت غضیف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے یہ تو بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنابت کا غسل اول شب میں کیا کرتے تھے یا آخر شب میں، تو ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ کبھی تو آپ اول شب میں غسل فرمایا کرتے تھے اور کبھی آخر میں، میں نے کہا، اللہ اکبر، خدا کا شکر ہے کہ جس نے دین میں آسانی فرمادی، پھر میں نے دریافت کیا، اچھا یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اول شب میں وتر پڑھا کرتے تھے یا آخر شب میں، ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ کبھی آپ اول شب

ل؎ اس لیے کہ صبح صادق ہوتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔
ل؎ اور وتر کو ان سب نمازوں کے بعد پڑھنا مستحب ہے، اگر کوئی وتر کے بعد اور نفل نمازیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

بِهٖ وَرُبَّمَا خَفَتَ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سِعَةً ۔
رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی ابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَخِیْرَ ۔

ہیں وتر پڑھ لیا کرتے تھے[1] اور کبھی آخر شب میں (تہجد کے بعد) وتر پڑھا کرتے تھے، میں نے کہا، اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے دین میں وسعت عطا فرمائی پھر میں نے دریافت کیا، اچھا یہ بھی بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن پاک (تہجد میں) آواز سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ، امّ المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ کبھی آپ قرآن پاک (تہجد میں) آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ، میں نے کہا، اللہ اکبر! خدا کا شکر ہے، جس نے دین میں آسانی کر دی (ابو داؤد) اور ابن ماجہ نے صرف حدیث کے آخری حصہ کو یعنی تہجد میں قرآن پڑھنے کے متعلق جو ذکر ہے صرف اسی کو بیان کیا ہے۔

۱۶۳۸ (۱۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَاَوْسَطِهٖ وَاٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں، کبھی عشاء کے بعد اوّل شب میں وتر پڑھے ہیں[2] اور کبھی آپ نے رات کے درمیانی حصہ میں بھی وتر پڑھے ہیں اور کبھی آپ نے رات کے آخری حصہ میں بھی وتر پڑھے ہیں[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخر شب میں بیدار ہونے کی عادت تھی، اس لیے آپ کے وتر آخری عمر میں رات کے آخری حصہ میں تہجد کے بعد ہوا کرتے تھے۔ (بخاری اور مسلم)

؎۱ (اور پھر اپنے وقت پر تہجد پڑھا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وتر پڑھنے کے بعد اور نمازیں پڑھنا جائز ہے۔)
؎۲ (اس لیے جس کو آخر شب میں بیدار ہونے کا بھروسہ نہ ہو تو اس کو اوّل شب میں ہی وتر پڑھ لینا افضل ہے) ؎۳ (اس لیے جس کو آخر شب میں تہجد کے لیے بیدار ہونے کا بھروسہ ہو تو اس کو آخر شب میں وتر پڑھنا ہی افضل ہے)

۱۶۴۹
۱۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّ ذٰلِكَ اَفْضَلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ پچھلی رات میں نہ اٹھ سکے گا تو شروع رات میں (نماز عشاء کے بعد) وتر پڑھ لے[1]، اور جس کو امید ہو کہ پچھلی رات میں اٹھ سکے گا، تو وتر آخر شب میں پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز میں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ بھی آسمان دنیا پر جلوہ افروز رہتے ہیں) اس لیے ایسے شخص کے لیے آخر شب میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

(مسلم)

۱۶۵۰
۱۹ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَصَحَّحَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلدَّارِ قُطْنِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ وَفِيْ اِسْنَادِ اَبِيْ دَاؤدَ اَبُوالْمُنِيْبِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ الْبُخَارِيُّ قَالَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ هُوَ صَالِحُ الْحَدِيْثِ وَاَنْكَرَ عَلَى الْبُخَارِيِّ اِدْخَالَهٗ فِي الضُّعَفَاءِ وَقَالَ الْحَاكِمُ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے، وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے[2]۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے، اور حاکم نے بھی اس کی روایت مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور دار قطنی کی ایک روایت میں ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں

---

[1] (اس اہتمام سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے اگر وتر واجب نہ ہوتے تو اس طرح اہتمام نہ کیا جاتا جیسے اور سنتوں کے لیے ایسا اہتمام نہیں کیا گیا۔)

[2] (اس لیے کہ میں پابندی سے وتر پڑھا کرتا ہوں، جو میرا تابع ہے اس کو چاہیئے کہ وتر کو واجب سمجھ کر پابندی سے پڑھا کرے)

وَثَّقَهُ ابْنُ مُعِينٍ فَهٰذَا ابْنُ مُعِينٍ إِمَامُ هٰذَا الشَّأْنِ وَكَفٰى بِهِ حُجَّةً فِي تَوْثِيقِهِ إِيَّاهُ۔

۱۶۵۱ / ۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ بِسَنَدِهِ أَنَّ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَدِمَ الشَّامَ فَوَجَدَ أَهْلَ الشَّامِ لَا يُوتِرُونَ فَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ مَالِي أَرٰى أَهْلَ الشَّامِ لَا يُوتِرُونَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَوَاجِبٌ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ زَادَنِي رَبِّي صَلٰوةً وَهِيَ الْوِتْرُ وَوَقْتُهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر حق ہے[1] وتر حق ہے یعنی واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر ہر مسلمان پر واجب ہے، اس کی روایت بزار نے کی ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک شام کا سفر کیا تھا تو وہاں دیکھا کہ لوگ وتر نہیں پڑھا کرتے ہیں تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ یہاں کے لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ (اس طرح آپ کے حیرت کے ساتھ دریافت کرنے سے مجھے تعجب ہو رہا ہے) کیا وتر واجب ہے؟ کہ جس کے نہ پڑھنے سے آپ اس طرح دریافت کر رہے ہیں، حضرت معاذ نے فرمایا: ہاں بے شک وتر واجب ہے۔ (اس میں کیا شک ہے؟ وتر واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے (فرائض پر) ایک اور نماز زیادہ فرمائی اور وہ وتر ہے[2] اس

[1] (حق کے دو معنی ہیں ایک معنی تو ثابت کے ہیں، اور دوسرے معنی واجب کے، یہاں حق کے معنی ثابت کے نہیں ہیں، بلکہ واجب کے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بطور عطف تفسیری تو ارشاد فرمایا)

[2] (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض پر وتر کو زیادہ کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں اس لیے کہ جو چیز جس پر زیادہ ہوتی ہے وہ اسی کی جنس سے ہوتی ہے، یہاں وتر فرائض پر زیادہ ہو رہے ہیں، اس لیے وتر واجب ہیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وتر کو بہت پابندی سے پڑھنا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں، فرائض کے جیسے اوقات بتلائے گئے ہیں، ایسے ہی وتر کا ابتدائی اور آخری وقت بھی بتایا گیا ہے۔)

کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ وتر ایک مستقل نماز ہے اور واجب ہے)

۱۶۵۲ وَعَنْ خَارِجَۃَ بْنِ حُذَافَۃَ قَالَ [۲۱]
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ
اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ
مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ
اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ
اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَاَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَۃَ
وَالْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَاَحْمَدُ
فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ
وَالطَّبْرَانِيُّ فِيْ مُعْجَمِهٖ نَحْوَهٗ وَ
صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ فَقَالَ حَدِيْثٌ
صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَسَكَتَ اَبُوْدَاؤدَ
عَنْهُ وَفِيْ رِوَايَۃٍ لِّاِمَامِنَا
اَبِيْ حَنِيْفَۃَ اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ
عَلَيْكُمْ وَزَادَكُمُ الْوِتْرَ وَفِيْ
رِوَايَۃٍ اُخْرٰى لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ
صَلٰوةً وَّهِيَ الْوِتْرُ فَحَافِظُوْا
عَلَيْهَا۔

حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ایک روز) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پانچ فرض نمازوں پر ایک زائد نماز عطا کی ہے اور وہ وتر ہے [1] وتر (بلحاظ ثواب کے) ان سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے [2] اللہ تعالیٰ نے اس کا وقت تمہارے لیے عشاء اور صبح صادق کے درمیان رکھا ہے (ترمذی اور ابو داؤد) اور اس کی روایت ابن ماجہ نے بھی کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور دار قطنی نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اس کی روایت اسی طرح کی ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے اور ابو داؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت میں اس طرح ہے (اللہ تعالیٰ نے تم پر وتر کو فرض کیا ہے (جو ظن سے ثابت ہے جس کا دوسرا نام واجب ہے، اور یقینی پانچ فرض

---

[1] (ما جوا جاتے ہو کہ وتر کیا ہے، تمہارے سمجھانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ سرخ اونٹ تمہارے پاس جیسے مرغوب ہیں اور سارے اموال سے زیادہ قیمتی ہیں ایسے ہی)

[2] ۱۲ رکعت سنت مؤکدہ جو فرض نمازوں کے تابع ہیں، ان کی طرح وتر کسی نماز کے تابع نہیں، بلکہ وتر ایک مستقل اور زائد نماز ہے، اور واجب ہے اس لیے اس کا وقت تم کو بتایا جاتا ہے)

نمازوں پر) وتر کو زائد کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰے سے دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرائض پر ایک اور نماز زیادہ کی ہے اور وہ وتر ہے (جیسے فرائض کی حفاظت کرتے ہو اور ان کو پابندی سے پڑھتے ہو، ایسے ہی) وتر کی بھی حفاظت کرو، اور (اس کو پابندی سے پڑھا کرو۔

۱۶۵۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ ۔ ۲۲

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو[1]۔ (ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ)

۱۶۵۴ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا یَآ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَآئِیُّ ۔ ۲۳

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ وتر ہیں یعنے یکتا ہیں[2] وہ فرماتے ہیں[3] مسلمانو! تم وتر پڑھا کرو[4] (ترمذی، ابوداؤد اور نسائی۔

[1] (اس لیے کہ صبح صادق طلوع کرتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

[2] ان کے ذات کے جیسی کسی کی ذات نہیں، ساری مخلوقات اپنی ذات میں قابل تقسیم ہیں، لیکن اللہ تعالٰی کی ذات قابل تقسیم نہیں، ایسے ہی اللہ کی صفات کے جیسے کسی کی صفات نہیں، صفات کے لحاظ سے مخلوقات ایک دوسرے کے مشابہ ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالٰی کے صفات کے مشابہ کوئی نہیں، اور اسی طرح اللہ کے افعال کے جیسے کسی کے افعال نہیں، مخلوقات کے افعال میں مدد دینے والے اور شریک رہا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالٰی کے افعال میں مدد دینے والا اور شریک کوئی نہیں، اس لیے اللہ تعالٰی وتر ہیں یعنی یکتا ہیں۔

[3] اور چاہتے ہیں کہ ہر چیز وتر یعنی طاق رہے (جیسے اہل توراۃ سے مراد یہود ہیں، اور اہل انجیل سے مراد نصاریٰ ہیں، ایسے ہی اہل قرآن سے مراد مسلمان ہیں، تو گویا یوں ارشاد ہو رہا ہے)

[4] تاکہ تمہاری رات کی نمازیں بھی طاق ہو جائیں، تمہارے وتر پڑھنے سے تمہاری رات کی نمازیں بھی طاق ہو جائیں گی جو اللہ تعالٰی کو پسند ہے، یہ شان جو بیان ہوئی ہے وہ سنت کی نہیں ہوتی، بلکہ واجب ہی کی یہ شان ہوتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے)

۱۶۵۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ
۲۴ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرٍ اَوْنَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْ ذَکَرَہٗ رَوَاہُ الْحَاکِمُ فِیْ مُسْتَدْرَکِہٖ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخْرِجَاہُ وَنَقَلَ تَصْحِیْحَہٗ اِبْنُ الْحَصَّارِ اَیْضًا وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی نیند کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے (اور بغیر وتر پڑھے کے صبح صادق ہو گئی تو چونکہ اب وتر کا وقت ختم ہو چکا ہے اس لیے ایسے شخص کو وتر کی قضا پڑھنا چاہیئے[1]) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آجائے وتر کی قضاء کرے، اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابن الحصار نے بھی بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے

۱۶۵۶ وَعَنْ مَالِکٍ بَلَغَہٗ اَنَّ رَجُلًا
۲۵ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ وَاجِبٌ ھُوَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یُرَدِّدُ عَلَیْہِ وَعَبْدُ اللّٰہِ یَقُوْلُ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ۔

(رَوَاہُ فِی الْمُؤَطَّا)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ روایت (قابل وثوق طریق سے) پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وتر واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں، اور صحابۂ کرام بھی ہمیشہ وتر پڑھا کرتے تھے، چنانچہ وہ باربار یہ سوال کرتا تھا کہ آیا وتر واجب ہے اور حضرت ابن عمر یہی جواب دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے رہے، اور صحابۂ کرام بھی ہمیشہ وتر پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت امام مالک نے موطا میں کی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں اور مسلمان

[1] اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ وتر کا وقت صبح صادق ہوتے سے ختم ہو جاتا ہے (دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں وتر کی قضاء کا حکم ہے اور وتر کے واجب ہونے کی یہ کھلی دلیل ہے۔

بھی ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ وتر پڑھنا مسلمانوں کا طریقہ ہے، اور جو شخص وتر ترک کرتا ہے تو وہ مسلمانوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے، جس پر قرآن میں سخت وعید ہے اور جس کام کے ترک کرنے پر وعید آتی ہے۔ اس کام کا کرنا واجب ہوتا ہے اس لیے وتر واجب ہے اب رہی یہ بات کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صراحت کے ساتھ سائل کے جواب میں وتر کے واجب ہونے کو کیوں نہیں بیان کیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں سائل پنجگانہ نمازوں کی طرح وتر کو فرض نہ سمجھ لے، اس لیے کہ واجب اور فرض میں اصطلاح فرق ہے، ورنہ بلحاظ عمل کے فرض و واجب ایک ہی ہیں۔

۱۲۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ۔
۲۶

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر اقدس پر لیٹی رہتی تھی، لیکن جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بیدار کر لیتے اور میں بھی وتر پڑھتی تھی، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف علامہ عینی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف میں وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے دیکھو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد پڑھتے رہتے تو ام المومنین کو نہیں جگاتے تھے اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو حضرت ام المومنین کو وتر پڑھنے کے لیے بیدار کرتے، اس میں صاف دلیل ہے کہ وتر واجب ہے، اس لیے کہ وتر کے لیے ام المومنین کو بیدار کرتے تھے، اور چونکہ تہجد واجب نہیں، اس لیے تہجد کے لیے نہیں بیدار فرماتے تھے۔

۱۲۵۸ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ نَزَلَ فَاَوْتَرَ عَلَى الْاَرْضِ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَاَحْمَدُ۔
۲۷

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ لیا کرتے تھے (اس لیے کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر ادا فرماتے[۱]

[۱] اس لیے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز نہیں، اگر وتر واجب نہ ہوتے تو اور نوافل کی طرح حضرت ابن عمر وتر کو سواری پر ہی ادا فرماتے، سواری پر وتر ادا نہ کر کے زمین پر وتر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر وتر کو واجب سمجھتے تھے۔

اس حدیث کی روایت دارقطنی اور امام احمد نے کی ہے۔

١٦٥٩ / ٢٨ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ بِالْاَرْضِ وَيَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔ (اس لیے کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر ادا فرماتے تھے (اس لیے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز نہیں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقین سے فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی اسی طرح نفل نماز سواری پر اور وتر زمین پر پڑھا کرتے تھے[1] اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

١٦٦٠ / ٢٩ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عَلٰى مُضَرَ اِذْ جَآءَهٗ جِبْرِيْلُ فَاَوْمَأَ اِلَيْهِ اَنْ اُسْكُتْ فَسَكَتَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا وَّلَا لَعَّانًا وَاِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ثُمَّ عَلَّمَهُ الْقُنُوْتَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخَافُ

حضرت خالد بن ابی عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کتنی ہی تکلیف پہنچے، آپ نے کسی کافر پر بددعا نہیں فرمائی، قبیلہ مضر کی طرف سے مسلمانوں کو ناقابل برداشت تکالیف پہنچ رہی تھیں، یہ آپ سے نہیں دیکھا گیا، ایک وقت آپ وتر پڑھ رہے تھے (مضر کے ناقابل برداشت تکالیف یاد آ گئیں) قبیلہ مضر کو بددعا دینے لگے ایسے میں جبرئیل علیہ السلام آ گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اشارہ سے بددعا دینے سے منع فرمایا، آپ رک گئے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا، یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے

۱؎ حضرت ابن عمر کے اس طرح فرمانے سے حدیث مرفوع ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فعل سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہو گیا۔

عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ
مُلْحِقٌ "، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ فِي الْمَرَاسِيلِ وَ
الطَّبْرَانِيُّ وَ رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِسَنَدٍ
صَحِيحٍ مَوْقُوفًا مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ
اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ
وَنُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ
عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ
وَنَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ
نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ
نَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ
بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
السُّنَنِ الْكَبِيْرِ لَهٗ مَوْقُوْفًا مِّنْ قَوْلِ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہےؒ آپ کا کام نہیں (ہم ان کو دیکھ لیں گے) ہم پر چھوڑ دیجئے بجائے بد دُعاء کے (وتر میں) یہ قنوت یعنی یہ دُعاء پڑھا کیجئے۔

اے اللہ! (آپ کو معلوم ہے کہ کفار ہم کو کیا کیا تکلیفیں دے رہے ہیں) ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں کہ ہم کو کفار کے شر سے بچایئے (ممکن ہے کہ گناہوں کی شامت سے یہ ہو رہا ہو گا) ہم آپ سے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔

ہم آپ کے ہیں آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم آپ کے سامنے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں (کہ ہم کو ہر شر سے بچایئے)

(ہم کو معلوم ہے کہ کفار آپ کے دشمن ہیں) ہم آپ کے دشمنوں کو آپ ہی کے لیے ترک کرتے ہیں۔

دلی دوستی ان سے نہیں رکھتے ہیں، دنیوی حیثیت سے ظاہرہ برتاؤ رکھتے ہیں۔

اے اللہ! آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، ہم آپ ہی کے لیے ہیں آپ ہی کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہ کر اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں، جب آپ کا عظمت وجلال ہمارے دل پر طاری ہوتا ہے تو ہم بے اختیار ہو کر آپ کے سامنے سجدے میں گرتے ہیں (اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کی شان عالی ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نہایت عاجزی سے زمین پر سر رکھے ہوئے ہیں۔) ہماری ساری کوشش آپ ہی کے

لہ جو عالمین کے لیے رحمت ہو، ان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو بد دعا دیں، ہم کو معلوم ہے کہ قبیلہ مضر سے مسلمانوں کو کیا کیا تکلیف پہنچ رہی ہے اس کا بدلہ دینا ہمارا کام ہے۔

لیے ہیں، ہم آپ ہی کی طرف دل سے جھکتے ہیں، (ہم کسی قابل نہیں) اے اللہ! ہم آپ کی رحمت سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہیں۔

(اے اللہ! ہم جانتے ہیں کہ ایمان خوف ورجاء کے درمیان ہے، جیسے ہم آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں ایسے ہی) آپ کے عذاب سے ہمارے دل پر دہشت بیٹھی ہوئی ہے، ہم آپ کے عذاب کے خیال سے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہیں۔

ہم کو معلوم ہے کہ آپ کا یقینی عذاب کفار کے لیے ہے مگر ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں آپ کی شان بے نیازی سے ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

اس کی روایت ابو داود نے اپنی مراسیل میں کی ہے اور طبرانی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے جو موقوفاً روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ

اے اللہ! (آپ کو معلوم ہے کہ کفار ہم کو کیا کیا تکلیفیں دے رہے ہیں)، ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں کہ (ہم کو کفار کے شر سے بچائیے) ممکن ہے کہ گناہوں کی شامت سے یہ ہو رہا ہوگا)، ہم آپ سے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔

وَنُثْنِىْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ۔

ہم آپ ہی کے ہیں، ہم آپ ہی کی تعریف کرتے ہیں ہم کیا اور ہماری تعریف کیا، آپ ویسے ہی ہیں جیسے آپ اپنی تعریف کئے ہیں، ہم آپ کی ناشکری نہیں کرتے ہیں (آپ کی نعمتیں ہم کو گھیرے ہوئے ہیں ہم ہمیشہ آپ کے شکر گزار ہیں۔

نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔

(ہم کو معلوم ہے کہ کفار حقیقی فاجر و فاسق بھی) ہم آپ کے دشمنوں کو آپ ہی کے لیے ترک کرتے ہیں، دلی دوستی ان سے نہیں رکھتے، (دنیوی حیثیت سے ظاہرہ برتاؤ رکھتے ہیں،

اے اللہ! آپ کے سوا ہمارا کوئی کام نہیں، ہم

وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ۔

آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہو کر اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب آپ کا عظمت و جلال ہمارے دل پر طاری ہوتا ہے تو ہم بے اختیار ہو کر آپ کے سامنے سجدے میں گر تے ہیں (اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کی شان عالی ہے۔

اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نہایت عاجزی سے زمین پر سر رکھے ہوئے، ہماری ساری کوششیں آپ ہی کے لیے ہیں! ہم آپ ہی کی طرف دل سے جھکتے ہیں، (اے اللہ ہم جانتے ہیں کہ ایمان خوف و رجاء کے درمیان ہے) آپ کے عذاب سے ہمارے دل پر دہشت بیٹھی ہوئی ہے، ہم آپ کے یقینی عذاب کے خیال سے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہیں۔

الْجِدَّ

وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

اے اللہ! ہم کسی قابل نہیں، ہم آپ کی رحمت سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہیں، ہم کو معلوم ہے کہ آپ کا یقینی عذاب کفار ہی کے لیے ہے مگر ڈرتے ہیں کہ کہیں آپ کی شان بے نیازی سے ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں)۔

اور بیہقی نے سنن کبیر میں ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو موقوفاً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۲۶۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۳۰ كَانَ يَقْنُتُ بِالسُّوْرَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذیل کی حدیث کو سمجھنے کے لیے اس تمہید کو سن لیجیے، حنفی دعاءِ قنوت کے دو حصے ہیں، ایک حصہ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ" سے شروع ہو کر "مَنْ يَّفْجُرُكَ" پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا حصہ "اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ" سے شروع ہو کر "بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ" پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دو منسوخ التلاوۃ (سورتوں کو (وتر میں) بطور دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے، ایک سورۃ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ۔ اور دوسری سورۃ یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے کی ہے۔

١٢٦٢ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْرٍ الْغَافِقِيِّ
۳۱
قَالَ لِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ لَقَدْ عَلِمْتُ
مَا حَمَلَكَ عَلٰى حُبِّ اَبِيْ تُرَابٍ اِلَّا اَنَّكَ
اَعْرَابِيٌّ جَافٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدْ جَمَعْتُ
الْقُرْاٰنَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّجْتَمِعَ اَبَوَاكَ وَ
لَقَدْ عَلَّمَنِيْ مِنْهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ
سُوْرَتَيْنِ عَلَّمَهُمَا اِيَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتَهُمَا اَنْتَ وَلَا
اَبَوَاكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنُثْنِيْ
عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَ
نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ
نَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى
عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

حضرت عبد اللہ بن زریر غافقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) عبد الملک بن مروان نے مجھ سے کہا عبد اللہ! تم گنوار، دیہقانی آدمی ہو، تم کو کچھ خبر ہی نہیں، خواہ مخواہ تم حضرت ابو تراب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے ہو تو حضرت عبد اللہ نے انھیں جواب دیا (تم مجھے گنوار، دیہقانی جو چاہے کہہ لو مگر) میں نے قرآن اس وقت یاد کیا ہے جب کہ تمہارا پتہ بھی نہیں تھا بلکہ تمہارے ماں باپ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا، (پھر میں گنوار کیسے؟) مجھے قرآن کی دو سورتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلائی ہیں اور یہ وہ دو سورتیں ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کرائی تھیں، ان دو سورتوں کی نہ تو تم کو خبر ہے اور نہ تمہارے ماں باپ کو (تو گنوار

لہ یہ دو حصے قرآن مجید کی دو سورتیں ہیں، جیسے آیت رجم منسوخ التلاوۃ ہے۔ لیکن عمل اس پر جاری ہے ایسے ہی یہ دونوں سورتیں بھی منسوخ التلاوۃ ہیں یعنی قرآن میں پڑھی نہیں جاتی، مگر ان پر عمل جاری ہے اور وتر میں بطور قنوت پڑھی جاتی ہیں)

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الدُّعَاءِ)

۱۶۶۳ / ۳۲ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِيْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ إِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

میں ہوں یا تم؟) وہ دو سورتیں یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

(یہ دو سورتیں منسوخ التلاوۃ ہیں یعنی قرآن میں نہیں پڑھی جاتیں مگر وتر میں بطور قنوت کے پڑھی جاتی ہیں) اس کی روایت طبرانی نے کتاب الدعا میں کی ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چند کلمات سکھائے ہیں تاکہ وتر میں جب دعاء قنوت پڑھنے کا وقت آئے تو میں ان کلمات کو پڑھا کروں (وہ کلمات یہ ہیں)

اے اللہ! جن کو آپ نے ہدایت دی ہے اور ان کے عقائد و اعمال کو پسند فرمایا ہے ان کے ساتھ مجھے بھی ہدایت دیجئے کہ میرے عقائد وہ ہوں جن کو آپ پسند فرمائیں، اور میرے اعمال بھی وہ ہوں جن کو آپ پسند فرمائیں۔

اے اللہ! جن کو آپ بڑی بیماریوں سے، بُرے اخلاق سے، بری خواہشوں سے بچا کر عافیت میں رکھے ہیں مجھے بھی ان سب سے بچائیے کہ میں بھی بُری بیماریوں سے بُرے اخلاق اور بُری خواہشات سے بچا ہوا عافیت میں رہوں۔

اے اللہ! جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور ان کی ہر شر سے حفاظت کرتے ہیں، اور ہر معاملہ میں ان کی مدد کرتے ہیں ان کے ساتھ مجھ سے بھی محبت کیجئے اور اس شر سے بھی میری حفاظت

فرمائیے اور ہر معاملے میں میری مدد فرمائیے۔
اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے جو جو چیز مجھے دیں (عمر، مال، علم، اور عمل) ان سب میں برکت دیجئے۔
اگر آپ نے میرے لیے کسی شر کے پہنچنے کا حکم دیا ہے تو آپ مجھے اس شر سے ہمیشہ بچائے رکھئے (اور اپنے اس حکم کو بدل دیجئے)
اس لیے کہ آپ جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں اور اپنے دیئے ہوئے حکم کو بدل سکتے ہیں، کوئی نہیں ہے کہ آپ اگر حکم کو بدلنا چاہیں تو اس حکم کو روک سکے۔
جس کے آپ دوست بنیں اور اس کو اپنی حمایت میں لے لیں، وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا۔
اے اللہ! برکت آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہیں برکت دے سکتے ہیں! آپ بڑے عالی شان ہیں۔

اس کی روایت ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف ردالمحتار میں لکھا ہے کہ دعاء سابق "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ" الخ کے ساتھ اس دعاء یعنی اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ" الخ کو بھی ملا کر وتر میں پڑھنا حنفی مذہب میں مستحب ہے اور درمختار میں طحطاوی اور شرح منیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قنوت میں ان دونوں دعاؤں کو ملا کر پڑھنا چاہیئے اور ان دعاؤں کے بعد یہ درود شریف پڑھنا بھی مستحب ہے:۔
"وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ"۔ ۱۲

۱۲۶۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ وِتْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز وتر سے فارغ ہوتے تو سلام کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:۔
اے اللہ! میں پناہ میں آتا ہوں، آپ کی رحمت کے، جو سبب ہے آپ کی رضامندی کا آپ کے غضب سے بچ کر۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

اے اللہ! میں پناہ میں آتا ہوں آپ کی شان عفو کے، آپ کے عذاب سے بچا کر۔
اے اللہ! میں پناہ میں آتا ہوں آپ کی ذات کو بھی کے، آپ کی صفت قہاری سے بچا کر۔
میں آپ کی کچھ بھی تعریف نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسے خود آپ نے تعریف فرمائی ہے۔
(ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ)

۱۶۶۵ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَرَّاتٍ يُطِيْلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز وتر ختم فرماتے تو وتر کے سلام کے بعد "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" فرمایا کرتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ سب عیبوں سے اور ہر طرح کے نقصان سے پاک ہیں اور ان کی بادشاہت لازوال ہے، جن صفتوں میں کمال نہیں اللہ تعالیٰ ان صفتوں سے پاک ہیں یعنی مخلوقات کے سارے صفات سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں (ابو داؤد اور نسائی) اور نسائی نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا ہے کہ "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" تین بار فرماتے تھے۔ اور تیسری مرتبہ جب "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" فرماتے تو قدوس کی دال اور واو کو لمبا کھینچتے تھے، اور نسائی کی ایک اور روایت میں عبد الرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے سلام کے بعد "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" تین مرتبہ فرماتے تھے اور تیسری مرتبہ بہ نسبت پہلے دو کے زیادہ آواز سے بلند فرماتے تھے۔ (اور دارقطنی کی روایت میں "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" کے بعد "رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ" کہنا بھی آیا ہے)

۱۲۶۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ وَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (میں نے کبھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا) (آپ عمر کے آخری حصہ میں بھی تہجد کو کھڑے ہوئے ہی ادا فرماتے تھے اور جب کچھ رکعتیں باقی رہ جاتیں اور طویل قراءت پڑھنے کی وجہ سے آپ تھک جاتے تو) بیٹھے ہوئے قرأت فرماتے اور جب سورت کی (۳۰ یا ۴۰) آیات باقی رہ جاتیں تو پھر آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہوئے بقیہ آیات پڑھتے اور رکوع میں چلے جاتے پھر سجدہ فرماتے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا فرماتے۔ (مسلم)

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل نماز کی کسی رکعت میں کچھ بیٹھنا اور کچھ کھڑا ہونا جائز ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھ رہا تھا، پھر کھڑے ہو کر اس کو پورا کرے تو نماز جائز ہے مگر مکروہ ہوگی (عینی ہدایہ، رد المحتار) ۱۲ مرقات میں لکھا ہے کہ باب الوتر کو اس حدیث سے مناسبت یہ ہے کہ وتر سے پہلے تہجد کی آخری رکعتوں میں بیٹھ کر قراءت کر کے کھڑے ہو کر پورا کرنا جائز ہے۔ ۱۲

۱۲۶۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ خَفِيْفَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ مَاجَةَ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت (نفل) نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ دو رکعت جو وتر کے بعد پڑھی جاتی تھیں ان میں بہت ہلکی قرأت ہوتی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دو رکعتوں کو بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ (وتر کے بعد) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے، اور ان دو رکعتوں میں بیٹھ کر قرأت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب رکوع کرنے کا ارادہ

فرماتے تو کھڑے ہو جاتے، اور کھڑے ہو کر رکوع میں جاتے۔

۱۶۶۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَثِقَلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ۔
۳۷

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کے لیے آخر رات میں اٹھنا بہت شاق اور مشکل ہوتا ہے [۱] اگر کوئی تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے تو اتنا تو کرے کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لے [۲] اور اگر وہ نہ اٹھ سکا تو یہ دو رکعت تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

۱۶۶۹ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔
۳۸

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دو رکعتوں کو جو وتر کے بعد پڑھی جاتی ہیں بیٹھے ہوئے پڑھا کرتے تھے اور ان دو رکعتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ "اِذَا زُلْزِلَت" اور دوسری رکعت میں سورۂ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْن" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ

اس باب میں وتر میں پڑھی جانے والی دعا کے احکام مذکور ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔

"اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو"
(البقرہ ۲/ ۲۳۸)

آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ "قوموا" امر کے صیغہ سے، دوسرے

[۱] اگر کوئی سب مشکلات کو برداشت کر کے تہجد کے لیے بیدار ہو تو اس کا کیا کہنا۔ اس کی فضیلتیں سابق کی بہت سی احادیث میں مذکور ہو چکی ہیں)

[۲] جس کو تشفیع الوتر کہتے ہیں، اس کے بعد پھر وہ تہجد کے لیے اٹھا تو اس کا کیا کہنا، اس نے بڑی عالی ہمتی سے کام لیا، اور بڑے بڑے ثواب کا مستحق ہوا۔

یہ کہ نماز باجماعت پڑھنی چاہیئے، کیونکہ "و قوموا" جمع کا لفظ ہے تیسرے یہ کہ نماز میں کھانا پینا، بات چیت کرنا حرام ہے، جیسا کہ "قانتین" سے معلوم ہوا، خیال رہے کہ نماز میں گفتگو کرنا اس آیت سے منسوخ ہے اور امام کے پیچھے قرأت کرنا "وَاَنْصِتُوْا" کے صیغہ سے منسوخ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَقَوْلُهٗ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ۔

اور یہ بات تمہارے ہاتھ، یا انہیں توبہ کی توفیق دے، یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں، (آل عمران، ۳/ ۱۲۸)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیر معونہ والے کفار کے لیے بد دعا کی، جنہوں نے دھوکہ سے حفاظ صحابہ کرام کو تبلیغ کی غرض سے لے جا کر شہید کر دیا تھا اس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بد دعا سے روک دیا گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں بعد رکوع ان کافروں پر بد دعا کیا کرتے تھے، جسے قنوت نازلہ کہتے ہیں، اس آیت کریمہ سے قنوت نازلہ منسوخ ہوئی۔

۱۶۷۰ (۱) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھا کرتے تھے تو (وتر کی تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے اس کی روایت ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

۱۶۷۱ (۲) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت ادا فرمایا کرتے تھے، پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" دوسری رکعت میں "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ"، اور تیسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھا کرتے تھے اور (تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے (نسائی)

۱۶۷۲ (۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ الْخَطِيْبُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کی (تیسری رکعت میں) رکوع سے

فِیْ كِتَابِ الْقُنُوْتِ لَهٗ وَذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيُّ فِي التَّحْقِيْقِ وَسَكَتَ عَنْهُ۔

١٦٧٣ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوْتَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ فَقَنَتَ فِيْهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ۔[٤]

١٦٧٤ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَيَجْعَلُ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔[٥]

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ)

١٦٧٥ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔[٦]

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ)

١٦٧٦ وَعَنْهُ قَالَ بِتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنْظُرَ كَيْفَ يَقْنُتُ فِي وِتْرِهٖ فَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ بَعَثْتُ اُمِّيْ اُمَّ عَبْدٍ فَقُلْتُ بِيْتِيْ مَعَ نِسَائِهٖ فَانْظُرِيْ كَيْفَ يَقْنُتُ فِي وِتْرِهٖ فَاَتَتْنِيْ فَاَخْبَرَتْنِيْ اَنَّهٗ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ۔[٧]

پہلے دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے اس کی روایت خطیب نے کتاب القنوت میں کی ہے اور ابن الجوزی نے کتاب التحقیق میں اس کو بیان کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت پڑھا کرتے تھے اور وتر کے تین رکعت ا میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ اس کی روایت ابو نعیم نے حلیۃ میں کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعات پڑھا کرتے اور دعاء قنوت کو وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس ارادہ سے رات گذاری کہ دیکھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر میں دعاء قنوت کب پڑھتے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (وتر کی تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے ہیں۔ پھر میں نے اپنی والدہ ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ عرض کرکے خدمت گرامی میں بھیجا کہ وہ ازواج مطہرات کے ساتھ

رات گزاریں تاکہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں دعاء قنوت کب پڑھتے ہیں؟ وہ واپس آکر مجھ سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (وتر میں دعاء قنوت (رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے ہیں۔ اس کی روایت (دارقطنی) نے کی ہے۔

۱۶۷۷ وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

جوہر نقی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے موافق ہے۔

۱۶۷۸ وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَقُوْلُوْنَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ الْوِتْرِ وَكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتر کی آخری رکعت میں دعا قنوت پڑھتے رہے ہیں، اور یہ حضرات خود بھی (وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے) دعاء قنوت پڑھتے تھے، اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔

ف واضح ہو کہ ان سب احادیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہمیشہ عمل رہا ہے، یہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔

۱۶۷۹ وَعَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَنَّهٗ كَانَ بَعَثَ

حضرت عاصم احول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ (دعا یا نماز

قَبْلَهُ، اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَرَاهُ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے آخری قعدہ میں کی جاتی ہے یا نماز کے بعد) کیا عین نماز کی رکعتوں میں بھی دُعا کی جاتی ہے؟ حضرت انس نے فرمایا: ہاں! وتر کی تیسری رکعت میں بھی دُعا پڑھی جاتی ہے، تو میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ حضرت انس نے فرمایا کہ دعاء قنوت (وتر میں ہمیشہ) رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو صرف ایک ماہ تک (نماز صبح میں) رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی ہے۔ ایک ماہ تک (نماز فجر میں رکوع کے بعد) دعاء پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ صحابہ کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا اور وہ ستر کے قریب تھے، مشرکین کی ایک جماعت کی طرف (اسلام کی تبلیغ اور علم دین سکھانے کے لیے) بھیجا (اس قوم میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں معاہدہ تھا۔ لیکن مشرکین نے عہد شکنی کی) اور سب قراء کو قتل کر دیا[2]۔ ایک ماہ تک نماز صبح میں رکوع کے بعد قاتلوں کو بددعا دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے[3]۔

(بخاری اور مسلم)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (نماز صبح میں) رکوع کے بعد (عام مسلمانوں پر مصیبت آنے کی وجہ سے) دعاء قنوت پڑھی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وتر کے سوا کسی اور نماز میں بجز قنوت نازلہ کے دُعاء قنوت نہ پڑھی جائے۔ قنوت نازلہ

۱؎ عاصم نے کہا کہ مجھ سے تو فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کے بعد دُعاء پڑھی ہے تو حضرت انس نے فرمایا ایسا نہیں، اصل واقعہ کو انہوں نے ظاہر نہیں کیا، صحیح بات یہ ہے کہ۔

۲؎ صرف کعب بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان کو بھی مشرکین نے زخمی کر دیا اور سمجھ لیا تھا کہ یہ شہید ہو گئے ہیں مگر ان کی کچھ جان باقی تھی وہ بچ کر واپس آ گئے۔ اس واقعہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر غم ہوا کہ ایسا غم کبھی نہیں دیکھا گیا اس لیے۔

۳؎ پھر اس کے بعد نماز صبح میں یا کسی اور نماز میں رکوع کے بعد دُعاء قنوت کبھی نہیں پڑھی۔

یہ ہے کہ کفار کی طرف سے جب کوئی سخت مصیبت عام مسلمانوں پر آن پڑے تو امام نماز فجر میں رکوع کے بعد دعاء قنوت نازلہ پڑھے، اسی وجہ سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ایسے موقعوں پر قنوت نازلہ پڑھی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی پر جمہور کا عمل درآمد ہے۔

قنوت نازلہ کو نماز فجر کے سوا اور نمازوں میں پڑھنے کا جو ذکر بعض احادیث میں مروی ہے ایسی حدیثوں کو ائمہ احناف نے منسوخ قرار دیا ہے اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کے سواء دیگر نمازوں میں قنوت نازلہ پر کبھی مواظبت اور تکرار نہیں فرمائی، بلکہ قنوت نازلہ کی تکرار اور مواظبت صرف نماز فجر ہی میں ثابت ہے اور اسی وجہ سے احناف نے قنوت نازلہ کو نماز فجر سے مختص کیا ہے، فقہاء نے اس کی بھی صراحت فرمائی ہے کہ منفرد قنوت نازلہ نہ پڑھے، اگر امام قنوت نازلہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی قنوت کو آہستہ پڑھے۔ اور اگر امام قنوت نازلہ جہر سے پڑھ رہا ہو تو مقتدی خود قنوت نہ پڑھے، بلکہ آمین کہتا جائے۔ یہ پورا مضمون رد المحتار سے ماخوذ ہے۔ ۱۲۔

۱۶۸۰ / ۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْنُتُ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ يَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰى قَوْمٍ۔
(رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی قوم کے لیے دعا کرتا یا کسی قوم پر بددعا کرنا چاہتے تو نماز فجر میں (رکوع کے بعد) قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے۔ اس کی روایت ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

۱۶۸۱ / ۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلَيْهِمْ رَوَاهُ الْخَطِيْبُ فِیْ كِتَابِ الْقُنُوْتِ وَقَالَ صَاحِبُ تَنْقِيْحِ التَّحْقِيْقِ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (فجر کی نماز میں دعا قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے (البتہ) کسی قوم کے لیے دعاء کرنے یا کسی قوم پر بددعا کرنے کی غرض سے قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے، اس کی روایت خطیب نے کتاب القنوت میں کی ہے اور صاحب تنقیح التحقیق نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۶۸۲ / ۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْنُتْ فِی الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَهْرًا وَّاحِدًا لَمْ يُرَ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَا بَعْدَهٗ وَاِنَّمَا قَنَتَ فِیْ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بجز ایک مہینہ کے صبح کی نماز میں کبھی قنوت نہیں پڑھے اور کبھی آپ کو (صبح کی نماز میں)

الشَّهْرِ يَدْعُوْ عَلَى النَّاسِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَوَاهُ إِمَامُنَا أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ هٰذَا سَنَدٌ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ ۔

اس سے پہلے قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا، اور اسی طرح اس کے بعد بھی کبھی آپ کو قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا، اور اس ایک مہینہ میں بھی آپ نے مشرکین میں سے کچھ لوگوں پر بد دعا کرتے ہوئے (قنوت نازلہ) پڑھی ہے (جنھوں نے آپ کے چند صحابہ کو دھوکہ سے شہید کر دیا تھا) اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور اس حدیث کی سند کے متعلق امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ یہ ایسی سند ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۱۶۸۳ وَعَنْ أَبِيْ مَالِكِ نِ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِيْ يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ هٰهُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ أَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ اباجان! آپ نے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور یہاں کوفہ میں بھی (۵) برس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔ آیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا بیٹا! یہ بدعت ہے، بالکل نئی بات ہے[1]، اس کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ اور ابن ماجہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۶۸۴ وَعَنْهُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقْنُتْ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِيْ بَكْرٍ فَلَمْ يَقْنُتْ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ فَلَمْ يَقْنُتْ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْنُتْ وَصَلَّيْتُ

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بلا کسی حادثہ کے فجر کے فرض

---

[1] کیونکہ اس سے پہلے ان حضرات میں سے کسی کو میں نے بلا کسی حادثہ کے فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

خَلْفَ عَلِيٍّ فَلَمْ يَقْنُتْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا بِدْعَةٌ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

میں) کبھی قنوت نہیں پڑھے، اور اسی طرح میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت ابوبکر نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کے فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، اور ایسا ہی میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت عمر نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کے فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، اور میں نے حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت عثمان نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کے فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی اور میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت علی نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کے فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، پھر ان کے والد نے کہا بیٹا! (ہر روز نماز فجر کے فرض میں قنوت پڑھنا) بدعت ہے۔ اور بالکل نئی بات ہے اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۱۶۸۵
۱۶
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ الْقُنُوتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِدْعَةٌ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز صبح میں قنوت پڑھنا بدعت ہے۔ اس کی روایت دار قطنی اور بیہقی نے کی ہے

۱۶۸۶
۱۷
وَعَنْ غَالِبِ بْنِ فَرْقَدَ الطَّحَّانُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شَهْرَيْنِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ۔

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ)

حضرت غالب بن فرقد طحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خدمت میں دو ماہ رہا، تو میں نے آپ کو صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔

۱۶۸۷
۱۸
وَعَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ صَحِبَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَنَتَيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَلَمْ يَرَهُ قَانِتًا فِي الْفَجْرِ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ وَقَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهَمَّامِ هٰذَا

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ سفر اور اقامت کی حالت میں (۲) سال تک رہے ہیں، تو انہوں نے

سَنَدٌ لَاغُبَارَ عَلَيْهِ ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو نماز فجر میں قنوت پڑھتے کبھی نہیں دیکھا، اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔ اور شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ایسی معتبر سند ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۱۶۸۸/۱۹ وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بغیر کسی حادثہ کے فرض نماز میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھتے رہے، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرائض میں قنوت پڑھنا ترک فرما دیا (اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی فرض ہو یا کوئی اور فرض اس میں دعا قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے)، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۶۸۹/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ يَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ اِلَّا شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ لَمْ يَقْنُتْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَزَّارُ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (بغیر کسی حادثہ کے) صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے۔ پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ترک فرما دیا، اور اس ایک ماہ کے پہلے (بلا کسی حادثہ کے) صبح کے نماز میں قنوت نہیں پڑھی اور نہ اس ایک ماہ کے بعد۔ اس کی روایت طحاوی، طبرانی، ابن ابی شیبہ اور بزار نے کی ہے۔

۱۶۹۰/۲۱ وَعَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى عُصَيَّةَ وَذَكْوَانَ فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوْتَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالْبَزَّارُ وَاَبُوْ يَعْلَى الْمُوْصِلِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (صبح کے فرض میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھتے رہے ہیں، اور قنوت میں قبیلہ عصیہ اور ذکوان پر بد دعا فرماتے رہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں پر غلبہ حاصل فرما لیا تو آپ نے قنوت پڑھنا

چھوڑ دیا۔ اس کی روایت بیہقی، بزار اور ابو یعلی الموصلی نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔

۱۶۹۱ / ۲۲ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الْفَجْرِ۔
(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بغیر کسی حادثہ کے) فجر کے فرض میں قنوت پڑھنے کو منع فرمادیا ہے اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف واضح رہے کہ ان مذکورالصدر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں بغیر کسی حادثہ کے فرض نمازوں میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے، منسوخ ہیں، اس کو علامہ عینی رحمۃ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ ۱۲۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب، نماز تراویح کے ثبوت میں

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ـ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
"بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرسنا نے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔" (الدخان، ۴۴/۴،۳)

آیت کریمہ میں "لیلۃ مبارکۃ" سے مراد مفسرین کا اختلاف ہے۔ شب قدر، یا ستائیسویں رمضان، یا شب معراج، یا شب برأت ہے، اس رات پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا، پھر وہاں سے تیئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتارا گیا۔

اس رات میں سال بھر کے رزق، موت، زندگی، عزت و ذلت، غرض کہ تمام انتظامی امور لوح محفوظ سے فرشتوں کے صحیفوں میں نقل کرکے ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں جیسے ملک الموت کو تمام مرنے والوں کی فہرست وغیرہ، اس آیت سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ پر فرشتوں کو سال بھر پہلے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

فصل اوّل

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں یہ مذکور ہے کہ تراویح سنّت مؤکدہ ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تراویح پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے اور اس فصل میں جو احادیث شریفہ مذکور ہیں، ان سے تراویح کی فضیلت اور تراویح کا سنّت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲

۱۶۹۲ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةِ اَمْرٍ فِيْهِ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ایسا تاکیدی حکم دیئے بغیر (کہ جس سے تراویح فرض ہو جائے) ایسی ترغیب دینے کے لیے کہ جس سے تراویح سنّت (مؤکدہ) ثابت ہو، یہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو مومن ثواب کی

نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں نماز تراویح پڑھے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

١٦٩٣ (۲) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں تراویح پڑھا کرے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

١٦٩٤ (۳) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم سب مسلمانوں پر، (قرآن شریف میں) روزے فرض کئے ہیں اور میں (اس حدیث کے ذریعہ سے) تم سب مسلمانوں پر تراویح کو سنت (مؤکدہ) قرار دیتا ہوں، پس تم میں سے جو کوئی ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان کے روزے رکھے اور تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا کہ جس طرح وہ اپنے پیدا ہوتے کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ اس کی روایت نسائی، بیہقی، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

١٦٩٥ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

میں تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسا کہ وہ اپنے پیدا ہونے کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۱۶۹۶/۵ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ لَمْ یَأْتِ فِرَاشَہٗ حَتّٰی یَنْسَلِخَ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ (ہمیشہ کی طرح بچھونے پر) اطمینان سے کبھی نہیں سوتے تھے بلکہ کچھ دیر لیٹے رہتے اور پھر رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ ختم رمضان تک یہی طریقہ رہتا تھا۔ اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

فصل دوّم

فصل دوم میں یہ مذکور ہے کہ پورے رمضان المبارک میں تراویح کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کی چند راتوں میں تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔ تراویح کو ہمیشہ با جماعت پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تراویح کے فرض ہونے کا خوف نہ ہوتا تو آپ پورا مہینہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا جاتے۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت پر فرض ہونے کے خوف سے تراویح با جماعت پر مواظبت نہیں فرمائی ہے۔ اس لیے سمجھا جائے گا حضور کا چند روز تراویح کو با جماعت ادا کرنا تراویح پر مواظبت فرمانے یعنے تراویح کو ہمیشہ ادا کرنے کے حکم میں ہے۔ اس طرح ثابت ہوا کہ تراویح کو رمضان بھر جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد صحابہ کا ہمیشہ تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے سے تراویح با جماعت کے امت پر فرض ہونے کا خوف باقی نہ رہا۔ اس لیے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پورے رمضان میں تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا بلکہ سب کو ایک امام کے پیچھے رمضان بھر با جماعت تراویح پڑھنے کا پابند فرما دیا۔ اس طرح خلفاء راشدین کا تراویح باجماعت کو پسند فرمانا اور اس کو با جماعت پڑھنے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ پورے رمضان میں تراویح

با جماعت ان حضرات کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ تھی۔ اس کی تائید میں ذیل کی حدیثیں آرہی ہیں۔

۱۶۹۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ وَلَمْ یَقُمْ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ مِّنَ الشَّھْرِ فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ السَّابِعَۃُ خَرَجَ فَصَلّٰی بِنَا حَتّٰی مَضٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ ثُمَّ لَمْ یُصَلِّ بِنَا السَّادِسَۃَ حَتّٰی خَرَجَ لَیْلَۃَ الْخَامِسَۃِ فَصَلّٰی بِنَا حَتّٰی مَضٰی شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ نَفَّلْتَنَا فَقَالَ اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا صَلُّوْا مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ کُتِبَ لَھُمْ قِیَامُ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ ثُمَّ لَمْ یُصَلِّ بِنَا الرَّابِعَۃَ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ الثَّالِثَۃِ خَرَجَ وَخَرَجَ بِاَھْلِہٖ فَصَلّٰی بِنَا حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ۔

رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان شریف کے روزے رکھے تو آپ نے ہم کو نماز تراویح نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ رکے آخر کے لحاظ سے) سات راتیں باقی رہ گئیں۔ اور جب ۲۳ ویں رات آئی تو آپ باہر تشریف لائے اور رات کا تہائی حصہ گزرنے تک ہم کو تراویح پڑھاتے رہے اور ۲۴ ویں شب کو آپ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی، پھر جب ۲۵ ویں شب آئی تو آپ پھر باہر تشریف لائے اور آدھی رات گزرنے تک ہم کو تراویح پڑھاتے رہے، ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر آپ بقیہ رات بھی ہم کو تراویح پڑھاتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک امام کے ساتھ نماز پڑھتا رہے تو اس کے لیے تمام رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے[۲]۔ پھر آپ نے ۲۶ ویں شب تراویح نہیں پڑھائی۔ جب ۲۷ ویں شب آئی تو آپ باہر تشریف لائے اور جو آپ کے گھر میں اس وقت تھے امہات المومنین ہوں یا کوئی اور سب کو تراویح میں شریک ہونے کا حکم فرمایا، پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے ساتھ تراویح اتنی دیر تک پڑھاتے رہے کہ ہم کو فلاح کے بند ہونے کا اندیشہ ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں

---

[۱] راور مہینہ کے آغاز کے لحاظ سے ۲۳ ویں شب تھی۔ یہ حساب رمضان کے ۲۹ ہی راتیں شمار کرکے کیا گیا ہے اس لیے کہ تراویح کے لیے یقینی راتیں ۲۹ ہی ہوتی ہیں اور ۳۰ ویں رات کو تراویح کے ہونے یا نہ ہونے کا احتمال رہتا ہے اسی وجہ سے حدیث شریف میں "سات راتیں" جو مذکور ہیں ان سات میں پہلی رات ۲۳ ویں شب ہوگی۔

[۲] دگو تم اب آدھی رات نماز پڑھتے رہے ہو مگر تم کو پوری رات نماز نہ پڑھنے کا ثواب مل گیا۔

نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ فلاح کیا چیز ہے؟ تو ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فلاح سے مراد سحری کھانا ہے (اس کے بعد بقیہ دنوں میں آپ نے تراویح نہیں پڑھائی) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ابو داؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے

۱۶۹۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اُنَاسٌ فِیْ رَمَضَانَ يُصَلُّوْنَ فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا هٰؤُلَاءِ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْاٰنٌ وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّیْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابُوْا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ بِمُسْلِمِ بْنِ خَالِدٍ فَاِنَّهٗ ضَعِيْفٌ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ اَبُوْدَاؤُدَ وَلٰكِنَّا نَقُوْلُ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ لَيْسَ مُتَّفَقًا عَلٰى تَرْكِهٖ حَتّٰى يُتْرَكَ رِوَايَتُهٗ وَثَّقَهٗ ابْنُ مُعِيْنٍ فِیْ رِوَايَةٍ عَنْهُ وَابْنُ حِبَّانَ وَاَخْرَجَ لَهٗ غَيْرَ حَدِيْثٍ فِیْ صَحِيْحِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَدِیٍّ اَرْجُوْ لَا بَاْسَ بِهٖ وَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيْثِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رمضان کی ایک شب) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک کونہ میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں ہے، اس لیے اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنائے) ہیں اور وہ ان کو نماز میں قرآن سنا رہے ہیں (اور یہ لوگ ان کے مقتدی بن کر قرآن سن رہے ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا نماز پڑھنا اور ان کا نماز پڑھانا بہت مناسب ہے ماشاء اللہ! انھوں نے جو کچھ کیا ہے بہت اچھا کیا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث کو اور اس کے پہلے کی حدیث کو غور سے پڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی بناء اس طرح پڑی کہ کچھ راتیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس تراویح پڑھائی ہیں اور ایک مصلحت سے یعنی امت پر فرض ہوجانے کے خوف سے آپ نے اس پر مداومت نہیں فرمائی، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں صحابۂ کرام نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا تھا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی تراویح باجماعت کو پسند فرما کر ان کی تعریف فرمائی مگر حضور کے زمانہ مبارک میں تراویح کا عام رواج نہیں ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں اسی مذکور الصدر واقعہ کو اصل بنا کر

تراویح باجماعت کا عام طور پر حکم دیدیا اور حضرت اُبی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں امام بن کر تراویح پڑھاتے تھے ان ہی کو امام بنایا تاکہ حضور کے زمانے کی تراویح کی پوری پوری اتباع ہو۔ ۱۲۔

۱۶۹۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالطَّيَالَسِيُّ وَالْبَزَّارُ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ مَوْقُوْفًا وَذَكَرَهُ الرَّازِيُّ وَالْعَيْنِيُّ مَرْفُوْعًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ کار خیر جس کا عہد نبوت میں عام رواج نہ تھا اور اس کو قرن اول کے مسلمان (یعنی صحابۂ کرام اور ائمہ مجتہدین عظام) پسند فرمائیں (اور اس پر عمل بھی کریں) تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ اس کو امام احمد، طبرانی طیالسی، بزار اور ابو نعیم نے موقوفاً روایت کی ہے اور امام رازی اور علامہ عینی نے اس کا ذکر مرفوعاً کیا ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تراویح جس کا عہد نبوت میں عام رواج نہ تھا۔ صحابہ کرام نے اپنے زمانہ میں اس کو پسند فرما کر عام رواج دیدیا تھا، اسی لیے پورے رمضان میں تراویح کو باجماعت قائم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حدیث شریف کے لفظ "مسلمون" سے صحابۂ کرام اور آئمہ مجتہدین مراد لئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں لفظ "مسلمون" مطلقاً آیا ہے اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر مطلق سے فرد کامل کے سوا کوئی اور مراد ہونے کا قرینہ نہ ہو تو مطلق سے فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے چونکہ صحابہ اور ائمہ مجتہدین میں صفت اسلام کامل ہے اسی لیے حدیث شریف کے لفظ "مسلمون" سے صحابہ کرام اور مجتہدین ہی مراد ہوں گے۔ ۱۲۔

۱۷۰۰ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو بہت سے اختلاف اور فتنے دیکھے گا۔ (اگر اس وقت تم صراط مستقیم پر قائم رہنا چاہتے ہو) تو میرے طریقہ اور میرے خلفاء کے طریقہ کو جو سیدھے اور نیک راستہ پر چلنے والے ہیں اختیار کرو (پھر کہتا ہوں کہ) تم میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط تھامے رہو اور جیسے کسی چیز کو مضبوطی

وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

سے پکڑنے کے لیے دانتوں سے دبائے رہتے ہیں ایسا ہی میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ (اس سے تم ہدایت پر رہو گے) اور دیکھو اگر تم ایسا نہ کرو گے تو گمراہی میں جا پڑو گے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقہ سنت ہے، ایسا ہی خلفاء راشدین نے جو فرمایا یا عمل کیا ہو وہ بھی سنت ہے۔ مثال کے طور پر اس کی نظیر تراویح ہے، گو تراویح کی بناء عہد نبوت میں ہو چکی تھی، چند راتیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنفس نفیس تراویح پڑھائی ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی تراویح پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ مگر تراویح کا عام رواج نہیں ہوا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تراویح کا عام رواج ہو گیا اور سب صحابہ تراویح پڑھا کرتے تھے اس لیے تراویح بھی اور سنتوں کی طرح سنت مؤکدہ ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم کو چاہیئے کہ نئی باتوں سے بچتے رہو، کیونکہ ہر نئی بات (جو میرے اور میرے صحابہ کے دور میں نہیں ہوئی وہ) بدعت ہے اور ہر (ایسی) بدعت (جو سیئہ ہو وہ) گمراہی ہے۔

اس حدیث شریف میں "کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" جو ارشاد ہوا ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے اس لیے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ ہر بدعت گمراہی ہے تو پھر مسلم نے جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی ہے اس کا کیا مطلب ہوگا؟ مسلم کی روایت یہ ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ"، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کہ اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس شخص کو اس اچھے طریقہ کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور اس شخص کو ان لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے ایجاد کئے ہوئے نیک طریقہ پر عمل کر رہے ہوں اور اس سے اس شخص کے ایجاد کئے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

اور جو شخص کہ اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو اس شخص کو اس برے طریقہ کے ایجاد کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس شخص کو اس برے طریقہ کا جنھوں نے اس کے بعد اس کے ایجاد کئے ہوئے طریقہ پر عمل کیا ہو، اور اس سے اس شخص کے ایجاد کئے

ہوئے بُرے طریقہ پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔ مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدعت دو طرح پر ہے۔ ایک بدعت حسنہ جس پر ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اور دوسری بدعت سیئہ جس سے عذاب کا خوف دلایا گیا ہے۔ اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ صدر کی حدیث میں جو "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے) ارشاد ہے کیا اس سے ہر بدعت، خواہ حسنہ ہو یا سیئہ ہو سے مراد گمراہی ہوگی۔ حالانکہ مسلم کی مذکورہ حدیث سے تو صرف بدعت سیئہ ہی کے گمراہی ہونے کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ بدعت حسنہ کے گمراہی ہونے کا۔ اسی وجہ سے علماء نے صراحت کی ہے کہ مسلم کی اس حدیث اور اس طرح کی اور احادیث کی بناء پر "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اپنے عموم پر باقی نہ رہا، بلکہ اس سے خاص بدعت سیئہ ہی مراد ہوگی

یہاں اس حدیث کے عام کو خاص کرنا ایسا ہی ہے جیسے "تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ" کی آیت میں "كُلَّ شَيْءٍ" کے عام سے خاص مراد لیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ہود علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم پر نافرمانی کی وجہ سے ہوا کا عذاب نازل کیا گیا۔ اس عذاب کا ذکر سورۂ احقاف پ۲۶ ع ۳ میں اس طرح مذکور ہے "تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا" یعنی وہ ہوا اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر رہی تھی حالانکہ ہوا صرف انسانوں اور ان کے مویشیوں ہی کو ہلاک کر رہی تھی جیسا کہ مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے۔ تو یہاں جیسے "كُلَّ شَيْءٍ" کے عام سے ہر چیز کی ہلاکت مراد نہیں ہے۔ بلکہ خاص انسانوں اور مویشیوں کی ہی ہلاکت مراد ہے، اسی طرح "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" میں "كُلُّ بِدْعَةٍ" جو بظاہر عام ہے۔ اپنے عموم پر باقی نہیں رہا۔ جیسا مسلم کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ اس سے مراد "كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ ضَلَالَةٌ" ہے صرف وہی بدعت گمراہی ہے جو سیئہ ہو۔ ۱۲

عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورالصدر حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے کی ہے۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۱۷ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد (اگر تم ہدایت پر رہنا چاہتے ہو تو) ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جو کہیں اور کریں اس کی پیروی کرتے رہو[1] اس حدیث کی روایت

[1] تاکہ تم ہدایت پر رہو، اور کبھی گمراہ نہ ہوسکو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح باجماعت کو جو رائج فرمادیا اس پر عمل کرنا عین ہدایت ہے اور مثل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے عین مؤکدہ ہے۔

ترمذی، امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ اور ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۲۷۲/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (الیا) تاکیدی حکم دیئے بغیر (کہ جس سے تراویح فرض ہو جائے (الیسی) ترغیب دینے کے لیے (کہ جس سے تراویح سنّت موکدہ ثابت ہو) یہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو مومن ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں نماز تراویح پڑھے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں[1] زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک صحابۂ کرام اسی طرح عمل کرتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خلافت میں بھی مسلمانوں کا یہی عمل رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی تراویح اسی طرح پڑھی جاتی تھی۔

۱۲۷۳/۱۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَ يُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ

عبدالرحمٰن بن عبد قاری فرماتے ہیں کہ رمضان کی ایک شب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ مسجد نبوی کو گیا، ہم کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ جدا جدا اور متفرق ہیں، کوئی تنہا تراویح پڑھ رہا ہے اور کوئی جماعت کے ساتھ، یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ان سب کے لیے ایک امام مقرر کر دوں، جس کے پیچھے سب مل کر تراویح پڑھا کریں

[1] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اور ترغیب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عام طور پر تنہا یا دو دو چار مل کر کسی کو امام بنا لیتے اور گھروں میں ہوں یا مسجد میں تراویح پڑھا کرتے تھے۔

خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تو بہت اچھا ہوگا مزید غور کے بعد حضرت عمر کا یہ خیال پختہ ہوگیا اور آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو امام بنا کر سب کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ پھر مسجد نبوی کو گیا تو دیکھا کہ لوگ سب کے سب جمع ہو کر ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ سب مسلمانوں کا ایک امام کے پیچھے جمع ہو کر تراویح ادا کرنا کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ بھی فرمایا کہ تم اوّل شب تراویح پڑھ کر سو رہتے ہو، حالانکہ اوّل شب سو کر آخر شب تراویح پڑھنا اوّل شب میں تراویح پڑھنے سے افضل ہے اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف:- یہاں حضرت عمر نے نفس تراویح کو بدعت نہیں فرمایا، اور نہ تراویح کی جماعت کو کیوں کہ تراویح اور تراویح با جماعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً ثابت ہے تو حضرت عمر نے مسلمانوں کو مسجد نبوی میں ایک ہی امام کے پیچھے مہینہ بھر تراویح پڑھنے کا جو حکم دیا اور اس کو ہمیشہ کے لیے جاری فرما دیا، اسی کو آپ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ فرمایا، واضح ہو کہ حضرت عمر کے تراویح با جماعت کو ایک ہی امام کے پیچھے جاری کر دینے سے حقیقت میں مسلم کی اس حدیث کی تعمیل ہوئی، جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس نے میرے بعد کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس اچھے طریقہ

لہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ صحابہ کرام نے سب کے سب جمع ہو کر صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے تراویح پڑھی ہے۔

سے تراویح جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ایک امام کے پیچھے سب مسلمانوں کو جمع فرمایا تھا۔ اس کے پڑھنے کے دو وقت ہیں، ایک سونے کے بعد اٹھ کر آخر رات میں تراویح ادا کرنا، دوسرے سونے سے پہلے اوّل رات تراویح ادا کر کے سو رہنا۔ ان دو وقتوں میں سے سونے کے بعد اٹھ کر تراویح پڑھنا افضل ہے۔

سے مگر آخر شب میں اُٹھ کر تراویح پڑھنے کا بھروسہ نہ ہونے سے اوّل شب تراویح پڑھنے پر عمل در آمد ہے۔

کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو شخص اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان سب کا بھی ثواب ملتا رہے گا، اسی لیے صاحب مرقاۃ نے فرمایا ہے چونکہ حضرت عمر نے ایک امام کے پیچھے تراویح باجماعت کو قائم کیا، اور اس کا عام رواج دیدیا تو حضرت عمر کو اس کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور قیامت تک جو لوگ تراویح پڑھتے رہیں گے۔ ان سب کا ثواب بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملتا رہے گا۔ اور اس سے تراویح پڑھنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو گی۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امام کے پیچھے تراویح باجماعت کو "نعمت البدعۃ بدعۃ حسنہ" فرمایا۔ اس بارے میں ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ تراویح شریعت میں بدعت نہیں ہے، بلکہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور عمل کی وجہ سے سنت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر رمضان کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اور میں تم لوگوں پر تراویح کو سنت قرار دیتا ہوں، اور اسی طرح تراویح باجماعت بھی بدعت نہیں ہے، بلکہ تراویح باجماعت بھی شریعت میں سنت ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین راتیں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز پڑھے تو ایسے شخص کے لیے تمام رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات اتنی دیر تک تراویح پڑھائی کہ صحابۂ کرام کو سحری کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ اس حدیث کی روایت اصحاب سنن نے کی ہے۔ اور اس حدیث میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح باجماعت سنت مؤکدہ ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابۂ کرام مسجد نبوی میں مختلف جماعتوں کے ساتھ تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کے اس عمل کو برقرار رکھتے اور ممانعت نہیں فرماتے تھے اور حضور کا صحابہ کے عمل کو برقرار رکھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح باجماعت کو نعمت البدعۃ یعنی بدعت حسنہ فرمایا تو یہ لغت اور محاورہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ اس لیے کہ ہر ایسا عمل جس کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہو، اس کو شریعت میں بدعت نہیں کہا جاتا۔ اگرچہ کہ اس کو عام محاورہ یا لغت کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا جائے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے) سے مراد ہر وہ عمل بدعت نہیں جو نیا ہو، بلکہ اس ارشاد سے

صرف ایسا نیا کام بدعت ہے۔ جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو (جیسے معتزلہ اور قدریہ وغیرہ کے عقائد) توجیب در "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" سے حضور کا منشا معلوم ہوگیا اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ صحابۂ کرام تراویح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دور اقدس میں با جماعت اور تنہا ادا کیا کرتے تھے اور آخری عشرہ دہائی میں تیسری شب یا چوتھی شب صحابہ کرام تراویح پڑھنے کے لیے جمع ہوگئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف نہیں لائے۔ اور تشریف نہ لانے کی وجہ یہ فرمائی کہ میں آج محض اس وجہ سے باہر نہیں نکلا کہ کہیں تراویح بھی تم پر فرض نہ ہو جائے، اس لیے تم تراویح کو اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ حضور کا تیسری یا چوتھی شب تراویح کے لیے باہر تشریف نہ لانا۔ تراویح کے فرض ہو جانے کے خوف سے تھا، تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرضیت کا انتفاء باقی ہے۔ اور اگر فرضیت کا خوف نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لاتے اور تراویح پڑھاتے، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا دور خلافت آیا تو آپ نے ایک ہی امام کے پیچھے سب کو تراویح با جماعت کے لیے جمع کر دیا اور مسجد میں روشنی کروائی تو تراویح کی یہ مخصوص صورت یعنی مسجد میں ایک امام کے پیچھے سب کا جمع ہونا اور روشنی کروانا ایسا عمل ہوا جس کو صحابہ کرام نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عمل کا نام بدعت رکھا، اس لیے کہ یہ لغت اور محاورہ کے لحاظ سے تو بدعت ہے لیکن شریعت میں بدعت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ از روئے سنت یہ عمل صالح ہے۔ اگر اس سے فرضیت کا اندیشہ دور ہو جائے اور فرضیت کا یہ اندیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارک سے باقی نہ رہا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ تراویح با جماعت کے سنت ہونے کے معارض اور مانع کوئی چیز نہ رہی، تو تراویح با جماعت قرآن مجید کے جمع کرنے کی طرح بدعت حسنہ قرار پائی۔

۱۲۰۴ ۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَیًّا یَقُوْلُ کُنَّا نَنْصَرِفُ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِیَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السُّحُوْرِ وَفِیْ اُخْرٰی مَخَافَةَ الْفَجْرِ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم تراویح اوّل شب میں شروع کر کے اتنی دیر تک پڑھتے رہتے تھے کہ جب تراویح پڑھ کر واپس ہوتے تو ہم کو سحری کے فوت ہو جانے کا خوف ہوتا تھا، اس لیے ہم گھر آ کر خادموں سے سحری کا کھانا جلد دینے کا تقاضہ کرتے تھے، تاکہ سحری کا وقت نہ گزر جائے اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

فصل سوم

فصل سوم میں یہ مذکور ہے کہ (۲۰) رکعت تراویح کا ادا کرنا سنّت مؤکدہ ہے اس لیے کہ خلفائے راشدین نے (۲۰) رکعت تراویح پر پابندی فرمائی ہے اور اس کو ہمیشہ ادا کیا ہے۔ اور اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع بھی لازمی ہے اور خلفاء راشدین کی سنّت کا تارک گنہگار ہوگا، چونکہ خلفاء راشدین سے (۲۰) رکعت تراویح ثابت ہے اس لئے (۲۰) رکعت تراویح سنّت مؤکدہ ہے اور اسی پر ہر زمانہ میں عمل درآمد رہا ہے۔

۱۷۰۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً فِیْ غَیْرِ جَمَاعَۃٍ وَالْوِتْرِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالْبَغَوِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَ فِیْہِ مُنْعِفٌ۔ [14]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں بغیر جماعت کے تنہا (۲۰) رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور نماز وتر ان (۲۰) رکعت کے سوا ہوتی تھی۔ اس کی روایت بیہقی، طبرانی، ابن ابی شیبہ، بغوی اور عبد بن حمید نے کی ہے۔

۱۷۰۶ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً رَوَاہُ مَالِکٌ وَقَالَ فِیْ اٰثَارِ السُّنَنِ اِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ۔ [15]

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان میں ۲۳ رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں ۲۰ رکعت تو تراویح کے ہوتے اور ۳ وتر کے۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

۱۷۰۷ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَکَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ [16]
(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنا کر سب لوگوں کو ان کے مقتدی کر کے تراویح کے (۲۰) رکعت پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ اس کی

روایت بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۷۰۸ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ بِالْإِسْنَادِ الصَّحِيْحِ قَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ وَعَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ مِثْلَهٗ۔
۱۷

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور وتر کی نماز ۲۰ رکعت کے سوا ہوتی تھی۔ اس کی روایت بیہقی نے معرفہ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔ اور امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بیہقی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں بھی وتر کے سوا تراویح کے ۲۰ رکعت پڑھے جاتے تھے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے زمانہ میں تراویح کے ۲۰ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی معاملہ میں یوں فرمائیں کہ ''ہم ایسا کرتے تھے یا'' ''ہم کو ایسا حکم دیا گیا ہے'' ''یا'' ہم کو فلاں کام سے منع کیا گیا ہے تو واضح رہے کہ صحابۂ کرام کا اس طرح فرمانا حقیقت میں وہ حکم یا ممانعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سمجھی جائے گی اور صحابۂ کرام کے اس طرح بیان کرنے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس چیز کے جواز یا اس کی حلت اور حرمت کو ثابت کیا جائے، اور اس کام کی شرعی حیثیت بیان کی جائے، علماء نے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے ایسے اقوال مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم دینے یا منع فرمانے کے قائم مقام سمجھے جائیں گے۔ اس اصول سے ثابت ہوا کہ صحابہ کا یہ فرمانا کہ ''ہم تراویح کے ۲۰ رکعت پڑھا کرتے تھے'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے قائم مقام ہے۔ اس لیے تراویح کے ۲۰ رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ ۱۲۔

۱۷۰۹ وَعَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ أَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ۔
۱۸

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے شاگردوں میں سے تھے، روایت ہے کہ شتیر رمضان میں امامت کرتے تو تراویح کے (۲۰) رکعت پانچ ترویحات کر کے پڑھاتے تھے (اور ہر ترویحہ چار رکعت

کا ہوتا تھا) اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں تراویح کے ۲۰ رکعت پانچ ترویحات کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے۔ رد المحتار میں قہستانی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ہر ترویحہ یعنی ہر چار رکعت کے بعد یہ تسبیح پڑھنا چاہیئے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ۔ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ نَسْتَغْفِرُ اللهَ نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔

اے اللہ! ہر عیب سے آپ پاک ہیں حقیقی بادشاہت آپ ہی کی ہے اور ساری مخلوق پر آپ ہی کو کامل اختیار ہے۔

پھر عرض کرتا ہوں کہ ساری مخلوقات کے صفات سے آپ پاک ہیں اور ساری عزت آپ ہی کی ہے، آپ ہی بڑی عظمت والے ہیں۔

ہر چیز پر آپ کو قدرت حاصل ہے، آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں، کوئی آپ کو رد کرنے والا نہیں ہر طرح کی بڑائی کے آپ ہی سزاوار ہیں عظمت وجلال کے آپ ہی لائق ہیں۔

اے اللہ! آپ فنا سے پاک ہیں اور ایسے بادشاہ ہیں کہ آپ کی بادشاہت کے سامنے سب کی بادشاہت ہیچ ہے، ہر زندہ کو موت آنے والی ہے اور آپ ایسے زندہ ہیں کہ کبھی آپ کو موت نہیں آئیگی (انسان بھی پاک ہے مگر عارضی) آپ پاک ہیں دائمی، انسانی صفات سے اور انسانی احتیاج سے آپ بالکل پاک ہیں، آپ کی شان کا کیا کہنا فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کے آپ رب ہیں۔

آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ ہی معبود ہیں، یکتا ہیں کوئی آپ کا شریک نہیں۔

آپ کے ان عالی صفات کو سن کر اپنی عاجزی اور مجبوری یاد آگئی۔

اس لیے عرض کرتے ہیں کہ ہم سراپا قصور ہیں، آپ ہی سے ہم تمام گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔

آپ کے صفات عالیہ کا صدقہ ہمارے اعمال کو مت دیکھئے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جنت عطا فرمایئے۔

ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہیں آپ کے رحم وکرم کا صدقہ دوزخ کی آگ سے ہم کو بچایئے۔

رد المحتار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس تسبیح کو ہر ترویحہ کے بعد تین بار پڑھنا چاہیئے۔

۱۷۱۰ / ۱۹ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ اَنَّ عَلِیًّا دَعَا الْقُرَّآءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا بِاَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَّکَانَ عَلِیٌّ یُّوْتِرُ بِهِمْ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ماہ رمضان میں حفاظ کو بلاتے اور ان میں سے ایک حافظ کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو (۲۰) رکعت تراویح پڑھائے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لوگوں کو خود نماز وتر پڑھاتے تھے۔

(بیہقی)

ف، تراویح جیسے مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے ایسے ہی عورتوں کے لیے بھی (۲۰) رکعت سنت مؤکدہ ہے اس لیے ان کو بھی چاہیئے کہ فرض نمازوں کی طرح اپنے اپنے گھروں میں رمضان میں عشاء کے فرض وسنت اور نفل کے بعد دو دو رکعت کی نیت باندھ کر ۲۰ رکعت تراویح پڑھا کریں، اور جب تراویح کے ۲۰ رکعت ادا کر چکیں تو نماز وتر پڑھیں (طحطاوی)

اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ

فصل چہارم

اس فصل میں شب برات کے فضائل اور اس کے احکام مذکور ہیں۔

۱۷۱۱ / ۳ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْكِ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَآئِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَآءِ فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ شعبان کی پندرھویں شب جس کو شب برات کہتے ہیں میری باری کی رات تھی) اس رات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچھونے پر نہ پایا[1] کیا دیکھتی ہوں کہ حضور قبرستان میں کھڑے ہوئے ہیں[2] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عائشہ (تمہارا کیا خیال ہے) اللہ تعالےٰ اور میں اس کا رسول ہونے کی وجہ سے کسی پر ظلم نہیں کرتے

[1] (حضرت کی محبت کی وجہ سے مجھے طرح طرح کے خیالات آنے لگے، غالب گمان میرا یہ ہوا کہ آپ شاید اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں تو میں آپ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلی، مدینہ شریف کے بقیع نامی قبرستان پر میری نظر پڑی)

[2] (اور اموات کے لیے دعاء مغفرت فرما رہے ہیں، مجھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا اور جو میرا خیال تھا کہ آپ شاید کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، اس کا حضور پر کشف ہو گیا۔

وَزَادَ رَزِيْنٌ مِّمَّنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ۔

ہیں[1]۔ آج کی رات مغرب ہی سے صبح صادق طلوع ہونے تک آسمانِ دنیا پر برآمد رہتے ہیں دکیا کیا سرفرازیاں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اس کو کیا کہوں ایک رحمت اور عنایت تو یہ ہے کہ) قبیلہ بنی کلب دجو یہ نسبت اور قبائل عرب کے کثرت سے بکریاں رکھنے میں مشہور تھا) اس قبیلہ کے بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گناہگاروں کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے (توبہ) روایت کی ہے اور رزین کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو گئے ہیں ان کو بھی اس رات بخش دیا جاتا ہے دیہ ہے اس رات کی خصوصیت! اور یہ ہے اس رات کی عام رحمت! اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر بقیع کے اموات کے لیے دعاء مغفرت فرما رہے تھے۔

۱۷۱۲
۲۱
وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِيْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ فِيْهَا أَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تُنْزَلُ أَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! تم کچھ جانتی ہو کہ آج پندرھویں شعبان کی رات (جو شب برات ہے) کیا ہو رہا ہے؟ ام المؤمنین نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، فرمائیے یا رسول اللہ! آج کیا ہو رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

[1] (تو تمہاری باری کی رات تم پر ظلم کرکے دوسری بیوی کے پاس کیسے جا سکتا تھا؟ مگر تمہارا جو خیال تھا یہ اللہ کے رسول کی محبت کی وجہ سے تھا اس لیے تم پر کوئی الزام نہیں بلکہ تم اس خیال کی وجہ سے ثواب کی مستحق ہوئیں میں جو گھر سے نکل کر قبرستان میں آگیا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عائشہ تم کو خبر نہیں کہ آج کی کیسی مبارک رات ہے؟ اس رات میں کیا ہو رہا ہے! سنو عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمانِ دنیا پر برآمد ہوتے ہیں۔

اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثَلَاثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی ھَامَتِہٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ یَقُوْلُھَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ)

فرمایا۱ اس سال بنی آدم جو پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھے جا رہے ہیں اور اس سال جو بنی آدم مرنے والے ہیں ان کے نام بھی لکھے جا رہے ہیں۲ ان کو بھی آج کی رات لکھ لیا جاتا ہے (اور لوح محفوظ سے مقابلہ کے لیے آسمانوں پر اٹھالیا جاتا ہے) اور اس رات بنی آدم کے سال بھر کا رزق اتارا جاتا ہے (کہ کس کو کیا ملے گا اور کس قدر ملے گا (ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب سنا کہ سال بھر ہونے والے اعمال صالحہ جو ابھی واقع نہیں ہوئے ہیں، لکھ کر آسمانوں پر اٹھائے جاتے ہیں تو) ام المومنین (کو شبہ ہوا اس لیے) دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ (اعمال صالحہ جو دخول جنت کے موجب ہیں، اپنے وقوع سے پہلے ہی لکھ لیئے جاتے ہیں اور آسمانوں پر اٹھا لئے جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جنت اعمال صالحہ کے بدلہ میں نہیں ہے بلکہ) جس کو اللہ کی رحمت شامل ہو جائے وہی جنت میں جانے کے ظاہری سبب ہیں، مگر حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جس کو جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں، اس کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں (اس لیے) رحمت الٰہی ہی جنت میں جانے کا سبب حقیقی ہے تین بار اس طرح ارشاد ہوا، یہ سن کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (آپ علم و عمل میں کمال رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کا ثانی نہیں)

---

۱ قیامت تک جو جو ہونا ہے وہ تو سب لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے، لیکن اس سال جو ہوتا ہے وہ آج کی رات لوح محفوظ سے نقل کیا جا رہا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

۲ روزانہ کے نیک اعمال کو جیسے آسمانوں پر اٹھالیا جاتا ہے ایسے ہی وہ اعمال صالحہ جو ابھی نہیں ہوئے ہیں اور اس سال ہونے والے ہیں۔

کیا آپ بھی بجز رحمتِ الٰہی کے جنت میں نہیں جائیں گے! تو حضورؐ نے (اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر اپنے احتیاج کو ظاہر کر کے) فرمایا کہ میں بھی نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ رحمتِ الٰہی مجھے گھیر لے تو میں بھی جنت میں جاؤں گا اسی کو بھی آپ نے تین بار فرمایا۔[1] اس حدیث کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

۱۳۱۷/۲۲ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَطَّلِعُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا اثْنَيْنِ مُشَاحِنٌ وَقَاتِلُ نَفْسٍ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات جس کو شب برات کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نزول رحمت فرما کر تمام گنہگاروں کی مغفرت فرماتے ہیں، مگر مشرک کو نہیں بخشتے اور اس مسلمان کو بھی نہیں بخشتے جو کسی مسلمان سے (بغیر کسی شرعی وجہ کے کینہ رکھے)، اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے، اور اسی حدیث کی روایت امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے اور امام احمد کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ شب برات میں تمام گنہگاروں کو بخش دیتے ہیں، مگر دو آدمیوں کو نہیں بخشتے۔ ایک وہ مسلمان جو کسی مسلمان سے (بغیر کسی شرعی وجہ کے) کینہ رکھے اور دوسرے اس مسلمان کو نہیں بخشتے جو کسی کو عمداً (بغیر قصاص کے) ناحق قتل کر دے۔

ف اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ شب برات میں ایسے مسلمان کی بخشش نہیں ہوتی جو کسی مسلمان

[1] چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہمیشہ مجھ کو رحمت الٰہی گھیرے رہتی ہے اسی لیے میں اعمال صالحہ میں بے حد کوشش کرتا ہوں کہ اعمال ظاہری جو رحمت الٰہی کے سبب ہیں، جنت میں جانے کے باعث بنیں۔

سے کینہ رکھے یا کسی کو ناحق قتل کر دے، اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات بجز کفر کے تمام حقوق اللہ معاف فرما دیتے ہیں، البتہ حقوق العباد کو معاف نہیں فرماتے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔۱۲

۱۷|۱۴
۲۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ أَلَا مَنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهٗ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهٗ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهٗ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آئے (جس کو شب برأت کہتے ہیں) تو اس رات نماز پڑھو اور عبادت میں گزارو اور اس رات کے بعد جو دن آرہا ہے یعنی پندرھویں شعبان کو روزہ رکھو؎ اس رات اللہ تعالیٰ مغرب ہی سے آسمان دنیا پر برآمد ہوتے ہیں (کیا کہوں کس کس طرح سے اپنی رحمت کو ظاہر فرماتے ہیں، نہایت مہربانی سے) فرماتے رہتے ہیں، اے گنہگار! کہاں ہے؟ آ! اپنی مغفرت مانگ اس رات جو مغفرت مانگے میں اس کی مغفرت کرتا ہوں! کہاں ہے رزق مانگنے والا! آئے مجھ سے رزق مانگے میں اس کو رزق دیتا ہوں! کہاں ہے ایسا شخص جو طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہے! آئیں تیری بلاؤں اور مصیبتوں کو دور کرتا ہوں! کہاں ہے ایسا شخص جو مجھ سے یہ مانگے اور میں اس کو یہ دوں کہاں ہے ایسا شخص جو مجھ سے یہ مصیبت دفع کروانا چاہے اور میں اس کو دفع کردوں، ایسے ہی طرح طرح کی حاجتیں مانگنے والا مجھ سے اپنی حاجتیں مانگے، میں اس کی تمام حاجتیں پوری کرتا ہوں مگر اے مانگنے والے اپنے ایسے دل سے مانگ جو میرے دینے پر یقین رکھتا ہو، اگر تجھ کو میرے دینے پر شک ہو تو پھر تو محروم رہے گا

؎ رات کے جاگنے سے اور دن کے روزہ رکھنے سے اپنے کو ان رحمتوں کے قابل بناؤ جو اس رات نازل ہوتی ہیں، تم کو معلوم ہے کہ اس رات کیا ہو رہا ہے؟

اس طرح کی ندائیں صبح صادق طلوع ہونے تک ہوتی رہتی ہیں اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰی

باب، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بیان میں

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ.

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے "جفت اور طاق کی قسم!" (الفجر، ۸۹/۳)

یعنی جوڑے اور اکیلے کی قسم، مخلوق میں جوڑے ہیں، رب تعالیٰ اکیلا ہے مخلوق کی صفات بھی جوڑے ہیں علم، جہل، قدرت، ضعف، گناہ، نیکی، زندگی و موت وغیرہ، رب تعالیٰ کی صفات اچھی اور بلند ہیں۔ یا چار نمازیں جوڑے ہیں اور نماز مغرب وتر و طاق ہے لہٰذا یہ آیت کریمہ حمد باری تعالیٰ بھی ہے اور نعت مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی، خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ذات، صفات اور افعال میں وتر ہے، اور ہم لوگ شفع ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذات و صفات میں شفع اور جفت نمازوں سے مراد اشراق اور چاشت ہیں اور طاق سے مراد وتر ہے اور اعمال میں وتر ہیں کہ صرف اچھے کام ہی کرتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

۱۲۱۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا أَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ چاشت کی نماز کو چاشت کے اول وقت میں پڑھ رہے تھے (حالانکہ یہ اشراق کی نماز کا وقت تھا چاشت کی نماز کا یہ مستحب وقت نہیں تھا) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا (کہ چاشت کی نماز کا مستحب وقت یہ نہیں ہے) ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چاشت کی نماز کا مستحب وقت اس کے علاوہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صلاۃ الاوابین یعنی چاشت کی نماز اس وقت ہونی چاہیئے جب کہ اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے ریت کی تپش سے گرمانے لگے ہوں[1] اس

---

[1] اور اس وقت دن کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے اور اس وقت کے مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ راحت و آرام اور کاروبار کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت نماز کے لیے کھڑے ہونا نفس پر شاق ہے، اس وقت چاشت کی نماز وہی پڑھے گا جو اوابین میں سے ہو، یعنی جو اپنی راحت و آرام اور کاروبار کو چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرنے والوں میں ہو۔

کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف۔ واضح باد کہ درمختار میں لکھا ہے کہ چاشت کی نماز بقول صحیح چار رکعت یا اس سے زائد ہے اور اس کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے اور نماز چاشت کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس کو دن کا چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ادا کیا جائے۔

منیہ میں کہا ہے کہ نماز چاشت کی کم از کم مقدار دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہے اور اوسط آٹھ رکعت ہے اور آٹھ رکعت ہی افضل ہے جیسا کہ ذخائر اشرفیہ میں مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز چاشت کے (۸) رکعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہیں اور بارہ رکعت کا ثبوت صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے ملتا ہے عمل سے نہیں۔ ۱۲۔

۱۱۶۲ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَ لَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر اشراق کی نماز پڑھنے تک اپنے مصلّٰی پر بیٹھا رہے، اور سوائے بھلائی کی بات یعنی تلاوت قرآن، ذکر و فکر اور تعلیم و تعلم کے کوئی دنیا کی بات نہ کرے، اور اشراق کی دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو ایسے شخص کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگرچہ اس کے گناہ کثرت میں سمندر کے کف کے برابر ہوں، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ ۱۲۔

۱۱۶۳ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا[1] جب تو صحیح وسالم صبح کرے تو تجھ کو چاہیئے کہ ہر جوڑ کے بدلہ تو صدقہ یعنی خیرات

[1] اے انسان! تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے جسم میں (۳۶۰) جوڑ بنائے ہیں اور ان کو ٹھیک وسالم رکھے ہیں جن سے تو نفع اٹھا رہا ہے۔ کیا خدا کے اس احسان کا تجھ پر شکر یہ نہیں ہے؟ تجھ کو چاہیئے کہ تو اپنے ہر ہر جوڑ کا شکر یہ ادا کرے۔

صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيَجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دیئے ہر ہر "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہنے کو ہم نے صدقہ یعنی خیرات کے قائم مقام بنایا ہے۔ اور ہر ہر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کہنے کو بھی ہم نے خیرات کے قائم مقام بنایا ہے، اور تیرا ہر بار ہر "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے اور تیرا ہر بار ہر "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے۔ اور نیک کام کا حکم دینا بھی خیرات کے قائم مقام ہے اور بُری بات سے منع کرنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے (اگر تو مالی خیرات نہ دے سکے اور اسی طرح قولی خیرات بھی نہ کر سکے تو) اشراق کے کم از کم دو رکعت تو پڑھ لیا کر، یہ دو رکعت تیرے ہر جوڑ کی نعمت کے بدلے میں شکریہ کے قائم مقام بن جائیں گے (اس سے زیادہ اور ہم کیا آسانی کریں؟ اگر تجھے کچھ قدر ہوتی تو ہمارے ہر احسان کا شکریہ ادا کرتا۔ (مسلم)

۱۷۱۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْاِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ مَفْصَلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصَلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انسان کے جسم میں (۳۶۰) جوڑ ہیں[2]۔ ہر ایک جوڑ کے بدلے میں خیرات دی جائے، صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہم محتاج ہیں، اس لیے ہر جوڑ کے بدلے میں ہم کیسے خیرات دے سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مالی

---

[1] پورا شکریہ تو تو کیا ادا کرتا ہے۔ ہر جوڑ کے بدلہ کچھ تو صدقہ دے کر شکریہ ادا کر! مالی صدقہ تجھ پر مقرر کرتے تو تجھ کو بہت بار ہوتا، یہ بھی ہمارا احسان ہے کہ۔

[2] (ان سے ہر کام میں مدد ملتی ہے اور ان سے ہر کام سہولت سے کیا جاتا ہے اگر یہ (۳۶۰) جوڑ نہ ہوتے تو انسان مثل ایک تختہ کے ہوتا اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ ہر جوڑ کے بدلہ میں شکریہ ادا کرنا چاہیئے اس کا شکریہ اس طرح ادا ہوگا کہ)

الضُّحٰی تُجْزِئُكَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

١٧١٩/٥ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی شُفْعَةِ الضُّحٰی غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

١٧٢٠/٦ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَاَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَّهٗ قَالَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِرْكَعْ لِیْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ نُعَیْمِ ابْنِ هَمَّارِ الْغَطْفَانِیِّ وَاَحْمَدُ عَنْهُمْ۔

خیرات نہ ہو سکے) اگر تم دیکھو کہ مسجد میں رینٹھ یا بلغم پڑا ہوا ہو تو اس کو دور کر کے جگہ پاک کر دو یا راستہ میں دیکھو کہ) کانٹے یا پتھر پڑے ہوئے ہیں جس سے آنے جانے والوں کو ایذا ہو رہی ہو تو اس کو راستہ سے ہٹا کر راستہ صاف کر دینا بھی خیرات ہے اور اسی قسم کے تمام کام جن سے لوگوں کو آرام ملے سب خیرات ہیں) اگر کسی سے یہ نہ ہو سکے تو اشراق کے دو رکعت پڑھ لیا کرے، تو یہ دو رکعت ہر جوڑ کی نعمت کے شکریہ میں خیرات کرنے کے قائم مقام ہوں گے۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اشراق کے دو رکعت کو روزانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرے تو ایسے شخص کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگرچہ اس کے گناہ کثرت میں سمندر کے کف کے برابر ہوں (امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ)

حضرت ابو درداء اور ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! اے انسان! تو شروع دن میں خاص میری خوشنودی کے لیے بغیر ریا اور دکھاوے کے اشراق کے چار رکعت پڑھ لیا کر، تو دیکھے گا کہ میں تیری ساری ضرورتوں کو آخر دن تک پورا کرتا رہوں گا اور تیری ساری پریشانیوں کو دور کر دوں گا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ابو داؤد اور دارمی نے اس کی روایت نعیم بن ہمار غطفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

کی ہے۔ اور امام احمد نے تینوں صحابہ ابو درداء، ابوذر اور نعیم بن ہمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

۱۴۲۱ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چاشت کی نماز کے کتنے رکعت پڑھا کرتے تھے؟ ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ آپ چاشت کے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔[1] (مسلم)

۱۴۲۲ وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَتْ فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى وَذٰلِكَ ضُحًى۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے غسل فرمایا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں مگر آپ نے یہ نماز اس قدر مختصر ادا فرمائی کہ کبھی میں نے آپ کو اتنی مختصر اور ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر اس کے رکوع اور سجدے کامل طور پر اطمینان کے ساتھ ادا فرما رہے تھے اور آپ صرف قرائت کو مختصر فرماتے تھے (بخاری اور مسلم)

۱۴۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَ لِيْ أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ چاشت کے آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے چاشت کی نماز میں ایسی لذت ملتی ہے کہ ماں باپ کے زندہ ہوتے میں وہ لذت نہیں۔[2]

[1] مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بارہ رکعت سے زیادہ چاشت کی نماز پڑھنا کہیں ثابت نہیں ہے۔

[2] اگر میرے ماں باپ زندہ ہوں تو اس خوشی اور لذت میں اس چاشت کی نماز کی لذت کو نہیں بھولوں گی، چاشت کی نماز کبھی ناغہ نہیں کروں گی یہ فرما کر ام المومنین مسلمانوں کو رغبت دلاتی ہیں کہ کچھ ہو جائے، کیسا ہی اہم کام آجائے تم چاشت کی نماز کبھی ہرگز نہ چھوڑنا۔

اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

۱۷۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چاشت کے بارہ رکعت پڑھا کرے تو اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنایا جاتا ہے (ترمذی اور ابن ماجہ)

۱۷۲۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَدَعُهَا وَيَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُصَلِّيْهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چاشت کی نماز اس اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے اب آپ نماز چاشت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، اور پھر چھوڑتے بھی تو اتنے دن چھوڑتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ آپ چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھیں گے[1] (ترمذی)

بَابُ التَّطَوُّعِ

اس باب میں نفل نمازوں کا ذکر ہے

۱۷۲۶ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے، اے بلال! بتاؤ کہ تم ایسا کون سا عمل کرتے ہو جس سے تم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس عمل کو قبول کرکے جنت میں مراتب عالیہ عطا کرے گا اس وجہ سے کہ میں نے (معراج کی رات) جنت میں دیکھا کہ تم میرے آگے آگے ہو، اور میں تمہارے نعلین کی کھڑکھڑاہٹ سن رہا تھا۔ بلال نے عرض کیا (حضور!) میں کیا اور میرا

[1] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح اس وجہ سے کرتے تھے تاکہ یہ نماز امت پر فرض یا واجب نہ ہو جائے۔ اب یہ خطرہ نہیں رہا۔ اس لیے اس نماز چاشت کو پابندی سے پڑھنا امت پر مستحب ہے)

وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ وَمَا اَصَابَنِیْ حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّاْتُ عِنْدَهٗ وَرَاَیْتُ اِنَّ لِلّٰهِ عَلَیَّ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا۔

عمل کیا، سب حضور کے توجہ عالی کا اثر ہے) کہ مجھے توفیق ہوئی ہے کہ میں رات دن میں جب کبھی وضوء کرتا ہوں تو وضوء کے بعد دو رکعت یا جتنے ہو سکے تحیۃ الوضوء پڑھا لیا کرتا ہوں، یہ تو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ بلال نے عرض کی حضور! جب کبھی میں بے وضو ہوتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی وضوء کر لیتا ہوں اور میں اپنے اوپر لازم سمجھ لیتا ہوں کہ دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھ لیا کروں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ جنت میں تم کو مراتب عالیہ ملنے کی یہی تحیۃ الوضوء باعث ہے (اس تحیۃ الوضو کی وجہ سے تم کو یہ مرتبہ ملا ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے، اور اس کی بڑی فضیلت ہے۔

۱۷۲۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِی الْاُمُوْرِ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ لِیَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس طرح ہم کو قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح تمام جائز امور میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی ایسے اہم کام کرنے کا ارادہ کرے (جو کبھی کبھی ہوتا ہو، مثلاً سفر، نکاح اور تعمیر وغیرہ اور اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اس کو تردد ہو، اور کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو رہی ہو، اور اس کام کے انجام کا خیر یا شر ہونا سمجھ میں نہ آ رہا ہو) تو اس کو (اس طرح استخارہ کرنا چاہیئے کہ) پہلے وہ دو رکعت

أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ
لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ
مَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ فِيْ
عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ
وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ
حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ قَالَ وَ
يُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

نفل استخارہ کی نیت سے ادا کیجئے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے اور ان دو رکعتوں کے ادا کرنے کے بعد اس طرح دعا کرے۔

اے اللہ! (میں کچھ نہیں جانتا) آپ علام الغیوب ہیں، میرے لیے جو بہتر ہو اس کی طرف میری رہنمائی فرمایئے، اے اللہ! آپ بڑی قدرت والے ہیں اور میں عاجز ہوں اس کام میں جو خیر ہے اس کے کرنے پر مجھے قدرت عطا فرمایئے۔ اے اللہ آپ بڑے فضل و کرم والے ہیں، میں آپ کے فضل و کرم سے مانگتا ہوں کہ آپ میرے اس کام میں جو خیر ہو اس کو معین کیجیے اور اس کے کرنے پر مجھے آسانی عطا فرمایئے، اس کی وجہ سے کہ میں کسی کام کے کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں اور آپ ہر طرح کی قدرت رکھتے ہیں (جب آپ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ ہو کے رہتا ہے) اور آپ خوب جانتے ہیں (کہ ہر کام میں شر کیا ہے اور خیر کیا ہے) اور میں کچھ نہیں جانتا (اس لیے اس کام کے شر سے مجھے بچایئے اور اس کام میں جو خیر ہے اس کی طرف میری رہبری فرمایئے اس لیے کہ آپ تمام پوشیدہ چیزوں سے واقف ہیں۔ اے اللہ اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ کام جس کے لیے میں استخارہ کر رہا ہوں، میرے لیے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے تو اس کام کو بنا دیجئے اور اس کام کے لیے آسانیاں پیدا کیجئے، پھر اس میں بڑی برکت عطا فرمایئے اور اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ کام جس کے لیے

میں استخارہ کر رہا ہوں، میرے لیے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو میرے لیے ہونے نہ دیجئے اور مجھے اس خیال سے دور رکھیئے (تاکہ میں اس کام کے نہ ہونے سے پریشان نہ ہو جاؤں) اگر یہ کام جس کے لیے میں استخارہ کر رہا ہوں شر ہے تو بجائے اس کے جو کام میرے لیے خیر ہو اور وہ جس جگہ ہو اور جس وقت ہو اس کو میرے لیے مہیا کیجئے اور اس کو میرے لیے بنا دیجئے (جس کام کے شر ہونے کی وجہ سے مجھے آپ اس کام سے پھیر رہے ہیں اور میں اسی کام کو کرنا چاہتا تھا اور اس کے بجائے اب جو کام آپ میرے لیے مہیا فرمائے میں اس سے میرے دل کو راضی اور مطمئن کر دیجئے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جہاں جہاں الامر یعنی کام کا لفظ آیا ہے وہاں اپنے مقصد کی نیت کرے یا زبان سے اپنے مقصد کو بیان کرے، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۲۲۸/۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی (کون ابوبکر؟) وہ جن کی صداقت کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی شخص سے (خواہ مرد ہو یا عورت) کوئی گناہ ہو جائے اور اسی وقت یا جب کبھی نادم ہو تو اس کو چاہیئے کہ غسل کرلے اور نماز کے لیے کھڑا ہو

لہ (اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرے تو زیادہ مناسب ہے۔ اگر اس کو ٹھنڈا پانی مضر ہوتا ہو تو گرم پانی سے غسل کرے اگر غسل نہ ہو سکے تو وضو ہی کرے۔

الّا ابن ماجۃ لم یذکر الاٰیۃ ۔

وصدر میں جو ارشاد ہوا ہے اس کی تائید ہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ذیل کی یہ آیت تلاوت فرمائی (سورۂ آل عمران، ۳/ ۱۳۶، ۱۳۵) اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں، اور گناہ کون بخشے اللہ کے سوا، اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں ان کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیا بیوں کا اچھا اجر ہے" اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے لیکن ابن ماجہ میں اس آیت کا ذکر نہیں ہے ۔

جس کو نماز توبہ یا نماز استغفار کہتے ہیں اور کم سے کم دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قل یا ایھا الکافرون"، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "قل ھو اللہ احد"، پڑھے اور تنہائی میں یہ نماز پڑھی جائے تو اس کے لیے بہتر ہے اگر سجدہ میں سر رکھ کر روتے ہوئے یہ دعا کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنائے اور اپنے تمام گناہوں کو یاد کرتے ہوئے مصمم ارادہ کرے کہ پھر گناہ نہ کروں گا، اور عرض کرے کہ اے اللہ! میں گناہ نہیں کرتا تھا، نفس و شیطان کے دھوکے سے گناہ کیا اور اب آپ کے در پر آپڑا ہوں، آپ کے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں، اور مجھ عاجز کو آپ کے عذاب کی طاقت نہیں اس لیے آپ کے غصہ سے ڈر رہا ہوں، اپنے گناہوں سے معذرت چاہتے ہوئے عرض کرتا ہوں: الٰہی! آپ کا بھاگا ہوا بندہ آپ کے در پر آپڑا ہے، اگر آپ میرے گناہوں کو نہیں معاف کریں گے تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ آپ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے سخی دربار کے صدقہ سے میرے حال پر بجائے غضب کے رحمت کی نظر فرمایئے ! جو ہو گیا ہو گیا، اب گناہ نہ کرنے کا ارادہ کر کے آیا ہوں، آپ مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ کیجیے میرے تمام گناہ کو معاف کر دیجیے، آئندہ مجھ کو گناہوں سے بچائے رکھیے۔ آپ کا نام غفور و غفار ہے، آپ کی شان کے یہی سزاوار ہے، جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو آپ اس پر نہایت مہربان ہو کر اس کے سب گناہ بخش دیتے ہیں، اس لیے میرے بھی تمام گناہ بخش دیجیے، آپ کے فضل و کرم سے امید لگایا ہوا ہوں، اس لیے آپ میرے تمام گناہ بخش کر گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیجیے یہ آپ کے فضل و کرم سے کچھ دور نہیں، جب کوئی گنہگار اس طرح سے نماز پڑھتا اور دعا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ (بڑے رحیم ہیں اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں (اور اس کے گناہوں کے بدلے نیکیاں لکھ دیتے ہیں)

فاحشہ کے مراد وہ گناہ ہے جس کی شریعت میں سزا ہے، جیسے زنا، چوری اور ظلموں سے وہ گناہ مراد ہیں جن کی سزا مقرر نہیں، جیسے نماز چھوڑنا، اور ہر ہر جرم کی توبہ کا علیحدہ علیحدہ طریقہ ہے یا فاحشہ سے مراد گناہ کبیرہ اور ظلم سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ یا فاحشہ سے مراد وہ گناہ جو دوسروں کی تکلیف کا باعث ہو اور ظلم سے مراد وہ گناہ جو ایسا نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں گنا ہگاروں کو توبہ کی عام دعوت ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، یاد رکھیں کہ حقوق العباد صاحب حق معاف کرتا ہے مگر یہ معافی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوتی ہے اور ذنب کی معافی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی قابل معافی ہے۔ رب تعالیٰ سے ناامید نہ ہونا چاہیئے۔

یہ بھی ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ پر اَڑ (ڈٹ) جانا اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ کے لیے اصرار مضر ہے کہ توبہ بھی کرتا جائے اور گناہ بھی، بلکہ قبول توبہ کے لیے گذشتہ گناہ پر ندامت اور آئندہ کے لیے ترک کا عزم ارادہ ضروری ہے۔

آیات کا شان نزول یہ ہے (نبہان خرما (کھجور) فروش کے پاس ایک عورت خرما خریدنے آئی، اس نے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں، بہترین خرمے گھر میں رکھے ہیں، اور اسے اندر لے گئے وہاں اس کا بوسہ لیا چمٹا لیا، اس عورت نے کہا، اللہ تعالیٰ سے ڈر، یہ سنتے ہی اسے چھوڑ دیا، اور شرمندہ ہوکر بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی اس پر یہ آیت اُتری، ایک روایت میں یہ ہے کہ دو شخصوں میں بڑا پیار تھا، ایک جہاد میں گیا اور اپنے اہل خانہ کو دوسرے کے سپرد کر گیا، ایک دن اس انصاری مجاہد کی بیوی نے دوسرے شخص سے گوشت منگوایا، جب اس ثقفی سے مجاہد کی بیوی نے گوشت لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے ہاتھ چوم لیا، چومتے ہی شرمندگی ہوئی، جنگل میں نکل گیا اپنے منہ پر طمانچے مارے اور سر پر خاک ڈالی، جب وہ مجاہد اپنے گھر واپس آیا تو اس نے عورت سے اپنے ثقفی دوست کا حال پوچھا، عورت بولی، کہ ایسے دوست سے اللہ بچائے، مجاہد ثقفی کو تلاش کیا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعات ان آیات کا شان نزول ہوں۔

(تفسیر نور العرفان ترجمہ کنز الایمان)

۱۲۲۹ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی مصیبت کی وجہ سے بے چین ہو جاتے یا کسی کام میں مشکلات آنے سے غمگین ہوتے تو اس کا علاج اس طرح کرتے کہ آپ نماز میں مشغول ہو جاتے

۱۳۲۳ ـ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَی اللّٰهِ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ فَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ لِیُثْنِ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ .

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہو یا کسی شخص سے کچھ چاہتا ہو کہ اس کی یہ حاجت جلد پوری ہو، اور اس کا جو مقصد ہے وہ جلد حاصل ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ سنتوں اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ اچھا وضوء کرے اور صلاۃ حاجت کی نیت سے دو رکعت پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف جو اس سے ہو سکے بیان کرے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے (اگر درود ابراہیمی جو التحیات کے بعد پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھے تو بہت بہتر ہے) پھر یہ دعا کرے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑے بردبار ہیں (قصوروں کو دیکھے جاتے ہیں مگر جلد اس کی سزا نہیں دیتے) وہ کریم ہیں کہ بجائے سزا دینے کے اور نعمتیں دیتے جاتے ہیں (تاکہ بندہ اس کے احسانات سے شرمندہ اور نادم ہو کر جو کیا ہے اس سے توبہ کرے۔

اے عظمت والے عرش کے مالک (جو کوئی مانگے اس کو دینا آپ کے پاس کچھ مشکل نہیں) آپ (بخل سے اور ہر عیب سے) پاک ہیں۔ اے تمام جہانوں کے مالک! بندے آپ سے

لہ تاکہ نماز کی وجہ سے یکسوئی حاصل ہو، اور سارے غم غلط ہو جائیں اللہ کی طرف لو لگ جانے سے کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نماز شروع کرنے سے "وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" کے حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے۔

جو مانگتے ہیں آپ وہ دیتے ہیں اس لیے آپ کا شکر ادا کرتا ہوں (شکر کے سوا ہمارے پاس اور ہے ہی کیا کہ جس سے آپ کے احسانات کا بدلہ ہو سکے ۔)

اے اللہ! مجھ سے وہ کام کروائیے اور وہ بات کہلوائیے جس کے سبب سے آپ کی رحمت مجھ پر نازل ہو، اور گناہوں سے میری مغفرت ہو جائے

اے اللہ! (میری روح نفس کے ساتھ جہاد اکبر میں مصروف ہے اور روح کو فتح دینا آپ کے ہاتھ ہے، جب روح کو فتح ہو گی تو نفس مغلوب ہو جائے گا، طرح طرح کی نیکیاں کرنا میں شروع کروں گا، یہ اس جہاد کا مال غنیمت ہے اس لیے) ہر قسم کی نیکیاں کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائیے۔

اور جب نفس مغلوب ہو جائے گا تو میں تمام گناہوں سے محفوظ رہوں گا یہ روح کی فتح کا دوسرا فائدہ ہے (اس لیے) میں آپ سے تمام گناہوں سے محفوظ رہنے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! نفس کے غلبہ کے وقت میں نے بہت گناہ کئے ہیں، اب روح کو نفس پر فتح ہو گئی ہے۔ اس لیے تمام گناہوں سے نادم و شرمندہ ہو کر آپ سے معافی چاہتا ہوں آپ اپنے فضل و کرم سے میری ایسی مغفرت فرمائیے کہ میرا کوئی گناہ باقی نہ رہے (اور سب گناہوں کو نامۂ اعمال سے مٹا دیجئے ۔)

اے اللہ گناہوں کی شامت سے طرح طرح کے افکارات میں مبتلا ہو گیا تھا، اب آپ نے جب میرے گناہ معاف فرما دئیے ہیں تو (میرے تمام افکارات اور پریشانیوں کو دُور فرما دیجئے۔

(اے اللہ! میں آپ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کر رہا ہوں، میں کچھ نہیں جانتا آپ علام الغیوب ہیں، میں اپنی ہر حاجت کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہوں

اگر) وہ حاجت میرے لیے مفید ہو، اور آپ اس کا پورا ہونا پسند فرماتے ہوں تو میری ان تمام حاجتوں کو پورا کر دیجئے، اے سب مہربانوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے! مجھ پر رحم کیجئے، میری تمام حاجتوں کو پورا کیجئے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ التَّسْبِيْحِ

باب صلاۃ التسبیح کا بیان اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

۱۳۳۱ عَنْ اَبِيْ وَهْبٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ يُسَبَّحُ فِيْهَا قَالَ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُوْلُ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" ثُمَّ يَقُوْلُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ يَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ

حضرت ابو وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صلاۃ التسبیح کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا[1] تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ"، پڑھنے کے بعد (۱۵) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

اس کے بعد، "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ"، اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کر کے (۱۰) مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد) ۱۰ مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے

---

[1] یعنی صلاۃ التسبیح مکروہ اوقات کے سوا جس وقت چاہے اور جس روز چاہے پڑھی جا سکتی ہے اور صلاۃ التسبیح کا جمعہ کے دن زوال سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ صلاۃ التسبیح کی نیت سے چار رکعت اس طرح پڑھے کہ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ " ثُمَّ يَرْكَعُ
فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ
رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ
يَسْجُدُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا
ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَقُوْلُهَا
عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ
فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا يُصَلِّيْ
اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عَلٰى هٰذَا
فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ
تَسْبِيْحَةً فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ
يَبْدَاُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ
عَشْرَةَ تَسْبِيْحَةً ثُمَّ يَقْرَاُ
ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤُدَ قَالَ
فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ
اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ
بِذٰلِكَ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ مَاجَةَ
فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوْبُكَ مِثْلَ
رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا لَكَ
قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ
لَمْ يَسْتَطِعْ يَقُوْلُهَا فِيْ
يَوْمٍ قَالَ قُلْهَا فِيْ جُمُعَةٍ
فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقُلْهَا
فِيْ شَهْرٍ حَتّٰى قَالَ فَقُلْهَا
فِيْ سَنَةٍ.

پھر رکوع سے سر اُٹھا کر (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ
اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، کہنے کے بعد) قومہ میں
(۱۰) مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے، پھر سجدہ میں جائے
اور سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے بعد (۱۰) مرتبہ یہی
تسبیح پڑھے، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں
رَبِّ اغْفِرْلِیْ، پڑھنے کے بعد (۱۰) مرتبہ یہی تسبیح
پڑھے، پھر دوسرے سجدہ میں جائے اور سجدہ
کی تسبیح پڑھنے کے بعد یہی تسبیح (۱۰) بار پڑھے
اس طرح ایک رکعت میں (۷۵) بار یہ تسبیح ہوئی
(دوسرے سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد نہ تو
بیٹھے اور نہ مذکورہ تسبیح پڑھے، بلکہ دوسرے سجدہ
سے اُٹھتے ہی دوسری رکعت کا قیام شروع کرے
اور باقی تین رکعتوں کی ہر رکعت میں اسی طرح مذکورہ
تسبیح کو (۷۵) بار پڑھا جائے یعنی) ہر رکعت کے
شروع میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ سے پہلے (۱۵)
بار اور ضم سورہ کے بعد (۱۰) بار (رکوع میں (۱۰)
بار، قومہ میں (۱۰) بار پہلے سجدہ میں (۱۰) بار جلسہ
میں (۱۰) بار اور دوسرے سجدہ میں (۱۰) بار اس
طرح ہر رکعت میں (۷۵) بار مذکورہ تسبیح پڑھا کرے
اور قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ آخرہ میں تسبیح پڑھنے
کی ضرورت نہیں، اگر کسی شخص کو صلاۃ تسبیح میں
سہو ہو جائے تو وہ سہو کے سجدوں میں اس مذکورہ
تسبیح کو نہ پڑھے کیونکہ صلاۃ تسبیح کی مقررہ تعداد میں
سہواً کمی ہو جائے تو ہو جائے تو بعد کے کسی رکن
میں اس کی تعداد کی تکمیل کرے۔ اس کی روایت
ترمذی نے کی ہے۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت
میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ
روئے زمین کے باشندوں کے گناہوں سے بھی

زیادہ ہوں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اس نماز کی بدولت تمہارے گناہ بخش دیں گے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کثرت میں ریت کے ٹیلہ کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس صلاۃ تسبیح کی برکت سے تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ کس میں طاقت ہے کہ روزانہ یہ نماز پڑھ سکے! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم روزانہ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو اور اگر جمعہ کو بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیا کرو (اگر مہینہ میں ایک بار بھی نہ پڑھ سکو تو) آپ نے فرمایا کہ سال میں ایک ہی بار پڑھ لو)

۱۲۳۱/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلَاتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ یَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰی ذٰلِكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ الزَّكٰوةُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰی حَسَبِ ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت میں اعمال کا حساب لیا جائے گا تو سب اعمال کے حساب سے پہلے نماز کا حساب شروع کیا جائے گا (دیکھا جائے گا کہ اس کی فرض نماز صحیح ہوئی ہے یا نہیں، اگر اس کی فرض) نماز تمام ارکان اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ ادا ہوئی ہے تو اس کی نماز قبول ہوگی اور اس کو پورا پورا ثواب دیا جائے گا اور وہ حساب میں کامیاب ہو جائے گا اگر اس کی (فرض) نماز میں کچھ ایسی خرابیاں ہوئی ہوں کہ جس کے سبب سے اس کی نماز ناقص ہوئی ہے تو وہ بڑے خسارہ میں ہوگا ثواب بھی نہیں ملے گا (اور عذاب کا مستحق ہو جائے گا) اللہ تعالیٰ (بڑے کریم ہیں)، اس وقت محض اپنے فضل وکرم سے فرشتوں سے کہیں گے کہ میرے فرشتو دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں فرض کے بعد

کچھ سنن اور نوافل بھی ہیں، تو اس فرض کے نقصان کی تلافی ان سنتوں اور نوافل سے کر دو اور اس کی فرض نماز کا ثواب اس کو پورا پورا دیدو تاکہ وہ عذاب سے نجات پائے)، یہی حال دوسری عبادات کا بھی ہے اگر فرض روزوں میں کچھ نقصان آگیا ہو تو نفل روزوں سے اس نقصان کو دور کر دیں گے، کامل روزوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ ایسے ہی فرض زکوٰۃ میں کچھ نقصان آگیا ہو تو نفل خیرات سے فرض زکوٰۃ کے نقصان کو پورا کر دیں گے اور وہ کامل زکوٰۃ کے ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسرے اعمال کی بھی یہی کیفیت ہوگی یعنے ان کے فرائض کے نقصان کو نوافل سے پورا کیا جائے گا[1]۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے، اور امام احمد نے بھی دوسرے راوی سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

۱۷۳۲/۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِعَبْدٍ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْھِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَیُذَرُّ عَلٰی رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِیْ صَلَاتِہٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ اَبُوْ نَضْرٍ الرَّاوِیُّ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں تو اللہ تعالیٰ ہر ذاکر کے ذکر کو سنتے ہیں مگر کم سے کم دو رکعت پڑھنے والا جب اپنی رکعتوں میں قرآن پڑھتا ہے تو اس کے قرآن پڑھنے کو بہت غور اور عنایت و توجہ سے سنتے ہیں (جیسا نماز میں قرآن پڑھنے کو سنتے ہیں ایسا کسی چیز کو توجہ سے نہیں سنتے)، تلاوت قرآن کے سوا سب عبادتوں میں نماز اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند ہے کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتا

---

[1] (اس لیے بندہ پر لازم ہے کہ فرض نمازوں کے سوا نفل نمازیں بھی پڑھا کرے۔ اسی طرح فرض روزوں کے سوا نفل روزے بھی رکھا کرے۔ اور فرض زکوٰۃ کے سوا نفل خیرات بھی دیا کرے تاکہ قیامت کے دن فرضوں میں کچھ نقصان نکلے تو نفل سے وہ نقصان پورا کر دیا جائے۔

ہوا کھڑا رہتا ہے تو اس کے سر پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں اور بندہ ہر عبادت سے اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرتا ہے لیکن بندہ جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو اس کو جتنا جتنا قرب اس وقت اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے کسی اور وقت اتنا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

بَابُ صَلٰوۃِ السَّفَرِ

اس باب میں سفر کی حالت میں نماز پڑھنے کا بیان ہے

ف: واضح ہو کہ وہ سفر جس کے احکام اس باب میں مذکور ہیں عام سفر نہیں ہے، بلکہ وہ ایسا سفر ہے، بلکہ جس میں تین منزل یا تین منزل سے زیادہ سفر کرنے کا ارادہ ہو، اور تین منزل کے (۴۸) میل ہوتے ہیں، اس طرح کوئی سفر کر رہا ہو تو اس کو چار رکعت والی فرض نماز کو یعنے ظہر وعصر وعشاء کو قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھنا چاہیئے، اس لیے کہ قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھنا واجب ہے، اگر قصر نہ کر کے پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہو گا۔ فجر اور مغرب کے فرض اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے۔ اطمینان ہو اور جلدی نہ ہو تو پوری سنتیں پڑھے اور اگر جلدی ہو اور ساتھیوں سے چھوٹ جانے کا خوف ہو، یا سواری جیسے ریل وغیرہ کے نہ ملنے کا اندیشہ ہو تو پوری سنتوں کو ترک کر سکتا ہے۔

اگر مسافر چار رکعت والی نماز میں کسی مقام پر امام کی اقتدا کر رہا ہے، تو وہ امام کے ساتھ پورے چار رکعت ادا کرے اور قصر نہ کرے، اس کے برخلاف اگر امام مسافر ہو، اور مقتدی مقیم ہوں تو امام قصر کر کے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ادا کر کے سلام پھیر دے اور مقیم مقتدی کو چاہیئے کہ ساتھ پورے چار رکعت ادا کرے اور قصر نہ کرے، اس کے برخلاف اگر امام مسافر ہو، اور مقتدی مقیم ہوں تو امام قصر کر کے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ادا کر کے سلام پھیر دے، اور مقیم مقتدی کو چاہیئے کہ اپنی باقی نماز اُٹھ کر پوری کرے اور اس میں قرأت نہ کرے، بلکہ چپ کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق ہے۔ قصر کے مذکورہ احکام اس مسافر سے متعلق ہوں گے جب کہ وہ کسی مقام پر (۱۵) دن سے کم رہنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگر اس نے (۱۵) دن یا اس سے زیادہ قیام کرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مقیم ہو جائے گا، اور قصر نہیں کرے گا۔ بلکہ تمام نمازوں کو ہمیشہ کی طرح پورا ادا کرے گا۔

(درمختار)

(۱) وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے
"اور جب تم زمین میں سفر کرو، تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا ء دیں گے، بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔
(النساء ۴/۱۰۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سنت اور نفل میں قصر نہیں ہے، نماز مغرب و فجر و وتر میں بھی قصر نہیں ہے جیسا کہ من الصلوٰۃ کے من سے معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قصر پڑھنے میں گناہ نہیں ہے، نہ پڑھنے سے آیت خاموش ہے، حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہ پڑھنے والا ایسا ہی گنہگار ہے، جیسا کہ فجر کے چار فرض پڑھنے والا، قصر نمازیں اللہ کا صدقہ ہے اسے قبول کرو۔ (حاشیہ نورالعرفان)

(۲) وَقَوْلُہٗ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے۔ "بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔
(النساء ۴/۱۰۳)

معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازیں جمع نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ہر نماز کے لیے اس کا وقت مقرر ہے قرآن پاک سے ثابت ہے کہ جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع صوری مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت میں اور دوسری نماز اول وقت میں ادا کی۔

(۳) وَقَوْلُہٗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، تو تم جدھر منہ کرو، ادھر وجہ اللہ ہے (یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے

شان نزول، صحابۂ کرام کی ایک جماعت جو اندھیری رات میں سفر کر رہی تھی، نماز عشاء پڑھنے لگی تو اندھیرے کی وجہ سے سمت قبلہ کا تعین نہ ہوا، جس طرف جس کا دل جما اسی طرف منہ کر کے اس نے نماز پڑھ لی، بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض واقعہ کیا، تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایسی حالت میں جس طرف دل جمے، ادھر ہی قبلہ ہے یا یہ آیت مسافر کے سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق ہے، جیسا کہ مسافر جب سواری پر نفل پڑھے یا خائف جب بھاگتے ہوئے نماز پڑھے تو اس وقت اس آیت پر عمل ہوگا۔

۱۲۳۴ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّہْرَ بِالْمَدِیْنَۃِ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

اَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علیہ وسلم ظہر کے چار رکعت پڑھائے، (حالانکہ آپ سفر کا ارادہ کر چکے تھے، ظہر کو اس وجہ سے قصر نہیں فرمایا کہ ابھی آپ (آبادی سے باہر نہیں ہوئے تھے) جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچے (تو عصر کا وقت ہوگیا تھا تو ذوالحلیفہ میں عصر کو قصر کرکے) عصر کی دو رکعت پڑھائی اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۲۳۵ وَعَنْ اَبِي حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ الدَّيْلِيِّ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَحْوَهُ۔

حضرت ابوحرب ابن ابی اسود دیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (سفر کا ارادہ کرکے) بصرہ سے نکلے ظہر کی چار رکعت پڑھائی اور قصر نہیں کی اور فرمایا کہ اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے بڑھ جاتے (جو کہ آبادی کا آخری حصہ ہے) تو ہم ظہر کو قصر کرکے دو رکعت پڑھتے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۲۳۶ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (حجۃ الوداع ادا فرما رہے تھے) جب منیٰ میں پہنچے تو (وہاں چار رکعت والی نماز قصر کرکے) دو رکعت پڑھائی، حالانکہ ہماری تعداد حجۃ الوداع میں اس قدر کثیر تھی کہ پہلے کبھی ایسی نہ تھی، اور ہم کو کفار سے بھی کوئی خوف نہیں تھا۔ ہم بہت امن و

۱؎ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا سفر کر رہے تھے، جب مدینہ شریف سے نکل رہے تھے تو وہ ظہر کا وقت تھا تو

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بستی سے باہر ہونے کے بعد نمازوں میں قصر شروع کرنا چاہیئے اور اسی طرح راستہ میں بھی قصر کیا کریں۔

۳؎ ابھی آپ آبادی ہی میں تھے، اور آبادی سے باہر نہیں نکلے تھے کہ ظہر کا وقت ہوگیا باوجود سفر کا ارادہ کرتے کے)

۱۲۳۷ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ ۲ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو خوف ہو کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کفار تم پر حملہ کر دیں گے تو تم (چار رکعت والی) فرض نمازوں میں قصر کیا کرو، اب (جب کہ کفار کے حملہ کا خوف باقی نہ رہا اور) لوگ امن و چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۲ (یہ سن کر) اطمینان سے ہیں ۱ (بخاری اور مسلم)۔

۱ رہا وجود اس کے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھائی، اس سے معلوم ہوا کہ تعداد کا کم ہونا اور کفار سے خوف کا ہونا قصر کی شرط نہیں ہے، بہرحال سفر میں قصر کرنا ضروری ہے، اب رہا یہ کہ آیت کریمہ "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا"

اور جب تم زمین پر سفر کرو، تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذاء دیں گے، بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ (النساء ۴/ ۱۰۱)

اس آیت میں بظاہر قصر کے لیے خوف ہونے کی جو قید معلوم ہو رہی ہے وہ اتفاقی قید ہے، ضروری قید نہیں ہے چونکہ سفر میں اکثر خوف رہا کرتا ہے، اسی لیے اتفاقی طور پر آیت کریمہ میں خوف کی قید مذکور ہے اگر قصر کے لیے خوف ضروری ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر باوجود امن کے قصر نہ فرماتے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حجۃ الوداع کے موقع پر امن کی حالت میں قصر فرمانا اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قصر کے لیے خوف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔

شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی یا شہر سے باہر جائے سفر کے لیے کوس کا اعتبار نہیں، کہ کوس کہیں چھوٹے ہوتے ہیں کہیں بڑے، بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ۵۷ ۳/۸ میل بنتی ہے (ماخوذ از بہار شریعت ۴/ ۶۱)

۲ (تو اس آیت میں قصر کے لیے خوف کی جو قید تھی، باقی نہ رہنے سے قصر کا حکم بھی باقی نہ رہنا چاہیے، پھر نماز قصر سے کیوں پڑھی جا رہی ہے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جواب دیا کہ تم جس چیز سے تعجب کر کے مجھ سے پوچھ رہے ہو، میں نے بھی اسی طرح تعجب کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو حضور والا نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خدائے تعالیٰ کی عنایت اور احسان ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے تم پر آسانی کر رہے ہیں (تم کیوں سختی میں مبتلا ہو رہے ہو) ان کی اس آسانی کو قبول کر لو (سفر میں خوف ہو یا نہ ہو، ہر حال میں قصر کیا کرو) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے «فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ» یعنی سفر میں قصر کرنے کی جو اجازت دی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، تم اس احسان کو قبول کر لو، اس ارشاد گرامی میں «فَاقْبَلُوْا» امر کا صیغہ ہے اور عموماً امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ تو اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ سفر میں چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرنا واجب ہے اور قصر نہ کر کے پورے چار رکعت پڑھنا گناہ ہے، یہ مرقات میں مذکور ہے ۱۲۔

۱۲۳۸/۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے مدینہ شریف سے نکل کر مکہ معظمہ پہنچے (مکہ معظمہ سے عرفات مزدلفہ اور منیٰ ہوتے ہوئے پھر مدینہ منورہ واپس ہوئے) اس سفر میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھاتے رہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کسی نے دریافت کیا کہ مکہ معظمہ میں (داخل ہونے کے بعد حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے نکلنے تک) کتنے دن کا قیام رہا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ دس دن (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اس

قول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر دس روز کے لیے قیام کیا جائے تو وہ وطنِ اقامت نہیں بنے گا اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ معظمہ میں دس دن اقامت فرمائی اور چار رکعت والی فرض نمازوں کا قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھتے رہے، اگر یہ وطن اقامت بن جاتا تو آپ قصر نہیں کرتے (بخاری اور مسلم)

ف واضح ہو کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حجۃ الوداع کے لیے جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ تھی، ۵، ۶، ۷، یہ تین دن آپ مکہ معظمہ میں ٹھہرے، آٹھویں کو منیٰ روانہ ہوئے اور نویں کو عرفات پہنچے اور دسویں کو پھر منیٰ میں لوٹ آئے اور گیارھویں بارھویں کو وہاں رہے اور تیرھویں کو پھر مکہ معظمہ لوٹ آئے اور چودھویں کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے، اس سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صرف تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرمائے تھے اس لیے نماز قصر کرتے رہے، اگر چار دن مکہ میں رہتے تو نماز قصر نہیں فرماتے بلکہ پوری نماز پڑھتے یہ خیال اس وقت صحیح ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تین دن مکہ میں رہ کر مدینہ کو مکہ ہی سے رخصت ہو جاتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے رخصت نہیں ہوئے، عرفات جا کر منیٰ میں آئے۔ اور منیٰ سے فرض طواف کے لیے پھر مکہ میں آئے، فرض طواف سے فارغ ہو کر منیٰ میں تشریف لائے، منیٰ سے طواف وداع کے لیے پھر مکہ میں آئے، اور اس کے بعد مکہ سے مدینہ شریف کو روانہ ہوئے، مکہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بار بار تشریف لانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مکہ سے رخصت نہیں ہوئے، اسی لیے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں آپ کا قیام دس دن رہا، مکہ میں (۴) دن کیا بلکہ (۱۰) دن قیام فرما رہے اور نمازوں کو قصر کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ (۴) دن ہو یا (۱۰) دن کسی مقام پر رہنے سے وہ مقام وطن اقامت نہیں بنتا، اس لیے قصر پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر (۱۵) دن یا (۱۵) دن سے زائد رہنے کی نیت کرنے سے وہ مقام وطن اقامت ہو جاتا ہے۔ اور وہاں نماز قصر نہیں کرنا چاہیئے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات) ۱۲)

۱۳۳۹ وَعَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا جَمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سفر میں) کہیں ۱۵ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لیتے تو آپ (چار رکعت

والی نمازوں کو) قصر نہ کرکے پوری چار رکعت پڑھتے تھے[1]۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۷۴۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاَتْمِمِ الصَّلٰوةَ وَاِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصِرْ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِيْ كِتَابِ الْاٰثَارِ عَنْ اِمَامِنَا اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ فِيْ اٰثَارِ السُّنَنِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم سفر کرتے ہوئے کسی مقام پر پہنچو، اور وہاں ۱۵ دن یا اس سے زائد) قیام کی نیت کرلو تو تم چار رکعت والی فرض نمازوں (میں قصر نہ کرو) بلکہ چار رکعت ہی پڑھا کرو، اور اگر تم قیام کی مدت معین نہ کرسکو (اور ہیں آج کل نکلتے ہیں گزر جائیں) تو تم کو قصر ہی کرنا چاہیئے۔ اس کی روایت امام محمد نے ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار میں کی ہے۔ اور آثار السنن میں ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

۱۷۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً وَاَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِيْ نَفْسِكَ اَنْ تُقِيْمَ خَمْسَ عَشَرَةَ لَيْلَةً فَاَكْمِلِ الصَّلٰوةَ بِهَا وَاِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصِرْهَا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم سفر کرتے ہوئے کسی شہر میں پہنچو، اور وہاں ۱۵ دن یا اس سے زائد) قیام کی نیت کرلو تو تم چار رکعت والی فرض نمازوں میں (قصر نہ کرو) بلکہ چار رکعت ہی پڑھا کرو، اگر تم قیام کی مدت معین نہ کرسکو (اور ہیں آج کل نکلتے ہیں گزر جائیں) تو تم کو قصر ہی کرنا چاہیئے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۷۴۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوْكَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (رجب غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو) مقام تبوک میں بیس روز قیام فرمایا اور (چار رکعت والی فرض نمازوں میں) قصر فرماتے رہے[2]۔ اس حدیث کی روایت ابوداود

[1] اس سے ثابت ہوا کہ کسی مقام پر ۱۵ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کر لینے سے وہ وطن اقامت بن جاتا ہے۔

نے کی ہے۔

۱۷۴۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَرْتَجَ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَنَحْنُ بِاَذْرَبِيْجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فِيْ غَزَاةٍ فَكُنَّا نُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب (ہم جہاد کرتے ہوئے آذربائیجان پہنچے اس وقت آذربائیجان دارالحرب تھا) برف باری شروع ہوئی، جس کی وجہ سے راستے بند ہو گئے چھ مہینے تک ہم کو وہیں رہنا پڑا۔ اور ہم قصر ہی کرتے رہے[1] اس حدیث کی روایت بیہقی نے معرفۃ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

۱۷۴۴ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بِالشَّامِ شَهْرَيْنِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عبدالملک بن مروان کے ساتھ ملک شام میں دو مہینے رہے (آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب واپسی ہونی ہے اسی خیال میں دو مہینے گزر گئے، اسی وجہ سے آپ نے اقامت کی نیت نہیں کی اور قصر کر کے چار رکعت والی فرض نمازوں کو) دو دو رکعت پڑھتے رہے۔ اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔

۱۷۴۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور میں نے سفر میں ظہر کے فرض دو رکعتیں پڑھیں اور ظہر کے فرض کے بعد کی دو سنتیں بھی پڑھی ہیں اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور ترمذی کی

---

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب میں بحالت جنگ ۱۵ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع ہو تو بھی وہ وطن اقامت نہیں بنے گا۔ اگر چہ اقامت کی نیت کی گئی ہو، اس لیے کہ دارالحرب محل اقامت اور سکونت نہیں ہے، کیونکہ ہمیشہ یہ احتمال رہتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوتے سے یا اور ممالک کی فتح کے لیے آگے بڑھ جائیں گے یا پھر مسلمان وہاں سے واپس ہو جائیں گے، اس لیے دارالحرب میں اقامت کی نیت کا اعتبار نہیں، قصر ہی کرتے رہنا چاہیئے۔

[2] حالانکہ چھ مہینے ایک مقام میں ٹھہرنا ہوا تھا، مگر دارالحرب اور حالت جنگ ہونے کی وجہ سے نہ تو اقامت کا اثر ہوا اور نہ اقامت کی نیت کا اور ہم قصر ہی کرتے رہے۔

مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبُ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءٌ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَلَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر اور حضر میں رہا ہوں اور میں آپ کے ساتھ نماز پڑھا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور میں نے حضر میں ظہر کے فرض چار رکعت پڑھے ہیں اور اس کے بعد دو رکعت سنت بھی ادا کئے ہیں، اور سفر میں ظہر کے فرض حضور نے اور میں نے دو رکعت پڑھے ہیں اور فرض کے بعد دو رکعت سنت بھی ادا کئے ہیں اور سفر میں حضور نے اور میں نے عصر کے فرض دو رکعت پڑھے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عصر کے فرض کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھی، اور حضور نے اور میں نے حضر میں اور سفر میں مغرب کے فرض کی تین رکعتیں ہی پڑھی ہیں، مغرب کے فرض میں نہ تو حضر میں کمی ہوئی اور نہ سفر میں، اور یہی دن کی وتر ہے، اور حضور نے اور میں نے مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت ادا کئے ہیں۔

۱۲۴۶
۱۳ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ۱۸ سفر کئے ہیں میں نے حضور کو زوال کے بعد ظہر سے پہلے زوال کے بعد پڑھی جانے والی دو نفلیں ترک کرتے نہیں دیکھا، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف۔ واضح ہو کہ مسافر سنن مؤکدہ کا اطمینان ہو، اور جلدی نہ ہو تو بغیر قصر کئے پوری پڑھے اور اگر جلدی ہو، اور اطمینان نہ ہو، یا ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو پوری سنتوں کو ترک کر سکتا ہے سنن غیر مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر جلدی نہ ہو اور اطمینان ہو تو ایسی نفلوں کو بھی پڑھ سکتا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں زوال کے بعد پڑھی جانے والی، دو نفلوں کو ادا فرمایا ہے، اور اگر جلدی ہو اور اطمینان نہ ہو، یا ساتھیوں سے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو غیر مؤکدہ سنتوں کو بھی چھوڑ سکتا ہے (در مختار) ۱۲

۱۲۴۷
۱۴
وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَرٰى اِبْنَهٗ عُبَيْدَ اللّٰهِ يَتَنَفَّلُ فِي السَّفَرِ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے فرزند کو جن کا نام عبید اللہ تھا سفر میں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان کو منع نہیں فرماتے تھے۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

ف اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں نوافل اگر اطمینان ہو تو پڑھ سکتے ہیں اور اگر جلدی ہو تو چھوڑ سکتے ہیں، بہرحال قصر فرض کے واسطے ہے اور سنن مؤکدہ اور نوافل میں قصر نہیں ہے پڑھیں تو بغیر قصر کے پوری رکعتیں پڑھیں اور اگر نہ پڑھیں تو پوری رکعتیں ترک کر دیں۔ ۱۲۔

۱۲۴۸
۱۵
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ فَكُنَّا نُصَلِّيْ هٰهُنَا قَبْلَهَا وَمِنْ بَعْدِهَا كَذٰلِكَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے (ظہر، عصر اور عشاء میں) حضر میں چار رکعت فرض کئے گئے اور سفر میں (ان نمازوں میں ابتدا ہی سے) دو رکعت ہی فرض کئے گئے[لہ] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضر میں فرض کے پہلے اور فرض کے بعد جو سنت پڑھی جاتی ہیں سفر میں بھی فرض کے بعد کی، اور پہلے کی سنتیں (اگر اطمینان ہو، اور جلدی نہ ہو تو بغیر قصر کئے) پوری رکعتیں پڑھا کرتے تھے (اگر جلدی ہو تو بغیر قصر کئے پوری رکعتوں کے ساتھ سنتوں کو ترک فرماتے تھے) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۲۴۹
۱۶
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً لِغَيْرِ وَقْتِهَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (نمازوں کے ادا

لہ اس لیے اگر کوئی بحالت سفر ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعت زیادہ کر کے چار رکعت پڑھے تو گنہگار ہوگا۔

اِلَّا بِجَمْعٍ فَاِنَّهٗ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَصَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِى الْغَدِ قَبْلَ وَقْتِهَا ـ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَرَوٰى اَبُوْدَاؤْدَ وَالطَّحَاوِىُّ نَحْوَهٗ

کرنے میں بڑا اہتمام فرماتے تھے) ہر نماز کو اس طرح وقت پر پڑھا کرتے تھے، کبھی کوئی نماز بے وقت ادا نہیں فرماتے تھے[1] صرف مزدلفہ میں مغرب کا وقت گزرنے کے بعد عشاء کے ساتھ ملا کر دونوں نمازیں پڑھی گئیں[2] صرف مزدلفہ میں صبح کے فرض کا مستحب وقت چھوڑ کر صبح صادق ہوتے ہی اوّل وقت "غلس"، یعنی اندھیرے میں صبح کے فرض ادا فرمائے[3]

---

[1] اور بے وقت کر کے کسی دوسری نماز کے ساتھ جمع بھی نہیں کرتے تھے، آپ کیسے بے وقت نماز ادا کرتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (مسلمانوں پر ہر نماز کا وقت مقرر ہے، بے وقت کر کے نہیں پڑھنا چاہیئے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیسے خلاف کرتے اسی لیے ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا فرماتے تھے، کبھی نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ جمع کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ آپ نے ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں ادا فرمایا ہے، اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھا ہے ہر نماز اپنے وقت پر ادا فرماتے، جن حدیثوں سے دو نمازوں کا جمع ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا یہ مطلب ہے نہ کہ حقیقی طور پر جمع کرنا، بے وقت کر کے ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ جمع کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ ایک نماز کا وقت گزرنے کے بعد دوسری نماز کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا۔ کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی نماز ادا نہیں کی)

[2] حنفی بھی اس پر عمل کر کے اس طرح کا جمع مزدلفہ میں کیا کرتے ہیں، دوسری قسم یہ ہے کہ وقت ہونے سے پہلے ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس طرح سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی نماز ادا نہیں فرمائی ہیں صرف عرفات میں عصر کا وقت ہونے سے پہلے عصر کو ظہر کے ساتھ پڑھی ہے حنفی بھی ایسا ہی کر کے عرفات میں دونوں نماز ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے ہیں، الغرض ان دو موقعوں کے کبھی کوئی نماز آپ نے بے وقت ادا نہیں فرمائی ہیں، بے وقت نماز ادا کرنا تو بڑی چیز ہے کبھی نماز کو اس کے مستحب وقت کے سوا ادا نہیں فرمایا۔

[3] اور منیٰ کی طرف تشریف لے گئے (حنفی بھی ایسا ہی مزدلفہ میں صبح کی نماز کا مستحب وقت چھوڑ کر اوّل وقت "غلس" میں صبح کے فرض ادا کیا کرتے ہیں)

ع اس حدیث شریف میں مزدلفہ میں مغرب اور عشا کو جمع کرنے کا ذکر ہے اور عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے مگر راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے چونکہ دوسری احادیث میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کا ذکر موجود ہے اس لیے یہاں اس کو بیان کیا گیا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاؤُدَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَہٗ۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اور ابو داؤد اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور ابو داؤد کی ایک دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح مروی ہے

۱۷۵۰
۱۷ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّہٗ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ عَلٰی مَنْ لَّمْ یُصَلِّ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یَجِیْئَ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ الْاُخْرٰی۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ فِی الْیَقْظَۃِ اَنْ تُؤَخِّرَ صَلٰوۃً حَتّٰی یَدْخُلَ وَقْتُ صَلٰوۃٍ اُخْرٰی وَرَوَی الطَّحَاوِیُّ نَحْوَہٗ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوب یاد رکھو کہ (کسی وقت) نیند کی وجہ سے کسی نماز کا وقت گذر جائے تو کوئی قصور نہیں[1] اتنی دیر کیا کہ دوسری نماز کا وقت ہو گیا تو ایسا شخص قصور وار ہو گیا (اور اس پر اس نماز کی قضا بھی لازم ہو گی اور گنہگار بھی ہو گا) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کسی وقت نیند کی وجہ سے اگر کسی نماز کا وقت گزر جائے اور نماز قضا ہو جائے تو) کوئی قصور نہیں، قصور تو اس شخص کا ہے جو بیدار رہ کر (سفر کی وجہ سے) کسی نماز کو پڑھنے کے وقت پر نہ پڑھ کر اتنی دیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے[2] اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے بھی اسی طرح کی ہے۔

۱۷۵۱
۱۸ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُوْہَبٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ ہُرَیْرَۃَ مَا التَّفْرِیْطُ

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت

---

[1] بر وقت نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو نہیں ہو گا مگر اس نماز کی قضاء ادا کرنا ضروری ہو گی (البتہ بیداری میں (سفر کی وجہ سے نماز نہ پڑھے گی)

[2] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسافر کا ایک نماز کو بر وقت نہ پڑھ کر اتنی دیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت آجائے اور دوسری نماز کے ساتھ اس نماز کو ادا کرنا تفریط ہے، اسی لیے دونوں نمازوں کو اس طرح جمع کرنا جائز نہیں)

فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَنْ تُؤَخِّرَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْاُخْرٰى۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ (ہر چیز میں تفریط ہوتی ہے) نماز میں تفریط کرنے سے کیا مراد ہے تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نماز میں تفریط کرنا یہ ہے کہ ایک نماز کو (اس کے وقت پر نہ پڑھ کر) اتنی دیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت آجائے[1]، اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۷۵۴
۱۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَاءَ فِي السَّفَرِ وَفِيْهِ مُغِيْرَةُ بْنُ زِيَادٍ وَثَّقَهُ ابْنُ مُعِيْنٍ وَاَبُوْ زُرْعَةَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر کو ایسے وقت) پڑھتے کہ وہ ظہر کا اخیر وقت ہوتا تھا۔ اور عصر کا وقت شروع ہوتے ہی عصر ادا فرماتے تھے، اور مغرب ایسے وقت پڑھتے جب کہ مغرب کا آخر وقت ہوتا، اور عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی نماز عشاء ادا فرماتے تھے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے اور امام احمد اور حاکم نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے، اور امام احمد کی دوسری روایت ابن ابی شیبہ کی روایت جیسی اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر کو ایسے وقت پڑھتے کہ وہ ظہر کا آخر وقت ہوتا تھا اور عصر کا وقت شروع ہوتے ہی عصر کے فرض کو جلد ادا فرماتے اور مغرب ایسے وقت پڑھتے جب کہ مغرب کا آخر وقت ہوتا، اور عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی نماز عشا، جلد ادا فرماتے تھے[2]۔

[1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسافر کا ایک نماز کو بروقت نہ پڑھ کر اتنی دیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت آجائے اور دوسری نماز کے ساتھ اس نماز کو ادا کرنا تفریط ہے، اسی لیے دونوں نمازوں کو اس طرح جمع کرنا جائز نہیں۔ [2] اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کسی نماز کو بے وقت کرکے دوسری نماز کے ساتھ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا فرماکر صورۃً دو نمازوں کو جمع کیے ہیں، واقعی طور پر ایک نماز کا وقت گزرنے کے بعد یا اس کا وقت ہونے سے پہلے دو نمازوں کو جمع نہیں کیے ہیں۔

۱۲۵۳ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اِسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلٰثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ أَنْ يُصَلِّيَهُمَا فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ وَلٰكِنَّ الْمُرَادُ مِنْهُ أَنْ يُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ إِلٰى اٰخِرِ وَقْتِهَا ثُمَّ يُصَلِّيهَا ثُمَّ يُصَلِّي الْعِشَاءَ وَهُوَ جَمْعٌ بَيْنَهُمَا صُوْرَةً لَا وَقْتًا۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں تھے اور اُن کو خبر پہنچی کہ ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کا انتقال ہو گیا ہے[1]) سالم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ نماز کا وقت آگیا ہے (نماز پڑھ لیجئے) تو آپ نے فرمایا: آگے چلو (کچھ دیر چلنے کے بعد) میں نے پھر عرض کیا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے، تو آپ نے فرمایا چلے چلو، جب دو تین میل طے کر چکے (اور مغرب کا آخر وقت ہو رہا تھا) تو سواری سے اتر کر مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے[2] کے الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہونے کا انتظار فرماتے تھے، جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مغرب کو اس کے وقت پر، اور نماز عشاء کو بھی اس کے وقت میں ادا فرماتے تھے، دو نمازوں کو صورۃً جمع کیا ہے نہ کہ ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں، دونوں نمازوں کو جمع فرماتے۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

---

[1] یہ خبر سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں جلدی پہنچنا چاہتے تھے، ایسے میں نماز مغرب کا وقت آگیا۔
[2] یعنی مغرب کی اقامت کا حکم دے کر مغرب کے تین رکعت فرض پڑھا کر سلام پھیر دیتے، پھر تھوڑی دیر توقف فرماتے اتنے میں عشاء کا وقت شروع ہو جاتا تھا تو عشاء کی اقامت کا حکم دیتے اور عشاء کو قصر کر کے دو رکعت پڑھاتے اور سلام پھیر دیتے (اس حدیث میں "قَلَّمَا يَلْبَثُ" پھر تھوڑی دیر توقف فرماتے،

۱۷۵۴ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَتَبَ[21] فِى الْاٰفَاقِ يَنْهَاهُمْ اَنْ يَّجْمَعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَيُخْبِرُهُمْ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِىْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ۔

(رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِى الْمُوَطَّا وَصَحَّحَهٗ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں یہ ہدایت جاری فرما دی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ مسلمان کو روکا جائے کہ (سوائے عرفات اور مزدلفہ) کے دو نمازیں بیک وقت (ایک نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ جمع کر کے نہ پڑھا کریں اور ان کو معلوم کروا دیں کہ اس طرح دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے اس کی روایت امام محمد نے مؤطا میں کی ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۷۵۵ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ[22] يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ نَزَلَ فَاَوْتَرَ عَلَى الْاَرْضِ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِىُّ وَاَحْمَدُ)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عادت تھی کہ آپ نفل نماز سواری پر ادا فرماتے تھے، جب وتر ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھا کرتے تھے[1] اس کی روایت دار قطنی اور امام احمد نے کی ہے۔

۱۷۵۶ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ[23] كَانَ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ بِالْاَرْضِ وَيَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِىُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے (اس لیے کہ نماز سواری پر جائز ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر ادا فرماتے تھے (اس لیے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز نہیں) حضرت ابن عمر کے اس طرح فرمانے سے حدیث مرفوع ہو گئی

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نفل نماز پڑھنا ثابت ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے مثل فرض کے وتر کو بھی زمین پر ادا کرنا ضروری ہے، اگر وتر سنت ہوتی تو وتر کو بھی نوافل کی طرح سواری پر ادا کیا جاتا۔

۱۲۵۷ وَعَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ صَحِبَ
۲۳
عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يُوْمِئُ اِيْمَاءً اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ وَالْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَنْزِلُ لَهُمَا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَجْهُهٗ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ يُوْمِئُ اِيْمَاءً رَوَاهُ اِمَامُنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ وَرَوٰى مُحَمَّدٌ فِي الْمُؤَطَّا نَحْوَهٗ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بھی وتر کا وجوب اور سفر میں نماز پڑھنے کا ثبوت مل گیا اس کی روایت امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایک دفعہ) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کر رہے تھے، اور میں بھی حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نوافل سواری پر پڑھ رہے ہیں اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے (اس طرح) ادا کر رہے ہیں[۱] مگر جب آپ فرض اور وتر پڑھتے تو ان نمازوں کو سواری سے اتر کر زمین پر ادا کرتے تھے میں نے حضرت ابن عمر سے دریافت کیا، میں دیکھتا ہوں کہ آپ سواری پر نماز پڑھتے ہیں تو آپ کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا ہے، بلکہ مدینہ منورہ کی طرف ہوتا ہے (حالانکہ قبلہ رو ہونا تو نماز میں ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر نے جواب دیا جیسے تم مجھ کو دیکھ رہے ہو کہ قبلہ رخ چھوڑ کر جس طرف سواری چل رہی ہے۔) اسی طرف رخ کر کے نوافل پڑھتا ہوں، ایسا ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نفل نماز سواری پر اشارہ سے پڑھا کرتے تھے، خواہ سواری کا رخ کسی بھی سمت ہوتا۔ اس کی روایت ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور امام محمد نے بھی موطا میں اسی طرح روایت کی ہے۔

ف درمختار میں لکھا ہے کہ نفل نماز اشارہ کے ساتھ سواری پر مسافر اور مقیم دونوں پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ شہر سے باہر ہوں، اور سواری پر نفل نماز پڑھنے کے لیے نہ تو شروع نماز میں قبلہ رو ہونا ضروری

۱؎ (کہ رکوع کے لیے سر تھوڑا جھکاتے تھے اور سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ سر جھکاتے تھے۔)

ہے اور نہ درمیان نماز میں۔ ۱۲

۱۷۵۸/۲۵ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِيْ غَيْرِ الْقِبْلَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور سواری کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہوتا تھا (نہ شروع نماز میں اور نہ درمیان نماز میں) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۷۵۹/۲۶ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَجْهُهٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِيْ عَنْ يَّسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَاَيْتُكَ تُصَلِّيْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ لَمْ اَفْعَلْهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ شام سے لوٹ کر (بصرہ کو) آرہے تھے تو ہم ان کے استقبال کے لیے نکلے جب ہم مقام عین التمر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ گدھے پر سوار ہیں اور نفل نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کا رُخ (قبلہ کی طرف نہیں ہے بلکہ) قبلہ سے بائیں سمت کو ہے، میں نے عرض کیا کہ آپ قبلہ کو چھوڑ کر اور طرف رُخ کئے نماز پڑھ رہے تھے، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو (سواری پر) قبلہ کے سوا کسی اور طرف رُخ کر کے نفل نماز پڑھتے نہ دیکھتا تو میں بھی ایسا ہی قبلہ کے سوا کسی اور طرف رُخ کئے ہوئے نماز نہیں پڑھتا۔ (بخاری اور مسلم)

۱۷۶۰/۲۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَتِهٖ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَيَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنی کسی ضرورت سے بھیجا تھا، جب میں واپس ہوا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ اپنی آپ سواری پر مشرق کی جانب رُخ کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں (حالانکہ وہ سمت قبلہ کی نہیں تھی) اور آپ کے سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے کسی

قدر پہنچا ہوتا تھا۔ (ابو داؤد)

۱۲۶۱ / ۲۸ وَعَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ابتداءً) سفر اور حضر میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی، پس سفر کی نماز تو اسی حال پر (دو رکعت ہی) رہی؛ اس لیے کوئی سفر میں چار رکعت پڑھے تو گنہگار ہوگا؛ اور حضر کی نماز کو اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دیا گیا[1] اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف، اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ابتداءً سفر اور حضر میں دو، دو رکعت فرض ہوئے تھے، سفر کی نماز اسی حال پر دو رکعت ہی رہی اور حضر کی نماز کو اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دیا گیا۔

واضح ہو کہ مقیم پر حضر میں صرف اقامت کی وجہ سے چار رکعت فرض کئے گئے ہیں اور اسی طرح مسافر پر صرف سفر کی وجہ سے دو رکعت فرض کئے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مقیم پر حضر میں چار رکعت فرض ہونے کی علت صرف اقامت کی حالت ہے کوئی اور حالت نہیں، نہ طاقت کی حالت اور نہ گناہ کی حالت یعنی مقیم پر حضر میں اس کے مقیم ہونے کی حیثیت سے چار رکعت فرض ہیں، اس کے مطیع ہونے کی حیثیت سے یا گناہ میں مبتلا ہونے کی حیثیت سے اس پر حضر میں چار رکعت فرض نہیں اسی طرح مسافر پر سفر میں دو رکعت فرض ہونے کی علت صرف سفر کی حالت ہے کوئی اور حالت نہیں ہے، نہ طاقت کی حالت اور نہ گناہ کی حالت یعنی مسافر پر سفر میں اس کے مسافر ہونے کی حیثیت سے دو رکعت فرض ہیں، اس کے مطیع ہونے کی حیثیت سے یا گناہ میں مبتلا ہونے کی حیثیت سے اس پر سفر میں دو رکعت فرض نہیں ہیں، اقامت کی حالت میں مقیم پر چار رکعت فرض ہونے پر سب ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ مسافر پر سفر میں جو دو رکعت فرض ہیں اس بارے میں بعض آئمہ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسافر کسی طاعت مثلاً حج کے لیے سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے قصر کی اجازت ہونی چاہیئے اور اگر مسافر کسی گناہ جیسے ڈاکہ زنی وغیرہ کے لیے سفر کر رہا ہو تو اس کو پوری نماز پڑھنا چاہیئے اور اس کے لیے قصر کا حکم مناسب نہیں، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقیم پر صرف اقامت کی وجہ سے جب چار رکعت فرض ہوئے ہیں اور اس چار رکعت کے فرض ہونے میں اقامت کی حالت کے سوا کسی اور حالت طاعت یا گناہ کی حالت کا لحاظ نہیں ہے

[1] سوائے مغرب کے کہ وہ شروع ہی سے تین رکعت ہیں، اس لیے کہ وہ دن کی وتر ہے، اور اسی لیے مغرب میں قصر نہیں ہے اور ایسا ہی صبح کے فرض ابتداء سے دو رکعت ہی ہیں۔

تو پھر مسافر کے لیے کس بنا پر قصر کرنے کے لیے سفر کی حالت کے سوا طاعت یا گناہ کی حالت کا ہونا ضروری سمجھا جا رہا ہے مسافر پر بھی صرف سفر کی حالت کی وجہ سے ہی دو رکعت کا حکم دیا جانا ضروری ہے اگر قصر کے لیے مسافر پر حالت سفر کے سوا کسی اور حالت یعنی طاعت یا گناہ کی حالت کا لحاظ ضروری سمجھا جائے تو احادیث کے مطلق حکم کے خلاف ہوگا، چنانچہ صدر کی حدیث شریف کے مطلق حکم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقیم کے لیے چار رکعت کا حکم اس کی اقامت کی وجہ سے ہے اور مسافر کے لیے دو رکعت کا حکم اس کے سفر کی حالت کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ سفر خواہ طاعت کے لیے ہو یا گناہ کے لیے، ہر دو حالتوں میں قصر کرنا ضروری ہے اس کے بعد آنے والی حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (یہ مضمون فتح القدیر اور طحاوی سے ماخوذ ہے۔ ۱۲)

۱۲۶۲ (۲۹) وَعَنْهَا قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَتَمَّهَا فِي الْحَضَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو (مغرب کے سوا باقی نمازوں کو سفر اور حضر میں) دو رکعتیں فرض کی تھیں بعد میں حضر کی نماز (سوائے فجر کے) اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دی گئیں، مگر سفر کی نماز جیسے دو رکعت فرض کی گئی تھی ویسے ہی دو رکعت باقی رہی۔ (مسلم)

۱۲۶۳ (۳۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے حضر میں چار رکعت (اس طرح) فرض کئے (کہ پہلے دو رکعت فرض کئے پھر اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دیئے) اور سفر میں دو رکعتیں فرض کئے (اور سفر کے یہ دو رکعت ہمیشہ کے لیے دو رکعت ہی ہے) اور خوف کی حالت میں (نماز اس طرح فرض کی گئی کہ امام کے ساتھ) ایک رکعت اور تنہا ایک رکعت! اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۲۶۴ (۳۱) وَعَنْهُ قَالَ اِفْتَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

كَمَا افْتُرِضَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِي)

وسلم نے سفر میں دو رکعتیں فرض کیں (اور سفر کے یہ دو رکعت ہمیشہ کے لیے دو رکعت ہی رہے) جیسا کہ حضر میں (پہلے دو رکعت فرض کئے اور پھر دو بڑھا کر) چار رکعت فرض کر دیئے، اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔

۱۷۶۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ
۳۲ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى صَلٰوةَ الْمُسَافِرِ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ قَالَ سِتَّ سِنِيْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ صَلّٰى فِي السَّفَرِ وَلَمْ يَقْصُرْ بِمِنًى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں سفر کی نماز کی طرح (چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کر کے) دو رکعت پڑھتے رہے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منیٰ میں مسافر کی نماز کی طرح قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھتے رہے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منیٰ میں مسافر کی طرح قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منیٰ میں (۶) سال یا ۸ سال تک مسافر کی طرح قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھتے رہے (اور جب حضرت عثمان نے مکہ معظمہ میں نکاح کر لیا تو آپ منیٰ میں قصر نہیں کرتے تھے، بلکہ چار رکعت پڑھا کرتے تھے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۷۶۶ وَعَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
۳۳ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپ (چار رکعت والی فرض نمازوں کو قصر کر کے) دو رکعت ادا فرماتے اور (اس پر زیادتی نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دیدی، اور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی وفات تک سفر میں (چار رکعت والی فرض نمازوں) دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوٰی مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ نَحْوَہٗ)

تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں تو حضرت عمر بھی سفر میں (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے پھر میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ رہا ہوں، آپ بھی اپنے انتقال کے وقت تک (چار رکعت والی فرض نماز کو سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے رہے اس کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ احزاب ۲۸/۳۳) بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس حدیث کی روایت بخاری اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور مسلم اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سارے انسانوں کے لیے نمونہ ہے جس میں زندگی کا کوئی شعبہ باقی نہیں رہتا، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا ہے، معلوم ہوا کہ کامیاب زندگی وہی ہے جو ان کے نقش قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا ان کے نقش قدم پر ہو جائے تو یہ سارے کام عبادت ہیں۔ نمونہ میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں (۱) اسے ہر طرح سے مکمل بنایا جائے، (۲) اسے بیرونی گرد وغبار سے پاک صاف رکھا جائے۔ (۳) اسے چھپایا نہیں جاتا، (۴) اس کی تعریف کرنے والے سے مالک خوش ہوتا ہے (۵) اس میں عیب نکالنے پر ناراض ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ سب باتیں موجود تھیں۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان)

ف. واضح ہو کہ صدر کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار رکعت والی فرض نمازوں کو ہمیشہ قصر ہی کرتے تھے اور پورے چار رکعت نہیں پڑھتے تھے، اس کی وجہ یہی تھی کہ سفر میں یہ حضرات پورے چار رکعت پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اگر پوری چار رکعت کا پڑھنا عزیمت ہوتا، اور قصر کرنا رخصت ہوتا تو یہ حضرات قصر پر مداومت نہیں فرماتے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کرنا واجب ہے اور اگر کوئی قصر نہ کرے تو گنہگار ہو گا۔

۱۲۶۷/۳۴ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ شُفَيٍّ قَالَ جَعَلَ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ

حضرت سعید بن شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ لوگ ابن عباس رضی اللہ

الصَّلٰوۃِ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنْ اَھْلِہٖ لَمْ یُصَلِّ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْھِمْ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کس طرح پڑھا کرتے تھے ؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اہل وعیال سے رخصت ہو کر بستی سے باہر ہوتے تو چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر سے واپس ہو کر پھر اہل وعیال کے پاس تشریف لاتے، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۷۶۸/۳۵ وَعَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُسَافِرًا فَلَمْ یَزَلْ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعَ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا) جس وقت آپ گھر سے نکلے، پھر واپس ہونے تک (ہر چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کر کے) دو رکعت ہی پڑھتے تھے (میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے فرض چار رکعت پڑھے ہوں) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۷۶۹/۳۶ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ صَلٰوۃُ السَّفَرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْاَضْحٰی رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْفِطْرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ رَکْعَتَانِ تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَرَوَی الطَّحَاوِیُّ نَحْوَہٗ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے سنا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی فرض نماز (ابتداء سے) دو رکعت ہی ہیں جیسے عید الضحیٰ کی نماز بھی (ابتداء ہی سے) دو رکعتیں ہیں۔ ایسا ہی عید الفطر کی نماز بھی (ابتدا ہی سے) دو رکعت ہیں، اور اسی طرح نماز جمعہ کی بھی (ابتداء ہی سے) دو رکعت ہیں۔ یہ چاروں نمازیں اسی طرح دو دو رکعت مقرر کی گئی ہیں، اور یہ پوری نمازیں ہیں۔ اور اتنی ہی فرض کی گئی ہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ پہلے کچھ رکعات زیادہ تھیں

۱۳۷۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانَا وَنَحْنُ ضُلَّالٌ يُعَلِّمُنَا فَكَانَ فِيْمَا عَلَّمَنَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ ۔
۳۷

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

پھر کم کرکے دو رکعت کر دیئے گئے[1] اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن حبان نے اس کی روایت اپنی صحیح میں کی ہے اور امام طحاوی نے بھی اس کی روایت اسی طرح کی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھے، (اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہم پر ہوا) کہ ہماری ہدایت کیلیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہم نے تمام گمراہیوں سے نجات پائی منجملہ آپ کی تعلیمات کے ایک تعلیم یہ بھی تھی کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا کہ سفر میں (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت ہی پڑھا کریں[2] (اگر کوئی رکعتیں زیادہ کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا) اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے ۔

۱۳۷۱ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتِمُّ الصَّلٰوةَ فِي السَّفَرِ كَالْمُقَصِّرِ فِي الْحَضَرِ ۔
۳۸

(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں دو رکعت پڑھنا چاہیئے۔ (اگر) چار رکعت پڑھے تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے حضر میں بجائے چار کے دو رکعت پڑھے[3] اس حدیث کی روایت دارقطنی نے اپنی سنن میں کی ہے ۔

۱۳۷۲ وَعَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ
۳۹

حضرت مورق عجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی فرض بھی دو رکعت ہی مقرر کئے گئے ہیں (ایسا نہیں ہوا کہ چار رکعت تھے بعد میں دو رکعت کر دیئے گئے، اس لیے سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت ہی پڑھنا چاہیئے، اگر چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا)

[2] گنہگار ہوگا اور خدا اور رسول کے حکم کا خلاف کرنے والا ۔

[3] کہ وہ گنہگار ہوگا اور خدا ورسول کے احکام کا خلاف کرنے والا بھی ہوگا)

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الصَّلٰوةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ كَفَرَ۔

(رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہیئے تو حضرت ابن عمر نے ارشاد فرمایا (۴) رکعت والی نماز) کو دو دو رکعت ہی پڑھنا چاہیئے[1] جو شخص (باوجودیکہ اس کو معلوم ہوا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے کبھی چار رکعت نہیں پڑھے ہیں، یہ سُن کر بھی) حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلاف کرے گا تو وہ کافر ہوگا اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔

۱۷۷۳ وَعَنْهُ قَالَ سَأَلَ صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ أَخْشٰى أَنْ تَكْذِبَ عَلَيَّ رَكْعَتَانِ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ كَفَرَ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت مورّق عجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صفوان بن محرز نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہیئے تو حضرت ابن عمر نے ارشاد فرمایا[2] مجھے خوف ہو رہا ہے کہ تم مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاؤ گے[3] پھر جو شخص حضرت کے قول وفعل کا قصداً خلاف کرے تو وہ کافر ہوگا۔ اس کی روایت امام طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔

۱۷۷۴ وَعَنْ هَمَّامِ ابْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عُمَرَ صَلّٰى بِمَكَّةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا أَهْلَ مَكَّةَ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ہمام بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ مکہ معظمہ آئے اور (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت پڑھائے (جب سلام پھیر چکے تو) فرمایا اے اہل مکہ! آپ لوگ اپنی نماز پوری کر لیں، کیونکہ

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔
[2] کہ نماز جتنی زیادہ پڑھی جائے بہتر ہے) اگر میں کہوں (کہ سفر میں چار رکعت نہیں پڑھنا چاہیئے، صرف دو رکعت ہی پڑھا کریں (یہ سُن کر تم کو یقین نہ آئے گا اور تم کہو گے کہ چار رکعت نماز پڑھنے سے روک رہے ہیں)، اس لیے
[3] (ایسا نہیں ہے میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت سے سُنا بھی ہے کہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھنا چاہیئے۔

١٢٧٥/٤٢ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ إِلٰى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ أَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلٰثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلٰوةَ ۔

(رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْاٰثَارِ وَقَالَ فِيْ اٰثَارِ السُّنَنِ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ).

ہم مسافر ہیں (اسی لیے رد المحتار میں لکھا ہے کہ جب امام مسافر ہو اور مقتدی سب کے سب مقیم ہوں یا تھوڑے ان میں سے مسافر ہوں تو امام کو چاہیئے کہ سلام پھیر کر کہدے کہ تم اپنی نماز پوری کر لو، ہم مسافر ہیں، اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے ۱۲

حضرت علی بن ربیعہ والبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ ہم کم از کم کتنی مسافت پر قصر کریں؟ آپ نے فرمایا کیا تم مقام سویداء کو جانتے ہو؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں، ہاں سنا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ تین متوسط راتوں کی مسافت پر ہے[1] پس جب ہم (۴۸ میل یا اس سے زیادہ کی مسافت کے ارادے سے نکلتے ہیں تو ہم (چار رکعت والی فرض) نماز کو قصر کرکے دو رکعت پڑھتے ہیں[2] اس حدیث کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الآثار میں کی ہے اور آثار السنن میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

---

[1] جس کے تین منزل ہوتے ہیں ہر منزل ۸ کوس تو تین منزل کے ۲۴ کوس یعنی ۴۸ میل ہوئے،

[2] (اس حدیث میں قصر کے لیے جیسے تین منزل کا اندازہ بتلایا گیا ہے۔ ایسا ہی اور موقعوں پر بھی مسافر کے لیے تین کے عدد کا لحاظ کیا گیا ہے۔ مثلاً عورت تین منزل کا سفر کرنا چاہے تو اس کو محرم کے ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہی مسافر کو تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لیے اور موقعوں پر بھی تین دن کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے سفر میں قصر کے لیے بھی تین منزل کا اعتبار کیا گیا ہے۔)

بَابُ الْجُمُعَةِ

یہ باب جمعہ کے فضائل کے بیان میں ہے

ف قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ نماز جمعہ فرض عین اور اعظم شعائر اسلام سے ہے، اس کا منکر کافر اور بے عذر تارک فاسق ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت مقدس میں وارد نہیں ہوئی، اور اسی وجہ سے پروردگار عالم نے اس عبادت کو اپنے ان غیر متناہی نعمتوں کے ادائے شکر کے لیے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک، بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائز ہوئی ہیں، حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو انسانی نسل کے لیے اصل اوّل ہیں اسی دن پیدا کیئے گئے ہیں، لہٰذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا، اور ہم اس سے قبل جماعت کی حکمتیں اور فائدے بھی بیان کر چکے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہو، اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مختلف محلوں کے لوگ اور اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں اور ہر روز پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا، ان سب وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا ہے جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں، اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل و اشرف تھا۔ لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لیے کی گئی ہے اگلی اُمتوں کو بھی خدائے تعالےٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا۔ مگر انھوں نے اپنی بد نصیبی سے اس میں اختلاف کیا، اور اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے، اور یہ فضیلت بھی اسی امت کے حصہ میں آئی، یہود نے شنبہ کا دن مقرر کیا، اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی، نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا، اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرنیشن کا ہے۔ چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں اور تمام دنیا کے کام چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر میں تعطیل ہو جاتی ہے۔

(۱) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے۔ پنج شنبہ کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے، اور خوشبو گھر میں نہ ہو، اور ممکن ہو تو اسی دن لا رکھے، تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے۔ بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو، اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو، اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے

حتّٰی کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کونسا دن ہے، اور بعض بزرگ شب جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جاکر رہتے تھے (احیاء العلوم)

۲۔ پھر جمعہ کے دن غسل کرنے، سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کر کے اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے (احیاء العلوم)

۳۔ جمعہ کے دن بعد غسل کے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کترواۓ۔ (احیاء العلوم)

۴۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر اس مسجد کے جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں، اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُونٹ قربانی کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرتے ہیں، پھر جیسے بکرے کی قربانی کرتے ہیں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے واسطے مرغ کے ذبح کرتے ہیں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم شریف و صحیح بخاری شریف)

اگلے زمانہ میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں، پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ لکھ کر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود شنبہ کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید وفروخت کے لیے پہنچ جاتے ہیں، پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے؟ (احیاء العلوم) درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹا دی، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کونسا دن ہے۔ اور اس کا کیا مرتبہ ہے۔ افسوس! وہ دن جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فخر تھا، اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

(۵) جمعہ کی نماز کے لیے پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۶) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الٓم سجدہ اور ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ پڑھتے تھے۔ لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی کبھی پڑھا کرے، کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

(۷) جمعہ کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورۂ جمعہ اور سورۂ مُنَافِقُوْنَ یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ پڑھتے تھے۔

(۸) جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آوے گا، اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے (شرح سفر السعادت)

(۹) جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی لکھا ہے کہ قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقین جنت کو جنت میں اور مستحقین دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے، اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے، اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرما دے گا پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا کہ جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت مزید کے جنگل میں چلو وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نور کے ممبروں پر بٹھائے جائیں گے اور مومنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جبکا وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا، وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں، پھر حق تعالیٰ حاملان عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لیجا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو، حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا، اور میرے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب مجھ سے مانگو، یہ دن مزید یعنے زیادہ انعام کرنے کا ہے، سب لوگ یک زبان ہو کر کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں، تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا، اے اہل جنت! میں اگر تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا، اور مانگو، یہ دن مزید انعام دینے کا ہے، تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو اپنا جمال دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ پردے اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمال جہاں آرا سے ان کو گھیرے گا۔ اگر اہل جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا، کہ جنتی کبھی نہ جلیں گے تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لا سکتے اور جل جاتے، پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے

اپنے مقامات پر واپس ہو جاؤ، اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دوگنا ہو گیا ہوگا، یہ لوگ جب اپنی بیویوں کے پاس آئیں گے تو نہ بیبیاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بیویوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو ان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ان کی بیبیاں کہیں گی جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں، بلکہ ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں! یہ اس سبب سے ہے کہ حق تعالیٰ نے ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا، اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا (شرح سفر السعادت) دیکھئے جمعہ کے دن کتنی بڑی نعمت ملی

(۱۱) ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن تیز نہیں کی جاتی۔ (احیاء العلوم)

(۱۲) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے۔ پس جمعہ کے دن غسل کرو، اور جس کو میسر ہو خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کر لو۔ (ابن ماجہ)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ ہے، اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں''۔ (البروج، ۸۵/۳،۲)

ترمذی کی حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے، اور شاہد جمعہ کا دن ہے، اور مشہود عرفہ کا دن ہے، جمعہ کو شاہد اور عرفہ کو مشہود وشاہد اس لیے فرمایا کہ جمعہ کے دن سب اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں، تو گویا یہ دن خود آیا ہے، اور عرفہ کے دن حجاج اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں تو گویا یہ دن مقصود اور دوسرے لوگ حاضری کا قصد کرنے والے ہیں۔

وعدہ کا دن یا قیامت کا دن، یا ہر ایک کی موت کا دن ہے، قیامت میں نظام عالم درہم برہم ہوگا یا عالم ایمان کا نظام قیامت سے وابستہ ہے کہ لوگ اس دن کے خوف سے ایمان واعمال صالحہ اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے اس کی قسم ارشاد ہوئی، قیامت کا وعدہ رب تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اور نبیوں نے اپنی امتوں سے کیا ہے اس لیے یوم موعود فرمایا گیا، نیز اللہ تعالیٰ نے قیامت میں مسلمانوں سے جنت کا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت سے شفاعت کبریٰ کا، مقام محمود وغیرہ کا صالحین ابرار سے اپنے مقام قرب کا کفار و فجار سے عذاب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیے ''یوم موعود'' فرمایا ہے۔

۱۲۷۴ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ اِنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم (دنیا میں) سب سے پیچھے آئے اور قیامت کے دن سب سے پہلے (اس طرح ہوں گے) کہ قبروں سے سب سے پہلے

یَعْنِی الْجُمُعَۃَ فَاخْتَلَفُوْا فِیْہِ فَھَدَانَا اللہُ لَہٗ وَالنَّاسُ لَنَا فِیْہِ تَبَعٌ اَلْیَھُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مُسْلِمٍ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ بَیْدَ اَنَّھُمْ وَذَکَرَ نَحْوَہٗ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ عَنْہُ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ الْحَدِیْثِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمَقْضِیُّ لَھُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ۔

اٹھائے جائیں گے، اور سب سے پہلے پل صراط پر سے گزر جائیں گے اور سب اُمتوں سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔ انتظار کی تکلیف نہیں اٹھانا پڑے گی، اور پھر جنت میں داخل ہونے میں سب اُمتوں سے پہلے ہم داخل جنت ہوں گے) ہاں یہ سچ ہے کہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب عطا ہوئی[1]، ان کو جمعہ کا دن مقرر کر کے دیا گیا (مگر اس جمعہ کے دن کی ان کو کچھ قدر نہ ہوئی) انہوں نے جمعہ کے لینے میں اختلاف کر کے جمعہ کو قبول نہیں کیا[2] خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے ہم کو جمعہ کے دن کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی، ہم نے جمعہ کو اختیار کیا اور اس دن کے لحاظ سے اہل کتاب ہم سے پیچھے ہو گئے یہود (شنبہ کے دن کو اختیار کر کے) ایک دن پیچھے ہو گئے اور نصارٰی (اتوار کو اختیار کر کے) دو دن پیچھے ہو گئے[3] (بخاری اور مسلم)

۱۲۲۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
۲
اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ

لہ کتاب کے پہلے دینے میں کوئی شرف کی بات نہیں ہے، نفس کتاب کے دینے میں ہم اور وہ مشترک ہیں، مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ہماری کتاب ان کی کتابوں کی ناسخ ہے، اور ان کے زمانے میں ان سے جو جو غلطیاں ہوتی ہیں اُن کو ہماری کتاب ظاہر کرنے والی ہے اور ان پر جو جو عذاب آیا اُن کو ظاہر بیان کرتی ہے اس لحاظ سے ہم کو ان سے عبرت لینے کا موقع حاصل ہے۔ اور ان کی سزاؤں سے نصیحت لینے کا بھی موقع ملتا ہے، ان کے حالات سُنا کر ہم کو ادب دیا گیا ہے، اس لحاظ سے بھی ہمارا آخر میں آنا باعث شرف ہے منجملہ اہل کتاب کی کوتاہیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ عبادت کرنے کے لیے کوئی خاص دن مقرر کرنا تھا۔

ٹہ اپنی ٹھیرائی ہوئی مصلحتوں سے یہود نے شنبہ کو عبادت کے لیے اختیار کیا، اور نصارٰی نے اتوار کو۔

ٹہ یہ جمعہ کی نعمت ہم کو اور دوسری دینی نعمتوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے حاصل ہوئی۔

آدَمُ فِیْہِ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْہِ اُخْرِجَ مِنْھَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کا دن تھا[1]، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدائش کی تکمیل جمعہ کے دن ہی آپ کے جسم مبارک میں روح ڈالی گئی) پھر آپ کو جمعہ کے دن ہی جنت میں داخل کیا گیا، پھر آپ کو جمعہ کے دن ہی جنت سے باہر لایا گیا[2] اور قیامت (یعنی نفخ ثانی جس سے تمام مخلوق زندہ ہو کر میدان حشر میں آئے گی) جمعہ کے دن ہی ہو گی[3] (مسلم)

۱۲۷۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَرَأَ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمُ الْاٰیَۃَ وَعِنْدَہٗ یَهُوْدِیٌّ فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ عَلَیْنَا لَاتَّخَذْنَاھَا عِیْدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ یَوْمِ عِیْدَیْنِ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ وَیَوْمِ عَرَفَۃَ۔
۳

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ (ایک دن یہ آیت پڑھنے (سورۂ مائدہ پ ع) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) (مسلمانو!) آج کے دن ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا) جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آیت پڑھی، تو اس وقت آپ کے پاس ایک یہودی (بیٹھا ہوا) تھا، اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو آپ دیکھتے کہ ہم اس دن کو عید مناتے (مسلمانوں پر افسوس ہے کہ

---

[1] (جس دن میں جو واقعات ظاہر ہوتے ہیں، ان واقعات سے اس دن کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن بھی جو واقعات پیش آئے ہیں ایسے واقعات کسی اور دن ظاہر نہیں ہوئے، ایک واقعہ تو یہ ہوا کہ اشرف المخلوقات)

[2] حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے باہر لانے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت ہے بلکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکالنے میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو زمین کا خلیفۃ اللہ بنایا گیا تھا اس کا ظہور زمین پر لانے سے ہی ہوا، کتابوں کا نازل کرنا، اور پیغمبروں کا بھیجنا یہ بھی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنت سے نکلنے سے ہی ہوا، یہ اور اس طرح کے اور حالات جنت سے نکلنے کی وجہ سے ہوئے، اس لیے جنت سے نکلنا بھی ایک عظیم الشان تھا جو جمعہ کے دن ہوا۔ اس سے بھی جمعہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

[3] اس سے اہل جنت کو بڑے بڑے مراتب جنت میں ملیں گے، اس کے بعد ہی اسی کی وجہ سے جنت کی نعمتیں بھی ان کو حاصل ہوں گی یہ عظیم کام بھی جمعہ کے دن ہی ہوں گے، اس سے بھی جمعہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

اس آیت کے اترنے کی کچھ قدر نہیں کی، یہود سے یہ سُن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم تو ایک عید مناتے ہو ہم تو اس آیت کی خوشی میں دو عیدیں مناتے ہیں (سالانہ بھی اور ہفتہ واری بھی) تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت کب اتری ہے! یہ آیت عرفات میں عصر کے وقت جمعہ کے روز ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنے عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے[۱] اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۷۷۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ لَيْلَةَ اَغَرُّ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ اَزْهَرُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو آپ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ" اے اللہ رجب آگیا ہے، رجب اور شعبان میں ہمارے نیک اعمال میں برکت عطا فرما دیجئے (کہ بہت نیکیاں کرکے دل کو رمضان کے قابل بنائیں) پھر ہم کو رمضان تک پہونچا دیجئے[۲]، راوی کہتے ہیں کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ (اللہ تعالیٰ کے انوار جمعہ میں اس قدر برستے ہیں کہ) جمعہ کی رات نورانی رات ہو جاتی ہے، اور اس کا دن روشن دن ہو جاتا ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

۱۷۸۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

---

[۱] عرفہ کے دن عرفات میں سالانہ عید ہوتی ہے جس میں تمام دنیا کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن ہفتہ واری عید ہوتی ہے جس میں شہر کے تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس طرح اس آیت کے اترنے کے دن ہم دو خوشیاں منایا کرتے ہیں

[۲] کہ ہم رمضان میں روزے رکھ کر اور تراویح پڑھ کر دل کو خوب جِلا دیں اور روشن کر لیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالْیَوْمِ الْمَشْھُوْدِ یَوْمَ عَرَفَۃَ وَالشَّاھِدِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی یَوْمٍ اَفْضَلُ مِنْہُ فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ یَدْعُو اللّٰہَ بِخَیْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہٗ وَلَا یَسْتَعِیْذُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا اَعَاذَہٗ مِنْہُ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (سورۂ بروج کی تفسیر میں) ارشاد فرمایا کہ الیوم الموعود (وہ دن جس کا وعدہ ہے) سے مراد قیامت کا دن ہے اور الیوم المشہود (وہ دن جس دن میں لوگ تمام دنیا سے عرفات میں حاضر ہوتے ہیں) سے مراد عرفہ کا دن ہے، اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے (کہ لوگ تو اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں، اور جمعہ اُن پر حاضر ہوتا ہے) اور سب دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو بندۂ مومن اللہ تعالیٰ سے اس وقت دُعاء خیر کرتا ہے تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں، اور جس شر سے بچانے کی دُعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس شر سے بچائے رکھتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۱۷۸۱ وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَاَعْظَمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَھُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ فِیْہِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰہُ فِیْہِ اٰدَمَ وَاَھْبَطَ اللّٰہُ فِیْہِ اٰدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْہِ تَوَفَّی اللّٰہُ اٰدَمَ وَفِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یَسْاَلُ الْعَبْدُ فِیْھَا شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ مَا لَمْ یَسْاَلْ حَرَامًا وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ مَا مِنْ مَلَکٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا اَرْضٍ وَلَا رِیَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ اِلَّا ھُوَ

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس سب دنوں سے زیادہ جمعہ کی عظمت ہے اور عید الفطر اور عید الاضحی سے بھی زیادہ اللہ کے نزدیک اس کی عظمت ہے، جمعہ میں پانچ عظیم الشان کام (کچھ ہوئے، ہیں اور کچھ ہونے والے ہیں) اس لیے جمعہ کی سب دنوں سے زیادہ عظمت ہے، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی تکمیل جمعہ کے دن ہوئی (جمعہ کے دن ہی آپ کے جسم مبارک میں روح ڈالی گئی) آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی زمین کی طرف اُتارا گیا[1] اور جمعہ

[1] جس سے آدم علیہ السلام کے خلیفۃ اللہ ہونے کی تکمیل ہوئی، پیغمبر آئے، کتابیں اتاری گئیں، یہ سب جنت سے اُترنے سے ہی ہوا۔ اس سے بھی جمعہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے

مُشْفِقٌ مِّنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

وَرَوَى أَحْمَدُ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرْنَا عَنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيْهِ مِنْ خَيْرٍ قَالَ فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ وَسَاقَ إِلَى آخِرِ الْحَدِيْثِ۔

۱۷۸۲ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ فِيْهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا[1] اور جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جو بندۂ مومن اللہ تعالیٰ سے اس وقت دعاء خیر کرتا ہے تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں، ہاں اس گھڑی میں اگر بندہ کوئی حرام اور ناجائز کام کی دعا کرے تو وہ دعا قبول نہیں ہوگی[2] قیامت (کے نفخۂ ثانی کی طرح نفخ اول بھی) جمعہ کے دن ہوگا، اسی وجہ سے جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو (انسان کے سواء) مقرب فرشتے آسمان و زمین ہوائیں، پہاڑ، دریا سب ڈرسے اور سہمے ہوئے رہتے ہیں[3] اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔ اور امام احمد کی روایت میں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح مذکور ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضور جمعہ میں کیا کیا خیر و برکات ہیں، ان کو بیان فرمائیے؟ آپ نے اس انصاری کو وہی پانچ باتیں بتلائیں جن کا صدر میں ذکر ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو وہ مل جائے اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھلائی کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر کے وہ بھلائی اس کو عطا فرماتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر۔

---

[1] جس سے حضرت آدم علیہ السلام پریشانیوں کے گھر سے نکل کر امن و عافیت کے گھر میں پہونچے، اس سے بھی جمعہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

[2] اس میں بندہ کا ہی فائدہ ہے۔ وہ اپنی بے سمجھی سے ناجائز امور کا سوال کر رہا تھا اس لیے اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اس کو اسی دعا کے شر سے بچایا جائے گا۔

[3] کہ شاید اسی جمعہ کو قیامت قائم ہو جائے، اور ہم تباہ ہو جائیں۔ نفخ اول کا یہ عظیم الشان کام بھی جمعہ کے دن ہوگا۔

وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا قَالَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

کی ہے اور مسلم میں اتنا اور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبولیت کی وہ ساعت بہت تھوڑی ہے، اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ضرور ایک ساعت ایسی ہے اگر ٹھیک اس ساعت میں کوئی مسلمان دعا میں مشغول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ دعا (اس ساعت کی برکت سے) ضرور قبول فرماتے ہیں۔

۱۷۸۳/۸ وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا قبول ہوتی ہے امام کے (پہلے خطبہ کے لیے) منبر پر بیٹھنے کے وقت سے لے کر فرض جمعہ کے ختم ہونے کے درمیان میں کسی وقت آجاتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا مقبول ہوتی ہے وہ امام کے خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے لے کر فرض جمعہ کے ختم تک رہتی ہے حالانکہ خطیب کے خطبہ بیان کرنے کے وقت انصات یعنی چپ رہنے کا حکم ہے اور نماز میں تو بات کر ہی نہیں سکتے پھر دعا کا کیا موقع ملے گا۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے علامہ بلقینی رحمۃ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دعا کے لیے زبان سے تلفظ شرط نہیں ہے، صرف دل میں دعا کا خیال رکھنا کافی ہے۔ ایسا خیال رکھنے سے بھی دعا قبول ہو جاتی ہے۔　　　(مرقات ۱۲)

۱۷۸۴/۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى الطُّورِ فَلَقِيتُ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهُ فَحَدَّثَنِي عَنِ التَّوْرٰتِ وَحَدَّثْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا حَدَّثْتُهُ أَنْ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے طور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کعب احبار سے ملاقات ہوئی، میں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا (چونکہ) وہ اس زمانہ میں یہودی تھے) اپنی تورات کے کچھ مضامین

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ اُھْبِطَ وَفِیْہِ تِیْبَ عَلَیْہِ وَفِیْہِ مَاتَ وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا وَھِیَ مُصِیْخَۃٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِنْ حِیْنَ تُصْبِحُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِّنَ السَّاعَۃِ اِلَّا الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ وَفِیْہِ سَاعَۃٌ لَّا یُصَادِفُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَھُوَ یُصَلِّیْ یَسْأَلُ اللّٰہَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ قَالَ کَعْبٌ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ یَوْمٍ فَقُلْتُ بَلْ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ فَقَرَأَ کَعْبٌ التَّوْرَاۃَ فَقَالَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ لَقِیْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثْتُہٗ بِمَجْلِسِیْ مَعَ کَعْبِ الْاَحْبَارِ وَمَا حَدَّثْتُہٗ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَقُلْتُ لَہٗ قَالَ کَعْبٌ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ یَوْمٍ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ سَلَامٍ کَذَبَ کَعْبٌ فَقُلْتُ لَہٗ ثُمَّ قَرَأَ کَعْبٌ التَّوْرَاۃَ فَقَالَ بَلْ ھِیَ فِیْ

سُنانے لگے، میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنا رہا تھا، منجملہ ان احادیث کے جو میں ان کو سنا رہا تھا۔ ایک حدیث یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یوں تو ہر دن آفتاب نکلتا ہے، اور جمعہ کے دن بھی آفتاب نکلتا ہے، مگر جمعہ کے دن آفتاب نکلنے سے جمعہ کا جو ظہور ہوتا ہے۔ اس دن جو خیر و برکات ظاہر ہوتی ہیں، ایسے کسی دن میں ظاہر نہیں ہوتیں، اس لیے جمعہ کا دن سب دنوں میں افضل ہے، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دن پیدا کئے گئے اور اسی دن (جنت) سے زمین پر اتارے گئے، اور اسی دن اُن کا قصور معاف ہوا، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی، اسی دن قیامت قائم ہوگی[1] اس لیے جن و انس کے سوا کوئی جانور ایسا نہیں جو جمعہ کے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب تک قیامت قائم ہونے کے خوف سے صور پھونکے جانے کی آواز کی طرف کان نہ لگائے رکھتا ہو، جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان نماز پڑھ رہا ہو اور اتفاق سے وہ ساعت نماز میں آگئی (اور اس کے دل میں دعا کا مضمون حاضر تھا) تو اللہ تعالیٰ اس گھڑی کی برکت سے اس کی دُعا قبول فرما کر جو بھلائی وہ مانگ رہا تھا۔ اس کو عطا فرماتے ہیں (یہ سُن کر) کعب احبار نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی اس کا دخلہ ہے) یہ ساعت تو ہر جمعہ میں آتی ہے (یہ سن کر) کعب نے تورات کی تلاوت کی اور کہا کہ رسول اللہ

---

[1] اور پہلی بار صور پھونکا جائے گا جس سے سارا عالم فنا ہو جائے گا جن و انس کے سوا ہر جاندار کو اس کی خبر ہے کہ کہ جب کبھی قیامت آئے گی تو جمعہ کے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب کے درمیان ہی آئیگی)

كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضَنَّ عَلَيَّ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ وَكَيْفَ تَكُونُ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي فِيهَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِي صَلٰوةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهُوَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوٰى أَحْمَدُ إِلٰى قَوْلِهِ صَدَقَ كَعْبٌ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سچ فرمایا کہ ہر جمعہ کو وہ مقبول ساعت آتی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ہوئی تو میری اور کعب احبار کے جمعہ کی مقبول ساعت کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی اس کو میں نے عبداللہ بن سلام کے سامنے دہرایا کہ کعب کہہ رہے تھے کہ یہ مقبول ساعت ہر سال ایک دن میں آتی ہے۔ ریہ سُن کر عبداللہ بن سلام نے کہا کعب کو یاد نہ رہا ہوگا وہ غلط کہتے ہیں، پھر میں نے عبداللہ بن سلام سے کہا کہ کعب توراۃ پڑھنے لگے ان کو اپنی غلطی کا علم ہوگیا اس لیے پھر کعب نے سچ کہا ہے وہ مقبول ساعت ہر جمعہ میں آتی ہے، عبداللہ بن سلام نے یہ سُن کر کہا اب کعب نے سچ کہا، پھر عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں اس ساعت کو جانتا ہوں کہ وہ جمعہ کے دن کس وقت آتی ہے، تو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلام سے کہا کہ مجھے وہ ساعت بتا دیجئے اور مجھ سے اس ساعت کو نہ چھپایئے تو عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا، وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان بندہ نماز پڑھتے ہوئے اس ساعت کو پالے حالانکہ (عصر کے بعد) جمعہ کی آخری ساعت میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی ہے، یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو سمجھا جائے

گا کہ وہ نماز ہی میں ہے، میں نے کہا، ہاں بے شک میں نے سنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایسا ہی فرماتے ہیں! تو عبد اللہ بن سلام نے کہا بس اب سمجھ لو کہ نماز پڑھتے ہوئے وہ ساعت پانے سے مطلب یہ ہے کہ جو بندۂ مومن نماز کے انتظار میں ہو تو وہ نماز میں ہی سمجھا جاتا ہے، ایسے نماز کے انتظار کی حالت میں اس کو وہ ساعت ملی تو سمجھا جائے گا کہ نماز میں ہی اس کو وہ ساعت ملی اس وقت وہ جو دعا کرے قبول ہوتی ہے۔) اس حدیث کی روایت امام مالک، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے، اور امام احمد نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔

۱۷۸۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا! وہ ساعت جس میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کسی وقت آتی ہے اس لیے اس مقبول ساعت کو اس وقت میں تلاش کرو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۷۸۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ فِيْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِّنْهَا سَاعَةٌ مَّنْ دَعَا اللّٰهَ فِيْهَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ کونسی چیزیں اس میں جمع کی گئی ہیں جس کی وجہ سے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا! سنو! (اس دن میں بہت سے اہم اور عظیم الشان امور جمع ہوتے ہیں) جمعہ میں ایک بات تو یہ ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو بنانے کے لیے مٹی کو خمیر کیا گیا، جمعہ کے دن ہی پہلا صور پھونکا جائے گا (جس سے تمام عالم فنا ہو جائے

گا) اور جمعہ کے دن ہی (دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے) تمام عالم پھر زندہ ہو جائے گا، جمعہ کے دن ہی میدان قیامت (میں وہ ہنگامہ) قائم ہو گا (جس کی دہشت سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے) جمعہ کے دن کے آخری حصہ میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس گھڑی میں جو کوئی دُعا کرے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں[1] اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

١٧٨٧ وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ[2] اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ قَالَ يَقُولُونَ بَلِيتَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ[2]۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جن دنوں کو افضل سمجھتے ہو، منجملہ ان کے جمعہ کا دن بھی ایک افضل دن ہے، جمعہ کے دن ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنانے کے لیے مٹی کو خمیر کیا گیا، اور جمعہ کے دن ہی آپ کی وفات ہوئی اور جمعہ کے دن ہی دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ (جس سے تمام عالم پھر زندہ ہو گا) اور جمعہ کے دن ہی پہلا صور پھونکا جائے گا۔ (جس سے تمام عالم فنا ہو گا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم سن چکے کہ) جمعہ افضل دنوں میں سے ہے تو اس دن (افضل عبادات یعنے) مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کیونکہ جمعہ کے دن درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے[2] جمعہ کے دن ایک خاص کشف کی کیفیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے درود پڑھنے والے کے درود کو حضور بلا واسطہ خود سماعت

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک کے درمیان مقبول ساعت آتی ہے اس لیے عصر سے مغرب تک کے وقت کو اور دنیوی امور میں ضائع نہ کریں بلکہ عبادت اور دُعا میں مشغول رہیں۔

[2] (چونکہ جمعہ افضل ایام ہے تو اس دن میں افضل ایام حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں درود پڑھنا نہایت مناسب ہے، جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنے کے لیے اس لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ اور دنوں میں فرشتوں کے ذریعہ سے حضور کی خدمت میں درود پیش کیا جاتا ہے۔

الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درود آپ پر کس طرح پیش کئے جائیں گے؟ (اور آپ کو کیسا کشف ہوگا) جب کہ حضور کا جسم مبارک (بعد وصال کے) محفوظ نہ رہے گا۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز وجل نے انبیاء کے جسم زمین پر حرام کر دئے ہیں (کہ مٹی انبیاء کے جسم کو نہیں کھاتی، بلکہ جسم صحیح وسالم رہتے ہیں۔) اس حدیث کی روایت ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

۱۲۸۸ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ مَشْهُوْدٌ يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس وجہ سے کہ جمعہ کا دن مشہود بھی ہے، اس لیے کہ جمعہ کے دن رحمت کے

لہ ایسا ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک بھی زمین پر حرام کر دیا گیا ہے، اور آپ کے جسم کی کوئی نظیر عالم برزخ میں نہ ہونے سے اسی جسم مطہر میں روح اقدس واپس کر دی گئی ہے، آپ قبر شریف میں زندہ تشریف فرما ہیں، اور کشف جسم مطہر پر ہی ہوتا ہے، اس لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن اپنے اُمتی کے درود کو فرشتے کے واسطے کے بغیر سُن لینا کوئی تعجب کی بات نہیں، جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ایران کے میدان جنگ میں حضرت ساریہ سپہ سالار کو دیکھا اور ان کو صحیح جنگ کرنے کا اعلان کیا اس اعلان کو حضرت ساریہ نے بھی سینکڑوں میل کے فاصلہ سے سُن لیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو جب سینکڑوں میل دُور سے کشف ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بدرجہ اولیٰ اُمتی کے درود کا خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ سے بھی ہو کشف ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ امر یقینی ہے۔

سے بہت متبرک دن ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ شاہد ہے، اس لیے کہ لوگ تو اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں، جمعہ ان لوگوں کے پاس ان کو فیض پہنچاتے خود حاضر ہوتا ہے، ایسا ہی جمعہ مشہود بھی ہے۔

مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

فرشتے کثرت سے آتے ہیں، اور رحمت پھیلاتے ہیں[۱] جمعہ کے دن مجھے ایسا کشف ہو جاتا ہے کہ بغیر فرشتوں کے واسطوں کے تمہارا درود کشف کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر ہو جاتا ہے[۲] ابو درداء کہتے ہیں، میں نے عرض کیا حضور یہ کشف ہونا آپ کی زندگی تک ہی ہے یا آپ کے وصال کے بعد بھی ایسا ہی آپ کو جمعہ کے دن درود پڑھے جانے کا کشف ہوتا رہے گا۔ یہ سُن کر حضور نے ارشاد فرمایا سنو، ابو درداء اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں کے جسم زمین پر حرام کر دیے ہیں کہ پیغمبروں کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی ہے، وہ اپنے جسموں کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ موجود ہیں[۳]، وہاں رزق بھی دیا جاتا ہے[۴] اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۷۸۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ہر ایسے مسلمان کو قبر کے عذاب اور سوال سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

---

[۱] کسی دن میں ایسی رحمت نازل نہیں ہوتی جیسی جمعہ کے دن نازل ہوتی ہے، صلوٰۃ یعنے درود بھی رحمت ہی ہے اس لیے کثرت سے بھیجا کرو۔ تو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جمعہ کے دن درود بھیجنے میں اور دوسرے دنوں میں درود بھیجنے میں بڑا فرق ہے، اور دنوں میں تم جو درود بھیجتے ہو وہ درود فرشتے میرے پاس لا کر پیش کرتے ہیں۔

[۲] میں تمہارے درود کو خود سنتا ہوں اور یہ کشف تمہارا درود پڑھنا ختم ہونے تک باقی رہتا ہے گو کتنی ہی دیر ہو، اور کتنی ہی دُور سے پڑھا جائے، یہ بات اور دنوں میں حاصل نہیں ہوتی ہے، اس لیے تم کو تاکید سے کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو۔ [۳] ایسا ہی میں اپنی قبر میں اپنے جسم کے ساتھ زندہ رہوں گا ابو درداء تم سمجھتے ہوں گے کہ صرف روحانی زندگی ہوگی، نہیں نہیں، بلکہ روح جسم کے ساتھ ایسی موجود رہے گی جیسے دنیا میں ہے،

[۴] اس لیے میں قبر میں زندہ رہوں گا، اور مجھے کشف بھی ہوتا رہے گا، اور میں امتیوں کے درود کو خود سنوں گا اس خصوصیت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔

بَابُ وُجُوْبِهَا

باب، نماز جمعہ کا فرض عین ہونا ثابت ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ -

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (الجمعہ، ۹/۶۲)

ف یعنی جمعہ کی پہلی اذان، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نماز جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی، بوقت خطبہ عہد صدیقی و فاروقی میں یہ ہی رہی، زمانہ عثمانی میں ایک اور اذان بڑھائی گئی، یعنی اذان اوّل، صحیح یہ ہے کہ اس پہلی اذان سے تجارت وغیرہ حرام اور تیاری جمعہ واجب ہو جاتی ہے۔

ف ۲ جمعہ کے دن کا نام عربی میں عروبہ تھا، کعب بن لوی نے اس کا نام جمعہ رکھا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم بارہویں ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن مدینہ منورہ پہنچے مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے، جمعرات تک قباء میں قیام فرمایا، جمعہ کے دن شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں بنی سالم بن عوف کی وادی میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا اور وہاں پر ہی آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔

ف ۳ یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے مسجد میں آجانا چاہیئے۔ اور خطبہ سنا چاہیئے۔ کیونکہ رب تعالٰی نے اذان کے ساتھ ہی نماز کا ذکر فرمایا ہے، خطبہ نہ سننا سخت محرومی ہے۔

۱۲۷۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم کو خوب یاد ہے کہ اسی منبر شریف پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے تھے اور ہم سن رہے تھے کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آجائیں) اور پابندی سے جمعہ پڑھا کریں) ورنہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالٰے جمعہ کی نماز ترک کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیں گے (جس سے ان کو عبادت کی توفیق نہیں ہو گی)[1] یہ بھی غافلین کے گروہ

---

[1] دراصل مہر تو کافروں کے دل پر لگائی جاتی ہے۔ جمعہ چھوڑنے والوں کے لیے بھی کافروں کا سا برتاؤ کیا جائے گا کہ ان کے دلوں پر بھی مہر لگائی جائیگی، جس سے ان کے دلوں پر بھی زنگ آئے گا کہ

ہیں شمار کئے جائیں گے (اور کافروں کے جیسے اخلاق ان سے ظاہر ہوں گے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۷۹۱ (۲) وَعَنْ اَبِی الْجَعْدِ الضَّمِیْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَھَاوُنًا بِھَا طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاہُ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَیْمٍ وَاَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ۔

حضرت ابوالجعد ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (بغیر عذر کے) محض سستی اور غفلت کی وجہ سے تین نماز جمعہ (متواتر) ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں[۱]، اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور امام مالک نے اس کی روایت صفوان بن سلیم سے کی ہے، اور امام احمد نے بھی اس کی روایت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے۔

۱۷۹۲ (۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَۃَ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِیْ كِتٰبٍ لَا یُمْحٰی وَلَا یُبَدَّلُ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ ثَلٰثًا۔

(رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر کسی ناگزیر ضرورت کے جمعہ کی نماز ترک کر دیتا ہے، وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے، ایسی کتاب میں جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہے[۲] ایک روایت تو ایسی ہے، اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو بغیر کسی ناگزیر ضرورت کے تین جمعہ چھوڑ دے تو اس کا نام منافقوں میں لکھ دیا جاتا ہے، یہ دونوں روایتیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کی ہیں۔

۱۷۹۳ (۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

۱؎ (جس سے اللہ تعالیٰ کا فیض اس کے دل سے رک جاتا ہے اور جہل، غفلت اور نفاق سے اس کا دل بھر جاتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے جاتا رہتا ہے۔

۲؎ (یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا۔ ہاں! اگر توبہ کرے یا ارحم الراحمین محض اپنی عنایت سے معاف فرما دیں تو یہ دوسری بات ہے۔)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ میرا پختہ ارادہ ہوا تھا کہ کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے پر مامور کر کے خود نماز جمعہ سے غیر حاضر رہنے والے لوگوں کو مکانوں سمیت جلا ڈالوں[۱]۔ اسی حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف اس حدیث شریف میں نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے پر مامور کر کے خود جا کر نماز جمعہ سے غیر حاضر رہتے والے لوگوں کو مکانوں سمیت جلا ڈالوں یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ فرض جمعہ کو ترک کر کے گھروں کے جلانے میں مشغولیت کیسے اختیار کی جائیگی۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ کسی کو قائم مقام بنا کر جانے میں جانے والے سے فرض جمعہ ترک نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ دوسری جگہ جمعہ ادا کر سکتا ہے۔ اور دوسری جگہ جمعہ ادا کرنا اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا ہو رہا ہو۔ اور جمعہ کا شہر میں متعدد جگہوں پر جائز ہونا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا راجح قول ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ کا قول بھی اسی طرح ہے، اور اسی قول راجح یعنی ایک شہر میں کئی مقامات پر جمعہ کے قائم کرنے پر فتویٰ ہے۔ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امام سرخسی رحمۃ اللہ کا یہ قول لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں فتویٰ اسی پر ہے کہ جمعہ شہر کی دو یا دو سے زائد مسجدوں میں جائز ہے۔ (مرقات۔ درمختار) ۱۲۔

۱۲۹۴ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے (سستی اور کاہلی سے) نماز جمعہ ترک کرتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے[۲]۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

---

[۱] لیکن حضور رحمۃ للعالمین نے ایسا نہیں کیے۔ اس سے نماز جمعہ کی اہمیت تاکید اور فرضیت معلوم ہوتی ہے کہ جو نماز جمعہ کا تارک ہوگا وہ ایسے عذاب کا مستحق ہوگا)

[۲] مال کا خرچ کرنا نفس پر بہت گراں ہوتا ہے، مال کے بچانے کے خیال سے، مال کے خرچ کا بار اس پر نہ پڑنے کے خوف سے بھی وہ جمعہ ترک کرنا چھوڑ دے گا، اس لیے نماز جمعہ ترک نہ کرنے کا ایک یہ بھی علاج بتایا گیا ہے)



نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔

(۱) مقیم ہونا، مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں (۲) تندرست ہونا، مریض پر نماز واجب نہیں۔
(۳) آزاد یعنی غلام نہ ہونا، غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں (۴) مرد ہونا، عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔
(۵) عاقل ہونا، دیوانہ پر جمعہ واجب نہیں (۶) بالغ ہونا، بچوں پر جمعہ واجب نہیں۔

جمعہ واجب ہونے کے لیے یہ شرائط ہیں۔ ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھ لے، مثلاً مسافر یا مریض جمعہ پڑھ لے تو ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا۔ اور فرض ظہر کی ادائی ان سے ساقط ہو جائے گی۔

نماز جمعہ کے اداء یعنی صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔

(۱) مصر (وہ مقام جہاں کے لوگ جمع ہوں تو وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سما ویں) یا فناءِ مصر (حدود مصر کے بعد سے ایک فرسخ یعنی تین میل تک کا علاقہ فناءِ مصر کہلاتا ہے) یا شہر یا قصبہ، کھیڑے یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔
(۲) ظہر کا وقت، وقت ظہر سے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں۔
(۳) خطبہ۔ بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہ ہوگی۔
(۴) خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔
(۵) خطبے کا وقت ظہر کے اندر ہونا، وقت ظہر شروع ہونے سے پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔
(۶) جماعت یعنی امام کے سوا کم از کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے پہلی رکعت کے پہلے سجدہ تک موجود ہونا، اگر سجدۂ اولیٰ سے پہلے ان تین آدمیوں میں سے ایک بھی چلا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر پہلی رکعت کا سجدۂ اولیٰ کرنے کے بعد چلا جائے تو کوئی حرج نہیں۔
(۷) ایسے مقام پر نماز جمعہ پڑھنا جہاں نماز جمعہ کے لیے آنے کی لوگوں کو عام اجازت ہو، اگر ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں لوگوں کو آنے کی عام اجازت نہ ہو یا مسجد کے دروازے بند کر کے نماز جمعہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ نہ ہوگی، جمعہ کے اداء یعنی صحیح ہونے کے یہ شرائط ہیں، ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھ لے، مثلاً جنگل میں پڑھے تو اس کی نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اس کو فرض ظہر پڑھنا ہوگا۔ الحاصل جمعہ کے وجوب اور جمعہ کے ادا میں فرق یہ ہے کہ وجوب کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی نماز جمعہ پڑھ لے تو نماز جمعہ ادا ہو جائے گی، اور ظہر کے فرض اس سے ساقط ہو جائیں گے۔

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص جمعہ کے اداء کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود جمعہ پڑھ لے تو نماز جمعہ راست نہ ہوگی، اور اس کو فرض ظہر پڑھنا ہوگا (رد المحتار، ہدایہ، شرح وقایہ ملتقی) جمعہ کے وجوب کے شرائط اور جمعہ کے اداء یعنے صحت کے شرائط تو آپ سن چکے مگر عام طور پر ایک غلطی ہو رہی ہے اس کا ازالہ بھی ضروری ہے، عموماً یہ سمجھا جا رہا ہے کہ جمعہ کے شرائط میں دار الاسلام کا ہونا بھی ضروری ہے دار الحرب میں جمعہ قائم کرنا صحیح نہیں ہے، اس بارے میں کوئی کسی ذہنی میں لکھا ہے معلوم نہیں کہ یہ شرط عوام نے کہاں سے نکالی ہے۔ فقہ میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ہے، دار الحرب ہو یا دار الامان ان میں جمعہ قائم کرنا صحیح ہے، صحیح ہے، جمعہ ادا ہو جاتا ہے پھر ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، شاید عوام کو اس سے دھوکا ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں جب کہ وہ دار الحرب تھا جمعہ نہیں ادا فرمایا، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں جمعہ نہ پڑھنا دار الحرب ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے جمعہ نہیں پڑھا گیا کہ کفار جمعہ قائم کرنے ہی نہیں دیتے تھے، اس لیے دار الاسلام کی طرح دار الحرب اور دار الامن میں جمعہ قائم کرنا چاہیئے اور ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس تمہید کو ذہن نشین رکھ کر ذیل کی احادیث کو پڑھیئے۔

۱۲۹۵ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَا جُمُعَۃَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ مَوْقُوْفًا وَرَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالْبَیْہَقِیُّ وَاَبُوْ عُبَیْدٍ فِی الْغَرِیْبِ وَالْمَرْوَزِیُّ فِیْ کِتَابِ الْجُمُعَۃِ مِثْلَہٗ مَوْقُوْفًا وَالْمَوْقُوْفُ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا کَالْمَرْفُوْعِ وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الْعَیْنِیُّ اِنَّ اَبَا زَیْدٍ زَعَمَ فِی الْاَسْرَارِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ قَالَ رَوَاہُ مَرْفُوْعًا مُعَاذٌ وَسُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ثُمَّ قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْعَیْنِیُّ فَاِنْ قُلْتَ قَالَ النَّوَوِیُّ حَدِیْثُ عَلِیٍّ ضَعِیْفٌ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضُعْفِہٖ وَھُوَ مَوْقُوْفٌ عَلَیْہِ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ مُنْقَطِعٍ قُلْتُ کَاَنَّہٗ لَمْ یَطَّلِعْ اِلَّا

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (جمعہ کے اداء کے شرائط میں سے یہ ہے کہ (نماز جمعہ مصر جامع میں ادا کی جائے[1] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ تکبیرات تشریق بھی مصر جامع میں ہی پڑھی جائیں۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے، اور عبد الرزاق، بیہقی، اور ابو عبید نے بھی اس کی روایت کی ہے، اور مروزی نے اس کی روایت کتاب الجمعہ میں اسی طرح کی ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ نے ابوزید رحمۃ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام محمد بن الحسن رحمہا اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی روایت حضرت معاذ اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مرفوعاً کی ہے۔

---

[1] کہ اگر وہاں کے لوگ اس مقام کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو اس مسجد میں نہ سما سکیں، مصر سے کم از کم ایسا مقام مراد ہے اور اس سے زیادہ خواہ کتنا ہی بڑا مقام ہو وہ مصر ہی کہلائے گا)

عَلَى الْاَثَرِ الَّذِیْ فِیْهِ الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةٍ وَلَمْ یَطَّلِعْ عَلٰى طُرُقِ جَرِیْرٍ عَنْ مَّنْصُوْرٍ فَاِنَّهٗ سَنَدٌ صَحِیْحٌ۔

۱۷۹۶ وَعَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِیْقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِیْنَةٍ عَظِیْمَةٍ رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ مَوْقُوْفًا وَصَحَّحَهٗ ابْنُ حَزْمٍ۔

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (نماز جمعہ کے اداء کے شرائط میں سے یہ ہے کہ) نماز جمعہ (کم سے کم) مصر جامع میں ادا کی جائے (زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں) بڑے سے بڑے شہر میں بھی جمعہ قائم ہوتا ہے۔ (اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ) "تکبیرات تشریق، نماز عید الفطر، اور نماز عید الاضحیٰ بھی (کم از کم) مصر جامع میں ادا کرنا چاہیئے۔ (ان کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں) ان نمازوں کو بڑے سے بڑے شہر میں بھی ادا کرنا چاہیئے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابن حزم نے اس کو صحیح قرار پایا۔

۱۷۹۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّیْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی وہاں سے نماز جمعہ کے لیے مصر میں آئے تو وہ اطمینان کے ساتھ نماز جمعہ کے بعد اپنے مقام کو رات سے پہلے پہونچ سکے (جس کی مقدار ایک فرسخ یعنی تین میل ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۷۹۸ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ قُبَاءٍ عَنْ اَبِیْهِ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

قباء کے رہنے والوں میں سے ایک شخص اپنے والد سے جو صحابی ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ (کہ جمعہ کے اداء کے شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جمعہ مصر میں ادا کی جائے، اگر کوئی جنگل یا کھیڑے میں جمعہ ادا کرے تو اس کا جمعہ صحیح نہیں ہوگا اس کو ظہر پڑھنا پڑے گا۔ اب رہا فناءِ مصر تو فناءِ مصر میں (بھی مصر کی طرح) جمعہ صحیح ہوتا ہے (ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں)، فناءِ مصر سے کیا مراد ہے؟ اس کو اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ وہ مقام جس کو فناءِ مصر کہتے ہیں، وہ مصر سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ جس کی مقدار ایک فرسخ یعنی تین میل ہے۔

اَنْ نَّشْهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

نے ارشاد فرمایا تھا کہ (وجوب کے طور پر نہیں بلکہ ثواب حاصل کرنے) ہم مسجد نبوی میں جمعہ ادا کرنے کے لیے قباء سے مدینہ منورہ آیا کریں[1] اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۷۹۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تَشْغَلُوْا وَصِلُوا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا مِنْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ اَوْ بَعْدِيْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا اَوْ جُحُوْدًا لَهَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا صَوْمَ لَهٗ وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا، ارشاد فرمایا کہ لوگو! موت آنے سے پہلے توبہ کر لو (ورنہ موت آنے کے بعد توبہ نہ کر سکو گے) اور دوسرے کاموں میں پھنس جانے سے پہلے نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو تم اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کر لو، اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کے لیے (ایک تو) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا چاہیئے (اور دوسرے) علانیہ اور چھپا کر کثرت سے خیرات کیا کرو، کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور خیرات اللہ تعالیٰ سے تمہارے تعلق کو مضبوط کر دیں گے (جب اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق قوی ہوگا تو تم کو رزق کے فکر کی ضرورت نہیں ہوگی) غیب سے تم کو رزق دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے۔ اور تمہاری تائید کی جائے گی۔ اور تمہاری شکستہ حالت کو درست کیا جائے گا اور نماز جمعہ میرے اسی مقام، میرے اسی دن، میرے اسی ماہ اور میرے اسی سال میں تم سب پر قیامت تک کے لیے فرض قرار دیگئی ہے۔ پس میری زندگی میں یا میرے بعد خلیفۂ وقت کے ہوتے ہوئے چاہے وہ عادل ہو یا ظالم کوئی نماز جمعہ کو حقیر سمجھ کر یا جمعہ کا منکر بن کر نماز

---

[1] (اس سے معلوم ہوا کہ فناءِ مصر میں جمعہ قائم کرنا صحیح ہے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی فناءِ مصر سے جمعہ ادا کرنے کے لیے مصر آنا چاہے تو یہ اس کے لیے واجب نہیں، بلکہ مستحب ہوگا۔

[2] یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق جن امور سے مضبوط ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک نماز جمعہ بھی ہے۔

فِی السُّنَنِ وَالْبَزَّارُ وَرَوَی الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَہٗ۔

جمعہ ترک کر دے تو اللہ تعالےٰ اس کی پریشان حالی کو دور نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے گا سنو جب تک کہ وہ توبہ کر کے نماز جمعہ کا پابند نہ ہو جائے۔ اس وقت تک نہ تو اس کی نماز قبول ہو گی اور نہ اس کی زکوٰۃ ادا ہو گی، اور نہ اس کا حج مقبول ہوگا، اور نہ روزہ، اور نہ اس کی کوئی نیکی قبول ہو گی، پھر اگر وہ توبہ کر کے نماز جمعہ پابندی سے پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے (اور اس کی دوسری عبادات بھی قبول فرمائیں گے) اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت سنن میں کی ہے، اور بزار نے بھی اس کی روایت کی ہے اور طبرانی نے اس کی روایت اوسط میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے ادائے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز جمعہ کو سلطان قائم کرے یا سلطان کے اذن اور اجازت سے قائم ہو، عمدۃ الرعایہ میں میں لکھا ہے کہ فقہا کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے سلطان کا ہونا یا سلطان کی اجازت کا ہونا الوہیت کے لیے ضروری نہیں ہے خواہ یہ شرط الوہیت کے واسطے ہو، یا ضروری ہو، اب یہ شرط باقی نہیں رہی۔ اس وجہ سے کہ ۹۴۵ھ ہجری میں خلیفہ وقت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اذن عام دیدیا ہے کہ نماز ہر امام اور خطیب پڑھا سکتا ہے، اس لیے اب مزید کسی سلطان یا خلیفہ کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں، اور درمختار میں لکھا ہے کہ جمیع الانہر نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ ۱۲

۱۸۰۶ وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کی فرضیت (قرآن وحدیث سے) ثابت ہے اور (نماز جمعہ) ہر مسلمان پر فرض ہے اور (نماز جمعہ کے اداء یعنے صحت کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز جمعہ) جماعت سے پڑھی جائے ایک غلام جو کسی کے ملک میں دوسرے

ل اگر نماز جمعہ جماعت سے نہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی، جماعت سے مراد امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں (بقیہ

عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ وَائِلٍ ۔

عورت تیسرے بچہ، اس کے حکم میں مجنون بھی ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں چوتھے (وایسا) بیمار جس کو جامع مسجد تک آنے میں دقت ہو (اسی کے حکم میں مسافر بھی ہے کہ ان سب پر جمعہ واجب نہیں[۱] اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ اور صاحب شرح السنہ نے مصابیح کے الفاظ سے بنو وائل کے ایک صاحب سے اس کی روایت کی ہے ۔

۱۸۰۱ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
۱۲
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوْ اِمْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۔

(رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ پر اور قیامت کے آنے پر ایمان ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے[۲] ایک (وایسا) بیمار جس کو جامع مسجد تک آنے میں دقت ہو اس پر جمعہ فرض نہیں ایسا ہی مسافر پر، عورت پر یا بچہ پر یا ایسے غلام پر جو کسی کی ملک میں ہے، ان سب پر جمعہ فرض نہیں، جو شخص نماز جمعہ چھوڑ کر لہو ولعب میں مشغول ہو گیا ہو، یا تجارت میں لگا ہوا ہے تو اس کی یہ بے پروائی بتاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے پروا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پروا ہو جاتے ہیں، نہ دنیا میں اس کی مدد فرمائیں گے اور نہ آخرت میں اس کو نجات دیں گے۔ نماز جمعہ چھوڑنے والو! تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری پروا نہیں، وہ سب سے بے پروا ہے، سب اسی کے محتاج ہیں، سب اسی کی تعریف

(بقیہ حاشیہ صد) کا ہونا ضروری ہے، صدر میں ہر مسلمان پر جمعہ کا فرض ہونا جو کہا گیا ہے وہ عام حکم نہیں ہے اس سے کئی شخص مستثنیٰ ہیں ۔

[۱] اور اگر یہ جمعہ کے لیے مسجد میں آجائیں اور جمعہ پڑھ لیں تو ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا، اور ان کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں ۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر نماز جمعہ فرض ہے ۔ مگر یہ حکم عام نہیں ہے، چند لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں ۔

کرتے رہتے ہیں (اے بے نمازی! تیرے نماز نہ پڑھنے کا اللہ کی تعریف نہ کرنے کی اللہ کو کچھ پروا نہیں) اس حدیث کی روایت دار قطنی نے کی ہے)

بَابُ التَّنْظِيفِ وَالتَّبْكِيرِ

اس باب میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا، اپنے پاس جو بہترین کپڑا ہے وہ پہننا اور خوشبو لگانا اور گھر سے جہاں تک ہو سکے، نماز جمعہ کے لیے جلد نکلنا مذکور ہے

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید و فرخت چھوڑ دو"

ف: دوڑنے سے مراد بھاگنا نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز کے لیے تیاری شروع کر دو اور ذکر اللہ سے جمہور کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔

ف: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے، اور دنیا کے تمام مشاغل جو ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب بنتے ہوں اس میں داخل ہیں۔ اذان ہونے کے بعد سب کو ترک کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے نماز جمعہ کی فرضیت، اور بیع وغیرہ مشاغل دنیویہ اور سعی یعنی اہتمام نماز کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ سننے کا ثبوت بھی ہے۔

۱۸۰۲ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اس کے پاس جو کپڑے ہیں، اور ان میں سے جو اچھے کپڑے ہیں (اور جو شریعت میں ناجائز نہیں ہیں) وہ پہنے اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اس کو لگایا، پھر نماز جمعہ کے لیے مسجد میں آیا، اور (مسجد میں) لوگوں

كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ نَحْوَهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ لَا يُؤْذِي أَحَدًا فَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْإِمَامَ خَرَجَ صَلَّى مَا بَدَا لَهُ وَإِنْ وَجَدَ الْإِمَامَ قَدْ خَرَجَ جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ حَتَّى يَقْضِيَ الْإِمَامُ جُمُعَتَهُ وَكَلَامَهُ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ خَلَا شَيْخِ أَحْمَدَ وَهُوَ ثِقَةٌ قَالَهُ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ -

کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے نہیں گزرا (بلکہ جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا) پھر جو نماز اس کو پڑھنا ہے پڑھی اور پھر جب امام خطبہ کے لیے اُٹھا تو اس وقت سے نماز ختم کے تک خاموش رہا، تو ایسے شخص کے وہ سب گناہ جو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک ہوئے ہیں، وہ سب بخش دیئے جاتے ہیں، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ابو داؤد اور امام طحاوی کی روایت میں مذکورہ الصدر الفاظ تھے۔ اور امام احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب مسجد میں آیا تو کسی کو ایذا نہ دی (جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا اور دیکھا کہ) امام ابھی خطبہ کے لیے نہیں نکلا ہے تو جو نماز اس کو پڑھنی ہے، پڑھ لی، اور اگر دیکھا کہ امام خطبہ دینے کے لیے نکل چکا ہے تو (بغیر کوئی نماز پڑھے ... اپنی جگہ) بیٹھ گیا اور خطبہ سنتا رہا، (اگر اس کو ایسی جگہ ملی کہ وہاں اس کو امام کے خطبہ کی آواز نہیں پہونچ رہی ہے تو خاموش رہا (اس کا خاموش رہنا بھی خطبہ سننے کے حکم میں ہے) یہاں تک کہ امام نے خطبہ اور نماز ختم کر لی، اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

١٨٠٣ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذٰلِكَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کے لیے (مسجد میں) آنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو ایسا شخص ہے کہ (خطبہ ہو رہا ہے) لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا ایذا دیتا ہوا آ رہا ہے پھر بیٹھا بھی ہے تو کچھ باتیں کر رہا ہے یا اشارہ کر رہا ہے، ایسے شخص کو جمعہ سے کوئی حصہ نہیں، دوسرا شخص ایسا

تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ)

ہے کہ لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے نہیں آیا اور نہ کسی کو ایذا دی، مگر یہ سمجھ کر کہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے (زبان سے) دعا کر رہا ہے۔ (دل میں دعا کا خیال رہنا کافی تھا، یہ زبان سے دعا میں مشغول رہنے کی وجہ سے خطبہ برابر نہیں سن رہا ہے، اس وجہ سے اس کو بھی جمعہ کا کامل ثواب نہیں ملے گا۔ اب رہی دعا تو اللہ کو اس کا اختیار ہے کہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ تیسرا شخص وہ ہے کہ خطبہ سے پہلے حاضر ہو کر بغیر کسی کو ایذا دیئے ہوئے بیٹھا ہے۔ یا خطبہ کے وقت آیا تو کسی کو ایذا نہیں دی، جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا، اور بہت توجہ سے خطبہ سن رہا ہے تو یہ شخص جمعہ کی غرض پوری کر رہا ہے اس کو یہ صلہ ملے گا کہ اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ تک کے اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، چونکہ اس کو اللہ کی رضامندی مقصود تھی اور کوئی غرض نہ تھی، اس لیے نیکیوں کے ثواب کا اللہ تعالٰی کے پاس جو قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کو دس گنا کر کے دیتے ہیں، اس لیے سات دن کے سوا اور تین دن کے بھی گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۱۳۰۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلٰوةَ وَلَا كَلَامَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْإِمَامُ

(رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ (جمعہ کے دن جہاں تک ہو سکے جلد مسجد پہنچے) اگر کوئی ایسے وقت آیا کہ امام منبر پر بیٹھا ہے تو اس کو چاہیئے کہ امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک (خاموش بیٹھا رہے) اور (دونوں خطبوں کے وقت) کوئی نماز نہ پڑھے اور نہ کوئی کلام کرے، اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ جب امام خطبہ شروع کر دے تو حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، اور کوئی ایسا فعل کرنا جو خطبہ سننے میں مخل ہو، مکروہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا، پھرنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی اور وظیفہ پڑھنا، یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، یا اگر کوئی باتیں کر رہا ہو تو اس کو خاموش رہو کہنا۔ یہ سب چیزیں جیسا کہ حالت نماز میں ممنوع ہیں، ویسا ہی شروع خطبہ سے لے کر دونوں خطبوں کے ختم ہونے تک ممنوع ہیں۔ ۱۲

۱۸۰۵ وَعَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ الصَّلٰوةَ وَالْكَلَامَ بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ نَحْوَهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی گئی ہے کہ خطیب (جس مصلی پر بیٹھا ہے) خطبہ دینے کے لیے جب اپنے مصلی سے اٹھے تو اس وقت سے دونوں خطبوں کے ختم ہونے تک کسی نماز کے پڑھنے یا کلام کرنے کو یہ سب حضرات مکروہ (تحریمی) سمجھتے تھے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔ اور امام طحاوی نے بھی ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۸۰۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَالَّذِيْ يَقُوْلُ لَهٗ اَنْصِتْ لَيْسَ لَهٗ جُمُعَةٌ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص[1] ایسے وقت کہ جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو، کوئی کلام کرے تو اس کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر مسائل کی کتابیں لدی ہوئی ہوں[2]، اور اگر کسی نے خطبہ کی حالت میں باتیں کرنے والے کو زبان سے کہا) چپ رہو، کہنے والے کو جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا اس کی روایت امام احمد نے

---

[1] جس کو معلوم ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں کے وقت کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے باوجود اس کے پھر وہ باتیں کرے۔

[2] کہ اس گدھے کو ان کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں، ایسا ہی اس شخص کو جو مسئلہ سے واقف ہونے کے باوجود پھر کلام کرے تو اس مسئلہ کے واقف ہونے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں۔

کی ہے۔

۱۸۰۷ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرِ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن بیوی سے جماع کر کے خود بھی غسل کیا، اور بیوی کو بھی غسل کرایا (اور سارے خطرات شہوت سے پاک دل لے کر) مسجد کی طرف چلا، اور بہت سویرے مسجد میں پہنچ گیا، تاکہ خطبہ ابتداء ہی سے اس کو مل سکے[1] مسجد کو پیدل جائے اور سوار نہ جائے[2] اور امام سے قریب بیٹھے۔ (اوّل وقت جانے کی وجہ سے قریب جگہ مل گئی) اور خطبہ کو بہت دل لگا کر غور سے سنے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ جس سے خطبہ کا ثواب ضائع جائے تو ایسے شخص کو اس کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور ایک سال کی شب بیداری کا ثواب ملے گا (یہ ہے خدا کی دین، وہ بڑے قدر داں ہیں، تھوڑی سی عبادت پر بہت بڑا ثواب دیتے ہیں) اس حدیث کی روایت ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۸۰۸ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت عبید بن سباق تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ حدیث اس طرح پہنچی ہے کہ رسول اللہ

---

[1] شروع اسلام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مسجد میں جمع ہوتی تھیں، ایسے موقع پر کوئی شخص آنکھوں کو روک سکتا ہے مگر دل کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہے نماز میں کھڑا ہے بے اختیار عورت کا خیال آرہا ہے جب اگر بیوی سے جماع کر لے تو شہوت کے وساوس اور خطرات دل سے سب نکل جاتے ہیں، اور یکسوئی دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس یکسوئی کے حاصل کرنے کے بارے میں ارشاد ہے کہ جمعہ کی تیاری میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوی سے جماع کرلے تاکہ شہوت کے خیالات دل سے نکل جائیں، دل سب خطرات سے پاک ہو جائے

[2] عذر سے اگر سوار ہو کر جائے تو وہ اور بات ہے، بغیر عذر کے سواری میں چلنے سے غرور اور نخوت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بھی دل کو پاک وصاف کرنے کے لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ

سَلَّمَ فِیْ جُمُعَۃٍ مِّنَ الْجُمَعِ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ جَعَلَہُ اللہُ عِیْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طِیْبٌ فَلَا یَضُرُّہٗ اَنْ یَّمَسَّ مِنْہُ وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ۔

رَوَاہُ مَالِکٌ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْہُ وَھُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَّصِلًا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جمعہ میں ارشاد فرمایا، مسلمانو! جمعہ کا دن (بڑی) عظمت والا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو مسلمانوں کے لیے عید بنایا ہے (عید کے دن تم غسل کیا کرتے ہو، جمعہ بھی عید کا دن ہے) جمعہ کے دن بھی غسل کیا کرو، اگر کسی کے پاس خوشبو موجود ہو تو اس کو چاہیئے کہ خوشبو لگالے اور تم اس دن ضرور مسواک کیا کرو (تاکہ اس سے منہ کی بو باقی نہ رہے، اور طہارت کامل ہو جائے) اس حدیث کی روایت امام مالک نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی عبید بن سباق کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسا ہی سُنا ہے۔

۱۸۰۹/۸ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَّغْتَسِلُوْا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلْیَمَسَّ اَحَدُھُمْ مِّنْ طِیْبِ اَھْلِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَالْمَاءُ لَہٗ طِیْبٌ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا غسل ثابت ہے یعنے ہر مسلمان کے لیے مشروع ہے (جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے غسل کرے یہ مستحب ہے) غیروں سے خوشبو مانگنے کی ضرورت نہیں، اپنے پاس یا اپنے گھر والوں کے پاس خوشبو ہو تو اس کو لگانے، اگر خوشبو نہ پائے تو اس کے لیے پانی ہی خوشبو ہے[1]۔ اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۱۸۱۰/۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگرچہ غسل کرنا جمعہ کے

[1] (یعنی غسل کرنا ہی خوشبو کے برابر ہے کہ اس سے خوشبو کا مقصد ایک حد تک پورا ہو جائے گا کیونکہ پانی سے میل کچیل اور جسم کی بدبو اور پسینہ دور ہو جاتا ہے۔

اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دن مستحب تھا، کسی وجہ سے نہ کر سکا تو خیر) وضو ہی کرے اور وضو کو (گھر ہی سے) مستحبات اور سنن کی پابندی کے ساتھ کیا، پھر جمعہ کے لیے مسجد آیا اور امام کے نزدیک ہو کر بیٹھا، غور سے اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا تو اس کو یہ صلہ ملے گا کہ اس جمعہ سے لے کر گزشتہ جمعہ تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں (اس کے علاوہ اور تین دن کے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے) اور جو (خطبہ کی حالت میں بجائے دل لگا کر خطبہ سننے کے) کنکریاں الٹ پلٹ کرتا رہا تو اس نے لغو فعل کیا (اور اس لغو فعل کی وجہ سے اس کو خطبہ کا کامل ثواب نہیں ملے گا) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۱۱
۱۰
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بُدْنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے (جامع) مسجد کے ہر دروازہ پر (صبح ہی سے) ٹھہرتے ہیں اور ترتیب وار ہر آنے والے کا نام لکھتے رہتے ہیں، جمعہ کے دن سویرے اوّل وقت جو لوگ مسجد میں آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب مکہ معظمہ کی طرف قربانی کے لیے اونٹ بھیجنے والے کو ملتا ہے۔ اس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظمہ کی طرف قربانی کے لیے گائے بھیجنے والے کو ملتا ہے اور اس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظمہ کی طرف قربانی کے لیے مینڈھا بھیجنے والے کو ملتا ہے اور اس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظمہ میں خیرات کے لیے

مرغ بھیجنے والے کو ملتا ہے، اور اس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں، ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظمہ میں خیرات کے لیے انڈا بھیجنے والے کو ملتا ہے (اسی طرح یہ ثواب گھٹتا رہتا ہے) یہاں تک کہ خطیب خطبۂ جمعہ کے لیے اُٹھتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر کو لپیٹ لیتے ہیں[1] اور فرشتے خطبہ سننے کے لیے مسجد میں آ جاتے ہیں (اور خطبہ سننے) میں لگ جاتے ہیں (بخاری اور مسلم)

١٨١٢ ١١ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يُخَالِفُ اِلٰى مَقْعَدِهٖ فَيَقْعُدُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ افْسَحُوْا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے بھائی کو خود اس کی جگہ بیٹھنے کے لیے ہرگز اس کی جگہ سے نہ اٹھائے، بلکہ یہ کہے کہ ذرا ذرا ہٹ کر مجھے بھی جگہ دو۔ (مسلم)

١٨١٣ ١٢ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قِيْلَ لِنَافِعٍ فِي الْجُمُعَةِ قَالَ فِي الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، نافع سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ ممانعت صرف جمعہ کے لیے ہے؟ تو حضرت نافع جواب دیا، نہیں، یہ ممانعت جمعہ کے لیے بھی ہے اور جمعہ کے سوا دوسری نمازوں کے لیے بھی ہے[2]۔ (بخاری و مسلم)

١٨١٤ ١٣ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے

---

[1] یعنے امام خطبہ کے لیے اٹھنے کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کا نام فرشتے فہرستوں میں لکھنا بند کر دیتے ہیں۔
[2] یہاں اگر کوئی شخص ایثار کے طور پر خود اُٹھ کر دوسرے کو اپنی جگہ بٹھائے تو اس شخص کا بیٹھنا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ایسا ہی لکھا ہے، اور مرقات میں لکھا ہے کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف جگہ سے اُٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جانا حرام اور ناجائز ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ۔

روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کسی کو گنجائش ہے تو وہ اپنے روزانہ استعمال کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے ایک جوڑا (خاص) بنائے رکھے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔ اور امام مالک نے اس کی روایت یحییٰ بن سعید سے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں جمعہ کے لیے ایک خاص جوڑا بنائے رکھنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی عزت کرے، اور مقدور کے موافق صاف وستھرے عمدہ کپڑے پہنے جیسے کوئی دربار میں جاتا ہے تو کس اہتمام اور شان سے جاتا ہے۔ غرض جمعہ کے دن کیلئے ایک خاص جوڑا بنائے رکھے اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کرے۔ (مرقات) ۱۲۔

۱۸۱۵ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ
۱۴
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الذِّكْرَ وَادْنُوْا مِنَ الْاِمَامِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَاِنْ دَخَلَهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جمعہ کے دن مسجد میں اوّل وقت آیا کرو صف اوّل میں بیٹھا کرو) جہاں تک ہو سکے، امام سے قریب رہا کرو (تاکہ تم آسانی سے خطبہ سُن سکو) بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ وسیع جگہ ملنے کے لیے امام سے دُور رہا کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جنت میں داخل تو ہوں گے مگر جنت میں جانے میں ان کو پیچھے رکھا جائے گا، ایسا ہی جنت کے مراتب و درجات کے دیتے ہیں بھی ان کو پیچھے ہی رکھا جائے گا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۱۸۱۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَاَنْ يُّصَلِّيَ
۱۵
اَحَدُكُمْ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّقْعُدَ حَتّٰى اِذَا قَامَ الْاِمَامُ جَاءَ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام کھڑا ہوا (جمعہ کا) جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو، ایسے وقت کوئی شخص آیا اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے چلا، ایسا شخص گھر ہی میں بیٹھے رہتا تو اچھا

(رَوَاہُ مَالِكٌ فِی الْمُوَطَّا)

ہوتا، اس کے بیے گرم پتھر وں پر ہی نماز پڑھ لینا لوگوں کی گردنوں پر پھلانگتے ہوئے آگے جانے سے بہتر تھا۔ اس کی روایت امام مالک نے موطا میں کی ہے۔

۱۸۱۷/۱۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَتَخَطَّى النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَيْتَ وَاٰنَيْتَ

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب جمعہ کے دن مسجد میں ایسے وقت آئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، وہ صاحب لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: وہیں بیٹھ جاؤ، تم تو ایذاء دیتے ہوئے پھلانگ کر آرہے ہو۔ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۸۱۸/۱۷ وَعَنْ اَبِی الزَّاهِرِيَّةِ قَالَ كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ

ابو الزاہریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن صحابی رسول عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے (وہ ہم کو احادیث سنا رہے تھے) ایک شخص لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے ہمارے پاس آرہا تھا، اس کو دیکھ کر عبد اللہ

۱؎ کہ وہ خطبہ کے وقت گردنوں پر سے پھلانگنے کے ناجائز عمل کا مرتکب نہ ہوتا، جب وہ دیر سے آیا تھا تو پھلانگتے ہوئے آگے جانے کی بجائے اس کو چاہیئے تھا کہ گرم پتھروں پر ہی بیٹھتا اور وہیں نماز پڑھتا۔

۲؎ کیا جمعہ کے لیے آنے کا یہ وقت ہے، تم بہت دیر کرکے آئے ہو، خطبہ شروع ہونے کے بعد بغیر ایذاء دیئے کے بھی پھلانگ کر آنا ناجائز ہے۔

۳؎ یہ تو بہت ہی برا ہے، یوں بھی خطبہ شروع ہونے کے بعد کوئی عمل ہو، ناجائز ہے، پھلانگ کر آنا بھی عمل ہے، اس طرح سے بھی تم ناجائز کام کر رہے ہو، ہاں خطبہ شروع ہونے کے پہلے بغیر کسی کو ایذاء دیئے کہ اگلی صفوں میں خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے پھلانگتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں، مگر اس کا اندازہ کرنا کہ پھلانگتے ہوئے جانا بغیر ایذاء دیئے کے ہے بہت مشکل ہے، اس لیے پھلانگ کر نہ جائیں بھی تو اچھا ہے۔

جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَيْتَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ وَيُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ كَالْجَارِّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلطَّبْرَانِيِّ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ رَاَيْتُكَ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ وَتُؤْذِيْهِمْ مَنْ اٰذٰى مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

بن بسر نے فرمایا[1]۔ ایک وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایک صاحب ایسا ہی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے آرہے تھے، ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[2] نہیں جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ جاؤ، تمہارے پھلانگ کر آنے سے لوگوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد و نسائی نے کی ہے، اور امام احمد کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام اپنی جگہ سے اُٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے جا رہا ہو، اس وقت اگر کوئی شخص لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا جائے اور (صف میں بیٹھے ہوئے) دو شخصوں کو چیرتے ہوئے چلے، تو اس کو کچھ خبر ہے کہ وہ کیسے عذاب کا مستحق ہو رہا ہے یاد رکھو کہ مکہ معظم میں جس شخص نے بت پرستی کا آغاز کیا تھا، وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچنے کی جیسی سزا پائے گا، ویسے ہی یہ شخص بھی جو گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے ایذاء دیتے ہوئے جاتا ہے۔ اس طرح کی سزا پائے گا۔ اور طبرانی کی ایک روایت میں امام احمد کی صدر کی روایت کی طرح مذکور ہے۔ مگر طبرانی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ[3] سنو کہ جو مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے سمجھ لو کہ وہ مجھے ایذا دے رہا ہے، اور جو مجھے ایذا دیتا ہے تو اس کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ایذا

۱ؔ (مجلسوں میں بغیر ایذا دیئے کے پھلانگتے ہوئے اگر کوئی آئے تو یہ جائز ہے، اگر ایذا دیتے ہوئے پھلانگ کر آئے تو ناجائز ہے۔ ان صاحب کے پھلانگتے ہوئے آنے پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا واقعہ یاد آیا)

۲ؔ کہ خطبہ کی حالت میں تمہارا پھلانگتے ہوئے آنا ہی ناجائز ہے، پھر ایذاء دیتے ہوئے پھلانگ کر آنا اور بھی برا ہے۔

١٨١٩/١٨ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ
أَوْسٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ
بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَجَمَعَ بِنَا فَنَظَرْتُ
فَإِذَا جُلُّ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ
أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُمْ مُحْتَبِيْنَ وَالْإِمَامُ
يَخْطُبُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ كَانَ
ابْنُ عُمَرَ يَحْتَبِيْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ
ـــــ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَشُرَيْحٌ
وَصَعْصَعَةُ بْنُ صُوْحَانَ وَسَعِيْدُ
ابْنُ الْمُسَيِّبِ وَإِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ
وَمَكْحُوْلٌ وَإِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدِ
ابْنِ سَعْدٍ وَنُعَيْمُ بْنُ سَلَامَةَ
قَالَ لَا بَأْسَ بِهَا۔

دے رہا ہے۔ اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے اس کا کیا انجام ہوگا تم کو معلوم ہے۔

حضرت یعلی بن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیت المقدس حاضر ہوا حضرت معاویہ نے ہم کو نماز جمعہ پڑھائی، میں نے دیکھا کہ مسجد میں جتنے لوگ ہیں، ان میں سب سے بڑی تعداد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی ہے، میں نے دیکھا کہ امام خطبہ دے رہے تھے اور وہاں جتنے صحابۂ کرام موجود تھے وہ سب احتباء کیے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن عمر، انس بن مالک شریح، صعصعہ ابن صوحان، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، مکحول اسماعیل بن محمد بن سعد اور نعیم بن سلامہ یہ سب حضرات امام کے خطبہ دینے کی حالت میں احتباء کئے ہوئے بیٹھا کرتے تھے، اور ابو داؤد نے یہ بھی کہا ہے کہ جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے وقت احتباء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی واسطے عمدۃ الرعایہ میں جامع المضمرات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں نمازیوں کے لیے کوئی خاص قسم کا بیٹھنا نہیں ہے چاہیں، تو احتباء کئے ہوئے بیٹھیں، چاہیں چوزانو بیٹھیں، یا جس حالت میں آسانی اور سہولت ہو اس حالت میں بیٹھیں، اب احتباء کے معنی سنئے، احتباء یہ ہے کہ مصلی پر اس طرح بیٹھے کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور پیروں کے دونوں تلوے زمین پر جمے ہوئے ہوں، اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو گھیرے ہوئے ہو، یا کپڑا کمر سے لے کر گھٹنوں سمیت باندھے

اور زمین پر ٹیک کر بیٹھے۔

۱۸۲۰/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن ہو اور اس کو نیند آئے اور اُونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہ جگہ بدل دے[1] اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ

اس باب میں خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے احکام مذکور ہیں۔

ف: واضح رہے کہ نماز جمعہ کا خطبہ فرض ہے کہ خطبہ کے بغیر نماز جمعہ صحیح نہیں، اور خطبہ کے فرائض دو ہیں:

(۱) وقت یعنے خطبہ زوال کے بعد ہو، اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔
(۲) خطبہ نماز جمعہ سے پہلے ہو، اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

جمعہ کے خطبہ میں (۱۵) سنتیں ہیں۔

(۱) خطیب کا طہارت کی حالت میں خطبہ دینا، جنبی اور بے وضو شخص کا خطبہ دینا مکروہ ہے۔
(۲) خطیب جب خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ مسجد میں امام کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔
(۳) پہلا خطبہ ختم کرنے کے بعد دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھے۔
(۴) خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطیب کا کھڑا رہنا۔
(۵) خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطیب کا رُخ لوگوں کی طرف رہنا اور لوگوں کا رخ خطیب کی طرف رہنا۔
(۶) خطبہ اولیٰ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔
(۷) خطبہ کو حمد وثناء الٰہی سے شروع کرنا اور ایسے الفاظ سے حمد وثنا کا بیان کرنا جو شان اور

---

[1] تاکہ حرکت سے نیند اُچاٹ ہو جائے اور نیند کا غلبہ جاتا رہے۔ بخلاف اس کے کسی کو جمعہ کا خطبہ ہوتے وقت نیند آئے تو اٹھ کر جگہ نہیں بدلنا چاہیے۔ اس لیے کہ خطبہ سنتے وقت کوئی حرکت جائز نہیں ہے۔

عظمت الٰہی کے لائق ہو۔

۸۔ شہادت کے دونوں کلمے یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، کہنا۔

(۹) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنا۔

(۱۰) بُرے کاموں سے بچنے کی نصیحت اور نیک کاموں کے کرنے کی ترغیب ایسے الفاظ میں بیان کرنا جو نہایت موثر ہیں۔

(۱۱) قرآن مجید کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا۔

(۱۲) دوسرے خطبہ میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا، اور بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لیے دُعا کرنا۔

(۱۳) دوسرے خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آل و اصحاب و ازواج مطہرات خصوصًا خلفاء راشدین اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے دُعا کرنا۔

(۱۴) خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا، بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

(۱۵) خطیب کا خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھنے کے وقت سے لے کر نماز شروع کرنے تک نہ تو کسی کو سلام کرنا اور نہ کسی سے کلام کرنا (عینی، ہدایہ)

ف۲ مسئلہ۱ کتاب ارکان اربعہ میں مذکور ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد حسب عادت دُعاء اذان پڑھنا چاہیئے اور جمعہ کی دوسری اذان جو خطیب کے سامنے خطبہ شروع ہونے سے پہلے دی جاتی ہے، اس اذان کے بعد دُعاءِ اذان نہ تو خطیب پڑھے نہ نمازی، اس لیے کہ خطیب جب اپنی جگہ سے خطبہ دینے کے لیے اُٹھ جاتا ہے تو نماز شروع کرنے تک، سلام، کلام اور دُعاء سب ناجائز ہے۔ جب کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو ایک بار درود شریف زبان سے ضرور پڑھے جو نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھے اس کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بخیل فرماتے ہیں، مگر دو خطبوں کے دوران میں نام مبارک آئے بھی تو زبان سے درود نہ پڑھے، ہاں دل سے درود پڑھ لیا کرے، مگر خطیب جب دوسرے خطبہ میں آیت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" پڑھے تو سب نمازیوں کو چاہیئے کہ آہستہ زبان سے ایک بار درود شریف پڑھیں۔

مسئلہ۲: دونوں خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھے تو اس وقت امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر یا بغیر ہاتھ اُٹھائے زبان سے دُعا مانگنا جائز نہیں۔ (درمختار)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو"،

۲۔ وَقَوْلُهٗ
وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور نہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔

ف: ایک بار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آپہنچا، دستور کے مطابق طبل سے اس کا اعلان گیا، تنگی و گرانی کا زمانہ تھا، حاضرین مسجد نے خیال کیا کہ اگر ہم دیر میں پہنچے تو سب مال فروخت ہو جائے گا اور ہم کو مل نہ سکے گا اس خیال سے سب لوگ اٹھ کر چلے گئے، صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ف: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے، اور خطبۂ جمعہ کے درمیان بیٹھنا بھی سنت ہے۔

۳۔ وَقَوْلُهٗ: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پھیل جاؤ۔

ف: نماز جمعہ پڑھ چکنے کے بعد ظہر نہ پڑھے، کیونکہ رب تعالیٰ نے بعد نماز جمعہ پھیل جانے کا حکم دیا ہے جس پر نماز جمعہ فرض ہے اس پر ظہر فرض نہیں، ورنہ چھ نمازیں فرض ہوں گی۔

ف: نماز جمعہ کے بعد لوگوں کے لیے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہوں یا طلب علم، یا عیادت مریض، یا شرکت جنازہ، یا زیارت علماء اور اس کے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو۔

۱۸۲۱/۱ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی نماز آفتاب کے ڈھلنے کے بعد یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

یہ حدیث امام اعظم علیہ الرحمہ کی قوی دلیل ہے کہ جمعہ آفتاب ڈھلنے سے پہلے جائز نہیں ہے، امام احمد کے نزدیک جمعہ سورج نکلنے سے شروع ہو جاتا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

ف: سورج ڈھل جانے کے وقت میں نماز جمعہ پڑھنے کا جو اس حدیث میں ذکر ہے وہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ گرمی شدید نہ ہوتی تھی، شدید گرمی میں جمعہ ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت انس کی دوسری روایت میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے نہ پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زوال سے پہلے نماز جمعہ جائز نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زوال کے بعد نماز جمعہ ادا فرماتے ہیں۔

۱۸۲۲/۲ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز سے پہلے نہ قیلولہ کرتے، نہ صبح کا کھانا کھاتے (بلکہ یہ کام

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نماز جمعہ کے بعد کرتے تھے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مطلب یہ کہ ہم دوپہر کا کھانا اور دوپہر کا آرام جمعہ کے بعد تک کے لیے مؤخر کر دیتے تھے کیونکہ پہلا وقت ہم تیاری جمعہ میں صرف کر دیتے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جمعہ کی نماز صبح سویرے پڑھ لیتے تھے۔ اور یہ حدیث حنفیوں کے مخالف بھی نہیں ہے۔

۱۸۲۳ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں جمعہ کے روز پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب کہ امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا اور دونوں خطبوں کے ختم ہونے کے بعد نماز جمعہ کے پہلے دوسری اذان یعنی (اقامت کہی جاتی تھی) لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب آبادی بڑھ گئی (اور لوگوں کی کثرت ہونے لگی اور لوگ دور دور تک پھیل گئے تو سب کو اطلاع دینے کے لیے آپ نے جمعہ کے روز جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد) تیسری اذان کا اضافہ فرمایا جو مقام زوراء میں دی جاتی تھی (اور یہ وہی اذان ہے جو جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد ہی دی جاتی ہے جس کو اب پہلی اذان کہا جاتا ہے، یہ اذان اجماع صحابہ سے ثابت ہوئی ہے اور احکام قرآن اور حدیث کی طرح اجماع سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۸۲۴ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَّ خُطْبَتُهٗ قَصْدًا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ اور عیدین میں) دو دو خطبے دیا کرتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ دو خطبوں کے

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

درمیان (تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار) بیٹھا کرتے تھے (اور ان دونوں خطبوں کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دُعا نہیں فرماتے تھے) دونوں خطبوں میں کچھ قرآن ضرور پڑھتے تھے۔ (اور خطبوں میں حضور لوگوں کو ایسی نصیحت فرماتے تھے[1] اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی، اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ (نہ زیادہ طویل نہ بہت مختصر) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۲۵ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِّنْ فِقْہِہٖ فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوۃَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَۃَ وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا۔
۵

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ یقیناً نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر پڑھنا انسان کی دانشمندی کی علامت ہے[2]۔ نماز طویل پڑھا کرو (اس لیے کہ نماز مقصود ہے اور جو چیز مقصود ہوتی ہے، وہی طویل ہونی چاہیئے اور خطبہ (موثر) مختصر دیا کرو، اس لیے کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں، اس کی روایت مسلم نے کی ہے

۱۸۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
۶

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

---

[1] جس سے ترغیب وترہیب ظاہر ہوتی اور خوف اور امید پیدا ہوتی تھی۔

[2] (اس وجہ سے کہ خطبہ میں توجہ الی اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور نماز میں توجہ الی اللہ حاصل ہو جاتی ہے، توجہ الی اللہ کی تعلیم مختصراً کافی ہے اور توجہ الی اللہ جب نماز میں حاصل ہو جاتی ہے تو نماز میں جس قدر دیر تک رہے۔ وہ بہتر ہے۔ اس لیے خطبہ مختصر اور نماز طویل ہونی چاہیئے۔ اسی مصلحت سے ارشاد ہو رہا ہے کہ خطبہ مختصر دیا کرو، نہ اتنا کم کہ خطبہ کا مقصود حاصل نہ ہو، نہ اتنا طویل کہ سننے والے اکتا جائیں بلیغ انداز سے ضرورت کے موافق خطبہ دیا کرو، اور جب نماز کی نوبت آئے تو جس قدر ہو سکے توجہ الی اللہ میں رہا کرو، تم کو معلوم ہے کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں، اور اگر تم مؤثر اور مختصر خطبہ دیا کرو، تو وہ کافی ہے بے اثر طویل خطبہ دینے سے اس لیے تم کو نصیحت کی جا رہی ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُولُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تھے[1] تو غضب کی جیسی حالت آپ پر طاری ہو جاتی تھی اور آواز بلند ہو جاتی تھی، اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں اس وقت پھر آپ جو تقریر فرماتے تھے اس کا عجیب مؤثر انداز ہوتا تھا، سارے سامعین کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے غنیم چڑھ آنے کی کیفیت سنی جائے کہ وہ صبح یا شام حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو جو ہیبت طاری ہوتی تھی[2]، میرا آنا قیامت کے آنے کی خبر دے رہا ہے، کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی دکھا کر ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد قیامت ہی ہے[3]، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۲۷ وَعَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دخطبہ میں سورۂ زخرف ۴۳/۷۷) کی یہ آیت منبر پر پڑھتے ہوئے سُنا ہے۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمیں تمام کر چکے۔ (بخاری و مسلم)

ف، دوزخی کل قیامت کے دن جہنم کے داروغہ سے کہیں گے اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں موت عطا فرما دیں۔ مالک جہنم کے داروغہ کا نام ہے۔ منکرین وسیلہ کے لیے مقام غور ہے

[1] کیا کہوں حضور کی اس وقت کیسی حالت ہوتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی شانِ قہاریت اور اللہ تعالےٰ کے جلالی صفات آپ کے پیش نظر ہیں اور امت کے قصور اور ان کی کوتاہیوں کا بھی خیال آ رہا ہے، اور میدان قیامت اور وہاں کی پریشانیاں حضور کو یاد آ رہی ہیں اس لیے۔

[2] اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب عذاب آتا ہے کہ جب عذاب آتا ہے، چونکہ میدان قیامت بھی خطبہ کے وقت حضور کے پیش نظر رہتا تھا، اس لیے ارشاد فرما رہے ہیں، تم یہ نہ سمجھنا کہ قیامت دور ہے۔

[3] بیچ میں کوئی اور پیغمبر نہیں، اس لیے قیامت کو دور نہ سمجھنا، اس حدیث سے امت کے خطیبوں کو ارشاد ہو رہا ہے۔ اے خطبائے امت! یہ خطبہ کے آداب ہیں جو اس حدیث سے ظاہر ہو رہے ہیں تم کو خطبہ ایسے انداز سے دینا چاہیئے)

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا مسنون ہے (مرقات)

۱۸۲۸ وَعَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ قٓ و القرآن المجید، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر یاد کرلی، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ میں سورۂ قٓ کی تلاوت (اکثر) فرماتے تھے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر جمعہ کو خطبہ میں سورۂ قٓ پڑھا کرتے تھے۔ اس بارے میں اشعۃ اللمعات اور مرقات میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور کا سورۂ قٓ کو ہر جمعہ میں پڑھنا اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ام ہشام مسجد نبوی میں جمعہ کے لیے حاضر ہوا کرتی تھیں، نہ کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمر بھر ہمیشہ سورۂ قٓ کو ہر جمعہ میں پڑھتے تھے دوسرے یہ کہ حضور سورۂ قٓ کی پوری سورت ہر جمعہ میں تلاوت نہیں فرماتے تھے، بلکہ ام ہشام کے حاضر ہونے کی مدت میں مختلف خطبوں میں سورۂ قٓ کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھا کرتے تھے، اس حدیث سے بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲۔

۱۸۲۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ اَرَاهُ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) دو خطبے پڑھا کرتے تھے (اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے) آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے اس کے بعد جب موذن (آپ کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر) اذان کہنے سے فارغ ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے۔ پھر خطبہ اولیٰ سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتے تھے، اور اس وقت کچھ کلام نہیں کرتے تھے، پھر دوبارہ کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیا کرتے تھے، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ ایسے شہر میں جس کو مسلمانوں نے تلوار کے

زور پر فتح کیا ہو، جیسے مکہ معظمہ تو وہاں امام تلوار پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرے، اور ایسے شہر میں جہاں کے لوگ برضا ورغبت مسلمان ہوئے ہوں جیسے مدینہ منورہ امام وہاں تلوار پر ٹیک دے کر خطبہ نہ دے، بلکہ ایسے مقام پر عصا پر ٹیک دے کر خطبہ دیا کرے، اور قہستانی نے محیط کے باب العید کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہے کہ جیسے امام کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے اسی طرح امام کو خطبہ کے وقت عصا پر ٹیک دے کر خطبہ دینا بھی سنت ہے، ۱۲ -

۱۸۳۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ یَوْمٍ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف رکھی اور ہم سامعین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رُخ کئے ہوئے بیٹھے رہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف، ملتقی میں لکھا ہے "وَاسْتَقْبَلُوْہُ مُسْتَمِعِیْنَ"، یعنی خطبہ سنتے وقت سننے والے امام کی طرف رُخ کئے ہوئے بیٹھے رہیں، اور بحر میں لکھا ہے "اَنَّ السُّنَّۃَ فِی الْمُسْتَمِعِ اِسْتِقْبَالُ الْاِمَامِ یُخَالِفُ کَمَا عَلَیْہِ عَمَلُ النَّاسِ مِنْ اِسْتِقْبَالِ الْمُسْتَمِعِ لِلْقِبْلَۃِ"، یعنی سنت یہ ہے کہ سامعین خطبہ سنتے وقت امام کی طرف رُخ کئے ہوئے رہیں۔ اور آج کل جو عمل در آمد ہے کہ سامعین قبلہ رُخ رہتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں ابن المنذر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خطبہ سنتے وقت سامعین کا امام کی طرف رُخ کئے رہنے پر امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ اور دوسرے فقہا کا بھی اجماع ہے۔ ۱۲-

۱۸۳۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلَی الْمِنْبَرِ قَالَ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِکَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف رکھے اور (ملاحظہ کیا کہ کچھ لوگ کھڑے ہیں) تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے حضرات سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ حضور انور

لہ اگرچہ خطبہ کے وقت خطیب کا بات کرنا جائز نہیں ہے مگر امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہاں چونکہ جو صحابہ کھڑے ہوئے تھے ان کا امام کے منبر پر آجانے کے بعد کھڑا رہنا ناجائز تھا، اس لیے حضور نے امر بالمعروف کے لیے بیٹھ جاؤ ارشاد فرمایا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد جو بیٹھ جانے کے لیے ہوا تھا، اس وقت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازے کے پاس تھے، یہ ارشاد سنتے ہی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم کی تعمیل کے لیے دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے (عبد اللہ بن مسعود کو ارشاد ہوا کہ یہ میرا حکم تم سے متعلق نہیں ہے، تم مسجد میں آجاؤ (ابن مسعود کو بلانا بھی امر بالمعروف تھا) اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۱۸۳۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن سیاہ رنگ کا عمامہ سر پر باندھے خطبہ دیتے اور اس عمامہ کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہوتے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عمامہ کے دونوں کنارے کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عمامہ کا ایک کنارہ تو معمولاً دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا ہے اور دوسرا کنارہ بھی عمامہ باندھنے کے بعد عمامہ میں اُڑسنے کی بجائے عمامہ میں سے لے کر نیچے اتار دیا جائے جو دونوں کندھوں کے درمیان پہلے کنارہ کے ساتھ لٹکا ہوا رہے۔

۱۸۳۳ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِلٰى جَنْبِهٖ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ

حضرت عبد اللہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے اور وہ ابو الزاہریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو الزاہریہ عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابو الزاہریہ کہتے ہیں کہ میں

ے دیگر مسجد میں جو لوگ کھڑے ہوئے تھے ان کے بیٹھنے کے لیے حکم ہوا تھا، دروازے کے پاس والے لوگوں کے لیے بیٹھنے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لیے۔

الْجُمُعَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَیْتَ وَاٰنَیْتَ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَرَوَی النَّسَائِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ نَحْوَہٗ وَقَالَ الطَّحَاوِیُّ اَفَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ ھٰذَا الرَّجُلَ بِالْجُلُوْسِ وَلَمْ یَاْمُرْہُ بِالصَّلٰوۃِ۔

جمعہ کے دن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، عبد اللہ بن بسر نے مجھ سے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا آرہا تھا تو اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ۔ (تمہارے پھلانگ کر آنے سے) لوگوں کو ایذا پہنچتی ہے، تم بہت دیر کر کے آئے ہو اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور نسائی اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح بہتر ین سند سے اس کی روایت کی ہے، اور امام طحاوی نے کہا ہے، صاحبو! دیکھ رہے ہو کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھلانگتے ہوئے آنے والے شخص کو صرف بیٹھ جانے کا حکم فرماتے ہیں، اگر خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو نماز پڑھ کر بیٹھ جانے کا حکم دیتے صرف بیٹھ جانے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تمہید

حنفی مذہب میں خطبہ کے متعلق دو قول ہیں، صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں خطبے ہوتے وقت صلاۃ و کلام ناجائز ہے، خطبہ شروع ہونے کے پہلے یا خطبہ ختم ہونے کے بعد کلام وغیرہ کر سکتے ہیں، اس وجہ سے کہ خطبہ سننا فرض ہے خطبہ کی حالت میں صلاۃ و کلام ہو تو خطبہ سننے میں خلل پڑتا ہے، بخلاف اس کے اگر خطبہ کے پہلے یا خطبہ کے بعد کلام کیا جائے تو خطبہ سننے میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا۔ اس لیے خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام جائز ہے۔
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطیب جب اپنی جگہ سے خطبہ دینے کے لیے

لہ ذکر میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا ایک واقعہ سناتا ہوں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔

اُٹھے جب ہی سے صلاۃ و کلام ناجائز ہے، یہاں تک کہ خطبہ ختم کر کے نماز جمعہ شروع کرے اس لیے کہ بعض وقت کلام طویل ہو جاتا ہے اور خطبہ سننے میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے امام زہری کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرات علی، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ خطیب کے اپنی جگہ سے خطبہ کے لیے اُٹھنے کے بعد یہ سب حضرات صلاۃ اور کلام کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے قول سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس تمہید کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی حدیثوں کو پڑھیے۔

۱۸۳۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ سَلِيكٌ الْغَطَفَانِيُّ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سَلِيكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْهُمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ فِي سُنَنِهِ الْكَبِيرِ وَبَوَّبَ فِيهِ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سلیک غطفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جمعہ کے دن مسجد میں) ایسے وقت حاضر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا تو سلیک نماز پڑھے بغیر بیٹھ گئے، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم دو رکعت نماز پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، جی نہیں! تو حضور نے ارشاد فرمایا! اٹھو، اور دو رکعت پڑھ لو۔ اس کی روایت نسائی نے سنن کبیر میں کی ہے (اس حدیث سے صاحبین کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے صلاۃ و کلام جائز ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیک کو اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا جب کہ آپ نے ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا۔

۱۸۳۵ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَأَمْسَكَ عَنِ الْخُطْبَةِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں (جمعہ کے دن) ایسے وقت داخل ہو کر بیٹھ گیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو دو رکعت پڑھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے نماز سے فارغ

عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فَقَالَ یَا فُلَانُ اَصَلَّیْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ ثُمَّ انْتَظَرَہٗ حَتّٰی صَلّٰی۔

ہونے تک خطبہ دینے سے رکے رہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور دارقطنی کی ایک اور روایت جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے مروی ہے اور وہ معتمر سے روایت کرتے ہیں اور معتمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ ایک شخص (جمعہ کے دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خطبہ دینے کی حالت میں مسجد میں آکر بیٹھ گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے عرض کیا، جی نہیں، اس پر حضور نے ان سے فرمایا اٹھو اور نماز پڑھ لو، پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کے نماز سے فارغ ہونے تک انتظار فرمایا یعنی خطبہ دینے سے رکے رہے۔

۱۸۳۶
۱۶ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُ اَمَرَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ اَمْسَكَ عَنِ الْخُطْبَۃِ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ رَکْعَتَیْہِ ثُمَّ عَادَ اِلٰی خُطْبَتِہٖ۔

(رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ)

حضرت محمد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے حکم دیا تھا تو ان کے دو رکعت پڑھ کر فراغت حاصل کرنے تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم خطبہ دینے سے رُکے رہے اور اس کے بعد خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

ف:۔ ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اگر خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم خطبہ دینے سے رکے ہوئے نہیں رہتے، حضور کا خطبہ دینے سے رکے رہ کر ان سے نماز پڑھوانے سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز جائز نہیں ہے۔ ۱۲

۱۸۳۷
۱۷ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمِنْبَرِ مَعْصِیَۃٌ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَفِیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ لَہِیْعَۃَ وَثَّقَہٗ اَحْمَدُ وَکَفٰی بِہٖ ذٰلِكَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام (خطبہ دینے کے لیے) منبر پر آجائے تو اس وقت نماز پڑھنا گناہ ہے اس کی روایت امام طحاوی نے

کی ہے۔

۱۸۳۸ وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ
۱۸
الْقُرَظِيِّ أَنَّ جُلُوْسَ الْإِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ۔
(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کے لیے) منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت اگر نماز پڑھی جائے بھی تو نہیں ہوتی۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد نماز جائز نہیں اس سے ثابت ہوا کہ عین خطبہ ہوتے وقت نماز بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ نماز پڑھنے سے خطبہ سننے میں خلل واقع ہوتا ہے اور اسی لیے خطبہ ہوتے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ ۱۲

۱۸۳۹ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي الرَّجُلِ
۱۹
يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ قَالَ يَجْلِسُ وَلَا يُسَبِّحُ أَيْ لَا يُصَلِّيْ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ فَقَدْ رَوَيْنَا فِي هٰذِهِ الْآثَارِ أَنَّ خُرُوْجَ الْإِمَامِ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ جَاءَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ فَجَلَسَ وَلَمْ يَرْكَعْ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَلَا مَنْ كَانَ بِحَضْرَتِهِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابِعِيْهِمْ ثُمَّ قَدْ كَانَ شُرَيْحٌ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو جمعہ کے دن ایسے وقت مسجد میں آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو وہ کیا کرے تو ابن شہاب نے جواب دیا کہ وہ شخص بیٹھ جائے اور نماز پڑھے (اس لیے کہ خطبہ ہوتے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے) اس کی روایت امام طحاوی نے سند صحیح سے کی ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہم کو ایسی روایتیں پہنچی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جب اپنی جگہ سے خطبہ کے لیے نکلے تو ایسے وقت اگر نماز پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی، اس لیے ایسے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیئے امام طحاوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر میں تم کو صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایسے ہی عبد اللہ بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور بغیر نماز پڑھے بیٹھ گئے، عبد اللہ بن صفوان کے نماز پڑھے بغیر بیٹھ جانے کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا اور اس پر کسی

قسم کا انکار نہیں فرمایا، اور اس وقت وہاں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے اور جو تابعین وہاں موجود تھے ان سب حضرات نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں بغیر نماز پڑھے بیٹھنا چاہیئے، اس لیے کہ اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قاضی شریح بھی کبھی خطبہ ہوتے وقت مسجد میں آجاتے تو نماز پڑھے بغیر بیٹھ جایا کرتے اور اس وقت نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

۱۸۴۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا یَسْعٰی اِلَیْهَا اَحَدُکُمْ وَلٰکِنْ لِیَمْشِ وَ عَلَیْهِ السَّکِیْنَةُ وَ الْوَقَارُ صَلِّ مَا اَدْرَکْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
۲۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لیے اقامت ہو جائے تو تم میں سے کوئی (نماز میں شریک ہونے کے لیے) دوڑتے ہوئے نہ آئے، بلکہ سکون و اطمینان کے ساتھ آئے، اب نماز کا جتنا حصہ تم کو امام کے ساتھ مل جائے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لو اور جتنا حصہ تم کو امام کے ساتھ نہ ملے اس کی قضا کر لو[1] اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۴۱ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیْتُوا الصَّلٰوةَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَصَلُّوْا مَا اَدْرَکْتُمْ وَاقْضُوْا مَا سَبَقَکُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ وَلْیَقْضِ وَ رَوٰی اَحْمَدُ عَنْهُ وَمَا فَاتَکُمْ فَاقْضُوْا وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ
۲۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نماز کے لیے (معمولی رفتار سے) اطمینان کے ساتھ آیا کرو، جو کچھ نماز تمہیں مل جائے (جماعت کے ساتھ) پڑھ لو، اور جو باقی رہ جائے اس کو بعد میں پورا کر لو۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے، اور ابو داؤد کی ایک اور روایت

---

[1] مثلاً جمعہ کی نماز میں کسی کو دوسری رکعت کا سجدہ یا تشہد ملا تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ مجھے مل گیا، جو نماز ملی ہے اس کو تو امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو حصہ چھوٹ گیا ہے، یعنی جمعہ کی دونوں رکعتیں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملی ہیں، ان کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر ادا کر لے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَالْبَیْھَقِیُّ بِسَنَدٍ لَّا بَاْسَ بِہٖ۔

اور امام احمد کی روایت بھی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح ہے، اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اس کی روایت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کی ہے۔

۱۸۴۲ (۲۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَوٰی عَلَی الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاہُ بِوُجُوْھِنَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَفِی الْمَبْسُوْطِ یَسْتَحِبُّ لِلْقَوْمِ اَنْ یَّسْتَقْبِلُوا الْاِمَامَ عِنْدَ الْخُطْبَۃِ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ اَذَانِہٖ اَدَارَ وَجْھَہٗ اِلَی الْاِمَامِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (خطبہ دینے کے لیے جب) منبر پر تشریف رکھتے تو ہم (سامعین کسی قدر قبلہ کی طرف سے مڑ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رُخ کئے ہوئے بیٹھتے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور مبسوط میں مذکور ہے کہ سامعین کے لیے مستحب یہ ہے کہ امام خطبہ دیتے وقت سب امام کی طرف رُخ کئے ہوئے رہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو دیکھا گیا کہ جب موذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ امام کی طرف اپنا رُخ کئے ہوئے خطبہ سنتے تھے۔

۱۸۴۳ (۲۳) وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ ثَابِتٍ کَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا خَطَبَ اِسْتَقْبَلَہٗ اَصْحَابُہٗ بِوُجُوْھِھِمْ ذَکَرَہُ ابْنُ بَطَّالٍ فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ لٰکِنَّ الرَّسْمَ

حضرت علی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب خطبہ دیا کرتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کسی قدر قبلہ کی طرف سے مڑ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رُخ کئے ہوئے بیٹھتے تھے ابن بطال نے اس کو شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

۱۸۴۴ (۲۴) وَعَنْ عُمَارَۃَ بْنِ رُوَیْبَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَی الْمِنْبَرِ رَافِعًا یَدَیْہِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰہُ ھَاتَیْنِ الْیَدَیْنِ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَزِیْدُ عَلٰی اَنْ یَّقُوْلَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَاَشَارَ

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے بشر بن مروان کو دیکھا کہ (خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کو خطبہ کی تفہیم کرتے وقت) دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کر کے خطبہ کی تفہیم کر رہا تھا جیسا کہ اکثر واعظوں کا طریقہ ہے کہ تقریر کے وقت ہاتھوں سے اشارہ

بِاُصْبُعِهٖ الْمُسَبِّحَةِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا کرتے ہیں، چونکہ بشیر کی یہ حرکت سنت کے خلاف تھی، اس لیے عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناگوار (گزرا) انہوں نے بد دعا دی کہ ان ہاتھوں کا خدا برا کرے (کہ خلاف سنت ان ہاتھوں سے اشارہ ہو رہا ہے) پھر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بس اس طرح کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے[1]۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

(اس باب میں یہ بیان ہے کہ خوف کے وقت نماز کس طرح پڑھنا چاہیئے)

ف درمختار میں لکھا ہے کہ جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو، خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ جانور یا کوئی اژدھا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں، اور سواریوں پر سے اترنے کی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیئے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں، اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں کہ اس وقت نماز پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھیں، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں، اگرچہ بہت آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہیئے بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھیں کہ تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے، (اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو (جیسے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور یہ قصر نہ کر رہے ہوں) تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تو یہ حصہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جاوے اور دوسرا حصہ وہاں سے آ کر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیئے، پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو امام سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور پہلے لوگ یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بغیر قرأت کے تمام کر لیں اور سلام پھیر دیں، اس لیے کہ یہ لاحق ہیں، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں

[1] کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے۔

چلے جائیں، اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ تمام کرلے اور سلام پھیر دے، اسلیے کہ یہ لوگ مسبوق ہیں، بغیر قصر کے صلاۃ خوف کی یہ صورت تھی اور اگر یہ لوگ قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو، جیسے فجر جمعہ، عیدین تو جماعت کا پہلا حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور بقیہ نماز کی تکمیل مذکورہ طریقہ پر کی جائے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۔

اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو، چاہیئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر پیچھے ہو جائیں، اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی، اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیئے کہ اپنی پناہ اور اپنے سب ہتھیار لیے رہیں، اور کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں۔

(النساء، ۴/۱۰۲)

ف: غزوۂ ذات الرقاع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز صحابہ کے ساتھ با جماعت ادا فرمائی، مشرکوں کو بہت رنج ہوا کہ ہم کو مسلمانوں کے قتل کا بہت اچھا موقع ملا، مگر ہم چوک گئے۔ بعض کفار بولے کہ مت گھبراؤ عنقریب ان کی عصر کی نماز کا وقت آرہا ہے، وہ نماز تو مسلمانوں کو جان و مال اور اولاد اور ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے، جب مسلمان اس کے لیے کھڑے ہوں تو تم پوری قوت سے ان پر حملہ کر دینا، تب حضرت جبرئیل نے نماز خوف پیش کی اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

ف: جب جہاد میں دشمن کا خطرہ بڑھ جائے تو آپ نمازیوں کی دو جماعتیں کردیں، ایک جماعت آپ کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہے، دوسری رکعت میں پہلی جماعت دشمن کے مقابل چلی جائے اور دوسری جماعت آجائے، پھر وہ اپنی بقیہ ایک ایک رکعت پڑھ لیں،

ف: یہ وہ لوگ جو آپ کے ساتھ رکعت پڑھ رہے ہیں ہتھیار نہ کھولیں، بلکہ اسلحہ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ نمازی وہ ہتھیار رکھیں جو نماز میں خلل نہ ڈالیں، تو جب نماز میں شریک ہونے والے اپنے ساتھ ہتھیار رکھیں گے تو جو دشمن کے مقابلہ میں ہوں گے وہ بدرجۂ اولیٰ اپنے ساتھ ہتھیار رکھیں۔ لہٰذا دونوں جماعتیں ہتھیار ساتھ ساتھ لئے رہیں۔

ف: معلوم ہوا کہ نماز با جماعت ایسی ضروری چیز ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی کسی پر

معاف نہ کی گئی، افسوس ان مسلمانوں پر جو بلا وجہ نماز چھوڑ دیتے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز خوف میں درمیان نماز میں چلنا پھرنا، اور کعبہ سے سینہ کا پھر جانا سب کچھ معاف ہے۔ وہ شخص نماز ہی میں رہے گا جیسا کہ اگر نمازی کا درمیان نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو اسے وضو کرنے کے لیے جانا پڑتا ہے اور وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔

۲۔ وَقَوْلُهٗ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے۔ (البقرہ، ۲۳۹)

یعنی نماز کی حالت میں دشمن کا خوف اتنا بڑھ جائے کہ ایک جگہ ٹھہرنا ناممکن ہو جائے تو پھر جس طرح ممکن ہو نماز ادا کر لو، اور اگر نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس کے لیے وہ طریقہ ہے جو سورۃ النساء کی آیت ۱۰۲ میں گزرا ہے،

۱۸۲۵ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَرَوٰى نَافِعٌ نَّحْوَهٗ وَزَادَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰى ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَسُوْلِ

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ (ایک بار) مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا جو نجد کی طرف ہو رہا تھا، جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم ان کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے (راتنے میں نماز کا وقت آگیا) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو (ہماری فوج کے دو حصّہ ہوئے) ایک حصّہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا، اور دوسرا حصّہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ آپ نے اُن صحابہ کو جو آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے ایک رکعت اس طرح پڑھائی کہ اس رکعت کا رکوع اور دو سجدے ادا کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، پھر یہ حصّہ جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑا ہوا، اور دوسرا حصّہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی اس نے آکر دوسری رکعت

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ فَلْیُصَلُّوْا قِیَامًا وَّرُکْبَانًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ فَصَلِّ رَاکِبًا اَوْ قَائِمًا تُوْمِیْ اِیْمَاءً

یں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اقتداء کی تو ان کو بھی حضور نے ایک رکعت پڑھائی ۱؎، رکوع اور دو سجدے کر کے حضور نے سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ہر حصہ نے اپنی اس رکعت کو جو رہ گئی تھی، ادا کیا ۱؎ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

حضرت ابن عمر سے دو روایتیں آئی ہیں ایک سالم نے روایت کی ہے جو ابھی صدر میں مذکور ہوئی ہے دوسری روایت حضرت ابن عمر سے نافع یعنیہ سالم کی روایت کی طرح روایت کر کے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ اگر اس قدر خوف ہو کہ صدر کے طریقہ کے موافق امام فوج کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ کو لے کر نماز پڑھا سکتا ہے تو مذکورہ طریقہ پر نماز پڑھائے۔ اگر خوف اس سے کہیں زیادہ ہے نافع کی یہ روایت بھی بخاری میں مذکور ہے۔

۱۳۴۶/۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱؎ کہ دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ کے لیے چلا جائے اور پہلا حصہ دشمن کے مقابلہ سے واپس آ کر لاحق کی طرح بغیر قراءت کے ایک رکعت ادا کرلے اور سلام کے بعد دشمن کے مقابلہ کے لیے چلا گیا اور دوسرا حصہ جو دشمن کے مقابلہ پر کھڑا تھا، وہ واپس آ کر اپنی دوسری رکعت مسبوق کی طرح قراءت کے ساتھ پوری ادا کر کے سلام پھیر دے، اسی طرح ہر حصہ کے دو رکعت پورے ہوئے حنفی مذہب میں یہ مشہور روایت ہے۔

۲؎ مثلاً حملہ ہو رہا ہو اور جماعت اور صف نہ کر سکیں، تو ہر شخص اکیلا اکیلا اس طرح نماز پڑھے کہ ایک جگہ کھڑا ہوا ہو یا سواری پر ہو اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کر رہا ہو، خواہ قبلہ رخ رہنے کا موقع ملے یا نہ ملے بہر حال نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اگر جنگ کی وجہ سے ایک جگہ کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ چلتے ہوئے پڑھ سکتا ہے تو چلتے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لے۔ بخلاف اس کے سواری پر ہو، اور سواری چل رہی ہے تو ایسے خوف کی حالت میں سواری پر فرض اور واجب نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ اس کے بخلاف اگر خوف کی حالت نہ ہو تو سواری پر صرف نفل نمازیں جائز ہیں، فرض اور واجب نمازیں سواری پر جائز نہیں، سواری سے اتر کر زمین پر فرض اور واجب پڑھنا چاہیئے۔

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَقَامُوْا صَفًّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفٌّ مُسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ جَاءَ الْاٰخَرُوْنَ فَقَامُوْا مَقَامَهُمْ وَاسْتَقْبَلَ هٰؤُلَاءِ الْعَدُوَّ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا ثُمَّ ذَهَبُوْا فَقَامُوْا مَقَامَ اُولٰئِكَ مُسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ وَرَجَعَ اُولٰئِكَ اِلٰى مَقَامِهِمْ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِيْهِ اَبُوْعُبَيْدَةَ اَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ مُحْتَجًّا فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ وَرَوٰى لَهُ مُسْلِمٌ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ كَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يَوْمَ مَاتَ اَبُوْهُ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ مُمَيِّزًا وَابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَالْحِفْظَ وَلِهٰذَا يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ اِبْنُ ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ بِالصَّلٰوةِ تَخَلُّقًا وَتَاْدِيْبًا وَفِيْ اِسْنَادِهٖ خَصِيْفٌ اَيْضًا وَثَّقَهٗ اَبُوْزُرْعَةَ وَالْعِجْلِيُّ وَابْنُ مُعِيْنٍ وَابْنُ سَعْدٍ وَقَالَ النَّسَائِيُّ صَالِحٌ۔

سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز خوف پڑھائی تو (فوج کے دو حصے کئے) ایک حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا، اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑا رہا، آپ نے پہلے حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر دوسرا حصہ آکر ان کی جگہ کھڑا ہو گیا اور یہ حصہ (جو ایک رکعت پڑھ چکا تھا،) دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو گیا، دوسرا حصہ جو ابھی کچھ بھی نماز نہیں پڑھا تھا، اس نے دوسری رکعت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دوسرے حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ دوسرے حصہ کے لوگ جو حضور کے ساتھ دوسری رکعت پڑھ رہے تھے (دشمن کے مقابلہ پر نہیں گئے) بلکہ وہیں کھڑے ہوئے علیحدہ علیحدہ (مثل مسبوق کی قرأت کے ساتھ) دوسری رکعت پوری ادا کر کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑے ہو گئے اور پہلے حصہ کے لوگ دشمن کے سامنے سے اسی جگہ پر جہاں پہلی رکعت پڑھی تھی، آکر تنہا ہر ایک (مثل لاحق کے بغیر قرأت کے) دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ (شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ حنفی مذہب میں اس طرح بھی ایک روایت آئی ہے اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور بیہقی نے کی ہے۔

۱۸۳۴/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا صَلَّى الْاِمَامُ بِاَصْحَابِهٖ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَ الْاِمَامِ وَطَائِفَةٌ اِزَاءَ الْعَدُوِّ فَيُصَلِّيْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب امام (خوف کی حالت میں مثلاً میدان جنگ میں) جو اپنے ساتھی فوج کو نماز پڑھانے کا ارادہ کرے (تو فوج

الْإِمَامُ بِالطَّائِفَةِ الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ تَنْصَرِفُ الطَّائِفَةُ الَّذِيْنَ صَلَّوْا مَعَ الْإِمَامِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوْا حَتّٰى يَقُوْمُوْا فِيْ مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى فَيُصَلُّوْنَ مَعَ الْإِمَامِ الرَّكْعَةَ الْأُخْرٰى ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوْا حَتّٰى يَقُوْمُوْا فِيْ مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُوْلٰى حَتّٰى يُصَلُّوْا رَكْعَةً وُحْدَانًا ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ مَقَامَ أَصْحَابِهِمْ وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى حَتّٰى يَقْضُوا الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ عَلَيْهِمْ وُحْدَانًا رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ عَنْ إِمَامِنَا أَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

کے دو حصے کرے، ایک حصہ کو امام اپنے ساتھ نماز میں کھڑا کرے، اور دوسرے حصہ کو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کرے اور امام اس حصہ کو جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہے، ایک رکعت پڑھائے پھر یہ حصہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی ہے۔ بغیر بات کئے دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑا ہو اور دوسرا حصہ جس نے امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے وہ آکر امام کی دوسری رکعت میں اس کی اقتداء کرلے[1] کسی سے کلام کئے بغیر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا حصہ دشمن کے مقابلہ سے واپس آکر اسی جگہ جہاں پہلی رکعت پڑھی ہے کھڑا ہو جائے اور ہر شخص لاحق کی طرح بغیر قرأت کے تنہا علیحدہ علیحدہ (دوسری رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے، اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلے سے واپس آکر اسی جگہ کھڑا رہے جہاں پہلی رکعت پڑھی تھی، اور علیحدہ علیحدہ اپنی بقیہ دوسری رکعت کو پڑھ لے (حنفی مذہب میں یہ مشہور روایت ہے) اس کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ نے ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے کتاب الآثار میں کی ہے۔

۱۸۴۸ ۴ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَيْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِهٰؤُلَاءِ صَلٰوةٌ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَهِيَ الْعَصْرُ فَأَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ فَتَمِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَأَنَّ جِبْرَئِيْلَ أَتٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان دو مقام ہیں۔ ایک کا نام ضجنان ہے اور دوسرے کا نام عسفان)، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں کے مشرکین کا محاصرہ کئے تھے (مشرکین آپس میں مشورہ کیا کہ ان مسلمانوں کی ایک نماز ہے جو ان کے پاس ان کے ماں باپ

[1] (اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے، امام تو سلام پھیر دے گا، اور یہ دوسرا حصہ جس نے امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی ہے۔

اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّقْسِمَ اَصْحَابَهٗ شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى وَرَآءَهُمْ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنَ لَهُمْ رَكْعَةٌ وَّلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

اور اولاد سے زیادہ پیاری ہے اور وہ عصر کی نماز ہے۔ (جب یہ نماز شروع کریں تو) تم ان سے لڑنے کا پکا ارادہ کر کے ان پر (ان کی نماز کی حالت میں) یک بارگی حملہ کر دو، (تو یہ بہت بُری طرح سے مارے جائیں گے) کفار کے اس مشورہ کی جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آ کر خبر دی) اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ اپنے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیجئے اور اس طرح نماز پڑھانا چاہیئے کہ ان میں سے تو ایک حصہ کو آپ نماز پڑھائیں، اور دوسرا حصہ ان کو روکنے کے لیے کھڑا رہے، اور چاہیئے کہ اپنے بچاؤ کے سامان اور ہتھیار کو ساتھ رکھیں، تو حضور ایک ایک حصہ کو ایک ایک رکعت پڑھائی (جیسا کہ سالم کی روایت میں مذکور ہے) اب رہی دوسری رکعت تو ہر حصہ نے اپنی دوسری رکعت کو اس طرح ادا کیا جیسا کہ کتاب الآثار میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صراحت فرماتے ہیں جو ابھی اُوپر گذر چکی ہے) اس طرح ہر حصہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک ایک رکعت ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو رکعتیں ہوئیں، اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ

اس باب میں عید الفطر کی نماز اور عید اضحیٰ کی نماز اور ان کے متعلقات کا بیان ہے

ف:۔ شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید اضحیٰ، یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کی صحت اور وجوب کے لیے جو شرائط اوپر مذکور ہو چکے ہیں، وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوا خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے، اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے مگر عیدین کا خطبہ سننا بھی مثل جمعہ کے خطبہ کے واجب ہے یعنی اس وقت بولنا چالنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔

عید الفطر کے دن تیرہ چیزیں مسنون ہیں، شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا یعنے، غسل کرنا، مسواک کرنا عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا، خوشبو لگانا، صبح کو بہت سویرے اٹھنا، عید گاہ میں بہت سویرے جانا، عید گاہ جانے کے قبل کوئی شیریں چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا، عید گاہ جانے سے قبل صدقہ فطر (فطرہ) دیدینا، عید کی نماز عید گاہ میں جاکر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، پیدل جانا، راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد آہستہ سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عید اضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں ہیں، فرق اس قدر ہے کہ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے یہاں نہیں، عید الفطر میں راستہ میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں بلند آواز سے، عید الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عید اضحیٰ کی سویرے، اور عید اضحیٰ میں صدقہ فطر نہیں بلکہ نماز کے بعد اہل وسعت پر قربانی ہے اذان و اقامت نہ یہاں ہے اور نہ وہاں (نور الایضاح، در مختار) ۱۲

۱۔ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔ (البقرہ ۱۸۵)

ف:۔ اس سے نماز عید، اور اس کی خوشی میں اس دن تکبیریں کہنا، عبادت کرنا، رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق کی خوشی منانا، سب کچھ ثابت ہوا مگر یہ خوشی رمضان جانے کی نہیں، بلکہ اس میں توفیق خیر ملنے کی ہے۔

۲۔ وَقَوْلُهٗ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو (الکوثر ۲)

ف: مسلمانو! تمہارے ساتھ کے لوگ اور مسلمان حج کے لیے مکہ معظمہ جا کر مکہ معظمہ میں نمازیں پڑھ رہے ہیں اور منیٰ میں قربانی دے رہے ہیں، تم اس سے محروم اپنے وطن میں ہو، اس سے تم دل شکستہ نہ ہو، عید گاہ جا کر عید الاضحیٰ کی نماز پڑھو، اس کے بعد قربانی کرو، تو حج میں حجاج جو کر رہے ہیں تم اس کو اپنے وطن میں ادا کر کے حاجیوں کی مشابہت پیدا کرو۔

ف: ان دونوں آیتوں میں عیدین کی نماز کا حکم امر کے صیغہ سے ارشاد ہوا ہے۔ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، اس لیے عیدین کی نماز کا پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔ ۱۲

۱۸۳۹ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلٰى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کو جایا کرتے تھے[1] اور عید گاہ پہونچنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا عمل یہ ہوتا کہ آپ نماز عید ادا فرماتے[2] پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے رہتے اور لوگ اپنی صفوں میں خطبہ سننے کے لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رُخ کئے بیٹھتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو (خطبہ میں) وعظ و نصیحت فرماتے اور جس کام کی نصیحت کرنی مناسب ہوتی، اُس کی نصیحت فرماتے اور احکام صادر فرماتے تھے اور کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو[3] اس کا حکم دیتے، اس کے بعد (عید گاہ سے) گھر واپس ہو جاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] اس لیے عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، مسجدوں میں جو عید کی نماز پڑھی جاتی ہے نماز تو ہو جاتی ہے مگر مسجدوں میں بلا عذر عید کی نماز پڑھنے والا تارک سنت مؤکدہ ہے۔

[2] نماز عید سے پہلے عید گاہ میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے، اور نہ نماز عید سے پہلے خطبہ ارشاد فرماتے بلکہ پہلے نماز عید سے فارغ ہو کر خطبہ دینے کے لیے!

[3] ضرورت کے موافق لشکر کا ایک حصہ علیحدہ فرماتے یا کسی چیز کے متعلق حکم دینے کا ارادہ ہوتا تو اس وقت

۱۸۵۰/۲ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا، ہاں[1]! حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر عید گاہ تشریف لائے، پہلے عید کی نماز پڑھائی، پھر نماز کے بعد (دو) خطبے ارشاد فرمائے، حضرت ابن عباس نے اذان اور اقامت کا کچھ ذکر نہیں کیا، عورتیں دُور بیٹھی ہوئی تھیں، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم[2] عورتوں کی صفوں تک تشریف لے گئے، عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور جو عورتوں کے خاص احکام ہیں ان کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا، اور خیرات کرنے کی ترغیب دی، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور گلوں کے ہار اتار اتار کر حضرت بلال کو دے رہی تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت بلال عید گاہ سے گھر واپس ہوئے۔

(بخاری و مسلم)

ف:۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنے زیورات بغیر شوہر کی اجازت کے خیرات کر رہی تھیں، اس مسئلہ کے متعلق تحقیق یہ ہے، دیکھنا چاہیئے کہ عورت اپنے مال میں سے خیرات کر رہی ہے یا شوہر کے مال میں سے؟ اگر اپنے مال میں سے خیرات کر رہی ہے، جیسے اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنا مال خیرات کر رہی تھی تو عورتوں کو شوہروں کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس حدیث شریف میں بغیر شوہروں کی اجازت کے عورتیں اپنا مال خیرات کر رہی ہیں، ہاں! اگر عورتیں راشدہ نہیں ہیں بے سمجھ ہیں، مال کی ان کے پاس قدر نہیں ہے تو ایسی عورتوں کو اپنا مال بھی خیرات کرنے کے لیے شوہروں کی اجازت کی ضرورت ہے، اور اگر شوہر کا مال

---

[1] میں نے نماز عید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔

[2] خیال ہوا کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچی ہے اسی لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر

ہے اور رواج کے موافق کچھ تھوڑی چیز مثلاً روٹی اور پیسہ دو پیسہ خیرات کر رہی ہے تو اس کے لیے بھی شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، ایسا ہی اگر شوہر عورت کے ہم خیال ہے عورت کے کسی کام سے ناراض نہیں ہوتا ہے تو ایسی عورت بھی بغیر شوہر کی اجازت کے، شوہر کے مال کو خیرات کر سکتی ہے، شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اگر شوہر ایسا ہے کہ وہ اپنے مال کی خیرات کرنے سے ناراض ہوتا ہے تو ایسی عورت کو بغیر شوہر کی اجازت کے خیرات کرنا جائز نہیں ہے۔

(مرقات، ملتقی، در مختار) ۱۲

ف۲: اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید گاہ میں عورتوں نے خیرات دی ہے۔ حالانکہ مسجد میں خیرات دینا جائز نہیں، مکروہ ہے۔ پھر عیدگاہ میں یہ خیرات دینا کیسے جائز ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عید گاہ مثل مسجد کے ہے، صرف جماعت کا ثواب حاصل ہونے میں اس لحاظ سے باقی دوسرے احکام میں عید گاہ مثل مسجد کے نہیں ہے، اس لیے عید گاہ میں خیرات دینا جائز ہے۔ دیکھو رد المحتار جلد اوّل باب ما یفسد الصلوٰۃ ما یکرہ فیہا کا آخری حصہ اور مرقاۃ ۱۲

۱۸۵۱/۳ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دو مرتبہ نہیں، بلکہ بارہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت کے پڑھی ہے۔ (اس سے ثابت ہوا کہ عیدین کی نماز میں اذان و اقامت نہیں ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۵۲/۴ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى ثُمَّ سَاَلْتُهٗ يَعْنِيْ عَطَاءً بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَنِيْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنْ لَا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ لَا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا اِقَامَةَ۔

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے میں نے سنا ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کے لیے اذان نہیں دی جایا کرتی تھی، عطاء کہتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اس بارے میں سوال کیا تو حضرت جابر نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ عید الفطر کے دن (اور اسی طرح عید الاضحیٰ کے دن) نماز عید کے لیے کوئی اذان نہیں ہے، نہ امام کے نکلنے کے وقت اذان ہے

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور نہ نکلنے کے بعد اذان ہے اور نہ نماز عید کے لیے اقامت ہے، اور نہ کسی طرح کی نداء ہے اور نہ کوئی اعلان ہوا کرتا تھا، اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں (نماز عید کے لیے) نہ اذان دی جاتی تھی اور نہ اقامت، اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۵۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز ادا فرماتے اور نماز کے بعد عید کے خطبے دیا کرتے تھے۔ (بخاری اور مسلم)

۱۸۵۴ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلٰوةِ فَإِذَا صَلَّى صَلٰوتَهُ قَامَ فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مُصَلَّاهُمْ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهُ لِلنَّاسِ أَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا وَكَانَ أَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتّٰى أَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَإِذَا كَثِيرُ ابْنُ الصَّلْتِ قَدْ بَنٰى مِنْبَرًا مِنْ طِينٍ وَلَبِنٍ فَإِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِي يَدَهُ كَأَنَّهُ يَجُرُّنِي نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَأَنَا أَجُرُّهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ کو جایا کرتے تھے) سب سے پہلے نماز عید پڑھتے اور جب نماز عید سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی جانب رخ کر کے (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہو جاتے اور لوگ اس وقت اپنی اپنی جائے نماز پر (خطبہ سننے کے لیے) بیٹھے رہتے تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں فوج روانہ کرنے کی حاجت ہوتی تو اس کا تذکرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ سے فرما دیتے یا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم دیتے اور فرماتے خیرات کرو، خیرات کرو، اور خیرات کرنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد عورتوں کی ہوتی تھی، پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ سے) واپس ہوتے تھے، مروان بن الحکم کے زمانہ تک یہی عمل رہا

لہ (کہ نماز عید پہلے ہوتی تھی، اور خطبہ بعد دیا جاتا تھا اور خطبہ زمین پر کھڑے ہو کر بعد نماز ہوتا تھا اور عیدگاہ میں منبر نہیں بنایا گیا تھا)

نَحْوَ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ مِنْهُ قُلْتُ أَيْنَ الْاِبْتِدَاءُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَأْتُوْنَ بِخَيْرٍ مِّمَّا اَعْلَمُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابو سعید فرماتے ہیں کہ مروان کے دور حکومت میں مروان کے ساتھ (نہایت اتحاد ظاہر کرنے کے لیے) میں اور مروان ایک دوسرے کی کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے عیدگاہ پہنچے، وہاں پہنچنے کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ (ایک بات تو خلاف سنت یہ ہوئی ہے کہ) کثیر بن الصلت نے عیدگاہ میں مٹی اور خام اینٹوں کا ایک منبر بنا رکھا ہے میں اس کو کھینچ کر نماز پڑھانے کے لیے لا رہا تھا اور وہ میرا ہاتھ چھڑا کر منبر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ (مروان کی اس کشمکش کو میں نے دیکھا تو) میں نے مروان سے کہا کہ عید کی نماز پہلے پڑھنا اور خطبہ بعد میں دینا (جو سنت ہے) وہ عمل کہاں گیا۔ مروان نے جواب دیا، نہیں، ابو سعید آپ جس بات کو سنت سمجھ رہے ہیں وہ اب متروک ہو گئی ہے، میں نے کہا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (میری معلومات کی حد تک تم یہ خیر کا کام نہیں کر رہے ہو) جو مسنون طریقہ مجھے معلوم ہے اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ تم نہیں پیش کر سکتے (آخر یہ سنت کو اٹھانے والی کونسی چیز ہے، تمہارے نفسانی خواہشات سے سنت متروک نہیں ہو سکتی) میں نے اس جملہ کو (۳) بار دھرایا (اور دیکھا کہ وہ اپنی ہٹ سے باز نہیں آ رہا ہے (تو ہمارا جو اتحاد تھا وہ سب ختم ہو گیا امر بالمعروف جو میرے ذمہ تھا وہ پورا کر کے) میں

لہ خلاف سنت یہ دیکھ کر میں بہت ناراض ہوا، پھر دیکھا کہ نماز سے پہلے خطبہ دینے کے لیے مروان منبر کی طرف جا رہا تھا، اس کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار گزرا۔

اپنی نماز پر آکر بیٹھ گیا[1]۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۵۵ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئًا فَاِذَا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (عید کے دن) عید کی نماز سے پہلے (کوئی نفل) نماز نہ (گھر میں) پڑھا کرتے تھے[2] اور جب نماز عید سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لاتے تو گھر میں دو رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے (در مختار اور رد المحتار میں بھی ایسی ہی تفصیل مذکور ہے)۔ ۱۲

اسلام میں نہ کلب تھا، نہ جمع ہونے کے لیے کوئی مقام، لے دے کے صرف مسجد ہی تھی جس میں ابتداء اسلام میں مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے۔ جمع ہوتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جو ذیل میں اس حدیث کے بعد آرہی ہے۔ اس حدیث میں عورتوں کو مسجد میں آنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ عورتوں اور مردوں کا ایک جگہ جمع ہونا مصلحت کے خلاف تھا، اس لیے عورتوں کو مسجدوں سے اور عیدگاہ سے روک دیا گیا جس پر آج تک عمل درآمد ہے۔ اس لیے اس حدیث کا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس طرح ترجمہ کیا جاتا ہے۔

۱۸۵۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنْهَوْا نِسَآءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّيْنَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسَاجِدِ فَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَمْ يُلْعَنُوْا حَتّٰى لَبِسَ نِسَآؤُهُمُ الزِّيْنَةَ وَالتَّبَخْتُرَ فِي الْمَسَاجِدِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر نازو انداز کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے سے منع کرو۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ، امہات المومنین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہو رہا ہے کہ گھروں ہی میں ٹھہرو باہر مت نکلو، جب رسول اللہ صلی اللہ

[1] اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا، مروان کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار گزر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اس طرح مٹتے ہوئے مجھ سے نہیں دیکھا جا رہا تھا)

[2] (اور نہ عیدگاہ میں اور اسی طرح نماز عید کے بعد بھی عیدگاہ میں کوئی نفل نماز نہیں پڑھا کرتے تھے)

رَوَاهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِسَنَدِهٖ فِي التَّمْهِيْدِ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو یہ حکم ہو رہا ہے، تو پھر مسلمان عورتیں کس گنتی میں ہیں، ان کو تو ضرور گھروں میں رہنا چاہئے۔ اس لیے مسلمان عورتوں کو چاہیئے کہ گھروں ہی میں رہا کریں، اگر کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو میلے کچیلے کپڑے پہن کر برقع اوڑھ کر نکلیں) دیکھو! بنی اسرائیل کی عورتیں زیب وزینت کا لباس پہن کر ناز و انداز سے باہر نکلا کرتی تھیں، تو ان پر لعنت اُتاری گئی، اسی طرح مسلمان عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر ناز و انداز کے ساتھ نکلنے سے روکو! تاکہ وہ بھی لعنت کی مستحق نہ ہو جائیں۔ اس کی روایت ابن عبدالبر نے تمہید میں اپنی سند سے کی ہے

۱۸۵۷ وَعَنْهَا لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى مَا اَحْدَثَتِ النِّسَآءُ بَعْدَهٗ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَآءُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ عورتوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کر رکھی ہیں تو بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح ان کو بھی مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے۔ (مسلم)

۱۸۵۸ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْٓ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَآ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَآ اَيَّامُ عِيْدٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَآ اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّ هٰذَا عِيْدُنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ عیدالضحیٰ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میرے پاس تشریف لائے میرے پاس دو لڑکیاں دف بجاتے ہوئے وہ اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے متعلق انصار نے کہے تھے۔ اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ یہ لڑکیاں گانے کا پیشہ رکھنے والیاں نہ تھیں، اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چہرہ انور پر کپڑا ڈھانکے ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لڑکیوں کو جھڑک دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے

وَقَالَتِ الْحَنَفِيَّةُ إِنَّ الدَّفَّ أَيْضًا حَرَامٌ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَمَا وَرَدَ مِنْ ضَرْبِ الدَّفِّ فَهُوَ مَنْسُوخٌ وَتَمَامُ تَحْقِيقِهِ فِي بَابِ إِعْلَانِ النِّكَاحِ فَرَاجِعْهُ

یہ بھی فرمایا کہ شیطان کا گانا بجانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں ہوتا تعجب کی بات ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا: ابوبکر! ان کو اپنی جہالت پر چھوڑ دو (یہ چھوٹی لڑکیاں ہیں) اور عید کا زمانہ ہے، یہ اس طرح خوشی کا اظہار کر رہی ہیں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے، اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری اور مسلم)

ف: اس حدیث میں جاریہ کا لفظ ہے، جاریہ کہتے ہیں چھوٹی لڑکی کو۔ اسی لیے مرقات میں جاریتان کے ساتھ صغیرتان بیتے دو چھوٹی لڑکیاں مذکور ہے کہ وہ دف بجا کر عید کی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان لڑکیوں کو منع کر رہے تھے۔ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق کو ان لڑکیوں کے دف بجانے سے منع کرنے سے روک دیا۔ اس لیے کہ چھوٹی لڑکیاں بلوغ سے پہلے جو کچھ کریں ان کا قول وفعل قابل استدلال نہیں ہوتا۔

اب رہا دف بجانا تو یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ دف کا بجانا منسوخ نہیں ہوا تھا اس کے بعد دف بجانا منسوخ ہو گیا، جس حدیث سے منسوخ ہوا ہے اس کو خطیب نے اس طرح روایت کیا ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الدَّفِّ وَلَعِبِ الصَّنْجِ وَضَرْبِ الزَّمَّارَةِ "، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مزامیر کی طرح دف بجانے سے بھی منع فرماتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اور علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء اسلام میں دف بجانے کی اجازت تھی، بعد میں اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا، اس لیے ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حنفی مذہب میں مثل اور مزامیر کے دف بجانا بھی حرام ہے۔ رد المحتار میں لکھا ہے کہ "اِسْتِمَاعُ ضَرْبِ الدَّفِّ وَالْمِزْمَارِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ حَرَامٌ"، رد المحتار میں لکھا ہے کہ مزامیر اور دف بجا کر سننا بھی حرام ہے۔ ۱۲

۱۸۵۹ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر کے دن کچھ کھجور کھائے بغیر عیدگاہ کو نہیں جاتے تھے اور ان کھجوروں کی تعداد طاق ہوتی تھی، (اس سے معلوم ہوا کہ عیدالفطر میں کچھ کھا کر نماز عید کے لیے جانا مسنون ہے) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں نماز سے پہلے کھجور کھانے کا جو ذکر ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی گمان نہ کرے کہ اس دن بھی عید کی نماز تک سوا پہر کا روزہ رکھنا واجب ہے۔ (فتح الباری، ۱۲۰)

۱۸۶۰/۱۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر کے دن کھانا کھا کر عیدگاہ جایا کرتے تھے بخلاف اس کے عیدالضحیٰ کے دن بھوکے عیدگاہ تشریف لے جاتے، عیدالضحیٰ کی نماز سے واپس آکر دیکھی کچھ نہیں کھاتے تھے قربانی کرکے) قربانی کے گوشت سے کھانے کو شروع کرتے تھے[1]۔ (ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی)

۱۸۶۱/۱۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے عیدگاہ کو تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے گھر واپس ہوتے تھے (بخاری)

۱۸۶۲/۱۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے

[1] (اس میں فقراء کی خاطر منظور تھی کہ عیدالفطر میں فطرہ پہلے دیا جاتا ہے، نماز عید بعد ہوتی ہے، فطرہ کو کھا کر فقراء عیدگاہ جاتے تھے، اس لیے حضور بھی کچھ کھا کر عیدگاہ جاتے۔ بخلاف عیدالضحیٰ کے اس میں قربانی ہونے تک فقراء کو کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا، نماز عید سے واپس آکر قربانی ہونے کے بعد جب قربانی کا گوشت تقسیم ہوتا تو اس وقت فقراء کو کچھ کھانے کو ملتا تھا، اس لیے فقراء کا ساتھ دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی صبح سے بھوکے رہتے تھے، نماز عید کے بعد قربانی کرکے قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عید کے روز عید گاہ کو تشریف لے جاتے وقت ایک راستہ سے عید گاہ تشریف لے جاتے اور واپسی میں دوسرے راستہ سے گھر تشریف لاتے تھے
(ترمذی اور دارمی)

۱۸۶۳ [۱۵] وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِأَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (عید الاضحٰی کی نماز پڑھائی نماز عید کے بعد خطبہ دے رہے تھے، اثنا خطبہ میں) ارشاد فرمایا کہ یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے دن دو عبادتیں ہیں۔ ایک نماز عید پڑھنا، دوسرے قربانی کرنا، جو نماز عید پڑھ کر (خطبہ سننے کے بعد) گھر جا کر قربانی کرے تو اس کو قربانی کا ثواب ملے گا، جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا۔ بخلاف اس کے جس نے نماز عید کے پہلے قربانی کی (تو اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا) سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے اہل وعیال کے لیے گوشت حاصل کرنے کے واسطے ذبح کیا ہے عبادت کا ثواب اس کو نہیں ملے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف حدیث شریف میں نماز عید کے بعد گھر جا کر قربانی دینے کا ذکر اس طرح ہے۔ "ان نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ"، یعنے نماز پڑھی، گھر لوٹا اور قربانی کی، حالانکہ نماز پڑھنے کے بعد خطبہ بھی ہونا ضرور ہے۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس جگہ نماز کے بعد خطبہ کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ خطبہ نماز کے تابع ہے اور نماز کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نماز اور قربانی میں سے نماز پہلے ہونا اور قربانی نماز کے بعد ہونا چاہیئے اسی لیے حدیث میں نماز اور قربانی ان دونوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری کی ایک اور روایت اس طرح ہے کہ عید الاضحٰی کے دن نماز عید پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

فَقَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهٗ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهٗ۔

علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا (خطبہ میں یہ) ارشاد فرمایا جو شخص ہمارے جیسی نماز عید پڑھے اور (نماز کے بعد) قربانی کرلے تو اس کو قربانی کا ثواب ملے گا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو نماز کے پہلے قربانی ادا کرنے سے اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا۔

۱۸۶۴ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ۔

۱۶

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہو (اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی، نماز عید کے بعد اس کو مکرر) قربانی کرنا چاہیئے اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی نہیں کی تو اس کو چاہیئے کہ نماز عید کے بعد بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر قربانی کرے (بخاری و مسلم)

۱۸۶۵ وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

۱۷

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کی تو اس نے اپنے لیے (گوشت حاصل کرنے کے واسطے) قربانی کی ہے اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی پوری ہوئی، اور نماز کے بعد قربانی کرنا جو مسلمانوں کا طریقہ ہے اس نے اس طریقہ پر صحیح طور سے عمل کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۸۶۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى۔

۱۸

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ (نماز عید کے بعد) عید گاہ میں قربانی کیا کرتے تھے[1] اس حدیث

---

[1] عید گاہ میں قربانی کر کے یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے اور مجمع عام میں قربانی کرنے سے لوگوں کو قربانی کرنے کی ترغیب بھی ہو جائے)۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)　　کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں قربانی کرنے کے لیے دو الفاظ لائے گئے ہیں، ایک یَذْبَحُ دوسرے یَنْحَرُ، ان کا ترجمہ قربانی کرتا کیا گیا ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اونٹ کی قربانی کرنے کو نحر کہتے ہیں، اور اونٹ کے سوا بکرے اور گائے کی قربانی کرنے کو ذبح کہتے ہیں، کیونکہ ذبح حلق پر ہوتا ہے۔ اور نحر اونٹ کے سینہ پر ہوتا ہے۔ اونٹ کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو قبلہ رو کھڑا کر کے اس کے اگلے دونوں پاؤں کے بیچ میں سینہ پر برچھی سے زخم لگاتے ہیں، جس سے خون نکل کر اونٹ زمین پر گر جاتا ہے اور اس طریقہ سے دم سیال نکل جاتا ہے اور ذبح کرنے کی غرض حاصل ہو جاتی ہے (عمدۃ القاری اور مرقات) ۱۲

۱۸۶۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَہُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْہِمَا فَقَالَ مَا ھٰذَانِ الْیَوْمَانِ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْہِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِہِمَا خَیْرًا مِّنْہُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ والوں کے لیے دو دن مقرر تھے، جن میں وہ عید مناتے تھے اور عید کی خوشی کو لہو و لعب کھیل کود سے ظاہر کرتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو دن جن کو تم عید مقرر کئے ہو، ان سے کیا غرض ہے تو مدینہ والوں نے کہا، کہ یہ وہی دن ہیں، کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان میں کھیلا کرتے تھے اور خوشیاں مناتے تھے اگر حضور فرمائیں تو یہ دو دنوں میں عید منانا چھوڑ دیتے ہیں اور جن دو دنوں میں خوشی منانے کا حکم ہوگا، ان میں خوشی منائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو دنوں کے بدلہ میں جن میں تم عید مناتے ہو[1]

---

[1] عید ایسے دنوں میں مقرر کرنا چاہیئے جن میں ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہوں کے بدلہ میں عید منا کر شکریہ ادا کرنا چاہیئے جن دنوں میں تم عید مناتے تھے، وہ دن ستاروں کی تحویل کے تھے، مسلمانوں کے پاس ستاروں کی تحویل کوئی چیز نہیں جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، ستارے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں آلہ کار ہیں مستقل ان میں کوئی اثر نہیں۔

دوسرے دو دن عید منانے کے لیے مقرر کئے ہیں ایک تو عید اضحیٰ اور دوسرے عید الفطرؒ

١٨٦٨ / ٢٠ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ ابْنَ الْيَمَانِ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَسَكَتَ اَبُوْ دَاوُدَ عَنْهُ ثُمَّ الْمُنْذِرِيُّ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ۔

حضرت سعید بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عید اضحیٰ اور عید الفطر کی تکبیریں کیسے کہتے تھے، تو حضرت ابوموسیٰ نے ... فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جنازے پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابوموسیٰ نے سچ کہا ہے، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس وقت میں بصرہ میں ان پر حاکم تھا تو اسی طرح (عیدین) کی تکبیریں کہا کرتا تھا۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

لہ عید الاضحیٰ تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر بڑا فضل کیا، کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔ ہم کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پیروی کا حکم ہوا ہے جو دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشی کا ہے۔ ہم کو بھی ان کی پیروی کرکے اس میں خوشی کرکے عید منانا چاہیئے۔ دوسرا دن عید الفطر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رمضان شریف دے کر نفس اور دل کی اصلاح فرمائی اور روزے پورے ہوگئے، کتنا بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم سے پورے روزے کروائے۔ اس نعمت کے شکریہ میں ختم رمضان کے بعد عید الفطر کے دن کو عید منا کر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، مسلمان ہمیشہ لہو ولعب سے بچا کرتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں عیدوں کو بھی کفار کی طرح لہو ولعب اور کھیل کود میں نہ گزاریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے عید کی خوشی منائیں۔

۱۸۶۹ / ۲۱ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَأَرْبَعًا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ حِيْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَا تَنْسَوْا كَتَكْبِيْرِ الْجَنَائِزِ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهٖ وَقَبَضَ إِبْهَامَهٗ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَقَالَ فَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ)

حضرت ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حدیث بیان کی، کہتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید کے دن نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چار چار تکبیریں کہیں، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے جس وقت آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا جنازہ کی تکبیروں کی طرح عید کی تکبیروں کو نہ بھولنا اور آپ نے اپنا انگوٹھا مبارک بند کر کے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا، اس حدیث کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن ہے۔

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کی تکبیریں کل چھ ہیں اور دو تکبیریں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع ملا کر کل آٹھ تکبیریں بنتی ہیں اور یہی حنفی مذہب ہے کہ عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہہ کر تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیریں اور چوتھی تکبیر رکوع کی، تو یہ آٹھ تکبیریں بنتی ہیں جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمل سے، مثال سے اور پھر اپنی مبارک انگلیوں کے اشارہ سے سمجھایا ہے۔

۱۸۷۰ / ۲۲ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ تِسْعُ تَكْبِيْرَاتٍ خَمْسٌ فِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عید کی زائد تکبیرات مع

الْأُولٰى وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الصَّلٰوةِ۔
(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)
وَقَالَ الْإِمَامُ ابْنُ الْهَمَّامِ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَالْمُرَادُ بِالْخَمْسِ تَكْبِيرَةُ الْإِفْتِتَاحِ وَالرُّكُوعِ وَثَلَاثُ زَوَائِدَ وَبِالْأَرْبَعِ بِتَكْبِيرَةِ الرُّكُوعِ۔

تکبیرات نماز کے (۹) ہیں، پانچ تکبیرات پہلی رکعت میں اور چار تکبیرات دوسری رکعت میں ہیں اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

فتح القدیر میں اس کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے کہ پہلی رکعت کی پانچ تکبیرات اس طرح ہیں کہ پہلی تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہے جس کے بعد ثنا پڑھی جاتی ہے، پھر تین تکبیرات عید کی زائد تکبیرات ہیں اور پانچویں تکبیر رکوع ہے، اس طرح پہلی رکعت کے شروع میں پانچ تکبیرات ہوئیں دوسری رکعت میں (۴) تکبیرات اس طرح ہیں کہ تین تکبیرات عید کی زائد تکبیرات ہیں، اور چوتھی تکبیر رکوع کی ہے۔ اس طرح دوسری رکعت میں چار تکبیر ہوئیں خلاصہ یہ ہے کہ عید کی نماز میں زائد تکبیرات (۶) چھ ہیں۔ پہلی رکعت میں تین تکبیرات عید زاید تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں بھی عید کی تین زائد تکبیرات ہیں)

١٨٧١/٢٣ وَعَنْ حَمْزَةَ أَبِي عَمَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ ثَلٰثًا سِوٰى تَكْبِيرَةِ الصَّلٰوةِ۔
(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت حمزہ ابو عمارۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ عید کی نماز کی ہر رکعت میں تین تین زائد تکبیرات ہیں جو نماز کی تکبیرات کے علاوہ ہیں۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

١٨٧٢/٢٤ وَعَنْ عَامِرٍ أَنَّ عُمَرَ وَعَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اجْتَمَعَ رَأْيُهُمَا فِي تَكْبِيرِ الْعِيدَيْنِ عَلٰى تَكْبِيرَاتٍ خَمْسٌ فِي الْأُولٰى وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ وَيُوَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ۔
(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تکبیرات عیدین کے متعلق متفقہ رائے یہ ہے کہ جملہ تکبیرات (۹) نو ہیں پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں (کہ پہلی تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہے، جس کے بعد ثناء پڑھی جاتی ہے پھر تین تکبیرات عید کی زائد تکبیرات ہیں، اور پانچویں

تکبیر رکوع کی ہے) اور دوسری رکعت میں چار تکبیرات (اس طرح) ہیں کہ تین تکبیرات عید کی زائد تکبیرات ہیں اور چوتھی تکبیر رکوع کی ہے) اور اس پر بھی دونوں حضرات کی متفقہ رائے ہے کہ پہلی رکعت کی قرأت اور دوسری رکعت کی قرأت میں تکبیرات عید سے فصل نہ ہوگا۔ بلکہ دونوں قرأت پے درپے ہوں گے۔ پہلی رکعت کے شروع میں قرأت سے پہلے تکبیرات عیدین ہونگی۔ اور دوسری رکعت کے آخر میں قرأت کے بعد تکبیرات عیدین ہوں گی) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۸۷۳/۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُمْ يَوْمَ عِيْدٍ فَدَعَا الْاَشْعَرِيَّ وَابْنَ مَسْعُوْدٍ وَحُذَيْفَةَ ابْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَ اِنَّ الْيَوْمَ عِيْدُكُمْ فَكَيْفَ اُصَلِّيْ قَالَ حُذَيْفَةُ سَلِ الْاَشْعَرِيَّ وَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ سَلْ عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ تُكَبِّرُ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَهُوَ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً وَيَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثَلٰثًا ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً يَرْكَعُ بِهَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَحْوَهُ وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد قیس نے کہا کہ سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عید کے دن حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلوا بھیجا اور ان حضرات سے کہا کہ آج مسلمانوں کی عید کا دن ہے، بتلایئے کہ میں عید کی نماز کس طرح پڑھاؤں؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے پوچھیے اور حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے دریافت کیجئے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر تم نماز عید شروع کرو (تکبیر تحریمہ کے بعد تم کو کیا کرنا چاہئے اس بارے میں تم کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس طرح نماز عید پڑھائی ہے، میں اس کو

لہ پہلی رکعت کی قرأت کے ختم پر رکوع وسجدہ ہو، اور دوسری رکعت تکبیرات عید سے شروع نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دوسری رکعت کو حسب دستور قرأت سے شروع کریں اور ختم قرأت پر تکبیرات عید کہی جائیں،

نَحْوَهٗ اَيْضًا ۔

بعینہٖ بیان کرتا ہوں (سنو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز عید شروع کرتے پھر (ثناء پڑھتے، ثناء کے بعد) عید کی تین زائد تکبیرات ادا فرماتے، اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ فرماتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے، پھر سجدہ کرتے، دوسرے سجدہ کے بعد اٹھ کر دوسری رکعت کا قیام کرتے، اس قیام میں دوسری رکعت کو قرأت سے شروع کرتے (تکبیرات عیدین سے ابتداء نہیں فرماتے تھے۔) حسب عادت سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کرکے، ضم سورہ کے بعد عید کی تین زائد تکبیرات فرماتے تکبیرات عیدین کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور عبد الرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مذکورالصدر حدیث کی روایت اسی طرح کی ہے۔

۱۸۷۴ وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ[26] كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعًا اَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَأُ فَاِذَا فَرَغَ كَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهٗ وَقَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ نَحْوَهٗ وَقَالَ فِي الْقَدِيْرِ وَهٰذَا اَثَرٌ صَحِيْحٌ قَالَهٗ بِحَضْرَةِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَمِثْلُ هٰذَا يُحْمَلُ عَلَى الرَّفْعِ لِاَنَّهٗ مِثْلُ

حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیدین کی نماز میں (۹) نو تکبیریں کہا کرتے تھے، چار تکبیرات (پہلی رکعت) میں قرأت سے پہلے کہا کرتے تھے (جن میں سے ایک تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہوتی۔ اس کے بعد ثناء پڑھتے تھے، ثناء کے بعد تین تکبیر عید کے زائد کہتے تھے، تین تکبیرات کے بعد قرأت یعنی سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کرتے، پھر ضم سورہ کے بعد پانچویں مرتبہ) اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے پھر دوسری رکعت کو (حسب دستور) حضرت ابن مسعود قرأت یعنی سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ سے کرتے۔ جب ضم سورہ سے فارغ ہوتے تو

نَقْلِ اَعْدَادِ الرَّكْعَاتِ۔

(اس طرح) چار تکبیر کہتے (کہ تین تکبیر تو عید کے زائد تکبیر ہوتے تھے اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے تھے) اس حدیث کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور ترمذی نے بھی حضرت ابن مسعود سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت کی طرح متعدد صحابۂ کرام سے بھی ایسی ہی روایتیں آئی ہیں، اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں بھی اسی طرح مروی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث صحیح حدیث ہے اور حضرت ابن مسعود نے اس حدیث کو جس میں عید کی زائد تکبیرات کا ذکر ہے۔ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے سامنے بیان کیا اور کسی صحابی نے اس کی تردید نہیں کی، اور صحابہ کے سامنے کوئی حدیث بیان کی جائے اور وہ اس کو رد نہ کریں تو ایسی حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے، اور جب یہ حدیث بھی صحابہ کے سامنے بیان کی گئی اور کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا تو یہ حدیث بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوئی۔

۱۸۷۵/۲۷ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَفِي الْعِيْدَيْنِ الْحَدِيْثُ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین صرف سات موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ (۱) جب نماز شروع کی جاتی ہے تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جاتا ہے (۲) دوسرے وتر میں دعاء قنوت کے لیے جب اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو اس وقت بھی رفع یدین کرنے کا حکم ہے (۳) تیسرے عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیرات کہتے وقت بھی رفع یدین کرنے کا حکم ہے۔ (۴) حجر اسود کا بوسہ لینے وقت بھی رفع یدین کیا جاتا ہے (ان مذکورہ چار رفع یدین کے وقت ہاتھوں کی پیٹھ اپنے منہ کی طرف ہوتی ہے (۵) پانچواں رفع یدین وہ ہے جو سعی

۱۸۷۶ وَعَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ يَوْمَ الْعِيْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ ۔
۲۸

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

۱۸۷۷ وَعَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلٰى عَنَزَتِهٖ اِعْتِمَادًا ۔
۲۹

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

۱۸۷۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَمَضٰى اِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ ۔
۳۰

میں صفا اور مروہ پر کیا جاتا ہے (۶) چھٹا رفع یدین وہ ہے جو مزدلفہ اور عرفات میں کیا جاتا ہے (۷) ساتواں رفع یدین وہ ہے جو منیٰ میں پہلے اور دوسرے جمرہ پر کنکریاں مارتے وقت کیا جاتا ہے۔ آخر کے ان تین رفع یدین میں مثل دعا کے ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف رہیں) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی شخص نے عید کے روز (نماز عید کے بعد) ایک کمان نذر دی تو آپ نے اس پر سہارا دے کر عید کا خطبہ پڑھا، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایسا بھی ہوا ہے) کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت چھوٹے نیزہ پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے رہے ہیں۔ (اور اس نیزہ کو جب ضرورت ہوتی تو سترہ کے لیے بھی زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا) اس حدیث کی روایت امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسلاً کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (یوں تو) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عید کی نمازوں میں رہا ہوں (مگر) ایک عید کا واقعہ ایسا ہوا کہ آپ (حسب عادت) نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھائی، نماز کے بعد خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، خطبہ کے وقت (عصاء وغیرہ پر) ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا (کیا کہوں) وہ خطبہ کیسا تھا؟ اس خطبہ میں آپ نے

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی اور مرنے کے بعد جو واقعات پیش آنے والے ہیں وہ یاد دلائے اور اطاعت الٰہی کی ترغیب دی، اس کے بعد حضرت بلال کے ساتھ عورتوں کے پاس جاکر ان کو خدا ترسی کا حکم دیا اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ف: ان احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت کبھی کمان پر ٹیک دیتے رہے ہیں، اور کبھی عصا پر اور کبھی چھوٹی برچھی اور کبھی ان میں سے کسی چیز کے ساتھ ٹیک نہ لگاتے بلکہ کسی انسان پر ٹیک لگاتے، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت عصا وغیرہ پر ٹیک لگانا سنت غیر مؤکدہ ہے۔ اگر بغیر عصا ٹیک دیئے خطبہ دیا جائے، تو بھی جائز ہے۔

۱۸۷۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِيْدِ فِی الْمَسْجِدِ۔
۳۱

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) عید کے دن بارش ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ نماز عید کے لیے عیدگاہ کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں جس کی بڑی فضیلت ہے، صرف ایک مرتبہ عذر کی وجہ سے نماز عید ادا فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات بلا عذر نماز عید کے لیے عیدگاہ نہیں جاتے اور اپنے محلوں میں الگ الگ مسجدوں میں عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے۔ اگرچہ کہ محلہ کی مسجد میں نماز عید ادا ہو جاتی ہے مگر ایسا کرنے والے تارک سنت مؤکدہ ہیں۔ (عمدۃ الرعایۃ ۱۲)

۱۸۸۰ وَعَنْ اَبِی الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ۔
۳۲

(رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت ابوالحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم حاکم نجران کو لکھا کہ عید اضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھا کرو (تاکہ لوگوں کو قربانی کرنے کا جلد موقع ملے) اور عید الفطر کی نماز (بہ نسبت عید اضحیٰ کے) دیر کرکے پڑھا کرو[1] اور

[1] تاکہ فطرہ تقسیم ہو جائے اور غرباء فطرہ حاصل کرکے اطمینان سے عیدگاہ آسکیں)

خطبہ میں وعظ ونصیحت کہا کرو، اس حدیث کی روایت امام شافعی رحمۃ اللہ نے کی ہے۔

۱۸۸۱/۳۳ وَعَنْ اَبِیْ عُمَیْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمُوْمَةٍ لَّهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَکْبًا جَاءُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ یُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ یَّغْدُوْا اِلٰی مُصَلَّاهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِیُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَصَحَّحَهٗ عَبْدُ الْحَقِّ وَالْبَیْهَقِیُّ۔

حضرت ابوعمیر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے کئی چچا تھے اور وہ سب کے سب صحابی ہیں، ان سے ابوعمیر روایت کرتے ہیں کہ ایک سال مدینہ منورہ میں رمضان شریف کی تیسویں شب کو ہلال نظر نہ آیا، اس لیے سب صحابہ نے روزہ رکھ لیا (زوال کے بعد) ایک قافلہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا جو اونٹوں پر سوار تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ ہم تیسویں شب کو ہلال دیکھ کر آ رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ سب افطار کر لیں، کل صبح سب کے سب عید گاہ میں آ جائیں اس حدیث کی روایت ابوداؤد نسائی، دار قطنی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور عبدالحق اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۸۸۲/۳۴ وَعَنْهُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمُوْمَتِیْ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنَّ الْهِلَالَ خَفِیَ عَلَی النَّاسِ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

حضرت ابوعمیر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے کئی چچا جو انصار تھے انھوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک سال

لہ خصوصاً فطرہ دینے کی اور قربانی کرنے کی ترغیب دلاؤ۔

۲ہ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک ۲۹ دن میں ہی ختم ہو گئے ہیں آج رمضان کی تیسویں نہیں ہے بلکہ شوال کی پہلی ہے قافلہ کے سب لوگ رویت ہلال کی گواہی دینے کی وجہ سے

۳ہ کہ ان کا روزہ لاعلمی سے عید کے دن واقع ہوا ہے جو ناجائز ہے، عید کی نماز کا وقت زوال تک ہی ہے، زوال کے بعد عید کی نماز نہیں ہو سکتی، اسی لیے آج عید کی نماز نہ پڑھیں، ۴ہ آج کے بدلہ کل عید کی نماز ادا کی جائے گی اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ دوسرے دن بھی عیدالفطر کی نماز نہ پڑھ سکیں تو تیسرے دن عیدالفطر کی نماز نہیں پڑھنا چاہیئے، عیدالفطر پڑھنے کا وقت نہ رہا، ہاں عیدالضحیٰ کسی وجہ سے دوسرے دن نہ پڑھ سکیں تو تیسرے دن بھی عیدالضحیٰ کو پڑھ سکتے ہیں۔

فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحُوْا صِیَامًا فَشَہِدُوْا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اِنَّہُمْ رَاَوُا الْہِلَالَ اللَّیْلَۃَ الْمَاضِیَۃَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرُوْا تِلْکَ السَّاعَۃَ وَخَرَجَ بِہِمْ مِنَ الْغَدِ فَصَلّٰی بِہِمْ صَلٰوۃَ الْعِیْدِ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں) ہلال تیسویں شب کو نظر نہ آیا، اس لیے سب کے سب صحابہ نے روزہ کی نیت کر لی (یہ سمجھ کر یہ رمضان کی تیسویں تاریخ ہے) ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں زوال کے بعد آکر گواہی دی کہ انھوں نے گذشتہ شب جس کو صحابہ رمضان کی تیسویں سمجھ رہے تھے ہلال کو بچشم خود دیکھا ہے اس وجہ سے سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ افطار کر لیں (روزہ پورا نہ کریں، آج عید الفطر کا دن ہے، لاعلمی سے روزہ رکھ لیا گیا ہے، عید الفطر کے دن روزہ جائز نہیں ہے) یہ ارشاد سن کر سب صحابہ نے اسی وقت روزہ توڑ دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم دوسرے دن سب کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکلے اور نماز عید الفطر پڑھائی، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

بَابٌ فِی الْاُضْحِیَۃِ

باب، قربانی کے بیان میں

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:
"فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو (سورہ کوثر، ۲/۱۰۸)

ف:۔ یعنی نماز پنجگانہ کی پابندی کرو، یا اس عطاء خسروانہ کے شکریہ میں نوافل پڑھو، یا نماز عید بقرہ ادا کرو، اور نماز بقرعید کے بعد قربانی کرو، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ پابندی نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکریہ ہے، دوسرے یہ کہ قربانی اسلامی شعار ہے اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جا سکتی، تیسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ بعض بیوقوفوں نے سمجھا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نحر سے مراد مطلقاً ذبیحہ ہے کہ کفار تو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور آپ رب تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو۔

ف :۔ یعنی نماز عید پڑھ کر قربانی کر لو ، اگر نماز عید سے پہلے قربانی کروگے تو اس سے قربانی نہ ہوگی پھر تم کو دوبارہ قربانی کرنا پڑے گی ، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے "فَصَلِّ" فرمایا ہے۔ یعنی نماز عید پڑھ لو پھر "وَانْحَرْ" فرمایا ہے یعنی نماز عید کے بعد قربانی کر لو ، اس آیت میں نماز عید اور قربانی کا حکم امر کے صیغوں کے ساتھ ہوا ہے اور امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

وَقَوْلُهُ ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

تو جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

(الانبیاء ۱۷/۳۲)

ف : جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نام سے نامزد ہیں اور دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص ہیں جیسے قربانی اور قربانی کرنے کے آداب بھی وہ ملحوظ رکھے کہ قربانی میں عیب دار جانور ذبح نہ کرے بلکہ صحیح سالم جانور ذبح کرے تو سمجھا جائے گا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے اور اس کی قربانی قبول فرمائیں گے۔

ف : معلوم ہوا ظاہری عبادات تو ظاہر جسم کا تقوی ہیں اور دل میں بزرگوں اور ان کے تبرکات کی تعظیم ہونا دلی تقوی ہے ، اللہ تعالیٰ نصیب کرے ، یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جانور یا پتھر کو عظمت والے سے نسبت ہو جائے وہ شعائر اللہ بن جاتا ہے ، قرآن نے ھدی کے جانور کو کعبہ کی نسبت سے اور صفا و مروہ پہاڑ کو کعبہ والی سیدہ ھاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت و برکت سے شعائر اللہ فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ بزرگوں کی قبریں بھی شعائر اللہ ہی ہیں اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب بھی شعائر اللہ ہیں۔

۱۸۸۳ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ رَاَيْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (عید اضحی میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مینڈھے قربانی دیئے ، یہ دو مینڈھے ابلق یعنی چتکبرے تھے ان کا رنگ سفید تھا اور بعض بعض جگہ سیاہ رنگ کے دھبے تھے ، ان دونوں کے سینگ مڑے ہوئے تھے (میں نے خود دیکھا تھا کہ) حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دست مبارک سے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ان کو ذبح کر رہے تھے ، حضرت انس فرماتے ہیں

میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے پہلوؤں پر قدم مبارک رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر فرماتے ہوئے ذبح فرمایا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف، واضح ہو کہ ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ قدیم سے کہنے کی عادت ہے، اور بعض فقہاء کے قول سے معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر بغیر واؤ کے کہنا چاہیئے، اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ فقہاء میں سے اکثر فقہاء جیسے امام نقابی علامہ عینی، علامہ اتقانی، صاحب المجمع، علامہ خیر الدین رملی اور علامہ انرازی وغیرہ نے بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنے کو ترجیح دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنا چاہیئے۔ لیکن تنہا امام حلوانی بسم اللہ اللہ اکبر بغیر واؤ کے کہنے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے متقدمین پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سلف سے خلف تک سب کے نزدیک متداول اور متوارث لفظ بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ ہے۔ اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ احادیث میں بھی بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ ہے، اور مرفوع احادیث میں مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی اور حصاص بھی بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ ہی روایت کئے ہیں، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنے کے قائل ہیں، اسی لیے مرقات میں لکھا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنا اولیٰ اور افضل ہے۔

ف۲، ایک ضروری مسئلہ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جانور کے ذبح کرنے والے کا ایک شریک ہوتا ہے اور ایک معین شریک مثلاً ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے، اور دونوں مل کر ذبح کر رہے ہیں، تو دونوں کو بسم اللہ واللہ اکبر کہنا چاہیئے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بسم اللہ واللہ اکبر کہا اور دوسرا نہ کہے تو جانور حلال نہ ہوگا اس لیے دونوں کو ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا چاہیئے۔ بخلاف اس کے جو ذبح کرنے والے کا معین ہے، مثلاً بکرے کو گرا لیا ہے اور اس کو تھام کر ذبح کرنے والے کی مدد کر رہا ہے، تو اس مدد کرتے والے کو بسم اللہ واللہ اکبر کہنا ضروری نہیں ہے۔ ۱۲

۱۸۸۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشٍ اَقْرَنٍ فَحِيْلٍ يَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ وَيَاْكُلُ فِيْ سَوَادٍ وَيَمْشِيْ فِيْ سَوَادٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ مینڈھوں میں سے چن کر ایسے مینڈھے کی قربانی کرتے تھے جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوتے اور جو موٹا تازہ اور نر ہوتا تھا اور وہ ابلق یعنی چتکبرا ہوتا

وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

یعنے اس کا تمام جسم سفید ہونا، اور آنکھوں کے اطراف سیاہی اور منھ سیاہ اور پیر بھی سیاہ ہوتے تھے؎ اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۸۸۵ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَشْعَرَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عَمَّنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اُمَّتِهٖ رَوَاهُ اِمَامُنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْاٰثَارِ وَرَوَى الْحَاكِمُ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَحْمَدَ نَحْوَهٗ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِهَا وَلَا اَجِدُهَا فَاَشْتَرِيَهَا فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحَهُنَّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَفِيْ كُلِّ اُضْحِيٍّ شَاةٌ وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ اَمَّا الْاِشْتِرَاكُ فِي الشَّاةِ الْوَاحِدَةِ فِي الْاُضْحِيَةِ الْوَاجِبَةِ فَهُوَ مَنْسُوْخٌ وَاَوَّلَهٗ مُحَمَّدٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى اَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا اِذَا كَانَ الرَّجُلُ فَقِيْرًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (عید اضحیٰ تھی) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی دیئے جن کے جسم پر کثرت سے بال تھے اور یہ دونوں ابلق یعنے چتکبرے تھے، ان دونوں مینڈھوں میں سے ایک مینڈھا تو اپنی طرف سے قربانی دیا اور دوسرا مینڈھا اپنی تمام امت کی طرف سے اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور امام محمد نے بھی کتاب الآثار میں اس کی روایت کی ہے۔ اور حاکم، ابن ماجہ اور امام محمد نے بھی اسی طرح اس کی روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہوا۔ عرض کی کہ مجھ پر ایک بدنہ ہے اور میں تنگ دست ہوں اور میں وہ حاصل نہیں کر سکتا آپ مجھے خرید دیں پس آپ نے سات بکریوں کی بیع کا حکم دیا اور انہیں ذبح کیا۔

۱ه اس سے معلوم ہوا کہ ایسا تیار اور فربہ مینڈھا چن کر قربانی دینا افضل اور سنت ہے

۲ه (آپ کی امت دو قسم کی ہے، ایک امت دعوت ہے جن میں کفار بھی شامل ہیں تو آپ یہ قربانی امت دعوت کی طرف سے نہیں دی، بلکہ امت اجابت کی طرف سے یہ قربانی دی ہے یعنی اس قربانی کا ثواب امت اجابت کو پہنچایا ہے، جو توحید کے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں جن کو مسلمان کہتے ہیں)

اَلْاُضْحِیَۃُ یُشْرِکُھُمْ فِی الثَّوَابِ فَذٰلِکَ جَائِزٌ اَمَّا الْاِشْتِرَاکُ فِی الشَّاۃِ الْوَاحِدَۃِ فِی الْاُضْحِیَۃِ الْوَاجِبَۃِ فَلَا۔

ف: واضح ہو کہ بکری کی قربانی کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو بکریوں کی قربانی کرتے تھے، ایک بکری تو اپنی طرف سے قربانی کی اور دوسری بکری تمام امت کی طرف سے، ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ایک بکری آپ نے قربانی کی اپنی طرف سے اور تمام گھر والوں کی طرف سے اور عبدالرزاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بکری کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ اس کی تائید ابن ماجہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو سات شخصوں کی طرف سے قربانی کرنی ہے تو میں ایک اونٹ قربانی کرنا چاہتا ہوں اور اس وقت اونٹ نہیں مل رہا ہے کیا کیا جائے؟ تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اگر اونٹ نہ مل رہا ہو تو سات بکریاں خرید لو ایک ایک بکری ایک ایک کی طرف سے قربانی کے لیے کافی ہوگی، اگر ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے اگر اونٹ نہ ملے تو ایک بکری خرید لو، ساتوں کی طرف سے ایک بکری کافی ہو جائے گی ایسا نہ فرما کر سات بکریاں خریدنے کا جو حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ ایک بکری ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی دی جانی چاہیئے۔ ایک سے زیادہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی جائز نہیں ان مختلف روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قربانی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک نفل جو محض ثواب کے لیے کی جاتی ہے اور جو قربانی کرنے والے پر واجب نہیں ہوتی، اور دوسری قربانی وہ ہے جو قربانی کرنیوالے پر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے، تو وہ احادیث جن میں ایک بکری کا سارے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیا جانا منقول ہے وہ نفل قربانی سے متعلق ہیں، جو محض ثواب کے لیے کی گئی ہے، واجب کے طور پر نہیں کی گئی۔ بخلاف اس کے جو قربانی واجب ہو اس میں ایک بکرا ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی میں دیا جائے گا، ایک سے زیادہ کی طرف سے نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے کہ جس طرح واجب زکوٰۃ کا نصاب مقرر ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس دوسو درہم ہوں تو اس پر ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بخلاف نفل خیرات کے اس کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں کہ جس قدر چاہے اور جب چاہے نفل خیرات دے سکتا ہے، ایسا ہی نفل قربانی کے لیے انسانوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں جتنے انسانوں کی طرف سے چاہیں، ایک بکرا قربانی دے کر اس کے ثواب میں ہیں سب کو شریک کر سکتے ہیں، بخلاف واجب قربانی کے کہ اس کے لیے بھی تعداد مقرر ہے کہ

اونٹ اور گائے سات سات شخصوں کی طرف سے، اور بکرا ایک شخص کی طرف سے واجب قربانی میں دیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جن حدیثوں سے ایک بکرا سارے گھر والوں کی طرف سے دیا جانا ثابت ہے۔ وہ نفل قربانی تھی جو محض ثواب کے لیے کی گئی اور سب کو ثواب میں شریک کیا گیا، جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک بکرے کی قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے ہوتا اس وقت پر محمول ہے کہ کوئی شخص محتاج ہوتا اور اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی تھی، تو وہ اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکرا قربانی کرتا اور سب کو ثواب میں شریک کر لیتا، اور جن حدیثوں سے ایک بکرا ایک کی طرف سے دیا جانا معلوم ہوتا ہے وہ واجب قربانی ہے، اس لیے ایک سے زیادہ کی طرف سے ایک بکرا قربانی میں نہیں دیا جا سکتا، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایک بکری واجب قربانی میں پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے تو ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے جب کہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ایک اونٹ یا ایک گائے تو سات شخصوں سے زائد کے لیے کافی نہ ہو، اور ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے، مثلاً اگر گھر میں بیس آدمی ہوں تو ان کے لیے واجب قربانی میں کافی ہو جائے، یہ خلاف عقل اور نقل ہے۔ ۱۲)

۱۸۸۶ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّذْكَرَ اسْمُ اِنْسَانٍ مَّعَ اسْمِ اللّٰهِ عَلٰى ذَبِيْحَتِهٖ اَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِى الْاٰثَارِ وَيُؤَيِّدُهٗ مَا قَالَ فِى الْهِدَايَةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ۔

حضرت ابراہیم نخعی مکروہ کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی انسان کا نام لیا جائے (تحریمی) جانتے تھے اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت جو بسم اللہ واللہ اکبر کہا جاتا ہے اس میں کسی انسان کا نام کسی حیثیت سے بھی شریک کرنے سے باز رہو، بلکہ صرف بسم اللہ واللہ اکبر ہی کہا کرو۔

۱۸۸۷ وَعَنْ اَبِىْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا ضَحّٰى

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

لہ جب کوئی شخص قربانی میں جانور ذبح کرنا چاہے اور ابھی جانور کو ذبح کے لیے لٹایا نہیں ہے تو جو دُعا چاہے پڑھ سکتا ہے، ایسا ہی لٹانے کے بعد بسم اللہ واللہ اکبر کہنے سے پہلے بھی جو دُعا چاہے پڑھ سکتا ہے اور اسی طرح ذبح کے بعد بھی جو دُعا چاہے کر سکتا ہے، جانور کو زمین پر لٹا کر عین ذبح کرنے کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام (بسم اللہ واللہ اکبر) لینا چاہیے۔ عین ذبح کے وقت، کسی انسان کا نام کسی حیثیت سے بھی درست نہیں چاہے بسم اللہ تقبل من فلاں (اللہ کے نام سے قربانی شروع کر رہا ہوں! اس کو فلاں کی طرف سے قبول فرما) ہی کیوں نہ کہے۔

اِشْتَرٰی کَبْشَیْنِ عَظِیْمَیْنِ اَمْلَحَیْنِ حَتّٰی اِذَا خَطَبَ النَّاسَ وَصَلّٰی اُتِیَ بِاَحَدِھِمَا وَھُوَ قَائِمٌ فِیْ مُصَلَّاہُ فَذَبَحَہٗ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ اُمَّتِیْ جَمِیْعًا مَّنْ شَھِدَ لَکَ بِالتَّوْحِیْدِ وَشَھِدَ لِیْ بِالْبَلَاغِ ثُمَّ یُؤْتٰی بِالْاٰخِرِ فَیَذْبَحُہٗ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَقَالَ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ فَاِنْ فَصَلَ صُوْرَۃً وَمَعْنًی کَالدُّعَاءِ قَبْلَ الْاِضْجَاعِ وَالدُّعَاءِ قَبْلَ التَّسْمِیَۃِ اَوْ بَعْدَ الذَّبْحِ لَا بَاْسَ بِہٖ وَقَالَ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ اَیْ لَا یُکْرَہُ۔

واٰلہٖ وسلم قربانی کیا کرتے تو وہ بڑے بڑے ابلق مینڈھے خرید فرمایا کرتے تھے، اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں خطبہ دینے سے فارغ ہو جاتے اور آپ عیدگاہ ہی میں کھڑے رہتے، تو اس وقت مذکورہ دو مینڈھوں میں سے ایک مینڈھا لایا جاتا اور حضور جب اس مینڈھے کو ذبح کرنا چاہتے تو ذبح کے وقت کوئی دُعا نہیں پڑھتے تھے (صرف بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے، ذبح سے فارغ ہونے کے بعد یہ دُعا پڑھتے۔

اے اللہ! یہ قربانی میری اُمت کی طرف سے قبول فرمایئے یعنی میری اُمت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے قبول فرمایئے جو آپ کی توحید کی گواہی دیتا ہو، اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہو کہ میں پورے پورے احکام پہنچا رہا ہوں۔

پھر دوسرا مینڈھا آپ کے پاس لایا جاتا تو اس کو بھی بسم اللہ واللہ اکبر کہنے بعد ذبح فرماتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اے اللہ تعالیٰ! یہ قربانی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر والوں کی طرف سے ہے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف:۔ واضح ہو کہ صدر میں حاکم، ابن ماجہ اور امام احمد، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَشْعَرَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَحَدُھُمَا عَنْ نَفْسِہٖ" کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک مینڈھا اپنی طرف سے اپنے لیے قربانی کرتے یہ واجب قربانی تھی جس کو آپ اپنی طرف سے ادا کرتے اور اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم دو بکروں کی قربانی دیتے۔ ایک بکرا تو تمام اُمت کی طرف سے، اور دوسرا بکرا اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیتے، آپ اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے جو قربانی دیتے وہ حضرت کے گھر والوں پر واجب قربانی نہیں تھی، بلکہ وہ نفل قربانی تھی کہ سب گھر والوں کو ثواب میں شریک کر لیتے تھے، سب گھر والوں کی طرف سے جو قربانی دی گئی تھی، وہ ایسی ہی قربانی تھی جیسے اُمت کی طرف سے قربانی دی گئی تھی کہ ثواب میں اُمت کو شریک کر لیا گیا تھا، نہ کہ اُمت

کی طرف سے واجب ادا کیا گیا تھا۔ ۱۲

۱۸۸۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ حِيْنَ وَجَّهَهُمَا وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ ثُمَّ سَمّٰى وَكَبَّرَ وَذَبَحَ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم عید (الاضحیٰ) کے دن دو مینڈھوں کی قربانی دیتے، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ذبح کرنے کے لیے دونوں بکروں کو قبلہ رُخ کرتے تو (پ سورہ انعام ع ۹) یہ دُعا پڑھتے۔

میں نے ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اے اللہ (یہ قربانی) تیرے ہی لئے ہے محمد اور اس کی امت کی طرف سے اور ابوداؤد کی روایت میں اس دُعا کے ساتھ ذیل کی دُعا کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

میری نماز میری تمام عبادتیں (اور میری قربانی) میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے بعد یہ دُعا بھی پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ۔

اے اللہ یہ قربانی آپ ہی کی دی ہوئی ہے اور یہ آپ ہی کی رضا جوئی کے لیے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پھر بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے، اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۸۸۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (قربانی میں) مُسِنّہ ذبح کیا کرو (مُسِنّہ

جَذَعَۃً مِّنَ الضَّاْنِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سے کم ذبح کرو گے تو قربانی قبول نہیں ہو گی۔ اور اگر تم کو یہ تینوں قسموں کا ملنا دشوار ہے، اور صرف بکروں میں جذعہ مل سکتا ہے تو (ایک آدمی کی طرف سے) چھ مہینہ کا جذعہ یعنی ایسا دنبہ یا مینڈھا بھی قربانی کر سکتے ہو جو اتنا موٹا تازہ ہو کہ ایک سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، اور سال بھر والے دنبوں یا مینڈھوں میں چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہو، (اگر چھ مہینہ کا ایسا مینڈھا نہ مل سکے، تو پھر سال بھر کا ہی ہونا چاہیئے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۸۹۰/۸ وَعَنْ مُجَاشِعٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت مجاشع جو قبیلہ بنی سلیم میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ چھ مہینہ کا ایسا مینڈھا (جو اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہے) قربانی کے لیے ایسا ہی کافی ہے، جیسا کہ ایک سال کا مینڈھا کافی ہوتا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۸۹۱/۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِعْمَتِ الْاُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ چھ مہینہ کا (ایسا فربہ مینڈھا جو ایک سال کا معلوم ہوتا ہو) قربانی کے لیے بہت بہتر ہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۸۹۲/۱۰ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا فَبَقِيَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کچھ بکریاں مجھے عنایت کیں

---

۱ مُسِنَّہ یہ ہے کہ اونٹ ہو تو پانچ سال ختم ہو کر چھٹا شروع ہو، اگر گائے ہو تو دو سال ہو کر تیسرا شروع ہو اور مینڈھا یا بکرا ہو تو پورا ایک سال کا ہو۔

۲ اگر ایسا نہ ملے تو پھر قربانی کے لیے ایک سال کا مینڈھا ہونا چاہیئے۔

عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَنِيْ جَذَعٌ قَالَ ضَحِّ بِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تاکہ میں صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم کردوں، اخیر میں عتود[1] رہ گیا، تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا سنو عقبہ! سال سے کم جو بکری کا بچہ رہ گیا ہے، اسی کی تم قربانی کرو، اور یہ حکم خاص تمہارے لیے ہے دوسروں کو سال سے کم کا بکرا اگرچہ کہ وہ فربہ ہو قربانی میں جائز نہیں (بخلاف مینڈھے کے اگر وہ سال سے کم کا بھی ہو اور فربہ ہو تو اس کی قربانی سب کے لیے جائز ہے، اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۸۹۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ (نماز عید کے بعد) عیدگاہ ہی میں قربانی کرتے تھے[2] اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں قربانی کرنے کے لیے دو الفاظ لائے گئے ہیں، ایک یذبح اور دوسرے ینحر، اس کی تحقیق اس بات سے پہلے باب صلاۃ العیدین میں امام بخاری کی حدیث، جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

۱۸۹۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] عتود بکروں اور چھوٹوں میں ایسا ہی ہے جیسے جذعہ مینڈھوں میں کہ جذعہ (۶) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم کا ہوتا ہے اور عتود بھی ایسا ہی بکروں میں (۶) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم کا ہوتا ہے، جذعہ اگر فربہ ہو تو ایک سال سے کم کا بھی ہو قربانی دے سکتے ہیں اور عتود اگرچہ فربہ ہو (۶) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم ہو تو اس کی قربانی نہیں دی جاتی، ایک سال کا ہونا ضروری ہے اس لیے عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے حصہ میں عتود یعنی ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ رہ گیا ہے۔ (اور بکری کا بچہ ایک سال سے کم کا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں) تو میں قربانی کس طرح کروں۔

[2] اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے، نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی اور یہ بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قربانی کرنے کی جگہ عیدگاہ ہی ہے، عیدگاہ میں قربانی کرنا افضل و مستحب ہے، اگرچہ کہ گھروں میں قربانی کرنا بھی جائز ہے۔

وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

کہ گائے کی قربانی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ کی قربانی بھی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے اس حدیث کی روایت مسلم اور ابو داؤد نے کی ہے

۱۸۹۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَمَسَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَبَشَرِہٖ شَیْئًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا یَقْلِمَنَّ ظُفْرًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ رَاٰی ہِلَالَ ذِی الْحِجَّۃِ وَاَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْ شَعْرِہٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِہٖ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے[۱]، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں[۲] ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو قربانی کرنے والے ہیں وہ حجامت نہ بنوائیں ناخن اور بال قربانی کرنے تک نہ کتروائیں[۳]

۱۸۹۶ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُسَیْطٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ یَسَارٍ وَاَبَا بَکْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ ہِشَامٍ وَاَبَا بَکْرِ بْنَ سُلَیْمَانَ کَانُوْا لَا یَرَوْنَ بَاْسًا اَنْ یَّاْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ شَعْرِہٖ وَیُقَلِّمُ اَظْفَارَہٗ فِیْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ۔

حضرت زید بن عبد اللہ بن قسیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عطاء بن یسار، حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام اور حضرت ابو بکر بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں سے روایت کرتے ہیں کہ یہ تینوں حضرات کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی آدمی ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں اپنے بال یا ناخن کٹوائے۔ (طحاوی)

۱۸۹۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ رَاٰنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت محمد بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[۱] جو مسلمان اپنے وطن میں ہیں ان کو حاجیوں سے مشابہت پیدا کر کے مشابہت کا ثواب دینے کے لیے جیسے حاجی مکہ معظمہ میں نماز پڑھتے ہیں، اور منیٰ میں قربانی کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھیں اور نماز کے بعد قربانی کریں، اسی طرح حاجیوں سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

[۲] کہ جو قربانی کر کے حاجیوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ جیسے حاجی صاحب سے احرام باندھتے ہیں تجامت نہیں بنواتے، بال اور ناخن نہیں کترواتے، ایسے ہی حاجیوں سے پوری مشابہت پیدا کرنے کے لیے

[۳] تاکہ حاجیوں سے پوری پوری مشابہت ہو جائے اگرچہ حاجیوں کے لیے بال اور ناخن نہ کتروانا فرض ہے بخلاف قربانی کرنے والوں کے ان کو حجامت نہ بنوانا اور بال اور ناخن نہ کتروانا مستحب ہے

طَوِيْلُ الشَّارِبِ وَذٰلِكَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَاَنَا عَلٰى نَاقَتِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْحَجَّ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَقُصَّ مِنْ شَعْرِيْ فَفَعَلْتُ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

دیکھا کہ مونچھیں لمبی ہیں، اور آپ اس وقت مقام ذوالحلیفہ میں تھے اور میں اونٹنی پر سوار حج کے ارادے سے جا رہا تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مونچھوں کے بال کتروانے کا حکم دیا، تو میں نے حکم کی تعمیل کی۔

(طحاوی)

۱۸۹۸
۱۶
وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ الْاَضْحٰى يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ يَّفْرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ اَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَكَانَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں عید البقر یعنی قربانی کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا، تو ابھی آپ نماز سے آگے نہ بڑھے تھے اور اپنی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے اور سلام پھیرا تو اچانک آپ نے قربانی کا گوشت پڑا ہوا دیکھا جسے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ذبح کر دیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے یا ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے جانور ذبح کیا ہے تو چاہیئے کہ وہ اس کی جگہ پر دوسرا جانور ذبح کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید قربان کے دن نماز عید پڑھی پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جانور ذبح کیا اور فرمایا: جس شخص نے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا ہے تو چاہیئے کہ وہ اس کی جگہ پر دوسرا جانور ذبح کرے اور جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح نہیں کیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جانور ذبح کرے۔

(بخاری ومسلم)

۱۸۹۹
۱۶
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال قیام کے دوران قربانی کرتے رہے۔　(طحاوی، ترمذی)

۱۹۰۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ لَهٗ سِعَةٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاکِمُ وَاَحْمَدُ قَالَ الْحَاکِمُ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس شخص کو گنجائش و وسعت ہو اور وہ عید قربان کے موقع پر قربانی کرے تو ایسا شخص ہرگز ہماری عیدگاہوں کے قریب نہ آئے، (ابن ماجہ و حاکم، واحمد اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

۱۹۰۱ وَعَنْ مِّخْنَفِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ کُنَّا وُقُوْفًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰى کُلِّ اَهْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَةً وَّعَتِیْرَةً هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْعَتِیْرَةُ هِیَ الَّتِیْ تُسَمُّوْنَهَا الرَّجَبِیَّةَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْعَتِیْرَةُ مَنْسُوْخَةٌ قَالَ صَاحِبُ الْمِشْکٰوةِ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ضَعِیْفُ الْاِسْنَادِ قَالَ مِیْرَکُ وَلٰکِنْ عِبَارَةُ التِّرْمِذِیِّ هٰکَذَا هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِیْثَ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَوْنٍ وَلَیْسَ فِی التِّرْمِذِیِّ حُکْمُ بِضُعْفِ اِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِیْثِ کَذَا فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ النُّسَخِ الْحَاضِرَةِ وَکَذَا نَقَلَهٗ عَنْهُ صَاحِبُ التَّخْرِیْجِ۔

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (حجۃ الوداع) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وقوف عرفہ کرکے عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ لوگو! قربانی واجب ہے ہر گھر والا (جو قربانی اور فطرہ کے نصاب کا مالک ہو) اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی طرف سے ہر سال قربانی کیا کرے[1]۔ اس حدیث کی روایت ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

---

[1] یہاں اس کے چھوٹے بچوں کی طرف سے اور جوان بچوں کی طرف سے اور بیوی کی طرف سے قربانی اس پر واجب نہیں ہے، اگر ان سے اجازت لے کر قربانی کرے تو قربانی اُن کی طرف سے بھی ادا ہو سکتی ہے

۱۹۰۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْاَضْحٰى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِيْحَةً اُنْثٰى اَفَاُضَحِّيْ بِهَا قَالَ لَا وَلٰكِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِكَ وَاَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَذٰلِكَ تَمَامُ اُضْحِيَتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو عید منایا کروں، ایک مجھ ہی کو نہیں بلکہ میری ساری امّت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کو قربانی کر کے عید منایا کریں، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سُن کر کہ آپ کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے استطاعت تو نہیں ہے کہ قربانی کر سکوں، البتہ مجھے دودھ پینے کے لیے ایک صاحب بکری دے گئے ہیں، ہیں واجب کی ادائیگی کے لیے اسی دی ہوئی بکری کی قربانی کر دیتا ہوں یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سمجھے نہیں، تم جیسے محتاج شخص پر قربانی واجب نہیں ہے، خواہ مخواہ لوگوں کی دی ہوئی بکری بغیر ان کی اجازت کے ذبح کر کے پھر ادا کرنے کا خیال رکھنا، اس طرح حکم نہیں ہے، قربانی اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہے، تم کو بال، ناخن دُور کر کے غسل کر کے اور میل کچیل دُور کر کے مسلمانوں کے ساتھ عید کی خوشی منانا ہی کافی ہے اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۱۹۰۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ نِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشَرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (کہ ذی الحجہ کے عشرۂ اوّل کی بڑی فضیلت ہے) جس قدر ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب ہے، اتنا ثواب کسی اور دنوں کے نیک عمل کرنے میں نہیں ہے، صحابہ نے عرض کی

۱؎ دسمجھے کہ قربانی واجب ہے اور ہر ایک کے ذمہ اس کی ادائیگی ضروری ہے۔
۲؎ تمہاری نیت قربانی کرنے کی تھی مگر مجبوری سے نہ کر سکے تو تمہاری نیت کی وجہ سے تم کو قربانی کا ثواب دیا جائے گا۔

خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضور! کیا اور دنوں میں جہاد کرنے کے ثواب سے ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب اور دنوں کے جہاد کے ثواب سے بھی زیادہ ہے، مگر ایک ایسا شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے جان و مال لے کر نکلا (اور ایسا دل توڑ کر جہاد کیا) کہ اس کی جان بچی نہ مال (جان اور مال سب اللہ کی راہ میں قربان کر دیا) ایسے شخص کے عمل کا ثواب ذی الحجہ کے عشرۂ اوّل میں نیک عمل کرنے کے ثواب سے اللہ کے پاس زیادہ محبوب ہے، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۹۰۴ / ۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ وَإِنَّهٗ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کے دن قربانی کے جانور کا خون بہانا جیسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے، ایسا کوئی نیک عمل اس دن میں ایسا محبوب نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، اپنے بالوں اپنے کھروں کے ساتھ (صحیح وسالم) آئے گا[۱] قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ قربانی کو قبول فرما لیتے ہیں[۲] خوشی خوشی سے قربانی کیا کرو، اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ ۱۲

لہ تاکہ قربانی کے ہر عضو کے بدلہ میں قربانی کرنے والے کو ثواب ملے، پل صراط پر سواری کے کام آئے اور میزان میں نیک اعمال کے پلڑے میں قربانی کے جانور کو رکھا جائے تاکہ نیکیوں کا پلڑا اس سے بھاری ہو جائے، (قربانی کے جانور کا خون بہانا اللہ تعالیٰ کو ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ﷺ جب تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ قربانی اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ سب اعمال خیر سے زیادہ قربانی کو پسند کرتے ہیں، اور بہت جلد قربانی کو قبول فرماتے ہیں تو اب تم پر قربانی کرنا گراں نہیں ہونا چاہیے۔

۱۹۰۵/۲۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ اَنْ یُتَعَبَّدَ لَهٗ فِیْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْهَا بِصِیَامِ سَنَةٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْهَا بِقِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دلیل تو نیک اعمال خواہ کسی مہینہ میں ہوں اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہیں، مگر ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو جتنے محبوب ہیں اور دنوں کے اعمال ایسے محبوب نہیں ہیں[1] نو دن تک کا ہر روزہ ثواب میں ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان دنوں میں شب بیداری کا ثواب شب قدر کی شب بیداری کے ثواب کے برابر ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۹۰۶/۲۴ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے صحابہ کرام نے دریافت کیا یا رسول اللہ قربانی کیا چیز ہے اور اس کی بناء کب سے ہوئی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قربانی کی بناء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پڑی اس لیے) قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام شریعتوں میں جاری رہی) پھر شریعت اسلام نے بھی اس کو قائم رکھا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) قربانی کی بناء کب سے ہوئی یہ تو ہم کو معلوم ہو گیا، مگر یہ نہیں معلوم ہوا) کہ قربانی کرنے میں کیا ثواب ہے؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، قربانی

[1] اس سے آپ کو اندازہ لگے گا کہ ان دنوں کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کے سوا، کہ اس دن کا روزہ تو حرام ہے۔

کے جانور کے ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی ملتی ہے صحابہ نے عرض کیا حضور! شعر یعنے بال تو گائے بکروں اور بھیلوں میں ہوتے ہیں ان کے ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی کا ملنا معلوم ہوا، مگر مینڈھے اور اونٹ کی قربانی کرتے ہیں جو ثواب ہے وہ نہیں معلوم ہوا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (مینڈھوں اور اونٹوں کے بال کو صوف یعنی اون کہتے ہیں) اون کے بھی ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی ملتی ہے[1] اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

۱۹۰۷/۲۵ وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِيْ أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّيْ عَنْهُ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ)

حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ حضرت آپ یہ دو مینڈھے کیوں ذبح کر رہے ہیں؟ (ایک مینڈھا ایک آدمی کی طرف سے قربانی کے لیے کافی ہے) تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں[2]، اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف:۔ واضح رہے کہ جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] مسلمانو! سوچو، قربانی کا کیا ثواب ہے ایک ایک بال کے بدلہ ایک ایک نیکی ملتی ہے کس قدر بال ہیں اور کس قدر نیکیاں ملتی ہیں، اس کا کچھ اندازہ کر سکتے ہو، عمر بھر بھی نیکیاں کرو گے تو اتنی نیکیاں نہیں کر سکتے۔ قربانی کر کے اتنی بے شمار نیکیاں بہت آسانی سے حاصل کر لو۔

[2] اس لیے میں ایک بکرا تو اپنی طرف سے قربانی کر رہا ہوں اور دوسرا بکرا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی دے رہا ہوں

کی جانب سے قربانی دی ہے ایسا ہی ہم بھی اپنے مردوں کی طرف سے قربانی دے سکتے ہیں مگر مردوں کی وصیت کی وجہ سے قربانی دی گئی ہے تو اس پوری قربانی کو خیرات کر دینا چاہئے، خود اس کو نہیں کھانا چاہیے اور اگر بغیر مُردوں کی وصیت کے خود مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کی گئی ہے، تو اس قربانی کو مثل اپنی قربانی کے خود بھی کھاسکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ (درمختار)

۱۹۰۸/۲۶ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَا يَتَّقِيْ مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعٌ اَلْعَرْجَآءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَآءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَآءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کن کن جانوروں کی قربانی نہ دی جائے یعنی قربانی کے جانوروں میں وہ کون سے عیب ہیں جن کی وجہ سے ان کی قربانی دینا جائز نہیں ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا[له] کہ اس لنگڑے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا لنگڑا ہونا اس طرح ظاہر ہو کہ وہ چل نہ سکے (اگر معمولی لنگڑا پن ہو تو کچھ حرج نہیں) اور نہ اس کانے جانور کی قربانی کی جائے جس کا کانا پن ظاہر ہو، یعنی ایک آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دے، یا اس ایک آنکھ میں آدھے سے زیادہ بنیائی نہ ہو، اور نہ اس بیمار جانور کی قربانی کی جائے جس کا بیمار ہونا (اس طرح) ظاہر ہو (کہ وہ چارہ نہ کھا سکے) اور نہ اس دبلے جانور کی قربانی کی جائے جو اتنا دبلا ہو کہ جس کی ہڈی تک میں گودا نہ ہو۔ (اور اس کی وجہ سے وہ کھڑا نہ رہ سکتا ہو) اس حدیث کی روایت امام مالک، امام احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ، دارمی اور طحاوی نے کی ہے۔ ۱۲

۱۹۰۹/۲۷ وَعَنْ اَبِي الضَّحَّاكِ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوْزَ مَوْلٰى بَنِيْ شَيْبَانَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَآءِ حَدِّثْنِيْ

حضرت ابو الضحاک عبید بن فیروز مولیٰ بنی شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے قربانی

له چار عیب ہیں، ان چار عیبوں میں سے جو عیب جس جانور میں پایا جائے اس کی قربانی نہ دیجائے۔

عَمَّا نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَضَاحِيْ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَدِيْ اَقْصَرُ مِنْ يَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعٌ لَا يَجْزِيْنَ الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيْرَةُ الَّتِيْ لَا تَنْقِيْ قُلْتُ اِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ تَكُوْنَ فِي الْقَرْنِ نَقْصٌ وَاَنْ يَكُوْنَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ قَالَ مَا كَرِهْتَهٗ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلٰى اَحَدٍ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

کے جانوروں کے متعلق حدیث سنائیے کہ کن جانوروں کی قربانی کرنے سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ (حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی ایسا ہی دریافت کیا گیا تھا) اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت کھڑے ہو کر آپ اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا لہ، میرا ہاتھ حضور کے دستِ مبارک کے سامنے چھوٹا اور حقیر معلوم ہو رہا تھا، حضور نے فرمایا کہ چار عیب ہیں، ان میں سے کوئی عیب جس جانور میں پایا جائے اس کی قربانی نہ دی جائے) ایکؔ اس کانے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا کانا پن ظاہر ہو، یعنے ایک آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دے، یا اس کی ایک آنکھ میں آدھے سے زیادہ بینائی نہ ہو دوسرے اور نہ اس بیمار جانور کی قربانی کی جائے جس کا بیمار ہونا ظاہر ہو کہ وہ چارہ نہ کھا سکے، تیسرے ایسے لنگڑے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا لنگڑا ہونا ظاہر ہو کہ وہ چل نہ سکے، چوتھے اس دبلے جانور کی بھی قربانی نہ کی جائے جو اتنا دبلا ہو کہ اس کی ہڈی تک میں گودا نہ ہو، جس کی وجہ سے وہ کھڑا نہ رہ سکتا ہو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ میں قربانی میں ایسے جانور کو بھی ناپسند کرتا ہوں جس کے سینگ میں نقص ہو، یعنے اس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں، اور ایسے جانور کو بھی ناپسند کرتا ہوں جس کے دانتوں میں نقص ہو۔ یعنے اس کے کچھ دانت گر گئے

لہ کیا کہوں حضرت کا دست مبارک کیسا تھا، حضرت کا دست مبارک ایسا خوبصورت نظر آرہا تھا کہ میرا ہاتھ آپ کے سامنے حقیر معلوم ہو رہا تھا۔

وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ قَالَ فَإِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ يَكُوْنَ نَقْصٌ فِي الْأُذُنِ قَالَ فَمَا كَرِهْتَ مِنْهُ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ نَحْوَهُمَا۔

ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوسروں کو ایسے جانور کے حرام اور ناجائز ہونے کا فتویٰ نہ دو۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف کان کے متعلق روایت کی ہے اور امام طحاوی نے بھی نسائی اور ابن ماجہ دونوں کی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح رہے کہ قربانی کے جانور کے سینگ، دانت اور کان کے متعلق کچھ احکام تو آپ اس حدیث شریف کے ترجمہ میں سن چکے ہیں، باقی احکام اب سنئے:

(۱) جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں اس کی قربانی درست ہے، البتہ جس جانور کے پیدائش سے سینگ تو تھے مگر بعد میں بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(۲) جس جانور کے بالکل دانت نہیں، اس کی قربانی بھی درست نہیں۔

(۳) جس جانور کے پیدائش ہی سے دونوں کان نہ ہوں یا صرف ایک کان نہ ہو، اس کی قربانی درست نہیں ہے، یا ایسا ہی جس جانور کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو اس کی قربانی بھی درست نہیں، مگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (در المختار)۔ ۱۲

۱۹۱۰/۲۸ وَعَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ قُلْتُ فَإِنْ وَلَدَتْ قَالَ اذْبَحْ وَلَدَهَا مَعَهَا قُلْتُ وَالْعَرْجَاءُ قَالَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسَكَ فَاذْبَحْ قُلْتُ فَمَكْسُوْرَةُ الْقَرْنِ قَالَ لَا بَأْسَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ

حضرت حجیہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گائے کی قربانی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے[۲] راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ قربانی کے لیے جو گائے خریدی گئی تھی، وہ گابھن تھی، اگر قربانی سے پہلے وہ بچہ جنے تو اس بچہ کو کیا کیا جائے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا

---

[۱] اور جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں) اور میں ایسے جانور کو بھی قربانی کے لیے پسند نہیں کرتا جس کے کان میں نقص ہو یعنی کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ جس جانور کو تم قربانی میں پسند نہیں کرتے تو تم اس کو چھوڑ دو، اور دوسرا جانور جو ایسا نہ ہو، اس کی قربانی کر لو، یہ تمہارے لیے تقویٰ کی بات ہے۔

[۲] اگر سات آدمیوں سے کم بھی ہوں تو ایک گائے ان کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے، اگر سات آدمیوں سے زیادہ ہوں اور ایک گائے ان سب کی طرف سے قربانی دی جائے تو سات آدمیوں کی طرف سے تو قربانی ادا ہو جائے گی اور سات آدمیوں سے جو زیادہ ہیں ان کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی۔

الْعَيْنَيْنِ وَالْأُذُنَيْنِ۔

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(کہ اس بچہ کو تم اپنی ملک نہ سمجھنا تم اپنے تصرف میں نہ لانا) ماں کے ساتھ اس بچہ کو بھی ذبح کر دو۔[1] راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اگر قربانی کا جانور لنگڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، بخلاف اس کے کہ وہ لنگڑا ہونے کے باوجود قربانی کی جگہ تک چل سکتا ہے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے[2] (اس کا ایسا لنگڑا پن قربانی کے لیے مانع نہیں ہے) میں نے پھر عرض کیا کہ جس قربانی کے جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسے سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں[3]، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم اچھی طرح قربانی کے جانور کی آنکھوں کو اور کانوں کو دیکھ لیا کریں[4]، اس حدیث کی روایت، دارمی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی، ابو داؤد طیالسی اور ترمذی نے کی ہے اور اس کی روایت حاکم نے بھی مستدرک میں کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

[1] قربانی کا جانور تو ماں سمجھی جائیگی، اس کو تم کھانا، البتہ قربانی کے جانور کی جو عمر بتلائی گئی ہے بچہ اس عمر کا نہ ہونے سے بچہ کو قربانی کے لیے ذبح نہیں کیا گیا، صرف وہ خالص عبادت ہی ہے اس لیے اس بچہ کا گوشت نہ کھایا جائے، اس کے گوشت کو خیرات کر دیا جائے اگر قربانی کرنے والا اس بچہ کے گوشت سے کچھ کھائے تو جتنا گوشت کھایا ہے اس کی قیمت خیرات کر دے۔ عالمگیری اور رد المحتار میں ایسا ہی ہے۔

[2] قربانی کے جانور میں لنگڑا پن ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے مگر لنگڑا پن سے مراد یہ ہے کہ اس کا لنگڑا پن اس طرح ظاہر ہو کہ وہ چل نہ سکے۔ [3] ہاں اگر سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو ایسے جانوروں کی قربانی درست نہیں)

[4] اگر آنکھ اور کان اچھے ہوں تو قربانی کریں، ایسا ہی آنکھ میں نصف سے کم خرابی ہو تو اس جانور کی بھی قربانی کر سکتے ہیں، اگر نصف یا نصف سے زیادہ خرابی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، ایسا ہی اگر نصف سے کم کان کٹے ہوئے ہوں تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، ہاں اگر نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹے ہوئے ہوں یا پورا کان کٹا ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۱۹۱۱/۲۹ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ يَعْنِيْ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَا الْاَعْضَبُ قَالَ النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَفِيْ رِوَايَةِ الطَّحَاوِيِّ عَنْ قَتَادَةَ فَقُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَا عَضْبَاءُ الْاُذُنِ قَالَ اِذَا كَانَ النِّصْفُ فَاَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ مَقْطُوْعًا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ (حدیثوں میں اعضب کی قربانی سے منع کہا گیا ہے) اعضب کس کو کہتے ہیں؟ تو سعید بن المسیب نے فرمایا کہ اعضب وہ جانور ہے جس کا کان یا سینگ آدھا یا آدھے سے زائد کٹا ہوا ہو، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۹۱۲/۳۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَبْتَعْنَا كَبْشًا نُضَحِّيْ بِهٖ فَاَصَابَ الذِّئْبُ مِنْ اَلْيَتِهٖ وَاُذُنِهٖ فَسَاَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَنَا اَنْ نُضَحِّيَ بِهٖ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے قربانی دینے کے لیے ایک دنبہ خریدا تھا، تو بھیڑیئے نے اس کی دُم کے دونوں حصوں میں سے کچھ اور کان کے بھی کچھ حصہ کو کتر کھایا (جو نصف سے کم تھا) ہم نے اس طرح کے دنبہ کی قربانی کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی قربانی کریں۔ (ابن ماجہ)

۱۹۱۳/۳۱ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ الْاُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ اِلَّا الْحَاجَّ۔

(رَوَاهُ اِمَامُنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قربانی شہر والوں پر واجب ہے حاجیوں کے علاوہ۔ (اسے ہمارے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا ہے)

۱۹۱۴/۳۲ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى رَوَاهُ مَالِكٌ وَقَالَ وَبَلَغَنِيْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلُهٗ۔

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قربانی عید قربان کے دو دن بعد تک ہے، اس حدیث کو امام مالک نے روایت کر کے کہا کہ ہمیں یہ حدیث حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مثل پہنچی ہے۔

۱۹۱۵/۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْاَضْحٰى ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ وَرَوَاهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قربانی کے کل تین دن ہیں ایک عید کا دن اور دو دن عید کے بعد کے۔ امام طحاوی نے اس

إِمَامُنَا أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ نَحْوَهٗ۔

حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ نے ابراہیم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۹۱۶/۳۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ الذَّبْحُ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ يَوْمَانِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے جانور کا ذبح کرنا عید بقر کے دو دن بعد بھی ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

بَابُ الْعَتِيْرَةِ

اس باب میں عتیرہ کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ تو آپ انہیں چھوڑ دو، وہ ہیں اور ان کے افتراء (سورۃ الانعام: ۱۳۷)

ف: اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ انہیں تبلیغ نہ کریں تبلیغ تو انہیں آخر دم تک کی جائے گی مطلب یہ ہے کہ ان کے کفر و شرک پر غم نہ کرو اپنے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ، یا تم ایسے کام نہ کرو، تو اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہوگا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ان سے پہلے ہی بیزار تھے۔

ف: ایام جاہلیت میں مشرکین جو شرک کے کام کیا کرتے تھے منجملہ ان کے ایک فرع ہے، فرع کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین اونٹنی کو جب پہلا بچہ ہوتا تھا اس بچہ کو بتوں کے سامنے بتوں کے نام سے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس فعل کو اونٹنی کی نسل کے واسطے خیر و برکت کا سبب جانتے تھے اور اس مذبوحہ بچہ کا نام فرع تھا، اور دوسرا رسم جاہلیت میں یہ تھا کہ رجب کے پہلے دھے میں جانور کو بتوں کے نام سے بتوں کے تقرب کے لیے قربانی کرتے تھے اور اس کو عتیرہ کہتے تھے جب اسلام کا زمانہ آگیا تو مسلمان بجائے بتوں کے نام سے قربانی کرنے کے، اللہ تعالیٰ کے نام سے فرع اور عتیرہ کیا کرتے تھے، گو اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نام سے یہ دونوں رسم کئے جاتے تھے مگر پھر بھی مشرکین سے مشابہت باقی تھی، اس لیے اسلام نے فرع کو اور عتیرہ کو منسوخ کر دیا کہ اللہ کے نام سے بھی فرع اور عتیرہ نہ کئے جائیں تاکہ مشرکین سے مشابہت باقی نہ رہے، فرع اور عتیرہ جن حدیثوں سے منسوخ کیا گیا ہے ان میں پہلی حدیث یہ ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

۱۹۱۷ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيْرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ فرع اور عتیرہ اب باقی نہ

لَهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَ
الْعَتِيْرَةُ فِيْ رَجَبٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۹۱۸/۲ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ نَسَخَتِ الزَّكٰوةُ كُلَّ صَدَقَةٍ فِي
الْقُرْاٰنِ وَنَسَخَ صَوْمُ رَمَضَانَ كُلَّ
صَوْمٍ وَنَسَخَ غُسْلُ الْجَنَابَةِ كُلَّ غُسْلٍ
وَنَسَخَتِ الْاَضَاحِيْ كُلَّ ذَبْحٍ رَوَاهُ
الدَّارُقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اَبُوْدَاوُدَ
وَالْعَتِيْرَةُ مَنْسُوْخَةٌ۔

رہے، یہ دونوں منسوخ کر دئیے گئے ہیں (کوئی مسلمان ان دونوں کو خواہ نیت کیسی ہی خالصۃً للہ ہو وہ نہ کرے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ (جو صدقہ فطر اور عشر کو بھی شامل ہے) جب یہ فرض ہوئی تو قرآن میں جو جو خیرات زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے واجب تھی ان کا وجوب منسوخ ہو گیا (اب اس خیرات کا دینا مستحب باقی رہا،) اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے پہلے دوسرے مہینوں میں جن دنوں کا روزہ رکھنا فرض تھا مثلاً دسویں محرم کا روزہ رمضان کے فرض ہونے سے ایسے سب دنوں کے روزوں کا وجوب منسوخ ہو گیا (اب ان روزوں کا مستحب ہونا باقی رہا) اور غسل جنابت فرض ہونے سے دوسرے غسل مثلاً جمعہ وغیرہ کا وجوب منسوخ ہو گیا (اب دوسرے غسل مستحب رہے) اور قربانی واجب ہونے سے اور جانور جو عبادت کے طور پر ذبح کئے جاتے تھے، مثلاً عقیقہ اور فرع اور عتیرہ کا وجوب بھی منسوخ ہو گیا[1]۔ اس حدیث کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔

[1] (عقیقہ، فرع اور عتیرہ کا مستحب ہونا باقی رہا عقیقہ کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی اس لیے عقیقہ کرنا مستحب رہا، مگر فرع اور عتیرہ کہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت ہو رہی تھی، کہ مشرکین بتوں کے لیے کرتے تھے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کرتے تھے مگر مشرکین کی مشابہت کی وجہ سے فرع اور عتیرہ کا مستحب ہونا بھی منسوخ ہو گیا، اسی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں فرع اور عتیرہ کا منسوخ ہونا ظاہر کیا ہے اور ابو داؤد نے بھی اپنی سنن میں عتیرہ کا منسوخ ہونا لکھا ہے)

بَابُ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ

اس باب میں سورج اور چاند گرہن کے متعلق بیان ہوگا۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو (سورۂ بنی اسرائیل، ۵۹)

ف: سورج گرہن اور چاند گرہن اور عنقریب اچانک آنے والے عذاب اور منہ مانگے معجزے، رب تعالیٰ کی طرف سے آنے والے عذاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

۱۹۱۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک بار) جب سورج گرہن ہوا تو (نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں دی گئی، بلکہ) منادی کو حکم دیا گیا کہ وہ "الصلوٰۃ جامعۃ" (نماز جماعت سے ہو رہی ہے) کہہ کر لوگوں کو (سورج گرہن کی نماز کے لیے) بلایا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح اس کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام فرائض، سنن اور نوافل میں کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع ہوں، نماز کسوف بھی منجملہ ان نمازوں کے ہے، اس لیے اس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع کا ہونا صحیح نہیں ہے، مثل اور نمازوں کے نماز کسوف میں بھی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہونا چاہیے۔

۱۹۲۰ وَعَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ كَمَا تُصَلُّوْنَ رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورج گرہن کی نماز (کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ) ایسا ہی پڑھتے تھے جیسے آپ لوگ (تمام نمازوں کی) ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے

ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس کی روایت امام طحاوی، ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے ۱۲۔

۱۹۲۱ وَعَنْہُ عَنْ قُبَیْصَۃَ الْبَجَلِیِّ قَالَ انْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی کَمَا تُصَلُّوْنَ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیصہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں سورج گرہن ہوا تھا تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سے پڑھا کرتے ہیں) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۹۲۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ اِلَی الْمَسْجِدِ یَجُرُّ رِدَاءَہٗ مِنَ الْعَجَلَۃِ وَثَابَ النَّاسُ اِلَیْہِ فَصَلّٰی کَمَا تُصَلُّوْنَ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورج گرہن ہوا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے کھڑے ہوئے، اسی خوف کی حالت میں مسجد کی طرف چلے اس وقت حضور پر ایسا خوف طاری تھا کہ چادر مبارک سنبھالنے کی بھی سدھ نہ تھی (چادر مبارک کو گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے) اور آپ کے ساتھ سب صحابہ حضور کے خوف کی حالت دیکھ کر خود بھی خوف زدہ ہو کر مسجد میں پہنچ گئے۔[۱،۲]

---

[۱] کیا کہوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر خوف طاری تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ کسوف عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے، یا اس کسوف کے ساتھ ہی قیامت قائم ہونے والی ہے۔

[۲] قربان نبی اُمی پر کہ کسوف شمس سے خوف زدہ ہو کر ہم کو سینکڑوں برس پہلے وہ بات بتلا دی جو آج سائنس دان بڑی تحقیق کے بعد کہتے ہیں کہ کسوف شمس کے وقت کشش سیارگان متاثر ہونے سے نظام شمسی کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کسوف شمس کے وقت دنیا تباہی کے کنارے پر آجاتی ہے، نظام شمسی میں اگر ایسے ہی خلل پڑ جائے تو سارے کرّے آپس میں ٹکرا جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی، پھر جب کسوف شمس کا انجلاء ہونے لگتا ہے تو کشش سیارگان بحال ہو جاتی ہے، اور نظام شمسی اپنے حال پر قائم ہو جاتا ہے اور دنیا تباہی سے بچ جاتی ہے اسی وجہ سے کسوف شمس کے وقت حضور بے حد خوف زدہ تھے۔

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ نَحْوَهُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حَبَّانَ وَقَالَ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْحَاكِمِ نَحْوَ ابْنِ حَبَّانَ وَقَالَ الْحَاكِمُ اَنَّهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَاَقَرَّ عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی خوف کی حالت میں نماز کسوف (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ) ایسے ہی ادا فرمائی جیسے تم اور نمازوں کو (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سے) ادا کرتے ہو اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ابن حبان کی ایک روایت میں اور حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ کسوف کی نماز حضور نے دو رکعت پڑھائی (اور ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے) پڑھائی جیسے تم دوسری نمازوں کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے پڑھتے ہو اور حاکم نے کہا ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، اگرچہ کہ انھوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایت نہیں کی ہے۔ اور امام ذھبی نے بھی اس کا اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے (اس لیے بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی طرح یہ حدیث بھی صحیح ہے)

۱۴۲۳
۵ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ نَحْوًا مِنْ صَلَاتِكُمْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ) وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حِيْنَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلَاتِنَا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سورج گہن کی نماز آپ لوگوں کی نماز کی طرح ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھائی ہے۔ اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور نسائی کی ایک اور روایت بھی اسی طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کسوف شمس کے وقت جو نماز کسوف ادا فرمائی ہیں، اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے تھے جیسے ہماری اور نمازوں کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں۔

١٩٢٤ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَصَلَاتِكُمْ حَتّٰى تَنْجَلِيَ

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ)

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن جن صحابہ اور تابعین سے میں نے ملاقات کی ہے وہ (سورج گہن کے متعلق) فرمایا کرتے تھے کہ جب سورج گہن ہو جائے تو گہن چھوٹ کر سورج صاف ہونے تک تم ہمیشہ جیسے دوسری نمازوں کی (ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے) پڑھا کرتے ہو ایسا ہی سورج گہن کی نماز (ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ہر رکن کو طویل ادا کر کے) پڑھا کرو اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

١٩٢٥ وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكُوْعًا وَاحِدًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ وَعَطَاءٌ قَالَ اَيُّوْبُ هُوَ ثِقَةٌ۔

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر نماز (کی ہر رکعت) میں ایک ہی رکوع ہوا کرتا تھا[1] اس کی روایت ابوداؤد نسائی اور حاکم نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

١٩٢٦ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَا وَاِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سورج گہن ہوا اور اتفاق سے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی وفات بھی ہوئی تھی، تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گہن ہوا ہے، اس پر حضور صلی اللہ

لہ متعدد رکوع ہوتا نہیں دیکھا گیا اس لیے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں بھی متعدد رکوع ہونا ثابت نہیں

كَذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلَى الْمَسَاجِدِ ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ فِيْمَا نَرٰى بَعْضَ الٓرٰ كِتَابٌ ۔ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْاُوْلٰى رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو! کسی کے مرنے جینے سے چاند یا سورج گہن نہیں ہوتے۔ بلکہ چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں[1] جب سورج یا چاند کو گہن لگتے دیکھو تو خوف زدہ ہو جاؤ (کیا معلوم کہ نظام شمسی ختم ہو کر عذاب الٰہی آ جائے، یا قیامت برپا ہو جائے اس لیے) گھبرائے ہوئے مسجدوں میں جا کر پناہ لو (خدا کی طرف متوجہ رہو) یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کسوف کے لیے کھڑے ہو گئے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے "سورہ الٓرٰ کتاب" کا ایک حصہ پڑھا، پھر رکوع کیا اور رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوئے (اور دوبارہ رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور (دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح (ایک رکوع اور دو سجدوں سے ادا فرما کر نماز ختم کی) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے اور ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

١٩٢٤ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ

حضرت عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانے

[1] جن کی روشنی سلب فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں کہ اتنی بڑی اور روشن مخلوق کو ہم یوں سیاہ اور تاریک کر سکتے ہیں، تمہارے گناہوں کے سبب سے تم کو جو کچھ نہ کریں کم ہے۔

يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ التِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ وَالْحَاكِمُ وَالطَّحَاوِيُّ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ وَلَمْ يَخْرُجَاهُ وَقَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ ابْنُ الْهَمَّامِ وَقَدْ اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ لِعَطَاءٍ مَقْرُوْنًا بِاَبِيْ بِشْرٍ وَ قَالَ اَيُّوْبُ هُوَ ثِقَةٌ ۔

میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کسوف پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے دکیا کہوں کیسی نماز تھی کہ جب) آپ قیام فرمانے تو قیام میں (اس قدر طویل قرأت فرمارہے تھے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب رکوع ہی نہ کریں گے پھر جب آپ رکوع کرتے تو رکوع میں اس قدر دیر تک رہتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے اب سر مبارک اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے (اور قومہ کرتے) تو قومہ میں اتنی دیر تک رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں، پھر آپ (دوسرا رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور اس قدر دیر تک سجدہ میں رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور جلسہ کیا تو جلسہ میں اس قدر دیر تک رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں، پھر آپ نے دوسرا سجدہ کیا اور دوسرے سجدہ میں بھی اسی قدر دیر تک رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ سے دوسری رکعت کے لیے نہیں اٹھیں گے، پھر آپ سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت کے بھی ہر رکن کو پہلی رکعت کی طرح طویل فرماتے رہے (اور دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح ایک ہی رکوع سے ادا کیا) اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے۔ اور حاکم اور طحاوی نے بھی اس

١٩٢٨ وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ قَبِیْصَةَ الْهِلَالِیِّ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَ اَنَا مَعَهٗ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ فَقَالَ اِنَّمَا هٰذِهِ الْاٰيَاتُ يُخَوِّفُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهَا فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالطَّحَاوِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

کی روایت کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگرچہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے لیکن امام ابن الہام نے اپنی تحقیق سے کہا ہے کہ بخاری نے بھی اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔ ۱۲۰

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ قبیصہ ہلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ ہلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا (اس وقت سورج طلوع کر کے دو نیزہ برابر بلند ہوا تھا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن سے بے حد خوف زدہ تھے (خوف کی وجہ سے چادر اوڑھنے کی سدھ نہ تھی) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے، میں بھی اس وقت حضور کے ساتھ تھا اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز سورج گہن کی پڑھائی ان دونوں رکعتوں میں آپ نے بہت طویل قرأت کی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کسوف ختم ہو کر آفتاب روشن ہو گیا تھا (نماز کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (صحابہ سنو) شمس و قمر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں (ان کی روشنی سلب کر کے) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں[1] جب تم سورج یا چاند کو گہن لگا ہوا دیکھو تو تم قریب میں جو

---

[1] کہ اتنی بڑی روشن مخلوق کو ہم یوں تاریک کر دیتے ہیں تم کس گنتی میں ہو؟ ہم چاہیں تو تم پر بھی ایسا ہی عذاب اتار سکتے ہیں۔

ابھی ابھی فجر کے فرض کی دو رکعتیں (ہر رکعت ایک رکوع سے پڑھ چکے ہو) ایسا ہی گہن کی نماز کو بھی دو رکعت (ہر رکعت ایک رکوع سے) پڑھا کرو اس کی روایت ابو داؤد، طحاوی اور نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۹۲۹ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو حضور سورج گہن کی نماز دو دو رکعت پڑھاتے تھے (ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر دوسری دو رکعت کو نئی تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے) اور ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد لوگوں سے دریافت فرماتے تھے کیا کسوف ختم ہو گیا؟ لوگ عرض کرتے ابھی کسوف باقی ہے یارسول اللہ ابھی کسوف باقی ہے تو آپ اور دو رکعات پڑھاتے جب کسوف کا ختم ہونا معلوم ہوتا تو نماز بھی ختم کر دیتے تھے۔

ف: نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی طریقوں سے نماز کسوف کی روایت آئی ہے ابو داؤد کے دوسرے طریق میں مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت نماز پڑھا کر کسوف ختم ہونے کے بعد دعا فرمارہے تھے، اس کی روایت میں صرف دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور حاکم کی روایت میں بھی نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسوف کی نماز دو رکعت پڑھائی، اور حاکم کی اس روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت پڑھانے کا ذکر ہے، دو رکعتی نماز کسوف پڑھانے کی روایت کر کے حاکم کہتے ہیں کہ صرف دو رکعت پڑھانے کی روایت صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، گو بخاری اور مسلم اس کو اپنی کتابوں میں روایت نہیں کرتے ہیں۔ نسائی کی روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت ہونے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ فجر کی نماز کی طرح کسوف شمس کی نماز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت ہی پڑھائی ہے، زیلعی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسوف صرف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، یہ سب بذل المجہود سے لیا گیا ہے، اس کے سوا دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کسوف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، اسی لیے ردالمحتار میں ظاہر الروایہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلاۃ کسوف کے دو رکعت ہی ہیں اور ظاہر الروایہ کے سوا دوسری حنفی کتابوں میں مذکور ہے کہ دو دو رکعت صلوٰۃ کسوف کے پڑھ کر چار رکعت یا اس سے زائد پڑھ سکتے ہیں، اس کی تائید صدر کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ابھی کیا گیا ہے، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوٰۃ کسوف کو دو دو رکعت پڑھتے جاتے تھے اور کسوف کے ختم ہونے کو دریافت فرماتے جاتے تھے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کسوف دو رکعت سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۱۲

۱۹۳۶ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَغُلَامٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضَيْنِ لَنَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الْأُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتَّى آضَتْ كَأَنَّهَا تَنُّومَةٌ فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَاللهِ لَيُحْدِثَنَّ شَأْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمَّتِهِ حَدَثًا قَالَ فَدَفَعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ فَاسْتَقْدَمَ فَصَلَّى فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری لڑکا تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب آفتاب (طلوع کر کے) دیکھنے میں افق میں دو یا تین نیزہ کی مقدار بلند ہوا تو آفتاب کو گہن لگا (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تنومہ نامی سیاہ گھاس کی طرح سیاہ ہو گیا ہے (یہ دیکھ کر) ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ مسجد چلو، خدا کی قسم! آفتاب کی یہ حالت ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے کوئی نہ کوئی نئے احکام آئیں گے (چلو دیکھیں مسجد میں کیا ہو رہا ہے) سمرہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ہم مسجد میں آئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے ہیں اور آگے بڑھ کر کسوف کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ (پہلی رکعت میں) قیام اتنا طویل فرمایا کہ ایسا طویل قیام ہم نے حضور کو کسی نماز میں کرتے نہیں دیکھا اور آپ قراءت (ایسی) آہستہ فرما رہے تھے (جیسے دوسری بڑی نمازوں میں آہستہ قراءت فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے) ہم حضور کی قراءت نہیں سن سکے سمرہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے رکوع فرمایا اور ایسا طویل رکوع فرمایا جو کسی نماز میں ایسا طویل

قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

رکوع نہیں فرماتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں جو کچھ پڑھتے تھے ہم اس کو نہیں سن سکے۔ پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ فرمایا اور ایسا طویل سجدہ کسی اور نماز میں نہیں فرمایا تھا اور حضور نے سجدہ میں جو کچھ پڑھا تھا ہم اس کو بھی نہیں سن سکے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسری رکعت کے ہر رکن کو پہلی رکعت کے ہر رکن کی طرح بے حد طویل ادا فرماتے، سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسری رکعت پڑھ کر قعدہ میں تھے کہ سورج کا گہن ختم ہو گیا، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٩٣١ وَعَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ [١٣] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سورج گہن کی نماز پڑھائی (تو آپ قراءت ایسی آہستہ پڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے) ہم کو آپ کی قرأت سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی روایت ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

١٩٣٢ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ [١٤] اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ اَسْمَعْ لَهُ قِرَاءَةً.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس دن سورج گہن ہوا تھا (اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز پڑھا رہے تھے) تو میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں کھڑا ہوا نماز کسوف پڑھ رہا تھا (حضور قرأت ایسی پڑھ رہے تھے جیسے سری نمازوں میں پڑھا کرتے تھے) اس لیے میں حضرت کی قراءت کو نہیں سن سکا۔ اس کی

اَبُوْ نُعَیْمٍ نَحْوَہٗ۔

روایت طبرانی اور بیہقی نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور امام احمد، ابو یعلی اور ابو نعیم نے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کی نماز مثل سری نمازوں کے آہستہ قراءت کرکے پڑھتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی نماز کسوف میں سری قراءت کے قائل ہیں مگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کی جو نماز پڑھاتے ہیں تو جہری نمازوں کی طرح کسوف کی نمازوں میں جہر سے قراءت ادا فرماتے، حضرت ام المومنین کی اس حدیث کی وجہ سے صاحبین فرماتے ہیں کہ کسوف کی نماز مثل جہری نمازوں کے جہری قراءت سے پڑھنا چاہیئے، اس سے معلوم ہوا کہ حنفی مذہب میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں آہستہ قرأت کرنا ہے اور دوسرے قول میں جہری قرأت کرنا آیا ہے۔ ردالمحتار اور دوسری فقہ کی کتابوں میں ایسا ہی ہے ۱۲۔)

۱۹۳۳/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَۃَ حَتّٰی اَتَی الْمَسْجِدَ فَقَامَ یُصَلِّیْ بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَرُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَاَیْتُہٗ یَفْعَلُہٗ فِیْ صَلٰوۃٍ قَطُّ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَاتِ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُرْسِلُھَا یُخَوِّفُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْھَا فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَدُعَائِہٖ وَاِسْتِغْفَارِہٖ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سورج گہن ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوفزدہ ہو کر کھڑے ہوگئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھ رہے ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے، اسی طرح گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز کسوف کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اور اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے نماز پڑھائی کہ اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے آپ کو نماز پڑھاتے میں نے کبھی نہیں دیکھا یہ کسوف شمس و

له یہ کہ کسوف شمس کی وجہ سے نظام شمسی ختم ہو کر ممکن ہے۔ له مانا ایسے وقت ختم ہوئی کہ کسوف شمس کا انجلا ہو گیا تھا اس وقت خطبہ کے طور پر نہیں فرمایا، اس لیے کہ اگر خطبہ کے طور پر تقریر ہوتی تو کسوف کی حالت میں ہوتی، اب کسوف کے انجلاء کے بعد ارشاد فرما رہے ہیں، ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے جو یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی وجہ سے کسوف شمس ہوا ہے اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لوگو سنو یاد تم جو سمجھ رہے ہو کہ کسوف حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے ہوا ہے ایسا نہیں ہے)۔ اس طرح اعتقاد نہ رکھنا بلکہ

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ نَحْوَہٗ)

قمر قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں، یہ کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں[1]، جب تم سورج گہن یا چاند گہن ہوتا ہوا دیکھو تم بہت ہی خوف زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اور اسی سے دعا مانگو، (کہ الٰہی ہم کو اپنے عذاب سے بچائیے اور اس کسوف کو ہمارے لیے عذاب کا ذریعہ نہ بنائیے) اور اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ ہی سے مغفرت مانگو[2] اس حدیث کی روایت طحاوی نے کی ہے اور بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا قَالَتْ عَائِشَۃُ مَا رَکَعْتُ رُکُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ کَانَ اَطْوَلُ مِنْہُ۔

اور بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک دفعہ سورج گہن ہوا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورج گہن کی نماز ایسی طویل ادا فرمائی کہ میں نے کبھی ایسی طویل نماز جس کا رکوع بے حد طویل ہو، اور سجدہ بے حد طویل ہو، نہ خود پڑھی اور نہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کبھی پڑھی، جیسے کسوف کی نماز کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم طویل رکوع اور طویل سجدوں سے پڑھایا ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے

[1] کہ اتنی بڑی مخلوق کو ہم سیاہ کر دیتے ہیں تم کس گنتی میں ہو؛ اگر ہم چاہیں تو تم پر بھی عذاب بھیج سکتے ہیں اس لیے
[2] گناہوں کی مغفرت مانگنے سے اللہ کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے۔

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے فارغ ہوئے اور اس وقت کسوف شمس کا انجلاء ہو گیا تھا تو مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا! مسلمانو! سنو! چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی (نیک) انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے، جب تم شمس وقمر کو گہن ہوتا ہوا دیکھو تو اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ کو یاد کرو (اور سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر) کہا کرو، اور کسوف کی نماز پڑھا کرو اور خیرات کرو (کہ خیرات رد بلا ہوتی ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے امت محمد ﷺ! تم کو جس طرح اپنے کسی غلام یا باندی کے زنا کرنے سے غیرت آتی ہے، (اور سخت غصہ آتا ہے) اللہ کی قسم! اس سے بڑھ کر غیرت (اور غصہ) خدائے تعالیٰ کو اس وقت آتا ہے جب اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کے مرتکب ہوں، اے امت محمد ﷺ! خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم اس کو جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوئے جب کہ کسوف شمس کا انجلاء ہو گیا تھا (تو) مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا (مسلمانو! سنو) چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی (نیک) انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے سے گہن

مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَاَيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

نہیں ہوتے، جب تم شمس و قمر کو گہن ہوتا ہوا، دیکھو تو (اللہ کی طرف رجوع کرو اور) اللہ کو یاد کرو، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم نے (ایک عجیب بات) دیکھی (کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر نصیحت فرما رہے تھے تو اس وقت ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لے رہے ہیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے ہیں ہم اس کو کچھ نہیں سمجھ سکے)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے مجھ کو دیکھا کہ میں ہاتھ بڑھا کر کچھ لے رہا ہوں تو سنو! میرے سامنے اس وقت جنت پیش کی گئی تھی، میں جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہ رہا تھا، اگر میں وہ خوشہ لے لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی[1] تم اس میں سے کھاتے رہتے) اور وہ کبھی ختم نہ ہوتا[2]، اور جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹ رہا ہوں تو اس وقت میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی تھی، کیا کہوں کہ دوزخ میں کثرت سے عورتیں تھیں، صحابہ نے عرض کی عورتیں ایسا کونسا عمل کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ کثرت سے دوزخ میں تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، عورتیں ناشکری کرنے کی وجہ کثرت سے دوزخ میں تھیں۔ صحابہ نے عرض کی، حضور ناشکری کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا عورتیں اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی وجہ سے کثرت سے دوزخ میں

لہ لیکن اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے کہ تمہارا ایمان بالغیب رہے اور اس سے تمہاری آزمائش ہوتی رہے، جنتی میوہ تم دیکھ لیتے تو تمہارا ایمان بالشہود ہو جاتا، پھر تم کو ایمان بالغیب کا اجر نہیں ملتا تھا)

٢ہ وہ کیسا ہیبت ناک منظر تھا کہ ایسا ہیبت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور دوزخ میں جو جو عذاب ہوا ہے تو وہ مجھے دکھائے گئے، مجھے بڑا افسوس تو اس سے ہوا)

ہوں گی؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہروں کے احسان کا انکار کرتی ہیں (اس وجہ سے کثرت سے دوزخ میں ہوں گی کیا تم نہیں دیکھتے کہ مرد اپنی عورت سے اگر ہمیشہ بھلائی کرتا رہے، پھر اس کی جانب سے کوئی بات ناگوار پیش آئے، اور اس کے خلاف مرضی ہو۔ (تو وہ سارے احسانوں کو بھول جاتی ہے اور کہنے لگتی ہے کہ میں نے تم سے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھا (یہ ہے عورتوں کی ناشکری جو دوزخ میں کثرت سے ہونے کا سبب بنی ہے)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا اِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى حَتّٰى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيْقَتَانِ مِنْ خَلْقِهٖ يُحْدِثُ اللّٰهُ فِيْ خَلْقِهٖ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ اَوْ يُحْدِثَ اللّٰهُ اَمْرًا ۔

اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت جلدی جلدی مسجد میں ایسے وقت تشریف لائے کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آفتاب روشن ہونے تک نماز کسوف پڑھتے رہے پھر فرمایا[1] سورج گہن ہو یا چاند گہن کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے بلکہ سورج اور چاند یہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تغیر کرتے ہیں تو چاند یا سورج ان میں سے جب کسی کو گہن لگ جائے تو اس وقت گہن ختم ہونے تک نماز پڑھا کرو۔ ہاں! اگر کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے، جس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں (جیسے گہن لگا ہوا آفتاب ڈوبنے لگے یا گہن ایسے وقت ہو

۱؎ (نماز کسوف کے بعد خطبہ کے طور پر نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے فرمایا جو جاہلیت کے زمانے میں یہ سمجھا کرتے تھے کہ سورج گہن ہو یا چاند گہن، یہ روئے زمین کی بڑی شخصیتوں میں سے کسی بڑے آدمی کے مرنے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے حالانکہ (ایسا نہیں ہے بلکہ)

جب کہ اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز نہ ہو تو ایسے وقت نماز نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ انجلاء تک دعا اور استغفار میں مشغول رہے (جیسا کہ رد المحتار میں مذکور ہے)

۱۹۳۴ / ۱۶ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعِتَاقَۃِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ (جب کسوف شمس ہو تو کیا معلوم کہ یہی عذاب الٰہی کا ذریعہ نہ بن جائے اس لیے) حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ کسوف شمس کے وقت باندی یا غلام آزاد کیا کرو (تاکہ اس کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹل جائے) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بَابٌ فِیْ سُجُوْدِ الشُّکْرِ اس باب میں سجدۂ شکر کا بیان ہے

ف۔ جس شخص کو نئی نعمت ملے یا اس کو مال ملے یا اولاد ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہو گئی ہو تو اس طرح کی جب نعمتیں ملیں تو اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکریہ ادا کرے کہ بغیر نماز کے صرف ایک ہی سجدۂ شکر ادا کرے، اس طرح کا سجدۂ شکر ادا کرنا حنفی مذہب میں مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، نماز اور سجدۂ تلاوت کے جو شرائط ہیں وہ سارے شرائط سجدۂ شکر کے لیے بھی ہیں، یعنے وضوء کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، ستر عورت کا ہونا، قبلہ کی طرف رُخ کرنا اور نیت کرنا وغیرہ ہاں نماز میں تکبیر تحریمہ جس کے لیے کان تک ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں وہ سجدۂ تلاوت کے لیے بھی نہیں، اور سجدۂ شکر کے لیے بھی نہیں ہے بلکہ سجدۂ شکر کو با وضو قبلہ رو ہو کر دو قیام اور دو اللہ اکبر کہنے کے بیچ میں ادا کرنا چاہیئے، یعنے پہلے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ شکر کے لیے سجدہ میں جائے اور سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے، یہ ہے سجدۂ شکر اس کے لیے تشہد اور سلام بھی نہیں ہے مراقی الفلاح نور الایضاح، طحطاوی، اور در مختار۔ ۱۲)

۱۹۳۵ / ۱ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَہٗ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْ یُسَرُّ بِہٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاکِرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی خوشی ہوتی یا کہیں سے کوئی خوش خبری آتی یا کوئی نئی نعمت حاصل

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

ہوتی یا کوئی بلاء ٹل جاتی تو اس کا شکر ادا کرنے کے لیے (مثل سجدۂ تلاوت کے) شکر کا سجدہ (اس طرح) ادا فرماتے[1]۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

۱۹۳۶ وَعَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا مِّنَ النُّغَاشِيِّيْنَ فَخَرَّ سَاجِدًا۔

(رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ مُرْسَلًا وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ)

حضرت ابوجعفر (حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو لونا (ناقص الخلقت تھا) اس کو دیکھ کر (اس طرح) آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ اس بونے کو اس کی خبر نہ ہوئی اور آہستہ فرمایا۔ « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ » الٰہی میں آپ کا کیا شکر ادا کروں کہ جس بلاء میں اس بونے کو مبتلا کیا ہے مجھے آپ نے اس سے بچایا ہے (آہستہ اس لیے کہا تاکہ خبر نہ ہو اور اس طرح کہنے سے اس کی دل شکنی نہ ہو) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ سے اس کی روایت کی گئی ہے۔

تمہید

گزشتہ قوموں پر جو دنیوی عذاب آیا تھا، کوئی مسخ کئے گئے، کوئی غرق کئے گئے کسی کو زمین میں دھنسایا گیا، کسی پر کچھ دنیوی عذاب آیا، اور کسی پر کچھ، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھا، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوا کہ کفار دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔ آپ سراپا رحمت تھے، چاہتے تھے کہ اپنی امت پر نہ ویسا دنیوی عذاب آئے، نہ اُخروی دوزخ کا دائمی عذاب رہے، ہمیشہ اُمّت آپ کے پیش نظر رہتی تھی، اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی اور اخروی دائمی عذاب سے بچانے کی فکر رہتی تھی، اس کی وجہ سے آپ

[1] کہ باوضوء قبلہ کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں حمد وثنا کر کے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے۔

کبھی رات رات بھر روتے رہتے تھے کہ کسی طرح میں اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی عذاب اور اُخروی دائمی عذاب سے بچاؤں۔

۱۹۳۶/۳ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّةَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَةَ فَلَمَّا کُنَّا قَرِیْبًا مِنْ عَزْوَرَآءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَ شَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُکْرًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چلے، جب ہم مقام عزوراہیں پہنچے تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا کہ رحمت الٰہی اس وقت جوش پہ ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت کو غنیمت سمجھ کر اپنی سواری سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اُٹھا کر بہت دیر تک دعا کرتے رہے، پھر سجدہ میں جاکر طویل سجدہ کیا، اور پھر سجدہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کھڑے رہ کر پھر دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا کر (بہت دیر تک) دعا کرتے رہے، پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے، پھر سجدہ سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے رہے پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے، پھر سجدہ سے اُٹھنے کے بعد صحابہ سے ارشاد فرمایا: میں نے اس وقت کئی مرتبہ کھڑے ہو کر دعا کی پھر سجدہ میں گیا، پھر دعا کے لیے کھڑا ہوا پھر سجدہ میں گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت رحمت الٰہی جوش پر تھی، میں نے چاہا کہ اپنی اُمت کے لیے قدیم آرزو پوری کرنے کے لیے دعا کروں، میں۔ کھڑے ہو کر دعا کروں میں نے کھڑے ہو کر دعا کی، الٰہی اور قوموں کی طرح میری اُمت کو دنیوی عذاب نہ دینا اور گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ڈالیں بھی تو ہمیشہ دوزخ

میں نہ رکھتا، سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے
نجات دیتا تو اللہ تعالٰی کا ارشاد ہوا ہیں
تمہاری تہائی امت کے لیے یہ دعا قبول کرتا ہوں
تہائی امت پر یہ دنیوی عذاب نہیں آئے
گا، گناہوں کی شامت سے دوزخ میں جائیں
گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے، یہ سن
کر میں نے سجدہ شکر ادا کیا، پھر کھڑے ہو کر دعا کی
الٰہی! میری باقی اُمت کو بھی دنیوی عذاب سے بچائیے
گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ہمیشہ نہ رکھیے
اللہ تعالٰی کا ارشاد ہوا، اچھا میرے محمد (صلی اللہ
تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) تمہاری اُمت کے دوسرے
تہائی حصّے کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے رکھوں
گا۔ گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں بھی جائیں
گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے دوزخ
سے ان کو نجات دوں گا، یہ سن کر میں نے پھر
سجدۂ شکر ادا کیا، سہ بار پھر کھڑے ہو کر عرض کیا
، الٰہی! میری اُمت کے تیسرے حصّہ کو بھی دنیوی
عذاب سے بچائیے گناہوں کی شامت سے
اگر دوزخ میں جائیں بھی تو اُن کو ہمیشہ دوزخ
میں نہ رکھیے تو اللہ تعالٰی کا ارشاد ہوا اچھا میرے
محمد مجھے تمہاری خاطر منظور ہے، تمہاری اُمت
کے تیسرے حصّہ کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے
رکھوں گا۔ گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں
جائیں بھی تو ہمیشہ ان کو دوزخ میں نہ رکھوں گا، تمام
اُمت تمہاری دنیوی عذاب سے بھی محفوظ رہے
گی، اور دوزخ کے ہمیشہ کے عذاب سے بھی محفوظ
رہے گی، کیوں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم اب خوش
ہوئے، یہ سن کر میں نے تیسری بار پھر سجدۂ شکر
ادا کیا، اس کی روایت امام احمد اور ابو داؤد نے

کی ہے۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

(اس باب میں استسقاء کا بیان ہے یعنے بارش رک گئی ہو تو بارش ہونے کے لیے دعا کرنا)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔
(سورۃ نوح ۱۱، ۱۰:۷۱)

ف: تم ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگو، کیونکہ گناہوں کی شامت اور برے اعمال کی وجہ سے جو بارش رک گئی ہے تمہارے استغفار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے موسلا دھار، شراٹے دار بارش برسائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پروردگار بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بارش رک گئی ہو تو بارش آنے کے لیے صرف توبہ اور استغفار کافی ہے ذیل کی فصل اول کی احادیث اور آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش رک گئی ہو تو بارش آنے کے لیے بغیر نماز کے صرف توبہ استغفار سنت ہے، بعض حدیثوں میں استسقاء کے لیے نماز پڑھنا بھی آیا ہے اگر استسقاء کے لیے نماز پڑھنا سنت ہوتا تو سب حدیثوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہوتا، اکثر حدیثوں اور آیتوں میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں آیا، کبھی استسقاء کے لیے نماز پڑھنا اور کبھی ترک کرنا نماز استسقاء کے سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز نا جائز ہے بلکہ وہ صرف یہ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا سنت نہیں ہے، بلکہ جائز ہے پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں (عمدۃ القاری) ۱۲

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

فصل اول

۱۴۳۸ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ انس بن مالک

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ قَالَ شَرِیْکٌ فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَھُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ قَالَ لَا اَدْرِیْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

چھوٹا ٹکڑا شل ڈھال کے اٹھا (اور ہم کو دکھائی دیا دیکھتے دیکھتے تمام آسمان پر پھیل گیا اور برسنا شروع کیا اور خوب بارش ہونے لگی اور اتنی بارش ہوتی رہی کہ بخدا ایک ہفتہ تک سورج نظر نہ آیا، اسی طرح پورا ہفتہ گزر گیا اور دوبارہ جمعہ کا دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایسے میں ایک صاحب اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے یارسول اللہ (کثرت بارش سے) مویشی تباہ ہوگئے اور راستے بھی بند ہوگئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اب ہم پر بارش نہ ہو (جہاں ضرورت ہو وہاں بارش ہو) حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھایا پھر دعا فرمانے لگے۔

الٰہی ہمارے آس پاس بارش ہو ہم پر نہ ہو الٰہی ٹیلوں پر اور پہاڑوں پر اور پہاڑیوں پر اور نالوں پر اور جہاں درخت پیدا ہوتے ہیں ان مقامات پر پانی برسایئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعا فرمانا ہی تھا کہ ابر پھٹ گیا (بارش ختم ہوگئی) اور جب ہم (مسجد سے) واپس ہوئے، ہم دھوپ میں چلتے ہوئے واپس ہوئے شریک جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے دریافت کیا کہ یہ بعد میں آنے والے صاحب جو بارش کے بند ہونے کی دعا کروانے آئے ہیں کیا وہی صاحب تھے جو بارش ہونے کی دعا کروانے

مَالِكٍ يَذْكُرُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّغِيْثَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا قَالَ اَنَسٌ فَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزْعَةٍ وَّلَا شَيْئًا وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّمْسِكَهَا قَالَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، انس بن مالک فرماتے ہیں کہ (بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے مواقع پر) جمعہ کے دن ایک صاحب منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، یہ آنے والے صاحب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوگئے اور عرض کی یا رسول اللہ! (بارش نہ آنے سے جو قحط پڑا ہے اس کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہوگئے (اور راونٹوں کے مرنے کی وجہ سے) آمدورفت کے ذرائع کم ہوگئے اس لیے راستے بند پڑے ہیں، آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسائے (یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔

الٰہی ہم پر بارش برسایئے
الٰہی ہم پر بارش برسایئے
الٰہی ہم پر بارش برسایئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں خدا کی قسم (حضور کے دعا فرمانے سے پہلے) بارش کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے، نہ تو ابر گھرا ہوا تھا نہ ابر کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے بلکہ آسمان بالکل صاف تھا، کوہ سلع تک ہماری نظر پہنچ رہی تھی، ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان میں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی عمارت، کوہ سلع اور اس کے پیچھے کا حصہ ہم کو صاف نظر آرہا تھا اور کہیں ابر کا پتہ نہیں تھا (حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعا فرماتے ہی) کوہ سلع کے پیچھے سے ابر کا

آئے تھے تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۳۹ وَعَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ اَنَّهٗ قَالَ لِكَعْبٍ يَا كَعْبُ بْنُ مُرَّةَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْذَرْ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَرِيْئًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ قَالَ فَمَا جَمَعُوْا حَتّٰى اُحْيُوْا قَالَ فَاَتَوْهُ فَشَكَوْا اِلَيْهِ الْمَطَرَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَجَعَلَ السَّحَابُ يَنْقَطِعُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت شرحبیل بن السمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کعب بن مرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کعب! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہم کو کوئی حدیث سنائیے۔ آپ بہت احتیاط سے وہی الفاظ سنائیے جو حضرت سے آپ نے سنے ہیں، حضرت کعب نے فرمایا میں وہی سناتا ہوں جو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنے ہیں ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بارش رک گئی تھی لوگ بہت پریشان تھے (ایسے موقع) میں ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان ہیں، آپ بارش آنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کے لیے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اٹھایا اور یہ دعا فرمانے لگے۔

اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسایئے جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو، کوئی ضرر نہ ہو، الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہو جائے اور ایسی بارش ہو جو حسب ضرورت ہوتی ہی رہے ایسا نہ ہو کہ ضرورت پر پھر رک جائے، اب دیر نہ کیجئے، جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

کعب فرماتے ہیں کہ (یہ جمعہ کا واقعہ ہے) حضور کے دعا کرنے کے بعد لوگ ابھی جمعہ کی نماز سے فارغ

نہیں ہوئے تھے کہ کثرت سے بارش ہونے لگی اور دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کثرت بارش کی شکایت کرنے لگے عرض کی (اس کثرت سے بارش ہوئی ہے کہ) مکانات گرنے لگے ہیں پھر حضور دعا کرنے لگے

الٰہی ہمارے آس پاس (جہاں ضرورت ہو وہاں بارش ہو ہم کو اب ضرورت نہیں رہی ہے اس لیے اب) ہم پر بارش نہ ہو۔

کعب کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے یہ دعا فرماتے ہی ہم دیکھ رہے تھے کہ ابر پھٹ گیا ہے اور آبادی کے سیدھے جانب یا بائیں جانب چلا جا رہا ہے اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۹۴۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاكِئُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مُّرِيْئًا مَّرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ قَالَ فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی اور بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے وقت) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے یہ دعا فرما رہے تھے۔

اے اللہ ہم پر ایسی بارش برسایئے جو قحط دور کرتی ہیں ہماری امداد کرے اور جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو کوئی ضرر نہ ہو، الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چاروں طرف سرسبزی ہی سرسبزی ہو جائے، اب دیر نہ کیجئے جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے یہ دعا فرماتے ہی ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ابر اٹھا اور ہمارے

چاروں طرف چھا گیا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۱۹۴۱/۴ وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيْبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُوْ يَسْتَسْقِيْ رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَاْسَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں مقام زوراء کے قریب احجار الزیت ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوئے استسقاء کی دعا فرماتے ہوئے میں نے دیکھا، آپ اس طرح دعا فرما رہے تھے کہ (حسب عادت) آپ کے دونوں دست مبارک سینہ کے مقابل تھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حضور کے چہرے کے سامنے تھیں، اور ہاتھوں کی پشت زمین کی طرف تھی اور میں نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ آپ کے دونوں دست مبارک (دعا کے وقت) سر سے اونچے اٹھے ہوئے نہیں تھے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۱۹۴۲/۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ نَحْوَهٗ)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے فرمایا کہ (بارش جب رک جاتی تھی تو بارش آنے کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

الٰہی (آپ کے بندے اور جانور آپ کی رحمت کے منتظر ہیں اس سے زیادہ ان کو انتظار نہ کرائیے آپ کی رحمت کا صدقہ) ان پر بارش برسائیے اپنی رحمت سب پر عام کیجئے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ چاروں طرف سرسبزی ہو جائے (کھیت ہرے بھرے ہو جائیں اور جانوروں کو چارہ ملنے لگے بارش سے) مردہ شہروں کو زندہ کیجئے، یعنی چاروں طرف زمینیں جو

۱۹۴۳ وَعَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِیْ مَرْوَانَ الْاَسْلَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ یَسْتَسْقِیْ فَمَا زَادَ عَلَی الْاِسْتِغْفَارِ ۔

رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَرَوٰی سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِیْ سُنَنِهٖ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ نَحْوَهٗ

۱۹۴۴ وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ مُغِیْرَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِیِّ یَسْتَسْقِیْ قَالَ فَصَلَّی الْمُغِیْرَةُ فَرَجَعَ اِبْرَاهِیْمُ حَیْثُ رَاٰهُ یُصَلِّیْ۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ)

خشک ہوگئی ہیں ان پر بارش برسایئے جس سے سرسبز ہوکر لہلہانے لگیں۔ اس کی روایت امام مالک اور ابو داؤد نے کی ہے اور بیہقی اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

حضرت عطاء بن ابی مروان اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد کہتے ہیں[1] کہ ہم بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ تھے (مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بارش آنے کے لیے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (نماز استسقاء نہیں پڑھی تھی) صرف دعا استغفار پر اکتفا فرماتے تھے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔

ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا یہ واقعہ صحیح سند سے روایت کیا گیا ہے کہ (آپ کے زمانے میں ایک وقت بارش رک گئی تھی، لوگ پریشان تھے) پانی آنے کی دعا کرنے کے لیے آپ مغیرہ بن عبداللہ ثقفی کے ساتھ شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے تھے، وہاں جاکر مغیرہ بن عبداللہ ثقفی نے نماز استسقاء پڑھنا شروع کی، جب حضرت ابراہیم نخعی نے دیکھا کہ مغیرہ نے نماز استسقاء پڑھنا شروع کی ہے تو آپ (نماز میں شریک ہوئے بغیر اس وجہ سے) واپس ہوئے (کہ پانی آنے کے لیے صرف دعا اور استغفار سنت ہے نماز پڑھنا سنت نہیں ہے، جب مغیرہ نے سنت کے خلاف کیا تو حضرت ابراہیم نخعی سنت کا خلاف کرتے

[1] (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے زمانے میں ایک دفعہ بارش رک گئی تھی، لوگ پریشان تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بارش آنے کے لیے دعا کرنے شہر سے باہر نکلے۔

ہوئے نہیں دیکھ سکے اور واپس ہو گئے) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۱۹۴۵ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِلَاكُ الْمَالِ وَ جَهْدُ الْعِيَالِ فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِيْ وَ لَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ حَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے سے قحط کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، ایسے وقت) ایک صاحب نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا... یا رسول اللہ! بارش رک جانے سے مال یعنی اونٹ (جن پر عرب کی زندگی کا دار و مدار ہے) ہلاک ہو رہے ہیں اہل و عیال سخت تکلیف میں ہیں (حضور بارش کے لیے دعا فرمائیں) یہ سن کر بارش آنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی، (راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس نے اس حدیث میں (دعاء استسقاء کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم استقبال قبلہ اور چادر الٹنے کا ذکر نہیں کیا۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دعاء استسقاء کے وقت سنت نہیں ہے، اگر یہ دونوں سنت ہوتے تو حضرت انس ان دونوں باتوں کا ضرور ذکر فرماتے، اسی لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چادر الٹنا دعا استسقاء میں سنت نہیں ہے اگر چیکہ بعض حدیثوں میں استسقاء میں چادر الٹنے کا ذکر ہے، اگر چادر الٹنا سنت ہوتا تو سب حدیثوں میں اس کا ذکر آتا، بعض حدیثوں میں چادر الٹنے کا ذکر ہوتا اور بعض میں نہ ہوتا استسقاء میں چادر الٹنے کے سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اب رہا استقبال قبلہ یعنی دعاء استسقاء کے وقت قبلہ رو ہوتا تو اس بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر دعاء استسقاء آبادی میں ہو رہی ہو تو استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دونوں دعاء استسقاء کے وقت متفقہ طور پر ثابت نہیں ہیں اگر صحرا میں آبادی کے باہر دعا استسقاء ہو رہی ہو تو چادر الٹنا اور استقبال قبلہ صاحبین کے نزدیک سنت ہے (مقتدی طویل دعا نہ کریں، صرف قبلہ رو ہو کر بیٹھیں اور دعا کے وقت آمین کہتے رہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صحرا میں دعاء استسقاء کرنے کے وقت قبلہ رو ہونے کے متعلق باوجود تحقیق کے کوئی روایت نہیں ملی) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۴۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَحَوِّلْ رِدَآءَهٗ لِيَتَحَوَّلَ الْقَحْطُ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

واٰلہٖ وسلم (ایک وقت بارش آنے کے لیے دعاءِ استسقاء فرماتے تھے) اور دعا استسقاء کے وقت اپنی چادر مبارک اس طرح الٹتے تھے[۱] اس حدیث کی چادر الٹنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ جس طرح چادر کا ہر جزء الٹا گیا ہے اسی طرح موجودہ حالت میں انقلاب ہو کر بجائے قحط کے خوش حالی آجائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چادر الٹنا دعا استسقاء کے وقت سنت اور عبادت نہیں ہے بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ الٰہی ہماری حالت میں انقلاب پیدا کر کے خوش حالی لائیے اس سے محض فال نیک لینا مقصود تھا نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا چادر الٹنے کو سنت اور عبادت بنانے کا ارادہ تھا اسی لیے ہر حدیث میں دعاء استسقاء کے وقت چادر الٹنے کا ذکر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دعا استسقاء کے وقت چادر الٹنے کو سنت ہونا نہیں فرماتے ہیں) اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اور صحیح ہے، اگرچہ انھوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایت نہیں کی ہے۔

۱۴۴۲ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ

حضرت ہشام بن اسحاق بن عبد اللہ بن کنانہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد

---

[۱] کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف سے جا کر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے کے سیدھے کنارے کو پکڑے اور سیدھے ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کنارے کو پکڑے اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کی طرف سے ہی نیچے گرا کر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے جس سے چادر کا ہر جزء الٹ گیا، اندر کا حصہ باہر آگیا اور باہر کا حصہ اندر چلا گیا، سیدھے طرف کا حصہ بائیں طرف آگیا اور بائیں طرف کا حصہ سیدھے طرف آگیا، اور نچلا حصہ اوپر آگیا اور اوپر کا حصہ نیچے آگیا، یا سارا عمل ایک ہی حرکت میں ادا کیا گیا (اس سے عملی طور پر یہ بتانا مقصود تھا کہ الٰہی ہماری حالت میں قحط کی وجہ سے بہت بڑا انقلاب آگیا ہے جیسے میں نے چادر کے ہر جزء کو الٹا ہے ویسے ہی ہماری ہر حالت میں انقلاب پیدا کر کے قحط سالی دور فرمائیے، خوش حالی پیدا کر دیجئے)

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَقَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا فَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهٖ وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْبِيْرِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

اسحاق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا (لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء بھی پڑھا ئی ہیں) آپ بیان فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز استسقاء کیسی تھی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا (ستو ایک مرتبہ بارش رک گئی تھی، قحط سالی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (دعا کے لیے) نکلے اور عید گاہ کی طرف چلے بہت معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے[1] تواضع کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے (عید گاہ میں تشریف لائے آتے ہی) منبر پر بیٹھ گئے تمہارے خطبہ کی طرح وہ خطبہ نہیں تھا بلکہ دعا تھی[2] جو آپ نے اس وقت فرمائی، بلکہ یہ دعا تھی جو آپ اس وقت بہت گڑگڑاتے ہوئے آہ وزاری کے ساتھ کر رہے تھے اور اللہ اکبر فرماتے جا رہے تھے، اس کے بعد آپ نے دو رکعت نماز عیدین کی نماز کی طرح ادا فرمائی[3] اس حدیث کی روایت نسائی، ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

[1] اس وقت آپ کی جو حالت تھی کیا کہوں، بجائے زینت کے کپڑوں کے عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لیے

[2] اگر خطبہ ہوتا تو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اس لیے کہ بیٹھ کر خطبہ دینے کی عادت شریفہ نہیں تھی۔

[3] یہاں نماز عید سے تشبیہ صرف دو رکعت نماز پڑھنے میں ہے، تکبیرات عیدین کہنے میں نہیں ہے۔ اس لیے طبرانی کی روایت میں آیا ہے کہ صلاۃ استسقاء میں صلاۃ عید کی طرح زائد تکبیرات نہیں کہی گئیں، اب رہی یہ نماز تو یہ استسقاء نہیں تھی، اگر نماز استسقاء ہوتی تو پہلے نماز استسقا پڑھی جاتی، اور بعد خطبہ یا دعا کی جاتی، جیسا کہ صاحبین اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہم سے ایسا ہی مروی ہے، اس حدیث میں پہلے دعا کی گئی ہے اور بعد میں نماز پڑھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی، دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دعا کے ساتھ ہی ابر اٹھا اور آثار بارش کے شروع ہو گئے تھے، اس کا شکریہ آپ نے دو رکعت پڑھ کر ادا فرمایا۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ استسقاء صرف دعا ہے نماز اور خطبہ نہیں ہے۔

۱۹۴۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھوں کو رکھتے تھے، کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھوں کو لمبا کر کے سینے سے اوپر چہرے کے سامنے اس طرح اٹھائے ہوں کہ جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آئے مگر استسقاء کی دعاء کے وقت (نہایت الحاح وزاری کرتے ہوئے) ہاتھوں کو سینے سے اونچا کر کے چہرہ کے مقابل ایسا پھیلایا تھا کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۴۹ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ اِلَى السَّمَاءِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نعمت کے حاصل ہونے کے لیے دعاء فرماتے تو ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرتے اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف ہوتی تھی اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

لہ یوں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ دعا کے وقت سینہ کے مقابل اپنے دونوں۔

لہ اور اس وقت چادر مبارک کاندھوں سے ہٹی ہوتی تھی اسی واسطے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حدیث نمبر ۱۹۴۲ میں بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو کسی دعا کے وقت سر سے اونچا کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا صدر کی یہ حدیث جو حضرت انس سے مروی ہے اس میں بھی یہی تبلایا گیا ہے کہ ہاتھ دعاء کے وقت سر سے اونچے نہیں ہوتے تھے، بلکہ ہاتھوں کو لمبا کر کے چہرے کے مقابل لا کر پھیلا لیتے تھے جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ لہ اس کی وجہ یہ تھی کہ قاعدہ ہے کہ مانگنے والا اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے اور دینے والا اس کے ہاتھ میں جو دینا ہے ڈال دیتا ہے۔ اس طرح کی دعا میں ہاتھ پھیلا کر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کر کے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ الٰہی ہم فقیر محتاج ہیں اور تو غنی ہے، آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں، ہمیں نعمت مطلوبہ عطا فرمایئے عموماً دعا میں ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب کسی بلا کے دفع ہونے مثلاً قحط دور ہونے کے لیے دعا فرماتے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی اور ہتھیلیاں زمین کی طرف (اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جس طرح کسی موذی چیز سے بچاؤ کرنے کے لیے ہاتھوں کی پشت اپنی طرف کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی دعاء استسقاء میں ہاتھوں کی پشت کو اپنی طرف کر کے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ الٰہی ہم پر بھی یہ بلا اور قحط موذی ہو کر نازل ہوئے ہیں ہم کو اس سے بچایئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

پچھلی فصل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب بیان کیا گیا اور آپ کے مذہب کی تائید میں جو احادیث آگئی تھیں ان کا بھی ذکر کیا گیا اور اس فصل ثانی میں صاحبین کا مذہب بیان کیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک استسقاء کے لیے نماز پڑھنا مسنون ہے عید کی نماز کی طرح بلا اذان و اقامت شروع دن میں نماز استسقاء میں دو رکعت بغیر تکبیرات زوائد کے جہری قرأت سے عید گاہ یا صحراء میں آبادی سے باہر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور مثل نماز عید کے بعد دو خطبے پڑھے جائیں، پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرے اور حاضرین آمین کہتے جائیں اور صرف امام اثناء دعاء میں اپنی چادر کو مذکورالصدر طریقہ کے مطابق الٹ دے مقتدیوں کو چادر الٹنا نہیں چاہیئے۔ یہ عمل متواتر تین روز تک کرتے رہیں یہ صاحبین کا مذہب ہے، اور فتویٰ حنفی مذہب میں صاحبین کے قول پر ہی ہے۔ استسقاء کے لیے جب صحراء کی طرف جائیں تو تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں، بوڑھوں اور جانوروں کے پیدل خشوع اور عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں نکلیں، توبہ کی تجدید کریں، اہل حقوق کے حقوق ادا کریں، گناہوں کو یاد کر کے نادم اور شرمندہ رہیں، جانے سے پہلے خیرات کریں اور نکلنے سے پہلے تین دن روزہ رکھیں، اور چوتھے روز نماز استسقاء کے لیے جنگل کی طرف نکلیں (صدریہ، رد المحتار، اشعۃ اللمعات، کوکب دری) اور اس فصل ثانی میں جو احادیث آئیں گی وہ صاحبین کے مذہب کی تائید میں ہی ہیں۔

۱۵۰۰/۱۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعا کرنے کے لیے صحابہ کرام کو لے کر عید گاہ تشریف لے گئے (وہاں پہنچ کر) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی اور دونوں رکعتوں میں جہری قرأت فرمائی (نماز کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے اپنی چادر مبارک کو (ایک ہی حرکت میں اس طرح) الٹا (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) پھر دعاء کے لیے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرمائی۔ (بخاری اور مسلم)

۱۹۵۱/۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ سَمِعَ عِبَادُ بْنُ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِیْ وَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ قَلَّبَ رِدَاءَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ عباد بن تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عباد بن تمیم کے چچا (عبداللہ بن زید) فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعاء کرنے کے لیے عیدگاہ تشریف لے گئے (وہاں پہنچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبلہ رو ہوکر دو رکعت نماز پڑھائی اور (نماز کے بعد) مذکور الصدر طریقہ پر) چادر مبارک الٹ کر اوڑھ لی (اور دعاء فرمائی) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۹۵۲/۱۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَا النَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهٗ فِی الْمُصَلّٰى وَ وَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَ حَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَ اِسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَ قَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَ وَعَدَكُمْ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بارش رک جانے کی شکایت کی (اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا، تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا اور حسب الحکم منبر رکھدیا گیا[1] (راوی کہتے ہیں کہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن مقرر فرمایا اور سب کو اس دن عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ہوا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (جب وہ مقررہ دن آیا) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آفتاب نکل رہا تھا کہ عیدگاہ تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ اکبر فرما کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اس کے بعد ارشاد ہوا۔ لوگو! تم نے

---

[1] یہ ایک وقت کا واقعہ ہے جو مثل منسوخ کے ہوگیا، پھر کبھی عیدگاہ میں عید کے خطبہ کے لیے یا استسقاء کے خطبہ کے لیے منبر نہیں رکھا گیا، اسی وجہ سے جب مروان نے عید کے خطبہ کے لیے عیدگاہ میں منبر بنایا تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کی سخت مخالفت کی۔

ثُمَّ قَالَ،
"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ" ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرَّفْعَ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَقَلَبَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَنْشَاَ اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَقَالَ

قحط سالی اور بارش بروقت نہ ہونے کی شکایت کی تھی (تم کو یاد نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے بوقت ضرورت ہو تو دعاء کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہاری دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے[1] پھر حضور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے۔

اے اللہ! ہر حال میں سب تعریف آپ ہی کے لیے ہے، آپ سارے عالم کے پرورش فرمانے والے ہیں (آپ ہمارے لیے بارش کو پرورش کا ذریعہ بنائیے اور بارش برسائیے) (آپ کی شان کیا کہوں) آپ کی رحمت عام ہے اور آپ اپنی مخلوق پر ہمیشہ مہربان ہیں (آپ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم پر مہربانی فرمایئے اور بارش برسائیے

آپ یوم حساب کے مالک ہیں (سب کے گناہ معاف کرنے والے ہیں، ہمارے گناہوں کی شامت سے بارش رک گئی ہے ہمارے گناہ معاف کیجئے ہم پر بارش برسائیے۔

آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں، آپ ہی ہمارے معبود ہیں (آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں، آپ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں، اس لیے آپ کے سامنے گڑگڑا کر ہم بارش آنے کی دعا کر رہے ہیں) آپ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں (آپ کو کوئی روکنے والا نہیں، آپ بارش برسانا چاہیں تو کوئی آپ کو روک نہیں سکتا۔

اس لیے ہم پر بارش برسائیے اور ہم کو قحط سے نجات دلائیے

---

[1] تو تم سب خدا کی طرف متوجہ ہو کر بہت عاجزی اور زاری سے بارش آنے کی گڑگڑا کر دعا کرو، وہ کریم ہیں تمہاری دعا قبول فرمائیں گے

اَلشَّیْخُ اِبْنُ الْهُمَامِ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَاِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ۔

اے اللہ آپ ہی اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ غنی ہیں ہم محتاج ہیں (اس لیے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بارش کی دعا کر رہے ہیں)

اے اللہ (اب دیر نہ کیجئے) بارش برسایئے (مگر ایسی بارش نہ ہو کہ وہ ہمارے لیے باعث ضرر ہو، بلکہ وہ بارش ایسی برسایئے جو ہمارے لیے رزق کا ذریعہ بنے) اور ہم کو ہماری مقررہ مدت حیات تک نفع پہنچاتی رہے۔

پھر (اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بے حد الحاح وزاری کرتے ہوئے (اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ کے مقابل اتنے لیے کیا کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی پھر لوگوں کی طرف پیٹھ پلٹائی اور قبلہ رو ہو کر اپنی چادر مبارک (مذکورۃ الصدر طریقہ پر) الٹ کر اوڑھ لی اور اس وقت بھی اپنے ہاتھوں کو ایسے ہی اٹھائے ہوئے تھے، آپ قبلہ رو تھے، پھر لوگوں کی طرف رُخ کر کے منبر سے نیچے اُتر آئے، اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ابر بھیجا جو گرجتا اور چمکتا ہوا آیا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا، حضور عیدگاہ سے مسجد نبوی تشریف لانے نہ پائے تھے کہ نالے بہہ نکلے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں

لہ اس حدیث میں نماز کے پہلے جو دعا کی گئی ہے وہ بیٹھے ہوئے دُعا کی گئی ہے، تو وہ خطبہ نہیں تھا۔ بلکہ صرف دعا تھی اور یہاں نماز سے پہلے دعا ہوئی ہے۔ حضور کے استسقاء میں مختلف طریقے رہے ہیں۔ کبھی دعا اور خطبہ پہلے اور نماز استسقاء بعد میں ہوئی ہے اور کبھی نماز استسقاء پہلے اور خطبہ و دُعا بعد میں ہوئے ہیں مگر دعا اور خطبہ نماز کے بعد ہونا اور نماز پہلے ہونا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری عمل ہے۔ اس لیے صاحبین فرماتے ہیں کہ استسقاء میں پہلے نماز ہونا چاہیئے اور خطبہ و دعا بعد میں

کو دیکھا کہ لوگ بارش سے بچنے کے لیے سایہ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ اتنا ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے (دعا جلدی قبول ہونے اور بارش کے آنے کو دیکھ کر) حضور فرمانے لگے الٰہی! بے شک آپ ایسی ہی قدرت والے ہیں اور یہ بھی میں کہتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (اسی لیے اللہ تعالیٰ نے میری[1] دعا جلد قبول فرمائی ہے) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۱۹۵۳/۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) عیدگاہ تشریف لے گئے وہاں جا کر جب بارش آنے کے لیے دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اپنی چادر مبارک کو (اس طرح الٹایا[2] چادر کے داہنے کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کنارے کو داہنے کندھے پر ڈالا) اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے بارش آنے کی دعا فرمائی اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۱۹۵۴/۱۷ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَّهٗ سَوْدَآءُ فَاَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ اَسْفَلَهَا فَيَجْعَلَهٗ اَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مربع یعنی چوکور سیاہ حاشیہ دار چادر اوڑھے ہوئے بارش آنے کے لیے دعا فرما رہے تھے (اثناء دعا میں) آپ نے قصد فرمایا کہ چادر کو الٹ کر نیچے کے کنارہ کو اوپر

---

[1] بہت جلدی سے ہماری دعا قبول فرما کر بارش بھیج کر ہم کو قحط سالی سے بچایا ہے۔

[2] کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف لیجا کر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی، بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے سے سیدھے کنارے کو پکڑے سیدھے ہاتھ سے چادر کے پیچھے کے بائیں کنارے کو پکڑا اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کی طرف سے ہی نیچے گرا کر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے، جس سے چادر کا ہر جز الٹ گیا اندر کا حصہ باہر آ گیا اور باہر کا حصہ اندر چلا گیا، سیدھے طرف کا حصہ بائیں آ گیا اور بائیں طرف کا حصہ سیدھے طرف آ گیا، نچلا حصہ اوپر آ گیا اور اوپر کا حصہ نیچے آ گیا، یہ سارا عمل ایک ہی حرکت میں ادا کیا گیا)

قَلْبَهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

لائیں، مگر جب آپ کو اس میں کچھ دشواری معلوم ہوئی (اور ایسا نہ الٹ سکے تو صرف) چادر کے اس کنارے کو جو سیدھے کندھے پر تھا پشت کی طرف سے ہی پلٹا کر بائیں کندھے پر لائے اور چادر کا جو کنارہ بائیں کندھے پر تھا اس کو بھی اسی طرح پلٹا کر سیدھے کندھے پر لائے[1] اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابو داؤد نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

اس فصل میں استسقاء کے متفرق مسائل کا بیان ہے۔

۱۹۵۵/۱۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ مُتَبَذِّلًا مُّتَوَاضِعًا مُتَخَشِّعًا مُتَضَرِّعًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی، بارش آنے کی دعا کرنے کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ کی طرف) چلے، کیا کہوں اس وقت آپ کی کیا حالت تھی معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ظاہری حالت آپ کی ایسی تھی کہ جس سے آپ کا احتیاج ظاہر ہو رہا تھا اور باطن میں دل کی بھی وہی خشوع وخضوع کی حالت تھی کہ زبان مبارک سے گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کو لے رہے تھے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۹۵۶/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَرَجَ نَبِيٌّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ دعا استسقاء کے وقت چادر کے الٹنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے

مِنَ الْاَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ فَاِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اُسْتُجِيْبَ لَكُمْ مِنْ اَجْلِ هٰذِهِ النَّمْلَةِ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ)

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام، لوگوں کو لے کر بارش آنے کی دعا کرنے کے لیے جنگل کی طرف نکلے (اثنائے راہ میں) ایک چیونٹی پر آپ کی نظر پڑی، آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے سامنے کے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے (بارش آنے کے لیے دعا کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے الٰہی! آپ کی تمام مخلوقات میں سے ہم بھی ایک مخلوق ہیں، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا، واپس چلو، تمہارے لیے بھی اس چیونٹی کی وجہ سے بارش آنے کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

١٩٥٧ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارش رکنے کی وجہ سے صحرا میں جا کر بارش آنے کی دعا فرماتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ دعا قبول ہوگئی ہے اور بارش آرہی ہے تو فرماتے تھے۔ الٰہی (آپ کا کیا شکر ادا کریں آپ نے ہماری دعا قبول کی) اور بارش برسا رہے ہیں تو یہ بارش ہمارے لیے ضرر کا ذریعہ نہ بنا، بلکہ اس بارش سے ہم کو نفع ہی نفع پہنچے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

١٩٥٨ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ حَتّٰى اَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے بارش ہونے لگی میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور نے سر مبارک اور پشت مبارک پر سے کپڑا اٹھا دیا ہے اور بارش کو اپنے جسم

لہ: بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے آپ نے بارش کو روک دیا ہے، اس وجہ سے ہم بھی ہلاک ہو رہے ہیں، ہمارے لیے بارش بھیج دیجئے اور بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم کو ہلاکت میں مت ڈالیئے۔

صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مبارک پر لینے لگے ہیں، ہم نے عرض کی حضور! آپ اس طرح جسم مبارک سے کپڑا اٹھا کر بارش کیوں اپنے اوپر لیتے ہیں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے جسم پر اس لیے رہا ہوں کہ اس سے عالم قدس کے خیر و برکات مجھ کو حاصل ہو جائیں [1]۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

[1] کہ بارش عالم قدس سے عالم کثیف پر مور رہی تھی۔ عالم قدس پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بارش عالم قدس سے جب نکلی تو اللہ تعالیٰ کے خیر و برکات بھی لیتے ہوئے نکلی، جب یہ زمین پر گرتی ہے تو گنہگاروں کی وجہ سے وہ خیر و برکات ختم ہو جاتے ہیں، زمین پر گرنے سے پہلے عالم قدس سے آنے والی بارش کو میں حصول خیر و برکات کے لیے اپنی جسم پر لے رہا ہوں۔

اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ چوتھی فصل

(اس زائد فصل میں استسقاء کے وقت توسل کرنے کا بیان ہے)

۱۹۵۹۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ج ۱ ص ۱۳۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہد میں جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے توسل سے بارش آنے کی (اس طرح) دعا کرتے کہ الٰہی پہلے تو ہم آپ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے توسل سے بارش آنے کی دعا کرتے تو آپ ہم پر بارش برساتے تھے[1] اب ہم اپنے نبی کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے توسل سے بارش آنے کی آپ سے دعا کرتے ہیں، آپ ہم پر بارش برسائیے، راوی کہتے ہیں کہ (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے توسل سے دعا کرتے ہی ابر اٹھتا تھا اور بارش برسائی جاتی تھی، اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف، اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل لینا مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ توسل لینا جائز ہے اور ثابت ہے، اب رہی یہ بات جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے توسل نہ کرکے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے توسل کرتے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں سے توسل کرنا جائز ہے اور جو حضرات دنیا سے چلے گئے ہیں ان سے توسل کرنا کچھ اگر جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا توسل لیتے۔ جن لوگوں

---

[1] اب بھی ہم آپ کے نبی کے توسل سے دعا کرتے مگر چونکہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نبی کے چچا ہم میں موجود ہیں، ہمارے دلوں میں ان کی عظمت ہے اس وجہ سے

کو بہ شبہ ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحقیق میں نہیں گئے ہیں تحقیق کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اور حدیثوں میں دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا مذکور ہے۔ اس لیے ذیل میں وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے ہر معاملہ میں عام طور پر توسل لینا اور بارش کے لیے بھی توسل لینا ثابت ہے اور جائز ہے۔

۱۹۶۵۔ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَآءَ رَجُلٌ اَعْنِيْ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمَا فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى لِلْبَيْهَقِيِّ وَابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ اِيْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُ اِنَّهُمْ يُسْقَوْنَ وَقُلْ لَهٗ عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ فَاَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَاَخْبَرَهٗ فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ يَا رَبِّ مَا اٰلُوْا اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ وَذَكَرَهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِيْ فَتَاوَاهُ وَفِي اقْتِضَآءِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَصَحَّحَهٗ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ۔

مالک دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن تھے، کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قحط پڑا تو ایک صاحب جن کا نام بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے بارش آنے کی دعا کیجئے، وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب ان صاحب کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور سلام کہو، اور یہ خوشخبری پہنچاؤ کہ پانی برسے گا، لوگ سیراب ہوں گے اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ کہو جیسے تم اب تک ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کر رہے ہو، ایسا ہی ہمیشہ ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کرتے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور خواب کا واقعہ بیان کیا (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زار زار رونے لگے اور دعا کرنے لگے الٰہی! جب تک میں عاجز و مجبور نہ ہو جاؤں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے (دانائی سے سلطنت کرنے کے) حکم کی تعمیل میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا، اس کی روایت بیہقی اور ابن ابی شیبہ

نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاوی اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے، اور اس پر انکار نہیں کیا۔

ف۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ توسل، استغاثہ اور عرض مدعا کے لیے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوا کرتے تھے، اس لیے دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل جائز ہے۔

اس حدیث شریف میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کی شان تھی "اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ" احکام خداوندی کی تعمیل کرتے اور کرانے میں حضرت عمر بہت سخت ہیں" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار شریف پر جانا اور توسل لینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کرنا ممنوع اور شرک اور ناجائز ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو احکام کی پابندی کرنے اور کرانے میں سخت تھے، اس کو وہ کب جائز رکھتے، توسل لینے کے لیے مزار اقدس پر جانے والے صاحب کو باز پرس کرتے اور سخت سزا دیتے۔ بجائے اس کے ان کے حکم لانے کو مان لیا۔ بلکہ آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے قابل نہ سمجھ کر رونے لگے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا مزار شریف پر جانا اور جانے والوں پر انکار نہ کرنا ثابت ہے۔

۱۹۶۱۔ عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ اَوْسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قُحِطَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کُوًی اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْقِ رَوَاہُ ابْنُ الْجَوْزِیِّ بِسَنَدِہٖ فِی الْبَابِ التَّاسِعِ وَالثَّلَاثِیْنَ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ بِقَبْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ

ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ شریف میں بہت بڑا قحط پڑا، جس کی شکایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش ہوئی، حضرت صدیقہ نے حکم فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس اور آسمان کے درمیان ایک روزن کر دو کہ چھت حائل نہ ہو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم کی تعمیل کی اور قبر شریف کے عین اوپر چھت میں ایک روزن کر دیا، جہاں سے آسمان نظر آتا تھا، ایسا کرتے ہی خوب بارش ہوئی۔ کثرت سے گھاس اگی اور اونٹ ایسے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی سے لد گئے اور

مِنْ كِتَابِهِ صِفَةِ الصَّفْوَةِ وَرَوَاهُ أَيْضًا الْإِمَامُ تَاجُ الدِّيْنِ السُّبْكِيُّ فِي شِفَاءِ السِّقَامِ ـ

چربی کی وجہ سے پھٹے پڑتے تھے، اسی واسطے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔ اس کی روایت علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ کے باب (۳۹) فی الاستسقاء بقبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم میں اپنی سند سے کی ہے اور امام تاج الدین سبکی نے بھی اس کی روایت شفاء السقام میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارش آنے کے لیے قبر شریف کے محاذی چھت میں روزن کھول کر یہ ظاہر فرمایا کہ الٰہی! یہ آپ کے نبی کی قبر شریف ہے۔ آپ ہم پر بارش برسایئے، یہ توسل لیتے ہی کثرت سے بارش ہوئی، اگر توسل جائز نہ ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی اس طرح کا توسل کر کے توسل نہ لیتیں اور صحابۂ کرام بھی آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرتے، صحابہ کرام کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ یہ حضرات کسی خلاف سنت کام کو دیکھ کر برداشت نہیں کرتے تھے، اگر ام المومنین کا تبلایا ہوا یہ عمل ناجائز ہوتا تو صحابۂ کرام اس سے ضرور اختلاف کرتے صحابہ کرام کے خاموش رہنے اور انکار نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور اگر اس طرح کا توسل جائز نہ ہوتا تو غضب نازل ہوتا نہ کہ رحمت الٰہی اس توسل سے جوش میں آئی اور بارش ہونے لگی، اس سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور صحابہ کرام بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لیتے رہے ہیں۔

ان مذکورہ احادیث کے سوا اور بھی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کی دعا کے وقت دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے، اب وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر استسقاء کے بھی توسل لینا جائز ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہد خلافت میں ایک صاحب کو کچھ ضرورت تھی، وہ پوری نہیں ہو رہی تھی، وہ صاحب عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے، کہ مجھے ایک ضرورت ہے جس کو حضرت عثمان بن عفان سے کہنا چاہتا ہوں مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں؛ جس سے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری ضرورت پوری کر دیں تو عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ اس دعا کو پڑھنے سے میری بینائی واپس آگئی تھی، تم بھی وہ دعا پڑھ کر دعا کرو کہ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمہاری ضرورت پوری کر دیں، وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ لِتَقْضِيَ حَاجَتِي

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ط۔

الٰہی! میں آپ سے مانگتا ہوں اور آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا توسل لے کر آپ سے دعا کرتا ہوں، وہ نبی نبیٔ رحمت ہیں، ان کے توسل سے آپ مجھ پر رحمت نازل کیجئے اور میرے مقصد کو پورا کیجئے یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو اپنی حاجت پوری ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اے میرے نبی! آپ میری شفاعت کر کے اللہ تعالیٰ سے میرا مقصد دلا دیجئے، اے اللہ! میں آپ کے جلیل القدر پیغمبر کی شفاعت لا رہا ہوں، ان کے توسل سے میرا مقصد پورا کیجئے، اور میری دعا قبول فرمائیے۔

حضرت عثمان بن حنیف ان صاحب سے فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم پہلے اچھی طرح (سنت اور مستحب کی پابندی کے ساتھ) وضوء کرو، اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد مذکور الصدر دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ سے آخر تک پڑھو اور یہ دعا پڑھنے کے بعد اپنا مقصد حاصل ہونے کی دعا کرو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح عمل کیا اور میں نے اس کا عجیب اثر پایا کہ میں جب امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس گیا تو حضرت امیر المومنین نے میری طرف خاص توجہ فرمائی اور میری ضرورت پوری کر دی اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم کو ضرورت ہو، میرے پاس آجایا کرو۔ طبرانی نے اس کی روایت معجم کبیر میں کی ہے، اور بیہقی نے بھی اس کی روایت ابن ابی شیبہ سے اسی طرح کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

ف: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کیا گیا ہے اور یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہد خلافت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، ان سے توسل لینا جائز ہے، اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز نہ ہوتا تو یہ صحابۂ کرام کا مبارک زمانہ ہے وہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا ہرگز نہ سکھاتے، اس سے ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز ہے اور محدثین بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینے کو جائز سمجھ کر اپنی کتابوں میں اس قدر حدیث کی روایت کرتے ہیں، اس لیے اب بھی جو صاحب چاہیں اپنے مقصد برآری کے لیے اس مذکورہ طریقہ سے مذکور الصدر دعا اپنا مقصد حاصل ہونے کے لیے کر سکتے ہیں، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حصن حصین میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک سے اس طرح کی ہے۔

وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ ضَرُوْرَةٌ فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْٓ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔

حصن حصین کی اس روایت کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ بقدر ضرورت حسب ذیل ہے۔

جس کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی مخلوق سے، اس کو چاہیئے کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ کر مذکورہ دعا پڑھے اور اپنے مقصد کی دعا کرے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل عام طور پر جائز ہے جس دعا میں چاہیں توسل سے سکتے ہیں اس کی تائید ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، یہ واقعہ کسی معمولی شخص کا نہیں ہے، بلکہ یہ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے جو ایک جلیل القدر امام حدیث ہیں، اور صاحب سنن ہیں وہ اپنے خواب کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف نے ایک رات اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کی الٰہی! مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمایئے، جس سے مرتے دم تک ایمان کی حفاظت ہو اور ایمان پر ہی خاتمہ بالخیر ہو، حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دُعا پڑھا کرو۔

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِیْهِ وَجَدِّهٖ وَبَنِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَا فِیْهِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْاَلُكَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

الٰہی (میں عاجز و مجبور ہو گیا ہوں) حضرت امام حسن اور ان کے بھائی حضرت امام حسین کا ان کے نانا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اور ان کے کل معظم اولاد کا ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے والد ماجد حضرت علی کا توسل لے کر آپ سے دعا کرتا ہوں کہ جن مصیبتوں اور مشکلات میں گرفتار ہوں، ان سب حضرات کے توسل اور طفیل سے ان مشکلات سے نجات دیجئے اے زندہ سارے عالم کا انتظام کرنے والے! میری بھی مشکلات دور کرکے میری بھی رات کا انتظام کیجئے، اے اللہ! آپ بڑی عظمت والے ہیں اور سب پر احسان کرنے والے ہیں (میری بھی مشکلات دور کرکے) مجھ پر بھی احسان کیجئے۔ مجھ پر بھی آپ کے ان گنت احسان ہیں۔ (مشکلات) دور کرکے مجھ پر اور احسان کیجئے سب سے بڑا احسان یہ کیجئے کہ اپنی معرفت عطا کرکے میری اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میری مدد کیجئے۔ اے اللہ! آپ کی رحمت عام ہے آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، مجھ پر بھی آپ رحم کیجئے اور میری دعا قبول فرمایئے۔

(میرے ایمان کو مرتے دم تک سلامت رکھیئے اور میرا خاتمہ بالخیر فرمایئے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کے فرض و سنت کے درمیان ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھتے تھے اور اپنے دوستوں کو اس کے عمل کا شوق دلاتے اور شاگردوں کو اس دعا کو پڑھتے رہنے کی تعلیم اور حکم دیا کرتے تھے، اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس کا ورد ہمیشہ کیوں کر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم وامر و شوق کس طرح دلاتے حالانکہ یہ امام حدیث

ہیں اور خلق کے مقتدا، خلاصۃ الکلام میں خواب کا یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے اور علامہ سید طاہر بن محمد ہاشم علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مجمع الاحباب میں سوانح امام ترمذی میں اس خواب کو اسی طرح بیان کیا ہے، یہ سب مضمون عمران القلوب سے ماخوذ ہے۔

ف، صاحبو! آپ نے یہ خواب سنا۔ یہ خواب حدیث کے امام، محدثین کے مقتدا حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خواب ہے، جیسے پیغمبروں کے خواب وحی ہوتے ہیں ایسے ہی ان مقدس حضرات کے خواب الہام ہوتے ہیں۔ الہام سے بھی ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے۔ قطع نظر اس کے قابل غور یہ بات ہے کہ خود اللہ تعالیٰ گئے ہوئے کا توسل لینا سکھاتے ہیں، اس لیے دنیا سے گئے ہوؤں سے توسل لینے میں کوئی شک باقی نہ رہا، جو صاحب چاہیں فجر کے سنت اور فرض کے درمیان اس دعا کو پڑھا کریں، اس لیے کہ امام ترمذی اس کو پڑھا کرتے اور پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ ۱۲۔

بَابٌ فِی الرِّيَاحِ

اس باب میں ہواؤں کا بیان ہے

۱۔ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا۔

بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے وقت میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی (سورۃ القمر، ۱۹)

ف، اس سے معلوم ہوا کہ بعض دن منحوس ہوتے ہیں، منحوس دن وہ ہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہ ہو، یا عذاب الٰہی آئے، بعض انسان منحوس ہیں، بعض جگہیں منحوس ہیں۔ دراصل جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے وہ منحوس ہے، بعض لوگ مہینے کے آخری بدھ کو منحوس کہتے ہیں اور دلیل میں آیت پیش کرتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ اس بدھ کی نحوست تو صرف قوم عاد کے لیے ہی تھی۔

۲۔ وَقَوْلُهٗ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ۔

اور عاد میں، جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔ (سورۃ الذاریات، ۴۱)

ف، قرآن مجید میں ریح غضب کی ہوا اور ریاح رحمت کی ہوا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ وَقَوْلُهٗ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ۔

اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بار ور کرنے والیاں۔

(سورۃ الحجر، ۲۲)

ف: جو ہوا بارش لانے والی ہے وہ بھی افضل ہے کہ رحمت کی پڑوسی ہے، اس لیے ان ہواؤں کے چلتے وقت دعا مانگنا بہتر ہے اور غضب کی ہوا چلتے وقت رب تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

۴۔ وَقَوْلُہٗ: 　　اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیٰحَ مُبَشِّرٰتٍ۔ 　　اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی۔ (سورۃ الروم، ۴۶)

مدینہ شریف میں یہودیوں کی دو قومیں بستی تھیں، جن میں سے ایک بنو نضیر تھے۔ بنو نضیر نے چاروں طرف سے کفار کو ابھار کر بارہ ہزار کی فوج لے کر مدینہ شریف پر حملہ کیا اور مسلمان صرف تین ہزار تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر مدینہ شریف کے اطراف خندق کھود دی تھی تاکہ کفار کی آئی ہوئی فوج کے واسطے روک ہو جائے، کفار کا محاصرہ سخت تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری فتح ہے، ایک مہینہ تک کفار محاصرہ کئے ہوئے تھے، ایک رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے صبا جو مشرق کی طرف سے چلتی رہتی ہے مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجی گئی۔ اس وقت کفار کے لشکر کی کیا حالت تھی! کہیں خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ گئے، کنکر اور مٹی کفار کے چہروں کو مار رہی تھی، ہانڈیاں الٹ گئیں سارا لشکر برباد ہو گیا۔ کفار کے دلوں پر ایسا رعب طاری ہوا وہ سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں، ابوسفیان جو اس وقت کفار کی فوج کے سپہ سالار تھے، وہ پہلے بھاگ گئے اور ان کے پیچھے سارا لشکر عجیب پریشانی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، میدان خالی ہو گیا۔

۱۹۶۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَاءِ اُھْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ (غزوۂ خندق میں اس موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باد صبا کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی (جو مسلمانوں کے لیے ذریعہ رحمت بنی جیسے) قوم عاد کے لیے (دبور جو مغرب کی طرف سے چل رہی تھی) تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنی۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۶۳ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَاحِکًا حَتّٰی اَرٰی مِنْہُ لَھَوَاتِہٖ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ فَکَانَ اِذَا رَاٰی غَیْمًا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قہقہہ مار کر آواز سے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ

اَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جس سے آپ کا جبڑہ دکھائی دیتا ہو (البتہ کبھی کبھی بعض موقعوں پر زیادہ سے زیادہ حضور اتنا ہنستے ہیں کہ آپ کی کو نچلیاں نظر آجاتی نہیں، عموماً آپ مسکرایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا تھا یا تیز ہوائیں چلتی نہیں تو آپ کے چہرۂ مبارک پر خوف کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۶۴ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَ دَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَاَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَقُوْلُ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ رَحْمَةً۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب تیز آندھی چلتی تھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خوف طاری ہو جاتا تھا، رہ رہ کر امت کا خیال آتا تھا کہ کہیں قوم عاد کی طرح ان پر یہ آندھی عذاب کا ذریعہ نہ بنے، اس وقت بہت پریشانی کے ساتھ نہایت عاجزی سے امت کا خیال کر کے یہ دعا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ ط۔

الٰہی ہم کو مت دیکھئے آپ اپنی رحمت پر نظر کر کے اس آندھی کو ذریعہ خیر بنا دیجئے اور ہر چیز میں خیر شیر ہوا کرتے ہیں) ہم کو اس آندھی میں جو خیر ہے وہ پہنچائیے اگر آپ اس آندھی کو خیر کا ذریعہ بنا کر بھیج رہے ہیں تو وہ خیر ہم کو پہنچائیے، الٰہی

لہ آپ کے سامنے پہلی قوموں کے حالات پیش نظر ہو جاتے تھے، بعض قوموں پر ابر اٹھا ہے وہ خوش ہو رہے تھے کہ اس سے بارش برسے گی بجائے بارش کے عذاب نازل ہوا، جب کبھی تیز ہوائیں چلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ان قوموں کی حالت پیش نظر ہو جاتی تھی، جن پر ہواؤں سے عذاب آیا تھا۔ اللہ کا جلال اور عظمت پیش نظر ہوتی تھی۔ کیا معلوم کہ یہ ابر اور ہوا کہیں عذاب کا ذریعہ نہ ہو جائیں، اس لیے آپ پر خوف طاری ہوتا لہٰذا مسلمانو! مقدس اور معصوم نبی کی یہ حالت ہوتی تھی تو ہم گنہگاروں کو کس قدر خوف ہونا چاہیئے، ہماری یہ بے فکری اور اطمینان غفلت کا نتیجہ ہے جو اچھا نہیں ہے

میں آپ سے اس آندھی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اس آندھی کے شر سے ہم کو بچایئے اور اس آندھی میں جو شر ہے اس سے بھی ہم کو بچایئے (اگر یہ آندھی شر کا ذریعہ بنا کر بھیجی گئی ہے تو وہ شر ہم کو نہ پہنچے اور اس شر سے ہم کو بچایئے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ بھی ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب ابر چھا جاتا تھا اور ابھی بارش شروع نہ ہوتی تھی تو خوف سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اتر جاتا تھا، خوف کی وجہ سے آپ کو قرار نہ ہوتا تھا۔ کبھی گھر میں آپ تشریف لے جاتے اور کبھی باہر آتے اور کبھی ادھر آتے اور کبھی اُدھر جاتے اور جب بارش ہونے لگتی تو وہ خوف آپ سے دور ہو جاتا تھا (اور آپ سمجھتے تھے کہ یہ ابر اب ذریعہ عذاب نہیں ہے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ابر کو دیکھ کر پریشان ہونا۔ اور بارش ہونے سے پریشانی کا دور ہونا، ام المومنین نے اس کا سبب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا، ام المومنین سے یہ سن کر حضرت نے فرمایا سنو! عائشہ! ابر جب امنڈا ہوا چلا آتا ہے تو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ابر ویسا تو نہیں ہے جیسا قوم عاد اس ابر کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، کہ یہ ابر بارش برسائے گا خوش حالی ہوگی، افسوس ایسا نہ ہوا قوم عاد پر یہ ابر برسا نہیں، اُن پر عذاب کا ذریعہ بنا اس ابر میں سے تیز ہوائیں نکلیں جو ان کو کئی کئی گز اٹھا کر پٹک رہی تھیں، اس طرح وہ ابر اُن پر عذاب کا ذریعہ ہوا، سب ہلاک ہو گئے اور اُن کے مکان اجڑے پڑے تھے، اے عائشہ! یہ سارا منظر ابر کو دیکھتے ہی میرے سامنے پیش ہو جاتا ہے، جب بارش ہو جاتی ہے تو عذاب آنے کا خوف نہیں رہتا اور عذاب کا اندیشہ مجھ

سے زائل ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۶۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرِّیْحُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ تَاْتِیْ بِالرَّحْمَةِ وَ بِالْعَذَابِ فَلَا تَسُبُّوْهَا وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَیْرِهَا وَعُوْذُوْا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِیْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے (کہ ہوا بالذات نہ راحت کا سبب ہے نہ عذاب کا بلکہ) ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے (اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس کی تکمیل کرتی ہے اگر راحت کا حکم دیتے ہیں تو) راحت پہنچاتی ہے اور (اگر عذاب کا حکم دیتے ہیں تو) عذاب کا ذریعہ بنتی ہے (اس لیے اگر ہوا سے تم کو نقصان پہنچے تو) اس کو بُرا بھلا نہ کہو (ہوا کو بُرا بولنے کی بجائے) اللہ تعالیٰ سے ہوا کے ذریعہ راحت پہنچنے کا سوال کرو، اور ہوا تکلیف اور عذاب کا ذریعہ نہ بننے کے لیے اللہ سے دعاء مانگو، اس کی روایت امام شافعی، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

۱۹۶۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّیْحَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَلْعَنُوا الرِّیْحَ فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَیْئًا لَیْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَیْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دبیٹھا ہوا تھا اس کو ہوا سے کچھ تکلیف ہوئی تو اس نے)، ہوا پر لعنت بھیجی، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا دیکھو! ہوا پر لعنت نہیں کیا کرو (ہوا کا کیا قصور ہے) ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، جو حکم اس کو ہوتا اس کی تعمیل کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص ایسی

لہ یوں بھی سوچو تو کوئی چیز لعنت کی مستحق تین وجہ سے ہوتی ہے، یا کفر کی وجہ سے، یا بدعت کی وجہ سے یا فسق وفجور کی وجہ سے یہ تینوں چیزیں ہوا میں نہیں ہیں، پھر ہوا پر لعنت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں تو وہ لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے[1] اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۹۶۶ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو بُرا نہ کہو[2]، اگر تم ہوا سے کوئی ناگوار بات دیکھو تو (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اور بہت عاجزی سے) اللہ ہی سے دُعا مانگو!

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ۔

الٰہی! (ہم آپ ہی کے عاجز بندے ہیں!) ہم کو اس ہوا سے خیر پہنچا دیجئے (ہر چیز میں خیر و شر ہوا کرتے ہیں) اس میں جو خیر ہے ہم کو وہ پہنچا دیجئے، اور اگر اس میں ہوا کو کسی شر کا حکم دیا گیا ہے تو اس کو خیر کا حکم بنا دیجئے اور خیر ہی پہنچا دیجئے۔ (الٰہی!) ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں، اس چلتی ہوا کے شر سے ہمیں بچا لیجئے، اور اگر اس ہوا میں شر ہے تو شر میں مبتلا نہ کیجئے (بلکہ خیر ہی پہنچا دیجئے)، اور اگر اس ہوا کو کسی شر کا حکم

[1] اس لیے کسی پر لعنت کریں تو سوچ سمجھ کر لعنت کیا کریں، بہتر تو یہ ہے کہ لعنت کرنے کی عادت ہی نہ رکھے ورنہ خود پر لعنت لوٹ آئے گی۔

[2] لوگوں کی عادت ہے کہ جب ہوا سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہوا کو سخت سست کہا کرتے ہیں مسلمانو سنو! کبھی

[3] اس میں ہوا کا کیا قصور ہے، ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتی ہے۔

دیا گیا ہے تو آپ قادر ہیں، اس شر کو خیر سے بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں ہم کو خیر ہی پہنچائیے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۹۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاهَبَّتْ رِيحٌ قَطُّ إِلَّا جَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا (۱) وَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ (۲) وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ (۳) وَأَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ۔

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيرِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور گڑگڑا کر یہ دعا فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا۔

الٰہی! (آپ بڑے قدرت والے ہیں، اگر آپ اس آندھی کو عذاب کا ذریعہ نہ بنا کر رحمت کا ذریعہ بنائیں تو کوئی آپ کو روکنے والا نہیں ہے، اس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ) اس آندھی سے راحت اور آرام بھجوائیے اور اس آندھی سے تکلیف اور مصیبت نہ لائیے۔

اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

۱۹۶۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَبْصَرْنَا شَيْئًا مِنَ السَّمَاءِ تَعْنِي السَّحَابَ تَرَكَ عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ وَقَالَ اللّٰهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو (آپ پر ایسا خوف طاری ہوتا تھا کہ) جو کام آپ اس وقت کر رہے ہوتے اس کو چھوڑ کر ابر کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے۔

لے آپ پر بے حد خوف کی حالت طاری ہو جاتی تھی، اور خوف کی یہ حالت امت کی تعلیم کے لیے بھی ہوتی تھی کہ تم بھی تیز ہوا چلنے وقت ایسی ہی خوف زدہ حالت بناؤ جیسے کہ میں واقعی خوفزدہ ہو جایا کرتا ہوں۔ آندھی اور تیز ہوا چلتے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی، عجز وانکساری ظاہر کرتے کے لیے۔

ابْنُ مَاجَۃَ وَالشَّافِعِیُّ وَ اللَّفْظُ لَہٗ)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَافِیْہِ

اے اللہ! (اور قوموں پر آپ ابر کے ذریعہ عذاب بھیجتے رہے ہیں، اگر اس ابر میں بھی کوئی شر ہے تو) اس ابر کے شر سے ہم کو بچایئے۔
اگر ابر کھل جاتا تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے (کہ معلوم نہیں اس میں کیا شر تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بچالیا) اور اگر بارش ہوتی تو یہ دعا کرتے :۔

اَللّٰھُمَّ سَقْیًا نَافِعًا

اے اللہ! (آپ بڑی قدرت والے ہیں جس چیز سے ضرر پہنچانا چاہتے ہیں اس سے ضرر پہنچاتے ہیں، بعض قوموں کو بارش کی کثرت سے ضرر پہنچائے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر جو یہ بارش ہو رہی ہے) اس کو سیراب اور سرسبز کرنے والی نفع رساں بنا دیجئے۔

اس کی روایت امام شافعیؒ کی ہے، اور ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے

۱۹۷۰/۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بجلی کی گرج اور گرنے والی بجلی کی طرح کڑک سنتے تو یہ دعاء فرماتے :۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ

الٰہی! ہم آپ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں بہتوں کو بجلی سے ہلاک کیا ہم کو اپنے غضب سے (بجلی گرا کر) قتل نہ کیجئے اور اس بجلی کو عذاب کا ذریعہ بنا کر ہم کو ہلاک نہ کیجئے اور (اگر آپ کسی کو بجلی سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو) عذاب آنے سے پہلے ہم کو عافیت کی موت دیجئے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۱۹۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَکَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آپ بجلی کی کڑک سنتے (خوف زدہ ہو جاتے تھے اور) بات چیت چھوڑ دیتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔

اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہیں، رعد (نامی فرشتہ جو بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور تسبیح اور تقدیس بیان کرتا ہے (بادلوں سے جو ہیبت ناک آواز آتی ہے وہ اسی فرشتہ کی تسبیح اور تحمید کی آواز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کا جلال تمام فرشتوں پر طاری ہو جاتا ہے کہ) سب فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی (ہیبت اور جلال کی وجہ سے سب کے سب) حمد و ثنا اور تسبیح کرنے لگتے ہیں۔

اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

ف مرقات میں لکھا ہے کہ بادلوں کی گرج اور کڑک کے وقت جو اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بجلی گرنے کے ضرر سے محفوظ رکھیں گے۔ ۱۲

۱۹۴۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ الْاٰیَۃَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (یوں تو غیب کی اہم چیزیں بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں مگر غیب کی اہم چیزیں پانچ ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ہاں اللہ تعالیٰ ہی کسی کو واقف کرائیں تو وہ اور بات ہے) پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (ان پانچ چیزوں کی

تفسیر فرمانے کے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت
کا علم اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں
کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کل کیا
کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں
مرے گی؟ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے
والا ہے (سورہ لقمن، ۳۴ ترجمہ کنزالایمان)
اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف:۔ شان نزول:۔ حارث ابن عمرو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو بتایئے کہ قیامت کب قائم ہوگی، میں نے کھیت بو دیا ہے، بتایئے بارش کب ہوگی، میری عورت حاملہ ہے بتایئے بیٹا ہوگا یا بیٹی اور فرمایئے کہ کل میں کیا کروں گا، اور بتایئے کہ میں کہاں مروں گا، اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ف:۔ آیت میں لفظ (تدری) درایت سے بنا ہے جس کا معنی ہے عقل وحساب اور اندازے سے جاننا، یعنی مذکورہ آیت میں یہ وہ پانچ غیب ہیں جو عقل کے حساب سے اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتے، بلکہ صرف وحی الٰہی سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں، اور چونکہ اس قسم کی وحی کی اشاعت کرنے کی ضرورت وا جازت نہیں اس لیے عوام کو یہ باتیں نہیں بتائی جا سکتی، لہٰذا یہ آیت شان نزول کے بالکل مطابق ہے، کوئی مخالفت نہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

ف:۔ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے انہی کی نسبت سورۂ جن میں ارشاد فرمایا عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے)
غرض یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر اس نے خود سورۂ جن میں دی ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء واولیاء کو علم غیب اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے اور یہ اس اختصاص کے منافی نہیں، اور کثیر آیتیں اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بارش کا وقت کیا ہے حمل میں کیا ہے اور کل کوئی کیا کرے گا اور کہاں مرے گا ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء وانبیاء نے دی ہیں، اور قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر دی، حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے

کی، اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں، تو فرشتوں کو بھی معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے۔ اور حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا، اس کے یہ معنی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واحادیث کے خلاف۔ (تفسیر خزائن العرفان)

نوٹ: آج کل کے سائنسی دور میں محکمہ موسمیات والے قبل از وقت ہواؤں کے چلنے اور بارش کے ہونے یا نہ ہونے کی پیشین گوئی کر دیتے ہیں۔ اور عورتوں کے حمل کے بارے میں بھی سائنسی مشینوں کے ذریعے پتہ چل جاتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج کل لوگ سائنس کے لیے تو ان باتوں کو مانتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نبیوں ولیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی نہیں مانتے۔

۱۹۷۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَّا تُمْطَرُوْا وَلٰكِنِ السَّنَةَ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (تم سمجھتے ہو کہ بارش نہ ہونے سے قحط ہو جاتا ہے، ایسا بھی ہے مگر بڑا قحط یہ ہے کہ بارش تو خوب ہو اور تم کو خوشحالی کی امید بھی ہو گئی ہو، پھر بھی کثرت بارش کی وجہ سے) زمین کچھ نہ اگائے، یہ بہت بڑا قحط ہے[1]۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

---

[1] اس لیے کہ ساری امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور قحط کا سامنا ہو جاتا ہے

كِتَابُ الْجَنَائِز

اس کتاب میں جنائز یعنی مُردوں کے احوال اور اُن کے احکام کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ سكتة رَاقٍ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
جب جان گلے کو پہنچ جائے گی اور کہیں گے کہ ہے کوئی (مرنے والے کو) جھاڑ پھونک کرنے اور وہ (مرنے والا) سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی، اور اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔
(سورۃ القیامہ، ۲۶ تا ۳۰)

بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَ ثَوَابِ الْمَرَضِ

اس باب میں بیمار پرسی کرنے کا بیان ہے اور بیمار کو بیماری کا جو ثواب ملتا ہے اس کا بھی ذکر ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
إِنَّا نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔

مَا قَدَّمُوا سے مراد وہ کام جو اپنے ہاتھ سے کیا اور آثَارَهُمْ سے مراد وہ اثر جو اس کام کے سبب پیدا ہوا اور بعد مرگ بھی باقی رہا مثلاً کسی نے کوئی نیک کام کیا اور وہ سبب ہوگیا دوسروں کے لیے ہدایت کا اور کسی نے کوئی برا کام کیا اور وہ سبب ہوگیا دوسروں کی ضلالت کا۔ غرض یہ سب لکھے جا رہے ہیں اور آخرت میں ان سب پر جزا اور سزا مرتب ہو جائیگی منجملہ ان کے عیادت مریض بھی ہے۔ صاحبو اگر تم سمجھتے ہو گے کہ عیادت مریض سے کیا ثواب ملے گا، نہیں! نہیں! عیادت مریض کا ثواب بھی لکھا جا رہا ہے جو تم کو آخرت میں ملے گا۔
ف جو لوگ صدقات جاریہ یا اچھے بُرے طریقے ایجاد کر گئے، جن پر بعد والے عمل کر رہے

ہیں، اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اچھی بدعت ایجاد کرنا اچھا ہے، اور بُری بدعت ایجاد کرنا بُرا ہے، اس لیے ان سب کی تحریر ہو رہی ہے، دوسرے یہ کہ جب تک ان رسوم پر عمل ہوتا رہتا ہے، موجد کو ثواب یا عذاب ملتا رہتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا، اس آیت کا شان نزول یہ بتایا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں بنی سلمہ مسجد نبوی شریف سے بہت دور آباد تھے، انہوں نے چاہا کہ اپنا محلہ خالی کر کے مسجد نبوی شریف کے قریب آن بسیں تاکہ نماز با جماعت میں آسانی سے شرکت کر سکیں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں۔ (تفسیر خزائن ونور العرفان)

وَقَوْلُهٗ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔

(سورۃ البقرہ، ۲۴۳)

ف:۔ یہ واقعہ شہر واسط کے علاقہ دار روان کا ہے، وہاں کے لوگ طاعون سے بچنے کے لیے بھاگے تھے، اور مر گئے، پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو گئے۔

ف:۔ موت کا ڈر اچھا بھی ہے اور بُرا بھی، اگر موت کے ڈر سے انسان گناہوں سے توبہ کرلے تو اچھا ہے، اور اگر اس کی وجہ سے انسان نیک اعمال چھوڑ دے یا گناہوں پر راغب ہو جائے تو بُرا ہے۔ جیسے بعض لوگ موت کے خوف سے حج یا جہاد سے گھبراتے ہیں شہر دار روان والوں کا خوف دوسری قسم کا تھا۔

اس آیت شریفہ میں حَذَرَ الْمَوْتِ کے الفاظ قابل غور ہیں، وہ لوگ موت سے بچنے کے لیے طاعون زدہ مقام سے نکلے تھے اس لیے ان پر غضب نازل ہوا اگر وہ یہ اعتقاد کر کے نکلتے کہ موت ہر جگہ آئے گی۔ طاعون زدہ مقام میں رہنے کی صورت میں بھی آسکتی ہے اور وہاں سے نکل جانے کے بعد بھی آسکتی ہے۔ موت کے خوف سے نہیں نکلتے بلکہ تبدیلی مقام کی غرض سے نکلتے تو ان پر غضب الٰہی نازل نہ ہوتا جیسا کہ موت سے بچنے کی غرض سے نکلنے سے غضب الٰہی نازل ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد کی خرابی سے طاعون زدہ مقام سے نکلنے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے لیکن اگر اعتقاد کی خرابی کے بغیر نکلیں تو عذاب نازل نہیں ہوتا۔ طاعون کے موقع پر تبدیلی مقام کی غرض سے نکلنا جائز ہونے کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے جو آگے آرہا ہے)

وَقَوْلُهٗ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ ۔ تم فرماؤ! ہرگز بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا

مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

اگر موت سے یا قتل سے بھاگو اور جب بھی دنیا نہ برتنے دیئے جاؤ گے مگر تھوڑی (سورۃ الاحزاب، ۱۶)

ف ۱: اس بھاگ جانے میں تم پر جہاد سے فرار کا گناہ ہو جائے گا مگر کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہ ہو گا، اگر تمہاری تقدیر بس آج موت یا قتل لکھا ہے تو ضرور پہنچے گا، اور اگر آج تمہاری موت نہیں ہے تو کچھ دن بعد ضرور مروگے تو تھوڑی سی مہلت موہومہ زندگی کے لیے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اٹھاتے ہو؟

اے انسان! تیرا کیا خیال ہے، تو سمجھ رہا ہے کہ میں طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر موت سے بچ جاؤں گا یا طاعون کا زخم نہ کھا کر اور طاعون سے قتل نہ ہو کر محفوظ رہوں گا یہ تیرا غلط خیال ہے بھاگ کر چند روز بچ بھی گیا تو کیا، آخر تو تجھے موت کا شکار ہونا ہی ہے یا کہیں جہاد ہو رہا ہے زخم کھا کر قتل ہونا ہی پڑے گا، پھر یہ موت کے نہ آنے کے خیال سے طاعون زدہ مقام سے جارہا ہے، اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں، ہاں! اگر تبدیلی مقام کرنا چاہتا ہے تو وہ اور بات ہے، تجھ کو اس سے نہیں روکا جا رہا ہے

۱۹۷۴ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ[1]، اور بیمار کی پرسی کیا کرو (اس سے بیمار کو تسلی ہوتی ہے) اور اگر کوئی شخص (روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے) قید ہو گیا ہو تو تم روپیہ ادا کر کے اس کو قید سے چھڑاؤ[2]۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۹۷۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں

---

[1] یوں تو بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے اور اس میں بڑا اجر و ثواب ہے مگر جو شخص ایسا بھوکا ہو کہ بھوک سے اس کی حالت تباہ ہو رہی ہو تو اس کو کھانا کھلانا فرض ہے

[2] یا مثلاً غلام باندی ہے کہ مالک نے ان پر کچھ رقم معین کر دی ہے کہ تم رقم لا دو تو تم کو غلامی سے رہا کر دیا جائے گا، تو تم وہ رقم دے کر اس کو آزاد کرا دو۔

وَ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(ایک حق تو یہ ہے کہ اگر) کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا[1] ۲ مسلمان کا مسلمان پر دوسرا حق یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کی جائے اور ۳ (مسلمان کا مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا، کندھا دینا اور نماز کے بعد بھی ساتھ جانا اور دفن تک ٹھہرنا[2] ۴ مسلمان کا مسلمان پر چوتھا حق یہ ہے کہ) اگر وہ دعوت دے (اور وہ دعوت کیسی ہی معمولی کھانے کی کیوں نہ ہو) تو اس کی دعوت کو قبول کرے[3]۔ ۵ مسلمان کا مسلمان پر پانچواں حق یہ ہے کہ) جب چھینکنے والا چھینکے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللہ کہے، بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

لہ وہاں جو مسلمان ہیں ان پر فرض ہے) اگر کوئی ایک اُن میں سے سلام کا جواب دیدے تو سب کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اس لیے یہ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے ایسا ہی آنے والے مسلمان پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کا حق ہے کہ یہ آنیوالا اُن پر سلام کرے (اور آنے والے کا یہ سلام کرنا سنت ہے، مرقات میں مذکور ہے کہ یہ ایسی سنت ہے جو جواب دینے کے فرض سے افضل ہے اور ثواب میں زیادہ ہے اس لیے کہ سلام کرنے سے تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اور تکبر کی نفی ہوتی ہے

ٹہ یہ سب ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق ہیں، اور یہ سب فرض کفایہ ہیں، چند لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے فرض کی ادائیگی ہو جاتی ہے، کوئی گنہگار نہیں ہوتا، اگر کوئی مسلمان بھی ان کو ادا نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار رہوں گے)

ٹہ اگر وہ دعوت، ولیمہ کی دعوت ہے تو اس کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے ولیمہ کے سوا اور دوسری دعوتوں کا قبول کرنا سنت مستحب ہے، اگر کسی عذر سے کوئی دعوت قبول نہیں کی خواہ ولیمہ کی ہو یا کوئی اور دعوت ہو تو خیر اور بات ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت، اس میں شریک نہ ہوا تو وہ اس وعید کا مستحق ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے، "وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُوْلَهٗ"، (جو دعوت قبول نہیں کرتا اور (بلا عذر) دعوت میں نہیں گیا تو اس نے اللہ کی اور اسکے رسول کی نافرمانی کی، اس لیے کہ وہ دعوت میں جاتا تو مسلمان کا دل خوش کرتا۔ دعوت میں نہ جاکر دعوت دینے والے کا دل دکھایا اور اس کی ہتک کی)

ٹہ اور آواز سے الحمد للہ کہے اور الحمد للہ کہنا سنت ہے اور دوسرے مسلمان پر (اس کے جواب میں) يَرْحَمُكَ اللّٰه یا يَرْحَمُكُمُ اللّٰه کہنا واجب ہے اگر حاضرین میں سے ایک نے بھی جواب میں یرحمک اللہ یا یرحمکم اللہ کہا تو سب کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی) اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے یا ایسا آہستہ کہے سُنائی نہ دے تو حاضرین میں سے کوئی اس چھینکنے والے کا جواب یرحمک اللہ یا یرحکم اللہ سے نہ دے) اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سنت کی ادائی تو ہو جاتی ہے مگر الحمد للہ کے ساتھ وہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، اور پڑھا الحمد للہ رب العالمین

پھر تو وہ ہمیشہ کے لیے داڑھ اور کان کے درد سے محفوظ رہے گا جیسا کہ مرقات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔

۱۹۷۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ[1] حق ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! وہ چھ حقوق کون سے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو! مسلمان کا مسلمان پر ایک حق تو یہ ہے کہ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو اس کو سلام کرے (اگر خود وہ سلام کرے تو تم اس کا جواب دو) مسلمان کا دوسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، اور مسلمان کا تیسرا حق یہ ہے کہ (یوں تو ہر وقت مسلمان کی خیر خواہی کرنا ضروری ہے مگر جب) وہ تم سے مشورہ کرے تو تم (پر واجب ہے کہ تم) اس کو خیر خواہانہ مشورہ دو، اور مسلمان کا چوتھا حق یہ ہے کہ جب اس کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم پر واجب ہے کہ تم، اس کو یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہہ کر جواب دیدو، اور مسلمان کا پانچواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو تم اس کی بیمار پرسی کرو، اور مسلمان کا چھٹا حق یہ ہے کہ جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاکر اس کی نماز جنازہ پڑھو، اور دفن تک جنازہ کے ساتھ رہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۷۷ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سات کام

---

[1] احادیث میں مسلمانوں کے حقوق کی جو مختلف تعداد مذکور ہوتی ہے وہ حصر کے لیے نہیں ہے، وحی سے جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس تعداد کو ظاہر فرماتے گئے

اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَآءِ وَالْقَسِّيِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کرنے کا حکم دیا ہے اور سات کام کرنے سے منع فرمایا ہے، جن سات کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ یہ ہیں ۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم بیمار کی بیمار پرسی کیا کریں ۲ اور جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاکر نماز جنازہ ادا کریں (دفن کرنے میں بھی شریک رہیں تو نہایت مناسب ہے) ۳ اور جب چھینکنے والا چھینکے (اور آواز سے الحمد اللہ کہے) تو اس کا جواب یرحمک اللہ سے دیں ۴ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کریں (اور اگر وہ سلام کرے) تو اس کے سلام کا جواب دیں ۵ اگر کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کریں ۶ اگر کوئی مسلمان قسم کھائے تو اس کی قسم پوری کرنے کے لیے اس مسلمان کی مدد کریں[۱]، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی حکم دیتے ہیں کہ اگر کسی پر ظلم ہو رہا ہو تو اس کی مدد کرو[۲]، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن سات کاموں کے کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ یہ ہیں ۱ (مرد کو چاہیئے کہ) سونے کی انگوٹھی نہ پہنا کریں[۳] ۲ (مرد کو چاہیئے کہ) وہ

---

۱ مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک آپ میرا مقصد پورا نہ کر دیں اگر اس کا مقصد خلاف شریعت نہ ہو اور کوئی گناہ کا کام نہ ہو تو اس کا مقصد پورا کر دے تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اگر اس کا مقصد پورا نہ کرو گے تو وہ انتظار کر کے اٹھ جائے گا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کو کفارہ دینا پڑے گا، ورنہ گنہگار ہوگا، اس لیے یہ نوبت نہ آنے دو۔

۲ اگر زبان سے مدد کی جائے تو اس سے ظلم دور ہو سکتا ہو تو زبان سے مدد کرو، اگر اس مظلوم کا ظلم ہاتھ سے مدد کرنے سے دور ہو سکتا ہو تو ہاتھ سے مدد کرو۔ بہرحال کسی طرح اس مظلوم کو ظلم سے بچاؤ

۳ اس لیے کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، ہاں عورتیں سونے کی انگوٹھی پہن سکتی ہیں۔ ان کو سونا پہننے کی اجازت ہے۔

کسی قسم کا ریشمی کپڑا نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا (یعنی کپڑا لمبا تار) اور بانا (یعنی آڑا تار) ریشم کا ہو۔[۱] ۳ استبرق جو ریشم کا بنا ہوا دبیز کپڑا ہوتا ہے، ایسا ہی دیباج بھی مرد کے لیے حرام ہے جو باریک ریشمی تاروں کا مہین کپڑا ہوتا ہے (جیسے ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے) ایسے ہی زین پوش یعنی چار جامہ جو ریشم سے بنا یا گیا ہو، اس پر بیٹھنا حرام ہے[۲] ۵ ایسے ہی مرد کو قسی کا کپڑا پہننا بھی حرام ہے جو معمولی اور ردی قسم کے ریشم سے بنایا جاتا ہے[۳] ۷ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا بھی حرام ہے (غرض مرد ہوں یا عورتیں چاندی سونے کے کسی سامان کو استعمال نہ کریں) جو دنیا میں چاندی یا سونے کے برتنوں میں کھائے گا پئے گا (تو جب اور مسلمانوں کو آخرت میں چاندی اور سونے کے برتن ملیں گے) تو ایسے شخص کو جو دنیا میں چاندی سونے کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا تھا وہ ان برتنوں سے محروم ہوگا، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

---

[۱] (ایسا ہی وہ کپڑا بھی نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا سوت کا ہو اور بانا ریشم کا ہو، اس لیے کہ کپڑے کی تکمیل بانے سے ہوتی ہے، ہاں اگر تانا ریشم کا ہو، اور بانا سوت کا جیسے مشروع تو یہ مرد کو بھی جائز ہے بخلاف اس کے عورتوں کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا پہننا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ ہاں تو مرد کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا حرام ہے خاص کر۔

[۲] خواہ کسی رنگ کا ہو، اور حدیث شریف میں سرخ رنگ کا جو ذکر ہے وہ عام رواج کے اعتبار سے ہے، بخلاف اس کے چار جامہ ریشم کا نہ ہو، بلکہ سوت کا ہو تو اس پر بیٹھنا جائز ہے اگر چار جامہ سوت کا ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ عجمیوں کی عادت ہے کہ ریشمی چار جامہ اور سوت کے سرخ چار جامہ پر بیٹھتے ہیں جس سے رعونت اور تکبر ظاہر ہوتا تھا۔ اس وجہ سے اس طرح کے چار جامہ سے بھی منع کیا گیا۔

[۳] عورتیں جس قدر چاہیں سونے اور چاندی کا زیور پہن سکتی ہیں، عورتوں کے لیے سونا اور چاندی پہننا جائز ہے مگر استعمال کا جو سامان ہے مثلاً برتن یا آئینہ یا سرمہ دانی اور سلائی یا پاندان وغیرہ ان کا استعمال کرنا جیسا مردوں کو حرام ہے ایسے ہی عورتوں کے لیے بھی حرام ہے۔

۱۹۷۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا (ایک دفعہ) وہ بیمار ہو گیا، اس لڑکے کی بیمار پرسی کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے گھر تشریف لے گئے اس بیمار لڑکے کے سرہانے بیٹھے اور ارشاد فرمایا (اے لڑکے تو نے میری بہت خدمت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تو مرنے کے بعد آرام سے رہے اس لیے) تو مسلمان ہو جا، اس وقت لڑکے کا باپ اس کے پاس موجود تھا، لڑکا اپنے باپ کی طرف (مشورہ لینے کے لیے) دیکھنے لگا، باپ نے کہا (اچھا بیٹا) ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جو فرما رہے ہیں اس کو سن لو اور مسلمان ہو جاؤ، چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے گھر سے یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس لڑکے کو دوزخ سے بچا لیا، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف سے کئی مسائل معلوم ہوئے ایک مسئلہ تو یہ ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ کافر سے خدمت لینا جائز ہے ایسا ہی نابالغ بچہ سے بھی خدمت لینا جائز ہے، اس حدیث شریف سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا جیسا کہ مرقات اور بستان فقیہ ابو اللیث میں مذکور ہے کہ ذمی کافر بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے جواز پر فتویٰ ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے جو مرقات میں مذکور ہے کہ بیمار کے پاس بیمار پرسی کے لیے جانے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ بیمار کے سرہانے بیٹھ کر بیمار پرسی کرے، اس حدیث سے چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا، جو عمدۃ القاری اور مرقات میں مذکور ہے کہ بچہ کا اسلام لانا صحیح ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری دی۔ اگر بچہ کا اسلام لانا صحیح نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کو اسلام لانے کے بعد نجات کی خوشخبری نہ دیتے، بچہ کا اسلام لانا صحیح ہونے کی تائید حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام سے ہوتی ہے کہ آپ نے بھی بچپن ہی میں اسلام قبول فرمایا تھا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے جس کی تائید مذکورہ واقعات سے ہوتی ہے۔ ۱۲۔

۱۹۷۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَ اخْتِلَافُهُمْ قُومُوا عَنِّي۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس جب بیمار پرسی کے لیے جائیں تو بیمار پرسی کے آداب کے منجملہ یہ ہے کہ بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر جلد اٹھ جائیں دیر تک بیمار کے پاس نہ بیٹھیں اور بیمار کے پاس شور وغل نہ ہونے دیں[1]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آپ لوگ اس وقت میرے پاس سے چلے جائیں[2]۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

۱۹۸۰ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيَادَةُ فَوَاقُ نَاقَةٍ وَفِي رِوَايَةِ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا أَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ[3] اونٹنی کا جب دودھ دوھتے ہیں تو بہت تھوڑی دیر وقفہ کر کے بقیہ دودھ دوھیا کرتے ہیں[4]، اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے کہ بیمار کی بیمار پرسی کے لیے جب بیمار کے پاس جائیں تو افضل یہ ہے کہ کچھ بیٹھے نہ بیٹھے کہ فوراً اٹھ کھڑے ہو جائیں، اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے

---

[1] اس لیے کہ بیمار بیماری کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے اس کے پاس اس طرح کی حرکات کرنے سے اس کی تکلیف میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور بیمار کو بہت سی ضرورتیں درپیش ہوتی ہیں، زیادہ دیر تک بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار کو اپنی ضرورتیں روکے رکھنا پڑتا ہے اس سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تھی، ایسے وقت میں ایک معاملہ پیش آیا، آہستہ آہستہ گفتگو ہوتی رہی اور جب گفتگو بہت طویل ہوئی، تو

[2] آئندہ احتیاط رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں اور نہ بیمار کے پاس طویل گفتگو کریں

[3] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے تو بہت تھوڑی دیر ٹھہر کر فوراً اٹھ جایا کرو، تھوڑی دیر کی مقدار کو اس طرح سمجھو

[4] دونوں دودھ دوھنے کے درمیان میں وقفہ چند لمحوں کا ہوتا ہے، بس بیمار کے پاس بیمار پرسی کر کے بقیہ چند لمحے ٹھہرنا چاہیئے، زیادہ دیر ٹھہر کر بیمار کو تکلیف نہ دو۔

۱۵۵۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَہٗ مَا تَشْتَھِیْ قَالَ اَشْتَھِیْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْیَبْعَثْ اِلٰی اَخِیْہِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَھٰی مَرِیْضُ اَحَدِکُمْ شَیْئًا فَلْیُطْعِمْہُ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے تھے، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہارا دل کیا کھانا چاہتا ہے تو ان صاحب نے عرض کیا حضور دل گیہوں کی روٹی کھانا چاہتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی کے پاس گیہوں کی روٹی ہو تو وہ اس کو اپنے اس بیمار بھائی کے پاس بھیجدے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی بیمار کسی چیز کی خواہش کرے تو تم اس کو وہ چیز کھلا کر اس کی خواہش پوری کرو۔ (اس حدیث کا ترجمہ مرقات اور اشعۃ اللمعات کے موافق کیا گیا ہے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۵۵۲ وَعَنْہُ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجَعِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا الْحَسَنِ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے یہ وہی بیماری تھی، جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے باہر تشریف لائے، لوگ آپ کی بیماری کی وجہ

لہ اگر میرے پاس گیہوں کی روٹی ہوتی تو میں خود بھیجتا۔ صاحبو! تم میں سے بھی ہر ایک کے پاس گیہوں کی روٹی نہیں ہوگی اس لیے کہ ہماری زاہدانہ زندگی ہے۔

تلہ اس لیے کہ اگر کسی مریض کو یقیناً کوئی چیز مضر ہو تو یہ اور بات ہے، خواہ مخواہ مریض کو سخت پرہیز نہیں کرانا چاہئے بعض وقت مریض کو اس کی خواہش کے موافق کھلایا جائے تو یہ اس کی صحت کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور بعض وقت مریض قریب المرگ ہوتا ہے اس کو پرہیز کرانے سے کیا فائدہ اس کی خواہش کے موافق کھلا دینا چاہیئے تاکہ موت سے پہلے اس کی خواہش پوری ہو جائے

سے بہت بے چین تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا، اے ابوالحسن! فرمایئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیال فرمایا کہ اصلی کیفیت تو طبیب سے کہنا چاہیئے عوام کو کہنے سے کیا فائدہ اس لیے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (لوگوں سے) فرمایا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمت شامل حال رہتی ہے، الحمد للہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو حال ہے وہ بہتر ہے[1] اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۹۸۳ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خِرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ایک مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کو جاتا ہے تو اس کی بیمار پرسی سے واپس آنے تک (اپنے آپ کو سمجھے کہ میں جنت میں ہوں اور) جنت میں میوہ خوری کر رہا ہوں[2] اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۸۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو

---

[1] ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرما کر تعلیم دے رہے ہیں کہ مریض کی حالت جب دریافت کی جائے تو ایسے ہی بیان کرنا چاہیئے، جیسے میں بیان کر رہا ہوں۔

[2] اس سے مراد یہ ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ ہے خدا کی دین کہ ذرا سے نیک کام پر اتنا بڑا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

۱۴۸۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا اِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ

مسلمان شام کے وقت کسی مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لیے صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے رہتے ہیں، اور بیمار پرسی کرنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے اس کی روایت ترمذی اور ابو داؤد نے کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، بندہ عرض کرے گا، پروردگارا میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ ربّ العالمین ہیں[۱]، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے ضرور اس کے پاس پاتا (اور میں تجھ پر رحمت کرتا اور تجھ سے راضی ہو جاتا) ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کیسے کھانا کھلا سکتا تھا، حالانکہ آپ سارے عالم کے پرورش کرنے والے ہیں[۲] اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو نے اس کو کھانا کھلا دیا ہوتا تو ضرور اس کھانے کا ثواب میرے پاس پاتا، ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا،

۱؎ ایک لحظ آپ عالم سے غافل نہیں ہو سکتے ہیں، اگر آپ بیمار ہو جائیں تو عالم کی نگرانی نہیں ہو سکتی، اس لیے نہ آپ بیمار ہو سکتے اور نہ میں آپ کی بیمار پرسی کر سکتا

۲؎ سب کو آپ ہی کھلاتے ہیں اور آپ نہیں کھاتے ہیں

عِنْدِیْ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

پروردگار ایسا میں آپ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ آپ رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے فلاں بندہ نے مجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا، سُن! اگر تو نے اس کو پانی پلایا ہوتا تو اس پانی پلانے کا ثواب میرے پاس پاتا، اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۸۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّۃِ مَنْزِلًا ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص (محض ثواب کی نیت سے) کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لیے آسمان کا ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے (اے بیمار پرسی کرنے والے) تو بڑا خوش تقدیر ہے؟، مبارک ہو تجھ کو تو جنت کے مراتب اور درجات طے کرتا چلا گیا ہے، تو نے بیمار پرسی کیا کی ہے کہ بیمار پرسی کے صلہ میں جنت میں تو نے اپنا گھر بنا لیا ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۹۸۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ وَاَخَاہُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِیْرَۃَ سِتِّیْنَ خَرِیْفًا ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح سنن اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ وضوء کرے اور محض ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو وہ شخص (عبادت کی وجہ سے) دوزخ سے بہت دور ہو گا جس کی مسافت ساٹھ سال کی ہو گی۔
اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

لہ کسی چیز کے آپ محتاج نہیں ہیں، سب آپ ہی کے محتاج ہیں
ﷺ دنیا میں بھی بیمار پرسی کرنے کی وجہ سے تجھے بھلائی دیجائے گی اور آخرت کا پوچھنا کیا ہے کہ بہتر سے بہتر بھلائی تیرے لیے رکھی گئی ہے اور بیمار پرسی کے لیے جو قدم تو نے اٹھایا ہے، اس سے تو یہ نہ سمجھنا کہ تو نے دنیا کا رستہ طے کیا ہے بلکہ

ف: اس حدیث شریف میں وضوء کر کے عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے کہ عیادت عبادت ہے اور عبادت وضوء کے ساتھ ہو تو کامل اور افضل ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عیادت کو جائے گا تو وہاں مریض کے لیے دعا کرے گا اور دعاء با وضو، ہو تو جلد قبول ہوتی ہے، اس لیے با وضوء عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی لیے با وضوء عیادت کرنا سنّت ہے، (مرقات)

۱۹۸۸/۱۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اِغْتَمَسَ فِيْهَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لیے چلتا ہے تو وہ بیمار کے پاس جا کر بیٹھنے تک رحمت الٰہی کے دریا میں تیرتا ہوا جاتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی روایت امام مالک اور امام احمد نے کی ہے۔

۱۹۸۹/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے وہ شخص جنگل اور کھیتوں میں رہنے والا تھا (تہذیب اور گفتگو کے آداب سے بے خبر تھا) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (تم اس بیماری سے گھبراؤ نہیں، یہ بیماری مہلک نہیں ہے بلکہ) تمہارے گناہوں کو پاک کرنے والی ہے، ان شاء اللہ! فرمایا کرتے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حسب معمول اس دیہاتی آدمی سے بھی یہی فرمایا تو لہ کہنے لگا حضور! بخار جسم کو ابال

لہ اس دیہاتی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی کچھ قدر نہ کی، اپنے اکھڑپن سے کہا آپ تو فرماتے ہیں کہ یہ بیماری مہلک نہیں مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری اس بڈھے کو قبر میں پہونچا کر رہے گی، دیکھئے ایک بڈھے ناتوان کو کس قدر بخار ہے۔

رہا ہے (آپ فرماتے ہیں کہ یہ بیماری ہلاک نہیں ہے مگر) مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری اس بڈھے کو قبر میں پہنچا کر رہے گی، دیکھیے ایک بڈھے تا آزان کو کس قدر بخار ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دیہاتی کو یہ کہتے ہوئے سن کر فرمایا (تم نے خدا کی نعمت کا کچھ شکر ادا نہ کیا) پھر تو اچھا ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۹۹۰ (۱۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِیْ اَجَلِہٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَّیُطَیِّبُ بِنَفْسِہٖ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کی بیماری پرسی کو جاؤ تو یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، کہ تمہارے اس طرح کرنے سے تقدیر الٰہی تو نہیں بدل سکتی (جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا) لیکن اس سے بیمار کا دل خوش ہو جائے گا (اور بعض وقت اس سے اس کی بیماری میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے اور بیمار کو بیماری کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۱۹۹۱ (۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِیْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ هِیَ نَارِیْ اُسَلِّطُهَا عَلٰی عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ فِی الدُّنْیَا لِتَکُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے (جو بخار میں مبتلا تھے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا (سنو! بخار کو تم سمجھتے ہو کہ یہ کیا ہے؟) میں تم کو خوش خبری دیتا ہوں، سنو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بخار میری آگ ہے جس کو میں دنیا ہی میں اپنے

لہ (اس سے ایسے الفاظ کہو جن سے اس کا دل خوش ہو جائے، مثلاً یوں کہو)

لہ کوئی فکر کی بیماری نہیں ہے اللہ تعالیٰ تم کو صحت دے، ایسے دل خوش کن الفاظ کہنے سے مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

(اَلْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

بندۂ مومن پر مسلّط کر دیتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کے بدلے میں آگ میں جھونکے جانے سے بچ جائے[1]) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

۱۹۹۲
۱۹
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو حضور اپنا سیدھا ہاتھ اس بیمار پر پھیرتے، اور یہ دعا پڑھتے اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

اے لوگوں کے پروردگار (پرورش بھی آپ ہی کرتے ہیں صحت بھی آپ ہی دیتے ہیں) آپ ہی شافی ہیں، آپ ہی اس بیمار کی) بیماری کو دور کیجئے، بیماری سے شفاء دیجئے، آپ ہی شافی ہیں، شفاء آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، آپ کے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں، اس مریض کو ایسی شفاء عطا فرمایئے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۹۳
۲۰
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی مریض کے پاس عیادت

[1] دنیا ہی میں یہ بخار جو مثل آگ کے ہے دوزخ کی آگ کا بدلہ ہو جائے اور آخرت میں یہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔

عَدُوًّا اَوْ یَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَۃٍ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

کو جائے تو اس کو اس مریض کے پاس یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ یَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَۃٍ۔

الہٰی اس بیمار کو آپ شفاء دیجئے تاکہ یہ آپ کے دین کی مدد کرے، آپ کے دین کے مخالف (جو کفار ہیں ان سے جہاد کرے (اور مسلمانوں کی ہمدردی کرے) ان کے جنازے کے ساتھ جائے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۱۴۹۴ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ اِشْتَکَی الْاِنْسَانُ الشَّیْءَ مِنْہُ اَوْ کَانَتْ بِہٖ قَرْحَۃٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی بیماری لاحق ہو جاتی تو کسی کو پھوڑا ہوتا یا کوئی زخم ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی پر اپنا مبارک تھوک لیتے اور اس کو زمین پر رکھتے، جس سے تھوک میں مٹی مل جاتی تھی، یہ مٹی ملی ہوئی تھوک کی، انگلی کو (بیمار کی اس جگہ پر) رکھتے (جہاں کوئی درد ہو یا پھوڑا ہو یا زخم ہو، اور اس جگہ پر) ملتے ہوئے یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

اللہ تعالیٰ کے نام (کی برکت) سے ہماری سرزمین کی یہ مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ذریعہ ہمارے بیمار پر لگائی اس بیمار کے زخم پر یا اس کے پھوڑے پر جو ملی جا رہی ہے الہٰی اس بیمار کو) آپ کے حکم سے شفا ہو

؎ اب رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں تھوک کو مٹی سے ملا کر یہ جو علاج کیا گیا ہے وہ ایسے اسرار میں سے ہے جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے باہر ہے جیسے حضور نے عمل کیا ہے، ایسے ہی عمل کرو، اور اللہ تعالیٰ سے شفاء کی امید رکھو جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۱۹۹۵
۲۲
وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ بیمار ہوتے تو معوذات[1] یعنے سورۂ قل اعوذ برب الفلق، سورۂ قل اعوذ برب الناس (اور ان دونوں کے پہلے) قل یا ایھا الکافرون اور قل ہو اللہ احد (ان چار سورتوں کو) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور دونوں ہاتھوں کو جہاں تک پہنچ سکتے اپنے جسم پر مل لیتے تھے[2]، حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے[3] میں انہی معوذات کو خود پڑھتی تھی۔ اور حضور کے ہاتھوں پر پھونک کر حضور کے ہاتھوں کو ہی حضور کے جسم پر ملا کرتی تھی۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتا

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ

---

[1] حدیث شریف میں معوذات جو جمع کا لفظ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد کو بھی معوذات میں شریک کر کے معوذات جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اگرچہ کہ سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص میں تعوذ کا ذکر نہیں ہے، مگر سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں تعوذ کا ذکر ہونے سے ان دونوں سورتوں کو تغلیباً یعنے غالب کر کے سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کو ضمنی طور پر معوذات میں شریک کیا گیا ہے، جیسا کہ عسقلانی سے مرقات میں مذکور ہے

[2] تو حضور کو معلوم ہو گیا کہ آپ اس بیماری میں دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ اس لیے آپ خود معوذات حسب عادت نہ پڑھتے اور نہ اپنے پر پھونک مارتے مجھے حضور کی صحت کی بے حد فکر تھی اس لیے

[3] تاکہ حضور کے ہاتھوں کی برکت سے اور ان معوذات کے پڑھنے سے حضور کو جلد صحت ہو جائے۔

عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔

۱۹۹۶ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ ۲۳ اَنَّهٗ شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ يَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِيْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو حضور معوذات پڑھ کر بیمار پہ دم کر دیا کرتے تھے[1]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، حضور! میرے جسم کے فلاں حصہ میں درد رہتا ہے[2] ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے جسم کے جس حصہ میں درد ہو رہا ہے اس حصہ پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہو، اور سات دفعہ "اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" بھی کہو (اس دعا کا ترجمہ یہ ہے الٰہی! ہر چیز پر آپ غالب ہیں، کوئی چیز آپ کی قدرت سے باہر نہیں ہے مجھے یہ درد بہت ستا رہا ہے اس لیے میں آپ کی عزت اور قدرت کی پناہ میں آکر دعا کرتا ہوں کہ جس درد کو میں پا رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ یہ درد اور زیادہ نہ ہو جائے اس درد کے شر سے مجھے بچائیے اور یہ درد مجھ سے دور کر دیجئے) حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل کی، کیا کہوں! حضور کے ان سکھلائے ہوئے الفاظ میں کیا اثر تھا جیسے ہی میں نے یہ الفاظ ادا کئے، اللہ تعالیٰ نے میرے سارے درد کو دور کر دیا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۹۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ ۲۴

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] مسلم کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ معوذات کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے مریض کے جسم پر ملے بغیر صرف مریض کے جسم پر پھونک دینا بھی کافی ہے

[2] حضرت عثمان بن ابی العاص جسم کے جس حصہ میں درد تھا اس کی صراحت نہیں۔ کی۔ اس لیے کہ صراحت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا

جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے (اور آپ کو کچھ بیمار پایا) تو کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کا مزاج کیسا ہے، کیا آپ بیمار ہیں، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں! (میں بیمار ہوں) تو حضرت جبرئیل علیہ السلام (بیماری دور ہونے کے لیے) یہ دعا پڑھی

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ ط۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپ کے لیے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایذاء دینے والی چیز سے محفوظ رکھے، ہر شخص کے شر سے اور حاسد کی نظر بد سے آپ کو بچائے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہر شفاء عطاء فرمائے، الٰہی میں آپ کے نام سے پھر دعا کرتا ہوں کہ حضور ہر مرض سے محفوظ رہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۱۹۹۸/۲۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے، وہ الفاظ یہ تھے۔

اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ ط

(حسن اور حسین) تم دونوں کو میں اللہ تعالیٰ ...

لہ جب بچے تھے تو ان کی حفاظت کے لیے ذیل کے الفاظ فرما کر ان دونوں صاحبزادوں کی حفاظت کی دعا فرمائی

کے کلمات تامہ (یعنے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور آسمانی کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہیں اور جو ہر قسم کے نقصان سے پاک ہیں ان) کی حفاظت میں دیتا ہوں ہر (سرکش ضرر رساں جنات اور انسان اور) شیطان (کے شر) سے اور ہر موذی جانور (کے شر سے بھی اور ہر نظر بد (کے شر) سے بھی (جو طرح طرح کے نقصان پہنچانی ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیفرماتے تھے[له] تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام (کی تمام آفات سے حفاظت) کے لیے یہی دعا پڑھا کرتے تھے، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۹۹۹ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا فَیَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ اِلَّا شُفِیَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُہٗ۔
۲۶

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کے لیے جاکر اس کے پاس بیٹھ کر ذیل کی دعا سات مرتبہ پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس بیمار کو ضرور اس بیماری سے شفاء عطاء فرمائیں گے ہاں اگر اس شخص کی موت ہی آگئی ہو تو وہ اور بات ہے (موت کا وقت ٹل نہیں سکتا) وہ مذکورہ دعاء یہ ہے۔

اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ ط۔

(بیمار کی طرف متوجہ ہو کر کہے) بڑی عظمت والے خدا سے جو عرش عظیم کا رب ہے درخواست

له بیٹیا حسن وحسین جیسے ہیں تم دونوں کی حفاظت کے لیے مذکور الصدر دعا پڑھا کرتا ہوں،

کرتا ہوں کہ وہ تم کو تمہارے اس مرض سے جلد شفاء دے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

۲۰۹۰/۲۷ وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَلِّمُھُمْ مِنَ الْحُمّٰی وَ مِنَ الْاَوْجَاعِ کُلِّھَا اَنْ یَّقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بخار اور تمام دردوں کے لیے مریض کو اور مریض کی عیادت کرنے والوں کو ذیل کی دعا سکھایا کرتے تھے کہ مریض بھی اور عیادت کرنے والے بھی اس دعا کو پڑھا کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

اگر کوئی بیمار یہ دعا پڑھے تو یہ نیت کرے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے عظمت والے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں (اور اگر کوئی عیادت کرنے والا اس دعا کو پڑھنا چاہے تو وہ اس دعا کو اس نیت سے پڑھے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے اس بیمار کو عظمت والے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر رگ کے شر سے جس میں خون جوش مار رہا ہو (جو سبب بنتا ہے بخار کا اور سارے دردوں کا اور بخار کی حرارت جو کہ نمونہ ہے) دوزخ کی آگ کا (اس سے اللہ تعالیٰ مریض کو بچائے) (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)

۲۰۹۱/۲۸ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اشْتَکٰی مِنْکُمْ شَیْئًا اَوِ اشْتَکَاہُ اَخٌ لَّہٗ فَلْیَقُلْ رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُکَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص خود بیمار ہو، یا اس کا کوئی دوست بیمار ہو گیا ہو تو ذیل کی دعاء خود بیمار

اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ إِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَاُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

پڑھے یا بیمار پرسی کے لیے جانے والا بیمار کے پاس بیٹھ کر) پڑھے،

ہمارا پروردگار وہ ہے کہ جس کی بلا شرکت غیرے آسمانوں میں عبادت کی جاتی ہے، ایسا ہی زمین میں بھی اس کی عبادت ہوتی ہے مگر معبودانِ باطلہ بھی زمین پر عبادت میں شریک کر لیے جاتے ہیں اس طرح آسمانوں میں نہیں ہے، اس لیے کہا گیا ہے کہ) ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں میں ہے (آپ کی ذات کی طرح) آپ کا نام بھی پاک ہے (کہ جو آپ کا نام لیتا ہے اس کا دل بھی پاک ہو جاتا ہے) آپ کی حکومت جیسے آسمانوں میں ہے، ویسے زمین پر بھی ہے (مگر آسمان والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے آپ کی رحمت خاص انہی پر ہے، اگرچہ زمین والے گناہوں کی وجہ سے آپ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں مگر محض اپنے فضل و کرم سے) آپ زمین والے پر بھی اپنی رحمت نازل کیجئے، ہمارے کبیرہ گناہوں کو اور ہماری خطاؤں کو معاف کر دیجئے (تاکہ ہم آپ کی رحمت کے مستحق ہو جائیں اور گناہ معاف ہونے کی وجہ سے ہمارا شمار بھی پاک لوگوں میں ہو جائے) آپ پاکوں کے پروردگار ہیں اگر ہم پر آپ کا فضل و کرم ہو جائے تو ہم بھی پاک ہو جاتے ہیں، جیسے آپ کی رحمت پاک لوگوں پر ہے ایسا ہی ہم پر بھی! آپ کی رحمتوں میں سے رحمت نازل ہو اور (گناہوں کی شامت سے ہم بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں جب آپ ہمارے گناہ معاف کر دیتے ہیں تو آپ جو شفاء نازل فرماتے

ہیں اس میں سے ہمارے مریض کی) اس تکلیف پر بھی شفاء نازل فرمایئے (تا کہ ہمارا مریض صحت یاب ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ) اس طرح (دُعا کرنے) سے بیمار کو شفاء ہو جائے گی۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۰۰۲ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ عَادَنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۲۹ مِنْ وَجْعٍ كَانَ بِعَیْنَیَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَفِیْ رِوَایَةِ الْبَیْهَقِیِّ وَالطَّبْرَانِیِّ مَرْفُوْعًا ثَلَاثَةٌ لَیْسَ لَهُمْ عِیَادَةٌ اَلْعَیْنِ وَالرَّمَدِ وَالضِّرْسِ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) مجھے آشوبِ چشم ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آشوبِ چشم کی وجہ سے میری عیادت فرمائی[۱]، اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابو داؤد نے کی ہے، اس لیے بیہقی اور طبرانی کی ایک روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں جن کے لیے عیادت کرنا (سنت مؤکدہ) نہیں[۲] ہے۔

۲۰۰۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۳۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] اگرچہ کہ اور بیماریوں میں عیادت سنت مؤکدہ ہے (جیسا کہ مرقات میں شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے مذکور ہے مگر آشوبِ چشم میں جو عیادت کی گئی تھی وہ سنت مؤکدہ نہیں ہے

[۲] آشوبِ چشم کی وجہ سے حضور جو عیادت فرماتے ہیں وہ نفل اور عبادتوں کے سنت مؤکدہ نہیں تھی

[۳] اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان تین بیماریوں میں عیادت کرنا ممنوع ہے بلکہ ان تین بیماریوں میں کوئی عیادت کرے تو جائز ہے، ہاں سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آشوبِ چشم کے مرض کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عیادت فرماتے ہیں وہ تین بیماریاں جن میں عیادت کرنا سنت مؤکدہ نہیں ہے، بلکہ جائز ہے اور ممنوع نہیں ہے وہ یہ ہیں آنکھ میں درد ہو یا آشوبِ چشم ہو یا داڑھ کا درد ہو، اسی لیے مرقات میں ازھار سے نقل کیا ہے کہ وہ تمام بیماریاں جن میں کوئی خوف کی بات نہ ہو، جیسے سر کا درد یا ونبل وغیرہ ان کی بھی عیادت ممنوع نہیں ہے، سنت مؤکدہ بھی نہیں ہے، بلکہ جائز ہے اچھا ہے تو کر سکتے ہیں، ان امراض میں بھی عیادت کرنے سے عیادت کا ثواب ملے گا)

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصَبْ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (مصیبتیں ہمیشہ گناہوں کی وجہ سے ہی نہیں آیا کرتی ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس پر مصیبتیں اتارتے ہیں[1] اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۴۲۰ (۳۱) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِّنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُ لَهٗ حَتّٰى اَسْتَوْفِيْ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِيْ عُنُقِهٖ بِسَقَمٍ فِيْ بَدَنِهٖ وَاِقْتَارٍ فِيْ رِزْقِهٖ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (یہ حدیث قدسی اسی طرح) مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے پاک ہے اور بڑی شان والا ہے وہ قسم کھا کر اس طرح ارشاد فرماتا ہے، (اس سے آئندہ مضمون کی اہمیت کا اندازہ کرو، وہ ارشاد یوں ہو رہا ہے) میری عزت وجلال کی قسم! جب میں کسی بندہ کو کہ جس سے میں راضی ہوتا ہوں اور اس کی مغفرت کرنی چاہتا ہوں تو میں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں لے جاتا جب تک کہ اس کے جسم میں بیماری دے کر اور اس پر اس کی روزی تنگ کر کے اس کو اس کے گناہوں سے پاک وصاف نہ کر دوں[2] اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

---

[1] کبھی مال کا نقصان ہوتا ہے، کبھی اولاد کی وجہ سے پریشانی آتی ہے اور کبھی خوف　پر آفتیں آتی ہیں، اس کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور اس کے درجے بلند کرتے ہیں، اے مصیبت زدہ جب تجھ پر مصیبتیں آئیں تو گھبرانا نہیں، بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ راضی اور خوش رہنا، پھر دیکھ کیسے تجھ پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے تجھے گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور آخرت میں بڑے درجے دیتے ہیں

[2] اے وہ شخص جو بیماریوں میں مبتلا ہے یا روزی کی وجہ سے پریشان ہے، یہ ارشاد سن کر بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا ان سب مصیبتوں کو اللہ کی مہربانی کا سبب سمجھنا، دنیا چند روز رہے ختم ہو جائے گی ان مصیبتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش رہے گا۔

۲۰۰۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمُ مِنْ نَصَبٍ وَ لَا وَصَبٍ وَلَا ھَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَۃِ یُشَاکُھَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ خَطَایَاہُ۔ ۳۲

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لہ جس مسلمان کو کسی زخم سے یا پھوڑے پھنسی کی وجہ سے تکلیف ہو یا اس کو کوئی دائمی مرض ہو گیا ہو جس سے اس کو تکلیف ہوتی رہتی ہے اور طرح طرح کے افکار سے گھل رہا ہو، یا مرغوب چیز کے نہ ملنے سے رنج ہو، یا کسی سے کوئی ایذا پہنچ رہی ہو یا کسی وجہ سے غمگین ہو (یا چھوٹی سی چھوٹی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً) کانٹا چبھ گیا ہو، اور کھٹک رہا ہو تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہ مٹا رہے ہیں لہ

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۰۶ وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاِسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَہُ السُّقْمُ ثُمَّ عَافَاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْہُ کَانَ کَفَّارَۃً لِّمَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِہٖ وَ مَوْعِظَۃً لَّہٗ فِیْمَا یَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِیَ کَانَ کَالْبَعِیْرِ ۳۳

حضرت عامر الرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیماریوں کا ذکر فرما رہے تھے (اثناء ذکر میں بیماریوں کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو جاتا ہے اور بیماریوں کی سختی جھیلنے کے بعد اس کو شفاء ہو جاتی ہے تو اس بیماری سے اس کے گزشتہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کو نصیحت ہوتی

لہ مسلمانو! تم سمجھتے ہو گے کہ تم کو جو مصیبت اور تکلیف پہنچتی ہے اس کا کچھ صلہ نہیں ہے! نہیں! تم نے جو خدا کا دین قبول کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری بڑی قدر ہے، سنو!

لہ اے مسلمان یہ نہ سمجھنا کہ تیری یہ ساری تکالیف رائیگاں جا رہی ہیں، نہیں! نہیں! تیری ہر تکلیف کے بدلہ میں دوں گا

لہ تجھ کو گناہوں سے پاک وصاف کر کے دنیا سے لے جانا چاہتے ہیں خوب سمجھ لے کہ محبوب کی مار میں بھی لذت ملتی ہے، یہ سب تکالیف خدا کی طرف سے ہو رہی ہیں، سمجھ کہ تجھے ان تکالیف میں لذت لینا چاہیئے اگر لذت نہ لے سکے تو یہ تو سمجھنا چاہیئے کہ ان سب تکلیفوں کا تجھے صلہ مل رہا ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں (تو تجھے صبر کرنا چاہیئے

عُقْلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ وَلَمْ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْاَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

ہے، آئندہ کے بیے[1] بخلاف منافق کے (کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں) جب وہ بیمار ہو کر اچھا ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے کہ جس کو اس کے مالک نے باندھ کر پھر چھوڑ دیا ہو، وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس لیے باندھا تھا اور کس لیے اس کو چھوڑ دیا[2]، ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ (آپ بیماری کی فضیلت تو بیان فرما رہے ہیں مگر) مجھے خبر نہیں کہ بیماری کیا ہے، خدا کی قسم! میں کبھی بیمار نہیں ہوا (حضور کو کشف نبوت سے معلوم ہوا کہ وہ منافق ہے اس لیے ارشاد فرمایا) تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو (بیماری کی ہی نے جو فضیلت بیان کی تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو، مسلمان کی یہ شان نہیں ہوتی) اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۰۰۷ / ۳۲ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَآءَهُ الْمَوْتُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ هَنِيْئًا لَهٗ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ مَا يُدْرِيْكَ لَوْ اِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ وَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَيِّاٰتِهٖ۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب (جو کسی بیماری سے بیمار نہیں تھے) اچانک ان کا انتقال ہو گیا تو (ان کے انتقال کی کیفیت سن کر) ایک صاحب کہنے لگے، واہ، واہ، کیا اچھی موت ہے! بیماری سے کسی قسم کی تکلیف اٹھائے بغیر ان کی موت ہو گئی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، بڑے

---

[1] کہ گناہوں کی شامت سے بیماریاں آئی تھیں اللہ کا شکر ہے کہ بیماری سے شفاء ہو گئی اور گناہ مٹا دیے گئے۔ آئندہ مجھے گناہ نہ کرنا چاہیے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے، اس لیے وہ اس طرح کی نصیحت لیتا ہے۔

[2] ایسے ہی منافق کو خبر ہی نہیں کہ کیوں بیمار کیا گیا اور کیوں شفاء دی گئی، نہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور نہ آئندہ کے لیے اس کو نصیحت ہوتی ہے

(رَوَاہُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

افسوس کی بات ہے (بغیر بیماری کے مرنے کی تم تعریف کر رہے ہو) تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ اگر اللہ تعالٰے ان کو کسی بیماری میں مبتلا کرتے تو بیماری کی وجہ سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے۔ اس حدیث کی روایت مرسلاً امام مالک نے کی ہے۔

۲۰۰۸/۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ.

(رَوَاہُ أَحْمَدُ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی بندہ کے گناہ کثرت سے ہو جاتے ہیں اور اس کا کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوتا کہ جو اس کے گناہوں کو مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ (پریشانی اور رنج اور فکر و) غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اس سے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۲۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۰۰۹/۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسَسْتُهٗ بِيَدِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلْ إِنِّيْ أُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِأَنَّ لَكَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت بخار چڑھا ہوا ہے، میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کو جب بخار آتا ہے تو بہت سخت بخار آتا ہے۔ رسول اللہ

لہ یہ گناہوں سے پاک ہو کر مرنے، اس نعمت سے بے محروم رہے بغیر بیماری کے مرنے میں تعریف کی کیا بات ہے۔

۲ہ اے مسلمان! کتنا اللہ تعالٰے کس طرح تجھ پر مہربان ہیں، تیرے گناہوں کو مٹا دینے کے لیے کس طرح سامان مہیا کرتے ہیں اے ناشکرے انسان! تجھے اس کی قدر نہیں، جب تجھ پر پریشانی اور رنج اور فکر و غم آجاتے ہیں تو اس کی قدر نہیں کرتا، بلکہ زبان سے یا دل سے، خدائے تعالیٰ کی شکایت کرتا ہے، تجھے خدائے تعالٰے کا شکر کرنا چاہیئے کہ تیرے گناہوں کے مٹانے کے لیے اسباب مہیا کر دیئے ہیں

اَجْرَیْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یُّصِیْبُهٗ اَذًی مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ سَیِّاٰتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! مجھے بخار اتنا ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے میں نے عرض کیا، کہ حضور! کیا اس کی وجہ یہ ہے آپ کو دو شخصوں کے برابر بخار دے کر دگنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے، تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے، پھر حضور نے ارشاد فرمایا (سنو ابن مسعود! اللہ تعالیٰ کی مہربانی کیا کہوں، مجھے تو دوہرا اجر و ثواب دیتے ہیں مگر) مسلمان کو (اجر و ثواب دینے کے سوا) جب کسی بیماری کی وجہ سے یا کوئی اور وجہ سے ایذاء اور تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ایسا جھڑاتے ہیں جیسے خزاں میں (تیزی سے) جھاڑ کے پتے جھڑتے رہتے ہیں (پتے جھڑنے کے بعد جھاڑ جیسے ہو جاتا ہے) ایسا ہی مسلمان گناہوں کے جھڑنے سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

٢٠١٠ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْ لَكَ فَاِنَّ دُعَاءَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلَآئِكَةِ۔ [٣٧]

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو بیمار سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ (بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے فرشتوں کی طرح پاک ہو جاتا ہے اور اسی لیے) فرشتوں کی دعا کی طرح بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے (ایسی حالت میں تم جب بیمار سے دعا کرواؤ گے تو بیمار کی دعا تمہارے لیے مقبول ہوگی) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے

٢٠١١ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ [٣٨]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب (کسی بندے کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو پسند آجاتے ہیں اور وہ اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ (آخرت میں) اس بندے کے ساتھ بھلائی کی جائے (اور آخرت میں اس کو راحت وآرام سے رکھا جائے) تو (اس کے جو گناہ ہیں ان کی) سزا جلدی کر کے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں دیدیتے ہیں[1] اور جب کسی بندے (کے بُرے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ پوری سزا دی جائے تو دنیا میں اس کے گناہوں کی سزا نہیں دیتے (بلکہ راحت وآرام سے دنیا میں رکھتے ہیں تاکہ) آخرت میں وہ اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پائے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۰۱۲ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيْكَ امْرَأَةً مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُصْرَعُ وَإِنِّيْ أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ فَقَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ إِنِّيْ أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَّا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا.

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے فرمایا عطاء کیا میں تم کو ایک جنتی عورت دکھاؤں میں نے عرض کیا ضرور دکھایئے، تو حضرت ابن عباس نے فرمایا، دیکھو! یہ کالی حبشن عورت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ! میں مرگی کی بیماری میں مبتلا ہوں جب مجھے مرگی کا دورہ ہوتا ہے تو میں بے ہوش ہوکر گر پڑتی ہوں اور) برہنہ ہوجاتی ہوں[2]

[1] دنیا میں طرح طرح کی پریشانیاں اور بیماریاں اور رنج دے کر اس کے گناہوں کو مٹا کر اس کو پاک و صاف کر کے آخرت میں راحت وآرام سے رکھتے ہیں

[2] اور اس سے بہت پریشان ہوتی ہوں۔ کیا کروں اس مرض سے کیسے نجات ملے گی صرف آپ کی دعا کا بھروسہ ہے، اس لیے عرض کرتی ہوں کہ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ میرے لیے دعاء فرمائیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سنو! (اگر تم اس مرض مرگی پر صبر کرو گی تو اس کے بدلہ میں تم کو جنت ملے گی اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کروں کہ اس مرض مرگی سے تمہیں اللہ تعالیٰ شفاء دیں تو دعا کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ شافی ہیں وہ تم کو شفاء دیدیں گے) اس عورت نے عرض کیا حضورؐ! آپ میرے لیے دعاء فرمائیں کہ (میں جو مرض کی وجہ سے برہنہ ہو جاتی ہوں یہ نوبت نہ آئے اور) میں برہنہ ہو جاؤں تو حضورؐ نے اس کے لیے (برہنہ نہ ہونے کی) دعا فرمائی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ ابْنِ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتّٰى يَمُوْتَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ انسان کثرت سے مہلک بلاؤں میں گھرا ہوا ہے، جن میں سے ہر ایک موت کا سبب ہوتی ہے اگر ان تمام بلاؤں سے بچ کر نکل بھی گیا تو بڑھاپے میں پھنس جاتا ہے، (جو ساری بلاؤں کا جامع ہے) اور پھر بڑھاپا ایک دن انسان کو موت تک پہنچا کر رہتا ہے اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

لہ کہ اس مرض مرگی سے مجھے شفاء ہو جائے تاکہ میں برہنگی سے بچ جاؤں۔
لہ میں اس بیماری پر صبر کر کے جنت ہی لینا چاہتی ہوں صرف اتنا عرض کرتی ہوں کہ
لہ اگر ایک بلاء سے بچ گیا ہو تو کیا ہوا، دوسری بلاء میں گرفتار ہو جاتا ہے، پھر کسی نہ کسی بلاء کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتا ہے
لہ اے غافل انسان! دیکھ یہ تیری زندگی کا خلاصہ ہے کب تک تو غفلت میں رہے گا، ہر وقت تو موت کے لیے تیار رہ اور ہمیشہ سفر آخرت کی تیاری میں لگا رہ۔

۲۰۱۴ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
۴۱ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ
الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيَاحُ
تُصْرِعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا أُخْرَى
حَتّٰى يَأْتِيَ أَجَلُهُ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ
كَمَثَلِ الْأَرَزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِي
لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتّٰى يَكُونَ
انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، مسلمان کی مثال ایسی ہے جیسے (دھان کا) تروتازہ کھیت، جس کی ہوائیں جھونکے دیتی رہتی ہیں کبھی گرادیتی ہیں، اور کبھی سیدھا کردیتی ہیں یہاں تک کہ وہ خشک ہوجاتا ہے[1]، اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، ہوائیں اس کو ادھر ادھر نہیں جھکا سکتیں اور (آخرکار جب گرتا ہے تو) ایک دم جڑ سے اکھڑ کر گرجاتا ہے[2]۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۱۵ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
۴۲ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ
الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ
يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ
شَجَرَةِ الْأَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تَسْتَحْصِدَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی کہ ہوائیں اس کو ادھر ادھر جھونکے دیتی رہتی ہیں (کبھی گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا کردیتی ہیں) ایسے ہی مسلمان پر بھی تکلیفیں اور بیماریاں آتی رہتی ہیں (تاکہ اس کو گناہوں سے پاک کریں اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو ادھر ادھر ہلتا ہی نہیں، یہاں تک کہ کاٹ دیا جاتا ہے (تو گر پڑتا ہے ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو اچانک مرجاتا ہے، اسی وجہ سے اپنے گناہوں

---

[1] ایسے ہی مسلمان کہ اس پر حوادثات اور طرح طرح کی بیماریاں آتی رہتی ہیں، تاکہ اس کو گناہوں سے پاک کریں، کبھی بیمار پڑجاتا ہے، اور کبھی تندرست ہوکر کھڑا ہوجاتا ہے، ایسا ہوتے ہوتے اس کی موت آجاتی ہے۔

[2] ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے، بیماریاں اس کو کم آتی ہیں، اس وجہ سے وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتا ہے اور آخرکار اس پر ایک دم موت کا حملہ ہوتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔

سے دنیا میں پاک نہیں ہوتا اور آخرت میں اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پاتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ أَشَدُّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ۴۳

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ[1] میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس کو بیماری میں درد اور تکلیف اتنی ہوتی ہو جتنی کہ تکلیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ہوتی تھی[2] اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے

۲۰۱۷ وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ۴۴

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفات میری ہنسلی کی ہڈی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی[3] میں کسی کے سکرات کی تکلیف کو بُرا نہیں سمجھتی[4] اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۰۱۸ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ ۴۵

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں

---

[1] اوروں کو بھی بیماری آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بیماری آتی تھی مگر

[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بیماری میں درد و تکلیف ہر شخص کے درد و تکلیف سے زیادہ ہوتی تھی، تاکہ آپ کے مراتب عالیہ میں آپ کی حیثیت کے مطابق ترقی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری میں جو درد و تکلیف ہوتی ہے، اس سے اس کی حیثیت کے موافق اس کے مراتب و درجات میں ترقی ہوتی ہے

[3] کو وفات کے وقت جو سکرات کی تکلیف ہوئی تھی مجھ سے زیادہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفات شریف میری گود میں ہوئی تھی۔

[4] کیوں کہ آپ میرے سینہ پر ٹیک دیئے ہوئے تھے میں سمجھتی تھی کہ سکرات کی تکلیف گناہوں کے سبب سے ہوا کرتی ہے جب سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سکرات کی تکلیف دیکھی ہے میرا وہ خیال باقی نہ رہا

[5] کیونکہ سکرات کی تکلیف مراتب و درجات کی ترقی کے لیے بھی ہوتی ہے جیسے حضور کو سکرات کی تکلیف مراتب اور درجات کی ترقی کے لیے ہوئی تھی۔

شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

کہ میں کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کرتی جب کہ میں دیکھ چکی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی موت کی سختی گزر چکی ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

۲۱۹ وَعَنْهَا قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يَدْخُلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔
۴۶

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا اور آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر پانی لے کر اپنے چہرہ مبارک پر مل رہے تھے اور فرما رہے تھے۔
اے اللہ! موت کی سختیوں پر اور موت کی بے ہوشی پر میری مدد فرما ہیے۔ ۲
اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۲۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَ
۴۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس قدر مصیبت اور بلاء بڑی ہوگی اجر و ثواب بھی اسی قدر بڑا ملے گا۔ جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے ان پر (ہی) بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں۔ ۳

---

۱ پہلے میں آرزو کرتی تھی کہ موت آسان ہو، اور جان کنی کی سختی نہ ہو کہ شائد یہ بُری علامت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضور پر بھی موت کی سختی اور جان کنی ہوئی ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی بری علامت نہیں ہے اسی لیے
۲ مسلمانو! سکرات کی سختیوں کو سنت سمجھ کر برداشت کیا کرنا، اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش رہ کر دنیا سے جانا اور توجہ الی اللہ میں کچھ فرق نہ آنے دینا۔
۳ اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض رہتے ہیں ان پر بھی بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں، بلاء اور مصیبت تو دونوں پر آتے ہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو کس سے محبت ہے اور وہ کس سے ناراض ہیں، نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ ۔

اگر بندہ (بلاء اور مصیبت سے) راضی (برضاء الٰہی) رہا تو اس کے لیے (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی ہے[1] اگر (کسی بندہ کو بلاء اور مصیبت پہنچے اور (وہ اللہ تعالیٰ سے) ناراض رہے تو (معلوم ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) اس سے ناراض ہیں[2]، اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۲۰۲۱/۴۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مَالِكٌ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر ہمیشہ بلائیں آتی رہتی ہیں[3]، خود اس پر اسی طرح اس کے مال پر بھی (بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے اور کبھی اس میں نقصان آجاتا ہے) اور اس کی اولاد پر بھی[4] جب (تمہاری موت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہوں سے پاک وصاف ہو کر جاتے ہیں[5] اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور امام مالک نے بھی اسی طرح

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بندہ سے محبت ہے اور بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور محبت کی ہی علامت ہے کہ محبوب سے اگر بلاء اور مصیبت پہنچے تو راضی اور خوش رہتا ہے اس لیے محبت کرنے والا بندہ بلاء اور مصیبت میں اللہ سے راضی اور خوش ہے

[2] اس لیے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بلاء اور مصیبت سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت نہیں ہے، اس لیے اس بندہ کو بھی اللہ سے محبت نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بلاء اور مصیبت سے ناراض ہے اور اس کو بُرا سمجھ رہا ہے

[3] بلائیں اس طرح آتی ہیں کہ طرح طرح کے درد اور بیماریوں میں اور طرح طرح کی ایذاؤں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

[4] بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے اور کبھی اس میں نقصان جس سے اس کو سخت صدمہ پہنچتا ہے، مسلمانو! یہ نہ سمجھنا کہ ان سب بلاؤں سے تم کو کچھ فائدہ نہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہونا چاہیئے کہ ان بلاؤں کی وجہ سے تمہارے گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہ مٹتے رہتے ہیں پھر

[5] تو ساری بلائیں اور مصیبتیں دیکھنے میں تو بلائیں اور مصیبتیں ہیں، حقیقت میں نعمت ہیں کہ تم کو گناہوں سے پاک وصاف اور ستھرا کر کے دنیا سے لے جاتے ہیں

کی روایت کی ہے۔

۲۰۲۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذٰلِكَ حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ۔
۴۹

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ)

حضرت محمد بن خالد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ عالی جنت میں دینا چاہتے ہیں لیکن اس بندہ کے اعمال صالحہ اس درجہ کو حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں، تو اس بندہ کو اللہ تعالیٰ جسمانی مصیبت یا اس کے مال میں طرح طرح سے خسارے اور نقصان یا اس کی اولاد کو بیماریوں میں مبتلا کرتے ہیں (یا اولاد ہلاک ہونے سے رنج دیتے ہیں۔) پھر ان ساری مصیبتوں پر صبر کرنے کی اس کو توفیق دیتے ہیں اور (ان تمام مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس مرتبہ عالیہ پر جس کو وہ حاصل نہیں کر سکتا تھا (ان مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس درجہ عالی پر اس کو پہنچا دیتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۰۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى
۵۰

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں دنیا میں

لہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ایمان کی وجہ سے مسلمان داخل جنت ہوتا ہے، کفار کو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دخول جنت نہ ہوگا۔ اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے مسلمان کو جنت میں ہمیشہ رکھیں گے جیسے کفار کو کفر پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رکھیں گے، اور جنت کے مراتب اور درجات اعمال نیک کی وجہ سے ملتے ہیں۔

ٹہ (قیامت میں یہ بھی ایک عجیب منظر ہوگا کہ مصیبت زدہ جو دنیا میں مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا تھے اور ان پر صبر کرتے تھے جب وہ میدان قیامت میں آئیں گے اور ان کی مصیبت و بلاء پر دنیا میں صبر کرنے کی وجہ سے جو ثواب و اجر اُن کو دیا جائے گا۔

اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

عافیت اور راحت و آرام میں جو رہنے والے تھے (ان) مصیبت زدہ لوگوں کو کثرت سے اجر و ثواب ملتا ہوا دیکھ کر بڑی حسرت سے آرزو کریں گے کاش[1] ہمارا چمڑا دنیا میں قینچیوں سے کترا جاتا[2]۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۵۲۴ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا، یارسول اللہ! تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت کس کی آزمائش ہوتی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ آزمائش پیغمبروں کی ہوتی ہے[3]، پھر پیغمبروں کے بعد سخت آزمائش ان کے درجہ سے قریب والوں (یعنی اولیاء و صالحین اور علماء عاملین کی ہوتی ہے[4]، پھر جو ان کے بعد (یقین اور محبت الٰہی میں) ان کے مشابہ ہوتے ہیں ان کی سخت آزمائش کی جاتی ہے[5] وہ زمین پر (اس طرح) چلنے

[1] ہم پر بھی دنیا میں مصیبتیں اور بلائیں آتیں، یہاں تک کہ!

[2] تو عافیت میں رہنے سے بہت بہتر ہوتا تاکہ ہم بھی ایسا ہی اجر و ثواب پاتے جیسے ان مصیبت زدہ لوگوں کا اجر و ثواب مل رہا ہے۔

[3] اس لیے کہ پیغمبروں کا یقین کامل ہوتا ہے آزمائش سے وہ ڈگمگا نہیں سکتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ پیغمبروں کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے، اسی لیے آزمائش کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر بلاء اور مصیبت سے ایسی لذت لیتے ہیں جیسے اور لوگ نعمتوں سے لذت لیتے ہیں اور جاہلوں کے عقائد کی حفاظت کے لیے بھی پیغمبروں کو سخت مصیبت سے آزماتے ہیں تاکہ وہ لوگ پیغمبروں کو اللہ ہی نہ سمجھ لیں۔

[4] اس لیے کہ پیغمبروں کے بعد ان حضرات کو یقین اور محبت الٰہی سب سے زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے پیغمبروں کے بعد ان کی سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے۔

[5] انسان کو اس کی دینداری کے لحاظ سے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر وہ اپنی دینداری میں پکا اور مضبوط ہے تو اس پر جو مصیبت آتی ہے وہ بھی بڑی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنی دینداری میں ویسا پختہ اور مضبوط نہیں ہے تو اس پر جو مصیبت اور بلاء آتی ہے وہ بھی معمولی اور آسان رہتی ہے تاکہ سخت مصیبت کی وجہ سے بے صبری نہ کرے اور بے دین نہ ہو جائے گا) اور مصائب و آفات میں مبتلا رہنے کا سلسلہ باقی رہتا ہے، یہاں تک وہ (بلائیں اور مصیبتیں انسان کے گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں پھر تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر)

وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

لگتا ہے کہ (گویا) اس پر کوئی گناہ ہی نہیں۔[۱] اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۰۲۵ / ۵۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالَكِ تَزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْٓ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام السائب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیوں کانپ رہی ہو؟ ام السائب نے عرض کیا، حضور بخار کا ستیاناس ہو (یہ بہت تکلیف دے رہا ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ارے! ارے!) بخار کو ایسا برا مت بولو،[۲] انسان کے گناہوں کو بخار جلا کر ایسا صاف کر دیتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرکے صاف کر دیتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۲۶ / ۵۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر کیا گیا حاضرین میں سے ایک صاحب بخار کو برا کہنے لگے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بخار کو برا نہ کہو، اس لیے کہ بخار گناہوں کو دور کرکے (انسان کو) ایسا پاک وصاف کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے کے زنگ کو (جلاکر) لوہے کو پاک کر دیتی ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ

---

[۱] پھر جب وہ خدا سے ملتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اے مصیبت زدہ مسلمان دیکھ تجھ پر اللہ تعالیٰ کس قدر مہربان ہیں اس طرح کی مصیبت تجھ پر نازل کرکے تجھ کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور دنیا سے تجھے پاک کرکے لے جاتے ہیں تو تجھے چاہیئے کہ بلاؤں اور مصیبتوں سے نہ گھبرائے اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کئے جا۔ اور اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش رہ۔

[۲] تم جانتی نہیں۔ بخار بھی انسان کے لیے ایک نعمت ہے۔

نے کی ہے۔

۲۲۷ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمَيَّةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ وَعَنْ قَوْلِهِ مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهِ فَقَالَتْ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتَّى الْبِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى أَنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْأَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہو اگرچہ تم اس کو ظاہر کرو یا دلوں میں چھپا ہوا رکھو ہر ایک کا تم سے اللہ تعالیٰ حساب لیں گے ایسا ہی دوسری آیت میں فرمایا دنیا میں جو کچھ برائی کی جائے گی (صغیرہ ہو یا کبیرہ ظاہر میں کئے ہوں یا چھپ کر آخرت میں) اس کی سزا دی جائے گی (اس سے بھی بچنا بہت مشکل ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا اس وقت سے آج تک کسی نے مجھ سے ان آیتوں کے متعلق (اپنا شبہ) دریافت نہیں کیا[1] گناہوں کے جو خطرات تمہارے دل میں گذرتے ہیں یا چھوٹی بڑی جو برائی تم کرتے ہو، اس کا بدلہ دنیا ہی میں اس طرح دیا جائے گا کہ بیماریوں میں بخار میں، تکلیف و رنج میں مبتلا ہوگے یا کوئی چیز تم نے جیب میں رکھی تھی (اس کو کسی نے چرا لیا) کہیں گر گئی اس سے جو رنج ہوگا ان سب کی وجہ سے[2] ان کو ایسا پاک کیا جاتا ہے جیسے خالص سرخ سونا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے[3] اس حدیث کی

---

[1] (آج تم ہی ہو کہ ان آیتوں کے متعلق اپنے شبہ کو مجھ سے دریافت کر رہی ہو، جو جواب مجھ کو حضور دیئے تھے وہ جواب میں تم کو سناتی ہوں سنو! ان دونوں آیتوں کا مصداق تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ہوگا، نہیں بھول میں گناہوں کے جو خطرات ہیں یا چھوٹے بڑے جو گناہ ہیں وہ سب ان مذکورہ پریشانیوں سے دنیا ہی میں مٹائے جاتے ہیں اور مذکورہ آیتوں کے جو مصداق ہیں)

[2] (خلاصہ یہ ہے کہ تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ان گناہوں کی سزا دی جائے گی، نہیں بلکہ دنیا ہی میں ان کی سزا دے کر پاک و صاف کر دیتے ہیں اور دونوں آیتوں سے یہی مراد ہے۔

روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۸
۵۵
وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُصِیْبُ عَبْدًا نَکْبَۃٌ فَمَا فَوْقَھَا اَوْ دُوْنَھَا اِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا یَعْفُوْ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَکْثَرُ وَقَرَاَ وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہنچتی ہے، وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اکثر گناہ اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دیتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لوگو! جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی گناہوں کی وجہ سے پہنچی ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو مصیبتوں کی وجہ سے گناہوں سے پاک وصاف کر دیں) باقی بہت سے گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف کر دیتا ہے (اگر سب گناہوں کی وجہ سے مصیبت اتارتے تو تم اس کی تاب نہ لا سکتے اس لیے) بہت سے گناہ (اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دیتا ہے) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۹
۵۶
وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدُکُمُ الْحُمّٰی فَاِنَّ الْحُمّٰی قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیُطْفِئْھَا عَنْہُ بِالْمَاءِ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، تم میں سے جب کسی کو بخار آجائے تو بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے وہ اس کو پانی سے بجھاوے کہ نہر جاری ہیں اس کی آمد لیے

لہ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ مصیبت کی وجہ سے بندہ کے گناہوں کو مٹا دیں، مصیبت گو تم کو ناگوار معلوم ہوتی ہے مگر وہ تمہارے فائدہ کے لیے تم کو دی جاتی ہے تاکہ تم گناہوں سے پاک وصاف ہو جاؤ، یوں نہ سمجھنا کہ تمہارے گناہوں کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ مصیبت بھیج رہے ہیں، بلکہ کچھ گناہ تو مصیبت کی وجہ سے مٹاتے ہیں (اگر سب گناہوں کے لحاظ سے مصیبت بھیجتے تو تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ کچھ گناہ مصیبت سے مٹاتے ہیں باقی اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دیتے ہیں اس طرح بندہ کو پاک وصاف کر کے دنیا سے لے جاتے ہیں۔ اس کی تائید ہیں)

لہ ٹھنڈے پانی سے بخار کو کس طرح بجھانا چاہیئے اس کا طریقہ حدیث ذیل میں ارشاد ہو رہا ہے!

فَلْيَسْتَنْقِعْ فِيْ نَهْرٍ جَارٍ وَلْيَسْتَقْبِلْ جِرْيَتَهٗ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَغْمَسْ فِيْهِ ثَلَاثَ غَمَسَاتٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ ثَلَاثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

بہاؤ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ اللہ کے نام سے میں یہ علاج شروع کرتا ہوں الٰہی آپ مجھے بخار سے شفاء دیجئے، آپ کے رسول جو فرماتے ہیں اس کو سچ کر دکھلا دیجئے (اور وہمیوں کے وہم کو باطل کر دیجئے) یہ عمل صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے قبل کرے اور نہر میں تین غوطے لگائیے اور تین دن تک اسی طرح عمل جاری رکھے، اگر تین دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہو تو پانچ دن تک ایسے ہی نہر میں غوطہ لگانا جائے اگر پانچ دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہو تو سات دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اور اگر سات دن کے عمل سے بھی بخار کم نہ ہو تو نو دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالباً بخار نو دنوں تک یہ عمل کرنے سے رک جائے گا اور پھر نہ آئے گا۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۰۳۰/۵۷ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ بِمِثْلِ مَا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانے میں جو عبادات ادا کرتا تھا ان کا ثواب اس

لہ شاید کسی وہمی کو اس علاج سے شبہ ہو، اس کا وہم دور کرنے کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ)

لہ اگر ڈاکٹری علاج نکلنے سے پہلے یونانی طبیبوں کے عہد میں سخت بخار کے وقت یہ کہا جاتا کہ سر پر پانی کی پٹی یا برف کی پٹی رکھو تو اس وقت حدیث میں جو گفتگو ہو رہی ہے ویسی ہی اس وقت بھی چہ میگوئیاں ہوئیں مگر اب ڈاکٹری تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے بخار کی شدت کے وقت پانی کی یا برف کی پٹی رکھی جائے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ بے حد فائدہ ہوتا ہے ایسا ہی نور نبوت سے مذکورہ جو علاج بتایا گیا ہے اس میں ناتجربہ کار طرح طرح کے شک پیدا کرتے ہیں اگر کوئی یہ عمل کرے اس کا فائدہ خود اس کو معلوم ہو جائے گا۔

سہ نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا، بیماری کے زمانہ میں گو ان کو ادا نہیں کر سکتا، مگر صحت کے زمانے میں جو اور اد و وظائف پڑھے جاتے تھے

كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کو ضرور ملتا رہے گا[1] ایسا ہی وطن میں جب مقیم تھا اور جو عبادت[2] ادا کرتا تھا سفر میں ان سب کا ثواب اس کو ملتا رہے گا (اگرچہ وہ سفر کی حالت میں ہونے سے ان کو ادا نہیں کر سکتا[3]) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۱۵۳۱/۲ ۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَيَّ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانے میں عبادات (نوافل اور وظائف) کا پابند تھا، پھر وہ بیمار ہو گیا[1] نیکیوں کے لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ (میرا بندہ بیماری کی وجہ سے عبادات، نوافل اور وظائف کو نہیں ادا کر رہا ہے مگر) تم اس کے نیک اعمال کے ثواب اسی طرح لکھا کرو، جس طرح اس کی صحت کے زمانے میں نیک اعمال کے ثواب کو لکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں اس کو صحت دیدوں یا موت دے کر اس کو اپنے پاس بلا لوں۔ اس کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

۱۵۳۲/۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتَلَى الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ قِيْلَ لِلْمَلَكِ اُكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ جب کسی مسلمان کے جسم میں کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے تو (اس کی نیکیاں لکھنے

---

[1] اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی، اگر چیکہ بیماری کی وجہ ان اوراد و وظائف کو جاری نہ رکھ سکا ہے[2] وہ وظائف اور نوافل پڑھا کرتا تھا سفر میں اتنا پڑھنا نہیں ہو سکتا ہے مگر اقامت کی حالت میں جو عبادات نوافل[3] ایسا ہی جوانی کی حالت میں جو عبادات نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا ضعیفی اور بڑھاپے میں اتنی عبادات اور وظائف نہیں ہو سکتے ہیں مگر جوانی میں عبادات اور وظائف پڑھنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ برابر ملتا رہے گا، گو بڑھاپے میں ان کو ادا نہ کر سکے۔

[1] بیماری میں بیماری کی وجہ سے حسب عادات عبادات، نوافل اور وظائف ادا نہیں ہو رہے ہیں، ان کا اس کو صدمہ ہے)

كَانَ يَعْمَلُ فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ
وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَرَحِمَهُ۔

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

۲۰۳۳ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَ
الصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى
رَجُلٍ مَّرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا
لَهٗ كَيْفَ اَصْبَحْتَ فَقَالَ
اَصْبَحْتُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ فَقَالَ
شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ
السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّيْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ
اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِنِّيْ اِذَا
ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ
مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا
ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ
مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ
اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ

والے) فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ (یہ مسلمان جواب بیمار ہوگیا ہے اس کے نامہ اعمال میں) وہ سب نیک اعمال جن کو وہ صحت کے زمانے میں کرتا تھا تم برابر اس کے نیک اعمال کو لکھتے جاؤ، پھر جب اس بیمار کو شفاء ہو جاتی ہے تو بیماری کی وجہ سے سارے گناہوں سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے (پھر نیکیوں کا ثواب اس کو علیحدہ ملتا رہتا ہے) اگر اس کو موت آگئی تو گناہوں سے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی رہتی ہے[1]۔ اس حدیث کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

حضرت شداد بن اوس اور صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک بیمار کی بیمار پرسی کے لیے گئے تھے، وہاں جاکر اس بیمار سے دریافت کیا، کہو صاحب مزاج کیسا ہے؟ تو بیمار نے کہا (الحمد للہ) خدا کے فضل وکرم سے اچھا ہوں (یہ سن کر) شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سنو! تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں (با وجود بیمار ہونے کے تم نے جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے، اس سے) تمہارے گناہ مٹائے گئے اور (عبادات میں) تم سے جو کوتاہیاں ہوئی تھیں وہ معاف کی گئیں (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندۂ مومن

---

[1] دیکھا آپ نے بیماری بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل وکرم ہے بغیر کئے کہ نیک عمل ملے اور گناہ بھی معاف ہو گئے اور اللہ کی رحمت شامل حال رہی۔ یہ ہے بیماری جس کی یہ فضیلت ہے۔

الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِنَّمَا قَيَّدْتُ عَبْدِيْ وَ ابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَ هُوَ صَحِيْحٌ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کو کسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہوں اور وہ میرا شکر ادا کرتا ہے تو جب وہ صحت یاب ہو کر اپنے بستر سے اٹھتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہوتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک وصاف تھا (صرف گناہ ہی نہیں مٹائے جاتے ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو) حکم دیتے ہیں کہ اپنے اس بندے کو میں نے ہی بیمار کیا تھا، تم میرے بندے کی نیکیاں کرنے کا ثواب لکھتے جاؤ[1]۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۰۳۴ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ لِاَجْلِ الْمَرَضِ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَ اِنَّمَا اَبْكِيْ اَنَّهٗ اَصَابَنِيْ عَلٰى حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِيْ فِيْ حَالِ اِجْتِهَادٍ لِاَنَّهٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ اِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَمْرَضَ فَمَنَعَهٗ مِنْهُ الْمَرَضُ

حضرت شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیمار ہوئے ہم بیمار پرسی کے لیے گئے (ہم نے حضرت ابن مسعود کو) دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں[2] ہم کو ناگوار گزرا[3]، تو (حضرت ابن مسعود) فرماتے ہیں میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں (مرض کی وجہ سے کیسے روتا ہے جب کہ) خود میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سن چکا ہوں کہ بیماری (بیمار سے اس کے) سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے (اور اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سننے کے بعد میں کیسے

---

[1] (نامہ اعمال میں اس کی صحت کے زمانہ میں جب وہ نیکیاں کرتا تھا نیکیاں لکھتے تھے، اب بیماری کے زمانے میں اس سے نیکیاں نہیں ہو سکتی ہیں تو بغیر نیکیاں کیے کہ، جب تک وہ تندرست ہو کر نیکیاں کرنا شروع نہ کر دے)

[2] ہم سمجھے کہ بیماری کی تکلیف کی وجہ سے اور دنیا کے چھوٹنے کے خیال سے آپ رو رہے ہے۔ آپ کے اس مرتبہ اور شان کے لحاظ سے آپ کا یہ رونا۔

[3] ہم عرض کئے حضرت بیماری کی وجہ سے اور دنیا چھوٹنے کے خیال سے آپ بھی روتے ہیں۔ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔

(رَوَاهُ رَزِیْنٌ)

اس بیماری کی وجہ سے روتا ہوں، میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ افسوس اب بیماری ضعیفی اور بڑھاپے کے زمانے میں آئی ہے جوانی کے زمانہ میں مجھے بیماری نہیں آئی، اس لیے کہ بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے لیے ان نیک اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے (یعنی صحت کے زمانے میں) لکھا جاتا تھا اور بیماری نے اس کو ان اعمال سے روک دیا تھا۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

۲۰۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ۶۲ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ طاعون سے جو مسلمان مرتے ہیں، وہ شہید ہوتے ہیں (ان کو شہادت کا ثواب ملتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۳۶ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ اَنَّ ۶۳ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْتَصِمُ الشُّہَدَآءُ وَ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کو ان لوگوں

۱؎ یعنی جب کوئی شخص صحت کے زمانہ میں جو نیک اعمال کیا کرتا ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے حسب عادت جو نیک عمل کیا کرتا تھا وہ اب بیماری میں نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو فرماتے ہیں کہ صحت کے زمانہ میں وہ جو نیک اعمال کیا کرتا تھا اور تم جو اس کا ثواب لکھا کرتے تھے، اب اس بیماری میں بغیر اس کے نیک اعمال کئے اس کے نامۂ اعمال میں وہی ثواب لکھو جس کو وہ صحت کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ گو اب وہ بیماری کی وجہ سے نیک اعمال نہیں کر رہا ہے، کیا کہوں میں اپنی جوانی میں کثرت سے نیک اعمال کیا کرتا تھا۔ اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو بغیر نیک اعمال کئے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب ملتا

۲؎ بڑھاپے میں صحت کے زمانہ میں کثرت سے نیک اعمال نہیں کر سکتا۔ اب یہ بڑھاپے کی بیماری میں نیک اعمال کا ثواب بھی ویسا ہی کم ملے گا، جیسا کہ بڑھاپے میں نیک اعمال کم کیا کرتا ہوں، جو جوانی کے زمانہ کے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب اب نہیں ملے گا، اس کا مجھے بڑا افسوس ہے ان نیکیوں کے خسارے کی وجہ سے رو رہا ہوں

۳؎ طاعون سے جو لوگ مرتے ہیں ان کو شہید سمجھنا چاہیئے یا۔

الْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰی فُرُشِهِمْ اِلٰی رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ فِی الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَیَقُوْلُ الشُّهَدَآءُ اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَ یَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰی فُرُشِهِمْ كَمَا مِتْنَا فَیَقُوْلُ رَبُّنَا اُنْظُرُوْا اِلٰی جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِیْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِیُّ)

کی طرح سمجھنا چاہیئے جو اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرتے ہوں (اس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جب اللہ تعالیٰ کے سامنے شہداء اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ طاعون سے مرنے والے ہم میں سے ہیں، یعنی جیسے ہم زخمی ہو کر کفار کے ہاتھوں سے مارے گئے، ویسے ہی یہ طاعون سے مرنے والے بھی جنات کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مرے ہیں (اس لیے کہ طاعون کا زخم جنات کی وجہ سے ہوتا ہے) اور جہاد میں گئے بغیر اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرنے والی جماعت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی کہ یہ طاعون سے مرنے والے ہمارے جیسے گھروں میں بستروں پر مرے ہیں (اس لیے یہ طاعون سے مرنے والے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہیں) اس پر ربّ عزّ وجل ارشاد فرمائیں گے کہ طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھو، اگر ان کے زخم جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونے والوں کے زخم کے مشابہ ہیں تو ان لوگوں کا شمار بھی جہاد میں مارے جانے والوں میں ہوگا اور یہ انہی کے جیسے سمجھے جائیں گے اور ان کو بھی شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا، پھر جب طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو ان کے زخم بھی شہیدوں کے مشابہ ہوں گے) اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۰۳۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ[۶۴] اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَ الْمَبْطُوْنُ وَ الْغَرِیْقُ وَ صَاحِبُ الْهَدْمِ وَ الشَّهِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، شہید پانچ قسم کے ہیں (۱) طاعون سے مرنے والے (۲) پیٹ کی بیماری جیسے ہیضہ، اسہال، استسقاء اور دردِ شکم سے

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مرنے والا (۳) پانی میں ڈوب کر مرنے والا (۴) دیوار یا چھت کے گرنے سے ان کے نیچے دب کر مرنے والا (۵) جہاد ہو رہا ہو، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے) خدا کے راستہ میں (کافروں سے) مارا جانے والا اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۳۸ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَهٗ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مسلمان پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال استسقاء قولنج اور درد شکم) سے مر جائے تو قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا (اور آخرت میں شہیدوں کا ثواب پائے گا) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۰۳۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (حقیقی شہادت تو وہ ہے کہ کوئی شخص جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے مارا جائے) اس شہادت فی سبیل اللہ کے سوا اور بھی سات قسم کی شہادتیں ہیں (۱) طاعون سے مرنے والا شہید ہے[۱] (۲) وہ شخص (جو اتفاق سے) پانی میں گرا (نیچ نہ سکا اور مر گیا یہ شہید ہے (۳) ذات الجنب یعنی نمونیہ کی بیماری سے مرنے والا

---

[۱] اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ شخص ہے جو قصداً خودکشی کے لیے پانی میں گر کر اپنے کو مارتا ہے، ایسا شخص شہید نہیں ہے بلکہ اس کو ناجائز موت سے مرنے کی وجہ عذاب ہوگا، پانی میں ڈوب کر مرنے والے کی دوسری قسم یہ ہے کہ پانی میں گر کر مرنا نہیں چاہتا بلکہ اتفاق سے پانی میں گرا اور مر گیا۔

[۲] یہ اصلی شہید ہے، ایسا ہی وہ شخص بھی شہید ہے جس کو ناحق ظلم سے اگر کسی نے مار دیا ہے)

[۳] اور جو خودکشی کے لیے قصداً پانی میں گر کر مر گیا تو یہ ناجائز موت ہے، ایسا شخص شہید نہیں ہوگا بلکہ

شَهِيْدٌ۔

بھی شہید ہے (۴) اور پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال، استسقاء (نفخ) قولنج اور درد شکم) سے مرنے والا بھی شہید ہے۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

(۵) جو اتفاقاً جل کر مرے شہید ہے[1] (۶) جو شخص کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائے تو وہ بھی شہید ہے (۷) جو عورت کہ اس کے زچگی ہو رہی تھی بچہ پیدا نہ ہو سکا اور پیٹ میں رہ گیا اور وہ عورت مرگئی۔ ایسی عورت شہید ہے[2]

اس حدیث کی روایت امام مالک، ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۰۴۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ بِالْمَدِيْنَةِ مِمَّنْ وُلِدَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا لَيْتَهٗ مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قِيْسَ لَهٗ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰى مُنْقَطَعِ اَثَرِهٖ فِي الْجَنَّةِ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا، وہ مدینہ منورہ ہی میں پیدا ہوا (مدینہ منورہ ہی ان کا وطن تھا اور مدینہ منورہ ہی ان کی پیدائش کی جگہ تھی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ارشاد فرمایا: کاش! ان کو سفر میں غربت کی موت نصیب ہوتی (اپنی پیدائش کی جگہ سے دور کہیں سفر میں انتقال کرتے تو اچھا ہوتا) صحابہ نے عرض کی حضور ایسا کیوں ارشاد فرما رہے ہیں؟ حضرت انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان سفر کی حالت میں غربت کی موت مرتا ہے تو مرنے والے[3]

---

[1] جو خودکشی کے لیے قصداً آگ میں جل کر مرے تو وہ شہید نہیں ہے، وہ ناجائز موت سے مرنے والا سمجھا جائے گا

[2] ایسے ہی وہ عورت جس کا بچہ تو پیدا ہو گیا مگر آنول نہ نکل سکی اور اس کا زہر چڑھ گیا اور وہ مرگئی تو وہ شہید ہے ایسا ہی وہ عورت جو زچگی کے بعد زچگی ہی کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے ایسے ہی جو باکرہ کنواری عورت باکرہ ہی رہ کر یا کسی بھی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔

[3] جیسے بعضوں کی قبر تنگ کی جاتی ہے جس سے اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں برخلاف اس کے کہ سفر کی حالت میں۔

کی قبر کو اتنی مسافت کی مقدار تک وسیع کر دیا جاتا ہے جتنی مسافت اس کی پیدائش کی جگہ سے سفر میں موت کے مقام تک ہوتی ہے، اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۴۱/۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان سفر کی حالت میں پردیس میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے[۱] اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۴۲/۶۹ وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ إِلَى أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَنَا ذَاتَ يَوْمٍ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ تُخْفُوْا عَنِّي فَإِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ قَدْ وَقَعَ فِي أَهْلِي فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَنَزَّهَ فَلْيَتَنَزَّهْ وَاحْذَرُوْا اثْنَتَيْنِ أَنْ يَقُوْلَ قَائِلٌ خَرَجَ خَارِجٌ فَسَلِمَ وَجَلَسَ جَالِسٌ فَأُصِيْبَ لَوْ كُنْتُ خَرَجْتُ لَسَلِمْتُ كَمَا سَلِمَ آلُ فُلَانٍ أَوْ يَقُوْلُ قَائِلٌ لَوْ كُنْتُ جَلَسْتُ لَأُصِبْتُ كَمَا أُصِيْبَ آلُ فُلَانٍ وَإِنِّي سَأُحَدِّثُكُمْ مَا يَنْبَغِي لِلنَّاسِ

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حدیث سننے جایا کرتے تھے ایک دن انھوں نے ہم سے فرمایا کہ میرے گھر میں طاعون پھوٹ پڑا ہے اس لیے آپ لوگ میرے پاس نہ آیا کریں آپ لوگوں میں سے جو تبدیل آب وہوا کے لیے مقام بدلنا چاہیں وہ جا سکتے ہیں، مگر ایسا اعتقاد رکھ کر مقام نہ بدلیں کہ میں طاعون زدہ مقام سے نکل گیا تھا اس لیے طاعون سے بچ گیا اور فلاں صاحب طاعون زدہ مقام میں مبتلا ہو جاتا، ایسا ہی طاعون زدہ مقام میں جو رہ گیا تھا وہ طاعون میں مبتلا ہو کر یہ نہ کہے کہ میں بھی فلاں صاحب کی طرح طاعون زدہ مقام سے نکل جاتا تو میں بھی

---

[۱] یہ ہے سفر کی حالت میں غربت کی موت مرنے والے فضیلت:
[۲] (کیوں کہ پردیس میں جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے، عزیز واقرباء کی جدائی اور تنہائی بہت شاق ہوتی ہے، پس اگر ایسی حالت میں مر جائے تو مرتے وقت اس کو بہت رنج ہوتا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عنایت سے اس کا بدلہ یہ دیا ہے کہ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرمایا۔)

فِي الطَّاعُوْنِ إِنِّيْ كُنْتُ مَعَ
أَبِيْ عُبَيْدَةَ وَإِنَّ الطَّاعُوْنَ
قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ وَ إِنَّ
عُمَرَ كَتَبَ إِلَيْهِ إِذَا أَتَاكَ
كِتَابِيْ هٰذَا فَإِنِّيْ أَعْزِمُ
عَلَيْكَ إِنْ أَتَاكَ مُصْبِحًا
لَا تُمْسِيْ حَتّٰى تَرْكَبَ وَإِنْ
أَتَاكَ مُمْسِيًا لَا تُصْبِحَ
حَتّٰى تَرْكَبَ إِلَيَّ فَقَدْ عَرَضَتْ
لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ لَا غِنًى بِيْ
عَنْكَ فِيْهَا فَلَمَّا قَرَأَ
أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْكِتَابَ قَالَ
إِنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَرَادَ
أَنْ يَّسْتَبْقِيَ مَنْ لَّيْسَ بِبَاقٍ
فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ
إِنِّيْ فِيْ جُنْدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ
إِنِّيْ فَرَرْتُ مِنَ الْمَنَاءِ
وَالسَّيْرِ لَنْ أَرْغَبَ بِنَفْسِيْ
عَنْهُمْ وَقَدْ عَرَفْنَا حَاجَةَ
أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَحَلِّلْنِيْ
مِنْ عَزْمَتِكَ فَلَمَّا جَاءَ

بچ جاتا[1]، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ طاعون کے موقع پر لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے (ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑا تھا اور اس وقت میں ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ ملک شام کے جہاد میں شریک تھا[2]) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو یہ خط لکھا کہ آپ کو میرا یہ خط ملے تو صبح ہونے ہی آپ فوراً مدینہ منورہ آنے کے لیے روانہ ہو جائیں، میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر میرا یہ خط آپ کو صبح ملے تو آپ اسی وقت شام ہونے سے پہلے مدینہ منورہ آنے کے لیے روانہ ہو جائیں اور اگر آپ کو میرا یہ خط شام کے وقت ملے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا، اسی وقت مدینہ منورہ آنے کے لیے روانہ ہو جانا، اس لیے کہ مجھے ایک اہم ضرورت پیش آئی ہے اور اس میں آپ سے مشورہ لینا ہے اور کام آپ کے مشورہ کے بغیر طے نہیں پا سکتا، جب ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس خط کو پڑھ چکے تو فرمایا کہ امیرالمومنین ایک ایسے شخص کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں جس کی موت آگئی ہے، یہ کہہ کر ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لہ اس طرح کا اعتقاد نہ جانے والے کو ہونا چاہیئے نہ رہنے والے کو، بلکہ دونوں یہ سمجھیں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے بچ گیا بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ سے بچا اور اگر مبتلا ہو گیا بھی تو اللہ ہی کے ارادے سے ہوا، اس میں طاعون زدہ مقام کو چھوڑنے کا اثر ہے اس طرح سمجھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے اور جانے سے بچنا اور رہنے سے مرنا سمجھنا یہ اعتقاد درست نہیں ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے کو نقل مکان کرنا جائز نہیں ہے۔

٢ه اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے، ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑنے کی اطلاع امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچی تو

عُمَرُ الْكِتَابَ بَكٰى فَقِيلَ لَهٗ تُوُفِّيَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ قَالَ لَا وَكَانَ قَدْ كَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ اَنَّ الْاُرْدُنَّ اَرْضٌ عَمِقَةٌ وَاِنَّ الْجَابِيَةَ اَرْضٌ نَزِهَةٌ فَانْهَضْ بِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَى الْجَابِيَةِ فَقَالَ لِيْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ انْطَلِقْ فَبَوِّئِ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْزِلَهُمْ فَقُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ فَذَهَبَ لِيَرْكَبَ وَقَالَ لِيْ رَحِّلِ النَّاسَ قَالَ فَاَخَذَهٗ اَخْذَةٌ فَطُعِنَ فَمَاتَ وَانْكَشَفَ الطَّاعُوْنُ وَرَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ عَسَاكِرٍ وَكَانَ قَدْ كَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ اَنَّ الْاُرْدُنَّ اَرْضٌ وَبِيْئَةٌ عَمِقَةٌ وَاَنَّ الْجَابِيَةَ اَرْضٌ نَزِهَةٌ

کے خط کا جواب اس طرح لکھا کہ امیر المومنین جس ضرورت کے لیے مجھے بلا رہے ہیں میں نے اس کو معلوم کر لیا ہے ضرور حاضر ہوتا لیکن میں اس وقت مسلمانوں کی فوج کا سپہ سالار ہوں، مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اپنی جان بچا کر چلا آؤں اور مسلمانوں کو موت کے منہ میں دیدوں لہ اور مجھے آنے کے لیے آپ نے جو قسم دی ہے اس لیے مجھے اس کی پابندی سے معاف فرمایئے، جب یہ خط حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو ملا تو آپ (خط دیکھ کر) رونے لگے (آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر) لوگوں نے عرض کیا، امیر المومنین آپ رو رہے ہیں، کیا حضرت ابو عبیدہ کا انتقال ہو گیا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ارشاد فرمایا نہیں، انتقال تو نہیں ہوا مگر ان کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انتقال ہونے والا ہے ٢ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو لکھا جاتا ہے کہ اردن ایک پست نشیبی مقام ہے، وہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے، اس لیے سب فوجوں کو وہاں سے ہٹا کر مقام جابیہ میں لے جاؤ کہ وہ بلند مقام ہے وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ

لہ نہ وہاں آنے سے موت سے بچ سکتا ہوں نہ یہاں رہنے سے مرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے اس لیے مجھے مسلمانوں کے ساتھ ہی رہنے دیجئے

٢ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو جو نقل مکان کروا رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد صحیح کے ساتھ طاعون میں نقل مکان کرنا جائز ہے، باوجود اعتقاد صحیح کے اگر طاعون میں نقل مکان کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہرگز نہ بلاتے، اس کی تائید اس خط سے بھی ہوتی ہے جو اس خط سے پہلے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا گیا تھا کہ فوج میں صحابہ کرام ہیں، ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہو سکتا کہ نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے نقل مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں اس لیے

فَاَظْهَرَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهَا قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ حِيْنَ قَرَأَ الْكِتَابَ اَمَّا هٰذَا فَنَسْمَعُ فِيْهِ اَمْرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَنُطِيْعُهٗ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَرْكَبَ وَاُبَوِّئَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ فَطُعِنَ فَتُوُفِّيَ وَانْكَشَفَ الطَّاعُوْنُ۔

تعالیٰ عنہ، کا یہ فرمان دیکھ کر مجھ سے ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا حضرت امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کر کے یہاں سے تمام فوجوں کو منتقل کر کے جابیہ لے جانے کا انتظام کرو، تو حضرت ابوموسیٰ کہنے لگے میں آپ کے حکم کی ضرور تعمیل کرتا مگر میرے گھر میں خود طاعون ہو گیا ہے میں خود پریشان ہوں، اتنا بڑا انتظام (اس وقت) مجھ سے نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود انتظام کرنے کا ارادہ کیا اور سوار ہونے لگے اور لوگ بھی جابیہ کی طرف کوچ کرنے لگے، ایسے میں حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہو گیا، اور طاعون ہی سے ان کا انتقال ہو گیا، اور ادھر طاعون بھی ختم ہو گیا[1] اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ایسا ہی ابن عساکر کی ایک روایت میں بھی اس طرح مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو جو اس وقت شام کی فوج کے سپہ سالار تھے اس طرح لکھا کہ افواج میں اکثر صحابہ کرام ہیں، ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہو سکتا کہ طاعون میں نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے۔ سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے، نقل مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اس لیے اردن میں طاعون پھیل گیا ہے اور اردن ایک وبائی اور نشیبی زمین ہے، وہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے، اس کے برخلاف

---

[1] اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہی پہلے شخص ہیں کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون میں نقل مکان کو جائز قرار دیتے ہیں۔

جابیہ بلند مقام ہے وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے، اس لیے سب فوجوں کو اردن سے ہٹا کر جابیہ میں لے جاؤ۔ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اس فرمان کو پڑھ کر فرمایا کہ ہم امیر المومنین کے فرمان کی تعمیل کر کے جابیہ کی طرف فوجوں کو لے جاتے ہیں۔ ابو موسیٰ تم فوجوں کو لے کر جابیہ کی طرف چلو اور ان کو وہاں اتارنے کا انتظام کرو، ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ایسے میں میری بیوی طاعون میں مبتلا ہو گئی۔ میں نے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی (اور اپنی مجبوری کا اظہار کیا) تو حضرت ابو عبیدہ خود فوجوں کو جابیہ لے جانے کا انتظام کرنے کا ارادہ کئے (ان کا ارادہ پورا نہ ہوا) خود حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال فرما گئے اور ادھر طاعون بھی ختم ہو گیا۔

وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ جَامِعِهٖ نَحْوَ ابْنِ عَسَاكِرٍ اَخْصَرَ مِنْهُ وَقَالَ صَاحِبُ الدُّرَّةِ الْمُخْتَارِ فِيْ مَسَائِلِ شَتّٰى مِنْهُ وَاِذَا خَرَجَ مِنْ بَلْدَةٍ بِهَا الطَّاعُوْنُ فَاِنْ عَلِمَ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ بِقَدَرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَخْرُجَ وَ يَدْخُلَ وَاِنْ كَانَ عِنْدَهٗ اَنَّهٗ لَوْ خَرَجَ نَجَا وَلَوْ دَخَلَ اُبْتُلِيَ بِهٖ كُرِهَ لَهٗ ذٰلِكَ فَلَا

اور سفیان بن عیینہ نے بھی اپنی جامع میں ابن عساکر کی روایت کی طرح روایت کی ہے لیکن وہ ابن عساکر کی روایت کے بہ نسبت مختصر ہے اور شرح معانی الآثار میں یہ بھی مذکور ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کہ جنھوں نے صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر دوسرے مقام میں منتقل ہو جائیں اور وہاں اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے اور کسی صحابی نے بھی آپ کے حکم کے خلاف نہیں کیا، بلکہ سب نے اس کی موافقت فرمائی اور ایسا مبارک زمانہ تھا کہ صحابہ اللہ و رسول اللہ کے حکم کا خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے، فوراً اعتراض کر دیتے تھے، تمام صحابہ نے بغیر اعتراض کے حضرت عمر

يَدْخُلُ وَلَا يَخْرُجُ صِيَانَةً لِاِعْتِقَادِهٖ وَعَلَيْهِ حَمْلُ النَّهْيِ فِي الْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے حکم کو مان لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا طاعون میں نقل مکان کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور رسول کے کے حکم کے خلاف نہیں تھا اور شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مکانی کرنے کے حکم سے موافقت رکھتی ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مقام کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث سے بھی ثابت ہے، اسی لیے صاحب در مختار نے مسائل شتی میں مجمع الفتاوی کے حوالہ سے لکھا ہے جب کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے، طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مرنے میں کوئی دخل نہیں ہے، جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہیں، نہ کوئی مر سکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے ایسا صحیح اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مکانی کرے یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس کے لیے کوئی مضائقہ نہیں، ایسے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکانی کرنا جائز ہے، برخلاف اس کے کہ اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے کہ طاعون زدہ مقام میں جانے سے طاعون میں مبتلا ہو جائے گا، یا وہ سمجھتا ہے کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے محفوظ رہے گا تو اس کا یہ اعتقاد غلط ہے اور جس کا ایسا اعتقاد ہے اس کو چاہیئے کہ اپنا اعتقاد

درست رکھنے کی خاطر نہ تو طاعون زدہ مقام سے نکلے اور نہ طاعون زدہ مقام میں جائے اور جس حدیث شریف میں طاعون زدہ مقام سے نقل مقام کرنے کی ممانعت آئی ہے وہ ممانعت بھی مذکورہ اعتقاد رکھنے والوں سے ہی متعلق ہے اور جن کا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے کی وجہ سے بچ جائے گا، تو ایسا غلط اعتقاد رکھنے والے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نکلنا جائز نہیں ہے (درمختار کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

ف: مذکورہ صحیح اعتقاد رکھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہونے کی تائید الاشباہ والنظائر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو الاشباہ والنظائر نے بزازیہ سے نقل کی ہے، کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ہو اور اس وقت زلزلے کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں تو ایسے شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے فوری کھلے میدان کی طرف بھاگ جائے اللہ تعالیٰ کا بھی ایسا ہی ارشاد ہے ”وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ یعنے تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو“ جہاں تک ہو سکے اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچایا کرو، اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ زلزلہ کے وقت کھلے میدان کی طرف نکل جانا، اور طاعون زدہ مقام سے صحیح اعتقاد رکھ کر نقل مکان کرنا جائز ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ زلزلہ سے بھاگ کر اور طاعون زدہ مقام سے نقل مکان نہ کر کے اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالا جو صریح آیت کا خلاف ہے، اس سے صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے اور ہلاکت کے موقعوں سے اپنے کو بچانا پیغمبروں کی سنت ہے (الاشباہ والنظائر کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

۲۰۷۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِیْ دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا اِلٰى دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم ایک مکان میں رہا کرتے تھے، جہاں ہمارے بہت سے آدمی تھے اور مال بھی افراط سے تھا، اس کے بعد ہم ایک دوسرے مکان میں جا کر رہے تو اس میں ہمارے آدمی بھی کم ہو گئے اور مال میں بھی کمی آ گئی، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ مکان اچھا نہیں ہے تم اس کو

چھوڑ دو اور دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ) اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۰۴۴ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُحَيْرٍ[1] قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ عِنْدَنَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا اَبْيَنُ وَهِيَ اَرْضُ رِيْفِنَا وَمِيْرَتِنَا وَاِنَّ وَبَاءَهَا شَدِيْدٌ فَقَالَ دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

ابو داؤد کی ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے جس کو یحییٰ بن عبد اللہ بن بحیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فروہ بن مسیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فروہ بن مسیک فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس ایک زمین ہے جس کو ابین کہتے ہیں، وہ ہمارے کھیت کی ایسی زمین ہے جس میں زراعت بھی ہوتی ہے اور غلہ کا گودام بھی اسی میں ہے (معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ) وہ سخت وبائی زمین ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جہاں کی آب وہوا خراب ہو) وہاں رہنا اچھا نہیں، نقصان کا اندیشہ رہتا ہے تم اس زمین کو چھوڑ دو اور دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ)

ف (ما حول) آپ نے ان دونوں حدیثوں کو سنا، اس میں طب کے ایک مسئلہ کو حل کیا گیا ہے کہ صحت کے لیے آب وہوا کا اچھا ہونا ضروری ہے اور جب آب وہوا خراب ہو جاتی ہے تو صحت بھی بگڑ جاتی ہے ان دونوں حدیثوں میں بہتر بن آب وہوا کے لیے نقل مکان کی اجازت دی گئی ہے، ایسا ہی طاعون کی وجہ سے جب آب وہوا خراب ہو جائے تو صحت باقی رہنے کے لیے نقل مکان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسا ہی فرماتے ہیں۔

۲۰۴۵ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ[2] رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ طاعون ایک عذاب ہے، جو تم سے پہلے کی گذری ہوئی قوموں پر (ان کے گناہوں کی وجہ سے) بھیجا گیا تھا، تو

---

[2] جب کبھی طاعون کسی مقام میں پھیل جائے تو تم اپنی حالت پر غور کرو اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام میں چلے جانے سے طاعون میں مبتلا ہو جاؤ گے یا تم سمجھتے ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے

بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

طاعون زدہ مقام میں جانا چاہیئے اور نہ طاعون زدہ مقام سے بھاگنا چاہیئے اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۲۶/۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِيْدٍ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا حضور! طاعون ایک عجیب بیماری ہے اللہ تعالیٰ اس بیماری کو اپنے بندوں پر بھیجتے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو عائشہ! (جب بندوں سے نافرمانیاں کثرت سے ہوتی ہیں تو) طاعون کو عذاب بنا کر ان پر بھیجتے ہیں تو، کافروں اور مسلمانوں کی بستی میں طاعون آجائے اور وہ اپنی بستی میں طاعون کے زمانہ میں صبر کر کے ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور اس کو یہ یقین کامل ہے کہ مرنا اور جینا دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے ارادے سے ہوتے ہیں، تو ایسے شخص کو شہید کا ثواب ملے گا، اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بقیہ صفحہ بچ جاؤں گا تو تمہارا یہ اعتقاد غلط ہے اس لیے کہ عذاب توبہ و استغفار سے ٹل جاتا ہے، بھاگنے سے عذاب نہیں ٹلتا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (کہ ایسے شخص کو اپنا اعتقاد درست رکھنے کی خاطر)

لہ بخلاف اس کے اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتی ہے، طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہیں نہ تو کوئی مر سکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے تو تمہارا یہ اعتقاد درست ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مکان کرے یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ایسے شخص کا طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے۔

لہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو لوگ طاعون میں رہ کر بچ جاتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ موت دینا چاہتے ہیں تو وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں، جو یہ صحیح اعتقاد رکھ کر طاعون زدہ بستی میں ٹھہرا رہے۔

۲۰۴۷/۷۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ وَالصَّابِرُ فِيْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص[1] طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر دوسرے مقام میں چلا گیا تو وہ ایسا ہی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، جیسے جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور جو شخص[2] صبر کیا ہوا طاعون زدہ مقام میں رہے (وہ مرے یا نہ مرے ہر حال میں) اس کو (اس صحیح اعتقاد کی وجہ سے) شہید کا ثواب ضرور ملے گا۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۰۴۸/۷۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ حدیث قدسی ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب میں کسی بندۂ مومن کی دو آنکھیں جو اس کے پاس نہایت پیاری اور محبوب ہیں چھین کر نابینا بنا دیتا ہوں تو وہ اس پر صبر کرکے (نہ زبان سے خلاف ادب کچھ کہتا ہے، نہ دل سے ناراض ہوتا ہے بلکہ) راضی برضاء الٰہی رہتا ہے تو اس کو میں اس کے بدلے میں[3] جنت دوں گا اور جنت میں نابیناؤں کے لیے جو خاص مقام رکھا ہے، اس مقام پر اس کو پہنچاؤں گا۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

[1] طاعون زدہ مقام میں تھا، وہ یہ سمجھا کہ اگر میں یہاں رہوں گا، تو میں بھی طاعون میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاؤں گا اور یہاں سے بھاگ گیا تو بچ جاؤں گا اس خیال سے وہ۔

[2] یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی نہیں مرتا، اگر میں اس طاعون زدہ مقام میں رہا اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو تو میں نہیں مر سکتا، اس خیال سے۔

[3] ابتداء نجات پانے والوں میں شریک کرکے گناہوں کی سزا دئیے بغیر پہلے پہل جنت میں داخل کروں گا

بَابُ تَمَنِّی الْمَوْتِ وَذِكْرِهٖ

اس باب میں موت کی آرزو کرنے کا اور موت کو یاد کرتے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۲۴۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَّ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص (مصیبتوں یا بیماریوں کی وجہ سے زندگی سے تنگ آکر) موت کی آرزو نہ کرے (تجھے کچھ خبر ہے کہ مرنے سے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، پھر تو کچھ کر نہیں سکتا، زندگی کو غنیمت جان) اگر (تو) نیک ہے تو (تیری) نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا، اگر (تو) برا ہے تو شاید (تیرا) دل پلٹ کھائے اور) توبہ کرکے نیکیاں کرنے لگے[1] اگر ایسا ہی تجھ کو آرزو کرنا ہے تو ان الفاظ سے موت کی آرزو کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاةُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاةُ خَیْرًا لِّیْ۔

الٰہی! میں نہیں جانتا کہ میرے لیے خیر کیا ہے، آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے، اگر (باوجود مصائب اور بیماریوں کے) میرا زندہ رہنا خیر ہے، تو مجھے زندہ رکھ، اور اگر مرنا ہی خیر ہے تو مجھے خیر کے ساتھ موت دے۔ (اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے)

۲۵۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (مسلمانو!) تم میں سے کوئی (پریشانیوں کی وجہ سے گھبرا کر دل سے) موت آنے کی آرزو نہ کرے اور (زبان

[1] مرجانے سے پھر یہ موقع کہاں ملتا ہے، اس لیے مرنے کی ہرگز آرزو نہ کرے۔

وَاَنَّهٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَیْرًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

زبان سے) موت آنے کی دعا کرے موت آنے سے پہلے[1] کہ مرنے سے نیک عمل کرنے کا موقع جاتا رہتا ہے بلکہ عمر (کے بڑھنے) سے مسلمان کے لیے نیکیوں کو بڑھانے کا موقع ملتا ہے[2]، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۵۱ (۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِیْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ یَطُوْلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَیَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ[1] موت کی آرزو نہ کرو[2] موت کے بعد جو پیش آنے والے امور ہیں وہ بہت سخت ہیں[3] بہت خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس کی عمر دراز ہو، اور اس کو خدا کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہوئی ہو[4]، اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۰۵۲ (۴) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] موت کی آرزو کرکے یا موت آنے کی دعا کرکے کیوں بے صبری کا اظہار کرتے ہو، اگر صبر کرتے تو تم کو اس کا ثواب ملتا، تم کو کچھ خبر ہے۔

[2] مرنے کے بعد تم بہت آرزو کرو گے مگر نیک عمل کرنے کا موقع پہلے ملے گا زندگی کو غنیمت جانو، جہاں تک ہو سکے نیک اعمال کرنے کی کوشش میں رہو، مسلمان کی زندگی بھی ایک نعمت الٰہی ہے، اس وقت اس کے لیے نیکیاں جمع ہوتی رہتی ہیں، تم موت کی آرزو یا دعاء ہرگز نہ کرنا۔

[1] مسلمانو! دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے

[2] دنیا کی مصیبتیں اور تکلیفیں مرنے کے بعد پیش آنے والی تکلیفوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں۔

[3] کیا تم ان کو آسان سمجھ گئے ہو! مرنے کے بعد کے مصائب کی ابتداء سکرات سے ہوتی ہے، پھر قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے جواب دینا ہے، قبر کے ہولناک امور، قیامت کے ہیبت ناک واقعات کے بعد دیگرے سب پیش آنے والے ہیں، اس لیے موت کی آرزو کرنے یا موت آنے کی دعا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، زندگی کو غنیمت سمجھو، آنے والے امور کی آسانی کے لیے دنیا کی زندگی ہی میں تیاری کرو، جو کچھ کرنا ہے دنیا ہی میں کر لو، مرنے کے بعد کچھ نہ کر سکو گے۔

[4] اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے موت کے بعد آنے والے امور کی آسانی کے لیے تیاری کرتا ہو۔

وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَكٰى سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَاَكْثَرَ الْبُكَاءَ فَقَالَ يَالَيْتَنِيْ مِتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ اَعِنْدِيْ تَتَمَنَّى الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ اِنْ كُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمْرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم کو وعظ نصیحت آمیز دل ہلانے والا ہوتا تھا، مگر اس وقت کا وعظ کیا کہوں کیسا تھا[1]! حضرت سعد خوب رو رہے تھے (بے خود ہو کر) کہنے لگے، کاش میں (بچپن ہی میں) مرجاتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذاب آخرت سے نجات پا جاتا) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو[2]، تین بار حضور ایسا ہی فرماتے رہے[3]، اگر تمہارے مقدر میں جنت لکھی گئی ہو تو تمہاری عمر کا دراز ہونا، اور نیکیاں کر کے جنت کے مراتب حاصل کرنا (بچپن میں مرجانے سے بہت بہتر تھا[4]، اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۰۵۳ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جو مشہور صحابی ہیں، وہ بیمار تھے) میں ان کی عیادت کے لیے اُن) کے پاس گیا[5]

---

[1] ہمارے دلوں کی عجیب حالت تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آخرت کے سارے احوال اور قیامت کے ہولناک واقعات ہمارے سامنے ہیں، ہر شخص پر ایک رقت کا عالم طاری تھا، حضرت سعد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اس حالت سے متاثر ہو کر

[2] آخرت کی تمام نعمتوں سے میری صحبت بہترین نعمت ہے، میری صحبت میں رہنا کیا کم ہے کہ پھر تم کیوں میرے سامنے موت کی آرزو کر رہے ہو۔

[3] قطع نظر میری صحبت کے تم کو تو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے تا اگر جنت کی خوشخبری نہ بھی دی جاتی تو تم مسلمان تھے۔

[4] پھر اب تم بچپن میں مرنے کی آرزو کر رہے ہو، یہ تمہاری شان کے لائق نہیں ہے

[5] کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خباب سخت بیمار ہیں۔ ان کو علاج کے طور پر ایک دو جگہ نہیں بلکہ۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّیْتُہٗ وَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَآ اَمْلِکُ دِرْھَمًا وَّ اِنَّ فِیْ جَانِبِ بَیْتِی الْاٰنَ لَاَرْبَعِیْنَ اَلْفَ دِرْھَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِیَ بِکَفَنِہٖ فَلَمَّا رَاٰہُ بَکٰی وَ قَالَ لٰکِنْ حَمْزَۃُ لَمْ یُوْجَدْ لَہٗ کَفَنٌ اِلَّا بُرْدَۃٌ مَّلْحَآءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰی رَاْسِہٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَیْہِ وَ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰی قَدَمَیْہِ قَلَصَتْ عَنْ رَّاْسِہٖ حَتّٰی مُدَّتْ عَلٰی رَاْسِہٖ وَجُعِلَ عَلٰی قَدَمَیْہِ الْاِذْخَرُ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

سات جگہ داغ دیا گیا ہے[1]، حضرت خبابؓ فرماتے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم موت کی آرزو کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں (اس سخت مرض کو برداشت نہ کرکے) موت کی آرزو کرتا[2] میری حالت تھی کہ ایک درہم بھی میرے پاس نہیں تھا (مگر کبھی میں نے بے صبری کا اظہار نہیں کیا) اور اب میرے گھر کے ایک کونے میں ۴۰ ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں، (حارثہ) کہتے ہیں کہ پھر حضرت خبابؓ کا کفن لایا گیا (جو بہت قیمتی تھا) جب (حضرت خبابؓ نے) اس کو دیکھا تو رونے لگے، فرمایا (ایک کفن تو یہ ہے اور ایک کفن وہ تھا جو) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا گیا، گنجائش نہ ہونے سے تین کپڑوں کی بجائے) ایک دھاری دار چادر ہی میں آپ کو کفنایا گیا، سر کو ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا (مجبور ہوکر) اسی کفن سے سر کو ڈھانکا گیا

---

[1] بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ داغ دے کر علاج نہ کیا جائے، وہ عام طور پر ممانعت نہیں ہے، لوگوں کی عادت تھی کہ معمولی ضرورت پر بھی داغ دیا کرتے تھے، اس سے منع کیا گیا، (اہم ضرورت ہو تو داغ دینا ممنوع نہیں ہے حضرت خبابؓ جیسے صحابی ممنوع چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، ایسی ہی اہم ضرورت تھی اسی وجہ سے حضرت خبابؓ داغ دینے سے اپنا علاج کئے تھے۔ اہم ضرورت کا اس سے اندازہ کرو کہ وہ کیسی سخت بیماری ہوگی جس کی برداشت نہ کرکے

[2] مگر میں حضور کے ارشاد کی تعمیل کرکے کیسا ہی مرض ہو، اس میں موت کی آرزو نہیں کرتا ہوں) (یہ بیماری کیا چیز ہے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو نہیں جانتا جس نے میرے برابر بلائیں مصیبتیں برداشت کی ہوں، ان مصیبتوں کے وقت کبھی بے صبری کا اظہار نہیں کیا اب اس بیماری میں بے صبری کرکے حضور کے ارشاد کا خلاف کرکے موت کی آرزو نہیں کرتا۔ دیکھو اس وقت بھی کیا کہوں وہ بھی اتنا چھوٹا کفن تھا کہ گزارا اور اسی حالت میں حضرت حمزہ دفن کئے گئے صاحبو! آپ نے دیکھا اس وقت کی زندگی کیسی تکلیف کی زندگی تھی، باوجود اس تکلیف کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو حکم تھا کہ تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرو۔ اس لیے باوجود تکلیف کے کوئی صحابی نہ موت کی آرزو کرتا نہ موت آنے کی دعا کرتا۔ مسلمانو! تم پر بھی کیسی ہی پریشانی آئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی تعمیل کرکے کبھی موت کی آرزو نہ کرنا اور نہ موت آنے کی دعا کرنا صبر کرکے صبر کا ثواب حاصل کرتے رہو)

إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ أَنِّي رَبَّكُفْتِهِ إِلَىٰ آخِرِهِ ۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

۲۰۵۴ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضَرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص (بدنی یا مالی) مصیبت کی وجہ سے (زندگی سے تنگ آکر) ہرگز موت کی آرزو نہ کرے، اگر تم کو اب ہی موت کی آرزو کرنا ہے تو ان الفاظ سے موت کی آرزو کرنا۔

"اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ"

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

الٰہی! میں نہیں جانتا کہ میرے لیے خیر کیا ہے آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے، اگر باوجود مصائب اور بیماریوں کے) میرا زندہ رہنا خیر ہے تو مجھے زندہ رکھئے اور اگر میرا مرنا ہی خیر ہو تو مجھے خیر کے ساتھ موت دیجئے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۵۵ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

لہ (اپنے الفاظ میں ہرگز نہ کرنا تم اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کچھ کہہ دوگے، بہتر یہ ہے کہ حدیث کے)

ے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے مراد اگر موت ہو تو موت کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، پھر حضور کا یہ فرمانا کہ بعض موت کو پسند کرتے ہیں اور بعض موت کو نہیں پسند کرتے اس کا مطلب کیا ہے۔

إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ فَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللهِ -

وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، عائشہ! تم خدا کے ملنے کو اور موت کو ایک ہی سمجھ رہی ہو۔ ایسا نہیں ہے[1] جب مسلمان کو موت آتی ہے تو (چونکہ وہ توحید اور رسالت کا قائل ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا ہے) اس کے سامنے فرشتے آکر خوش خبری سُناتے ہیں[2] اس وقت مسلمان کے سامنے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی (چونکہ اس سے راضی ہیں) اس لیے اس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں۔ (اس کے برخلاف) جب کافر کو موت آتی ہے تو[3] فرشتے اس کے سامنے آکر کہتے ہیں تمہارے لیے طرح طرح کے عذاب اور مصائب تیار کر رکھے ہیں، تو اس وقت کافر کے سامنے سے بڑھ کر کوئی چیز ناگوار نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ بھی (چونکہ اس پر غضب ناک ہیں اس لیے وہ اس سے ملنے کو پسند نہیں فرماتے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۵۲ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مسلمانو!) تم کو کچھ معلوم ہے

---

[1] (انسانی فطرت کے لحاظ سے تو موت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ سے ملنا اور موت ایک چیز نہیں ہے بلکہ

[2] کہ چلو اللہ سے ملو، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہے تمہارے لیے راحت و آرام اور باغ و بہار تیار کیا ہے۔

[3] چونکہ توحید اور رسالت کا انکار کر کے وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رکھتا ہے اس لیے

[4] (ایک ضروری بات سنانا چاہتے تھے خاص توجہ کے ساتھ اس کو سننے کے لیے بطور تمہید ارشاد فرمایا۔

مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا
يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَآئِيْ فَيَقُوْلُوْنَ
نَعَمْ يَا رَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ يَقُوْلُوْنَ
رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ
قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ
اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے پہلی بات کیا کریں گے۔ ایسے ہی اس دن مسلمانوں کی پہلی بات اللہ تعالیٰ سے کیا ہو گی، اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کو سناتا ہوں، یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا حضور ضرور سنایئے (ہم اس کو سننے کے لیے خاص توجہ کے ساتھ تیار ہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سنو! اللہ تعالیٰ کی (پہلی) بات (مسلمانوں سے متوجہ ہو کر) یہ ہو گی کہ کیا تم کو یقین تھا کہ (تم کو آخرت میں ایک دن آنا ہے اور) اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے تو مسلمان عرض کریں گے ہاں! اے ہمارے مالک! ہم یقین سے ایسا ہی سمجھے ہوئے تھے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا (جب تم کو مجھ سے ملنے کا یقین تھا پھر تم نے گناہ کیسے کئے (مسلمان عرض کریں گے الٰہی! آپ کا کرم، آپ کا رحم، آپ کے علم سے ہم کو جرائت دلائی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ میں نے تمہارے سب گناہوں کو بخش دیا۔ اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے، اور ابو نعیم نے بھی حلیہ میں اس کی روایت کی ہے۔

۲۰۵۷ ۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلٰى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کی عیادت کے لیے تشریف

لہ ہم نادم اور شرمندہ ہیں، ہم کو گناہ نہیں کرنا چاہیئے۔
ٓلہ ہم یہ سمجھتے ہوئے تھے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ آپ کی مغفرت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ ہم بڑی امید آپ سے کئے اس لئے گناہ کرتا تھا گئے
ٓلہ بندہ جیسے میری نسبت خیال کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں، جب تمہارا میرے ساتھ ایسا خیال تھا تو

كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَرْجُو اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنِّيْ أَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

لے گئے اور اس کو ملاحظہ فرمایا کہ سکرات کی حالت میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا (اس وقت تمہارے دل کی) کیا حالت ہے (تمہارے دل میں اس وقت کیا خیالات آرہے ہیں) اس نوجوان نے عرض کیا، حضور! گناہوں کی وجہ سے خدائے تعالیٰ سے ڈر رہا ہوں[1] بڑی امید بھی ہوتی ہے[2] یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا[3]: ایسے سکرات کے وقت میں[4] تو وہ بندہ جس چیز سے ڈر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بچا لیتے ہیں اور جس چیز کی امید لگائی ہوئی ہے اس کو عطا فرما کر امن اور راحت میں رکھتے ہیں۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۵۸/۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (مجھے خوب یاد ہے) خود میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات شریف سے تین دن پہلے اس طرح ارشاد فرماتے ہیں، تم میں سے ہر ایک کی موت ایسی حالت میں ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا

---

[1] کہ میرے ساتھ معلوم نہیں کیا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا خیال آتا ہے تو

[2] کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے سامنے میرے گناہ کیا چیز ہے ضرور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے گناہ معاف فرمائیں گے اور مجھے مرنے کے بعد راحت و آرام نصیب ہوگا۔ اس وقت اس کشمکش میں میرا دل پھنسا ہوا ہے۔

[3] سنو! اے نوجوان یوں تو ہر وقت مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے رہنا چاہیئے خاص کر

[4] جس شخص کے دل میں اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوف ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان رحمت اس کے پیش نظر ہو جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوا ہے، اللہ کی رحمت ہمیشہ اس کے غضب پر غالب رہتی ہے، ایسے بندہ کی حالت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آتی ہے

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) ہو، اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:- اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان کے دو بازو ہیں، جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ بہت آسانی سے طے ہوتا ہے۔ ایک بازو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رہے جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور دوسرا بازو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتا ہے۔ حالت صحت اور زندگی میں خوف خدا غالب رکھے تاکہ گناہوں سے بچتا رہے اور مرتے کے وقت خوف کی ضرورت نہیں رہی اس لیے کہ وہ وقت گناہ کرنے کا نہیں ہے، بلکہ موت کے وقت خدا کو رحیم، کریم، ستار، غفار جان کر مغفرت کی امید دل میں لیا ہوا رہے تاکہ خوش خوش خدا کے پاس جائے کے لیے تیار رہے ہونے سے جی نہ چرائے۔ یعنی مرنے کے وقت اگر خوف کی حالت رہی تو ڈرا کے ساتھ ایسا جائے گا جیسے مالک کے سامنے بھاگا ہوا غلام ڈرتا ہوا جاتا ہے، اس لیے زندگی میں حتی الامکان نیکیاں کرتا رہے، اور مرنے وقت دل میں یہی امید مغفرت کی لیا ہوا رہے گا، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا جائے گا جیسے کوئی غلام مالک کے حکم کی تعمیل کر کے مالک کے سامنے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے خوش خوش جاتا ہے۔ ۱۲-

۲۰۵۹ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرَّ بِجَنَازَۃٍ فَقَالَ مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْہُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُسْتَرِیْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْہُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَاَذَاھَا اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے، آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، آپ نے اس جنازہ کو دیکھ کر فرمایا یا تو اس کو راحت ہوگئی یا اس سے راحت ہوگئی، صحابہ نے عرض کیا حضور! آپ جو ارشاد فرما رہے ہیں، ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے، اس سے کیا مراد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سنو! کہ مسلمان بندہ دنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے۔ مرنے کی وجہ سے وہ ان تمام مصیبتوں سے چھوٹ جاتا ہے اور چونکہ وہ نیکیاں کرتا رہا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہیں (مرنے سے) وہ راحت الٰہی میں پہنچ جاتا ہے، اور راحت وآرام پاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے

ہیں دکھ ہیں نے دہ اس سے راحت ہو گئی ، جو کہا اس کا مطلب یہ ہے) کہ جو ظالم بندہ ، انسان تو انسان بلکہ شہر ، درخت اور جانور اس کے مرنے سے سب کو راحت ہو جاتی ہے[2] . (اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

٢٠٦٠/١٢ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر ارشاد فرمایا ، ابن عمر سنو (دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھنا) تم دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر (منزل میں رہتا ہے[3] بلکہ تم اپنے کو سمجھو کہ میں مسافر ہوں راستہ میں چل رہا ہوں[4] اگر شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو[5] جب بیمار ہو جاؤ گے تو تم اعمال نیک

---

[1] کہ جس کے ظلم سے سب تنگ تھے طرح طرح سے لوگوں کو ایذا پہونچ رہی تھی ، اس کے مرنے کی وجہ سے سب کو راحت مل جاتی ہے ۔

[2] اس لیے کہ اس کے ظلم کی وجہ سے سارے عالم میں فساد پھیل گیا تھا ، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک تھے ، اس کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے بارش رک گئی تھی ، طرح طرح سے عالم میں خرابیاں ہو رہی تھیں ، اس کے مرنے کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں دور ہو گئی ، بارش کی وجہ سے زمین سرسبز ہو گئی اور زمین پر رہنے والوں کو آرام نصیب ہو گیا اس لیے میں نے اس جنازہ کو دیکھ کر کہا کہ اس کو آرام مل گیا ، یا اس سے سب کو آرام مل گیا

[3] کسی چیز سے دل نہ لگاؤ اس لئے کہ ایک دن اس کو چھوڑنا ہے ، یہاں کی لذتوں سے نفع لینے کی عادت نہ ڈالو ، لوگوں سے گہرا تعلق پیدا نہ کرو ، ایک دن ان کو چھوڑنا ہے ، ہاں خدا ورسول کے حکم کے موافق ان کے حقوق ادا کرتے رہو ، ابن عمر ! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یہاں ہمیشہ رہنے کے واسطے آیا ہوں ، تم ایسے رہو جیسے مشاغل نہ پیدا کرو ، تم مسافر ہو ، آخرت تمہارا اصلی وطن ہے ۔ اصلی وطن میں رہنے کے لیے یہاں سے سامان تیار کر کے چلو ، سنو ابن عمر ! مسافر منزل میں ایک دو روز تو بھی قیام کرتا ہے لیکن تم کو یہاں ایک دو روز بھی قیام کرنے کی امید نہیں ۔

[4] (مجھے یہاں دنیا میں ایک دن بھی رہنے کی امید نہیں ہے ، کیا معلوم کب وقت آتا ہے اور کب چلنا پڑتا ہے ۔

[5] کیا معلوم تم صبح تک زندہ رہتے بھی ہو یا نہیں ، اور ایسا ہی جب صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو کیا معلوم کہ تم شام تک زندہ رہتے ہو یا نہیں ، ابن عمر ! تم موت کی تیاری میں رہو) جو وقت ملے اس کو غنیمت سمجھو ، صحت کے زمانہ میں جہاں تک ہو سکے

اعمال نیک کرتے رہو

وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کرنا چاہو گے نہیں کر سکو گے) ایسا ہی زندگی کو غنیمت جانو، جہاں تک ہو سکے اعمال نیک کرتے رہو اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۰۶۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (مسلمانو! کب تک غفلت میں رہو گے، غفلت دور کرنے کے لیے) لذتوں کے مٹانے والی کو کثرت سے یاد کیا کرو (کچھ سمجھے کہ لذتوں کو مٹانے والی کون چیز ہے؟ سنو) وہ موت ہے، اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۶۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِنَّا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللهِ يَا نَبِيَّ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، صاحبو! اللہ تعالیٰ سے ایسا شرماؤ جیسے اس سے شرمانا چاہیے، صحابہ نے عرض کی حضور! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات ہم کو یاد ہیں، الحمد للہ! ہم اس کی فرمانبرداری کیے جا رہے ہیں اس طرح کی فرمانبرداری سے جیسا شرمانا چاہیے ویسا شرمانے کا حق ادا نہیں ہوتا، تم کو اللہ تعالیٰ نے جو سر دیا

لہ موت کے بعد کا زمانہ جزاء ملنے کا زمانہ ہے، عمل کرنے کا زمانہ نہیں ہے، ہزار تم عمل کرنا چاہو گے مگر عمل نہیں کر سکو گے!

لہ موت بھولنے سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جب موت تمہارے سامنے رہے گی تو تم سفر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤ گے اور اعمال نیک کر کے خدا کے سامنے سرخرو ہو جانے کے لیے ہمیشہ کوشش کرو گے۔

لہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منشاء کو سمجھ گئے کہ حضور یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو حاصل کر کے اس کے احسانات میں رہ کر پھر اس کی نافرمانی کرنا پڑی تو یہ بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔

لہ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی بے گنتی نعمتوں کے اور کثرت سے احسانات کے مقابلہ میں تمہاری فرمانبرداری کچھ بھی نہیں، اس لیے کہتا ہوں شہ جیسے میں کہتا ہوں اس طرح کرو تو کسی قدر شرمانے کا حق ادا ہو جائے گا، صاحبو! سوچو

آبَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اس سے تم کو جو جو نعمتیں مل رہی ہیں، اُن نعمتوں کو یاد کرو، تم کو اللہ تعالیٰ نے جو پیٹ دیا ہے وہ کبھی بڑی نعمت ہے اس سے تم کو کیا فائدے مل رہے ہیں۔ اس کا شکر یہ ہے کہ پیٹ کو حرام غذا سے بچاؤ، ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو، اور دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دو، سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے جیسا شرمانا چاہیے ویسا شرما رہے ہیں اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

لہ اس کا شکر یہ ہے کہ غیر خدا کے آگے سر نہ جھکانا جس نے سر دیا ہے اس کے سامنے سر جھکانا چاہیئے، تکبر اور غرور سے سر نہ اکڑانا، اور سر میں بُرے خیالات اور عقائد باطلہ نہ جمع کرنا، سر میں تمہارے زبان دی ہے آنکھیں دی ہیں اور کان دیئے ہیں ان میں سے ایک ایک کیا کیسی کیسی نعمت ہے۔ اگر کسی میں بیماری سے نقصان آجائے اس وقت اس نعمت کی قدر ہوتی ہے اس لیے تم ان نعمتوں کو زبان آنکھ اور کان کو خدا کی نافرمانی میں صرف نہ کرنا جس نے یہ نعمتیں دی ہیں اسی کی اطاعت میں رکھنا مثلاً کان سے غیبت، جھوٹ اور فحش باتیں نہ سننا اور آنکھ سے نامحرم کی طرف نہ دیکھنا اور زبان سے جھوٹ غیبت اور بری باتیں نہ کہنا چاہیے اور پھر سوچو۔

ٹہ اور پیٹ کے متعلقات میں دل ہے اس میں علم دین اور معرفت حق جمع کرو، اور دل کو ماسوائے اللہ کی محبت سے دور رکھو، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور پیٹ کے متعلقات میں شرمگاہ ہے ہاتھ پاؤں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو، ان سب کو اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے کاموں میں لگائے رکھو، خلاصہ یہ ہے کہ جسم کو اور سارے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھنے سے سمجھا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسا شرما رہے ہو جیسا کہ شرمانا چاہیئے، جسم کو اور سارے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری میں رکھنے کے دو علاج بتاتا ہوں سنو! ایک تو یہ ہے کہ

تہ موت کے بعد قبر میں جسم کے سڑنے گلنے کو بھی سوچتے رہو تو تمہارے دل میں رقت پیدا ہوگی، جس کے سبب سے تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھو گے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی زیب و زینت جن کے پیش نظر رہتی ہے وہ جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری میں نہیں رکھ سکتے ہیں اس لیے تم خوب سوچو کہ تم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے ایک دن دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے، اس لیے

ٹہ دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرو تو تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رکھ سکو گے، تو

تمہید

اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے ”یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ“ (اللہ تعالٰی مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں اور مسلمان اللہ تعالٰے سے محبت رکھتے ہیں) ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے ”وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ“ (مسلمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالٰی سے اور اللہ تعالٰی کو مسلمانوں سے محبت کا تعلق ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ دوست دوست کے ساتھ مہربانیاں اور سرفرازیاں کرنا چاہتا ہے بعض موانعات کی وجہ سے سرفرازی نہیں کرسکتا ہے، جب موانعات اٹھ جاتے ہیں تو دوست کو سرفراز کرنے کا موقع ملتا ہے، ایسا ہی اللہ تعالٰی کو خاص طور پر مسلمانوں سے مہربانی کرنے کا اور ان کو سرفراز کرنے کا دنیا میں رہنے کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا ہے گو دنیا میں بھی ان پر مہربان ہے اور ان کو سرفراز کر رہا ہے مگر آخرت میں جو مہربانیاں اور سرفرازیاں ہوں گی مسلمان کو دنیا میں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالٰی نہیں دے رہا ہے، مسلمانوں کو دنیا چھوڑ کر خاص مہربانیاں اور سرفرازیاں حاصل کرنے کے لیے آخرت میں جانا ضرور ہے، اس لیے اللہ تعالٰی موت جو مثل ایک تحفہ اور ہدیہ کے ہے اس کو بھیج کر مسلمان کو سرفراز کرنے کے لیے آخرت میں بلاتے ہیں اس لیے۔

۲۰۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) [۱۵]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لیے موت مثل تحفہ اور ہدیہ کے خوش گوار ہے، اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۰۶۴ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ یَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِیْنِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) [۱۶]

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان (جب اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے تو) مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۶۵ وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ خَالِدٍ [۱۷]

ابو داؤد کی روایت میں حضرت عبید اللہ

۱؎ کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالٰے کا قرب نصیب ہوگا طرح طرح کی نعمتیں اور راحت و آرام ملے گا۔
۲؎ اس لیے کہ خاتمہ بالخیر ہونے کی یہ بھی ایک علامت ہے)

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفَجْأَةِ اَخْذَةُ الْاَسَفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ اَخْذَةُ الْاَسَفِ لِلْكَافِرِ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِ۔

بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یکایک اور اچانک مرجانا اللہ تعالیٰ کے غضب کی علامت ہے (کس کے لیے اس وجہ سے کہ بیہقی اور رزین دونوں نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یکایک مرنا کافر کے حق میں غضب الٰہی کی علامت ہے اور مسلمان کے لیے یکایک مرنا رحمت الٰہی کی علامت ہے۔

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ

باب، جس شخص کو موت آرہی ہو تو اس کے پاس کیا پڑھا جائے۔

ف، موت قریب ہونے کے آثار و علامات یہ ہیں، سانس اُکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ ٹانگوں کو کھڑا کیا جائے تو کھڑی نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں جب یہ آثار و علامات ظاہر ہو جائیں تو اس کے سامنے بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھو، تاکہ تمہیں پڑھتے سن کر وہ خود بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو، کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے، نہ معلوم اس کے منھ سے کیا نکل جا دے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین اس طرح پڑھو کہ وہ سن سکے۔ سورہ یٰسین پڑھنے سے سکرات کی سختی میں کمی ہوتی ہے اور اس وقت اس کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے۔ (اشعۃ اللمعات) ۲

۱۔ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج خواری کا عذاب دیا جائے گا۔ (سورۃ الانعام، ۹۳)

ف،۔ فرشتوں کا یہ کلام اظہار غضب کے لیے ہے، ورنہ جان نکالنا خود فرشتوں کا کام ہے نہ کہ کفار کا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کو سختی موت زیادہ ہوتی ہے، جان کنی کی شدت کے عذاب اور دنیا کے چھوٹ جانے کا صدمہ ہوتا ہے۔

وَقَوْلُهٗ،
اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں

وَّعَشِيًّا ۔ (سورۃ المؤمن ، ۴۶)

ف:۔ اس طرح کہ ان کی نیروں میں دوزخ کی گرمی تو ہر وقت ہی رہتی ہے، مگر آگ کی پیشی صبح و شام ہوتی رہے گی قیامت تک، تیرسے مراد عالم برزخ ہے، اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عذاب قبر برحق ہے، دوسرا یہ کہ عذاب قبر جہنم میں داخل ہو کر نہ ہوگا، بلکہ دور سے دوزخ کی گرمی پہنچا کر، تیسرے یہ کہ حساب قبر صرف ایمان کا ہے حساب قیامت میں ایمان و اعمال دونوں کی جانچ ہے، اس لیے کہ اس آیت میں آل فرعون کے لیے دو عذابوں کا ذکر ہوا، جہنم کی آگ پر پیش ہونا قیامت سے پہلے، پھر قیامت میں دوزخ میں عذاب ہونا، ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس ہولناک عذاب میں داخل کئے جاؤ گے، اگر ایک ہی وقت ان کو دوزخ میں داخل کیا جاتا تو یہ اچھا تھا، اس سے کہ بار بار ان کو دکھایا جائے کہ دوزخ میں ان کا یہ مقام ہے کیوں کہ جو پریشانی اور تکلیف اس سے ہوتی ہے وہ اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

۳۔ وَقَوْلُهٗ ، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیز گار لوگوں کو وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر، جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کئے کا۔ (سورۃ النحل، ۳۲)

ف:۔ معلوم ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے، متقی وہ ہے جس کا خاتمہ تقوی پر ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ جان نکالنے کے وقت بہت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، ملک الموت اور ان کے خدام بھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فرشتے بیک وقت سارے عالم میں موجود ہوتے ہیں۔

ف:۔ موت کے فرشتے مومن کو سلام کر کے آتے ہیں، اور جنت کی خوشخبری دے کر جان نکالتے ہیں، تاکہ نزع آسان ہو۔

۲۰۶۶ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان دونوں حضرات سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آگئی ہے اور سکرات شروع ہوگئی ہو تو) اس کے سامنے آواز سے کلمہ توحید "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (اس طرح) پڑھے (کہ مرنے والا اس کو

سنے اور کلمہ توحید اسے یاد آجائے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: در مختار میں مذکور ہے کہ اس طرح کی تلقین کرنا مستحب ہے، اور بعض نے اس کو واجب بھی قرار دیا ہے، مرنے والے کو کلمہ توحید پڑھنے کا حکم نہ کرے کہ وہ سکرات کی تکلیف کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دے، اگر مرنے والا ایک دفعہ کلمہ توحید پڑھ لے تو دوبارہ اس کو کلمہ توحید پڑھنے پر اصرار نہ کرے ہاں! اگر وہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد دنیا کی کوئی بات کیا ہو تو اس کے سامنے پھر کلمۂ توحید پڑھے، تاکہ وہ اس کو سن کر خود بھی کلمۂ توحید پڑھے اور اس کا آخر کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو ایسا ہی دفن کے بعد بھی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آواز سے پڑھنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ جوہرہ میں مذکور ہے، اس لیے کہ مردہ اس کو سنتا ہے اور اس کو فرشتوں کے سوال و جواب دینے میں سہولت ہوتی ہے۔ قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین ان الفاظ سے کی جائے۔

يَا فُلَانُ يَا ابْنَ فُلَانٍ اُذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ وَقُلْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا۔

یعنی مردہ کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر یہ کہے کہ دنیا میں جیسے تو توحید اور رسالت کا اقرار کیا کرتا تھا۔ اب بھی فرشتوں کے سامنے توحید و رسالت کا اقرار کر ڈرتا نہیں، کچھ غمزدہ نہیں ہوتا اسی طرح کہنا کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، اور دین میرا اسلام ہے اور رسول میرے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تلقین کرنے والے سے جب مردہ یہ سنتا ہے اور پہلی فرشتوں کو جواب دینا چاہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس کے بھائی نے اس کو سکھا دیا ہے اب اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ایسا ہی درمختار میں مذکور ہے اور امام سیوطی نے اپنے رسالہ میں ایسی ہی تصریح کی ہے اور جوہرہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ قبر میں جن سے سوال نہیں ہوتا ہے، ان کو تلقین نہیں کرنا چاہیئے اور شرح منیہ میں لکھا ہے کہ جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ آٹھ لوگ ہیں۔

آٹھ قسم کے لوگوں پر قبر میں سوال نہیں ہوتا

(۱) پہلا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں کافروں کے مقابلہ میں لڑ کر شہید ہونے والا۔ (۲) دوسرا وہ شخص

ہے جو سرحد اسلام پر سرحد کی حفاظت کر رہا ہے اور وہ اپنی موت سے مر گیا تو اُس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (۳) تیسرا شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو طاعون میں مبتلا ہو کر مرے (۴) چوتھا وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے وہ ہے جو طاعون کے زمانہ میں کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہو کر مرے بشرطیکہ وہ اس پر صابر اور طالب ثواب رہا ہو (۵) پانچویں وہ لوگ جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ صدیق ہیں، جو انبیاء کرام کی امت میں سب سے زیادہ رتبے کے ہوتے ہیں، جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے اور جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے (۶) چھٹے نابالغ بچے ہیں جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (۷) ساتویں وہ لوگ ہیں جو جمعہ کے دن یا شب جمعہ مرے ہوں، ان سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔ (۸) آٹھواں وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو ہر رات میں سونے سے پہلے سورہ تبارک الملک پڑھ کر سوتا ہو، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو اپنے مرض الموت میں سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھا ہو، اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے۔ ۱۲

۲۰۶۷ وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرَ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ موت کے وقت جس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف اس حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جس کا آخری کلام ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ سے پورا کلمہ طیبہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ ایسا ہی ہے جیسے جز کہہ کر کل مراد لیتے ہیں۔ مثلاً کوئی کہے کہ قل ھو اللہ پڑھنے کا یہ ثواب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پوری سورۂ قل ھو اللہ پڑھنے پر یہ ثواب ملتا ہے، ایسا ہی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا جو حکم ہو رہا ہے، جز کہا گیا ہے، مراد پورا کلمہ پڑھنا ہے یعنی جس کا آخر کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس حدیث شریف میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مرنے والے کے سامنے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" آواز سے پڑھ کر تلقین کی جائے تاکہ مرنے والا بھی زبان سے یا دل میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھے اور اس کلمۂ طیبہ پر اس کا خاتمہ ہو اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ ۱۲

۲۰۶۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آ گئی ہو اس کو ذیل کے الفاظ کی تلقین کرو۔[1]

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑے حلم والے ہیں[2] اور وہ کریم بھی ہے[3] اس کی جو عظمت تمہارے ذہن میں آئے، اس سے وہ پاک ہے اور اس سے زیادہ عظمت والا ہے عرش عظیم کا وہ مالک ہے[4]

(اے اللہ ایک مجھ پر ہی کیا آپ کا فضل وکرم ہو رہا ہے) آپ رب العالمین ہیں (سارے عالم پر آپ کا فضل وکرم ہے، ایسے فضل وکرم والے سے ایسی ہی فضل وکرم کی امید لئے ہوئے آیا ہوں)

یہ سن کر صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور یہ دعا (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی امیدوار بناتی ہے، زندوں کو بھی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی ضرورت ہے، اگر ہم یہ دعا زندوں کو سکھائیں تو کیسا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت

---

[1] تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سنے اور اس کے ذہن میں وہ صفات موجود ہوں، اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسن ظن پیدا ہو، اور وہ اللہ تعالےٰ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے دنیا سے چل بسے، وہ الفاظ یہ ہیں۔

[2] زندگی میں تم نے جو کوئی قصور کیا ہو تو اس نے تم کو اپنے حلم کی وجہ سے سزا نہیں دی، اب مرنے کے بعد بھی ایسا ہی حلم کی وجہ سے وہ تمہارے گناہوں کو در گذر فرمائے گا۔

[3] بے مانگے عطا فرماتا ہے۔ زندگی میں تم کو بڑی بڑی نعمتیں دی تھیں، ایسا ہی مرنے کے بعد بھی اُخروی نعمت عطا فرمائے گا۔

[4] جس کی یہ شان ہو، اس کے سامنے تمہارے گناہ کیا چیز ہیں، تم ڈرو مت اس کی رحمت کی اُمید کئے ہوئے اس کے سامنے جاؤ، وہ تم پر تمہاری امید سے زیادہ رحمت نازل کرے گا، جب تم اس کو اپنے اوپر اس طرح فضل وکرم کرتا ہوا دیکھو گے تو بے اختیار تمہارے منہ سے نکلے گا۔

بہتر ہے بہت بہتر ہے (زندوں کو بھی تو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہئے ضرور یہ دعا زندوں کو بھی سکھایئے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۶۹ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آگئی ہو (اور اس کو سکرات شروع ہو گئی ہو) تو (اس کے نزدیک بیٹھ کر) اس کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھا کرو لے اس حدیث کی روایت امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ ۱۲۰

۲۰۷۰ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اِقْرَأْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت محمد بن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ وہ سکرات کی حالت میں تھے، میں نے اُن سے عرض کیا کہ حضرت آپ اب دنیا سے جا رہے ہیں (اور عالم برزخ میں سب سے پہلا کام آپ کا یہ ہوگا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کریں گے۔ تو) میرا سلام بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا دیجئے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف:۔ محبان رسول کے لیے یہ حدیث شریف بڑی تسلی دلاتی ہے، اگر ابھی وقت نہیں آیا ہو کہ تم حضور کی خدمت اقدس میں پہنچ سکو تو کیا ہوا، تمہارا سلام تو مرنے والے کے ذریعہ سے بھی دربارِ نبوت میں پہنچ جاتا ہے، اس لیے کہ تم اپنے اس سلام کو جس مرنے والے

لے اس سے مرنے والے پر سکرات آسان ہوتی ہے، دوسری حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

کو پہنچانے کے بیے کہتے ہیں، اس پر تمہارے سلام کو حضور کی خدمت میں پہنچانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ردالمحتار میں شرنبلالی کے حوالہ سے کہا ہے۔ ۱۲

۱۶۰۲ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَانًا فَاقْرَأْ مِنِّي السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا اُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذَاكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب کی وفات کا وقت قریب آیا، تو ان کے پاس ام بشر بنت براء بن معرور آئیں اور کہنے لگیں کعب! اگر بشر سے تمہاری ملاقات ہو جائے، تو ان کو میرا سلام پہونچائیے۔ کعب فرماتے ہیں ام بشر تم کیا کہہ رہی ہو! معلوم نہیں وہاں کیا پیش آنا ہے، ہم اپنی حالت میں پریشان رہیں گے (لوگوں کو سلام پہونچانے کا کیسا موقع آئے گا) ام بشر کہنے لگیں کعب تم یہ کیا کہہ رہے ہو؛ (مسلمان کو وہاں پریشانی نہیں ہے بلکہ امن چین ہے) تم بھی سنے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؛ حضور کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی روحیں سبز پرندوں کے خول میں بیٹھے ہوئے جنت کے درختوں میں میوہ خوری کرتی پھریں گی حضرت کعب فرماتے ہیں، ہاں میں نے بھی حضور کو ایسا ہی فرماتے سُنا ہے پھر ام بشر فرمائیں، کہ آپ بھی جنت میں ایسے ہی سیر کرتے پھریں گے اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے، اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کتاب البعث والنشور میں کی ہے۔ ۱۲

لہ اب تم دوسرے عالم میں جا رہے ہو، تم جانتے ہو کہ میرے فرزند بشر کا انتقال ہو چکا ہے، مجھے ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہے اپنی تسلی کے لیے کہتی ہوں کہ۔

لہ وہاں پریشانی کا کیا ذکر ہے بلکہ وہاں آپس میں ملاقات ہوتی رہے گی، اسی لیے کہتی ہوں کہ تم میرے فرزند بشر کو میرا سلام پہونچا دیجیے۔

۲۰۷۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَّهُوَ يَبْكِيْ حَتّٰى سَالَ دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے) کے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روتے ہوئے ان کا بوسہ لیا اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس قدر رو رہے تھے کہ آپ کے) آنسو حضرت عثمان بن مظعون کے چہرہ پر بہہ رہے تھے۔ اس کی روایت ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف:۔ البحرالرائق میں مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے، اور عمدۃ القاری میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور مرقات میں لکھا ہے کہ مردہ پر بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونا جائز ہے ۱۲۔

۲۰۷۳ وَعَنْهَا قَالَتْ إِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ[۱] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد[۲] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر ابوبکر صدیق نے (کئی مرتبہ) بوسہ دیئے[۳]، اس حدیث کی روایت، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

[۱] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت تھی وہ سب کو معلوم ہے

[۲] جو صدمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو ہوا ہوگا اور وہ حضرت صدیق کا ہی دل جانتا ہے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے قلب مبارک میں برداشت کی جو قوت تھی اور وہ اوروں کے قلب میں ایسی نہیں تھی، اس لیے حضرت ابوبکر صدیق خود بھی برداشت کر رہے تھے، اور بڑے بڑے صحابۂ کرام کو تسلی بھی دے رہے تھے، اپنی تسلی کے لیے فرطِ محبت سے

[۳] اور بار بار کہتے تھے وا خلیلاہ! وا صفیاہ! وا نبیاہ! میرے دلی دوست آپ کے بعد مجھے کیسی تسلی آئے گی۔ بجز حضور کی یاد کے کوئی چیز سے تسلی نہیں ہوگی۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کا سبب بنا

۲۰۷۴
۹
وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جب تم کسی بیمار کے پاس (عبادت کے لیے جاؤ اس کے لیے دعاء خیر کرو) اور اس کو شفا ہو جائے ایسا ہی اگر تم کسی ایسے شخص کے پاس جاؤ کہ جس کی موت قریب آگئی ہے اور وہ سکرات میں مبتلا ہے تو اس کے لیے بھی دعائے خیر کرو، فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں، تم جو دعاء کرتے ہو اس پر وہ آمین کہتے ہیں، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۷۵
۱۰
وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَآ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابو سلمہ کے انتقال کے بعد ابو سلمہ کے گھر تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا روح نکل جانے سے بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ

لہ اور اس کی شفاء کے لیے دعاء کرو، فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں اور تم جو کچھ کہو گے اس پر آمین کہتے ہیں۔ مریض کے لیے اچھی دعا کرو تاکہ تمہاری دعاء فرشتوں کے آمین کہنے سے قبول ہو جائے

لہ اور اس کی شفاء کی بھی دعا کرو اور اس کے سامنے مایوسی کے الفاظ نہ کہو

سہ (ایسا ہی جب کوئی شخص مرجائے اور تم اس کے ورثاء کو پرسہ دینے کے لیے جاؤ تو مرنے والا گو کیسا ہی برا ہو، اس وقت اس کی برائیاں ظاہر مت کرو، مرنے والے کے لیے مغفرت کی دعاء کرو، فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں، تم جو کچھ کہو گے اس پر آمین کہتے ہیں، تمہاری مغفرت کی دعاء سے شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اس کی مغفرت ہو جائے

سکہ جب روح نکالنے کے لیے فرشتے آتے ہیں تو مرنے والا یہ سماں دیکھتا رہتا ہے۔

ھہ اور اس میں آنکھ بند کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ اس لیے آنکھ کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے، اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو سلمہ کی آنکھیں بند کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے کی آنکھیں بند کر دیا کریں۔

تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر گھر والے سمجھے کہ ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لیے رونا اور چیخنا شروع کیا[1] حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت فرشتے موجود رہتے ہیں، اور جو کچھ تم کہتے ہو اسی پر آمین کہتے رہتے ہیں، پھر اس کے بعد حضور ابوسلمہ کے لیے اس طرح دعا کرنے لگے الٰہی! ابوسلمہ کی مغفرت فرمائیے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سب سے زیادہ ان کا درجہ بڑھائیے۔ الٰہی! باقی ماندہ لوگوں کو سنبھالنے والا چلا گیا۔ آپ ابوسلمہ کے خلیفہ ہو کر سب کو سنبھالئے اور ہماری بھی مغفرت فرما، اور ان کی بھی مغفرت فرما، اے تمام عالم کے پروردگار! اور ان کی قبر کو کشادہ کر دے اور ان کی قبر میں نور بھر دے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۷۶ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ تُصِیْبُهٗ مُصِیْبَةٌ فَیَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ[2]

---

[1] جب غم زیادہ ہوتا ہے تو اپنے کو کوسنے لگتے ہیں، اور ابوسلمہ کے گھر میں بھی یہی ہو رہا تھا اس لیے) رچیخنا، چلّانا بے صبری کی علامت ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہیئے اور اپنے کو کوس لینا بھی نہیں چاہیئے اس لیے کہ جب تم اپنے کو کوسنے لگو گے تو فرشتوں کے آمین کہنے سے وہ بددعا تمہارے حق میں بھی قبول ہو جائے گی اس لیے کوسنے سے بچو۔

[2] ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ ہم، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ ہی کے ملک ہیں، وہ ہم کو جس حال میں رکھے اس کو اختیار ہے اور وہ جو تصرف چاہے کر سکتے ہیں، یہ تصرف ایسا ہی ہے مالک کو اپنے ملک میں تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے اگر کوئی نقصان پہنچے تو ہم کو اس نقصان کی وجہ سے نہ کسی شکایت کا حق ہے اور نہ رنج کرنے کا اور پھر پہلے اور بعد کا فرق ہے وہ چیز پہلے گئی ہے اور ہم کو بھی ایسے ہی اس کے بعد اللہ ہی کی طرف جانا ہے، اس لیے کوئی رنج کا موقع نہیں

وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَیْرًا مِّنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَوَّلَ بَیْتٍ هَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّیْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ مذکورہ آیت پڑھ کر اس طرح کرے۔

الٰہی! (مجھ پر ناقابل برداشت مصیبت آئی ہے میں اس مصیبت پر آپ کے لیے صبر کرتا ہوں) مجھے اس مصیبت پر صبر کرنے کا اجرو ثواب دیجئے اور جو چیز مجھ سے جدا ہو گئی ہے، مجھے اس کا نعم البدل عطا فرمائیے۔

تو اللہ تعالیٰ مصیبت پر اس کو ثواب بھی دیتے ہیں اور جو چیز جدا ہو گئی ہے اس کا نعم البدل بھی ضرور عطا فرماتے ہیں (ام المومنین فرماتی ہیں کہ یہ حدیث مجھے یاد تھی اور) جب (میرے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا انتقال ہو گیا[لہ] سب سے پہلے یہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے اب ان کا نعم البدل مجھے کون ملے گا، پھر خدائے تعالیٰ نے مجھے اس مذکورہ دعاء کرنے کے ارادہ پر عزم عطاء فرمایا، اور میں نے مذکور الصدر دعاء کی[لہ] اور میں انتظار کر رہی تھی کہ میرے شوہر کا نعم البدل مجھے کون ملے گا نہ شان نہ گمان کہ) اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا نعم البدل (مجھے اس طرح) عطاء فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے پیام بھیجا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۷۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ[۱۲] اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد

لہ کیا کہوں اس وقت مجھ پر کیسی مصیبت ٹوٹ پڑی، ایسے وقت مجھے یہ حدیث مذکور یاد آگئی، میں چاہتی تھی کہ اس حدیث میں جو دعا مذکور ہے وہ دعا کروں، لیکن میرے دل میں پھر یہ خیال آیا کہ ابوسلمہ بہتر بن مسلمان تھے، اُن کا کوئی نظیر نہیں،

لہ کہ الٰہی! میں آپ کے نبی کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں، میرے شوہر کے انتقال کرنے سے مجھ پر جو مصیبت آئی ہے، مجھے اس کا ثواب دیجئے اور میرے شوہر کا نعم البدل عطاء فرمائیے۔

حِبَرَةٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جسم مطہر پر ایک یمنی دھاری دار چادر اڑھادی گئی تھی اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۰۷۸ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وُحْوَحٍ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ۔
۱۳

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیمار ہوئے، ان کی عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے اب معلوم ہو رہا ہے کہ طلحہ کا انتقال ہو جائے گا، جب ان کا انتقال ہو جائے تو تم مجھے خبر دینا (میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوں گا) اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر والوں کے سامنے زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہیئے، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۰۷۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوْا اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُخْرُجِيْ حَمِيْدَةً وَاَبْشِرِيْ بِرُوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى
۱۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آگیا ہو تو اس کے پاس فرشتے آجاتے ہیں دیکھتے ہیں کہ مرنے والا مسلمان ہے اور اس کی زندگی اکثر نیکیاں کرتے ہوئے گزری ہے تو اس سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح اپنے پاک جسم[1] سے باہر نکل آ۔ تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ[2] گل و ریحان تیرے لیے تیار ہیں (سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی

لہ توحید و رسالت کے قائل ہونے سے اور نیکیاں کرنے کی وجہ سے تیرا جسم بھی پاک تھا
۲ دنیا میں بھی تو نیک نام رہا اور فرشتوں میں بھی تیری تعریف ہو رہی ہے۔
۳ تو نے دنیا میں جو پاک زندگی بسر کی ہے اس کی وجہ سے عالم برزخ میں راحت و آرام کا سامان مہیا ہے۔ جنت میں جو تجھے ملے گا، اس کو کچھ نہ پوچھو طرح طرح کی نعمتیں

تَخْرُجَ ثُمَّ يَعْرُجُ بِهَا
إِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا
فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيَقُوْلُ
فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا
بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي
الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُدْخُلِيْ
حَمِيْدَةً وَّاَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ
وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ
غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ
لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلَى
السَّمَاءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ فَإِذَا
كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ
اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ
الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ
الْخَبِيْثِ اُخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً
وَّاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَّغَسَّاقٍ
وَّاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ
فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا
ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ
يُعْرَجُ إِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ
لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا
فَيُقَالُ فُلَانٌ لَا مَرْحَبًا
بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ كَانَتْ
فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ
اِرْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَإِنَّهَا
لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ

اور خوش ہیں اور تجھ سے ناراض نہیں ہے[1] مرنے والے
کی روح کو اس طرح کی خوش خبریاں سُنائی جاتی رہتی ہیں
اور روح (یہ خوش خبریاں سُن سُن کر بہت خوش اور
فرحان) جسم کو چھوڑ کر باہر نکل آتی ہے، پھر فرشتے اس
نیک روح کو لے کر آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں
پھر آسمان دنیا کا دروازہ کھلایا جاتا ہے تو آسمان کے
دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟
روح لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں نیک
شخص کی روح ہمارے ساتھ ہے خوش آمدید
کہتے ہیں (اور آسمان اوّل کا دروازہ کھول دیتے
ہیں، اور یہ کہتے ہیں) مرحبا! مرحبا! اے پاک روح
تو پاک جسم میں تھی[1] اور یہاں فرشتوں میں تیری تعریف
ہو رہی ہے، آ تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ
طرح طرح کی نعمتیں اور گل و ریحان تیرے لیے
تیار ہیں (اور سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ)
اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں اور تجھ سے
ناراض نہیں ہیں، ہر آسمان میں اس روح کی اسی طرح
آؤ بھگت ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ یہ نیک روح
اُس آسمان تک پہونچتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی
خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں اور جب کوئی بُرا
آدمی ہو[2] اور اس مرنے والے سے یہ کہتے ہیں کہ (کفر
اور شرک کے عقائد کی وجہ سے) تیری روح نجس تھی
اور (کفر و شرک کے اعمال کرنے کی وجہ سے جسم بھی
نجس تھا تو اے نجس روح ! نجس جسم سے باہر نکل آ
دیکھ تجھے (فرشتوں میں)، کیسا برا سمجھا جا رہا ہے اور
تیرے لیے گرم کھولتا پانی اور پیپ و لہو اور قسم قسم

---

[1] اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار رہی اسی کے صلہ میں تیری یہ عزت ہو رہی ہے۔
[2] جو نہ توحید کا قائل تھا اور نہ رسالت کا، جب اس کو سکرات شروع ہو جاتی ہے تو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں!

فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

کے عذاب تیار ہیں اسی طرح سے عذاب کی خبریں جسم سے نکلنے تک اس خبیث روح کو سنائی جاتی ہیں۔

خبیث روح اپنے جسم سے نکلنا تو نہیں چاہتی ہے زبردستی فرشتے اس کو جسم سے نکالتے ہوئے آسمان کی طرف جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے پر پہنچ کر آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں، دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کس کو تم اندر لانا چاہتے ہو، روح لے جانے والے فرشتے اس بُری روح کا نام اور پتہ بتاتے ہیں تو دربان کہتے ہیں کہ ایسی نجس اور خبیث روح کا آسمانوں میں کیا کام ہے؟ ہٹو[1]! ایسی نجس اور خبیث روح کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا، تو پھر اس کو آسمان پر سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ اپنی قبر کی طرف آجاتی ہے اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۰۸۰ ۱۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهُ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مسلمان کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اس حدیث کے راوی جو حماد ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان کی روح میں خوشبو رہتی ہے، اور مشک کی طرح سے وہ مہکتی رہتی ہے، اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمانوں میں لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی

[1] کفر وشرک کی وجہ سے یہ بدنام ہے، سب فرشتوں میں اس پر لعنت کی جارہی ہے۔

بِهٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَ اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَ ذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رِيْطَةً كَانَتْ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس پاک روح میں ماشاء اللہ کیا خوشبو ہے، اے روح! تجھ پر اور تیرے اس جسم پر کہ جس میں تو تھی، اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوئی پھر اس کے بعد فرشتے اس روح کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس پاک روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک علیین میں رکھو (تاکہ وہاں راحت و آرام پاتی رہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کافر کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے، حضرت حماد جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کافر کی روح میں (کفر و شرک کی وجہ سے) بدبو رہتی ہے کہا جائے گا کہ اس خبیث روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک سجین میں رکھو (تاکہ وہاں کے عذاب میں مبتلا رہے) (راوی کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا، آپ نے اپنی مبارک ناک پر کپڑا رکھ لیا اور حضرت ابوہریرہ بھی اسی طرح اپنی ناک پر کپڑا رکھ کر (رسول اللہ

---

۱ دنیا میں تو نے خدا کی اطاعت کرتے ہوئے کیسی اچھی زندگی بسر کی ہے،

۲ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں

۳ اور اس پر لعنت برستی رہتی ہے، اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمان دنیا کے دروازے تک لے جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی اس خبیث روح میں کفر و شرک کی وجہ سے، نعوذ باللہ کیا بدبو ہے اللہ تعالےٰ اس روح پر ایسے غضب ناک رہیں گے کہ خود کچھ ارشاد نہیں فرمائیں گے فرشتوں کے ذریعہ سے

۴ تو آپ پر کشف ہوگیا اور کافر کی روح کی بدبو آپ کو آنے لگی اس لیے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناک پر کپڑا رکھنے کو) بتلائے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔۱۲۰

۲۰۸۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرَ الْمُؤْمِنَ اَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِيْ رَاضِيَةً مَّرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى يَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِيْ جَاءَتْكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے[1] رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لئے ہوئے آکر مرنے والے کے پاس بیٹھتے ہیں اور بڑے ادب سے کہتے ہیں[2]۔ اللہ سے تو راضی اور تجھ سے اللہ راضی! تیرے لیے رحمت کے سامان مہیا ہیں، طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیار ہیں، دنیا کے مصیبت کدہ کو چھوڑ کر ان نعمتوں کی طرف چلی آ[3]! اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں، ناراض نہیں ہیں (یہ خوش خبری سن کر) جب روح جسم سے نکلتی ہے تو مشک کی طرح عجیب خوشبو اس کی روح سے نکل کر پھیلتی ہے فرشتے (بڑی تعظیم کے ساتھ) ہاتھوں ہاتھ مسلمان کی روح کو لیے ہوئے یکے بعد دیگرے آسمانوں کے دروازوں تک پہونچتے ہیں[4]، ہر آسمان کے فرشتے (اس کی روح کی خوشبو کو دیکھ کر بڑے تعجب سے) کہتے ہیں۔ ماشاء اللہ! کیا خوشبودار روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے! پھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے علیین ہیں) جہاں

---

[1] اور سکرات شروع ہو جاتی ہے تو اس وقت مسلمان کی جو عزت ہوتی ہے وہ سننے کے قابل ہے، جسم تو دیکھنے کو کفن میں لپٹا ہوا قبر میں رہتا ہے اور روح کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ

[2] اے پاک روح دنیا میں چند روز اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہی۔ آج اس کا تجھے صلہ مل رہا ہے

[3] دیکھ تیرے لیے کیا کیا آؤ بھگت کئے جارہے ہیں اور سب سے بڑی نعمت تو تیرے لیے یہ ہے کہ)

[4] آسمانوں پر اس کی جو عزت ہوتی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔)

كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَ اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ اَتَتْهُ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَّسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحِ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ)

مسلمانوں کی روحیں جمع ہیں اور اس نئی آئی ہوئی روح کو لے جاتے ہیں جیسے تم لوگوں سے ایک زمانہ کا بچھڑا ہوا شخص واپس آکر ملتا ہے، تو تم اس کی ملاقات سے کس قدر خوش اور شاداں ہوتے ہو، ویسے ہی (علیین میں جہاں مسلمان روحیں تھیں یہ نئی روح آکر ملنے سے وہ سب ایسے ہی بے حد خوش ہوتے ہیں اور اس نئی آئی ہوئی روح کو پہلے کی روحیں گھیر لیتی ہیں، اور دنیا میں جن جن کو چھوڑ کر گئے ہیں، ان سب کے احوال پوچھتے ہیں، ان ہی میں کی بعض کی روحیں کہتی ہیں نئی روح دنیا چھوڑ کر) سکرات کی تکلیف اٹھا کر آئی ہے، اس کو آرام لینے دو، پہلے کی روحیں پھر اس نئی آئی ہوئی روح سے پوچھتی ہیں، اچھا یہ تو بتاؤ کہ فلاں شخص کو ہم چھوڑ کر آئے تھے وہ کیسا ہے! یہ روح کہتی ہے وہ تو میرے پہلے ہی مر گیا ہے کیا وہ یہاں نہیں آیا، تو وہ روحیں کہتی ہیں افسوس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برزخ کے اس ہاویہ[1] میں اس کو پہنچا دیا گیا ہے، اس لیے وہ ہمارے پاس نہیں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کافر کی موت آجاتی ہے[2] عذاب کے فرشتے ٹاٹ لیے ہوئے پہنچتے ہیں تاکہ اس کی روح کو ٹاٹ میں لپیٹ کر لے جائیں، پھر فرشتے کافر کی روح سے

---

[1] بُری روحوں کو رکھنے کا جو مقام ہے جیسے دوزخ کو ہاویہ کہتے ہیں ایسے ہی برزخ میں بری روحوں کے رکھنے کی جگہ کو بھی ہاویہ کہتے ہیں۔

[2] (اور سکرات شروع ہوتی ہے تو اس کی اہانت اور ذلت کا سامان اس طرح مہیا کیا جاتا ہے کہ۔

اس طرح کہتے ہیں کچھ بھی ہو، تجھے عذاب کی طرف آنا ہی پڑے گا، آ دیکھ! اللہ تعالیٰ تجھ پر کس قدر غضب ناک ہیں (یہ سن کر) کافر کی روح چار و ناچار جسم سے نکلتی ہے اور اس وقت کافر کی روح میں مردار کی بدبو سے زیادہ بدبو ہوتی ہے زمین پر واپس لاتے ہیں (اس کی بدبو سے) فرشتے (تنگ آکر) کہتے جاتے ہیں، پھر اس کو سجین کی طرف لے جاتے ہیں، جہاں کافروں کی ارواح جمع ہیں (اور سجین میں اس کو رکھتے ہیں جہاں وہ برزخ کے عذاب میں مبتلا رہتی ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔ ۱۲

۲۰۸۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ گئے اور قبر تک پہونچے، ابھی قبر کھد کر تیار نہیں ہوئی تھی (قبر تیار ہونے کا انتظار تھا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے اور ہم بھی آپ کے اطراف (انتہائی ادب اور سکون سے بیٹھ گئے) معلوم ہو رہا تھا کہ سب کے سروں پر پرندے

۱؎ تو نے دنیا میں کفر و شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رکھا تھا، تو تیرے لیے عالم برزخ میں عذاب مہیا کیا گیا ہے اور تجھے عذاب کی طرف آنا ناگوار ہو گا۔

۲؎ پھر اس روح کو فرشتے آسمان دنیا کے دروازہ تک لے جاتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا ہے اس لیے (اس بدنصیب روح میں نعوذ باللہ، کس قدر بدبو ہے۔

۳؎ کیا کہوں اس وقت صحابہ کی کیا حالت تھی، رعب و ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، سب کے سب سر جھکائے ہوئے تھے، کوئی اِدھر اُدھر نہیں دیکھ رہا تھا، ایسے بے حس و حرکت تھے۔

كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرُ
وَ فِيْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ
بِهٖ فِي الْاَرْضِ فَرَفَعَ
رَاْسَهٗ فَقَالَ اِسْتَعِيْذُوْا
بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ
قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ
اِذَا كَانَ فِيْ اِنْقِطَاعٍ مِّنَ
الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ
الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلٰٓئِكَةٌ
مِّنَ السَّمَآءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ
كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ
مَعَهُمْ كَفَنٌ مِّنْ اَكْفَانِ
الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِّنْ
حَنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا
مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ
مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ
فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ
الطَّيِّبَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ
فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ
الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَآءِ
فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا

بیٹھے ہوئے ہیں[1] حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں بھی ایک لکڑی تھی، اور آپ اس لکڑی سے زمین کرید رہے تھے، پھر سر مبارک کو اٹھایا اور صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار فرمایا صاحبو! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو (یہ قبر کسی کے لیے جنت کی کیاری ہے تو کسی کے لیے دوزخ کا گڑھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلمان دنیا سے جا رہا ہو، اور آخرت اس کے سامنے ہو گئی ہو تو (اس کی شان اور عزت ظاہر کرنے کے لیے) آسمان سے ایسے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے نورانی ہوتے ہیں، اور جو آفتاب کی طرح چمکتے رہتے ہیں اور ان فرشتوں کے ساتھ جنت کا ریشمی کفن ہوتا ہے اور وہ جنت کی خوشبو دار چیزیں بھی لاتے ہیں (تاکہ اس کو خوشبو میں بسائیں) پھر یہ فرشتے کسی قدر فاصلہ سے اس کے قریب بیٹھ جاتے ہیں[2] پھر ملک الموت اس مرنے والے کے سرہانے آکر بیٹھتے ہیں، اور کہتے ہیں، اے پاک روح (دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار رہی) اب نکل آ (دیکھ اس کا صلہ تجھے یہ ملتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہیں (اور طرح طرح کی نعمتیں تیرے لیے تیار ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرما دی ہے[3] روح خوش خوش جسم سے ایسے

[1] پرندے کی عادت ہے کہ وہ متحرک چیز پر نہیں بیٹھتا ہے۔ صحابہ بھی ایسے ہی بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے، صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت مبارک کیا کہوں! آپ معلوم ہوتا تھا کہ آپ انتہا درجہ کی فکر میں ہیں، جیسے متفکر شخص زمین کریدتا ہے ایسے ہی

[2] اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں [3] جب سکرات شروع ہوئی تھی تو اس وقت سکرات کی تکلیف اور شدت رہی تاکہ روح پاک وصاف ہو جائے، پھر ملک الموت سے یہ خوش خبری سُنکر

لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ
طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى
يَأْخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا
فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ
ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ وَيَخْرُجُ
مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ
مِسْكٍ مَّا وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ
الْأَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ
بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ
بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
إِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ
الطَّيِّبُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ
ابْنُ فُلَانٍ بِأَحْسَنِ
أَسْمَآئِهِ الَّتِيْ كَانُوْا
يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا
حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا إِلَى السَّمَآءِ
الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ
لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ
مِنْ كُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْهَا
إِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا
حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ
السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ
فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَأَعِيْدُوْهُ إِلَى
الْأَرْضِ فَإِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ
وَفِيْهَا أُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا
أُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ
فِيْ جَسَدِهٖ فَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ
فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ

جلد نکلتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کا قطرہ آسانی سے نکلتا ہے، جسم سے نکلی ہوئی یہ روح ملک الموت کے ہاتھ میں بہت دیر تک نہیں رہتی ہے، آسمان سے آئے ہوئے فرشتے پلک جھپکنے تک اس روح کو لے کر (نہایت ادب سے) جنت کا کفن پہناتے ہیں اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں، پھر اس روح سے ایسی خوشبو مہکتی ہے کہ زمین پر تو ایسی خوشبو کبھی نہیں پائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر فرشتے اس روح کو لیے ہوئے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کی جس جماعت پر سے اس روح کو لے کر یہ فرشتے گزرتے ہیں تو وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس شخص کی پاک روح ہے تو ساتھ والے فرشتے جواب دیتے ہیں اور جس نام اور جس صفت سے دنیا میں یہ تعظیم سے پکارا جاتا تھا اس نام اور اس صفت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں پھر روح کو لے جانے والے فرشتے اس روح کو لیے ہوئے آسمانِ دنیا تک پہونچتے ہیں، اور اس روح کے لیے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو آسمان دنیا کے دروازے کے دربان اس دنیا سے آئی ہوئی روح اور اس کے ساتھ والے فرشتوں کے لیے دروازہ کھول دیتے ہیں (اسی عزت کے ساتھ) اس کو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہونچاتے ہیں، ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جلو میں چلتے ہیں۔ (تاکہ اس کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا رہے) اسی طرح سارے آسمانوں سے گزرتے ہوئے اس روح کو ساتویں آسمان تک پہونچاتے

مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ
فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا
الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ
فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ
وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُوْلُ
قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ
بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِيْ
مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ
صَدَقَ عَبْدِيْ فَافْرُشُوْهُ
مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ
مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ
بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ
فَيَاْتِيْهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَ
طِيْبِهَا فَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ
قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ قَالَ

ہیں[1] ارشاد ہوتا ہے اس (فرماں بردار مسلمان) کی روح کو علیین میں لے جاؤ۔ علیین میں ان کا نامۂ اعمال رکھو، اور اس روح کا اصلی مقام علیین کو بناؤ اور اس روح کا تعلق قبر سے اور اس کے جسم سے (ایسا) رکھو کہ میں نے انسان کو خاک سے پیدا کیا ہے، اور انسان کے جسم کو اگرچہ خاک میں ملایا ہے پھر خاک ہی سے قیامت کے دن اس کو اٹھاؤں گا[3] اس کے خاکی جسم کے ساتھ روح کا تعلق رکھو[4] جب اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہو جائے گی اور خاکی جسم سے روح کا تعلق ہو جائے گا تو منکر و نکیر دو فرشتے اس کو آکر بٹھائیں گے اور اس سے دریافت کریں گے مَنْ رَّبُّكَ؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا رب کون ہے، تو وہ کہے گا میرا رب تعالیٰ ہے اس کے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے پھر منکر و نکیر دریافت کریں گے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ (تم کس دین پر رہے ہو تو) یہ کہے گا کہ اللہ کا دین یعنی اسلام میرا دین تھا اور میں اسلام پر رہا تھا پھر اس کی قبر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف تک ایک راستہ ہو جائے گا

۱؎ ساتویں آسمان میں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں، اُن تجلیات سے)

۲؎ جیسے آفتاب آسمانوں میں ہے اور اس کا تعلق زمین سے اس طرح ہے کہ زمین پر روشنی اور گرمی پہنچاتا ہے یا یوں سمجھئے کہ سونے والے کی روح جسم میں ہے اور ہر جگہ سیر کر آتی ہے، ایسے ہی مسلمان کی روح رہتی تو علیین میں ہے مگر اس کا تعلق قبر سے اور جسم سے ایسا ہوتا ہے کہ قبر پر آنے والے کو یہ روح پہچان لیتی ہے، قبر سے اور جسم سے ایسا تعلق اس لیے رکھو

۳؎ کیونکہ جب میں نے انسان کو خاک سے پیدا کر کے اس کی روح کا تعلق خاک سے رکھ کر اس کو چلتا پھرتا انسان بنایا تھا اور جیسا کہ قیامت میں اس کی روح کا خاکی جسم سے تعلق رکھ کر اس کو میدان قیامت میں لا کھڑا کروں گا، ایسا ہی قبر میں بھی

۴؎ تاکہ قبر پر آنے والوں کو پہچان سکے اور منکر و نکیر جب آئیں تو ان کو جواب دے سکے

وَ يَأْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهِ يُجِيْءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِيْ اِنْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلٰٓئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ

پھر اس سے منکر و نکیر دریافت کریں گے اچھا کہو یہ صاحب کون ہیں، کیا یہ وہی ہیں جو تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے[1] وہ کہے گا یہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یہی میرے رسول اور نبی ہیں، پھر منکر و نکیر اس سے دریافت کریں گے کیسے تم کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی ہیں؟ تو مسلمان مردہ جواب دے گا ہم مسلمانوں کو قرآن دیا گیا[2] اس سے میں نے پڑھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی بشر کا کلام نہیں، اور قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نبی کہا گیا ہے اس نقلی دلیل سے) میں سمجھا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقیناً نبی اور رسول ہیں[3] پھر اس طرح ندا کی جائے گی کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کا صلہ اس کو دیا جائے (کہ عالم برزخ میں جہاں اس کا مقام ہے) وہاں جنت کا اس کے لیے فرش بچھایا جائے اور اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے کہ وہ جنت میں جانے سے پہلے جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھاتا رہے

[1] تو اس شخص پر نور ایمان سے واضح ہو جائے گا اور[2] عرروحی فداہ! میری جان آپ پر سے قربان[3] آفتاب آمد، دلیل آفتاب آفتاب کے ہونے پر خود آفتاب دلیل ہے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نبی اور رسول ہونا آفتاب کی طرح بالکل واضح اور ظاہر ہے، اور رسول اللہ اور نبیوں کے نبی ہونے پر جو پاکیزہ اوصاف دلیل تھے وہ سب پاکیزہ اوصاف حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پائے گئے۔ اس عقلی دلیل سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو رسول اور نبی ہیں اور پیغمبروں کو معجزات دیئے گئے کسی کو دو۔ اور کسی کو چار حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر نبی کو نو معجزات دئے گئے تھے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساڑھے چار ہزار معجزے دیئے گئے تھے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رسول اور نبی ہونے پر نقلی دلیل بھی ہے[4] اور بہت تاکید سے فرمایا گیا کہ اگر کسی سے ہو سکے تو اس کی چھوٹی سورۃ کے جیسا بنا کر لاؤ۔ باوجود عرب فصیح اور بلیغ ہونے قرآن کی چھوٹی سورہ کے جیسی بنانے سے عاجز ہو گئے کوئی نہ بنا سکا)

ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقَ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَأْخُذُهَا وَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَآئِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ

اور جنت کی طرف سے اس کے لیے ایک دروازہ کھولا جائے (تاکہ وہ جنت میں اپنے مقام کو دیکھ کر بے حد مسرور رہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جنت کی طرف سے دروازہ کھلنے سے جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو اس کو آتی رہے گی، جس سے یہ بے حد محظوظ ہوتا رہے گا۔ تنگی مقام بھی ایک قسم کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے) مسلمان مردے کے لیے (جب ہر طرح کا قبر میں آرام اور راحت جمع کر دی گئی ہے تو جہاں تک) اس کی نگاہ پہونچتی ہے، قبر میں (وہاں تک) اس کا مقام وسیع کر دیا جاتا ہے[2]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان مردہ پھر کیا دیکھتا ہے کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے، کیا کہوں اس کا چہرہ کیسا ہوتا ہے، ایسا حسین کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور اس کا لباس بھی نہایت پاکیزہ اور صاف وستھرا ہے گا۔ اور اس لباس سے نہایت خوشبو مہک رہی ہوگی۔ ایسا شخص آکر مسلمان بندہ سے کہے گا۔ تم کو خوش خبری دیتا ہوں کہ تمہارے لیے ہر قسم کی راحت اور نعمت تیار ہے جس سے تم نہایت مسرور ہوگے۔ کچھ تم کو خبر بھی ہے۔ یہ وہی دن ہے جس کی تم کو دنیا میں خبر دے گئی تھی مسلمان مردہ اس آنے والے خوب صورت شخص سے پوچھے گا۔

---

۱ جب مسلمان مردہ یہ کہہ چکے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اس طرح قدر افزائی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

۲ تاکہ وسعت مقام کی وجہ سے وہ راحت حاصل کرتا رہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ طَرْحًا ثُمَّ قَرَءَ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ

صاحب! تم کون ہو! کیا چہرہ ہے تمہارا! جس سے بے حد مسرت حاصل ہو رہی ہے تم کو دیکھنے ہی سے طرح طرح کے خیر و برکات حاصل ہو رہے ہیں وہ خوب صورت شخص جواب دے گا۔ (تم مجھے نہیں پہچانتے؟) میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس صورت میں متمثل ہو کر آیا ہوں تاکہ تم کو خوش خبری دوں) مسلمان مردہ جب سنے گا کہ یہ خود اس کے ہی نیک عمل ہیں[1] دعا کرے گا، الٰہی! جلدی قیامت قائم کیجئے۔ تاکہ مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ جنت ملے، اور مجھے میرے اہل یعنی حور و غلمان ملیں اور مال یعنی جنت کے راحت و آرام کا سامان ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کافر کے لیے دنیا چھوڑنے کا اور آخرت کی طرف چلنے کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے (عذاب کے) فرشتے آتے ہیں، ان کے سیاہ چہروں سے ہیبت اور خوف طاری ہوتا ہے اور یہ اپنے ساتھ ٹاٹ لیتے ہوئے آتے ہیں[2] اسی لیے آکر وہ دور بیٹھے رہتے ہیں (اور اس کی روح نکلنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں) پھر ملک الموت آجاتے ہیں اور اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ کہتے ہیں[3] اپنے جسم سے نکل (اے نجس روح) (دیکھ

---

[1] تو اس کو ایک امید بندھے گی اور اس کو یاد آجائے گا کہ نیک اعمال سے جنت ملتی ہے، میرے نیک اعمال جب ایسے ہیں تو اب مجھے امید ہو رہی ہے جنت ملنے کی اس لیے
[2] اس مرنے والے کافر پر اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک رہتے ہیں۔ اس لیے فرشتوں کو اس سے نفرت رہتی ہے اور
[3] کہ تو کفر و شرک کر کے دنیا میں کتنی بری زندگی گذار چکا اس کے اثر سے تیری روح نجس ہو گئی ہے اب

هَاهْ لَا اَدْرِیْ فَيُنَادِیْ
مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ
كَذَبَ فَافْرِشُوْهُ مِنَ
النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا
اِلَى النَّارِ فَيَاْتِيْهِ مِنْ
حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ
عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ
فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَاْتِيْهِ
رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ
قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ
الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ
بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ هٰذَا
يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ
تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ
فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ
بِالشَّرِّ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ
الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَا
تُقِمِ السَّاعَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ
نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ اِذَا
خَرَجَ رُوْحُهٗ صَلّٰى عَلَيْهِ
كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ
فِي السَّمَآءِ وَفُتِحَتْ لَهٗ
اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَيْسَ
مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ

کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر کس قدر غضب ناک ہے[1] ملک الموت اس روح کو جسم سے بہت سختی کے ساتھ اس طرح کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کانٹے دار چیز کو تر کپڑے سے نکالا جائے تو کپڑا تار تار ہو جاتا ہے[2]، جو فرشتے روح نکلنے کے منتظر تھے وہ ملک الموت کے ہاتھ میں اس روح کو ایک پلک مارنے کے برابر (تھوڑی دیر) بھی نہیں رہنے دیتے ہیں فوراً ملک الموت کے ہاتھ سے لے کر (ذلت واہانت ظاہر کرنے کے لیے) ٹاٹ میں لپیٹتے ہیں، اس وقت اس روح سے ایسی بدبو پھیلتی ہے جیسے سڑے ہوئے مردار سے بدبو نکل کر دماغ کو پریشان کر دیتی ہے روئے زمین پر ایسی بدبو کسی میں نہیں ہوگی۔ جیسے بدبو اس روح میں ہوتی ہے اس بدبودار روح کو لیے ہوئے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں۔ زمین و آسمان کے بیچ میں جہاں جہاں فرشتوں کی جماعت ملتی ہے، اس نجس روح کی بدبو سے متاثر ہو کر یہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے؟ تو ساتھ والے فرشتے اس کافر کا نام بہت بری صفت کے ساتھ اس طرح لیتے ہیں جیسے دنیا

لہ اس بری خبر کے سننے سے روح کو جسم سے نکلنا بہت ناگوار ہوتا ہے، وہ جسم سے نکلنا نہیں چاہتی ہے اور جسم میں چھپتی پھرتی ہے تو۔

ٹہ ایسے ہی روح کو سختی کے ساتھ نکالنے کی وجہ سے جسم کو ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے

يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ يَّعْرُجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَ تَنْزِعَ نَفْسَهٗ يَعْنِي الْكَافِرُ مَعَ الْعُرُوْقِ فَيَلْعَنُهٗ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ وَ تُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَّا يَعْرُجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤُدَ فِيْ سُنَنِهٖ وَالْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ الطَّيَالِسِيُّ وَعَبْدٌ فِيْ مُسْنَدَيْهِمَا وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ فِي الزُّهْدِ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَغَيْرُهٗ مِنْ طُرُقٍ صَحِيْحَةٍ وَقَالَ مِيْرَكُ حَدِيْثُ اَحْمَدَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ہیں کسی بُرے آدمی کا ذکر لوگ بُری صفت سے کرتے ہیں۔ اور فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے (کہ جس نے اپنی ساری عمر کفر و شرک میں گزاری ہے) اس ذلت اور اہانت کے ساتھ) یہ روح ہر مقام سے گزرتی ہوئی آسمان دنیا تک پہونچائی جاتی ہے آسمان دنیا کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے مگر آسمان کے دروازے کے دربان دروازہ نہیں کھولتے ہیں[1]، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماکر اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائے۔

کفار کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ کفار کا جنت میں جانا ایسے ہی محال ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا (نہ تو اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گزر سکتا ہے، اور نہ کفار جنت میں داخل ہو سکتے ہیں)

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ اس خبیث کا نامۂ اعمال سجّین میں رکھو اور سجّین ہی کو اس خبیث روح کا مقام بناؤ جو زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں ہے (تاکہ وہ وہاں طرح طرح کے عذاب بھگتتی رہے) اس حکم کی تعمیل میں آسمان کے دروازے کے پاس سے اس کافر کی روح کو نہایت ذلت کے ساتھ زمین کی طرف پھینک دیا جائے گا[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماکر اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

---

[1] یہ اس روح کی انتہائی ذلت اور اہانت کا سبب ہوتا ہے۔
[2] اور سجّین ہی اس کا اصلی مقام بناکر اس کافر کی روح کا تعلق قبر سے یا اس کے جسم کے کسی حصہ سے جہاں کہیں ہو کر دو تاکہ منکر نکیر اس سے سوال کر سکیں

شرک بہت بڑی بلا ہے، آسمان کا دروازہ مشرک کے لیے نہ کھلنا کیا کم ذلت ہے، پھر زمین کی طرف پھینک دیا جانا، اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی۔ راستہ میں جا گرنا اور وہاں طرح طرح کی ایذاء اٹھاتے رہنا یہ انتہائی ذلت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ اس کافر کی روح کا تعلق اس کے جسد سے یا جسم کے کسی حصہ سے کر دیا جائے گا، پھر منکر نکیر اس کے پاس موجود ہوں گے اور بٹھا کر سوال کریں گے بتا تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کافر کہے گا میں نہیں جانتا کہ رب کون ہے![1] پھر منکر و نکیر دریافت کریں گے، اچھا یہ بتا کہ تیرا دین کیا تھا[2]، کافر مردہ کہے گا، مجھے نہیں معلوم کہ میرا دین کیا تھا، پھر منکر و نکیر دریافت کریں گے کہ تو نے دنیا میں سنا ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رسول بن کر تشریف لائے تھے، ان کی نسبت تیرا کیا خیال تھا[3]۔ کہے گا، میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے! یہ جواب ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پکارے گا کہ اس خبیث کافر کو دنیا میں سب کچھ معلوم تھا جھٹلاتا ہی رہا۔ اب بھی باوجود معلوم ہونے کے جھوٹ کہہ رہا ہے۔ اس جھوٹ کے لیے آگ کا بچھونا بچھا دو تاکہ اس کو ایک آن بھی آرام

---

[1] حیران ہوگا کہ کیا جواب دوں۔ جب تک میں دنیا میں رہا، مسلمان جس ذات مبارک کو رب مانتے تھے، میں ان کو جھٹلاتا رہا۔ اب میں کس کو رب کہوں! یہاں بھی اسی طرح کہتا ہوں۔

[2] تو یہ کافر مردہ سمجھے گا میرا دین تو کفر و شرک سے بھرا ہوا تھا، اگر میں اپنے دین کا نام لوں تو اپنے آپ کو اپنی زبان سے مجرم ٹھہرانا پڑے گا اس لیے۔

[3] تو کافر مردہ خیال کرے گا کہ عالم برزخ میں تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بول بالا ہے اگر میں ان کی رسالت کا انکار کر دوں تو اپنے منہ سے آپ ملزم ٹھہرتا ہوں اس لیے۔

نہ ملے) اور دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ دروازہ کھلنے سے ناقابلِ برداشت حرارت اور دوزخ کی آگ کی لو (دوزخ کی بدبو) اس کو پہنچتی رہے گی پھر اس کافر کی قبر ایسی تنگ کی جائے گی کہ جس کے دبوچنے سے کافر کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جائیں گی، پھر کافر کیا دیکھے گا کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے نہایت بدشکل، کپڑے بھی اس کے (اس کی صورت کے جیسے) بدنما ہیں اور بدبو اس سے اس قدر آرہی ہوگی (کہ جس سے دماغ پھٹا جارہا ہو) ایسا بدشکل شخص آکر کافر مردہ سے کہے گا، طرح طرح کے عذاب کی تجھے خبر دی جاتی ہے (دنیا میں) جس دن سے تجھے ڈرایا جاتا تھا (اور جس کا تو انکار کرتا تھا) دیکھ! آج یہ وہی دن ہے، کافر مردہ کہے گا تو کون ہے! تیری کیا منحوس صورت ہے کہ تیری صورت دیکھنا ہی عذاب معلوم ہوتا ہے! تو وہ بدشکل آنے والا کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا، میں تیرا بُرا اعمال ہوں وہ کافر کہے گا خدا کرے کہ قیامت نہ آئے (تاکہ بُرے اعمال کے بدلہ میں دوزخ میں جانا نہ پڑے) ایک روایت تو یہاں ختم ہوئی۔

اور دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے، اور دوسری

لہ تاکہ وہ دوزخ میں اپنا مقام دیکھتا رہے اور یہ بھی اس کے لیے تکلیف کا باعث ہوتا رہے اور دوزخ کی طرف سے

ٹہ تاکہ قبر کے عذاب پر یہ عذاب زیادہ ہو جائے

ٹہ کافر کے لیے بجائے خود یہ بھی ایک عذاب ہوگا

ٹہ کہ میں خود عذاب میں ہوں تو اور عذاب کی خبر دینے آیا ہے

ٹہ کم بخت تونے دنیا میں کیا کیا کفر و شرک کئے ہیں، اگر کوئی کہتا کہ تجھے یہ دن دیکھنا ہوگا تو تو اس کو مذاق میں اڑاتا رہا، کبھی اس کو غصہ سے جھڑکتا رہا۔ کافر مردہ سمجھے گا کہ میرے اعمال مجھے دکھائے گئے ہیں بُرے اعمال سے دوزخ ملتی ہے۔

روایت میں اس طرح زیادہ ہے کہ جب مسلمان کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان میں جو ملائکہ ہیں وہ سب اس مسلمان مردہ کے لیے رحمت نازل ہونے کی دعا کرتے ہیں[1] آسمانوں کے دروازے[2] کھلنے جاتے ہیں (اور مسلمان کی روح تمام آسمانوں سے گزر جاتی ہے) (اس مسلمان کی روح کو فرشتے ایسی متبرک سمجھتے ہیں کہ) ہر آسمان کے دروازوں کے فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اس متبرک روح کو ہمارے دروازہ سے گزاریئے (تاکہ ہم اس روح سے برکت حاصل کریں) اور کافر مردہ کی روح کو فرشتے (اس سختی کے ساتھ اس کی روح کو کھینچیں گے کہ جسم کی رگیں تار تار ہو جائیں گی جب اس سختی سے روح نکالی جاتی ہے تو زمین اور آسمان کے درمیان میں جو فرشتے ہیں وہ سب اس کافر کی روح پر لعنت بھیجتے ہیں اور آسمان دنیا کے ہر دروازہ کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! اس خبیث روح کو ہمارے پاس سے نہ گزاریئے[3] اس کے لیے آسمان دنیا کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس کی روایت امام احمد نے کی ہے، اور اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں اور طیالسی نے اپنی مسند میں اور عبید بن حمید نے اپنی مسند میں اور ہناد بن السری نے کتاب الزہد

---

[1] جیسے جیسے مسلمان کی روح آسمانوں کی طرف چڑھتی جاتی ہے

[2] اس کی شان و شوکت دکھانے کے لیے جلدی جلدی

[3] عالم ملکوت سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا۔ دنیا ہی میں رات دن پھنسی ہوئی تھی تو اس کو دنیا چھوڑنا بڑا دشوار ہوگا۔ اس لیے روح تو جسم میں رہنا چاہیئے گی اور فرشتے اس کو کھینچنا چاہیں گے اس کشاکشی میں

[4] تاکہ اس کی خباثت ہم پر اثر نہ کرے، فرشتوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور

ہیں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے صحیح طرق سے اس کی روایت کی ہے، اور میرک نے کہا ہے کہ امام احمد کی حدیث حسن ہے۔

روح انسانی عالم ملکوت کی رہنے والی مثل فرشتوں کے ہے۔ جیسے فرشتے ایک ہی وقت میں کئی جگہ دکھائی دے سکتا ہیں، اور جیسے ملک الموت ہر مرنے والے کے پاس دکھائی دیتے ہیں، ایسا ہی روح انسانی بھی کئی جگہ دکھائی دے سکتی ہے مگر جب جسم انسانی میں روح مقید ہوتی ہے، تو اس سے یہ صفت نکل جاتی ہے کئی جگہ نظر نہیں آسکتی مگر اولیاء اللہ کے جسم میں جو روح ہوتی ہے اس روح میں اس کی اصلی صفت پائی جاتی ہے کہ باوجود جسم میں ہونے کے ایک وقت میں کئی جگہ نظر آسکتی ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ہی وقت میں سات دعوتوں میں نظر آئے، جسم سے نکلنے کے بعد روح میں اس کی اصلی صفت لوٹ آتی ہے، کچھ اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں، بلکہ ہر مسلمان کی روح ایک وقت میں کئی جگہ رہ سکتی ہے، اسی لیے روح کا اصلی مقام علیین ہے، قبر سے بھی اس کا تعلق رہتا ہے، قبر پر آنے والوں کو پہچانتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ اس جسم خاکی کے ساتھ روح جنت میں نہیں جا سکتی، ہاں! قیامت کے بعد جسم خاکی میں ہو کر روح جنت میں داخل ہو گی۔ بغیر جسم خاکی کے اب بھی روح جنت میں جا سکتی ہے۔ جیسے اس حدیث میں۔

۲۰۸۳/۱۸ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعَلَّقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان کی روح پرندے کے خول میں بیٹھ کر جنت میں سیر کرے گی، اور وہاں میوہ خوری کرے گی (علیین میں بھی رہے گی، اور قبر سے بھی اس کا تعلق رہے گا) پھر جب قیامت قائم ہو گی تو یہی روح انسانی جسم خاکی میں ہو کر جسم خاکی کے ساتھ جنت میں جائے گی۔ اس کی روایت امام مالک اور نسائی نے کی ہے، اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کتاب البعث والنشور میں کی ہے۔

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ اس باب میں میت کو غسل دینے کا اور کفن پہنانے کا بیان ہے۔

جب قبر تیار ہو گئی ہو، اور کفن آ گیا ہو تو پہلے کسی تخت یا کسی بڑے تختہ کو لوبان یا اگربتی وغیرہ خوشبودار چیز کی دھونی دیدو، تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مردہ کو اس پر لٹا دو، اور کرتہ چاک کر کے نکال لو، اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر گھٹنے کے پیچھے تک ڈال دو، اس لیے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کا حصہ چاہے مردہ کا ہو یا زندہ دیکھنا حرام ہے۔ اور پائجامہ وغیرہ اس طرح نکال لو کہ ناف سے گھٹنے تک ڈالا ہوا کپڑا سرک نہ سکے، اگر نہلانے کی کوئی الگ جگہ ہے کہ وہاں سے پانی بہہ کر باہر نکل جاوے گا تو خیر، ورنہ تخت کے نیچے گڑھا کھدوالو کہ سارا پانی اسی میں جمع رہے۔ اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس سے صرف غرض یہ ہے کہ پانی کے پھیلنے سے آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مُردہ کے پیشاب اور پاخانہ کی جگہ اس طرح دھولو کہ رانوں اور پیشاب پاخانہ کی جگہ اپنا ہاتھ نہ لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ پر کوئی کپڑا لپیٹ لو، اور جو کپڑا میت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک پڑا ہے۔ اس کے اندر کپڑا لپٹا ہوا اپنا ہاتھ ڈال کر دھودو، پھر اس کو وضوء کرادو، لیکن نہ کلی کراؤ نہ ناک میں پانی ڈالو، اور نہ پہنچوں تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ صرف وضوء کے فرائض ادا کرو، یعنی پورا چہرہ دھلاؤ، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت، پھر سر کا مسح کراؤ، پھر دونوں پاؤں دھلا دو، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مردہ کو بجائے کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے کے مردہ کو غسل دینے والا شخص باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرتا جائے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑے سے لپٹی ہوئی انگلی پھیرے تو یہ جائز ہے ضروری نہیں ہے، اور اگر مردہ کو نہانے کی ضرورت تھی، یا مُردہ حیض ونفاس کی حالت میں مر جائے تو غسل دینے والے کو باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرنا چاہیئے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی پھیرے اور یہ ضروری ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا جو جنابت اور حیض ونفاس کے غسل میں فرض ہے، یہ فرض تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی دانتوں اور مسوڑوں پر اور ناک میں پھیرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وضو کرانے کے بعد مردہ کے منہ ناک اور کانوں میں روئی بھر دو تاکہ نہلانے وقت ناک، منھ اور کانوں میں پانی نہ جائے، پھر مردہ کے سر کو گل خیرو سے یا کسی اور چیز جیسے صابن سے مل کر سر کو دھو دو، پھر مردہ کو بائیں

کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا ہوا نیم گرم پانی تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو، یہاں تک کہ پانی بائیں کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے وہاں تک پہنچ جائے، پھر مردہ کو سیدھی کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پاؤں تک اتنا پانی ڈالو یہاں تک کہ پانی سیدھی کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے، پہنچ جائے اس کے بعد مردہ کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ۔ اگر کچھ پاخانہ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھو ڈالو، پاخانہ نکلنے سے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا، وضوء اور غسل نہ دہراؤ۔ اس لیے کہ پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے کسی چیز کے نکلنے سے زندوں کا وضوء یا غسل ٹوٹتا ہے مردہ کا نہیں ٹوٹتا، پھر مردہ کو دوبارہ بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور کافور ملایا ہوا نیم گرم پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالو، مردہ پر تین دفعہ پانی ڈالنے کا جو ذکر آیا ہے وہ مسنون طریقہ ہے، صرف ایک دفعہ پانی ڈالنا واجب ہے، اگر تین دفعہ پانی ڈالنے سے بھی طہارت پوری نہ ہو تو پانچ دفعہ پانی ڈال سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو سات دفعہ تک بھی پانی مردہ پر ڈال سکتے ہیں، سات دفعہ سے زیادہ پانی کا ڈالنا جائز نہیں ہے، پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ دو۔

جب مردہ کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو، اور مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر سجدہ کے وقت جو اعضاء زمین پر ٹکتے ہیں، یعنی پیشانی، ناک، دونوں، ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ان سب پر کافور مل دو، اور جو لوگ کفن میں عطر کا پھایا کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے۔ جتنا شرع میں آیا ہے، اس سے زائد مت کرو اور بالوں میں کنگھی مت کرو۔ اور ناخن بھی نہ کترو، اور کہیں کے بال بھی نہ نکالو، سب اسی طرح رہنے دو، بہتر یہ ہے کہ مردہ کے قریبی رشتہ دار مردہ کو نہلائیں، اگر وہ نہ نہلا سکیں تو کوئی دین دار نہلائے، اگر نہلاتے وقت مردہ میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے، اگر خدانخواستہ مردہ کا چہرہ بگڑ گیا ہو، اور کالا ہو گیا ہو تو یہ بھی نہ کہے۔ اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے، یہ سب ناجائز ہے۔ عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، عمدۃ الرعایہ، ملتقی اور مرقات۔

مردہ کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ ایک[1] ازار، دوسرے[2] قمیص یعنی کفنی، تیسرے لفافہ یعنی چادر ازار سے مراد وہ چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پاؤں تک ہو، اور لفافہ سے مراد بھی ایسی چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پاؤں تک لمبی ہو لیکن لفافہ ازار سے سر اور پاؤں دونوں جانب اس قدر زیادہ طویل ہو کر ہر دو جانب دھجی سے باندھ دیا جا سکے اور قمیص یعنی کفنی جو بغیر کلی اور آستین کے ہوتی ہے، اور جو مردہ کے کندھے سے لے کر اس کے قدم تک لمبی ہوا کرتی ہے، اس کفنی کے سامنے والا حصہ سینہ سے لے کر قدم تک پہنچتا ہے اس کفنی کے بیچ میں سے اتنا حصہ چاک کر دو کہ جس میں سے مردہ کا سر باہر نکل سکے۔

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ تین کپڑے تو وہی ہیں جن کا ذکر اوپر مرد کے لیے ہو چکا ہے، یعنی ازار، قمیص یعنی کفنی اور لفافہ اس کے علاوہ عورت کے لیے دو اور کپڑے زیادہ ہیں، سینہ بند اور سربند یعنی اوڑھنی، سینہ بند وہ کپڑا ہے جو بغل کے نیچے سے لے کر رانوں تک پہنچتا ہے جس میں پستان، پیٹ اور پیٹھ لپیٹی جاتی ہے، اور سر بند وہ کپڑا ہے جو تین ہاتھ لمبا ہو، جو سر پر سے ہوتے ہوئے سینہ پر ڈالا جاتا ہے۔

جب مردہ کو غسل دے چکو اور اس کا جسم کسی کپڑے سے پونچھ دو تو مردہ کے ستر پر سے بھیگا تہہ بند نکال کر ایک دوسرا سوکھا تہہ بند لپیٹ دو، اور مردہ کو تختہ سے آہستہ اٹھا کر اس تختہ پر لٹا دو، جس پر کفن پہلے ہی سے بچھا دیا گیا ہو، کفن بچھانے کے لیے پہلے کفن کو تین یا پانچ دفعہ لوبان یا عود سے دھونی دید و، کفن بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کو لٹانے سے پہلے تخت پر اول لفافہ بچھا دو، پھر ازار، اور ازار کے اوپر کفنی کا نچلا حصہ بچھا کر کفنی کے بالائی حصہ کو سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، اس کے بعد مردہ کو تختہ سے اٹھا کر کفن بچھے ہوئے تخت پر لٹاؤ اور کفنی کے بالائی حصہ کو جس کو چاک کر کے سر کی طرف لپیٹ کر رکھا گیا ہے، اس کو کھول کر سرہانے کی طرف سے اس طرح گلے میں ڈالو کہ کفنی پیروں تک آجائے اور مردہ کا سر کفنی کے چاک کئے ہوئے حصہ سے باہر نکل جائے اور مردہ کے ستر کو ڈھانکنے کے لیے جو دوسرا سوکھا تہہ بند ڈالا گیا تھا، اس کو اب اس طرح نکال دو کہ ستر کھلنے نہ پائے۔ اس کے بعد ازار کا بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو، اور ازار کا سیدھا کنارہ مردہ کے بائیں طرف ڈال دو، تاکہ سیدھا کنارہ اوپر آجائے۔ ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو، اور لفافہ کا سیدھا کنارہ بائیں طرف ڈال دو، اور تین دھجیاں لو، ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زائد ہے، اس پر باندھ دو، اور دوسری دھجی سے پیروں کی طرف جو لفافہ زائد ہے، اس کو باندھ دو، اور تیسری دھجی کمر پر باندھ دو، تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھا دو، پھر ازار، اس کے اوپر قمیص، پھر مردے کو اس کے اوپر لے جا کر رکھو، پہلے مردہ کو قمیص اس طرح پہناؤ کہ قمیص کے چاک کئے ہوئے حصہ سے سر باہر آجائے اور قمیص کے اوپر کا حصہ قدموں تک چلا جائے۔ اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصہ کر کے سینہ پر اس طرح ڈالو کہ ایک حصہ سینہ کے دائیں طرف اور دوسرا حصہ سینہ کے بائیں طرف آجائے، اس کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈالو۔ اور سر بند کو نہ تو لپیٹو اور نہ باندھو پھر سینہ بند قمیص کے اوپر سے لپیٹ دو، پھر ازار کا بایاں کنارہ لے کر مردہ کے سیدھے طرف ڈالو، اور ازار کا سیدھا کنارہ لے کر مردہ کے بائیں طرف ڈالو، تاکہ سیدھا کنارہ اوپر کی طرف آجائے ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردے کے سیدھے طرف ڈالو، اور لفافہ کا سیدھا کنارہ مردہ

کے بائیں طرف ڈالو۔ اور زمین دھجیاں لو۔ ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زائد ہے اس کو باندھ دو، اور دوسری دھجی سے پاؤں کی طرف جو لفافہ زائد ہے اس کو باندھو۔ اور تیسری دھجی کمر پر باندھ دو، تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

۲۰۴۳ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّ سِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِى الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَّابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا رَاَتْ اِمْرَاَةً يُكَدُّوْنَ رَاْسَهَا بِمُشْطٍ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ وَرَوٰى اِمَامُنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْهَا اَنَّهَا رَاَتْ مَيِّتًا يُسَرَّحُ رَاْسُهٗ فَقَالَتْ عَلٰى مَا تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ۔

ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہوگیا، ہم چند عورتیں ان کو غسل دے رہی تھیں۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو تین بار یا پانچ بار اور مناسب سمجھو تو زیادہ سے زیادہ (سات بار) بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی سے غسل دینا اور آخری مرتبہ کافور ملے ہوئے پانی سے نہلانا، جب تم غسل دیتے سے فارغ ہوجاؤ تو غسل سے فارغ ہونے کی مجھے اطلاع دینا (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرکے) غسل سے فارغ ہونے کی، ہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کردی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک کر فرمایا کہ[1] میرے اس تہبند کو ازارلہ کے طور پر استعمال کرو[2] اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں اور اس کے سر میں کنگھی کر رہی تھیں تو ام المومنین نے ان عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ تم اس مردہ کو

[1] عورتوں کے کفن کے پانچ کپڑے ہوتے ہیں، جن میں سے ایک ازار بھی ہوتی ہے۔
[2] تاکہ میرا یہ تہبند ان کے جسم کو لگا ہوا رہے، اور اس کی برکت شامل حال رہے۔ بزرگوں کی عادت ہے کہ ایک داوتی دیتے ہیں کہ اس کو رکھ چھوڑیں اور کفن میں اس کا استعمال کریں، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فعل سے ماخوذ ہے۔ اس لیے مریدنیوں کو داوتی دینا درست ہے

جو کنگھی کر رہی ہو۔ اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں، اور اس کے سر میں کنگھی کر رہی تھیں توام المومنین نے ان عورتوں سے ارشاد فرمائیں کہ تم اس عورت کو کیوں کنگھی کر رہی ہو، تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا۔

ف: ان دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے۔ اس لیے کہ بالوں میں کنگھی کرنا زینت کے لیے ہوا کرتا ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔ ۱۲

۲۰۸۵ (۲) وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَھَا فِیْ کَمْ کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ سُحُوْلِیَّۃٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا فرمایا تین کپڑوں میں اور یہ کپڑے سحولی تھے یعنی دھلے ہوئے تھے (اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔ ۱۲

۲۰۸۶ (۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ نَجْرَانِیَّۃٍ اَلْحُلَّۃُ ثَوْبَانِ وَقَمِیْصُہُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَسَکَتَ عَنْہُ وَذٰلِکَ دَلِیْلُ رِضَاہُ بِصِحَّتِہٖ وَفِیْ سَنَدِہٖ یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ وَاِنَّ مُسْلِمًا قَدْ اَخْرَجَ لَہٗ فِی الْمُتَابَعَاتِ وَفِی الْکَاشِفِ رَوٰی لَہٗ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا جو یمن کے مقام نجران کے تھے، منجملہ تین کپڑوں کے ایک حلہ تھا (حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں، ایک چادر اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا جس میں آپ نے انتقال فرمایا تھا، اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، اور ابوداؤد

لہ (تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے، کس بناء پر تم کنگھی کر رہی ہو؟ جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا۔

قَالَہٗ فِیْ شَرْحِ الْھِدَایَۃِ

کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

۲۰۸۷/۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَہٗ فَاَمَرَ بِہٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَہٗ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَنَفَثَ فِیْہِ مِنْ رِیْقِہٖ وَاَلْبَسَہٗ قَمِیْصَہٗ قَالَ وَکَانَ کَسَا عَبَّاسًا قَمِیْصًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبی (جو منافقوں کا سردار تھا) جب اس کی نعش قبر میں رکھ دی گئی (تو عبد اللہ بن اُبی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے، نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا! حضور میرے والد عبد اللہ بن اُبی دفن کئے جا رہے ہیں، حضور تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی برکت سے اس کی مغفرت ہو جائے۔ عبد اللہ بن اُبی کے فرزند کے کہنے سے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد اللہ بن اُبی کی قبر پر تشریف لے گئے، عبد اللہ بن اُبی کو قبر کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے پھر باہر نکالا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھٹنوں کا ٹیکہ دے کر اس کو بٹھلائے اور اپنا مبارک تھوک اس کے منہ میں ڈالے (تاکہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت آسانی ہو) پھر عبد اللہ بن اُبی کو اپنی قمیص پہنائی[1]، عبد اللہ بن اُبی نے اپنا کرتہ حضرت عباس کو پہنایا تھا[2] اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

---

[1] تاکہ قمیص کی برکت سے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے، قمیص دینے میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے بعد سب کافروں کے ساتھ قید ہو کر مدینہ منورہ میں لائے گئے تو حضرت عباس کے جسم پر کرتہ نہیں تھا، حضرت عباس طویل القامت تھے کسی کا کرتہ حضرت عباس کو نہیں آیا، عبد اللہ بن اُبی بھی طویل القامت تھے اس کا کرتہ حضرت عباس کو آیا اس لیے۔

[2] عبد اللہ بن اُبی کا یہ احسان حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد تھا۔ اس کا احسان اتارنے کے لیے اپنا کرتہ عبد اللہ بن اُبی کو پہنایا۔ اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ حضرت عبد اللہ بن اُبی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے، خوش ہو جائیں یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق حسنہ کہ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی آپ کا یہ کریمانہ اخلاق اور کریمانہ برتاؤ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ، بے شک اے رسول آپ بڑے حسن اخلاق والے ہیں۔ اس کریمانہ اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہزار کافر اس کریمانہ برتاؤ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰۸۸ وَعَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُفِنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ قَمِيْصٌ وَاِزَارٌ وَلِفَافَةٌ۔ (رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ)
۵

حضرت سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنا یا گیا تھا اور وہ تین کپڑے یہ تھے ایک قمیص دوسرے ازار، اور تیسرے لفافہ۔ اس کی روایت ابن عدی نے کامل میں کی ہے۔

۲۰۸۹ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُفِنَ فِيْ حُلَّةٍ يَمَانِيَةٍ وَقَمِيْصٍ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِيْ كِتَابِ الْاٰثَارِ مُرْسَلًا وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ نَحْوَهُ۔
۶

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنا یا گیا تھا منجملہ ان تین کپڑوں کے ایک حلہ تھا جو یمن کا تھا (حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں ایک چادر یعنی لفافہ اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں مرسلاً کی ہے اور عبد الرزاق نے بھی اس کی روایت اسی طرح اپنی مصنف میں کی ہے۔

ف: ان مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنا نا سنت ہے جن کا ایک کپڑا قمیص ہونا چاہیئے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے ۱۲

۲۰۹۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
۷

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے مسلمان بھائی کو کفن دو تو پاک وصاف سفید اور خوشنما ہو، اور سنت طریقہ کے موافق پورا پورا ہو ، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۰۹۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
۸

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

لہ وہ کفن نہ تو بالکل گھٹیا ہو، اور نہ ریشم اور زر کا ہو بلکہ سوت کا
ہ جیسے آج کل سفید دیا جا رہا ہے جو کفن کے لیے اچھا اور بہتر کپڑا ہے۔

لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهُ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مردہ کے لیے قیمتی کفن نہ دیا کرو، کیونکہ کفن جلدی خراب ہو جاتا ہے[1]، اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔۱۲

۲۰۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدَ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى مَوْتَاكُمْ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان (مردوں) کو چاہیئے کہ وہ سفید لباس پہنا کریں[2] کیونکہ سفید بہترین کپڑے ہیں اور مردوں کو کفن بھی سفید ہی دیا کرو اور اثمد جو سرمہ ہے بہترین سرمہ ہے[3]، اس سے پلک کے بال جمتے ہیں اور بینائی بھی بہتر ہوتی ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف مردوں کو کفن دیا کرو تک روایت کی ہے۔

۲۰۹۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَيِّتُ يُبْعَثُ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا جب وقت آیا تو وہ نئے کپڑے (جو پاک وصاف ستھرے اور خوش نما تھے) منگوا کر پہن لیے[4]، حضرت ابوسعید خدری نے انتقال کے وقت

---

[1] پھر قیمتی کپڑا لے کر مال کے اسراف کرنے سے کیا فائدہ اور کفن سے غرض تو مردہ کا ستر ڈھانکنا ہے اور یہ غرض متوسط درجہ کے کفن سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔

[2] اس لیے کہ سفید لباس میں ایک قسم کی وجاہت ہونے سے) یہ بہترین لباس ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سفید لباس پسند کرنے سے سفید لباس پہننا مستحب ہے اور اس میں ثواب بھی ہے۔

[3] رات کو سونے وقت اس سرمہ کی تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگایا کرو، اس طرح سرمہ لگانا سنت ہے

[4] اس لیے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، ظاہراً نئے ستھرے کپڑے پہننے سے باطن کی بھی طہارت اور صفائی ہو جاتی ہے اسی لیے حضرت ابوسعید خدری آخر وقت میں ظاہر کی صفائی سے باطن کی صفائی کا ارادہ فرمائے، حضرت ابوسعید خدری نے جو کپڑے پہنے یہ ان کا کفن نہیں تھا، انتقال کے بعد یہ کپڑے اتار کر کفن پہنایا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو ارشاد ہوا ہے کہ مردوں کے لیے پرانے کپڑے کافی ہیں اور نئے کپڑے زندوں کے لیے ہیں، یہ ارشاد کفن کے متعلق ہے، حضرت ابوسعید کا نئے کپڑے پہننا کفن نہیں تھا، اس لیے دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا

فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَبَوَّبَ عَلَيْهِ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيْرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ۔

نئے کپڑے پہن کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میدان حشر میں جب لوگ آئیں گے تو مرتے وقت جن کپڑوں میں تھے وہی کپڑے پہنے ہوئے آئیں گے[1]، اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے، اور ابو داؤد نے اس حدیث سے جو مسئلہ استنباط کیا ہے اس کو اس حدیث کے باب کے عنوان میں اس طرح لکھا ہے، مرتے وقت مرنے والے کے کپڑے پاک وصاف ہونا چاہئیں۔

۲۰۹۴ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا احْتُضِرَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَمَثَّلَتْ بِهٰذَا الْبَيْتِ

أَعَاذِلُ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

فَقَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ لَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنْ قُوْلِيْ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ثُمَّ انْظُرُوْا ثَوْبَيَّ هٰذَيْنِ فَاغْسِلُوْهَا ثُمَّ كَفِّنُوْنِيْ فِيْهِمَا فَإِنَّ الْحَيَّ أَحْوَجُ إِلَى الْجَدِيْدِ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ فِيْ كِتَابِ الزُّهْدِ وَرَوٰى عَبْدُالرَّزَّاقِ نَحْوَهُ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکرات شروع ہوئی[2]، اے ملامت کرنے والے (یہ وقت نہ نصیحت کرنے کا ہے نہ ملامت کرنے کا) مال و دولت کچھ کام نہیں آتا جب سکرات شروع ہوتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے یہ شعر سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا! بیٹی عائشہ[3]! میرے مناسب تو یہ آیت ہے۔ اس آیت کو پڑھو (سورہ ق پ۲۶ ع ۲)،

(انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ) سکرات سے بچے رہنا چاہتا ہے (یہ خیال کچھ کام نہیں آتا)

---

۱ اسی لیے میں نئے اور صاف ستھرے کپڑے پہن رہا ہوں، اب رہی دوسری حدیث جس میں مردوں کا قبروں سے برہنہ اٹھنے کا ذکر ہے، تو یہ قبروں سے اٹھنے کے وقت کا واقعہ ہے لیکن جب میدان حشر میں آئیں گے تو انہی کپڑوں میں ہوں گے جن کو مرتے وقت پہنتے تھے، اسی طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔

۲ اس وقت کی حالت کے لحاظ سے عام لوگوں کے احوال کے اعتبار سے آپ کے سامنے

۳ یہ شعر میرے حال کے مناسب نہیں ہے میرے پاس مال و دولت ہی نہیں، پھر یہ کہنا کہ سکرات کے وقت مال و دولت کام نہیں آتا ہے بے موقع ہے۔

آخر سکرات کا وقت آپہونچا،

پھر آپ نے یہ فرمایا کہ ؎ نئے کپڑے تو زندوں کے واسطے ہیں ؎، میرے انہی دو کپڑوں کو ذرا دھولو انہی دو کپڑوں کا مجھے کفن دے دو (یہ کفن کفایہ ہے کہ کفن کے لیے دو کپڑے بھی کافی ہو سکتے ہیں) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کتاب الزھد میں کی ہے، اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تمہید

مُحرم اگر احرام کی حالت میں مر جائے تو وہ آخرت کے لحاظ سے مُحرم ہی رہے گا، اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ احرام کی حالت میں مرنے والے مُحرم قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اپنی قبروں سے اٹھیں گے، مگر ایسے کا احرام دنیوی احکام کے لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے، وہ مثل دوسرے مردوں کے بن جاتا ہے، یہی مذہب حنفی ہے۔ مُحرم کا احرام کی حالت میں مرنے سے دنیوی لحاظ سے اس کا جو احرام ختم ہو جاتا ہے، اس پر کئی دلائل ہیں۔ پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ:-

۲۰۹۵ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ عَنْ[12] عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْہُ نَاقَتُہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْہُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَکَفِّنُوْہُ فِیْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھا، اونٹنی نے اس کو گرا دیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور اس کا انتقال ہو گیا، اس کے لیے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیری کے پتے میں گرم کیے ہوئے پانی سے اس کو نہلاؤ، اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن

؎ ہمیشہ میری زاہدانہ زندگی رہی ہے، اب بھی میں زاہدانہ حالت کے ساتھ قبر میں جانا چاہتا ہوں

؎ مردہ کو اپنا ستر چھپا کر قبر میں جانا ہے، گو مرد کے کفن کے لیے تین کپڑوں کی ضرورت ہے، مگر میری زاہدانہ حالت کے لحاظ سے یہ مناسب ہے کہ

ثُمَّ بَيَّنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِلدَّارِ قُطْنِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ خَمِّرُوْهُ وَلَا تَشَبَّهُوْهُ بِالْيَهُوْدِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمَالِكٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِصْنَعُوْا بِهِ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ لَمَّا مَاتَ ابْنُهُ وَاقِدٌ وَّهُوَ مُحْرِمٌ كَفَّنَهُ وَخَمَّرَ رَاْسَهُ وَوَجْهَهُ وَقَالَ لَوْلَا اِنَّا مُحْرِمُوْنَ لَحَنَّطْنَاكَ يَا وَاقِدُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ اِذَا مَاتَ

دلیل، دار قطنی کی وہ حدیث ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مُحرم اگر حالت احرام میں مر جائے تو اس کو (مثل دوسرے مردوں کے) اس مُحرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکو اور اس کو یہود کے مُردوں کے مشابہ مت بناؤ، امام مالک کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ مُحرم اگر احرام کی حالت میں مر جائے تو (اس کو مُحرم مت سمجھو، اس کا احرام ختم ہو گیا ہے) دوسرے مُردے جو مُحرم نہیں ہیں، ان کو کفناتے وقت جیسے ان کا سر ڈھانکتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں ایسا ہی مُحرم مردہ کا بھی سر ڈھانکو اور اس کو خوشبو لگاؤ، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے

لہ یہ اس کے لیے کفن کفایہ ہے، اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے اس کو نہلاؤ، مُحرم ایسی چیز کا استعمال نہیں کر سکتا کہ جس سے میل کچیل دور ہو، بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے میل دور ہو جاتا ہے، اگر احرام کی حالت میں مرنے والے کا احرام باقی رہتا تو حضور اس کو بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے نہلانے کا حکم نہیں دیتے، جب آپ نے حکم دیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا احرام باقی نہ رہا، مُحرم کے حالات احرام میں مر جانے سے اس کے احرام کے ختم ہو جانے پر دوسری دلیل)

ٹ اس لیے کہ یہود اپنے مردوں کے چہرہ اور سر کو کھلا رکھتے ہیں۔ اس حدیث میں حالت احرام میں مرنے والے مُحرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا جو حکم ہوا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا احرام ختم ہو گیا اگر احرام باقی رہتا تو اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اس لیے کہ مُحرم کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانکا جاتا ہے۔

ٹ مُحرم کے حالتِ احرام میں مر جانے سے اس کا احرام ختم ہو جانے پر تیسری دلیل۔

ٹ مُحرم کے حالت احرام میں مر جانے سے اس کے احرام کے ختم ہونے پر چوتھی دلیل) امام مالک ہی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے فرزند واقد کا جب حالت احرام میں انتقال ہوا تو حضرت ابن عمر اپنے فرزند واقد کو کفناتے وقت ان کے چہرہ اور سر کو ڈھانکا یا اور فرمایا کہ اگر ہم حالتِ احرام میں نہ ہوتے تو اے واقد تم کو خوشبو بھی لگاتے (اس لیے کہ تمہارا احرام ختم ہو گیا ہے اور تم اب مُحرم نہیں رہے)

ٹ مُحرم کے حالت احرام میں مر جانے سے ان کا احرام ختم ہونے پر پانچویں دلیل وہ حدیث ہے جس کو)

ابنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ۔

سوا اس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ تین اعمال جو مرنے سے ختم نہیں ہوتے بلکہ باقی رہ جاتے ہیں، وہ یہ ہیں ایک صدقہ جاریہ[2] جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، اس کا ثواب بھی ملتا رہتا ہے، دوسرا علم دین جو پڑھایا سکھایا جاتا ہے اس ثواب بھی ملتا رہتا ہے، تیسرے نیک اولاد جو اس کے لیے دعاء خیر کرتے رہتے ہیں (اور اس کو ثواب ملتا رہتا ہے، یہ ثواب بھی منقطع نہیں ہوتا ہمیشہ باقی رہتا ہے)

۲۰۹۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفْنِ الْحُلَّةُ[3] وَخَيْرُ الْاُضْحِيَةِ الْكَبْشُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (کہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرد کو ایک کپڑے میں بھی کفنایا جا سکتا ہے مگر ایک کپڑے سے) بہتر کفن حلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ (یوں تو قربانی ہر اس بکرے کی ہو سکتی ہے جو قربانی کی شرط کے موافق ہو مگر) قربانی کے لیے بہتر سینگ دار ہوا مینڈھا ہے (اس لیے کہ گوشت اس میں زیادہ ہوتا ہے) اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

۲۰۹۷ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا[4] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى

خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے (وطن چھوڑ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] مثلاً اگر وہ محرم ہے تو اس کا احرام مرنے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے اور مُردوں کی طرح کفناتے وقت اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنا چاہیے اور اس کو خوشبو بھی لگانی چاہیے۔

[2] جیسے رفاہ عام کے لیے مسجد، مدرسہ مسافر خانہ اور پل وغیرہ بنایا، اس صدقہ جاریہ کا ثواب منقطع نہیں ہوتا، اس کو ملتا رہتا ہے دوسرے علم دین، (لوگوں کو سکھایا، یا تصنیف و تالیف کیا)

[3] اور حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں، ایک چادر اور دوسرے تہہ بند یہ بھی کفن کفایہ ہوگا، پوری سنت کی ادائیگی کے لیے تین کپڑے کفن میں ہونا چاہیے۔)

فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰہِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰی لَمْ یَاْکُلْ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئًا مِّنْھُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ یُوْجَدْ لَہٗ مَا یُکَفَّنُ فِیْہِ اِلَّا نَمِرَۃٌ فَکُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا رَاْسَہٗ خَرَجَتْ رِجْلَاہُ وَاِذَا غَطَّیْنَا رِجْلَیْہِ خَرَجَ رَاْسُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِھَا رَاْسَہٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰی رِجْلَیْہِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَیْنَعَتْ لَہٗ ثَمَرَتُہٗ فَھُوَ یَھْدِبُھَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئے تو ہماری ہجرت رائیگاں نہیں گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو (دنیا اور آخرت میں) ہجرت کا اجر دینا اپنے ذمہ لے لیا ہے ہم میں سے بعض حضرات تو ایسے ہوئے کہ جن کے لیے آخرت کا اجر تو تیار ہے مگر وہ دنیا کا کوئی اجر نہیں لے سکے، ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (کہ ان کو دنیا کا کچھ اجر نہ ملا دنیا کا کچھ اجر نہ ملنے کا آپ اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ) جب حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو ان کو پورا کفن تک نہ ملا۔ کفن کے لیے صرف ایک چادر تھی[۱] کیا کہوں وہ بھی کیسی تھی، اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں باہر نکل جاتے تھے اور جب پیروں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا (ہم حیران تھے کہ کیا کریں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ[۱] حضرت خباب یہ بھی فرماتے ہیں بعض صحابہ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کے لیے آخرت کا اجر کیا کہیں کہ کیسا ہے[۲]؟ اس سے ثواب حاصل کر رہے ہیں، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف شرح منیہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک ہی کفن میں دو آدمیوں کو کفنانا جائز نہیں ہے اگر کفن

[۱] (سر کی عظمت پیش نظر رکھ کر) سر ڈھانک دو، اب رہے پاؤں تو پیروں کو اذخر (جو خوشبودار گھاس ہے) اس سے چھپا دو (اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مردہ کے تمام جسم کو چھپانا واجب ہے، اگر تمام جسم چھپانا واجب نہ ہوتا تو پیروں کو گھاس سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی، بغیر گھاس سے چھپائے دفن کر سکتے تھے۔ گھاس سے چھپانے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ مردہ کا تمام جسم چھپانا واجب ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفن ضرورت کے لیے ایک کپڑے میں کفنانا جائز ہے۔ اور یہ کفن ضرورت ہے۔

[۲] نہ آنکھ دیکھے نہ کان سُنے ایسی ایسی نعمتیں ان کے لیے تیار ہیں۔ آخرت کی ان نعمتوں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز کیا ہے وہ ان نعمتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں، اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کر رہے)

ایک ہو، اور میت ایک سے زائد ہوں تو ایک ہی کفن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اور جتنا حصہ کفن کا جس میت کے حصہ میں آئے اسی میں اس کو کفنایا جائے، اور باقی بدن کا جو حصہ کھلا رہے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپایا جائے۔

شرح مینہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک قبر میں ایک سے زائد میت کو دفنانا جائز نہیں ہے، اگر ایسی ہی مجبوری ہو اور ایک ہی قبر میں دو یا دو سے زائد مردوں کو دفنانے کی ضرورت پڑے تو قبر میں دونوں کے درمیان مٹی سے کٹاؤ بنا کر دفن کیا جائے، تاکہ دونوں کے جسم ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔ ۱۲)

۲۰۹۸ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعد بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ سے تھے، افطار کے وقت آپ کے لیے کھانا لایا گیا (تکلیف کا کھانا دیکھ کر فرمایا ہماری قوم کی تو یہ حالت ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم کو مل رہی ہیں اور ایک مصعب بن عمیر بھی تھے کہ جن کے سامنے نعمتوں کا کھانا آنا تو کیا جب وہ شہید ہوئے تو ان کو کفن تک پورا نہ ملا (پھر کسر نفسی سے فرمانے) حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ (ان کے کفن کی کیا حالت بیان کروں) اتنا چھوٹا کفن تھا کہ جب اس سے سر چھپاتے تو پاؤں باہر ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا، راوی حدیث ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا حال تھا کہ جب وہ شہید ہوئے[1]، حالانکہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہونے کے لحاظ سے) مجھ سے بہتر تھے (اب ہماری حالت سنئے) خوب دنیا ملی (جس کی وجہ طرح طرح کے کھانے کھا رہے ہیں) خدانخواستہ کہیں

[1] تو ان کو بھی پورا کفن نہ ملا، ان کے کفن کی بھی وہی حالت تھی کہ سر چھپاتے تو پیر کفن سے نکل جاتے اور پیر چھپاتے تو سر کھل جاتا تھا تو سر کو چھپا کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی)

ہماری نیکیوں کا بدل تو نہیں ہے۔ خدا ایسا نہ کرے[1] حضرت عبدالرحمٰن یہ کہہ کر اس درد سے رونے لگے (باوجود اس کے کہ روزہ دار تھے، بھوک تھی) رونے کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۰۹۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَأَنْ يُدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ[2]۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، اُن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ ان سے ہتھیار علیحدہ کیے جائیں اور جو سامان چمڑے کا ان کے جسم پر ہے (جیسے پوستین اور موزے وغیرہ) یہ بھی ان سے علیحدہ کیا جائے ان کے خون آلود کپڑوں ہی میں ان کو دفن کیا جائے اس کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور حاکم، امام احمد، دار قطنی، طبرانی، بیہقی، ابو داؤد اور ابن ماجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان پر نماز جنازہ ادا فرمائی تھی۔

---

[1] (البتہ ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دنیا کی یہ نعمتیں ہم کو دے رہا ہو، اور آخرت میں سب صحابہ کے ساتھ آخرت کی نعمتیں سرفراز کرے)

[2] (اس سے ثابت ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوتے ہیں، ان پر نماز جنازہ تو پڑھی جائے مگر غسل نہ دیا جائے اور ان سے ان کے ہتھیار اور چمڑے کا سامان علیحدہ کر کے ان ہی کے خون آلودہ کپڑوں میں ان کو دفن کیا جائے۔

بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا

(اس باب میں جنازہ کے ساتھ کیسے چلنا اور جنازہ پر نماز کس طرح ادا کرنا چاہیئے اس کا بیان ہے۔)

میت اگر بچہ ہو تو اس کو ہاتھوں پر لے جائیں، یعنی بچہ کی میت کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے، کچھ چلنے کے بعد پھر دوسرا آدمی اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لے۔ اسی طرح ایک دوسرے سے اپنے اپنے ہاتھوں پر بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت بڑی ہو، اور ہاتھوں پر لے جانے کے قابل نہ ہو تو اس کو چارپائی میں رکھ کر لے جائیں، اور چارپائی کے چاروں کونوں کو چار آدمی اپنے اپنے کندوں پر اٹھا کر لے چلیں، اور چارپائی کو مزدور کی طرح پیٹھ کے بالائی حصہ پر جو گردن کے نیچے ہے، مثل مال واسباب کے اٹھا کر لے جانا مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کو بغیر عذر کے کسی گاڑی یا جانور وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو، جیسے قبرستان بہت دور ہے تو ایسی صورت میں جنازہ کو کسی سواری پر رکھ کر لے جانا بلاکراہت جائز ہے۔

جنازہ کے ساتھ چلنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خالی نہ چلیں بلکہ اس کو اس طرح کندھا دیتے چلیں کہ پہلے چارپائی کے سامنے کے سیدھے جانب کے پائے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، اس کے بعد پچھلے حصہ کے سیدھے جانب کے پائے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، پھر چارپائی کے سامنے کے بائیں جانب کے پائے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں اور پھر چارپائی کے پچھلے حصہ کے بائیں جانب کے پائے کو بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں اسی طرح جنازہ کے ساتھ کم سے کم چالیس قدم چلنا مستحب ہے، جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اس قدر تیز بھی نہ چلیں کہ نعش کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو چاہیئے کہ جنازہ کندھوں سے اتارنے سے پہلے نہ بیٹھیں، اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو بیٹھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، جو لوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں۔ بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہیئے جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں، ان کے لیے مستحب ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے چلیں، اگرچہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے، مگر سب کے سب جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے اور جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور کسی سواری پر ہوں تو جنازہ کے پیچھے چلیں، یہ مسائل عالمگیری، بحرالرائق درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہیں اور بحرالرائق درمختار اور ردالمحتار میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جو لوگ چل رہے ہوں، ان کو بہت خاموش چلنا چاہیئے۔ ان کو ذکر، دعاء اور قرآن اور

اشعار نہ تو آواز سے پڑھنا چاہیئے۔ اور نہ آہستہ اور اگر چاہے تو ذکر اور دعاء دل میں کرتے ہوئے چلیں اور یہی مذہب حنفی ہے۔

ارحم الراحمین سے میت کے لیے دعاء مغفرت کرنے کے لیے نماز جنازہ مقرر کی گئی ہے اور نماز میں وقت آنے سے جیسے واجب ہو جاتی ہیں ایسا ہی جنازہ کی نماز مرنے والے کے مرنے کی خبر سننے سے واجب ہو جاتی ہے اور جس کو مرنے والے کی موت کی خبر نہ ہو، اس پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوتی واجب تو ہر اس شخص پر ہو جاتی ہے جس کو موت کی خبر ہوئی ہو۔ مگر بعض کے ادا کرنے سے بقیہ مسلمانوں کے ذمہ سے نماز جنازہ ساقط ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی بھی نماز جنازہ ادا نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں، ایک تو وہ شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری شرطیں وہ ہیں جن کا میت سے تعلق ہے۔ میت کی نماز پڑھنے والوں سے متعلق جو شرطیں ہیں وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ اور نیت، مگر اور نمازوں کے لیے وقت مقررہ بھی شرط ہے کہ جس نماز کا جو وقت مقرر ہے اس کو اسی وقت پڑھنا چاہیئے، لیکن نماز جنازہ کے لیے ایسا کوئی وقت مقرر نہیں ہے طلوع، غروب اور استواء کے سوا جیسا جنازہ آجائے اسی وقت نماز جنازہ پڑھ لینا چاہیئے، دوسری نمازوں اور نماز جنازہ میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ دوسری نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ وضوء کر کے ان نمازوں کی قضاء پڑھنا چاہیئے، بخلاف نماز جنازہ کے کہ اس کے فوت ہونے کا خوف ہو تو باوجود تیمم کے شرائط نہ پائے جانے کے تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں اگر نماز جنازہ جنگل میں ہو رہی ہو اور نماز پڑھنے والے جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر وہ کھڑے ہوں، اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر پاؤں جوتوں سے نکال کر جوتوں پر کھڑے رہ کر نماز پڑھ رہے ہوں تو ایسی صورت میں صرف جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے، اور جو لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے ان کی نماز نہیں ہوتی۔

اب دوسری قسم سنیئے :- نماز جنازہ اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ میت میں یہ شرطیں پائی جائیں۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، کافر اور مرتد پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ مسلمان اگرچہ کہ فاسق ہو، اس پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔ ایسا ہی جس مسلمان نے خودکشی کر لی ہو، اس پر بھی نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے اس لیے کہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا کافی ہے اس کے افعال پر نظر کرنا صحیح نہیں ہے۔ ایک بچہ جس کے ماں باپ کافر تھے پھر اس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہو گئے یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بچہ کو بھی مسلمان سمجھا جائے گا، اور اگر وہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائیگی جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے، اور جو بچہ زندہ پیدا ہو، اور اس کے زندہ

پیدا ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ پیدا ہو کر روئے یا اس کا کوئی عضو حرکت کرتا ہوا دکھائی دے یا الیسی قسم کی کوئی علامت پائی جائے جو اس کے زندہ پیدا ہونے پر دلالت کرے پھر وہ مرجائے تو اس پر نماز جنازہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے میت سے متعلق دوسری شرط یہ ہے کہ میت کا بدن کفن اور جس جگہ میت کو نماز پڑھانے کے لیے رکھا گیا ہو، یہ سب نجاست حقیقی (پیشاب و پاخانہ) سے پاک ہوں ایسا ہی میت نجاست حکمی۔ جیسے منی اگر مرنے سے نکلی ہو تو اس سے بھی پاک ہو، اسی لیے میت کو غسل دیا جائے تاکہ میت نجاست سے پاک ہو جائے، یوں بھی اگر میت نجاست حقیقی اور نجاست حکمی سے پاک بھی ہو تو میت کو غسل دینا واجب ہے، ہاں اگر غسل دینے کے بعد میت سے نجاست حکمی سے پاخانہ وغیرہ نکل آئے تو پھر اس کو دوبارہ غسل دینا ضروری نہیں ہے، اسی حالت میں نماز جنازہ اس پر جائز ہے نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے میت سے متعلق تیسری شرط یہ ہے کہ میت کا ستر ڈھکا ہوا ہو، اگر میت برہنہ ہو تو اس پر نماز جنازہ درست نہیں۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے میت سے متعلق چوتھی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو، اور اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے میت سے متعلق پانچویں شرط یہ ہے کہ میت زمین پر ہو اور اگر میت چارپائی میں ہو تو چارپائی زمین پر رکھی ہوئی ہو، اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے میت سے متعلق چھٹی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والوں کے سامنے موجود ہو، اور اگر میت وہاں موجود نہ ہو کہیں اور ہو، اور لوگ اس پر غائبانہ نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی یہی مذہب حنفی ہے۔

نماز جنازہ میں فرض دو ہیں، ایک فرض تو یہ ہے کہ نماز جنازہ میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے، نماز جنازہ میں دوسرا فرض قیام ہے یعنی نماز جنازہ پڑھنے والے کھڑے ہو کر نماز ادا کریں، اگر نماز پڑھنے والے بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز جنازہ ادا کریں تو نماز صحیح نہ ہوگی، ہاں اگر عذر ہو اور کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز جنازہ ادا کر سکتا ہے۔

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت ہیں ایک ثنا پڑھنا ۲۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا ۳۔ میت کے لیے، ماثورہ دعاء پڑھنا اگر ماثورہ دعاء کے سوا کوئی اور الفاظ میں دعا کی جائے تو بھی جائز ہے، جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔

نماز جنازہ کے مستحبات یہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تین صفیں کی جائیں، اگر تعداد کم بھی ہو تو تب بھی ان کی تین صفیں بنائی جائیں۔ مثلاً نماز پڑھنے والے سات ہوں تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور پہلی صف میں تین شخص ہوں، اور دوسری صف میں دو، اور تیسری میں ایک، اس طرح تین

صف بنائے جائیں۔

دوسری نمازوں میں پہلی صف افضل ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے لیکن نماز جنازہ میں تیسری صف افضل ہے، اور اسی کا ثواب زیادہ ہے اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کو امام کے سامنے اس طرح رکھیں کہ سب کے سینے امام کے مقابل رہیں اور سب کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تو بھی جائز ہے۔ اگر مختلف جنازے جمع ہوں بعض ان میں مردوں کے بعض عورتوں کے اور بعض بچوں کے ہوں اور ان پر ایک ہی نماز پڑھی جائے تو ان کو اس ترتیب سے رکھا جائے کہ پہلے امام کے سامنے مردوں کے جنازے ہوں، ان کے بعد لڑکوں کو اور اُن کے بعد بالغہ عورتوں اور اُن کے بعد نابالغہ لڑکیوں کو۔

جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا جمعہ کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو، یہی مذہب حنفی ہے، نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اگر جنازہ مسجد میں ہو، اور لوگ مسجد ہی میں نماز جنازہ پڑھ رہے ہوں یہ تو ناجائز ہے۔ اور اگر جنازہ مسجد کے باہر میدان میں ہو اور نماز پڑھنے والے کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ میدان میں ہوں اور ان کی صف کا کچھ حصہ مسجد میں آگیا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے، ہاں جو مسجد قبرستان میں خاص نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہو، اور اس میں پنج وقتہ نماز وغیرہ نہیں پڑھی جاتی تو اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

نماز جنازہ میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے، جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے اور نمازیں بھی فاسد ہوتی ہیں۔ فرق اس قدر ہے کہ دوسری نمازوں میں بالغ نمازی کے قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے بخلاف نماز جنازہ کے اس میں اگر بالغ نمازی قہقہہ لگائے تو نہ وضوء ٹوٹتا ہے اور نہ نماز جنازہ فاسد ہوتی ہے، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اور نمازوں میں عورت اگر مرد کے محاذی اس طرح ہو کہ مرد کے سیدھے طرف یا بائیں طرف یا سامنے کھڑی ہو جائے، اور محاذاۃ کے تمام شرائط پائے جائیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بخلاف نماز جنازہ کے اس میں عورت اس مذکورہ طریقہ سے مرد کے محاذی کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے محاذی کھڑا ہو جائے، اور امام اور مقتدی سب یہ نیت کریں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اللہ کے لیے اور اس میت کی دعاء مغفرت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے لیے کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے زیر ناف باندھ لیں۔ اس پہلی تکبیر کے بعد آہستہ آہستہ ثناء پڑھیں اور نماز جنازہ کی مسنون ثناء کے الفاظ یہ ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے، آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، آپ کا نام بڑا

برکت والا ہے، آپ بہت عالی شان ہیں (مخلوق کی کیسی ہی تعریف کی جائے، آخر وہ مخلوق کی ہی تعریف ہے) آپ کی تعریف سب کی تعریف سے بہت زیادہ عظمت والی ہے، آپ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

اس کے بعد پھر دوسری بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں، بلکہ ہاتھ ویسا ہی بندھا ہوا زیر ناف رہنے دیں، اس دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی آہستہ آہستہ پڑھیں، جو ہر نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے، پھر تیسری بار اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں بلکہ ہاتھ ویسے ہی زیر ناف رہنے دیں، اس تیسری تکبیر کے بعد جو ماثورہ دعائیں آئی ہیں ان میں سے کوئی ایک دعا آہستہ پڑھیں، پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہیں اور اس بار بھی کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں، اور بغیر کچھ پڑھے سیدھے اور بائیں طرف سلام پھیر دے۔

اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہونچے کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہیں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہیں، ان تکبیروں کے لحاظ سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا۔ اور اس کو چاہیئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام اللہ اکبر کہے، تو یہ بھی اللہ اکبر کہہ کر شریک نماز ہو جائے یہ اللہ اکبر کہنا اس کے لیے تکبیر تحریمہ ہوگا۔ پھر امام سلام پھیر دے اور یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کر لے، اور ان تکبیروں کو جب یہ ادا کرے گا تو ان تکبیروں کے بعد کچھ نہ پڑھے، صرف اللہ اکبر کہنا کافی ہے (در مختار، رد المحتار، ہدایہ، عالمگیری، عمدۃ الرعایہ، ملتقی) ۱۲

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى :	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔	اور ان میں سے کسی کی میت پر نماز نہ پڑھنا۔ (سورۃ التوبہ، ۸۴)

ف ۱: اس آیت سے نماز جنازہ کا ثبوت ہوتا ہے، کیونکہ کافروں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا گیا ہے، معلوم ہوا کہ مؤمن کا جنازہ پڑھا جاتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کی قبر کی زیارت منع ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ مؤمنہ تھیں، ہاں! ان کی مغفرت کی دعا سے روکا، کیونکہ وہ بے گناہ تھیں۔

ف ۲: عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین جب مرگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور اس کے باپ پر جنازہ کی نماز پڑھیں اور اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں، کیونکہ وہ یہ وصیت کر گیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کی نماز جنازہ سے منع بھی نہیں کیا گیا تھا، نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی خبر تھی کہ اس سے ایک ہزار کافر ایمان لائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف رائے دی، مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی میت کو اپنی قمیص بھی دے دی اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اس کے بعد یہ دیکھ کر کہ ایسا مردود آدمی بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباس مبارک سے برکت چاہتا ہے

اور آپ نے اس پر شفقت بھی فرما دی ہے، ایک ہزار آدمی ایمان لے آئے۔

۲۱۰۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰی ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جنازہ لے کر چلو تو جلدی جلدی قدم بڑھا کر لے چلو[1] اگر میت نیک اور صالح ہے تو اس کے لیے راحت و آرام کا جو سامان تیار ہے میت کو وہاں جلد پہونچا دینا بہتر ہے اور اگر میت ایسی نہیں ہے (بلکہ بد ہے اور بدی میں اس کی عمر گزری ہے) تو سمجھو کہ ایک بدبودار مردہ ہے، جلد سے جلد اس کو کندھوں سے اتار دینا نہایت مناسب ہے، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۱۰۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا یَا وَیْلَهَا اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا یَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جنازہ تیار کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو قبر میں اس کے لیے راحت و آرام کا جو سامان مہیا کیا گیا ہے اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے تو مردہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد وہاں پہونچ جائے۔ اس لیے مردہ جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے، دوستو! جلدی جلدی مجھے لے چلو[2]، اگر مردہ نیک نہیں ہوتا ہے، اور برائی کرتے ہوئے اس کی عمر گزری ہے تو اس کے سامنے قبر کی تکلیفیں اور مصیبتیں ہو جاتی ہیں، تو جنازہ اٹھانے والوں سے مردہ کہتا ہے، لوگو! مجھے کہاں لے جا رہے ہو[3]۔

---

[1] مگر ایسا نہ دوڑو کہ جنازہ کو چارپائی میں حرکت ہونے لگے، جلدی جلدی اس لیے لے جاؤ کہ)

[2] تاکہ میں اپنی قبر میں جو میرے راحت و آرام کا مقام تیار کیا گیا ہے جلد سے جلد وہاں پہونچ جاؤں)

[3] ہائے ہائے افسوس مجھے لے جا کر عذاب کے گڑھے میں ڈالنا چاہتے ہو، کیا کروں! کیسے بچوں، مردہ کی اس حسرت ناک اور عبرت ناک آواز کو انسان کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے)

پکار کو انسان کے سوائے سب سنتے ہیں[1]، اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۱۰۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي جَنَازَةٍ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ)

وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَاَبِيْ دَاؤُدَ قَالَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرَى الْقِيَامَ لِلْجَنَازَةِ كَانَ هٰذَا شَيْئًا فَتَرَكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ -

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہم کو حکم دیا تھا کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو جائیں، ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے، پھر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے بعد میں دیکھا کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے اور ہم کو بھی بیٹھے رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے، اور امام مالک اور ابوداؤد کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے رہتے تھے، پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے اور، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ آپ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے۔ امام محمد اس طرح روایت کرکے فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو لیتے ہیں، اور اسی پر ہمارا عمل درآمد ہے کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہونا چاہیئے، بیٹھے رہنا چاہیئے۔ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے رہنا پہلے کا عمل ہے۔ پھر بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس پر عمل نہ رہا، اس لیے جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا رہنا منسوخ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ فتح القدیر میں لکھا ہے

[1] انسان اس پکار کو سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر جائے اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے)
[2] جب تم کہیں بیٹھے ہوئے ہو اور جنازہ آ رہا ہو یا جنازہ سامنے سے گزر رہا ہو تو اس کے متعلق آپ کا ارشاد ہے

کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے رد المختار میں بھی شرح المنیہ کے حوالہ سے ایسا ہی لکھا ہے۔

۲۱۰۳ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَلَمْ يَقُمِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جگہ تشریف فرما تھے ان دونوں حضرات کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو حضرت حسن بن علی جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ بیٹھے رہے۔ (حضرت ابن عباس کو بیٹھا ہوا دیکھ کر) حضرت حسن بن علی نے ارشاد فرمایا ابن عباس آپ کیوں کھڑے نہیں ہوئے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہودی کا جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے[1] تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ جو فرماتے ہیں وہ بالکل سچ ہے[2]، پھر بعد میں جنازہ آتا ہوا دیکھ کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے)۔ بیٹھے ہی رہتے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے رہنا منسوخ ہو گیا) اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۲۱۰۴ وَعَنِ ابْنِ سَخْبَرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ نَنْتَظِرُ جَنَازَةً فَمَرَّ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقُمْنَا فَقَالَ مَا هٰذَا الْقِيَامُ فَقُلْتُ مَا تَاْتُوْنَا

حضرت ابن سخبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ ایک جنازہ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارے سامنے سے ایک دوسرا جنازہ گزرا اور ہم اس جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ

---

[1] یہ تو مسلمان کا جنازہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر کے آپ کو ضرور کھڑا رہنا چاہیئے تھا)
[2] (یہودی کا جنازہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کھڑے ہوئے تھے وہ پہلے کا واقعہ ہے)

بِهٖ يَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْمُوْسٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ جَنَازَةً مُسْلِمٍ اَوْ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ فَقُوْمُوْا فَاِنَّكُمْ لَسْتُمْ لَهَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَعَهَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّمَا صَنَعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّةً وَّاحِدَةً كَانَ يَتَشَبَّهُ بِاَهْلِ الْكِتَابِ فِى الشَّيْءِ فَاِذَا نُهِىَ عَنْهُ تَرَكَهٗ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

تعالیٰ عنہ، نے ہم سے فرمایا کہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر تم کیوں کھڑے ہو گئے انہوں نے عرض کیا کہ ہماری نظر صحابہ کرام پر رہتی ہے جیسے وہ حضرات کرتے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوا کرتے ہیں، اس لیے ہم بھی کھڑے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی مسلمان یا یہودی یا نصرانی کے جنازہ کو آتا ہوا دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اس لیے کہ تم جنازہ (کی تعظیم) کے لیے نہیں کھڑے ہوئے ہو، بلکہ جنازہ کے ساتھ جو فرشتے رہتے ہیں ان (کی تعظیم) کے لیے کھڑے ہوتے ہو[1] یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو ایک مرتبہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک کسی بارے میں صریح حکم نازل نہ ہو، آپ اہل کتاب کی مشابہت اختیار فرمالیا کرتے تھے اور جس امر میں اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت ہو جاتی تھی۔ اس کو آپ ترک فرما دیتے تھے[3]۔ اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۱۰۵ وَعَنِ ابْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] یہ ابوموسیٰ صحابی ہیں، ان کے اس ارشاد کو سن کر ہم کھڑے ہوئے ہیں)

[2] اور جنازہ کو دیکھ کر فرشتوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔

[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا اہل کتاب کی مشابہت سے تھا کہ اہل کتاب جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی ممانعت کی گئی تو باوجودیکہ اس میں فرشتوں کی تعظیم تھی مگر ممانعت کی وجہ سے آپ نے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا ترک فرمایا۔ اس لیے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا منسوخ ہو گیا۔)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوْا حَتّٰى تُوْضَعَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ حَتّٰى تُوْضَعَ بِالْاَرْضِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ فِي اللَّحْدِ فَعُرِضَ لَهٗ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ لَهٗ إِنَّا هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْهُمْ.

تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ چلو تو جب تک جنازہ کندھوں سے نہ اتاردیں مت بیٹھا کرو، اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ایسا ہے کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ چلو تو جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھا کرو، اور ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اسی طرح روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلے عادت مبارک یہ تھی کہ آپ جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے تو جب تک کہ جنازہ کندھوں سے اتار کر قبر میں نہ رکھ دیا جاتا تو آپ اس وقت تک زمین پر نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت کے اس عمل کو دیکھ کر کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے آپ جنازہ کو قبر میں رکھنے تک نہیں بیٹھا کرتے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہودی عالم سے یہ سن کر[1] بیٹھ جاتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہود کی مخالفت کر کے۔ بیٹھنے کے لیے جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار نہ کرو، بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی بیٹھ جایا کرو[2]۔

۲۱۰۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] جنازہ قبر میں رکھنے کا انتظار نہیں فرماتے تھے بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی بیٹھ جاتے تھے۔

[2] اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار کر کے کھڑے رہنا بھی مکروہ ہے۔

وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ. كُلُّ قِيْرَاطٍ مِّثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلا اور اس سے اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے بلکہ صرف ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے، پھر اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی اور اس کے دفن کرنے میں بھی شریک رہا (لوگ اس کے ثواب کی مقدار اُحد کے پہاڑ سمجھتے ہوں گے انہیں اس کا یہ عمل ایسا ہے کہ جس کا) ثواب اس کو دو قیراط ملا ہے اور ہر قیراط کے ثواب کی مقدار اُحد پہاڑ کے برابر ہوتی ہے اور اگر کوئی صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہو گیا اور دفن میں شریک نہ رہا (تو یہ بھی کچھ کم نہیں) صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہونے والے کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے جو اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

۲۱۰۷ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم[1] نے شاہ نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دی اور صحابۂ کرام سے فرمایا کہ شاہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے عید گاہ چلو، صحابہ کو لے کر عید گاہ تشریف لے گئے[2] جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سب صحابہ کو لے کر عید گاہ میں نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمارہے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے صفیں درست فرمائیں[3]

---

[1] ایک روز صحابہ کرام کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے یکایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کشف ہوا کہ حبشہ کے نجاشی شاہ کا انتقال ہو گیا ہے، اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام،

[2] (باوجودیکہ حضور نجاشی کی موت کا کشف ہونے کے وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھ کر)

[3] (اور عید گاہ میں نماز جنازہ ادا فرمائی، اگر نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا جائز ہوتا تو مسجد ہی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے

[4] (بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا

فرما رہے تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضور کو کشف ہو گیا تھا اور نجاشی کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آگیا تھا، اور حضور جنازہ کو دیکھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ اب رہا یہ شبہ کہ صحابہ جو مقتدی تھے اُن کو نجاشی کا جنازہ نظر نہیں آرہا تھا تو پھر صحابہ کی نماز جنازہ کیسے ادا ہوئی، اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ کا ہونا ضروری ہے مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آنا ضروری نہیں تھا۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آنا ضروری نہیں ہے، امام کا جنازہ کو دیکھنا کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو امام تھے، جنازہ کا نظر آنا کافی تھا، اس لیے نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نجاشی کا جنازہ نظر نہیں آرہا تھا جو کہا گیا ہے اس پر دلیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ روایت ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ واحدی کی کتاب اسباب النزول سے نقل کیا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نجاشی کا جنازہ بطور کشف ظاہر ہو گیا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کو آنکھوں سے دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرمائی ہے۔ اور حضور نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں ادا فرمائی ہے۔

نجاشی کے جنازہ کا حضور کو جو کشف ہوا تھا، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اور مواقع پر بھی حضور کو ایسا کشف ہوا ہے، جیسا کہ علامہ واقدی نے اپنی مغازی میں لکھا ہے کہ جب ملک شام میں جنگ موتہ ہو رہی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کے پورے منظر کا کشف ہو گیا تھا، آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرما رہے تھے، کہ میں موتہ کا میدان جنگ اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو زید بن حارثہ اس وقت سپہ سالار ہو گئے ہیں اور پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں، اور کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں زید بن حارثہ کا جنازہ اس وقت میرے سامنے ہے، یہ فرما کر حضور حضرت زید کی نماز جنازہ پڑھی اور دعاء مغفرت فرمائی اور یہ بھی فرماتے کہ تم بھی ان کی مغفرت کی دعا کرو۔ دیکھو وہ جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا دیکھو! اب پرچم کو جعفر بن ابی طالب نے سنبھالا ہے اور بہت گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے وہ بھی کفار سے لڑتے ہوئے کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے ہیں ان کا جنازہ بھی میرے سامنے ہے یہ فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ تم بھی ان کے لیے دعاء مغفرت کرو، وہ بھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں، اور میدان جہاد میں ان کے جو دونوں بازو کاٹ دیئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ان کو دو بازو عطا فرمائے ہیں، اور ان کے ذریعہ جنت میں وہ جہاں چاہیں اڑ رہے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نجاشی کے جنازہ کو دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرمانے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اور بھی صحابہ مثلاً قراء وغیرہ جو دور دراز مقام پر شہید ہوئے یا وفات پائی ان کے جنازوں کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کشف نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی اور اگر آپ ان کی نماز جنازہ ادا فرماتے ہیں تو غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے کا بے حد خیال تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی انتقال کر جائے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا اس لیے کہ میرا ان پر نماز جنازہ پڑھنا ان کے لیے رحمت کا باعث

راوی کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفیں درست فرما چکے تو چار تکبیروں کے ساتھ (نجاشی کی) نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وَرَوَى ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَقُوْمُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَصَفُّوْا خَلْفَهٗ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں (صاحبو! مجھے کشف سے ظاہر ہوا ہے کہ) تمہارے بھائی نجاشی کی وفات ہوگئی ہے، چلو ان کی نماز جنازہ ادا کریں۔ یہ ارشاد فرما کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اٹھے اور صحابہ کی صفیں درست فرما کر حضور نے چار تکبیرات کے ساتھ نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے رکھا ہوا ہے، اور حضور جنازہ دیکھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ عَوَانَةَ فَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ وَ نَحْنُ لَا نَرٰى اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا۔

اور ابو عوانہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور کی اقتداء میں نجاشی کی نماز جنازہ ادا کر رہے تھے تو ہم کو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا کہ (نجاشی کا جنازہ غائب نہیں ہے بلکہ) ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔

وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ فِيْ مُعْجَمِهِ الْاَوْسَطِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِتَبُوْكَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ

اور طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، ابو امامہ فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (ایک دن) جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

کا باعث ہے، اس کے باوجود حضور کا ان صحابہ پر جو دور دراز مقام پر وفات پا گئے ہوں، غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں، اور یہی مذہب حنفی ہے۔)

لہ (اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی چار ہی تکبیریں ہیں یہی مذہب حنفی ہے)

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ مُعَاوِيَةَ الْمُزَنِيَّ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ اَتُحِبُّ اَنْ تُطْوٰى لَكَ الْاَرْضُ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِهٖ عَلَى الْاَرْضِ وَرَفَعَ لَهٗ سَرِيْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَ اَدْرَكَ هٰذَا قَالَ بِحُبِّهٖ سُوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقِرَاءَتَهٗ اِيَّاهَا جَائِيًا وَذَاهِبًا وَقَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

حاضر ہوئے، اور فرمایا کہ یا رسول اللہ مدینہ منورہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کا انتقال ہو گیا ہے کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین سمیٹ دی جائے (اور معاویہ بن معاویہ مزنی کا جنازہ آپ کے سامنے ہو جائے) اور آپ ان کی نماز جنازہ پڑھ جائیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت اچھا، تو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر اپنے پر مارے (اور زمین سمٹ گئی اور معاویہ بن معاویہ مزنی کا) جنازہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ مزنی کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے پیچھے (صحابہ کرام کے علاوہ) فرشتوں کی دو صفیں بھی نماز جنازہ میں شریک تھیں، اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ معاویہ مزنی کو اتنا بڑا مرتبہ کس وجہ سے ملا۔ تو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معاویہ مزنی کو یہ مرتبہ اس وجہ سے ملا ہے کہ وہ سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" سے (اس قدر) محبت رکھتے تھے کہ اس سورت کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں پڑھا کرتے تھے (ابن حبان، ابو عوانہ، اور طبرانی کی ان تینوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی دور دراز مقام پر وفات پانے والے صحابہ کی نماز جنازہ ادا فرماتے ہیں تو جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہو جاتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کو دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرماتے تھے اور ایسے صحابہ جو دور دراز مقام پر وفات پاتے اور ان کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نہ آتا تو آپ ان کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ادا فرماتے تھے)

۲۱۰۸ وَعَنْ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنِ قَالَ تُوُفِّيَ اَبُوْ شَرِيْحَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا فَقُلْنَا مَا هٰذَا فَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

سلمان المؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جب ابو شریحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی نماز جنازہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی نماز جنازہ کو چار تکبیرات سے ادا فرمایا، ہم نے دریافت کیا، نماز جنازہ کو آپ چار تکبیرات سے کیوں ادا فرماتے ہیں؟ تو حضرت زید ابن ارقم نے جواب دیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے دیکھا ہے (اور اسی وجہ سے میں بھی چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتا ہوں) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۱۰۹ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ عَلَى الْجَنَائِزِ خَمْسًا وَّسِتًّا وَّاَرْبَعًا حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرُوْا كَذٰلِكَ فِيْ وِلَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ ثُمَّ وَلِيَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اِنَّكُمْ مَعْشَرُ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَتٰى تَخْتَلِفُوْنَ تَخْتَلِفُ النَّاسُ بَعْدَكُمْ وَالنَّاسُ حَدِيْثٌ عَهْدٌ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَاَجْمِعُوْا عَلٰى شَيْءٍ يَجْمَعُ عَلَيْهِ مَنْ بَعْدَكُمْ فَاَجْمَعَ رَاْيُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) آپ کی وفات تک صحابہ کرام کا یہ عمل رہا ہے کہ بعض صحابہ نماز جنازہ پانچ تکبیرات کے ساتھ ادا فرماتے اور بعض چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے تھے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دور خلافت میں بھی اسی طرح اختلاف رہا کہ بعض صحابہ پانچ تکبیرات کے ساتھ بعض صحابہ چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا دور خلافت آیا تو (دور فاروقی میں بھی) اسی طرح اختلاف کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوتی رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے کہا کہ آپ حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب

لہ اور لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی پانچ تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتے ہیں، اور کوئی چھ تکبیرات کے ساتھ۔

وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اٰخِرَ جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ فَيَاْخُذُوْنَ بِهٖ وَيَرْفُضُوْنَ مَا سِوَاهُ فَنَظَرُوْا فَوَجَدُوْا اٰخِرَ جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْبَعًا۔

(رَوَاهُ مُحَمَّدٌ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ نَحْوَهٗ)

ہیں، اگر آپ نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتے رہیں گے تو آپ کے بعد آنیوالے مسلمان بھی اسی طرح نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتے رہیں گے، لوگ ابھی ابھی جاہلیت کے دور سے گزر کر اسلام کی روشنی میں آئے ہیں۔ ابھی ان کے ذہنوں میں اختلاف کا اثر باقی ہے [1] اس لیے آپ آپس میں مشورہ کر کے کسی ایک بات پر اتفاق کر لیں،

ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی ہمارے اتفاق کرنے کی وجہ سے آپس میں اتفاق کر لیں گے۔ آؤ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخری نماز جنازہ کتنی تکبیرات سے ادا فرمائی ہے، اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس کے سوائے پہلے جو عمل رہا ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ سب نے مل کر بہت غور کیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری جنازہ پر چار تکبیرات کے ساتھ نماز پڑھائے ہیں۔ اس حدیث کی روایت امام محمد نے کی ہے، اور امام احمد اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۲۱۰۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اٰخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ عُمَرُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى عُمَرَ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں جن جنازوں پر نماز جنازہ پڑھی ہیں، ان میں چار تکبیرات ہی ادا فرماتے ہیں، پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی نماز جنازہ ہوئی

---

[1] ویسا ہی ان کو نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرنا ہوا چھوڑنا مناسب نہیں

[2] جب یہ معلوم ہوا کہ آخری نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چار تکبیرات کے ساتھ ادا فرماتے ہیں تو سب صحابہ کا اجماع نماز جنازہ میں چار تکبیرات پر ہوا

[3] ہر مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل کو دیکھا جاتا ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

اَلْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَلِيٍّ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى الْحَسَنِ اَرْبَعًا وَكَبَّرَتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ اَرْبَعًا۔ (رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي سُنَنِهٖ وَالطَّبْرَانِيُّ)

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے[1] چار تکبیرات ہی سے نماز جنازہ پڑھائی ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی نماز جنازہ ہوئی تو اس میں بھی حضرت ابن عمر نے چار تکبیرات ہی ادا کئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی نماز جنازہ میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہی تکبیرات فرمائی ہیں اور اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی نماز جنازہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چار تکبیرات ہی ادا فرمائی ہیں اور جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ فرشتوں نے ادا کی، تو اس میں بھی فرشتے چار ہی تکبیرات کہے ہیں۔ اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں کی ہے، اور طبرانی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

٢١١٠ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَاُ[2] فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَقَالَ ابْنُ بَطَّالٍ وَمِمَّنْ كَانَ لَا يَقْرَاُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ وَيُنْكِرُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ عَطَاءٌ وَطَاؤُسٌ وَسَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَسَعِيْدُ

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں (سورۃ فاتحہ یا) قرآن کی کوئی سورہ یا کوئی آیت (کسی تکبیرات کے بعد) کبھی نہیں پڑھتے ہیں۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ[2] لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا آیت کا پڑھنا مقرر نہیں فرماتے اور ابن بطال نے کہا ہے کہ تابعین میں سے عطاء، طاؤس، سعید بن المسیب، ابن سیرین، سعید بن جبیر، شعبی اور الحکم یہ سب حضرات بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا آیت کا پڑھنا مقرر

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر سب کا اجماع ہوا ہے۔

[2] نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سورۃ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت کا پڑھنا مقرر فرماتے ہیں۔

بْنُ جُبَيْرٍ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَكَمُ وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ بِهٖ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَحَمَّادٌ وَالثَّوْرِيُّ وَقَالَ مَالِكٌ قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ لَيْسَتْ مَعْمُولًا بِهَا فِيْ بَلَدِنَا فِيْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ قَالَهٗ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ وَقَالَ فِيْ شَرْحِ النِّقَايَةِ ـ

نہیں فرماتے ہیں، اور ابن بطال نے کہا ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے تھے، اور جو کوئی پڑھتا اس پر انکار کیا کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ اور ابن بطال نے یہ بھی کہا ہے کہ تابعین میں سے عطاء، طاؤس، سعید بن المسیب، ابن سیرین، سعید بن جبیر، شعبی اور الحکم یہ سب حضرات بھی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے، اور اگر کوئی پڑھتا تو اس پر انکار کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے، اور ابن منذر نے کہا ہے کہ اسی کے قائل مجاہد، حماد اور ثوری ہیں اور وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی سورۃ یا کوئی آیت نہ پڑھی جائے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شہر مدینہ منورہ میں نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے پر بالکل عمل نہیں ہے (مذہب حنفی یہی ہے) یہ پورا مضمون عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور شرح نقایہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

۲۱۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ[۱۳] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ ـ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو مردہ کے لیے بہت خلوص سے دعاء مغفرت کرو اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۱۱۲ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ [۱۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

لہ نماز جنازہ میت کی دعاء مغفرت کے لیے ہی ہے، اس میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی اور سورت کا پڑھنا نہیں ہے جیسے اور نمازوں میں ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْجَنَازَۃِ قَالَ،

ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے تو (تیسری تکبیرات کے بعد) یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ الْاَشْھَلِیِّ عَنْ اَبِیْہِ وَانْتَھَتْ رِوَایَتُہٗ عِنْدَ قَوْلِہٖ وَاُنْثَانَا وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاؤُدَ فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِیْمَانِ وَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ وَفِیْ اٰخِرِہٖ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ۔

الٰہیؐ! ہمارے سب زندوں اور مردوں کو آپ بخش دیجئے[1]۔ اور جو حاضر ہیں ان کی بھی اور جو غائب ہیں اُن کی بھی آپ مغفرت فرما دیجئے[2]، ایسے ہی ہمارے چھوٹے اور بڑے یعنی جوان اور بوڑھے سب کی مغفرت فرما دیجئے[3] ہاں جو بالغ مرد ہیں یا عورتیں ہیں (اُن کو بھی اپنی رحمت سے مایوس نہ کیجئے) سب کی آپ مغفرت فرما دیجئے[4]، الٰہی! ہم جب تک زندہ رہیں ہم کو اپنے احکام کا فرماں بردار رکھئے اور جب ہم مریں تو[5]! الٰہی (اس مردہ کی وجہ سے ہم پر جو مصیبت آئی ہے) ہم (بے صبری کرکے) ثواب سے محروم نہ ہیں، ہم کو صبر کی توفیق دیجئے تاکہ ہم صبر کرکے اس مصیبت کا ثواب پائیں اس مرنے والے کے بعد فتنہ میں نہ پڑ جائیں[6] اس حدیث کی روایت امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

لہ مُردہ جس کا یہ جنازہ ہے، آپ کے فضل و کرم سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے حاضر ہو رہا ہے، الٰہی! اس کو بھی، ایک اس کو ہی نہیں بلکہ سب کی مغفرت فرما۔

ٹہ اس لیے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اس لیے آپ کی عام مغفرت چاہیئے سب آپ کی مغفرت پر نظر لگائے ہوئے ہیں۔

ٹہ کسی کو اپنی مغفرت سے محروم نہ کیجئے۔ آپ کریم ہیں آپ کے کرم سے ایسی ہی امید لگائے ہوئے ہیں۔

ٹہ سب کو آپ سے مغفرت کی امید ہے جو بہت چھوٹے ہیں، ان کے تو گناہ ہی نہیں، اس لیے ان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کیگئی۔

ھہ یوں تو آپ کی رحمت عام ہے مگر عاجزوں پر خاص طور پر سے آپ رحم فرماتے ہیں، اس وقت یہ مُردہ بہت عاجز ہو کر آپ کے سامنے آ رہا ہے اس پر آپ کی رحمت ہو رہی ہے، اس لیے دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی رحمت سے یہ دعا کریں۔

لہ اس وقت عمل کا موقع نہیں اس وقت صرف تصدیق قلبی کی ضرورت ہے اس لیے ہم کو مرتے وقت کامل تصدیق قلبی عطا کیجئے آپ پر آپ کے رسول پر کامل ایمان لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جائیں۔

۲۱۱۴/۱۵ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ ؕ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھائی ۱؎ اس دعا کے الفاظ یہ تھے۔

الٰہی! اس مردہ کی (جس کا یہ جنازہ ہے اس کے گناہوں کو مٹا کر) مغفرت فرما دیجئے (اس کی نیکیاں قبول کرکے) اس پر رحمت نازل فرمایئے۔ (اس کو عذاب سے بچا کر) عافیت میں رکھیئے (اور اس سے جو قصور اور کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان کو نظر انداز کرکے معاف فرمایئے۔ (جیسے کریم مہمان مہمان نوازی کرتا ہے، ایسا ہی آپ تو سب سے زیادہ کریم ہیں) اس کی بہت عزت کے ساتھ مہمان نوازی کیجئے اور اس کی قبر کو بہت وسیع کر دیجئے (الٰہی! جب ہم کسی کپڑے کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پانی برف اور اولے سے دھویا کرتے ہیں ایسا ہی) آپ اس کے تمام گناہوں کو قسم قسم کی مغفرت سے بالکل پاک وصاف کر دیجئے۔ جیسے سفید کپڑے کو خاص اہتمام سے دھویا جاتا ہے تاکہ اس میں کوئی دھبہ نہ رہے، ایسا ہی اس کے تمام گناہوں کو صغیرہ ہوں یا کبیرہ، حقوق اللہ ہوں، یا حقوق العباد اپنے فضل وکرم سے ایسا معاف دیجئے کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے (اب یہ اپنے گھر کو اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ کے پاس آرہا ہے، تو اس کے گھر سے بہتر آپ اپنے پاس اس کو گھر دیجئے۔ اور اس کے خادموں سے بہتر اس کو خادم دیجئے اور اس کی

۱؎ اور میں بھی اس وقت حاضر تھا، تیسری تکبیر کے بعد مردہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو دعاء فرماتے سیکھوں وہ کیسی دعاء تھی، مجھے خوب یاد ہے)

۲۱۱۴ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ
صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ
فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ
بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ مِنْ
جِوَارِكَ وَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ
عَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ
وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ
اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

بیوی سے بہتر اس کو بیوی دیجئے (تاکہ یہ دنیا کی کسی چیز کو یاد نہ کرے، ہم کو آپ کی رحمت سے بڑی امید ہے) اس کو قبر کے اور دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیجئے (تو سب کچھ اس کو مل جاتا ہے)

راوی حدیث عوف بن مالک کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سُنا تو میں آرزو کرنے لگا کہ کاش یہ مُردہ میں ہوتا تو اچھا تھا (کہ یہ دعا میرے لیے کی جاتی) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔ ۱۲

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے (تیسری تکبیر کے بعد) آپ نے جو دعا پڑھی ہے اس کو میں نے خوب سنا ہے آپ یہ دعا فرما رہے تھے۔

الٰہی! یہ مُردہ جس کا یہ جنازہ ہے فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے اور یہ مسلمان ہو کر آپ کی پناہ میں آگیا ہے، اور اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ اس کو امن دیجئے حبل اللہ یعنی قرآن پر ہمیشہ عمل کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو اپنی حفاظت میں لے لیجئے۔ (اور ہر مسلمان کو قبر کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے کا آپ نے وعدہ کیا ہے یہ بھی مسلمان ہے) اس کو بھی آپ قبر کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے بچائیے) آپ جو وعدہ کرتے ہیں پورا کرتے ہیں، اور آپ حق ہیں یعنی سچے ہیں، اور آپ کا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے (اے اللہ! یہ مُردہ نادم اور شرمندہ ہو کر آپ کے سامنے آرہا ہے) آپ اس کی مغفرت فرما دیجئے اور اس پر

رحمت نازل کیجئے (آپ کی کیا شان کہوں آپ کے سامنے جو نادم ہوکر آتا ہے) آپ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور آپ اس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے

۲۱۱۵/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ میں (تیسری تکبیر کے بعد) اس طرح سے بھی دعاء فرمائی ہے۔

الٰہی! اس (مردہ) کو (جس کا یہ جنازہ ہے) آپ ہی پرورش کرتے رہے ہیں، آپ ہی نے اس کو پیدا کیا (یہ کچھ نہیں تھا آپ ہی نے اس کو وجود دیا) آپ ہی نے اس کو گمراہی سے بچاکر) اسلام کی ہدایت دی، (کیا کیا دیا سب دیا، جب اس کی عمر پوری ہو گئی تو) اس کی روح کو آپ ہی قبض کیا، کوئی چیز اس کی آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے) اس کا ظاہر اور باطن سب آپ پر ظاہر ہے، (ہم کیا کہیں سب کچھ آپ کو معلوم ہے (ہم صرف حکم کی تعمیل کرکے) شفیع بن کر آپ کے سامنے (دعاء مغفرت کرنے) آئے ہیں، آپ اس کی مغفرت فرما دیجئے (آپ دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں، آپ حاجتوں کے پورا کرنے والے ہیں آپ اس کے لیے ہماری دعاء قبول کیجئے۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ ۱۲

۲۱۱۶/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَاَحْمَدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے[1] نماز پڑھنے والے کو نماز جنازہ کا ثواب نہیں ملے گا۔

---

[1] خواہ جنازہ اور نماز پڑھنے والا دونوں مسجد میں ہوں، یا نماز پڑھنے والا مسجد میں ہو، اور جنازہ مسجد کے باہر ہو یا جنازہ مسجد میں ہو، اور نماز پڑھنے والا مسجد کے باہر ہو، ہر حالت میں)

وَالطَّحَاوِيُّ۔

وَقَالَ فِي الْبِنَايَةِ وَسَكَتَ أَبُوْدَاؤُدُ عَنْهُ فَهٰذَا دَلِيْلُ رِضَاهُ بِهٖ وَإِنَّهُ صَحِيْحٌ عِنْدَهُ اِنْتَهٰى وَحَقَّقَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِيْ زَادِ الْمَعَادِ وَغَيْرِهٖ اِنَّ سَنَدَهُ حَسَنٌ مُحْتَجٌّ بِهٖ وَيُؤَيِّدُهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ مِنْ عَادَتِهِ الصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْ مَسْجِدِهٖ مَعَ شَرَفِهٖ بَلْ كَانَ يَخْرُجُ اِلَى الْمُصَلّٰى قَالَهُ فِيْ عُمْدَةِ الرِّعَايَةِ وَقَالَ فِيْ مُوَطَّاهُ لَا يُصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ وَكَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَمَوْضِعُ الْجَنَازَةِ فِي الْمَدِيْنَةِ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْهِ۔

(البتہ نماز جنازہ ادا ہو جائے گی، اس کی روایت ابوداؤد، امام احمد اور طحاوی نے کی ہے۔

اور بنایہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے حدیث کی روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے، اور یہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اور ابن ماجہ نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے "فَلَيْسَ لَهٗ شَيْءٌ"، یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا اور اس حدیث کی سند حسن ہے، اور عنایہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت اس طرح لائے ہیں "فَلَا اَجْرَ لَهٗ" یعنی نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنے والے کو نماز کا کوئی اجر نہیں ملے گا یعنی اجر و ثواب کی وجہ سے نماز نماز ہے، اگر اجر و ثواب نہ ملے تو وہ نماز نماز نہیں، اسی لیے طیالسی اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں "فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ" آیا ہے یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو اجر و ثواب نہیں ملتا اس لیے ایسی نماز نماز ہی نہیں، ہاں نماز جنازہ کی فرضیت جو اس کے ذمہ تھی ادا ہو جائے گی، اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہوتا تو نجاشی شاہ حبشہ کے انتقال کا کشف ہونے کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضور شاہ حبشہ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا فرماتے، حضور ایسا نہ کر کے مسجد کے باہر تشریف لے جا کر نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرماتے اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ نماز جنازہ مسجد میں ادا نہیں فرمایا کرتے تھے، حالانکہ مسجد نبوی بہت بڑی فضیلت کی جگہ ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مسجد سے باہر ایک خاص مقام پر تشریف لے جا کر نماز جنازہ ادا فرماتے۔

۲۱۱۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَيْسَ لَهٗ شَيْءٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَفِيْ رِوَايَةِ الطَّيَالِسِيِّ وَابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ نے موطا میں فرمایا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے، امام محمد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مدینہ منورہ کا یہ عمل دریافت معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے باہر ایک خاص مقام ہے جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، اور یہ وہی مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ ادا فرمایا کرتے تھے، اسی لیے ہمارے فقہاء نے ان تمام روایتوں سے اخذ کیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے۔

۲۱۱۸/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ اَنَسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَامَ حِيَالَ صَدْرِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ فِيْهِ اَبُوْ غَالِبٍ فِيْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ اَبُوْ غَالِبٍ الْبَاهِلِيُّ الْخَيَّاطُ الْبَصَرِيُّ قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ صَالِحٌ وَاَبُوْ حَاتِمٍ شَيْخٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ۔

حضرت ابوغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے بھی آپ کی اقتداء کی ہوئی تھی میں نے دیکھا کہ حضرت انس میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۱۱۹/۲۰ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَقُوْمُ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ صَدْرِهَا۔ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو امام نماز جنازہ پڑھا رہا ہو، اس کو چاہیئے کہ میت اگر عورت ہو تو اس کے سینہ کے مقابل کھڑا رہے اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میت مرد ہو یا عورت امام کو چاہیئے کہ اس کے سینہ کے مقابل کھڑا رہے، یہی مذہب حنفی ہے) ۱۲۔

۲۱۲۰/۲۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی عورت (مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور) مسجد نبوی کی خدمت کرتی اور مسجد کو جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ ایک دن حضور اکرم

قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ وَرَوَى ابْنُ حِبَّانَ نَحْوَهٗ وَقَالَ فِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ اِنَّ الصَّلٰوةَ عَلَى الْجَنَازَةِ بَعْدَ مَا صُلِّيَ عَلَيْهِ مِنْ خُصُوْصِيَّاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّ صَلٰوتَهٗ عَلٰى اُمَّتِهٖ بَرَكَةٌ وَّطُهُوْرٌ كَمَا يُفِيْدُهٗ مَا وَرَدَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یاد فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، حضور! اس کا تو انتقال ہو گیا ہے، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی موت کی اطلاع کیوں نہ دی، صحابہ اس کی موت کے واقعہ کو غیر اہم سمجھ کر حضور کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے اطلاع نہیں دی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر بتلا دو، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی قبر بتلا دی گئی۔ آپ نے اس کی قبر کے پاس جا کر (اور اس کی قبر کے مقابل) کھڑے ہو کر (دوبارہ) نماز جنازہ ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا، یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں، میری نماز سے ان قبروں میں رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ روشنی پیدا کر دیتا ہے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے، اور اس حدیث کے الفاظ مسلم کی روایت کے موافق ہیں، اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف، واضح ہو کہ دفن سے پہلے میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو، تو پھر اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، اس لیے کہ نماز جنازہ کا ادا کرنا جو فرض ہے، وہ ایک دفعہ کے ادا کرنے سے یہ فرض ادا ہو چکا، اگر پھر دوبارہ نماز جنازہ ادا کی جائے تو وہ نفل ہو گی اور نماز جنازہ میں نفل ثابت نہیں ہے اور یہی مذہب حنفی ہے ہاں اگر سلطان یعنی بادشاہ وقت یا ولی کو اگر نماز جنازہ نہ ملی ہو، یا بغیر اجازت ولی کے غیر مستحق امام نے نماز پڑھا دی ہو تو ولی یا سلطان دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کیا گیا ہے، تو میت کے سڑنے سے پہلے جس کی مدت تین دن ہے، قبر پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ اگر میت کو نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کر دیا گیا ہے تو اس پر کسی کو نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق امام نے نماز جنازہ پڑھا دی اور میت کو دفن بھی کر دیا گیا تو ایسی صورت میں صرف ولی کو دوبارہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ نعش پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر ولی کی اجازت کے ساتھ مستحق امام نے کسی میت کی نماز جنازہ پڑھا دی اور میت کو دفن بھی کر دیا گیا تو ایسی صورت میں کسی شخص کو خواہ وہ ولی ہو یا سلطان یعنی بادشاہ وقت ہو قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ہر حالت میں قبر پر دوبارہ نماز جنازہ ادا فرمائیں اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

نماز اُمّت پر، رحمت اور برکت کا سبب ہے، اور قبروں کو نورانی بنانے کا باعث ہے اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خصوصیات سے ہے، اور صدر کی حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دوبارہ قبر پر جو نماز پڑھنے کا واقعہ مذکور ہوا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اسی خصوصیت کی وجہ سے ہے (یہ مضمون درمختار، فتاویٰ عالمگیری، ملتقی، شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے) ۱۲

۲۱۲۱/۲۲ وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ مَاتَ لَهٗ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ اُنْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک صاحبزادہ کا انتقال مقام قدید یا مقام عسفان میں ہوا، تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے فرمایا، کریب! باہر جاکر دیکھو کہ (نماز جنازہ کے لیے) کتنے لوگ جمع ہیں، کریب کہتے ہیں کہ میں نے باہر جاکر دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع تھے، میں نے لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع حضرت ابن عباس کو دیدی، حضرت ابن عباس نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے خیال میں (جو لوگ جمع ہیں وہ) چالیس ہوں گے، میں نے عرض کیا جی ہاں (چالیس ہوں گے) یہ سُن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا اچھا جاؤ میت کو باہر لے آؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ جب کسی مسلمان کے جنازہ پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتے ہوں تو جب وہ نماز جنازہ پڑھ کر دعاءِ مغفرت کریں تو ان کی دعاءِ مغفرت اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرما لیتے ہیں[1] اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۲۲/۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

لہ اسی لیے میں نے لوگوں کے جمع ہونے کو دریافت کیا۔ کیونکہ ہر چالیس مسلمانوں میں ایک کا ولی ہوا کرتا ہے، جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے!

مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس میت کی نماز جنازہ کثرت سے مسلمان پڑھیں جن کی تعداد (کم از کم چالیس ہو، اور زیادہ سے زیادہ) سو دیا اس سے زیادہ) ہو سب کے سب اس میت کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے دعاء مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء قبول فرماتا ہے اور اس میت کی مغفرت ہو جاتی ہے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۲۳ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوْفٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ اَوْجَبَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔

۲۴

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے، اور اس کی نماز جنازہ مسلمان تین صف ہو کر ادا کریں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمہ واجب کر لیتے ہیں کہ اس میت کی مغفرت فرمادیں اور اس کو جنت میں داخل کریں۔

اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ہے کہ اس حدیث پر مالک بن ھبیرہ بہت سختی سے عمل فرماتے تھے، جب کسی میت کی نماز جنازہ آپ پڑھاتے اور نمازی کثرت سے ہوتے تو نمازیوں کو تین صف میں تقسیم کرتے تھے، اور اگر نمازیوں کی تعداد بہت کم ہوتی تو پھر بھی نمازیوں کو تین صف ہی میں بانٹتے تھے تاکہ اس حدیث پر عمل ہو۔

۲۱۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ

۲۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک جنازہ پر سے گزر ہوا صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے) تو صحابہ میت کی بہت تعریف کرنے لگے (صحابہ کو میت کی تعریف کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا اس میت کے لیے واجب ہو گئی۔ اس کے بعد

عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ
أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ الْمُؤْمِنُوْنَ
شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ وَرَوَى
الْحَاكِمُ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ فَقَالَ
نَعَمْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِلّٰهِ
مَلَائِكَةً تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ
بَنِيْ آدَمَ بِمَا فِي الْمَرْءِ مِنَ الْخَيْرِ
وَالشَّرِّ وَقَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا
حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

صحابہ کا (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ پر سے گزر ہوا (صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے) تو صحابہ اس میت کی برائیاں بیان کرنے لگے (صحابہ کو میت کی برائیاں بیان کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس میت کے لیے واجب ہو گئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو یہ فرماتے ہوئے سن کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کی[1]، کیا چیز واجب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی میت کی تم جو تعریف کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت جنت کی مستحق ہے (اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت دے گا، اس لیے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) اور دوسری میت کی تم جو برائیاں بیان کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت دوزخ کی مستحق ہے وہ دوزخ میں جائے گی اس لیے کہ برائیوں کا بدلہ دوزخ ہے) صاحبو! تم زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ بنائے گئے ہو[2]، اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے، بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ مسلمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں (اجتماعی طور سے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے، وہ حق ہوتا ہے) اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اجتماعی طور پر مسلمان جو کچھ کہتے ہیں، وہ

---

[1] یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ہماری سمجھ میں نہیں آیا حضور دونوں کے لیے واجب ہو گئی کیا واجب ہوئی فرمایا)

[2] اجتماعی طور پر جو بات تمہارے دل میں آئے اور جو تمہاری زبان سے نکلے وہ حق ہوتی ہے، اسی لیے میں کہا ہوں کہ پہلے مردہ کی نیکیوں کی وجہ سے تم جو تعریف کی اس سے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور دوسرے مردے کی تمام جو برائیاں بیان کئے ہو، اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی، اس لیے کہ تم اللہ کے گواہ ہو)

اس لیے حق ہوتا ہے کہ بظاہر تو مسلمان کہتے ہیں، حقیقت میں فرشتے ان کی زبان سے کہلواتے ہیں (اسی لیے ان کا اجتماعی قول حق ہوتا ہے) اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔

۲۱۲۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس مسلمان میت کے لیے اس کے نیک ہونے کی چار مسلمان گواہی دیں تو (یہ علامت ہے کہ وہ مسلمان جنت کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے) اس کو جنت دے گا (اس لیے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی حضور! اگر تین مسلمان میت کے نیک ہونے کی گواہی دیں تو کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ وہ بھی جنت کا مستحق ہوگا اور جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر ہم عرض کئے یا رسول اللہ کہ اگر دو مسلمان ایسی گواہی دیں (تو اس کا کیا حکم ہے)؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب بھی یہی حکم ہے (کہ وہ مسلمان جنت میں داخل کیا جائے گا) پھر ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دریافت ہی نہیں کیا کہ اگر مسلمان کسی مسلمان میت کے نیک ہونے پر گواہی دے تو اس کا کیا حکم ہے اس لیے کہ گواہی کا نصاب کم سے کم دو مسلمان ہیں۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۱۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مردہ کو برا نہ کہو[1] اس کو سزا ہو رہی ہے وہ ہو رہی ہے اپنے

[1] تم کو کیا معلوم کہ اگر وہ توبہ کر کے مرا ہے تو وہ توبہ کی وجہ سے جنتی ہو گیا اور تم برا سمجھ کر اس کو برا کہتے ہو یہ بے فائدہ بات ہے اور تم سے اس کا مواخذہ ہوگا اور اگر وہ کفر یا فسق کی حالت میں مرا ہے اور توبہ نہیں کی تو جو اس کو سزا ہونی ہے وہ ہو رہی ہے۔

قَدَّمُوْا۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

گئے کا بدلہ پا رہا ہے، اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۱۲۷
۲۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے مردوں کی خوبیوں بیان کیا کرو۔ اور ان کی برائیاں بیان نہ کیا کرو۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: یوں تو ہر شخص کو چاہیئے کہ مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرے، اور مردوں کی برائیاں بیان کرنے سے رکا رہے۔ خاص کر مردوں کو جو غسل دینے والے ہیں، اگر ان پر مردہ کی اچھی حالت ظاہر ہو مثلاً مردہ کے چہرہ پر نور برس رہا ہو، یا مردہ کے پاس سے خاص خوشبو آ رہی ہو، یا بغیر دقت کے مردہ غسل دینے والے کے قابو میں ہو جائے اور غسل دینے والا جو کچھ کرنا چاہے وہ آسانی سے کر سکتا ہو تو اس طرح کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور مردہ کی ایسی خوبیاں ظاہر کرنا مستحب ہے، اور اگر غسل دینے والا مردہ کے پاس کوئی برائیاں دیکھے، مثلاً مردہ سے بدبو آ رہی ہے یا مردہ کا چہرہ یا اس کا جسم سیاہ ہو گیا ہو، یا چہرہ کچھ کا کچھ ہو گیا ہے تو ایسی برائیاں دیکھ کر غسل دینے والا کسی پر ظاہر نہ کرے، مردے کی حالت دیکھنے والا خواہ غسل دینے والا ہو یا اور کوئی اس پر مردہ کی ان برائیوں کو لوگوں پر ظاہر کرنا حرام ہے (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) ۱۲

۲۱۲۸
۲۹ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ذَكَرَهُ الْحَاكِمُ الْمُسْتَدْرَكُ وَقَالَ قَدِ اتَّفَقَا جَمِيْعًا عَلٰى اِخْرَاجِهٖ۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہداء اُحد پر (چار تکبیرات سے) نماز جنازہ ادا فرمائے اور یہ نماز جنازہ بعینہٖ ایسی تھی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے میتوں پر چار تکبیرات کے ساتھ ہمیشہ نماز جنازہ ادا فرمایا کرتے تھے، اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کی تخریج متفقہ طور پر کی ہے۔

لہ تمہارے اس کو برا کہنے سے کیا فائدہ ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ بے فائدہ کام نہ کرے اور بے فائدہ بات نہ کہے۔

۲۱۲۹ (۳۰) وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہداءِ اُحد پر نماز جنازہ ادا فرماتے ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے مراسیل میں کی ہے، اس باب میں حاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کی ہے، اور دارقطنی نے بھی اس حدیث کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے۔

۲۱۳۰ (۳۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَمْزَةَ حِيْنَ فَآءَ النَّاسُ مِنَ الْقِتَالِ فَقَالَ رَجُلٌ رَاَيْتُهٗ عِنْدَ تِلْكَ الشَّجَرَةِ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ وَرَاٰى مَا مُثِّلَ بِهٖ شَهِقَ وَبَكٰى فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَمٰى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ ثُمَّ جِيْئَ بِحَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ بِالشُّهَدَآءِ فَيُوْضَعُوْنَ اِلٰى جَانِبِ حَمْزَةَ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يُرْفَعُوْنَ وَيَتْرُكُ حَمْزَةَ حَتّٰى صَلّٰى عَلَى الشُّهَدَآءِ كُلِّهِمْ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ اُحد میں) جب صحابہ کرام میدان جنگ سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس ہونے والوں میں (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نظر نہیں آئے (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کو تلاش کرنا چاہا اور دریافت فرمایا کہ دیکھو (حضرت حمزہ کہاں ہیں؟) تو ایک صاحب نے عرض کی کہ میں نے حضرت حمزہ کو فلاں درخت کے پاس دیکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس درخت کے پاس پہونچے تو وہاں حضرت حمزہ کو کہ مثلہ کئے ہوئے ہیں، ناک، کان اور دوسرے اعضاء کٹے ہوئے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ غم سے بھر آیا اور حضور رونے لگے (حضور کی یہ حالت دیکھ کر) ایک انصاری اٹھے اور حضرت حمزہ کو ایک چادر سے چھپا دیئے (تاکہ وہ منظر دکھائی نہ دے) پھر حضرت حمزہ نماز جنازہ پڑھائے جانے کے لیے) لائے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور حضرت حمزہ کو اسی طرح رکھا

عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(رَوَاهُ الْحَاكِمُ)

گیا، ان پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی گئی) دوسرے شہداء کو میدان جنگ سے لالا کر حضرت حمزہ کے بازو رکھا جاتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پر نماز جنازہ ادا فرماتے جاتے نماز جنازہ کے بعد یہ جنازہ اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لاکر حضرت حمزہ کے بازو رکھے جاتے، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پر نماز جنازہ ادا فرماتے، یہاں تک کہ تمام شہداء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز جنازہ ادا فرماتے[۱] جب سب شہیدوں کی نماز جنازہ ادا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگرچہ غزوہ اُحد میں اور بھی شہید ہوئے مگر) حضرت حمزہ (جس بے دردی سے شہید کئے گئے اس وجہ سے) میدان قیامت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سید الشہداء پکارے جائیں گے۔ اس کی روایت حاکم نے کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اگرچہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔ ۱۲۔

۱۲۱۳
۳۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُتِيَ بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ عَلٰى عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَ حَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ يُرْفَعُوْنَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوْعٌ.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آپ کے جنازہ کو میدان میں نماز پڑھائے جانے کے لیے لاکر رکھا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پر صحابہ کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے اور نماز کے بعد حضرت حمزہ کا جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے اسی طرح رکھا رہا، اس کے بعد شہدائے اُحد کے جنازے دس دس کی تعداد میں حضرت حمزہ کے جنازے

---

[۱] اور اس وقت تک حضرت حمزہ کا جنازہ برابر اسی مقام پر رہا، یہ دیکھ کر راوی سمجھے کہ دوسرے شہداء کے ساتھ حضرت حمزہ کی نماز جنازہ بھی بار بار ادا ہوئی، حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت حمزہ کی نماز ایک ہی مرتبہ ادا ہوئی، اس لیے نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا ثابت نہیں، اور یہی مذہب حنفی ہے۔

رَوَی الطَّحَاوِیُّ نَحْوَہٗ)

۲۱۳۲ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ [۳۳] اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اُهَاجِرُ مَعَكَ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَقَسَّمَ وَقَسَّمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قَسَّمَ لَهٗ وَكَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَآءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا قِسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَخَذَهٗ فَجَآءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ قَسَمْتُهٗ

کے بازو کی طرف رکھے جاتے رہے، اور حضور ان شہداء پر نماز پڑھاتے رہے اور نماز کے بعد ان شہداء کے جنازے اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لاکر حضرت حمزہ کے بازو میں رکھے جاتے، اور حضور ان پر نماز پڑھاتے (اسی طرح اخیر تک) حضرت حمزہ کا جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا رہا (لیکن حضرت حمزہ پر بار بار نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ صرف ابتداء میں ہی حضرت حمزہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے، اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ۱۲

حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لایا، اور آپ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ رہا کرتا تھا پھر عرض کیا (اب میں اپنا وطن چھوڑ کر ہمیشہ اسی طرح آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں) حضور نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ ان کو دینی تعلیم دیا کریں، اور ان کی خبر گیری کرتے رہیں اس اثناء میں ایک غزوہ کا موقعہ آیا (اور وہاں فتح حاصل ہوئی) اور غنیمت ملی، اور غنیمت میں چند غلام باندی ہاتھ آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غلام باندی سب کو تقسیم کر دیئے، اور اس اعرابی کا بھی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہا کرتے تھے حصہ نکالا اور اس حصہ کو ان کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا (اس اعرابی کو حصہ دے دیں، وہ اعرابی اپنے ساتھیوں کے جانور چرایا کرتے تھے۔ جب وہ (چراگاہ سے) لوٹے تو ان لوگوں نے ان کا حصہ جو رکھا ہوا تھا ان کے حوالے کر دیا، اس اعرابی نے کہا یہ کیا ہے؟ اور سب مجھے یہ کیوں دیا جا رہا ہے؟ ان کے ساتھیوں

لہ: اس کی اجازت دیدی، اور چونکہ یہ نو وارد تھے اور ابھی ابھی اسلام لائے تھے۔

لَكَ قَالَ مَا عَلٰى هٰذَا
اتَّبَعْتُكَ وَلٰكِنِّيْ اتَّبَعْتُ عَلٰى
اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ
اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ فَاَمُوْتُ
فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ
اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يُصَدِّقْكَ
فَلَبِثُوْا قَلِيْلًا ثُمَّ نَهَضُوْا
فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِيَ
بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُحْمَلُ قَدْ
اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ
اَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
اَهُوَ هُوَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ
صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهٗ
ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
فِيْ جُبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ
قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ
فَكَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ
صَلَاتِهٖ "اَللّٰهُمَّ هٰذَا
عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا
فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ
شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى
ذٰلِكَ ۔

نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے تم کو عطا فرمایا ہے، وہ اعرابی اپنا حصہ لیے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! یہ مجھے دیا گیا ہے، یہ کیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارا حصہ ہے۔ جس کو مال غنیمت سے میں نے تمہیں دیا ہے۔ اس اعرابی نے عرض کیا (حضور یہ جو مجھے ملا ہے یہ خادم نوازی ہے مگر) میں حضور کے ساتھ یہ حصہ لینے کے لیے نہیں رہا ہوں! میں اس واسطے حضور کے ساتھ ہوں کہ میرے حلق پر (جہاد میں کفار کی) تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں چلا جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم سچے ہو، اور (یہ دل سے کہہ رہے ہو) تو تمہارے کہنے کو اللہ تعالیٰ سچ کر دکھائے گا۔ چند دن نہیں گزرے کہ پھر جہاد کا موقع آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میدان جنگ سے ان اعرابی کی نعش کو اس حالت میں اٹھا کر لائے ہیں (کہ جیسا انھوں کہا تھا ویسا ہی ہوا ہے) حلق پر جہاں انھوں نے اشارہ کیا تھا وہیں تیر لگا (اور وہ شہید ہو گئے ہیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا وہی شخص ہے کہ جس نے تیر حلق پر لگ کر شہید ہونے کی تمنا کی تھی صحابہ عرض کیے۔ حضور جی ہاں! یہ وہی شخص ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ہم سے اس نے جو کچھ کہا) پھر اللہ سے بھی وہی کہا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے کہے کو سچ کر دکھایا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جبہ شریف میں اس کو کفنایا۔ اور اس کو سامنے رکھ کر (صحابہ کے ساتھ) اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی (نماز جنازہ میں اس کے لیے آپ نے جو دعائیں فرمائیں ہیں وہ تو آہستہ ہوئیں

منجملہ ان دعاؤں کے) ایک دعا جو ظاہر سنی گئی، وہ یہ تھی اے اللہ یہ آپ کے (مقبول اور مخلص) بندے ہیں، یہ اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرکے آپ ہی کے لیے آئے ہیں، اور آپ کے راستہ میں جہاد میں شریک ہوئے ہیں، کفار کے ہاتھ سے مارے جاکر یہ شہید ہوئے ہیں۔ میں ان کی شہادت پر گواہ ہوں (آپ ان کی شہادت قبول فرمائیے۔ اس کی دعا کا باقی حصہ پورا کرکے ان کو جنت میں داخل کیجئے۔) اس حدیث کی روایت نسائی اور طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(رَوَاہُ النَّسَآئِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ)

۲۱۳۳ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ مَکْحُوْلًا یَسْأَلُ عُبَادَۃَ بْنَ اَوْفٰی النُّمَیْرِیَّ عَنِ الشُّھَدَآءِ یُصَلّٰی عَلَیْھِمْ فَقَالَ عُبَادَۃُ نَعَمْ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت سعید بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے عبادہ بن اوفی نمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے (یا نہیں) تو عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ (ہم کو اس میں شک کیوں ہے) شہداء پر نماز جنازہ (ضرور) پڑھنی چاہیئے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف، مذکورہ احادیث سے اور ان کے سوا اور دوسری احادیث سے شہداء کو غسل دینا کہیں ثابت نہیں ہے، اور مذکورہ ہر حدیث سے شہداء پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا کیا عمل رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملک شام میں کثرت سے جہاد ہوئے ہیں، وہاں مسلمان شہید ہوئے ان پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق صحابہ متفق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام اسی چیز پر عمل کیا کرتے تھے جس پر حضور کے زمانہ میں عمل درآمد رہا ہو، صحابہ کا شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آخر زمانہ تک برابر شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے صحابہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جائے یہ مضمون طحاوی سے ماخوذ ہے)۱۲

۲۱۳۴ وَعَنْ طَاؤُسٍ قَالَ مَا مَشٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَۃِ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک جب کبھی جنازہ کے ساتھ چلے ہیں تو جنازہ کے پیچھے ہی چلے۔ اس کی روایت عبد الرزاق نے کی

وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ صَحِيْحٌ ۔

ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۱۳۵/۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ مَاجِدٍ الرَّاوِيُّ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ وَقَالَ عَلِيُّ نِ الْقَارِيُّ جَهْلُ الرَّاوِيِّ الْمُتَاَخِّرِ لَا يَضُرُّ لِلْمُجْتَهِدِ حَيْثُ ثَبَتَ الْحَدِيْثُ عِنْدَهٗ وَقَالَ بِهٖ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنازہ متبوع ہے یعنی جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے اس کو تابع نہ بنایا جائے یعنی جنازہ کے آگے آگے نہیں چلنا چاہیے۔ جو شخص جنازہ کے آگے چلتا ہے اس کا شمار جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں نہیں ہوتا (اور اس کو جنازہ کے ساتھ چلنے کا پورا پورا ثواب نہیں ملتا۔ اس حدیث کی روایت ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے

۲۱۳۶/۳۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ فِيْ جَنَازَةٍ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِيٌّ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا وَعَلِيٌّ يَمْشِيْ خَلْفَهَا يَدِيْ فِيْ يَدِهٖ فَقَالَ عَلِيٌّ اَمَا اِنَّ فَضْلَ الرَّجُلِ يَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ عَلَى الَّذِيْ يَمْشِيْ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلٰوةِ الْفَذِّ وَاِنَّهُمَا لَيَعْلَمَانِ مِنْ ذٰلِكَ مِثْلَ الَّذِيْ اَعْلَمُ وَلٰكِنَّهُمَا سَهْلَانِ يَسْهَلَانِ عَلَى النَّاسِ ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ قَالَهٗ فِيْ اٰثَارِ السُّنَنِ وَذَكَرَ ابْنُ حَجَرٍ فِي الْفَتْحِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَهُوَ مَوْقُوْفٌ فِيْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ)

حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جنازہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، اور جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنازہ کے آگے پیدل چل رہے تھے اور حضرت علی جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے، اور میرا ہاتھ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا سنو! عبدالرحمن جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے والے پر ہوتی ہے۔ یہ دونوں حضرات (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو خوب جانتے ہیں جس طرح میں جانتا ہوں، لیکن یہ دونوں حضرات اژدحام کی وجہ سے) لوگوں میں (سہولت پیدا کرنے کی خاطر باوجود جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو جاننے کے پھر بھی جنازہ کے آگے آگے اس لیے چل رہے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے۔ اگرچہ کہ جنازہ

کے آگے چلنے میں گو ویسی فضیلت نہیں ہے۔ جیسے پیچھے چلنے میں ہے۔ اس حدیث کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور ابن شیبہ نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے آثار السنن میں ایسا ہی کہا ہے، اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

٢١٣٧ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ[٣٨] اَنَّ اَبَاهُ قَالَ لَهٗ كُنْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ فَاِنَّ مُقَدَّمَهَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ وَخَلْفَهَا لِبَنِيْ اٰدَمَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ان سے فرمایا ہے کہ جنازہ کے ہمراہ چلتے وقت جنازہ کے پیچھے چلا کرو، کیونکہ فرشتے جنازہ کے آگے چلا کرتے ہیں، اس لیے بنی آدم کو پیچھے چلنا چاہیئے۔ اس کی روایت ابوبکر بن ابی شیبہ نے کی ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔

٢١٣٨ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ[٣٩] وَاَنَا مَعَهٗ عَلٰى جَنَازَةٍ فَرَاٰى مَعَهَا نِسَآءً فَوَقَفَ ثُمَّ قَالَ رُدَّهُنَّ فَاِنَّهُنَّ فِتْنَةُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ثُمَّ مَضٰى فَمَشٰى خَلْفَهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَيْفَ الْمَشْيُ فِي الْجَنَازَةِ اَمَامَهَا اَمْ خَلْفَهَا فَقَالَ اَمَا تَرَانِيْ اَمْشِيْ خَلْفَهَا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازہ کے ساتھ چلنے کے لیے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، حضرت ابن عمر نے دیکھا کہ جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی چل رہی ہیں۔ آپ فوراً ٹھہر گئے، پھر فرمایا کہ ان عورتوں کو جنازہ کے ساتھ چلنے سے روک دو، اس لیے کہ عورتیں زندہ اور مردہ دونوں کے ساتھ فتنہ ہیں (جب عورتیں رک گئیں تو) حضرت ابن عمر چلنا شروع ہو گئے اور جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ نافع کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، حضرت ارشاد فرمایئے۔ جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہیئے کیا جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے! تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ رہے ہو کہ جنازہ کے پیچھے چل رہا ہوں (اس سے تم کو سمجھنا چاہیئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے۔ اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

٢١٣٩ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ[٤٠]

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت

كَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا كَانَ مَعَهَا نِسَاءٌ اَخَذَ بِيَدِيْ فَتَقَدَّمْنَا نَمْشِيْ اَمَامَهَا فَاِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهَا نِسَاءٌ مَشَيْنَا خَلْفَهَا۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

ہے وہ فرماتے ہیں کہ ربیعہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ اگر کسی جنازہ کے ساتھ عورتیں ہوتیں تو حضرت اسود میرا ہاتھ پکڑتے اور ہم جنازہ کے آگے آگے چلتے اور جب جنازہ کے ساتھ عورتیں نہ ہوتیں تو ہم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۱۴۰ وَعَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ السَّيْرَ اِمَامَ الْجَنَازَةِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤُدَ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وہ تمام شاگرد جو تابعین تھے جنازہ کے آگے چلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

ف:۔ واضح ہو کہ جس طرح جنازہ کے آگے چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، اسی طرح جنازہ کے دائیں اور بائیں جانب چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو جس طرح جنازہ کے آگے چل سکتے ہیں، اسی طرح جنازہ کے دائیں جانب اور بائیں جانب بھی چل سکتے ہیں۔ (عمدۃ الرعایہ، طحاوی) ۱۲۔

۲۱۴۱ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (عذر کی وجہ سے) جنازہ کے ہمراہ سواری پر چل رہا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۱۴۲ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اِنَّ مَلٰٓئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤُدَ نَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نکلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ سوار ہیں تو فرمایا کہ کیا نہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے شرم نہیں آتی کہ فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم لوگ سواریوں پر ہو، اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور ابو داؤد نے بھی

ثَوْبَانَ مَوْقُوْفًا۔

اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ جنازہ کے ساتھ بغیر عذر کے سواری پر چلنا، خواہ جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے ہر حالت میں مکروہ ہے ہاں اگر عذر ہو تو سواری پر جنازہ کے پیچھے چل سکتے ہیں، آگے نہیں چلنا چاہیئے (درمختار، عالمگیری، مرقات) ۱۲۔

۲۱۴۳ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرُوْرٍ فَرَكِبَهُ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابن دحداح کو دفن کر کے واپس آنے لگے تو ایک گھوڑا بغیر زین کے خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر سوار ہو گئے اور ہم حضور کے اطراف میں پیدل چلتے ہوئے آرہے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد سوار ہو کر واپس آسکتے ہیں) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۴۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا يُوْرَثُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ اِنَّهٗ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَرَوَى الْحَاكِمُ نَحْوَهُ وَقَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی بچہ (مرا ہوا پیدا ہو، اس میں زندگی کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوں اور اس نے کوئی آواز نہ نکالی ہو گی) ایسے بچہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ کسی کے مال کا وارث ہوگا اور نہ اس کے مال کا کوئی وارث ہوگا۔ اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے، اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے، اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۱۴۵ وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جنازہ کے ہمراہ چلے اس کو چاہیئے کہ جنازہ

كُلِّهَا فَإِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ إِنْ شَاءَ فَلْيَتَطَوَّعْ وَإِنْ شَاءَ فَلْيَدَعْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّيَالِسِيُّ عَنْهُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَحْوَهُ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ حَمَلَ الْجَنَازَةَ بِجَوَانِبِهَا الْأَرْبَعِ فَقَدْ قَضَى الَّذِي عَلَيْهِ۔

کے چاروں طرف کندھا دے۔ اس لیے کہ جنازہ کے چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ چاہے تو اسی طرح (چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے) چلے (اور یہ مستحب ہے) اور اگر چاہے تو دوسرے کے حوالہ کر کے علیحدہ ہو جائے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے، اور اس کی سند مرسل ہے اور جید ہے، اور بیہقی اور طیالسی نے اس کی روایت ابو عبیدہ سے کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی روایت اسی طرح کی ہے، اور عبدالرزاق کی روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے جنازہ کے چاروں جانب کندھا دیا، انھوں نے اپنا فرض ادا کیا۔

ف: صدر کی اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والی حدیثوں میں جنازہ کے چاروں طرف کندھا دینے کا ذکر ہے، واضح رہے کہ میت کے چاروں جانب کندھا دینے کی تفصیل اسی باب میں یعنی باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیہا کے فائدہ میں گزر چکی ہے، ملاحظہ کی جائے۔

۲۱۴۶ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مِنْ تَمَامِ أَجْرِ الْجَنَازَةِ أَنْ تُشَيِّعَهَا مِنْ أَهْلِهَا وَأَنْ تَحْمِلَ بِأَرْكَانِهَا الْأَرْبَعَةِ وَأَنْ تَحْثُوَ فِي الْقَبْرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کا ثواب ہے اس وقت پورا ملتا ہے جب کہ جنازہ کے ساتھ میت کے گھر سے چلیں، اور جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو صرف جنازہ کے ساتھ چلنا ہی مسنون نہیں ہے، بلکہ جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے، اور دفن کے بعد جب قبر پر مٹی ڈالنے کا وقت آئے تو مٹی ڈالنے میں بھی شریک رہے اور دسرہانے کی طرف سے تین مٹھی) مٹی ڈالے (یہ مستحب ہے) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے اور اس حدیث کی سند مرسل اور قوی ہے۔

۲۱۴۷ وَعَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي جَنَازَةٍ فَحَمَلَ

حضرت علی ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ الْاَرْبَعِ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ)

ایک جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے انہیں نے آپ کو جنازہ کی چارپائی کے چاروں کونوں پر کندھا دیتے ہوئے دیکھا۔
اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

۲۱۴۸/۴۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ جَوَانِبَ السَّرِيْرِ الْاَرْبَعَ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعِيْنَ كَبِيْرَةً ۔ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی شخص نے جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اس کی روایت طبرانی نے وسط میں کی ہے۔

۲۱۴۹/۵۰ وَعَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ حَمْلُ الْجَنَازَةِ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ الْاَرْبَعِ ۔ (رَوَاهُ مُحَمَّدٌ)

حضرت منصور بن معتمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لیے) سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار کونوں کو کندھا دیا جائے۔ اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔

۲۱۵۰/۵۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْلَادُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ جَبَلٍ فِی الْجَنَّةِ يَكْفُلُهُمْ اِبْرَاهِيْمُ وَسَارَةُ حَتّٰى يَرُدُّهُمْ اِلٰى اٰبَائِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم سنی میں مر جاتی ہے۔ جنت میں ایک پہاڑ ہے جہاں ان نابالغ بچوں کو رکھا جاتا ہے، ان بچوں کی پرورش اور نگرانی حضرت ابراہیم اور حضرت سارا علیہما الصلوٰۃ والسلام فرماتے رہتے ہیں (قیامت تک وہ بچے ایسا ہی پرورش اور نگرانی میں رہیں گے اور جب قیامت قائم ہوگی تو پھر) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان بچوں کو ان کے ماں باپ کے حوالہ کر دیں گے۔
اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ گو بخاری اور مسلم اپنی صحیح میں اس حدیث کو نہیں بیان کئے ہیں۔

ف :۔ صدر کی حدیث اور اسی قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السّلام اور مسلمانوں کے نابالغ بچے جو کم سنی میں مرجاتے ہیں، ان سے قبر میں منکر و نکیر کا سوال نہیں ہوتا۔ درمختار میں ایسا ہی مذکور ہے

۲۱۵۱/۵۲ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ذَرَارِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ يَكْفُلُهُمْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم سنی میں مرجاتی ہے ان کو جنت میں رکھتے ہیں اور ان کی نگرانی اور پرورش حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے رہتے ہیں۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اگر بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

تمہید

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچے جو مرجاتے ہیں، ان سے قبر میں منکر نکیر کا سوال نہیں ہوتا ہے ان مردہ بچوں کی روحوں کو جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رکھتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی مغفرت ہوجاتی ہے تو جو دعاء مغفرت بالغ مسلمانوں کے لیے کی جاتی ہے ان بچوں کے لیے وہ دعاء کرنے کا موقع اب نہیں رہا، اس لیے بچوں کے لیے کوئی دوسری دعاء ان کے مناسب کرنا چاہیئے، اسی لیے بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ بچے جب مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ میں (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعاء کہی جائے۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ اِذَا كَانَ الْمَيِّتُ طِفْلًا اِسْتُحِبَّ اَنْ يَّقُوْلَ الْمُصَلِّيْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّاَجْرًا۔

اے اللہ! اس مردہ بچے کو ہمارے صبر کا صلہ بنا دیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لیے مقدمۃ الجیش بنا دیجئے تاکہ یہ ہماری شفاعت کر کے ہمارے لیے جنت میں جانے کا انتظام کرے اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج و غم ہوا ہے، یہ بچہ ہم کو اس ثواب دلانے کا ذریعہ بنے۔

اس دعاء کو بخاریؒ نے تعلیقاً اس طرح روایت کیا ہے۔

وَعَنْ بُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا۔

اے اللہ! اس مردہ کو ہمارے صبر کا صلہ بنا دیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لیے مقدمۃ الجیش بنا دیجئے تاکہ یہ ہماری شفاعت کر کے ہمارے لیے جنت میں

جانے کا انتظام کرے) اور اس بچہ کو ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت بنا دیجئے (جو وہاں ہمارے لیے بروقت کام آئے) اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج اور غم ہوا ہے یہ بچہ ہم کو اس کا ثواب دلانے کا ذریعہ بنے۔

۲۱۵۲ / ۵۳ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَیْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ یَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْهُ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبٰی فِیْ كِتَابِ الْجَنَائِزِ ۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے ہیں کہ امام (تنہا) کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو، اور مقتدی نیچی جگہ پر رہیں[۱] نماز جنازہ میں جنازہ مثل امام کے ہے امام کی طرح جنازہ بھی نہ اونچی جگہ پر ہو اور نہ نیچی جگہ پر[۲]، اس حدیث کی روایت دار قطنی نے مجتبیٰ کے کتاب الجنائز میں کی ہے۔

ف: جب معلوم ہوا کہ جنازہ مثل امام کے ہے تو جس طرح امام کا بعض مقتدیوں کے سامنے حاضر رہنا ضروری ہے ایسا ہی جنازہ بھی نماز جنازہ ادا کرنے والوں کے سامنے رہنا ضروری ہے، اگر جنازہ بالکل غائب رہے تو اس پر نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ جیسے امام اور چند مقتدیوں کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے ایسے ہی جنازہ اور نماز جنازہ ادا کرنے والوں میں سے چند کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے اس لیے اگر جنازہ سواری پر ہو، یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو ایسی صورت میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز جنازہ پڑھنے والے آگے کھڑے ہوں اور جنازہ پیچھے رکھا ہو تو ایسی صورت میں بھی نماز جنازہ جائز نہیں۔ اس لیے کہ جنازہ مثل امام کے ہے اور جنازہ کا امام کی طرح مقتدیوں کے سامنے رہنا ضروری ہے۔ (یہ پورا مضمون ابن الہمام کے حوالے سے مرقات میں مذکور ہے)

---

[۱] ایسا ہی امام تنہا نیچی جگہ پر کھڑا ہو، اور مقتدی اونچی جگہ پر ہوں، یہ بھی ناجائز ہے بلکہ امام اور مقتدی دونوں کی جگہ یکساں ہو، اونچی نیچی نہ ہو)

[۲] بلکہ جنازہ اور جنازہ کی نماز پڑھنے والے سب کے سب یکساں ایک ہی سطح پر رہیں)

بَابُ دَفْنِ الْمَيِّتِ

اس باب میں مردوں کے دفن کرنے کا بیان ہے

ف:۔ میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح میت کو غسل دینا اور میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے اسی طرح جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو میت کو فوراً دفن کرنے کے لیے جہاں قبر کھودی گئی ہے لے جانا چاہیئے۔

میت کی قبر کم سے کم میت کے نصف قد کے برابر یا ناف سے زیادہ یا میت کے پورے قد کے برابر گہری کھودی جائے اور اس گہرائی کا انداز سطح زمین سے لگایا جائے چبوترے کا لحاظ نہ کیا جائے، اور قبر کی لمبائی میت کے قد کے لحاظ سے رکھی جائے۔ بغلی قبر بہ نسبت صندوقی قبر کے بہتر ہے ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو بغلی قبر نہ کھودی جائے، صندوقی قبر ہی کھودنا بہتر ہے ضرورت کے وقت یہ بھی جائز ہے کہ میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں، خواہ وہ صندوق لکڑی کا ہو، یا پتھر کا، یا لوہے کا ہو۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔ جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتار دیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں، قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت تعداد میں ہونا مسنون نہیں ہے، میت کو قبر میں اتارتے وقت اتارنے والے یہ دعاء پڑھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، ہم اللہ کے نام سے قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں گو کسی قوم کا یہ طریقہ ہو یا نہ ہو، ہم اس مردہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کے موافق قبر میں اتارتے ہیں۔ میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر کروٹ کر کے قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے میت کو قبر میں رکھنے کے بعد وہ گرہیں جو کفن منتشر نہ ہونے کے بعد دی گئی تھیں اُن میں سے سر کی طرف والی اور پیر کی طرف والی گرہیں کھول دی جائیں تاکہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت مُردہ آسانی سے بیٹھ سکے۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر بغلی قبر ہو تو کچی اینٹوں یا بانس سے بند کر دیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے (اور اگر صندوقی قبر ہو تو اس کے لیے غود بنا کر پتھر کے ٹکڑوں سے بند کر دیا جائے، عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے، اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے مرد کے دفن کے وقت پردہ نہ کرنا چاہیئے اور اگر پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ سخت ہو تو چادر مثل سائبان کے پکڑ سکتے ہیں۔ جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو جس قدر مٹی اس کی

قبر سے نکلی ہو، وہی مٹی اس پر ڈال لیں، کسی اور جگہ سے مٹی لاکر ڈالنا مکروہ ہے جب کہ قبر ایک بالشت اونچی ہو رہی ہو، اور اگر بالشت سے کم اونچی ہو تو ایک بالشت اونچی کرنے کے لیے کہیں اور سے مٹی لاکر ڈال سکتے ہیں، قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر تین دفعہ قبر میں ڈالے۔ پہلی دفعہ کہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور دوسری مرتبہ کہے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (اور مرنے کے بعد پھر مٹی ہی میں تم کو لائیں گے) اور تیسری مرتبہ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (پھر قیامت میں تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے) دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر کے پاس ٹھیرنا اور میت کے لیے دعاء مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچانا مستحب ہے۔

جب قبر پر مٹی ڈال چکیں تو قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے، قبر کا مربع اور مسطح بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کے کوہان کی طرح ابھری ہوئی ہو جس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیئے۔ قبر پر کوئی چیز بطور یادگار کے لکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ضرورت ہو۔ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی قبر تیار کر والے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس پر ثواب ملے گا۔

یہ سب مسائل درمختار، شامی، عالمگیری، البحر الرائق، ملتقی شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایۃ سے ماخوذ ہیں) ۱۲۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے (سورۃ المائدہ ۳۱)

تمہید

روح المعانی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ابن جریر کے حوالہ سے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی حضرت حوا علیہا السّلام کو ہر بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی توأم پیدا ہوتے تھے، پھر دوسرے بطن سے بھی اسی طرح ایک لڑکا اور ایک لڑکی توأم پیدا ہوتے تھے، دوسرے بطن کے لڑکے کا نکاح پہلے بطن کی لڑکی سے کیا جاتا تھا، اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت میں اس قسم کا نکاح حسب ضرورت وقت جائز رکھا گیا تھا، اور ایک ہی بطن کے لڑکے اور لڑکی میں نکاح جائز نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دو بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہابیل رکھا گیا اور دوسرے کا نام قابیل، اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شریعت کے مطابق ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح

ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا۔ قابیل کی بہن زیادہ حسین تھی تو قابیل نے اپنی بہن سے جو اس کے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی۔ اسی لیے نکاح کرنا چاہا۔ اور یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے خلاف تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا کہ یہ جائز نہیں ہے ایسا نہ کرنا، مگر قابیل نے حضرت آدم کی بات نہ مانی، جو بہن اس کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، اسی سے نکاح کرنے پر مصر رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے قطع محبت کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں اللہ کے نام کی نذر کرو، جس کی نذر قبول ہو جائے وہ عورت اسی کی رہے گی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اسی کے نذر قبول ہو گی اس لیے مذکورہ فیصلہ فرمایا گیا، تاکہ قابیل کو بحث و تکرار کی گنجائش نہ رہے۔ یہ مطلب نہ تھا کہ قابیل کے لیے وہ عورت حلال ہو جائے گی۔

غرض کہ دونوں نے اپنی اپنی نذر حاضر کی۔ ہابیل تو ایک عمدہ دنبہ لایا، اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور رکھ دیا۔ دونوں منتظر تھے دیکھیں کہ کس کی نذر قبول ہوتی ہے اتنے میں آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نذر کو جلا دیا۔ اور اس وقت نذر قبول ہونے کی علامت یہی تھی، جب قابیل اس فیصلہ میں بھی ہار اتو ہابیل کی جان کے درپے ہوا، یہاں تک کہ ہابیل کو قتل کر ڈالا، لیکن قابیل کو یہ نہ سمجھ نہ آیا کہ اس نعش کو کیونکر چھپاؤں تاکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی اطلاع نہ ہو، یہاں تک کہ کوے کے ذریعہ سے ہابیل کے دفن کرنے کا طریقہ بتلایا گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ (سورۂ مائدہ پ ۶ ع ۵) میں فرماتے ہیں فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ

پھر آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا وہاں بھیجا کہ وہ (چونچ اور پنجوں سے) زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کوے کو جو مرا ہوا تھا اس گڑھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا تاکہ وہ کوا قابیل کو سکھائے کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طرح چھپا دے۔ قابیل نے کوے سے سیکھ کر ہابیل کو اسی طرح دفن کر دیا۔ ہابیل پہلا مردہ ہے جو زمین پر مرا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دفن کا طریقہ کوے کے ذریعہ سے سکھایا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے کے بعد مردہ کو جن جن طریقوں سے چھپایا جاتا ہے، ان طریقوں سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ فطری اور اللہ تعالیٰ کا پسند کیا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ پھر اسے موت دی، پھر قبر میں رکھوایا۔

(سورہ عبس، ۲۱)

ف: مومن کی موت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس موت کے ذریعہ وہ دنیاوی مصیبتوں سے چھٹکارا پاکر محبوب حقیقی کا وصال حاصل کرتا ہے، مومن کی موت مصیبتوں سے چھوٹنے کا دن ہے اور کافر کی موت اس کی پکڑ کا وقت کا دن ہے۔

۲۱۵۳ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ ابْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی

قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصُبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میرے لیے بغلی قبر کو کھودنا اور میری قبر پر (نشانی کے واسطے) کچی اینٹیں رکھ دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار مبارک کو بغلی کھودا گیا تھا، اور قبر شریف پر کچی اینٹیں جمائی گئی تھیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے

۲۱۵۴ / ۲ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی تو لوگوں نے آپس میں کہا کہ مدینہ میں دو شخص قبر کھودتے ہیں ایک صاحب بغلی قبر کھودتے ہیں، اور دوسرے صاحب صندوقی (دونوں کو بلاؤ) ان میں سے جو پہلے آجائے وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف (اپنے طریقہ کے موافق) تیار کرے۔ الغرض دونوں کو اطلاع کی گئی، اتفاق سے بغلی قبر تیار کرنے والے صاحب پہلے آگئے اور آپ کے لیے بغلی قبر تیار کی گئی۔ اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

۲۱۵۵ / ۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يُّلْقٰى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ شَيْءٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (ہمارے مدینہ کی زمین بہت سخت ہے، بغلی قبر کے قابل ہے، (اس لیے) ہم مدینہ والوں کے لیے (اور جہاں کہیں کی زمین سخت ہو۔ ان کے لیے) بغلی قبر ہی مناسب ہے، اور ہمارے مدینہ کے سوا (جہاں کی زمین نرم ہے جیسے مکہ کی یا اور جگہ کی ان کے لیے) صندوقی قبر ہی مناسب ہے اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور امام احمد نے جریر بن عبداللہ سے

اس کی روایت کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر میں میت کے نیچے (چادر یا کوئی اور چیز بچھانے کو مکروہ سمجھتے تھے[1]

۲۱۵۶ وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سفیان التمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف (ایک بالشت اونچی کوہان نما ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۱۵۷ وَعَنْهُ دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ مُسَنَّمَةً۔ (رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ)

حضرت سفیان التمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) اس حجرہ شریف میں داخل ہوا کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف ہے میں نے دیکھا کہ (حجرہ شریف میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں تینوں کی تینوں (ایک بالشت اونچی) کوہان نما ہیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے۔

۲۱۵۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بلا ضرورت) قبر کو پکے سے پختہ کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبر پر بیٹھنے سے بھی منع فرماتے ہیں اس لیے کہ اس میں مردہ کی اہانت اور ذلت ہوتی

[1] اس لیے در مختار میں لکھا ہے کہ مردہ زمین پر رہنا چاہیئے، قبر میں مردہ کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا مکروہ تحریمی ہے اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے مشہور ہے کہ قبر شریف میں چادر بچھائی گئی تھی، یہ حضور کا خاصہ ہے۔ حضور چونکہ حیات النبی لاندم ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے قبر شریف میں چادر بچھائے جانے سے دوسروں کی قبر میں چادر بچھانے پر دلیل نہیں لی جاسکتی۔

ہے[1] اور مردہ کی اہانت جن کاموں سے ہوتی ہے وہ سب منع فرمائے ہیں) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے

۲۱۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ۔
۷

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چنگاری پر بیٹھ جائے، اور اس سے اس کے کپڑے جل کر اس کی کھال تک آگ پہونچ جائے تو یہ ایسا مضر نہیں جیسے قبر پر بیٹھنے سے اس کا مضر اثر بیٹھنے والے کے قلب تک پہونچتا ہے، یہ آگ پر بیٹھنے کے ضرر سے زیادہ مضر ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۶۰ وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِیْ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ۔
۸

حضرت ابوالہیاج اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں سنو ابوالہیاج مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس کام کے لیے بھیجا تھا، میں اس کام کے لیے تم کو بھی بھیجنا چاہتا ہوں اور وہ کام یہ ہے کہ جہاں کہیں تم کسی جاندار کی تصویر دیکھو[2]

---

[1] لہٰذا اگر کوئی ایسی ضرورت ہو مثلاً کسی سے قبر کے مسمار کرنے کا خوف ہو، تو قبر کو پکے سے پختہ بنا سکتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے (ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن) جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے، ضرورت کی وجہ سے قبر کو پکا کرنا صالحین مسلمان پسند کرتے ہیں، اس لیے پکی قبر بنانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبر پر عمارت بنانے سے بھی منع فرماتے ہیں (اگر عمارت سے مراد یہ ہے کہ عین قبر پر ہی کوئی عمارت بنائیں جیسے بعض کفار قبر پر لاٹ بناتے ہیں تو ایسی عمارت بنانا اس حدیث سے ممنوع ہے اور اگر قبر پر عمارت بنانے سے مراد یہ ہے کہ قبر کے اطراف کوئی عمارت مثل گنبد کے بنائی جائے اور وہ بے ضرورت ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے، اور اگر گنبد وغیرہ کسی ضرورت سے بنایا جائے جیسے صالحین مشائخ، علماء اور سادات کے مزار پر گنبد اس غرض سے بناتے جاتے ہیں کہ جو لوگ ان کے مزار پر زیارت کے لیے آتے ہیں وہ دھوپ سے اور بارش سے محفوظ رہیں اور اور اطمینان سے بیٹھ کر ان سے فیض لیا کریں تو یہ جائز ہے، اس لیے کہ صالحین مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے)

[2] (خواہ وہ مجسمہ ہو، یا ہاتھ سے کھینچی ہوئی ہو، یا فوٹو ہو)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس کو توڑ دو، مٹا دو (اور باقی نہ رہنے دو) ایسا ہی جہاں تم دیکھو کہ قبر (حد سے زیادہ) اونچی بنائی گئی ہے تو اس کو پست کر کے ایک بالشت کے موافق بلند رہنے دو اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۶۱/۹ وَعَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (قضاء حاجت کے لیے) قبروں پر مت بیٹھو تو یہ بھی نہیں کرنا چاہیئے (اس لیے کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (اس لیے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۶۲/۱۰ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ أُحُدٍ إِحْفِرُوْا وَأَوْسِعُوْا وَأَعْمِقُوْا وَأَحْسِنُوْا وَادْفِنُوْا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَقَدِّمُوْا أَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَحْسِنُوْا)

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم جنگ احد کے ختم ہونے کے بعد (جب شہیدوں کو دفن کر رہے تھے اس وقت) ارشاد فرمایا قبریں کھودو، اور کشادہ کھودو، اور گہری کھودو (کم سے کم قبر کمر کے برابر گہری ہو، جتنی زیادہ گہری کھودو گے بہت اچھا ہے۔ چاہیئے سینہ تک ہو یا قد کے برابر ہو) اور قبر کو پاک وصاف بناؤ (کہ زمین ہموار رہے۔ مٹی اور کوئی چیز اس میں نہ رہے) بہتر تو یہ ہے کہ ایک قبر میں ایک ہی مردہ دفنایا جائے، اگر ضرورت ہو تو) ایک قبر میں دو، دو یا تین تین بھی دفن کرو (مگر دو مردوں کے بیچ میں مٹی یا اینٹوں سے آڑ بنائی جائے[۲]) جس کو قرآن

---

[۱] اس لیے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، اگر قضا حاجت کے لیے نہیں بلکہ یوں ہی قبروں پر بیٹھا یا قبروں پر پاؤں رکھتا ہوا چلا)

[۲] جب کئی مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا پڑے تو ان میں سب سے زیادہ جس کا علم و عمل تھا اسی کو قبر میں پہلے اتاریں اور اس کو قبلہ کی طرف پہلے رکھیں، مثلاً

زیادہ یاد ہو، اس کو پہلے قبر میں اتار کر (قبلہ کی طرف پہلے) رکھیں۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔ ۱۲۔

۲۱۶۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِي بِأَبِي لِتَدْفِنَهُ فِي مَقَابِرِنَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَلَفْظُهُ لِلتِّرْمِذِيِّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہوئے اور ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے کہ) میری پھوپھی میرے والد کو وہاں سے منتقل کر کے ہمارے قبرستان میں دفن کرنے کے لیے لے آئیں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ واپس لے جاؤ (تاکہ ان کو وہیں دفن کر دیا جائے) اس حدیث کی روایت امام احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میت کو جہاں موت آئے اسی مقام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے دوسرے مقام میں اس کو منتقل نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر منتقل کیا بھی تو ایک دو میل سے کم فاصلہ میں منتقل کرنا چاہیئے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے، اور ایک دو میل سے زائد دور دفن کے لیے لے جانا مکروہ ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے والد کو جہاں یہ شہید ہوئے تھے وہیں دفن کرنے کا حکم دیا اور دفن کے بعد قبر کو کھود کر میت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا ہر حالت میں ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوئی ہو تو البتہ میت کا دفن کے بعد نکالنا جائز ہے، مثلاً وہ زمین جس میں اس کو دفن کیا گیا ہے وہ دوسرے کی ملک ہو، اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (یہ مضمون عالمگیری اور رد المحتار سے لیا گیا ہے) ۱۲

۲۱۶۴ وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِالْحُبْشِيِّ وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ إِلٰى مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جو مشاہیر تابعین سے ہیں) ان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حبشی مکہ مکرمہ کے اطراف کے مواضعات میں سے ایک موضع ہے، یہاں عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور اسی موضع میں ان کا

لہ پھر اس سے کم جس کو قرآن یاد ہو۔ اس کے بعد اُس کو رکھیں۔ ایسے ہی ترتیب وار مردوں کو ایک قبر میں ضرورۃً رکھ سکتے ہیں)

ابْنِ أَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ ؛

وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَۃَ حِقْبَۃً
مِنَ الدَّھْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَمَالِکًا
لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَۃً مَعًا

انتقال ہو گیا، تو ان کا جنازہ مقام حُبشی سے مکہ معظمہ لایا گیا، اور وہ مکہ معظمہ میں دفن کئے گئے جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حج کے لیے) مکہ معظمہ آئیں تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کے لیے ان کی قبر پر تشریف لائیں اور (بہت درد کے ساتھ) یہ اشعار پڑھے۔

وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَۃَ حِقْبَۃً
مِنَ الدَّھْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَمَالِکًا
لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَۃً مَعًا

جذیمہ عراق اور عرب کا بادشاہ تھا اس کے دو وزیر تھے۔ ایک کا نام مالک اور دوسرے کا نام عقیل تھا جذیمہ کے یہ دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ ان کی آپس میں مدت دراز تک ہم نشینی اور خلوص و محبت کی وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اب یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ لیکن نعمان نے ان کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کو تمیم بن نویرہ شاعر نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں تشبیہاً اس طرح بیان کیا ہے کہ جس طرح جذیمہ بادشاہ کے دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ اسی طرح ہم بھی آپس میں ان دو وزیروں کی طرح ہم نشین اور محبت رکھنے والے تھے۔ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ تمیم بن نویرہ شاعر کہتا ہے کہ اے مالک ہم باوجود ایک مدت دراز تک ساتھ رہنے کے تیرے قتل کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت دراز تک خواب تھا، اور ہم اس طرح جدا ہو گئے کہ کبھی ایک ساتھ نہ رہے تھے۔ اب اسی واقعہ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے حسب حال

ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَيْثُ مِتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

پاکر اپنے بھائی کے فراق میں مذکورہ دو شعر پڑھیں کہ،
اے بھائی! ہم اور تم جذیمہ بادشاہ کے ہم نشین وزیروں کی طرح تھے اور آپس میں ایک مدت دراز تک اس طرح رہے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب یہ جدا نہ ہوں گے لیکن جب جدائی کا وقت آیا تو باوجود اتنی طویل مدت تک ساتھ رہنے کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! اگر میں تمہاری موت کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام حُبشی میں دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی) اس لیے جو شخص جہاں انتقال کرے اس کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے) اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ عام عورتوں کی عدت ان کے شوہروں کی وفات کے بعد (۴) ماہ دس دن ہے، اسی لیے وہ عدت گزرنے کے بعد کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہیں، بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی عدت ان کی وفات تک ہے کہ امہات المومنین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تاحیات کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے[1] اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۱۶۵
۱۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَاسْتُقْبِلَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتار کر رکھا گیا۔ اس طرح کی

[1] اس لیے اپنے بھائی سے حضرت عائشہ فرما رہی ہیں کہ میں عدت میں ہوں، اگر میں تمہارے انتقال کے وقت تمہارے جنازہ میں شریک رہتی تو دوبارہ تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی کیونکہ زمانہ عدت میں بلا ضرورت شدید کے کہیں جا نہیں سکتے۔ ہاں ایسی ہی کوئی خاص ضرورت ہو تو جا سکتے ہیں۔ چونکہ میں تمہارے انتقال کے وقت (تمہارے دیدار سے محروم رہی) اس لیے اب زیارت کے لیے آگئی ہوں (تاکہ یہ آخری دیدار کے قائم مقام ہو جائے۔)

اِسْتِقْبَالًا ۔

قبر کے قبلہ کی جانب جنازہ رکھا گیا اور جنازہ کو لے کر قبر میں رکھنے والوں کا رُخ بھی قبلہ کی طرف تھا (پھر قبر میں، آپ کو سیدھی کروٹ کر کے قبلہ رُخ لٹایا گیا۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۲۱۶۶ وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اُلْحِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَنُصِبَ عَلَيْهِ اللَّبِنُ نَصْبًا۔

حضرت ابن بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے والد بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بغلی قبر تیار کی گئی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر شریف میں اُتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا، اور قبر شریف پر کچی اینٹیں جمائی گئی تھیں۔ اس کی روایت ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔

(رَوَاهُ اِمَامُنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ)

۲۱۶۷ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُدْخِلَ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَلَمْ يُسَلَّ سَلًّا رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْدَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو قبر شریف میں اُتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا، اور قبر شریف کے پائینتی جنازہ کو رکھ کر قبر میں سر کی جانب سے نہیں اُتارا گیا ہے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کی روایت مراسیل میں کی ہے۔ ۱۲

۲۱۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَاُسْرِجَ لَهٗ سِرَاجٌ فَاَخَذَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْاٰنِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (جب عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا انتقال ہوا تو ان کو رات میں دفن کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو دفن کرنے کے لیے قبر میں اُترے (دفن میں سہولت کے لیے) آپ کے واسطے چراغ روشن کیا گیا۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے (میت کو قبر میں) قبلہ کی جانب سے اتارا اور فرمایا (عبداللہ!) اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے تم بڑے نرم دل اور خوف خدا سے بہت رونے والے اور

قرآن شریف کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والے تھے، اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی تو چار تکبیرات کے ساتھ نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۲۱۶۹ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرَ يُدْخِلُوْنَ الْمَيِّتَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ عَبْدَ اللهِ بْنُ خَرَاشٍ وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یہ سب حضرات) میت کو قبر میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے ادا کرتے تھے۔ اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔ ۱۲

۲۱۷۰/۱۸ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ اَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ آپ جب یزید بن المکفف کو قبر میں اتارتے ہیں تو قبلہ کی جانب سے اُتارتے ہیں۔ اس کی روایت عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابن حزم نے محلی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۱۷۱/۱۹ وَعَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّهٗ وَلِيَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا وَّاَدْخَلَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ)

ابن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ پڑھانے اور دفن کرنے کے لیے ابن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا جب انتخاب ہوا تو حضرت ابن الحنفیہ نے حضرت ابن عباس کی نماز جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمائی اور ان کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔ ۱۲

۲۱۷۲/۲۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب میت کو قبر میں اتارا جاتا تو آپ یہ دعاء پڑھتے "بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ"، ہم اللہ کے نام سے اس میت کو قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں، یا اللہ یہ تنہا آپ کے پاس آ رہا ہے، اس لیے ہم اس کو آپ کی پناہ

ہیں دے رہے ہیں، آپ اس کی ہر جگہ مدد فرمائیے[1] ہم اس کو رسول اللہ کے دین کے موافق ہی دفن کر رہے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۱۷۳ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَثٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ اِبْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى الشَّافِعِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ رَشَّ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (سرہانے کی طرف سے) اپنے دونوں دست مبارک کو ملا کر دونوں ہاتھوں سے تین مشت مٹی[2] قبر میں ڈالے ہیں امام احمد کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہلی دفعہ مشت سے مٹی ڈالتے وقت مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا) پڑھے اور دوسری دفعہ مشت سے مٹی ڈالتے وقت فرمایا وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (اور مرنے کے بعد دوبارہ تم کو ہم مٹی ہی میں لے جائیں گے) اور تیسری دفعہ مشت سے مٹی ڈالتے وقت فرمایا وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (پھر قیامت میں ہم تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے) اور راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم (کے دفن کے بعد ان) کی قبر پر (اپنے دست مبارک سے) پانی چھڑکے اور قبر پر اپنے دست مبارک سے کنکریاں جما دیں (تاکہ نشانی رہے) اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے اور امام شافعی نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔

---

[1] اس نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے موافق بسر کی ہے، اس لیے اب)

[2] اگر بغلی قبر ہو تو اینٹوں سے بند کرنے کے بعد، اور اگر قبر صندوقی ہو تو کڑیاں رکھنے کے بعد)

۲۱۷۴/۲۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَی الْقَبْرَ فَحَثٰی عَلَیْهِ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ ثَلَاثًا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، پھر میت کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے اور میت کو قبر میں رکھ دیا گیا، اور جب مٹی ڈالنے کا وقت آیا تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سرہانے کی جانب سے تین مشت مٹی قبر میں ڈالے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۱۷۵/۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِهٖ بِلَالُ ابْنُ رِبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی رِجْلَیْهِ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف پر دفن کے بعد پانی چھڑکا گیا تھا، اور پانی چھڑکنے والے بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انھوں نے اس طرح چھڑکاؤ شروع کیا کہ سر مبارک کی طرف سے شروع کرکے دونوں قدموں تک چھڑکاؤ ختم کیا۔ اس کی روایت بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

۲۱۷۶/۲۴ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّكْتَبَ عَلَیْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبروں کو پکے سے پختہ کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبروں پر لکھنے سے منع فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبروں پر چلنے سے بھی منع فرمایا ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف یہ حدیث اس زمانہ کی ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرماتے تھے جب زیارت قبور سے منع فرمایا گیا تو قبروں کو پکا کرنے سے بھی منع فرمایا گیا تھا، اس لیے کہ جب زیارت قبور ہی جائز نہ تھی تو قبروں کو پکا کرکے پختہ کرنے کی کیا ضرورت تھی، اور جب قبروں کی زیارت کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی تو حدیث کے دونوں حکم کہ قبروں پر پکا نہ کی جائے اور قبروں پر لکھا نہ جائے بھی منسوخ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے (فَزُوْرُوْهَا) یعنی قبروں کی زیارت کرو تو اس سے قبروں کو پکا کرکے پختہ کرنے کی اجازت

بھی مل گئی اور قبروں پر لکھنے اور کتبے لگانے کی بھی اجازت ہو گئی۔ اس لیے کہ کچی قبر چند روز میں زمین کے برابر ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ قبروں کو گچ سے پختہ کریں اور اوپر لکھیں یا کتبے لگائیں تاکہ زیارت کی جا سکے یہ قول مبارک ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا، آپ کے فعل سے بھی دلیل ملتی ہے قبروں کو گچ سے پختہ کرنے کی، اس لیے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی قبر پر ایک بڑا پتھر رکھنے کا حکم دیا، صحابی اس کو اٹھا نہ سکے، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود اٹھا کر قبر پر رکھ دیئے تاکہ قبر یاد رہے اور اس کی زیارت کر سکیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبروں کو گچ سے پختہ کیا جائے تاکہ لوگ زیارت کر سکیں۔ حدیث مذکور کے یہ دونوں حکم منسوخ ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ سارے عالم اسلام میں مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک قبروں کو گچ سے پختہ کیا جاتا رہا ہے اور قبروں پر لکھا جاتا رہا ہے یا ان پر کتبے لکھ کر سرہانے لگائے جاتے رہے ہیں اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شریف ہے، "مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ"، جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ چونکہ صالحین مسلمان قبروں کو گچ سے پختہ کرتے اور قبروں پر لکھتے اور کتبے یا تختیاں لگانے کو پسند کرتے ہیں، اس لیے قبروں کو گچ سے پختہ بنانا اور قبروں پر لکھنا یا کتبے اور تختیاں لگانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے
حدیث مذکور کا تیسرا جزء کہ قبر کو روندا نہ جائے منسوخ نہیں ہے اس لیے قبروں پر چلنا اور قبروں کو روندنا ناجائز ہے۔ ۱۲

۱۷۷ $\frac{۲}{۲۵}$ وَعَنِ ابْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَۃَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِہٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ یَّاْتِیَہٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ حَمْلَہَا فَقَامَ اِلَیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ

مطلب بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ لے جا کر (بقیع میں) دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ ایک بڑا پتھر اٹھا لاؤ صحابی اس کو اٹھا کر نہ لا سکے تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پتھر کے لانے کا ارادہ فرمایا اور اپنے دونوں آستینوں کو چڑھا کر اس پتھر کے پاس پہنچے، راوی کہتے ہیں کہ جس صاحب نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے وہ فرماتے

لہ تاکہ قبر پر سرہانے کی طرف رکھا جائے یہ معلوم ہونے کے لیے یہ عثمان بن مظعون کی قبر ہے) وہ پتھر (اس قدر بڑا تھا کہ)

ذِرَاعَيْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ
قَالَ الَّذِيْ يُخْبِرُنِيْ عَنْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ
اِلٰى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ حِيْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا
ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ
رَاْسِهٖ وَقَالَ اُعْلِمُ بِهَا
قَبْرَ اَخِيْ وَاَدْفِنُ اِلَيْهِ
مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِيْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اس پتھر کے لانے کے لیے اپنے آستین چڑھائے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بازوؤں کی سفیدی اس وقت مجھے جو دکھائی دی اب تک یاد ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پتھر کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر پر سرہانے کی طرف جما دیئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے (کہ مرور زمانہ سے قبر مٹ کر زمین کے برابر ہو جاتی ہے، اور لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ قبر کہاں ہے اس لیے) میں (اس پتھر کو سرہانے کی طرف رکھ کر) لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتا ہوں کہ (یہاں میرے رضاعی بھائی) عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر ہے (میں یہ نشانی اس وجہ سے بھی رکھ رہا ہوں کہ) ان کے بعد میرے گھرانے میں سے جو بھی وفات پائیں گے، انھیں یہاں دفن کروں گا (اس لیے ہڑوارڈ قائم کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے)

۲۱۷۸/۲۶ وَعَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ
عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ
رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا
اِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ
فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ
الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهٗ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ
فِيْ اٰخِرِهٖ كَاَنَّ عَلٰى

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کو لیے ہوئے قبرستان میں پہونچے، جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی ہے (قبر کے تیار ہونے کا انتظار تھا اس لیے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضور کے اطراف میں بیٹھ گئے۔ اس کی روایت ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور اس وقت مجلس پر حضور کے رعب اور عظمت کی وجہ سے ایسا سکون اور ایسی خاموشی طاری تھی کہ سب بے حس وحرکت

رُءُوْسِنَا الطَّیْرَ ۔

بیٹھے ہوئے تھے) ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (کہ حرکت کرنے سے یہ اُڑ جائیں گے)

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک جانا اور قبر تیار ہونے تک دفن کے انتظار میں بیٹھنا سنت ہے ۔ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے ۔ مرقات میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ رو ہو کر بیٹھا جائے ۔ ۱۲۔

تمہید

جیسے زندہ کو کچھ ایذاء دی جائے تو وہ متاثر ہوتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی مردہ کو اگر ایذاء دی جائے تو وہ بھی متاثر ہوتا ہے ۔ اور اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے

۲۱۷۹/۲۷ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِہٖ حَیًّا ۔

(رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی مردہ کے (اعضاء درست کرنے کے لیے) اس کی ہڈی توڑ دی جائے تو اس سے اس کو اسی طرح تکلیف ہوتی ہے) جیسے کسی زندہ کی ہڈی (اس کی زندگی میں) توڑنے سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے ۔ اس کی روایت امام مالک، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے ۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ کو ایذاء پہونچانے سے جیسا گناہ ہوتا ہے ویسے ہی مردہ کو مرنے کے بعد ایذاء دینے سے گناہ ہوتا ہے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے کسی آرام دہ کام سے زندہ کو آرام ور لذت ملتی ہے، ایسا ہی کسی مردہ کے ساتھ بھی آرام دہ کام کیا جائے تو مردہ کو آرام اور لذت ملتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جیسے زندگی میں زندہ کی تعظیم کی جائے ایسے ہی مرنے کے بعد مردہ کی بھی تعظیم کی جائے، اس لیے کہ اس سے مردہ کو راحت اور لذت ملتی ہے ۔ مرقات ۔ اشعۃ اللمعات اور ردالمحتار ۔ ۱۲ ۔

۲۱۸۰/۲۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے

قَالَ رَاٰنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْ لَا تُؤْذِهٖ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوں (یہ دیکھ کر) ارشاد فرمایا (کہ تمہارے قبر کو ٹیکا لگا کر بیٹھنے سے صاحب قبر کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس طرح بیٹھ کر صاحب قبر کو تکلیف نہ دو۔ (کیونکہ اس میں میت کی اہانت بھی ہے۔) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۱۷۸۱/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِیْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ لَمْ یُقَارِفِ اللَّیْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِیْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِیْ قَبْرِهَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں انتقال ہو گیا، ہم ان کے دفن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارے تشریف فرما تھے حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا ہے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایسا میں ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ (دفن کرنے کے لیے) ان کی قبر میں تم ہی اترو۔ حسب الحکم ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لیے قبر میں اترے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لیے قبر میں اترے، اور حضرت ابو طلحہ اجنبی تھے، حضرت ابو طلحہ کو قبر میں اترنے کا جو حکم دیا گیا اس سے ابن الہمام نے یہ مسائل اخذ کئے ہیں کہ عورتوں کو قبر میں اتارنے کے لیے یا کسی ضرورت پر قبر سے

نکالنے کے لیے مرد ہی قبر میں اتریں، اگرچہ کہ مرد اجنبی ہوں عورتیں قبر میں نہ اتریں، اس لیے کہ ضرورت پر اجنبی مرد کو جس طرح زندگی میں کپڑے وغیرہ کو حائل کر کے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد بھی کپڑے وغیرہ کو حائل کر کے ہاتھ لگا سکتا ہے اور کفن بھی حائل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی عورت کی وفات ہو جائے اور اس کے ساتھ اس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کے پڑوسی کے عمر رسیدہ نیک اور صالح لوگ اس کو دفنا سکتے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو نوجوان نیک اور صالح لوگ اس کو دفن کر سکتے ہیں۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔ ۱۲ ار

۲۱۸۲ / ۳۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَۃٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو سکرات شروع ہوئی تو انہوں نے اپنے فرزند سے ارشاد فرمایا (سنو بیٹا!) جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتوں کو نہ رکھنا۔ اور نہ میرے جنازے کے ساتھ آگ لے کر چلنا (یہ زمانہ جاہلیت کے رواج ہیں اسلام میں ان کو برا سمجھا گیا ہے) حضرت عمرو بن عاص نے پھر فرمایا کہ جب تم میرے دفن کا ارادہ کرو تو بہ سہولت قبر میں مٹی ڈالو، اور دفن کے بعد میری قبر کے اطراف تم لوگ (تلقین یعنی ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہوئے) اتنی دیر تک ٹھہرے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے تاکہ میں (اس عرصہ میں تم لوگوں کو قبر پر تلقین و ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہوئے کھڑے ہونے سے) انس اور اطمینان حاصل کر سکوں اور تمہارے تلقین کی وجہ سے وہ جواب مجھے یاد آجائے جو مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتوں کو دینا ہوگا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۸۳ / ۳۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰی قَبْرِهٖ وَلْیُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَۃُ الْبَقَرَۃِ وَعِنْدَ رِجْلَیْهِ بِخَاتِمَۃِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں دیر مت کرو (جہاں تک ہو سکے اس کے دفن کا جلد انتظام کرو) اور قبر تک جنازہ جلد جلد لے چلو (مگر جنازہ سے کرایا

الْبَقَرَةِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ)

بھی جلدنہ جلو کہ جس سے مردہ کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے اور دفن کے بعد میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں الٓمّٓ سے اَلْمُفْلِحُوْنَ تک اور میت کے پائینتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے اَلْكٰفِرِيْنَ تک پڑھیں۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ — باب میت پر رونے کے بیان میں

اس باب میں یہ بیان ہے کہ میت پر کس طرح رونا جائز ہے اور کس طرح کا رونا ناجائز ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو، کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا، یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت، اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (سورۃ البقرہ، ۱۵۷، ۱۵۶)

ف: حدیث شریف میں ہے مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا رحمت الٰہی کا سبب ہے اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ مومن کی تکلیف کو اللہ تعالیٰ گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں، جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔ (سورۃ البقرہ، ۴۶، ۴۵)

ف: اپنی حاجتوں میں صبر اور نماز سے مدد چاہو، سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ صبر مصیبتوں کا اخلاقی مقابلہ ہے انسان عدل و عزم و حق پرستی پر صبر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، صبر کی تین قسمیں ہیں (۱) شدت و مصیبت پر نفس کو روکنا (۲) طاعت و عبادت کی مشقتوں میں مشتغل رہنا (۳) معصیت کی طرف مائل ہونے سے طبیعت کو باز رکھنا اس آیت میں مصیبت کے وقت نماز کے ساتھ استعانت کی بھی تعلیم فرمائی گئی ہے، کیونکہ وہ عبادت بدنیہ و نفسانیہ کی جامع ہے

اور اس میں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اہم امور کے پیش آنے پر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

۲۱۸۴ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفِ نِ الْقَيْنِ وَ كَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی دایہ کے شوہر تھے۔ حضور دایہ کے گھر پہونچ کر اپنے فرزند حضرت ابراہیم کو (گود میں) لیے انہیں پیار کیا اور سونگھا (پھر واپس ہو گئے) چند روز کے بعد ہم (دوبارہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دایہ کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم سکرات کی حالت میں تھے (بچہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (حضور کو روتے ہوئے دیکھ کر) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف (نوحہ اور آہ وزاری کرنا منع ہے اور آنکھوں سے آنسو کا جاری ہونا یہ رحمت کی نشانی ہے (اور جائز ہے) اس کے بعد آنکھوں میں آنسو لاکر فرمایا: "آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے، اور ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۱۸۵ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتْ اِبْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اِنَّ ابْنًا لِّيْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت اقدس میں کسی شخص سے یہ کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا سکرات کی حالت میں ہے، آپ ذرا تشریف لائیے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم واپس جاکر

اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان کو میرا سلام پہونچاؤ، اور کہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ لیتا ہے وہ اسی کا ہے اور جو کچھ وہ دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (وہ وقت ٹل نہیں سکتا) تم کو چاہیئے کہ ثواب کی نیت سے صبر اختیار کریں، حضرت زینب نے پھر دوبارہ کسی کو بھیجا اور قسم دے کر عرض کی آپ ضرور تشریف لائے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور دیگر صحابہ بھی حضور کے ساتھ ہو گئے (جب حضور صاحبزادی کے مکان پر پہونچے) تو حضور کے سامنے بچے کو پیش کیا گیا۔ اس وقت بچہ سکرات کی حالت میں تھا، بچہ کی سانس سینہ میں اضطراب کے ساتھ چل رہی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور کو روتے دیکھ کر حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں حضور فرمایا: "سنو سعد! (کسی کی موت پر نوحہ کرنا چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑ لینا اور سر پیٹنا یہ سب حرام اور منع ہیں) البتہ آنکھوں سے (بغیر نوحہ کے) آنسو جاری ہونا، بشریت کا تقاضا ہے اور رحمت و نرم دلی کی نشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے (اس لیے یہ جائز ہے) اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے انھیں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۱۸۶/۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِّنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَآءُ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہوئیں (اور بغیر نوحہ و چیخ و پکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں (حضرت عمر میت پر رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لیے) اُٹھے

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبُ مُصَابٌ وَالْعَهْدُ قَرِيْبٌ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ)

۲۱۸۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے، اور (باہر سے آئی ہوئی) عورتوں کو ہٹانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو عمر! (نوحہ کرنا اور چیخ و پکار کر رونا منع ہے۔ آنکھوں سے رونا منع نہیں ہے) یہ عورتیں آنکھوں سے آنسو بہا کر رو رہی ہیں۔ ان کے حال پر چھوڑ دو آنکھوں سے بھی کیسے نہ روئیں جب کہ ان کا دل دکھا ہوا ہے اور مصیبت ابھی ابھی آپڑی ہے۔ اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک دفعہ) بیمار ہوئے اور ان کی بیماری بہت سخت تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ان کی عیادت کے لیے) تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہونچے تو ملاحظہ فرمایا کہ گھر والوں نے ان کو چاروں طرف گھیر رکھا ہے (جس طرح کہ میت کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر چادر بھی اڑا دی گئی ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا ان کا انتقال ہو گیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں حضور! ان کا انتقال نہیں ہوا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے صحابہ نے جب رسول اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو صاحبو! اللہ تعالیٰ (کسی کے مرنے کی وجہ سے) آنکھوں سے آنسو جاری ہونے اور دل کے غمزدہ ہونے پر عذاب نہیں دیتے، بلکہ زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں یا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت

نازل فرماتے ہیں یعنی اگر مصیبت زدہ زبان سے شکوہ شکایت کرے یا زبان سے اللہ سے ناراضگی کے الفاظ کہے یا نوحہ کرے یا چیخ و پکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیتے ہیں بخلاف اس کے اگر مصیبت زدہ نے زبان سے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہہ کر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اگر (جاہلیت کی عادت کے مطابق کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں) تو میت کو (اس طرح کی وصیت کرنے کی وجہ سے) عذاب دیا جائے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۱۸۸/۵ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہوں جس پر نوحہ کیا گیا تو قیامت کے دن اس طرح نوحہ کئے جانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ آواز کے ساتھ میت پر رونے کو نوحہ کہتے ہیں۔ یا میت کے ایسے اوصاف بیان کر کے رونا جو میت میں نہیں ہیں۔ یا میت کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو میت میں تو ہیں مگر ان کو مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے رونا، یہ سب نوحہ کہلاتا ہے۔ ۱۲۔

۲۱۸۹/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (آسمان میں) دو دروازے ہیں کہ ایک دروازے سے نیک اعمال اوپر چڑھتے اور دوسرے دروازے سے روزی اترتی ہے جب کوئی

لہ یہ کہ اگر کوئی شخص جاہلیت کی عادت کے مطابق وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں، یا اس کے خاندان میں نوحہ کرنے سے راضی تھا، اس کو کبھی منع نہیں کیا تھا تو اس کے مرنے کے بعد حسب وصیت اس پر اس کے ورثاء نوحہ کریں یا حسب رواج نوحہ کیا گیا۔

عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مسلمان مرجاتا ہے تو جس دروازے سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور دوسرے جس دروازہ سے مسلمان کی روزی اُترتی تھی، یہ دونوں دروازے اس مرنے والے مسلمان پر روتے ہیں[1]، جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ، یعنے کفار کے مرنے پر زمین و آسمان نہیں روتے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۱۹۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے (بلکہ جاہلیت کے طریقہ پر ہے) جو (کسی کے مرنے پر) اپنا منھ پیٹے اور کپڑے پھاڑے یا شملہ سر سے اتار کر پھینک دے یا دیوار پر سر مارے یا بال نوچے) یا (غم میں) ایسے الفاظ کہے جو جاہلیت میں رائج تھے (اور شریعت کے خلاف ہیں)، اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے، ۱۲۔

۲۱۹۱ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَاَبِيْ بَرْزَةَ قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا اَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُوْنَ فِيْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عمران بن حصین اور ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ میت کے قرابتدار (اظہار غم کے لیے) چادروں کو رکھ دیئے ہیں

[1] اس وجہ سے کہ ان دونوں دروازوں کو اس مسلمان کی وجہ سے جو خیر و برکات پہونچتے تھے اس کی موت کی وجہ سے بند ہوگئے (بخلاف کافر کے کہ ان دونوں دروازوں کو کافر سے اس کے شرک کی وجہ سے تکلیف پہونچتی تھی، اس لیے یہ دونوں دروازے اس کی موت پر نہیں روتے)

[2] اس زمانہ کے رواج کے مطابق اسلامی شعار اور سنت یہ تھی کہ مسلمان قمیصوں پر چادر اوڑھ کر باہر نکلتے تھے۔)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاْخُذُوْنَ اَوْ بِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تُرْجِعُوْنَ فِيْ غَيْرِ صُوَرِكُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِيَتَهُمْ وَلَمْ يَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اور (جاہلیت کے طریقے کے موافق بغیر چادروں کے صرف قمیصوں کے ساتھ جنازہ کے ساتھ چل رہے ہیں (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (تم کو کیا ہوا ہے باوجودیکہ اسلام آچکا ہے پھر بھی) تم جاہلیت کے کام کر رہے ہو (زمانہ جاہلیت میں جیسے غم کا اظہار کرتے تھے، تم بھی زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی مشابہت کر کے اپنی چادروں کو پھینک کر غم کا اظہار کر رہے ہو[1] میرا ارادہ ہوا تھا میں بھی تمہارے لیے بددعا کروں کہ تمہاری انسانی صورتیں مسخ ہو کر (غیر انسانی صورتیں ہو جائیں (یہ وعید سن کر میت کے ترابندار ڈر گئے اور اپنی چادریں لے کر اوڑھ لئے (اور پھر کسی کے غم میں اس طرح) بغیر چادروں کے نہیں نکلے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۱۹۲/۹ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ فَاَقْبَلَتْ اِمْرَاَتُهٗ اُمُّ عَبْدِاللّٰهِ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِيْ وَكَانَ يُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سخت بیمار ہوئے اور آپ) پر غشی طاری ہو گئی آپ کی زوجہ ام عبداللہ چیخ مار کر آواز سے رونے لگیں پھر حضرت ابو موسیٰ کو کچھ ہوش آیا (ابھی آپ کی زوجہ چیخ مار کر رو رہی تھیں زوجہ کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت ابو موسیٰ فرمانے لگے، کیوں جی تم کو معلوم نہیں میں تم کو بار بار کہتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسے شخص سے بیزار ہوں جو میت کے غم میں جاہلیت کے طریقہ کے موافق) سر منڈھائے نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے[2]۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

---

[1] (یہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف کر رہے ہو) میرا ارادہ ہوا تھا کہ (جیسے تم اپنی ہیبت کو بدل کر غم کے لیے دوسری ہیبت اختیار کئے ہو۔

[2] اس لیے میں بھی ان سب چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ تم کو چاہیئے کہ ایسی چیزوں سے باز رہا کریں)

۲۱۹۳/۹ وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ لَا یَتْرُكُوْنَهُنَّ اَلْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّیَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں چار خصلتیں (زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں) میری امت میں بھی وہ باقی رہیں گی (۱) اپنے حسب پر فخر کرنا[1] (۲) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا[2]، تیسری بات یہ ہے کہ نجوم کے قواعد کے موافق یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں تارہ فلاں منزل میں آنے سے بارش ہوتی ہے[3]، اور جب اللہ تعالیٰ چاہیں بارش نہیں ہوتی اور، چوتھی بات یہ ہے کہ میت پر نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے (تو چونکہ وہ کپڑے پھاڑتی تھی اور منھ نوچتی تھی) تو اس کے مناسب قیامت میں اس پر یہ عذاب مسلط کیا جائے گا کہ گوانبر (تارکول) کے مثل لباس پہنایا جائے گا (تاکہ دوزخ کی آگ اس پر بہت زیادہ اثر کرے) اور مثل پیراہن کے ناقابل برداشت کھجلی اور خارش اس کے تمام جسم پر مسلط کی جائے گی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۹۴/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نوحہ کرنے والے اور نوحہ سننے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۱۹۵/۱۲ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

۱؎ یعنی اپنے اور اپنے آباء واجداد کی خوبیوں کو اس طرح بیان کرنا کہ جس سے دوسروں کی حقارت ہو۔
۲؎ یعنی اپنے نسب کی بڑائی بیان کرکے دوسروں کے نسب کو عیب لگا کر ان کے نسب کی تحقیر کرنا۔
۳؎ یہ اعتقاد حرام ہے، ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ تاروں کے لحاظ سے بارش نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں بارش ہوتی ہے

مَاتَ اَبُوْ سَلَمَۃَ قُلْتُ غَرِیْبٌ وَ فِیْ اَرْضِ غُرْبَۃٍ لَاَبْکِیَنَّہٗ بُکَآءً یُتَحَدَّثُ عَنْہُ فَکُنْتُ قَدْ تَھَیَّاْتُ لِلْبُکَآءِ عَلَیْہِ اِذْ اَقْبَلَتْ امْرَاَۃٌ تُرِیْدُ اَنْ تُسْعِدَنِیْ فَاسْتَقْبَلَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تُدْخِلِی الشَّیْطَانَ بَیْتًا اَخْرَجَہُ اللّٰہُ مِنْہُ مَرَّتَیْنِ وَکَفَفْتُ عَنِ الْبُکَآءِ فَلَمْ اَبْكِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ام سلمہ کے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا انتقال ہوا (اور مجھے نوحہ کے ناجائز ہونے کا علم نہیں تھا) تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو سلمہ بے وطن تھے، ابھی ابھی اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے (یہاں ان کے کوئی قرابت دار بھی نہیں، اگر کوئی ان کے قرابت دار ہوتے تو ان پر نوحہ کرتے) میں ان پر ایسا ماتم اور نوحہ کروں گی جو یادگار رہے، اور لوگ اس کا تذکرہ کرتے رہیں گے، چنانچہ میں نے سیاہ کپڑے پہن کر (ابو سلمہ پر ماتم اور نوحہ کرنے کی تیاری کی) اتنے میں ایک عورت نوحے اور ماتم میں میرا ساتھ دینے کے لیے آرہی تھی کہ (راستہ میں) اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مل گئے اس کو (ماتمی لباس میں) دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم چاہتی ہو کہ (نوحہ اور ماتم کر کے) شیطان کو اس گھر میں داخل کر دو، کہ جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو (اسلام لانے کی وجہ سے) نکال دیا تھا (اس عورت کو تنبیہ اور تاکید کرنے کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ کو دو مرتبہ ارشاد فرمایا، ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی خبر ملی) تو میں ماتم اور نوحہ کرنے سے رک گئی اور آہ و بکا کرنے سے باز آگئی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۱۹۶
۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَبَکَتِ النِّسَآءُ فَجَعَلَ عُمَرُ یَضْرِبُھُنَّ بِسَوْطِہٖ فَاَخَّرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں (جمع ہوئیں اور بغیر نوحہ اور چیخ و پکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوڑے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ وَقَالَ مَھْلًا یَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ اِیَّاکُنَّ وَنَعِیْقَ الشَّیْطَانِ ثُمَّ قَالَ اِنَّہٗ مَھْمَا کَانَ مِنَ الْعَیْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَۃِ وَمَا کَانَ مِنَ الْیَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّیْطَانِ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

مارنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت عمر کو عورتوں کے پاس سے اپنے دست مبارک سے ہٹایا اور ارشاد فرمایا ٹھہرو عمر! اتنی سختی مت کرو (ابھی تو عورتیں آنکھوں سے رو رہی ہیں اگرچہ تم اس کو برا سمجھتے ہو، مگر یہ جائز ہے حضرت عمر کو جو خوف تھا کہ کہیں عورتیں روتے روتے نوحہ کرنا شروع کر دیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (قاعدہ ہے کہ رونا بڑھتے نوحہ تک پہونچ جاتا ہے) تم نوحہ کی نوبت نہ آنے دو (اس لیے کہ) نوحہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اس سے بچتے رہنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم (عورتوں سے مخاطب ہو کر) ارشاد فرمایا سنو[2] جب آنکھوں سے آنسو بہا کر غم کیا جائے اور دل غمگین رہے تو یہ اللہ کی مرضی کے موافق ہے اور رحمت کا باعث ہے[3] اور جب (غم کا اظہار) ہاتھ سے ہو (مثلاً منھ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا) یا زبان سے ہو[4] یہ سب شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہے (شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۱۹۷ [۱۴] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَۃٌ مَعَھَا رَانَّۃٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ جانا تو سنت ہے) مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ایسے جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع فرماتے ہیں جس کے ساتھ پکار کر رونے والی اور نوحہ کرنے والی عورتیں

[1] میت پر صرف آنکھوں سے رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لیے اٹھے اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے۔ مگر عورتیں حضرت عمر کے منع کرنے سے نہ رکیں، تو حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ یہ رونا بڑھتے کہیں نوحہ تک نہ پہونچ جائے، اس لیے۔

[2] کسی کے مرنے پر غم کرنا کئی قسم کا ہوتا ہے بعض جائز ہے اور بعض ناجائز ہے) [3] اللہ تعالیٰ اس طرح غم کا اظہار کرنے سے ناراض نہیں ہوتے ہیں) [4] جیسے چلانا اور بیان کر کے رونا اور ایسے الفاظ کہہ کر رونا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

ہوں ، اس کی حدیث امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف، در مختار میں لکھا ہے کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ خاص کر نوحہ کرنے والی اور پکار کر رونے والی عورتوں کو سختی سے روک دیا جائے اور مردوں کو جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیئے اگر عورتیں جنازہ کے ساتھ ہوں تو مردوں کو عورتوں کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ چلنا ترک نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جنازہ کے آگے آگے چلنا چاہیئے۔ ۱۲

۲۱۹۸/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصِبْ مُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک عورت کی طرف سے گزرے جو ایک قبر کے پاس (بیٹھی) آواز سے رو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا کہ[۱] خدا سے ڈر (اور اس طرح کا نوحہ چھوڑ دے) اور صبر کر (تاکہ تجھے اس صبر کا ثواب ملے)۔ اس عورت نے جواب دیا، جاؤ صاحب اپنا کام کرو (آپ کو میری مصیبت کی کیا خبر) آپ میری جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے ہیں[۲] اس عورت کو بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تھے۔ جو تمہیں نصیحت فرما رہے تھے (وہ عورت بہت نادم ہوئی) اور وہاں سے اٹھی تو سیدھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دولت خانہ پر پہونچی، وہ سمجھ رہی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دروازے پر دربان ہوں گے، جیسے بادشاہ کے دروازے پر ہوتے ہیں۔ یہاں آکر اس نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں نہ تو دربان ہیں اور نہ تو کوئی تکلیف ہے

---

[۱] تو آواز سے رو رہی ہے اور نوحہ کر رہی ہے یہ ناجائز ہے)
[۲] یہ عورت جب یہ کہہ رہی تھیں تو اس وقت اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نصیحت فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تھے، حضور جب وہاں سے تشریف لے گئے تو پھر اس عورت سے کہا گیا کہ تجھے کچھ خبر بھی ہے یہ نصیحت فرمانے والے کون تھے؟ سنو!

(گھر کے اندر گئی) اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کو پہچانی نہیں (میرا قصور معاف کیجئے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر کا ثواب تو ابتداء مصیبت کے وقت ہی ملتا ہے[1]، اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۱۹۹ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! مصیبت آتے ہی ابتدائے مصیبت کے وقت ثواب کی نیت سے اگر تو صبر کرے[2]، پھر کو جنت ہی عطا کروں گا[3]۔ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۲۰۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ البتہ قسم پوری ہونے کے لیے (دوزخ پر سے بجلی کی طرح فورًا گزر جائے گا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

---

[1] اور آخر میں تو خود بخود صبر آجاتا ہے یعنی دراصل صبر وہ ہے جو صدمہ کے شروع وقت کیا جائے، ورنہ بعد میں تو ہر ایک کو صبر خود بخود آہی جاتا ہے، لہذا شروع مصیبت کے وقت صبر کرنا چاہیئے کیوں کہ اس پر ثواب ملتا ہے۔

[2] جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے مثلاً کوئی مرجائے یا ناقابل برداشت رنج کی خبر پہنچے تو)

[3] اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہے اور رونا پیٹنا اختیار نہ کرے اور نہ کوئی ایسی حرکات کرے کہ جس سے بے صبری کا اظہار ہو، اور نہ زبان سے ایسے الفاظ کہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں تو اسی طرح ابتدائے مصیبت کے وقت صبر کرنے کے بدلہ میں)

[4] داگر تو ابتدائے مصیبت کے وقت رو یا پیٹا اور بعد کو صبر کیا تو اس کا کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ روتے پیٹنے کے بعد تو صبر آہی جاتا ہے، ہاں صرف آنکھ سے آنسو بہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ف: جس آیت میں دوزخ پر سے گزرنے کا ذکر ہے وہ آیت یہ ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ (سورۃ مریم پ ۱۶ ع ۵) اور اے اولاد آدم اتم میں سے کوئی بشر ایسا نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے، یعنی ہر انسان پل صراط پر سے جو دوزخ پر رکھی گئی ہے ضرور گزرے گا، یہ ایک قطعی اور فیصل شدہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، اس آیت کا عطف اس سے پہلے کی آیت "فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ" پر ہے اس لیے یہ آیت بھی پہلے کی آیت کے قسم کے تحت میں ہے، گویا اس آیت کے پہلے قسم کے الفاظ فَوَرَبِّكَ" محذوف ہیں۔ اس لیے یہ آیت بھی قسم کی آیت ہے (مرقات) ۱۲۔

۲۲۰۱ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَّفْسِكَ يَوْمًا نَّأْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِيْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ اِمْرَاَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلَاثَةً اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَيْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیں، یارسول اللہ مرد لوگ آپ کی احادیث کو آپ سے سن سن کر یاد کرتے جا رہے ہیں، ہم عورتوں کے لیے بھی ایک دن مقرر فرما دیجئے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان دینی معلومات کو حاصل کریں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم کرایا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں دن فلاں وقت، فلاں جگہ جمع ہو جایا کرو (حسب ارشاد) عورتیں وہاں جمع ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انھیں ان چیزوں کی تعلیم فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم کرایا، پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت عورت کے تین بچے اس کی زندگی میں مر جائیں تو یہ بچے اس عورت کے لیے آتش دوزخ سے آڑ بن جائیں گے (یعنی یہ بچے اس کو دوزخ میں جانے سے بچائیں گے) یہ سن کر ایک عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے حضور وحی کے انتظار میں کچھ دیر توقف فرما تھے کہ) اتنے میں وہ عورت اس جملہ کو دوبارہ دہرائی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ہاں ہاں! اگر کسی کے دو بچے بھی مریں ہوں

تو اس کا بھی یہی حکم ہے اس جملہ کو حضور اور دو مرتبہ دہرائے۔ اس طرح تین دفعہ فرمانے سے اچھی طرح تاکید ہو گئی اور سننے والوں کو کوئی شک باقی نہ رہا)
اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۲۰۲
۱۹
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا یَمُوْتُ لِاِحْدَاكُنَّ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبُهٗ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اَوِ اثْنَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (اتفاق سے) انصار کی چند عورتیں (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں) اس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم عورتوں میں سے کسی عورت کے تین بچے مرجائیں (بالغ ہوں یا نابالغ) اور وہ عورت ثواب ملنے کے لیے (ان کی موت پر) صبر کرے، تو وہ ضرور جنت میں جائے گی۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کے دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! اگر کسی کے دو بچے بھی مرجائیں (تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا ثَلَاثَةٌ لَّمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر وہ بچے جو مرے ہیں نابالغ ہوں تو ان کا یہ حکم ہے

ف اس روایت میں نابالغ کی قید ضروری نہیں ہے، بلکہ جس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے یہ فرمایا تھا کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہو گی، اس وقت وہاں ایسی ہی عورتیں موجود تھیں کہ جن کے نابالغ بچے فوت ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تسکین اور تسلی کے لیے نابالغ کا ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی یہ قید ضروری نہیں، بلکہ اتفاقی ہے۔ اس لیے فوت شدہ بچے بالغ ہوں یا نابالغ سب کا یہی حکم ہے (مرقات) ۱۲

۲۲۰۳
۲۰
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس شخص کے تین نابالغ بچے اس کی زندگی میں فوت ہو گئے ہوں تو یہ بچے

كَانُوْا لَهٗ حَصْنًا حَصِيْنًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اس کو دوزخ سے ضرور بچائیں گے (یہ سن کر) حضرت ابوذر عرض کئے یا رسول اللہ! میرے دو بچے فوت ہوئے ہیں (اس کا کیا حکم ہے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں تو اس کے دو بچے بھی ضرور اس کو دوزخ سے بچائیں گے، پھر حضرت اُبی بن کعب ابو المنذر سید القراء نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا تو ایک ہی بچہ فوت ہوا ہے (اس کا کیا حکم ہے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو تو اس کا یہ ایک بچہ بھی ضرور اس کو دوزخ سے بچائے گا۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے ۱۲)

۲۲۰۴ / ۲۱ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ اِذَا احْتَسَبَتْهُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس مسلمان ماں باپ کے تین بچے مرجائیں (اور ثواب کی نیت سے وہ صبر کریں) تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے ان دونوں کو جنت میں داخل کریں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر کسی کے دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے) تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہاں اگر دو بچے مرجائیں تو بھی (اس کا یہی حکم ہے) صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، پھر حضور ارشاد فرمائے [2] اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر کسی کا حمل گر

۱؎ نابالغ کی قید اتفاقی ہے، اگر بالغ تین بچے بھی فوت ہوئے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۲؎ تم بار بار سوال کر کے تین، دو اور ایک بچے کے مرنے کا ثواب دریافت کئے ہو یہ تو کامل بچوں کے مرنے کا ثواب ہے کہ ان کے ماں باپ ضرور جنت میں داخل ہوں گے)

جائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو) اور حمل گر جانے پر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو یہ (ناقص بچہ بھی اپنی ماں کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو شکل رسی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے، اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب کی ہے۔

۲۲۰۵/۲۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهٗ اِذَا اَدْخَلَ اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا حمل گر جائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو (اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اس بچہ کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو یہ بچہ (اپنے ماں باپ کو دوزخ سے بچانے کے لیے بہت کوشش کرے گا اور اڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے اڑنے والے بچہ (ہم کو تیری خاطر منظور ہے) اچھا اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تو یہ بچہ اپنے ماں باپ کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو شکل رسی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا۔ اس کی روایت ابن ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۲۰۶/۲۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے کسی شخص کے دو نابالغ بچے اس کی زندگی میں انتقال کر گئے ہوں (اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس شخص کے صبر کی وجہ اور ان کی شفاعت کی وجہ سے) اس شخص کو جنت میں داخل کریں گے (یہ سن کر) حضرت عائشہ صدیقہ اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ اگر کسی شخص کا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو (تو اس کا کیا حکم ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں (جس کا ایک

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ہی رنا بالغ) بچہ فوت ہوا (تو اس کا بھی یہی حکم ہے) عائشہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم کو توفیق دے، تمہارے سوال سے میری امت پر آسانیاں اور زیادہ ہو رہی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوبارہ دریافت کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کی امت کے کسی شخص کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں سنو عائشہ! بچوں کے مرنے سے ان کے والدین کو یہ جو ثواب مل رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے مرنے کا ماں باپ کو بے حد صدمہ ہوتا ہے، اس کے صلہ میں جنت ملتی ہے، میرا دنیا سے جانا (امت کے لیے) سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے[1]، اس کی روایت ترمذی نے کی ہے (فرط کے معنی قافلہ کے انتظام کے لیے قافلہ سے پہلے منزل پر پہونچنے والے کے ہیں)

۲۲۰۷/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ مَاتَ ابْنٌ لِّيْ فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ شَيْئًا يُطَيِّبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَلْقٰى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَيَاْخُذُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ میرا ایک بچہ مر گیا ہے مجھے اس کا بے حد رنج ہے، کیا آپ اپنے دلی دوست حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی حدیث سنتے ہیں جس سے (بچوں کے مرنے پر والدین کو جو ثواب ملتا ہے وہ معلوم ہو تاکہ) ہمارا رنج دور ہو، اور ہمارے دل کو تسکین ہو جائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے جیسا تم کہہ رہے ہو، میں نے ایسا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں

---

[1] (جیسا میرے دنیا سے جانے کا رنج امت کو ہوگا اس کے مقابلہ میں اس کو کوئی اور رنج نہیں۔ میرے جانے کے رنج و مصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ جیسے بچے ماں باپ کے لیے مدفرط، شفاعت کا ذریعہ ہوتے ہیں اور راحت کا سامان فراہم کرتے ہیں اسی طرح میری امت میں جس کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو تو ایسے لوگوں کے لیے میں فرط رہوں گا۔ ان کے لیے راحت کا سامان جمع کروں گا۔ اور ان کی شفاعت کروں گا)

بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهٖ فَلَا يُفَارِقُهٗ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهٗ)

۲۲۰۸/۲۵ وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اِبْنٌ لَّهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهٗ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَأْتِيَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهٗ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ

کے چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں (وہ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رہتے ہیں اور وہ ہر جگہ جاتے ہیں[۱]، جب یہ چھوٹے بچے اپنے (ماں) باپ کو دیکھیں گے تو (ماں) باپ کا دامن پکڑ کر جنت میں پہنچائے بغیر دم نہیں لیں گے۔ اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔

حضرت قرۃ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہمیشہ اپنے بچے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا (بچہ کو تم ہمیشہ ساتھ رکھتے ہو) کیا اس بچہ سے تم کو بہت محبت ہے، تو وہ صاحب عرض کئے یا رسول اللہ کیا کہوں[۲] کہ مجھے اس بچے سے ایسی محبت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو آپ سے اور زیادہ کرے (جب بچہ کا انتقال ہو گیا تو وہ صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تنہا آنے لگے) ان کو تنہا آتے ہوئے دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان کے بچہ کو کیا ہوا۔ صحابہ عرض کئے وہ بچہ تو مر گیا یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچہ کے والد کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا (کہ تم کو رنج بے حد ہوا ہے مگر اخروی خوش خبری سن لو) تمہارا بچہ جنت کے ہر دروازے پر نظر آئے گا اور تمہارا انتظار کرتا رہے گا، جس دروازے سے تم جاؤ گے وہ بچہ

۱؎ لیکن ان کو کوئی روکنے والا نہیں، پھر جب قیامت قائم ہو گی تو سب میدانِ قیامت میں جمع ہو جائیں گے چھوٹے بچے بھی اور ان کے والدین بھی

۲؎ مجھے اس بچہ سے بے حد محبت ہے، میری محبت اس بچہ سے جیسی ہے اس کو سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔

تمہارا استقبال کر کے تم کو جنت میں لے جائے گا دیکھئے کر) ایک صحابی عرض کئے یا رسول اللہ! یہ خوش خبری صرف انہی کے لیے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ خوش خبری ہر (اس) مسلمان کے لیے ہے (جس کا بچہ اس کی زندگی میں مرگیا ہے) اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

۲۲۰۹/۲۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلٰٓئِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اِبْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کا کمسن بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت کو اور ان کے ساتھ کے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح نکالی ہے، فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ کیا تم اس لخت جگر کو لے گئے، فرشتے عرض کرتے ہیں، جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے (بچہ کی موت کے رنج وغم کی حالت میں) کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس نے[1] الحمد للہ کہہ کر شکر ادا کیا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، بھی کہا[2]، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے مصیبت میں صبر اور تسلیم ورضا اختیار کیا ہے اور الحمد للہ کہا ہے، اس کے بدلے میں اس کے لیے جنت میں ایک محل بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۱۰/۲۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

[1] اپنے رنج وغم کے باوجود اس مصیبت پر اس کو صبر کی جو توفیق ملی اس پر۔
[2] اپنی موت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کو یاد کیا اور جزع فزع اور بے قراری ظاہر نہیں کی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّہٗ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا اَحْتَسَبَہٗ اِلَّا الْجَنَّۃُ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان کو کسی مسلمان سے دنیوی تعلقات ہوں اور اس کو اس سے بے حد محبت ہو (جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بیوی وغیرہ) اور اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے تو میں اس کے صلہ میں اس کو ضرور جنت دوں گا[1] اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۲۰۱/۲۸ وَعَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ وَّلَا مُسْلِمَۃٍ یُصَابُ بِمُصِیْبَۃٍ فَیَذْکُرُھَا وَاِنْ طَالَ عَھْدُھَا فَیُحْدِثُ لِذٰلِکَ اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَہٗ عِنْدَ ذٰلِکَ فَاَعْطَاہُ مِثْلَ اَجْرِھَا یَوْمَ اُصِیْبَ بِھَا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت پر مصیبت آئے (اور اس سے وہ غمگین رہا اور اس مصیبت پر تھوڑی مدت گزری یا زیادہ) جب کبھی وہ مصیبت یاد آئے اس سے اس کا غم پھر تازہ ہو گیا ایسے وقت وہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھ کر صبر کیا، تو شروع مصیبت میں اس کے صبر کی وجہ سے اس کو جو اجر ملا تھا، اس کو دوبارہ مصیبت یاد کر کے صبر کرنے پر ویسے ہی اجر ملے گا۔ (جیسے اس کو پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے، اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۲۰۲/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِکُمْ فَلْیَسْتَرْجِعْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ[2] نعلین کا تسمہ ٹوٹ جائے اور وہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

---

[1] اور اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی سے تعلق ہو، اور اُن سے اس کو بے حد محبت ہے جیسے استاد و مرشد اگر ان کا انتقال ہو جائے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو اس کی جزاء کا کیا کہنا جنت اور جنت کے اعلیٰ مراتب اس کو دوں گا۔

[2] جیسے کوئی بڑی مصیبت آئے تو اس پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھ کر صبر کرے تو اس پر اجر ملتا ہے۔ ایسے ہی چھوٹی سی بات چھوٹی مصیبت ہو جیسے

فَاۤئِتَۃٌ مِّنَ الْمَصَآئِبِ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

پڑھے تو (اس چھوٹی مصیبت کے وقت بھی) ویسے ہی اجر ملے گا جیسا کہ بڑی مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، پڑھنے سے ملا تھا۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۲۱۳/۳۰ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ بَاعِثٌ مِّنْ بَعْدِکَ اُمَّۃً اِذَا اَصَابَہُمْ مَّا یُحِبُّوْنَ حَمِدُوا اللّٰہَ وَ اِنْ اَصَابَہُمْ مَا یَکْرَہُوْنَ اِحْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ یَکُوْنُ ہٰذَا لَہُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِیْہِمْ مِّنْ حِلْمِیْ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ام الدرداء اور رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی کہ میں ابوالدرداء اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنی ہوں، ابوالدرداء کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا، اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک ایسی امت پیدا کروں گا کہ جب ان کو کوئی نعمت ملے گی تو وہ الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گی اور جب اُن پر کوئی (ناقابل برداشت) مصیبت آئے گی جس سے ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے اور سمجھ باقی نہ رہے تو باوجود اس کے وہ ثواب کی نیت سے اس (مصیبت) پر صبر کریں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مرے پروردگار! (مصیبت کی وجہ سے) جب ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں اور سمجھ باقی نہ رہے تو وہ مصیبت پر کیسے صبر کریں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ (انسانی فطرت کے لحاظ سے مصیبت کی وجہ سے ہوش وحواس اور سمجھ نہ رہے گی مگر) میں اپنے پاس سے ان کو علم لدنی اور سمجھ دوں گا (جس سے ان کو مصیبت پر صبر کرنا آسان ہو جائے گا) اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۲۱۴/۳۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان کا عجب حال ہے (ہر حال میں وہ اللہ ہی کا رہتا ہے) اگر

حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ وَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ اَمْرِهٖ حَتّٰى فِى اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِهٖ ـ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اس کو بھلائی اور نعمت پہونچتی ہے تو الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی بلا اور مصیبت پہونچتی ہے تو اس بلاء اور مصیبت کا ثواب اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے وہ الحمد للہ کہتا ہے۔ اس کو ہر کام میں اجر و ثواب ملتا ہے، اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۲۱۵/۳۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ ـ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آپڑے تو جو اس کو تسلی دے اور صبر کی تلقین کرے (جس سے اس کا غم غلط ہو) تو اس تسلی دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ مصیبت زدہ کو ملتا ہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے

۲۲۱۶/۳۳ وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِىَ بُرْدًا فِى الْجَنَّةِ ـ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی عورت کا بچہ مرگیا اور وہ بہت ہی غم زدہ ہے جو مسلمان اس کی تعزیت کرے اور دلاسا دے تو تعزیت دینے والے کو (اعزاز کے طور پر) جنت میں جنتی خلعت پہنائی جائے گی

لہ دیا اس کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ بلا اور مصیبت دنیوی امور میں آئی ہے دین کو میرے اللہ نے بچا رکھا ہے اور دین پر کوئی مصیبت نہیں آئی ہے۔ اس لیے الحمد للہ کہتا ہے، یا یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مجھ پر یہ مصیبت بھیجی۔ اس سے کوئی اور بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا، اس لیے الحمد للہ کہتا ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر صبر کرتا ہے مسلمان کا جو کام ہوتا ہے وہ اللہ کی خوشنودی اور اس کو راضی کرنے کے لیے ہوتا ہے

ٹہ مثلاً اگر وہ اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دے (اور دیتے وقت یہ نیت کرے کہ اس کا حق جو میرے ذمہ ہے، اس کی ادائیگی کے لیے دے رہا ہوں، اگرچہ کہ اس میں اس کو حظ نفس حاصل ہو رہا ہے لیکن وہ زنا کے ذریعہ حظ نفس حاصل نہ کرکے حلال ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دے کر حظ نفس حاصل کر رہا ہے، اس لیے اس کو اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دینے سے بھی اجر ملتا ہے

سہ کسی کے مرنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے، دوسرا مسلمان اس کے پاس جا کر یا خط لکھ کر

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

۲۲۱۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِيْ شَقَّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهٗ فَقَالَ اِنْهَهُنَّ فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ اَنَّهٗ قَالَ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید ہونے کی خبر آئی، اس خبر کے سننے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غم کے آثار ظاہر ہوئے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں دروازے کے دراڑ سے دیکھ رہی تھی کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جعفر کے گھر کی عورتیں (نوحہ کر کے اور چیخ و پکار کر کے) رو رہی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کو (نوحہ اور چیخ و پکار کرنے سے) منع کرو، وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ عورتیں میری بات نہیں مانتی ہیں (اور نوحہ کر کے برابر رو رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اسی شخص کو فرمایا کہ جاؤ اور ان کو (نوحہ کر کے) رونے سے منع کرو تو وہ شخص چلا گیا اور تیسری بار (حاضر ہو کر) عرض کیا کہ حضور! بخدا یہ عورتیں ہمارے قابو سے باہر ہو گئی ہیں (اور نوحہ کر کے رونے سے باز نہیں آرہی ہیں ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اس شخص سے فرمایا تھا کہ جا کر ان کے منہ میں مٹی ڈال دو (اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا) پھر حضرت عائشہ اپنے آپ سے فرماتی ہیں (یہ عجیب شخص ہے) خدا اس کو ذلیل کرے، نہ تو حضور کے حکم کی تعمیل کر کے عورتوں کے نوحہ کرنے سے روک سکا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کو بار بار عرض کر کے تکلیف دینا بھی نہ چھوڑا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتفاق سے مسجد میں تشریف فرما تھے جب کہ حضرت جعفر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آئی۔ اسی لیے رد المحتار میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے انتقال پر قصداً مسجد میں یا گھر میں بیٹھے تاکہ لوگ اس کی تعزیت کریں تو یہ مکروہ ہے۔ بلکہ لوگ جب دفن سے فارغ ہو جائیں تو صاحب میت کے گھر جمع نہ ہوں، بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں اور میت کے ورثاء بھی اپنے گھر چلے جائیں اور اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ ۱۲

۲۲۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ [۳۵] قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے گھر والوں) سے فرمایا: تم جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کر کے بھیجو، کیوں کہ جعفر کی موت سے ان پر ایسی مصیبت آئی ہے جس کی وجہ سے ان کو کھانا تیار کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ ۱۲۰

۲۲۱۹ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا [۳۶] قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتْ اِمْرَاَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَاَجَابَهُ اٰخَرُ

امام بخاری سے تعلیقاً روایت کی گئی ہے کہ جب حسن مثنیٰ ابن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیوی آپ کی قبر کے پاس ایک سال تک ڈیرہ لگا کر بیٹھی رہیں [۱]، ایک سال کے بعد جب انھوں نے ڈیرہ اٹھایا تو ایک ہاتف غیبی نے یہ ندا دی کہ حسن مثنیٰ کی بیوی ان کی قبر کے پاس ایک سال تک جو بیٹھی رہیں تو کیا حسن مثنیٰ پھر ان کو مل گئے؟ دوسرے ہاتف غیبی

[۱] میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کو اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جانا چاہیے، حضرت حسن مثنیٰ کی بیوی ایسا نہ کر کے ایک سال تک قبر کے پاس بیٹھی رہیں تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا، چوں کہ یہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ کر دیا اور ہاتف غیبی کے ذریعہ ان کا یہ کام ناپسند ہونا ظاہر فرما دیا۔

بَلْ یَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔

نے اس کا جواب اس طرح دیا (حسن مثنیٰ) ان کو پھر ملے تو نہیں) "وہ یہ خود تھک کر مایوس ہو کر چلی گئی ہیں۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ　　زیارت قبور کے آداب

اس باب میں قبروں کی زیارت کا جائزہ ہونا زیارتِ قبور کی فضیلت اور زیارت قبور کے آداب کا بیان ہے۔

ف: قبروں کی زیارت کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اور اس لیے کہ قبروں کی زیارت سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس سے موت یاد آتی ہے اور عبرت حاصل ہوتی ہے کہ یہ مردے بھی ہمارے جیسے تھے چلتے پھرتے کھاتے پیتے، دنیا کے سارے کام کرتے تھے۔ آج بے بس ہو کر اپنی اپنی قبروں میں پڑے ہیں ایک دن ہم کو بھی ایسا ہی ہونا ہے، دنیا کا ناپیدار ہونا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے، زیارت قبور سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جیسے ہم کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح مُردوں کے لیے بھی دعاء مغفرت کا موقع ملتا ہے اور اس سے ادائیگی سنت بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، مُردوں کو سلام کرتے اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرماتے تھے۔

زیارت قبور کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ جب زیارت قبور کے لیے جائیں تو میت کے پاؤں کی طرف سے داخل ہوں اور اس طرح کھڑے ہوں کہ اپنا رخ صاحب قبر کے چہرہ کے مقابل ہو، اور پشت قبلہ کی طرف رہے، اور صاحب قبر کو سلام کرے اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور شیخ ابن الہمام نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ قبر کے پاس سورۂ ملک یا سورہ اخلاص، بار بار ۱۱ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے والے کو نیکیاں ملیں گی، اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ، سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقابر کو پہونچائیں۔ تو یہ ثواب ان کو پہونچتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن یا قرآن کی کوئی سورہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو یہ ثواب مردوں کو پہونچتا ہے۔

شیخ عبداللہ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب روض الریاحین میں لکھتے ہیں کہ شیخ عزالدین عبدالسلام رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، وہ فرما رہے تھے کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے کہ

قرآن کا یا قرآن کے کسی حصہ کا ثواب مردوں بخشا جائے تو مردوں کو بخشنے سے منع کرتے تھے، مرنے کے بعد جب ہم اس عالم میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ ہمارا یہ کہنا غلط تھا، قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا جائے تو ان کو ضرور پہونچتا ہے۔ (یہ پورا مضمون اشعۃ اللمعات سے لیا گیا ہے)

مرقات میں لکھا ہے کہ خلال نے اپنی کتاب الجامع میں امام شعبی سے روایت کی ہے کہ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جب کسی کا انتقال ہو جاتا تو وہ ان کی قبر کی زیارت کے لیے جاتے تو قبر کے پاس قرآن پڑھا کرتے تھے ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی نے اپنی کتاب فوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ فاتحہ سورہ قل ھو اللہ احد، سورۂ الھکم التکاثر پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو پہنچائے تو یہ مردے قیامت میں اس پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے۔

قاضی ابو بکر بن عبد الباقی نے اپنی کتاب "مشیخۃ" میں سلمہ بن عبید سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت حماد مکی مکہ مکرمہ کے قبرستان کو تشریف لے گئے اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گئے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے مردے کئی حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے مردوں کو (ایسی حالت میں دیکھ کر) ان سے پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی ہے، مردے جواب دیئے کہ نہیں نہیں! قیامت قائم نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک شخص نے سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخشا ہے اور ہم سب مردے اس کا ثواب ایک سال سے آپس میں بانٹ رہے ہیں۔

عبد العزیز خلال نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور قبرستان میں سورۂ یٰسین پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو بخشے تو قبرستان کے جن مردوں پر عذاب ہو رہا ہو تو سورہ یٰسین کا ثواب بخشنے کی وجہ سے ان مردوں سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے والوں کو نیکیاں ملیں گی (مرقات کا مضمون یہاں ختم ہوا)

ان آثار و احادیث سے اور اسی طرح کے اور آثار و احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآن اور قرآن کی سورتوں کا ثواب مُردوں کو پہونچتا ہے۔ جیسے حج عن الغیر سے حج کرنے کا ثواب ایک شخص کی طرف سے دوسرے شخص کو پہونچتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر بخشا جائے تو اس کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

"اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" (سورۂ نجم پ۲۷ ع ۲) اور اس آیت کے معنی یہ حضرات یوں کرتے ہیں "انسان کو وہی ملے گا کہ جو عمل اس نے کئے ہوں" (دوسرا اگر اس کے

یے عمل کرے تو ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں ملے گا) حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بیان القرآن (جلد ۱۱ صفحہ ۷۲) میں مذکور ہے کہ اس آیت میں سعی سے مراد عمل نہیں، بلکہ ایمان ہے یعنی جو ایمان لایا اسی کو اس کا فائدہ ملے گا۔ یعنے کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا۔ ہاں! ایک کا عمل دوسرے کے کام آئے گا جیسا کہ سورہ طور کی اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے دَوَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط (سورۃ طور پ ۲۷ ع) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لائی اگرچہ کہ اولاد کے اعمال اپنے آباء کے اعمال کے برابر نہیں ہیں، پھر بھی ہم اُن کے آباء کے اعمال ان کو دے کر ان کو ان کے آباء کے درجہ میں پہنچا دیں گے اور اس سے ان کے آباء کے اعمال کا ثواب کم نہیں کریں گے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہونچتا ہے، اسی لیے رد المحتار میں مذکور ہے کہ «ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت کی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے۔ جیسے نفل نماز، نفل روزہ یا خیرات وغیرہ، ہدایہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور فتاویٰ تاتارخانیہ کی کتاب الزکاۃ میں محیط سے نقل ہے کہ اس شخص کے لیے جو خیرات کرنا چاہتا ہے) بہتر یہ ہے کہ وہ خیرات کرتے وقت تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو ثواب پہونچانے کی نیت کرے، اس لیے کہ یہ ثواب اُن کو پہونچتا ہے اور اس سے خیرات کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی (ردالمحتار کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

علاوہ ازیں مرقات نے ایصال ثواب کے جواز پر متعدد احادیث آثار اور فقہی روایات کے بیان کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں جب کسی کا انتقال ہو جائے تو میت کو پہونچانے کے لیے جمع ہوتے ہیں اور قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں۔ مسلمانوں کا سالہا سال سے ایصال ثواب کرنے کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ایصال ثواب کے جائز ہونے پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہے، ایصال ثواب کے جواز پر یہ اور اس قسم کی ساری دلیلوں کو حافظ شمس الدین ابن عبد الواحد المقدسی الحنبلی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے جس کو انھوں نے ایصال ثواب کے جواز پر لکھا ہے (یہ پوری عبارت مرقات سے لی گئی ہے)

مذکورہ بالا تفصیلات سے مسلمانوں کا جمع ہو کر ایصال ثواب کے لیے قرآن پڑھنے کا ثبوت مل گیا اب رہا قبر کے پاس انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر قرآن پڑھ کر بخشنا اس بارے میں مرقات ہی میں ذیل کی تقریر مذکور ہے۔

«علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ نہ صرف شافعی حضرات بلکہ دیگر علماء نے بھی قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ شرح المہذب میں فرماتے ہیں کہ جو شخص زیارت قبور کے لیے جائے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس قدر قرآن اس سے ہو سکے تلاوت کرکے اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے اور ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ سے بھی اس بارے میں ایسی ہی صراحت موجود ہے، اور دیگر علماء کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

امام نووی شرح مہذب میں ایک اور مقام پر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر سب مل کر پورا قرآن قبر کے پاس بیٹھ کر ختم کریں تو یہ افضل ہے۔ (مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

اور اشعۃ اللمعات میں زیارت قبور کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبروں کی زیارت کسی دن بھی کی جا سکتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن زیارت کی جائے۔ اس لیے کہ جمعہ کے دن اہل قبور کے حس اور ادراک اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ۱۲۔

۲۲۲۰ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا[1] (یہ دونوں حکم مردوں اور عورتوں کے لیے اسلام کے شروع زمانہ کے ہیں، اب یہ دونوں حکم منسوخ ہو گئے ہیں) اس لیے مرد ہوں اور عورتیں دونوں کو یہ حکم ہو رہا ہے "فَزُوْرُوْهَا" مرد ہو یا عورت دونوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ اب تم کو اجازت ہے کہ تم قربانی کے اپنے حصہ

---

[1] اور عورتوں کے لیے یہ ارشاد ہوا تھا کہ "لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ" (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو

[2] اور یہ مستحب ہے، زیارت قبور سے موت اور آخرت یاد آجاتی ہے اور دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ دنیا میں پھنس کر گناہوں میں مبتلا ہوتے تھے۔ زیارت قبور سے دنیا کی ناپائیداری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی ہے اس لیے دنیا داری کرتے بھی ہیں تو آخرت کی یاد کے ساتھ۔ عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت تو ہو گئی ہے مگر ان کو چاہیئے کہ زیارت قبور کے وقت جزع وفزع اور نوحہ نہ کریں۔ کیونکہ یہ شرعاً ممنوع ہے

[3] قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا مستحب ہے ایک حصہ فقراء کو دینا چاہیئے، اور دوسرا حصہ قرابت داروں کو اور تیسرا حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھنا چاہیئے۔ ایک زمانہ ایسا گزرا کہ بہت سے فقراء قحط کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آگئے تھے ان کے لحاظ سے ارشاد ہوا کہ وہ تیسرا حصہ جو تمہارا ہے، اس کو گھر کے خرچ کے موافق رکھ کر باقی گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھنا چاہیئے اس کو بھی خیرات کر دینا چاہیئے اب قحط کا زمانہ نہیں رہا اس لیے

كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کو تین دن سے زاید جب تک چاہو رکھ سکتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے تم کو مشکیزہ کے علاوہ دوسرے برتن (جس میں شراب رکھی جاتی تھی) ان میں نبیذ رکھ کر پینے سے منع کیا تھا[1] اب تم تمام برتنوں میں (خواہ وہ شراب رکھنے اور شراب بنانے کے برتن ہی کیوں نہ ہوں) ان میں نبیذ رکھ کر پی سکتے ہو، ہاں[2]، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۲۱ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب میں تم کو قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں (قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد کرا دیتی ہے۔

(ابن ماجہ)

[1] شراب کی حرمت سے پہلے جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی اور رکھی جاتی تھی، شراب کی حرمت کے بعد نبیذ یعنی کھجور یا انگور کے شربت کو ان برتنوں میں رکھنے اور پینے سے بھی منع کر دیا گیا تھا۔ شراب کی حرمت کو جب ایک مدت گزر گئی اور شراب کی برائی دلوں میں بیٹھ گئی تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت مل گئی اور ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا اور ارشاد ہوا کہ

[2] اس کا خیال رہے کہ نبیذ شراب نہ ہو جائے، کیونکہ ان برتنوں کے مسامات بند رہنے سے نبیذ جلد شراب ہو جاتی ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

ف. مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور مستحب ہے، اگرچہ کہ زیارت کے لیے دور دراز مقام پر سفر کرنا پڑے، جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ اولیاء اللہ اور بزرگوں کے قبور کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں۔ لوگوں کا اس طرح بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لیے جانا جائز اور سنت ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہداء احد کی زیارت کے لیے ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حالانکہ احد مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر واقع ہے۔ (یہ پورا مضمون رد المحتار سے ماخوذ ہے) ۱۲

۲۲۱۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰی وَاَبْكٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ فَقَالَ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ فِیْ بَابِ الْمُرْتَدِّ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِحَیَاةِ اَبَوَیْهِ لَهٗ حَتّٰی اٰمَنَا بِهٖ كَمَا فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَهُ الْقُرْطُبِیُّ وَابْنُ نَاصِرِ الدِّیْنِ حَافِظُ الشَّامِ وَغَیْرُهُمَا فَانْتَفَعَا بِالْاِیْمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے (قبر کے پاس صرف آنسو بہاکر) خود بھی روئے اور آس پاس جو صحابہ تھے ان کو بھی رلایا اور ارشاد فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لیے دعاء مغفرت کرنے کی کی اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ قبروں کی زیارت سے (جو موت سے غافل ہیں ان کو) موت یاد آجاتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف. اس حدیث شریف اور اس قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے لیے دعاء مغفرت کرنا چاہی تو آپ کو اجازت نہیں ملی تو آپ اس وقت صرف قبر کی زیارت کی اجازت لے کر قبر کی زیارت کو گئے مگر آپ کا اس وقت بہت درد کے ساتھ رونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لانے کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر القا فرمایا کہ آپ اپنے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے اور مشرف باسلام ہونے کی دعا فرمائیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ کی خوشنودی

لہ (پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمائے کہ قبر کی زیارت کی جو اجازت مجھ کو ملی ہے یہ صرف میرے لیے ہی خاص نہیں ہے بلکہ تم لوگوں کے لیے بھی ہے اس لیے)

کی خاطر بطور معجزہ آپ کی والدہ کو زندہ فرمایا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اگلے پیغمبروں سے بھی مردوں کو زندہ کرنے کے ایسے واقعات ظاہر ہوئے ہیں، چنانچہ سورۂ بقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا تاکہ وہ اپنے قاتل کی خبر دے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مردوں کو زندہ فرمایا ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزے سے آفتاب ڈوبنے کے بعد واپس لوٹایا تاکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز پڑھ لیں، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ڈوبنے کے بعد دوبارہ لوٹایا تاکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوت شدہ نماز پڑھ لیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کی وفات کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کیا، تاکہ ایمان لانے کا موقع گزر جانے کے بعد بھی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں، اسی لیے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعزاز میں آپ کے والدین شریفین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کا رنج وغم دور ہو۔ چنانچہ آپ کے والدین زندہ ہوئے اور حضور پر ایمان لائے۔ اس واقعہ کا ذکر ایک حدیث میں آیا ہے اور اس حدیث کو علامہ قرطبی اور علامہ ابن ناصر الدین حافظ الشام اور دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ ۱۲۔

۲۲۲۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ زیارت قبور کے لیے قبرستان کو جانے کا ارادہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو یہ دعا سکھلاتے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو وہاں یہ دعا پڑھا کرو۔

مسلمانوں کے قبرستان والو! (مومن ہو یا مومنات) تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے، (ایک دن وہ آنا ہے کہ) ہم بھی تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دعاء مانگتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَيْفَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِيْ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں۔کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ جب میں زیارت قبور کے لیے جاؤں، تو قبرستان کے مردوں کو کس طرح سلام کروں، اور ان کے لیے کیا دعاء کروں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم (زیارت قبور کے لیے جاؤ تو) اس طرح سلام کرکے یہ دعا پڑھا کرو۔ مسلمانوں کے قبرستان والوں! (مومن ہو یا مومنات) تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے (یوں تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے حد ضرورت ہے، اس لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ) ہم سے پہلے جو عالم آخرت میں جاچکے ہیں، یا ہمارے بعد جو عالم آخرت میں آنے والے ہیں ان سب پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے تاکہ آخرت کی زندگی آرام سے گزرے (اے اہل قبور ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۲۵ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہمیشہ میری باری کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخر شب مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کو تشریف لے جاتے اور وہاں پہونچ کر یہ دعا فرماتے: مسلمانوں کے قبرستان والوں! تم سب پر سلام ہو، جس اجر وثواب کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اب تم کو مل گیا، اور باقی پورا پورا ثواب کل قیامت کے بعد جنت میں ملے گا اور (ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی تم سے اِن شاء اللہ ملنے والے ہیں۔ الٰہی! مدینہ کے بقیع قبرستان کے تمام مردوں کی مغفرت فرما دیجئے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۲۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِمْ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم (ایک مرتبہ) مدینہ منورہ کے قبرستان پاس سے گزرے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم قبروں کے پاس اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کا چہرہ انور اہل قبور کے چہروں کے مقابل تھا (اور حضور کی پشت مبارک قبلہ کی طرف تھی) اور حضور یہ فرما رہے تھے۔ اے مسلمانوں کے قبرستان والو! تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے جا چکے ہو، اور ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۲۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ یَرْفَعُ الْحَدِیْثَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَ لَہٗ وَکُتِبَ بَرًّا۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

محمد بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہفتہ میں کسی ایک دن اپنے ماں باپ کی قبروں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کا نام اس دفتر میں لکھا جاتا ہے کہ جس دفتر میں والدین کے فرماں بردار اور خدمت گزار اولاد کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً کی ہے

ف: اس حدیث شریف میں والدین کے قبور کی زیارت کرنے کی جو فضیلت آئی ہے وہ عام ہے فرمان بردار اور نافرمان کے لیے ہے لیکن خاص کر بشارت اس اولاد کے لیے ہے۔ جو ماں باپ کی زندگی میں اُن کی نافرمان رہی ہے اور ماں باپ ان سے ناراض رہے۔ اگر وہ نافرمان اولاد ان کے مرنے کے بعد ہفتہ میں ایک بار اپنے ماں باپ کی قبر پر جایا کرے اور ان کی مغفرت کی دعا کرے تو اس کے اپنے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور اس کا نام والدین کے خدمت گزار اور فرماں بردار اولاد کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔ ۱۲

۲۲۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَالَ قَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ اَنْ يُّرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِيْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزْعِهِنَّ تَمَّ كَلَامُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور یہ بھی کہا کہ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ یہ حدیث مردوں اور عورتوں کے زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے۔ تو جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دی تو عورتیں بھی اس رخصت میں شامل ہوگئیں بعض اہل علم نے کہا، کہ زیارت قبور عورتوں کے لیے مکروہ ہے ان کے صبر نہ کرنے اور کثرت سے آہ وبکا کرنے کی وجہ سے۔

۲۲۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دفن ہیں جب جایا کرتی تو اپنی چادر اتار دیا کرتی تھی اور اپنے دل میں کہا کرتی تھی کہ میرے شوہر ہیں اور میرے والد ہیں (اس لیے مجھے اپنی چادر اتار دینے میں کیا مضائقہ ہے) جب میرے اس حجرے میں ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بھی دفن کئے گئے (اور حضرت عمر میرے محرم نہیں تھے، اس لیے) میں اس دن سے جب اپنے اس حجرہ میں جاتی تو بخدا! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے شرما کر کپڑے اوڑھے لپٹے جاتی تھی۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا لحاظ فرما کر حجرہ شریف میں چادر اوڑھے لپٹے جایا کرتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مُردے ان کو پہچانتے ہیں جو ان کے پاس زیارت کے لیے آتے ہیں، اور اپنے پاس آنے والے کو جانتے ہیں، اس لیے زندگی میں ان کا جیسے لحاظ کیا جاتا تھا، مرنے کے بعد بھی ویسا ہی لحاظ کیا جانا چاہیئے (مرقات، اشعۃ اللمعات، عالمگیری، ردالمحتار)

۱۲۔

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ　　اس کتاب میں زکوٰۃ کا بیان ہے

ف، واضح ہو کہ زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ بڑھنے اور پاک کرنے کے ہیں، چنانچہ ادائیگی زکوٰۃ سے مال بڑھتا ہے اور پاک بھی ہوتا ہے، اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کے ثواب میں اضافہ اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور زکوٰۃ کے شرعی معنیٰ یہ ہیں کہ مال کے ایک حصہ کو ایسے فقیر کو جو ہاشمی نہ ہو مالک بنا دیا جائے اور اس میں یہ بات ضروری ہے کہ زکوٰۃ دینے والا کسی حیثیت سے اس دیئے ہوئے مال سے فائدہ نہ اٹھائے اور ادائیگی زکوٰۃ میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ مال مالک کے پاس ایک سال رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر (۸۲) جگہ فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد زکوٰۃ ساری عبادتوں میں افضل ہے، زکوٰۃ مدینہ منورہ میں ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی اور زکوٰۃ کی فرضیت سے شریعت مطہرہ کا مقصود، فقراء کی اعانت اور ان کی دستگیری ہے اور زکوٰۃ دینے والے میں حُبِ مال کی کمی ہوگی، اور باطن میں تواضع پیدا ہوگا جس سے حسد وغیرہ کم ہو جائیں گے۔

زکوٰۃ فریضہ محکمہ ہے، زکوٰۃ کا منکر کافر ہے اور زکوٰۃ روکنے والا لائق قتل ہے اور مال پر پورا سال گزر جائے تو علی الفور زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور بغیر عذر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر سے گناہ ہوگا اور ادائیگی کے وقت نیت لازمی ہے اور اگر نیت نہ کی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کے شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) حُریت یعنی زکوٰۃ ادا کرنے والا حُر ہو، غلام نہ ہو (۲) اسلام یعنی کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں (۳) عقل اور بلوغ یعنی بچہ اور مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں (۴) مال نصاب کو پہونچ جائے (۵) ملکیت تامہ یعنی مال قبضہ میں ہو اور اس پر تصرف کا پورا حق حاصل ہو (۶) مال حاجت اصلی سے زائد ہو یعنی سکونتی مکان، کپڑوں، گھر کے اسباب، سواری کے جانوروں اور خدمت کے غلاموں اور استعمال کے ہتھیار پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

زکوٰۃ کے مستحقین حسب ذیل ہیں۔

(۱) فقیر ایسا شخص جو صاحب نصاب نہیں اور حاجت مند ہو (۲) مسکین ایسا شخص جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو (۳) عامل وہ شخص جس کو امیر وصولی زکوٰۃ پر مامور کرے۔ بشرطیکہ وہ ہاشمی نہ ہو (۴) مقروض جو قرض میں مبتلا ہو (۵) فی سبیل اللہ اس میں ایسے لوگ داخل ہیں جو غازی ہوں یا حجاج ہوں اور فقیر ہو چکے ہوں (۶) مسافر، مسافر کو بحالت سفر زکوٰۃ سے صرف اتنا مال لینا جائز ہے جو اس کی ضرورت کے مطابق ہو، (۷) رقاب یعنی غلاموں کے آزاد کرانے پر زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے (فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار، حاشیہ موطا، لمعات اور مرقات) ۱۲

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ، — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ — اور زکوٰۃ دو (سورۂ بقرہ ، ۴۳)

ف نماز کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا اے مسلمانوں اپنے مال میں سے غرباء و فقراء کے لیے زکوٰۃ دیا کرو۔

وَقَوْلُہٗ ، — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ — عنقریب وہ (مال) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (سورۃ آل عمران ۱۸۰)

ف، حدیث شریف میں ہے جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ مال سانپ بن کر قیامت کے دن مالک کے گلے میں پڑے گا اور یہ کہہ کر اسے ڈستا جائے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔

وَقَوْلُہٗ ، — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ — اور (خاص) ناقص کا ارادہ نہ کرو، کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے گا تو نہ لوگے، جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ سراہا گیا ہے (سورۃ بقرہ ، ۲۶۷)

ف بعض لوگ خراب مال صدقہ میں دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، مسئلہ صدقہ وصول کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ صدقہ میں متوسط مال لے، نہ بالکل خراب اور نہ سب سے اعلیٰ بعض لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ اگر ہم صدقہ دیں گے تو نادار اور غریب ہوجائیں ان کے رد میں بھی یہ آیت نازل ہوئی۔

ف، تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عامل زکوٰۃ جب زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جائے تو درمیانی قسم کے جانور لے، نہ بالکل ناکارہ جانور لے اور نہ عمدہ قسم کے جانور، آیت شریفہ سے فقہاء کے اس قول کی تائید ہوتی ہے ۱۲۔

۲۲۳۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اِنَّکَ تَاْتِیْ قَوْمًا اَھْلَ کِتَابٍ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن (کا حاکم) بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم میں جا رہے ہو جو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ہیں پس تم ان کو (اسلام کی) دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اس کو مان لیں یعنی اسلام قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کیں ہیں، اگر وہ اس بات کو یعنی پنجگانہ نمازوں کے وجوب کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے ایسے) مالداروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہیں) اور جن کے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے شرائط پورے اُترتے ہیں) اور ان کے مسلمان) فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ (جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں) اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کا بہترین مال (زکوٰۃ میں) نہ لینا[1] اور نہ بیت المال کیلئے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے میں زیادتی اور بدزبانی سے زکوٰۃ دینے والے کو تکلیف نہ دینا اور) ایسے مظلوم کی بددُعاء سے خود کو بچائے رکھنا کیونکہ مظلوم کی بدعاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا (یعنی مظلوم کی فریاد قبول ہو کر رہتی ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ زکوٰۃ مالداروں سے لی جائے گی۔ مرقات اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حدیث شریف کے لفظ "اَغْنِیَائِھِمْ" سے مراد مکلفین ہیں اور مکلفین سے ایسے صاحب نصاب مراد ہیں جو عاقل و بالغ ہوں۔ اس لیے زکوٰۃ عاقل پر فرض ہو گی۔ مجنون پر فرض نہ ہوگی، اور ایسے ہی زکوٰۃ بالغ پر فرض ہوگی مجنون پر فرض نہ ہوگی، اور ایسے ہی زکوٰۃ بالغ پر فرض ہو گی، نابالغ پر فرض نہ ہو گی۔ اس کی تائید ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے اور نہ ان کا مواخذہ ہوتا ہے۔ ایک سونے والا جب تک کہ وہ نہ جاگے دوسرا بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو۔ تیسرا مجنون جب تک کہ اس کا جنون ختم نہ ہو جائے اس حدیث شریف سے بچے اور مجنون کا غیر مکلف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس بناء پر سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مبارک، ابووائل سعید بن جبیر، نخعی شعبی حسن بصری رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب

[1] اور اسی طرح ناقص مال بھی نہ لینا بلکہ متوسط مال لینا کہ نہ زکوٰۃ دینے والے کا نقصان ہو۔

نہیں، اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور سعید بن المسیب نے فرمایا ہے کہ جس شخص پر نماز اور روزہ فرض ہے زکوٰۃ بھی اسی شخص پر فرض ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ نابالغ اور مجنون پر نماز اور روزہ فرض نہیں ہے، اسی لیے ان پر زکوٰۃ بھی فرض نہ ہوگی اور حمید بن زنجویہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے کہ مجنون اور نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اور مبسوط میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے کہ مجنون اور بچے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد امام محمد باقر رحمۃ اللہ سے یہی روایت کی ہے اور قاضی شریح بھی اسی کے قائل ہیں کہ نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے جیسا کہ نسائی نے روایت کی ہے، یہ پورا مضمون بنایہ اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے ۱۲۔

۲۲۳۱/۲ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَيْسَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ زَكٰوةٌ.
(رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْاٰثَارِ وَرَوٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ نَحْوَهٗ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ (فرض) نہیں اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے

۲۲۳۲/۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يَجِبُ عَلٰى مَالِ الصَّغِيْرِ زَكٰوةٌ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ فِيْ سَنَدِهٖ ابْنُ لَهِيْعَةَ اِحْتَجَّ بِهِ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَصَحَّحَ حَدِيْثَهٗ وَحَسَّنَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ فَهُوَ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَالْاِخْتِلَافُ لَا يَضُرُّهٗ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نابالغ کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ تاوقتیکہ اس پر نماز فرض نہ ہو (جب بالغ ہو جائے گا تو نماز کی طرح زکوٰۃ بھی اس پر فرض ہو جائے گی۔) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے کی ہے؛

۲۲۳۳/۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِيْنُهٗ وَظَهْرُهٗ وَكُلَّمَا رُدَّتْ اُعِيْدَتْ لَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو کوئی سونے یا چاندی کا مالک ہو (یعنی صاحب نصاب ہو) اور وہ اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو ایسے شخص کے لیے قیامت کے دن وہ سونا اور چاندی (عذاب کا ذریعہ بن جائے گی اور اس طرح کہ) اس سونے اور چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گے اور ان تختیوں کو آگ میں اس قدر تپایا جائے گا کہ وہ آگ بن جائے گی اور آگ کی

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ
أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ
الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ إِمَّا إِلَى
الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيْلَ
يَا رَسُوْلَ اللهِ فَالْإِبِلُ قَالَ
وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ
مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا
يَوْمَ وِرْدِهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ
الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ
أَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ
مِنْهَا فَصِيْلًا وَاحِدًا تَطَؤُهٗ
بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهٗ بِأَفْوَاهِهَا
كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ
أُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ
خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى
بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ
إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ
قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَالْبَقَرُ
وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ
بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا
حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ

ان تختیوں سے اس شخص کے پہلو پیشانی اور پیٹھ کو داغ دیا جائے گا اس عمل سے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر اُن کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور تپایا جائے گا اور ان سے داغ دیا جاتا رہے گا اور وہ دن جس میں یہ عمل کیا جاتا رہے گا وہ اتنا بڑا ہوگا کہ جس (کی مقدار دُنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہو جائے گا۔ اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے لہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (یہ تو زر نقد کا حکم تھا اب ارشاد ہو کہ اونٹوں کے متعلق کیا حکم ہے! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ اونٹ والے پر دو حق ہیں ایک حق تو اونٹوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا ہے جو فرض ہے دوسرا حق جو مستحب ہے یہ ہے) کہ اونٹوں کا دودھ اس دن نکالا جائے جس دن ان کے پانی پینے کی باری ہوتی ہے (تاکہ فقراء جو ایسے موقعوں پر جمع ہو جاتے ہیں وہ پی کر دودھ سے شکم سیر ہو سکیں اور یہ حکم مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈالا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ وہاں پوری تعداد میں موجود ہوں گے ان میں ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا اور

لہ صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے کہ حدیث شریف میں پہلو، پیشانی اور پشت کو داغ دیئے جانے کا جو ذکر آیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ تینوں جسم کے اشرف اعضاء ہیں کا اعضاء رئیسہ دل دماغ اور جگر ان ہی میں ہیں۔ ان اعضاء کے داغ دیئے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ہی اعضاء کی زیب وزینت کے لیے اس نے مال جمع کیا اور زکوٰۃ دینے سے گریز کیا، ان اعضا کو داغ دینے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ان ہی اعضاء سے اس نے سائل کو تکلیف پہنچائی۔ پہلو پر اس لیے داغ دیا جائے گا کہ سائل کے سوال پر پہلو تہی کی اور پیشانی اس کو اس لیے داغا جائے گا کہ سائل کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ اور پیٹھ کو اس لیے داغا جائے گا کہ حاجت مند سے پیٹھ پھیرا) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید کو سُن کر)

بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَّا يَفْقُدُ
مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ
وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ
تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ
بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ
أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي
يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ
أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ
الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيلَهُ إِمَّا
إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ
قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ
قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ
لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ

وہ خوب موٹے تازے ہوں گے، یہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے اور جب ان اونٹوں کی ایک قطار اس طرح روند کر کچل کر اور کاٹ کر گزر جائے گی تو اونٹوں کی دوسری قطار روندنے، کچلنے اور کاٹنے کے لیے آجائے گی، اور اس طرح یہ عمل اس دن ہوتا رہے گا کہ جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہوجائے گا اور جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سُن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا ہوگا (جس نے صاحب نصاب ہونے کے باوجود ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گائے اور بکریوں کی زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈالا جائے گا اور اس کی ساری گائے اور بکریاں وہاں پوری تعداد میں موجود ہوں گی، ان میں ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا۔ ان کے سینگ نہ تو مڑے ہوں گے نہ ٹوٹے ہوئے ہوں گے اور نہ وہ بغیر سینگ کے ہوں گے (یعنی سب کے سروں پر سینگ ہوں گے اور سینگ صحیح سالم ہوں گے تاکہ) گائے اور بکریاں ان سینگوں سے اپنے اس مالک کو ماریں (جس نے ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو) اور اپنے کھروں سے اس کو کچلیں گے اور روندتے ہوئے گذر جائیں گے اور جب ان گائے اور بکریوں کی ایک قطار اس طرح سینگوں سے مارتی ہوئی اور پاؤں سے کچلتی ہوئی گذر جائے گی تو ان کی دوسری قطار مارنے اور کچلنے کے لیے آجائے گی اور اس طرح یہ عمل اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب وکتاب ختم ہوجائے گا جنتی

سِتْرٌ وَّ هِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا
الَّتِيْ هِيَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ
رَبَطَهَا رِيَاءً وَّفَخْرًا وَّنِوَاءً
عَلٰٓى اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ لَهٗ
وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ سِتْرٌ
فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ
فِيْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا
فَهِيَ لَهٗ سِتْرٌ وَّاَمَّا الَّتِيْ
هِيَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ
فِيْ مَرْجٍ وَّرَوْضَةٍ فَمَا
اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ
الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ
لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ
حَسَنَاتٍ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ
اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ
وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ
شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا
كَتَبَ اللّٰهُ عَدَدَ اٰثَارِهَا
وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَلَا
مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى
نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا
يُرِيْدُ اَنْ يَسْقِيَهَا اِلَّا

جنّت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیجد یئے جائیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پھر عرض کیا گیا، یارسول اللہ گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا سنو! گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں دوسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لیے پردہ ہوتے ہیں، یعنی گھوڑوں کی وجہ سے وہ معزز سمجھا جاتا ہے اور اس کی محتاجی کا گمان کسی کو نہیں ہوتا، اور تیسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لیے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں وہ گھوڑے جو مالک کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جن کو مالک نے فخر وغرور اور ریاء کے لیے باندھ رکھا ہے، یا مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے رکھ چھوڑا ہے تو ایسے گھوڑے (اس شخص کی ایسی نیت کی وجہ سے) اس کے لیے گنہ کا سبب ہوتے ہیں دوسرے وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے پردہ، (عزّت) کا سبب ہوتے ہیں، ایسے گھوڑے ہیں جن کو ان کے مالک نے خدا کی راہ میں اطاعت اور بندگی کی غرض سے باندھ رکھا ہے اور جو حقوق گھوڑوں کی پیٹھوں اور گردنوں سے متعلق ہیں ان کو ادا کرنا بھی نہیں بھولتا ہے (مثلاً کسی کی ضرورت پر ان کو مستعار دیا کرتا ہے) تو ایسے گھوڑے اپنے مالک کی عزّت کا سبب بنتے ہیں تیسرے وہ گھوڑے ہیں جو اپنے مالک کے لیے اجر وثواب کا سبب ہوتے ہیں، اور یہ اس شخص کے گھوڑے ہوتے ہیں جن کو مالک نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے چراگاہوں اور سبزہ زاروں میں باندھ

لہ (اس حدیث شریف میں کئی بار یہ ذکر آیا ہے کہ قیامت کا دن دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس بارے میں صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات لکھا ہے کہ اس دن کی پچاس ہزار برس کے برابر درازی کافروں کے لیے ہے اور گنہگاروں کے لیے اس دن کی درازی ان کے گناہوں کے لحاظ سے ہوگی اور نیکوکار مومنین پر یہ دن اتنی دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں فجر کی دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رکھا ہے، ان چراگاہوں اور سبزہ زاروں میں سے یہ گھوڑے جس قدر کھائیں گے اس سبزہ کی مقدار کے موافق اس کے مالک کے حق میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب کا شمار بھی نیکیوں میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی گھوڑا اپنی رسی تڑا کر ایک یا دو ٹیلوں پر پھلانگتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ اس گھوڑے کے قدموں کے نشانات کی تعداد کے برابر (اور اس دوڑنے کی حالت میں جو لید کرتا ہے) اس کی لید کی مقدار کے موافق اس کے مالک کے حق میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں، اگر مالک ان گھوڑوں کو لے کر کسی نہر پر سے گزرے اور مالک کے ان گھوڑوں کو پانی پلانے کے ارادے کے بغیر بھی یہ گھوڑے پانی پی لیں، تو پیئے ہوئے پانی (کے قطرات کی تعداد) کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے مالک کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں[1] یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گدھوں کے متعلق کیا حکم ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا گدھوں کے متعلق مجھ پر تو کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا، ہاں یہ جامع آیت موجود ہے۔ جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا، اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا (سورۃ الزلزال ۸،۷)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۳۴ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

۵

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

[1] یہ اس سے معلوم ہوا کہ مالک کی نیت اور ارادہ کے بغیر گھوڑوں کے پانی پی لینے پر جب اتنا بڑا ثواب دیا جاتا ہے تو جب مالک ان کو ارادہ اور نیت کے ساتھ پانی پلاتا ہوگا تو اس ثواب کا کیا پوچھنا!

[2] صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گدھے کے تعلق سے (اس آیت کو جو بیان فرمایا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ اگر گدھے کو کسی نیک کام میں استعمال کرے گا تو اس کے مالک کو اس کی سزا ملے گی، صاحب مرقات نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ اتنی جامع اور مانع ہے کہ باوجود الفاظ کی کمی کے اپنے معنی اور مطالب کے لحاظ سے ہر عمل نیک و بد پر حاوی ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمُ مَا تَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطِحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ اُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں (بقدر نصاب) ہوں اور وہ ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن یہ جانور نہایت فربہ اور تنومند ہوکر اس شخص کی طرف آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں سے ماریں گے۔ ان جانوروں کی پہلی جماعت جب اسی طرح روند کر گزر جائے گی۔ تو فوراً دوسری جماعت (روندنے اور کچلنے کے لیے) آموجود ہو گی اور (جانوروں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے) اسی طرح کرتی رہیں گی، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب وکتاب ختم ہو جائے گا (اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۳۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ اَلْاٰيَةَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال عطا کیا اور اس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، تو قیامت کے دن اس کا مال اس کے لیے گنجا سانپ بنا دیا جائے گا (معمر اور زیادہ زہریلا ہونے کی وجہ سے سانپ گنجا رہے گا) اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (اس قسم کا سانپ بھی بہت زہریلا ہوتا ہے) اور یہ سانپ قیامت کے دن طوق کی طرح اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا اور یہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑ کر اس کو کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں جس پر تو نے زکوٰۃ نہ دی، اس لیے تجھے یہ سزا مل رہی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کی تائید کی) یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور جو (لوگ) بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی، ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب وہ جس میں

بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔
(سورۃ آل عمران، ۱۸۰)
اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۲۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی نے زکوٰۃ ادا کئے بغیر) مال جمع کر کے رکھا ہو تو اس کا وہ مال قیامت کے دن گنجا اور زہر بھرا سانپ بن جائے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا اور سانپ اس کا تعاقب کرتا رہے گا (یہاں تک کہ اس کو پالے گا اور اس شخص کا یہ حال ہوگا کہ) وہ اپنی انگلیاں کو خود آپ چبائے گا (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ سانپ وغیرہ سے خوف اور دہشت کے وقت اپنی انگلیاں آپ چبا لیا کرتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں انگلیوں کے چبائے جانے کا جو ذکر ہے اس کے تعلق سے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ مال کے جمع اور خرچ کرتے میں ہاتھ کی انگلیوں ہی کو دخل ہوتا ہے۔ ۱۲۔

۲۲۳۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَءَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" الْاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس مال کو سانپ بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیں گے، پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دلیل میں اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ" الخ" (اس کا ترجمہ حدیث ۲۲۳۵ میں دیکھی گزر چکا ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۲۳۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے) عامل بنا کر روانہ فرمایا، کسی نے رسول اللہ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتَدَهٗ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِىَ عَلَىَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ اَمَا شَعَرْتَ اِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابن جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد ابن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن جمیل کے زکوٰۃ دینے سے انکار پر حیرت ہے ایک زمانہ میں وہ فقیر تھا اور اب اللہ اور اللہ کے رسول نے اس کو دولت مند بنا دیا (تو وہ اس احسان کا یہی بدلہ دے رہا ہے اور کفران نعمت پر اُتر آیا ہے) اب رہے خالد بن الولید تو تم لوگ ان سے زکوٰۃ طلب کر کے ان پر زیادتی کر رہے ہو، انھوں نے تو اپنی زرہیں (اور دوسرے سامان جنگ تک کو) راہ خدا میں جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے (یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا کہ اس کی زکوٰۃ ادا کر سکیں) اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی زکوٰۃ وہ تو مجھ پر ہے (جو گذشتہ سال اُن پر واجب ہوئی تھی) اس کو میں ادا کروں گا۔ (اب رہی اِس سال کی زکوٰۃ اس کو بھی میں ہی ادا کروں گا) پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عمر! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ چچا دراصل باپ کے مانند ہوتا ہے (جیسا کہ ایک ہی جڑ کے دو تنے ہوتے ہیں) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا، یعنی حضرت عباس کی دونوں سال کی زکوٰۃ میں ادا کروں گا، ایک تو سالِ حال کی، دوسرے سالِ گذشتہ کی، اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ضرورت پر حضرت عباس سے دو سال کی پیشگی زکوٰۃ حاصل فرمائی تھی، جیسا کہ بیہقی نے روضہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اس کی روایت کی ہے اور امیر کو اس قسم کا اختیار رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان تفصیلات سے ناواقف تھے عام حکم کی بناء پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تاکید کے ساتھ زکوٰۃ کا مطالبہ فرمایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زکوٰۃ نہ دینے پر تمہاری شدت خلاف واقعہ ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ میرے چچا ہیں، اور باپ کے برابر ہیں۔ ۱۲-

ف۲: اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے "فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" اللہ اور اللہ کے رسول نے اس کو

یعنی ابن جمیل کو غنی بنا دیا۔ اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ غنی بنا دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کی طرف بھی غنی بنانے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے نعمتوں اور برکتوں کے حاصل کرنے کا واسطہ ہے (چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والے ہیں، میں تقسیم کرنے والا ہوں) ۱۲۔

۲۲۳۹ وَعَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهٗ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبیلے (جیسے غطفان فزارہ اور بنو سلیم وغیرہ) زکوٰۃ کا انکار کر کے کافر ہو گئے (اس لیے کہ زکوٰۃ فرض ہے اور فرض کا منکر کافر ہوتا ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت صدیق سے فرمایا کہ آپ کس طرح ان منکرین زکوٰۃ سے جہاد کریں گے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ صریح حکم موجود ہے[لہ]۔ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم ملا ہے جب تک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے قائل نہ ہو جائیں جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہو جائے وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ رکھ سکے گا۔ ناحق اس کا مال لیا جائے گا اور نہ جان، باقی (باطن کا) حساب تو اللہ لینے والے ہیں (یہ سن کر) حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تو ہر اس شخص سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے (کہ نماز تو ادا کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے اور نہ دے) جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ

لہ کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہو جائے اس کی جان اور مال محفوظ رہیں گے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرمایا ہے کیونکہ زکوٰۃ (اسی طرح) مالی عبادت ہے) جیسا کہ نماز بدنی عبادت ہے) اللہ کی قسم، اگر وہ لوگ مجھ سے بکری کا ایک کا بچہ بھی روک رکھیں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ یہ سن کر) حضرت عمر نے فرمایا۔ خدا کی قسم! (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عزم دیکھ کر) میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ (منکرین زکوٰۃ کے خلاف) جہاد کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرح صدر فرمایا ہے اور میں سمجھ گیا کہ فیصلہ حق ہے (کہ منکرین زکوٰۃ سے جہاد کیا جائے) یہ ہے شان فاروقی کہ جب حق ظاہر ہو گیا تو اپنی رائے سے رجوع فرمالیا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ "اگر وہ مجھ سے بکری کا ایک بچہ بھی روک رکھیں گے جسے وہ (زکوٰۃ میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اُن سے جہاد کروں گا" واضح ہو کہ یہاں بکری کے بچے سے مراد حقیقتاً بکری کا بچہ نہیں ہے کیونکہ بکری کے بچے پر زکوٰۃ واجب نہیں، بلکہ یہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مثلاً بکری کا بچہ ہی کیوں نہ ہو، یہ پہلے زکوٰۃ میں دیا جاتا تھا، اور اب نہ دیا جائے تو اس کے لیے بھی جہاد کیا جائے گا (زکوٰۃ میں وصول کیے جانے والے جانوروں کے بچوں سے متعلق مسائل آگے اپنے مقام پر آرہے ہیں) (ماخوذ از ہدایہ، ردالمحتار اور فتح القدیر) ۱۲)

۲۲۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب (سورۂ توبہ پ ۱۰ کی) یہ آیت نازل ہوئی۔

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے) تو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری[1] حضرت عمر

[1] اس لیے کہ بظاہر اس آیت سے مال کا جمع کرنا ممنوع معلوم ہو رہا تھا یہ سنگی)

الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَ ذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہاری اس مشکل کو حل کئے دیتا ہوں (یہ کہہ کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ اس پر عمل کرنا صحابہ پر شاق گزر رہا ہے (حضور ارشاد فرمائیں کہ اس کا اصلی منشا کیا ہے اس پر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ مال جمع ہی نہ کیا جائے، بلکہ اس آیت کی وعید ان لوگوں سے متعلق ہے جو بغیر زکوٰۃ ادا کئے مال جمع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو اسی لیے فرض کی ہے کہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے (زکوٰۃ اداء کر کے مال جمع کرنے پر وعید نہیں ہے، مال جمع کرنے کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا (کیا تم نہیں دیکھتے کہ) اللہ تعالیٰ نے میراث اسی لیے فرض فرمائی ہے کہ بعد میں آنے والے (ورثاء) کو ان کا حق مل سکے (اگر مال جمع کرنا جائز نہ ہوتا تو وراثت قائم ہی کیسے ہو سکتی تھی، یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا اے عمر! تم کو انسان کا سب سے بہترین خزانہ بتائے دیتا ہوں اور وہ اس کی نیک بخت بیوی ہے جس کے دیکھنے سے مرد کو مسرت حاصل ہو، اور وہ عورت اس حکم کی اطاعت کرے اور اس کا شوہر کہیں باہر چلا جائے تو اس کے غیاب میں اسی کے (مال اور اپنی عصمت کی) حفاظت کرے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ ۱۲

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ" یعنی جو لوگ سونا چاندی بطور خزانہ جمع کر رکھے ہیں اور ان کو راہ خدا میں صرف نہیں کرتے وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں، اور ہر وہ مال جس پر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے خواہ وہ زیور ہو یا غیر زیور، وہ کنز ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے اس لیے زیور بھی مال ہی کہلائے گا اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی مذہب حنفی ہے۔

دیگر یہ کہ زکوٰۃ ادا نہ کرکے مال جمع کرنے والے سے بھی یہی وعید متعلق ہوگی جو صدر کی حدیث میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور وعید تو صرف ترک واجب یا ترک فرض پر ہی ہوتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ مطلقاً مال پر زکوٰۃ فرض ہے، خواہ وہ زیور ہو یا غیر زیور۔

زیورات پر زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک اور دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ طَیِّبَۃً بِہَا اَنْفُسُکُمْ "تم اپنے اموال پر (خواہ وہ سونا چاندی ہوں یا زیورات) خوشی خوشی زکوٰۃ ادا کرو۔ حدیث شریف میں مطلقاً مال کا ذکر ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ فلاں مال پر زکوٰۃ ہے اور فلاں مال پر زکوٰۃ نہیں مال خواہ سونا چاندی کی شکل میں ہو یا زیورات یا دوسرے اموال کی شکل میں ہو، سب مال ہی کہلائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ بشرطیکہ وہ نصاب کو پہونچتا ہو۔

زیورات پر زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زیورات حاجت اصلی سے زائد ہوتے ہیں، کیونکہ ان سے زیب و زینت مقصود ہوتی ہے اور یہی دلیل ہے ان کے حاجت اصلی سے زائد ہوتے کی ہے لہٰذا اس زیورات بھی نعمت قرار پائے جو خوش حالی اور فارغ البالی کی دلیل ہیں، لہٰذا اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیئے کہ ان زیورات میں سے حسب نصاب کچھ حصے کو فقراء پر تقسیم کردیا جائے اسی بناء پر زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب قرار دی گئی۔ (بدائع) ۱۲

۲۲۴۱ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ[۱۲] قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاکُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیُصْدِرْ عَنْکُمْ وَھُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زکوٰۃ دینے والوں سے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے پاس عاملین زکوٰۃ آیا کریں تو ان کو (پوری پوری زکوٰۃ دے کر) خوش خوش واپس کیا کرو (اس لیے کہ عاملین زکوٰۃ امام کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں، اور امام کی اطاعت سب پر واجب ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۴۲ وَعَنْہُ قَالَ جَاءَ نَاسٌ[۱۳] یَعْنِیْ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ یَاْتُوْنَا فَیَظْلِمُوْنَا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِیْکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِیْکُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دیہاتی عربوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ عاملین زکوٰۃ جب ہمارے پاس (زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے) آتے ہیں، تو ان میں سے بعض لوگ ہم پر زیادتی کرتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے کہ تم اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش رکھا کرو۔ ان لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (کیا ہم انھیں خوش رکھیں) اگرچہ کہ وہ ہم پر زیادتی کرتے ہوں؟

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہاں! زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش رکھو، اگرچہ کہ وہ (تمہارے خیال میں) زیادتی کرتے ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عاملین زکوٰۃ کو خوش رکھا جائے اگرچہ کہ وہ زیادتی کریں۔ اس بارے میں الاشباہ والنظائر کے فن ثالث میں مذکور ہے کہ زیادتی کرنے والا یعنی فاسق شہادت قضاءت، امارت حکومت اور امامت کی اہلیت رکھتا ہے اسی طرح فاسق، نابالغ اولاد کا ولی اوقاف کا متولی بن سکتا ہے اور فسق کی وجہ سے خود بخود معزول نہیں ہوجاتا، جیسے مذہب امام شافعی میں مذکور ہے۔ اور مذہب حنفی یہ ہے کہ ایسے فاسق کو معزول کر دینا امام یا حاکم کا ہی اختیار ہے، وہ خود بخود معزول نہیں ہوتا۔

۲۲۴۳ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ[۱۴] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُوْنَ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَاِنْ عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهِمْ وَاَرْضُوْهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والے سوار آئیں گے جن کو تم (اس وجہ سے) ناپسند کرو گے[۱]، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم خوش ہو کر ان کا استقبال کرو (اور ان کی تعظیم کرو) اور جو کچھ وہ تم سے زکوٰۃ میں طلب کریں اس کو پورا پورا ادا کرو (کسی چیز کو ان کا سے چھپائے نہ رکھو) اگر وہ (زکوٰۃ کی وصولی میں) انصاف سے کام لیں گے تو یہ ان ہی کے فائدے کی چیز ہوگی (اور اس کا ان کو ثواب ملے گا) اور اگر وہ زکوٰۃ کا مال وصول کرنے میں زیادتی کریں (یعنی چن کر اچھا مال لیں یا نصاب سے زیادہ لیں) تو اس کا گناہ ان ہی پر ہوگا (اور ان کے ظلم کو برداشت کرنے کا ثواب بھی تم کو ملے گا)، بہرحال جس طرح ممکن ہو تو تم ان کو خوش کر دیا کرو کیونکہ تمہاری زکوٰۃ اسی وقت پورا پورا[۲] ہو سکے گا جب کہ تم ان کی خوشی حاصل کرو[۳] وہ تمہارے لیے

۱؎ کہ وہ تمہارا مال لینے آتے ہیں، یہ ناگواری مال کی جدائی کی وجہ سے طبعًا ہوتی ہے شرعًا نہیں۔

۲؎ نصاب کے موافق زکوٰۃ دینے سے فرض تو ادا ہو جائے گا۔

۳؎ اس وجہ سے کہ عاملین زکوٰۃ سلطان کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، ان کی مخالفت سلطان کی مخالفت ہوگی اور سلطان کی مخالفت فتنہ اور فساد کا سبب ہے اور تم ان کو اپنے حسن سلوک سے اس طرح خوش کرو (کہ)

دعا کریں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۲۴۴ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَةِ قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ قَالَ لَا۔ ۱۵
(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا) کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں، تو کیا ہم ان سے اتنا مال چھپائے رکھیں جتنا کہ وہ ہم سے زیادہ لیتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں ایسا نہ کیا کرو[1] اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۲۴۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ۔ ۱۶
(رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد اور دادا کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جَلَب اور جَنَب جائز نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ ان کے گھروں پر (ان ہی کی آبادی میں وصول کی جائے جہاں وہ ہمیشہ رہتے ہیں[2]۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے

۲۲۴۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ أَبِيْ أَوْفٰى۔ ۱۷
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوگ زکوٰۃ لے کر آتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے حق میں یہ دعاء فرماتے، اے اللہ! رحمت وبرکت نازل فرما اس شخص پر اور اس کے اہل وعیال پر (راوی کہتے ہیں کہ) (ایک روز) میرے والد (ابو اوفی) خدمت اقدس میں زکوٰۃ لے کر پہونچے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا دی، اے اللہ! (ابواوفی) اور ان کے خاندان پر رحمت وبرکت نازل فرما۔ اس کی روایت بخاری

---

[1] بلکہ جس قدر وہ طلب کریں ادا کرو، اگر وہ زائد لیں گے تو خود ذمہ دار ہوں گے۔
[2] جَلَب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی دور دراز مقام پر جا کر ٹھہر جائے اور زکوٰۃ دینے والے سے کہے کہ وہ اپنے اپنے جانور اس کے پاس لے آئے۔ اور جَنَب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنے جانوروں کو لے کر کسی دور مقام کو چلا جائے اور زکوٰۃ لینے والے سے کہے کہ وہ وہاں آکر زکوٰۃ وصول کرے، یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں کہ پہلی صورت میں زکوٰۃ دینے والے کو اور دوسری صورت میں زکوٰۃ لینے کو تکلیف اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا اَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِہٖ قَالَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ۔

اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں یہ دعا فرماتے اے اللہ! اس شخص پر رحمت نازل فرما۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم زکوٰۃ لانے والے کے لیے ان الفاظ سے دعا فرماتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فلان" اس بارے میں رد المحتار میں لکھا ہے کہ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی" کے الفاظ سے دعا کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصوصیات سے ہے، دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ کے لفظ سے دعا کریں، ہاں! امام یا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے اس طرح دعا کرے۔

اٰجَرَکَ اللّٰہُ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَبَارَکَ اللّٰہُ فِیْمَا اَبْقَیْتَ

تو نے جو مال (راہ خدا میں) دیا ہے، اللہ اس کا تجھے ثواب دے، (اور جو مال زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد) تیرے پاس رہ گیا ہے اللہ تجھے اس میں برکت دے (خازن، بیان القرآن) ۱۲

۲۲۴۷ / ۱۸ وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ ہِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ ابْنُ اللُّتْبِیَّۃِ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا اُھْدِیَ لِیْ فَخَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِّنْکُمْ عَلٰی اُمُوْرٍ مِّمَّا وَلَّانِیَ اللّٰہُ فَیَاْتِیْ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ اُھْدِیَتْ لِیْ فَھَلَّا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اُمِّہٖ فَیَنْظُرُ اَیُھْدٰی لَہٗ اَمْ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْہُ شَیْئًا اِلَّا

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک صاحب جن کا نام ابن اللتبیہ تھا۔ عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا، جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے (مدینہ منورہ) واپس لوٹے تو (حضور نے اُن سے حساب لیا تو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ کا مال پیش کرتے ہوئے) عرض کئے، حضور! یہ مال آپ کا ہے (جو زکوٰۃ میں دیا گیا ہے) اور یہ مال مجھے ہدیۃً ملا ہے (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (نے لوگوں کے سامنے منبر پر) خطبہ ارشاد فرمایا (اولاً) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا میں تم میں سے کچھ آدمیوں کو ان امور پر مامور کرتا ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے، پس ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرًا لَّهٗ خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَهٗ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اگر یہ اپنے بیان میں سچا ہے، تو کیوں نہ اپنے ماں کے یا باپ کے گھر میں بیٹھ گیا کہ دیکھ لیتا کہ وہاں اس کو ہدیہ کا مال آتا ہے یا نہیں، قسم ہے اس ذاتِ عالی کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص بھی کوئی چیز بھی (بغیر استحقاق) لے گا تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ وہ چیز اس کو گردن پر لدی ہوگی اونٹ ہوگا تو بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو چلا رہی ہوگی، اور بکری ہوگی تو ممنا رہی ہوگی، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اتنا بلند فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغل کی سفیدی ہم کو نظر آنے لگی اور اور فرمایا اے اللہ! میں نے تیرا حکم (تیرے بندوں تک) پہونچا دیا! اے اللہ! میں نے تیرا حکم (تیرے بندوں تک) پہونچا دیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ قَوْلِهٖ هَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اُمِّهٖ اَوْ اَبِيْهِ فَيَنْظُرُ اَيُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ اَمْرٍ يُتَذَرَّعُ بِهٖ اِلٰى مَحْظُوْرٍ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ هٰكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ عَلِيٌّ ن الْقَارِيُّ اِنَّ كُلَّ عَقْدٍ تَوَسَّطَ فِيْ مُعَامَلَةٍ اَخْرَجَهَا عَنِ الْمُعَامَلَةِ الْمُؤَدِّيَةِ اِلَى الرِّبَا جَائِزٌ۔

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ کیوں نہ اپنے ماں کے یا باپ کے گھر میں بیٹھ گیا کہ دیکھ لیتا کہ وہاں اس کو ہدیہ کا مال آتا ہے یا نہیں خطابی نے کہا ہے کہ اس ارشاد نبوی میں دلیل ہے کہ ہر ایسی چیز جو کسی ممنوع یا ناجائز کام کا ذریعہ اور وسیلہ بنے وہ بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔ شرح السنہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ ایسی چیز جو کسی ناجائز کام کا ذریعہ بنے وہ بھی ناجائز ہے،، مذہب حنفی اور مذہب شافعی کے موافق ہے، کیونکہ وسائل کا حکم مقاصد کا ہوتا ہے، جو چیز طاعت کا وسیلہ بنے وہ بھی طاعت ہی ہوگی اور جو چیز معصیت کا ذریعہ بنے وہ بھی معصیت ہی ہوگی۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اسی حدیث شریف کے تحت ایک دوسرا کلیہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہر ایسا کام جو کسی ناجائز معاملہ سے (مثلاً سود وغیرہ سے) بچنے کے بدلے اختیار کیا جائے تو ایسا کام جائز ہوگا۔ چنانچہ خیبر کے عامل زکوٰۃ کو جن کے پاس کچھ ردی کھجور تھے اور وہ ان کو اچھے کھجور سے

بدلنا چاہتے تھے (اور یہ معاملہ یعنی ردی کھجور کو اچھے کھجور سے بدلنا ربا یعنی سود کی تعریف میں آتا تھا) تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سودی معاملہ سے بچانے کے لیے اس طرح ہدایت فرمائی کہ وہ دو صاع ردی کھجور کو اولاً بیچ دیں اور اس کی قیمت سے ایک صاع اچھے کھجور خرید لیں، چونکہ یہ معاملہ سود سے بچنے کے لیے بطور ذریعہ کے اختیار کیا گیا ہے) اس لیے جائز ہو گا۔ (اس وجہ سے کہ) ایسا وسیلہ جو حرام یا ناجائز کام سے بچنے کے لیے اختیار کیا جائے۔ جائز ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عامل زکوٰۃ کے ہدیہ لینے کو پسند نہیں فرمایا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ہدیہ جو حکومت کے اثر کی وجہ سے دیا جاتا ہو اس کا قبول کرنا حرام ہے رد المحتار بحوالہ فتح اور صاحب مرقات نے اس کے عدم جواز کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ عامل زکوٰۃ کو صاحب مال اس وجہ سے ہدیہ دیتے ہیں کہ ان کے مال سے زکوٰۃ کا کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے جو ناجائز ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عامل کو اس کی خدمت کا معاوضہ مقرر ہے اور اس طرح کا ہدیہ بھی معاوضہ ہی متصور ہو گا اور اس صورت میں ایک خدمت کے دو معاوضے ہو جائیں گے جو جائز نہیں ہے ۱۲۔

۲۲۴۸ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ ۱۹ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُوْلًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے ہیں، پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے چھوٹی چیز کو چھپا لیتا ہے (تو یہ خیانت ہے) اور ایسا شخص قیامت کے دن اس چھپائی ہوئی چیز کو لئے ہوئے حاضر ہو گا، اور اس کو اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۴۹ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ ۲۰ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ شَهْرًا

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا عامل جو حق اور انصاف کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اس کا مرتبہ ایسے غازی کے برابر ہے جو راہ خدا میں جہاد کرے (جس طرح غازی جہاد سے ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ گھر لوٹتا ہے) ایسا ہی عامل زکوٰۃ بھی ثواب اور بیت المال کے لیے مال زکوٰۃ لے کر لوٹتا ہے اور اس کا مال کے ساتھ واپس ہونا قوم کے مالیہ کو مستحکم کرنے کا بڑا اہم سبب ہے اور

تُؤَدُّوْنَ فِيْهِ زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ فَمَا حَدَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَجِيْئَ رَاْسُ الشَّهْرِ۔

عامل زکوٰۃ کا غازی کے برابر مرتبہ، اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اپنے گھر واپس نہ لوٹ جائے۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے، اور ترمذی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سال میں ایک مہینہ ہے۔ کچھ مال تمہارے پاس آ جائے تو جب تک اس مال پر ایک سال گذر جائے اس وقت تک اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

ف: ترمذی کی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ تم اپنے اموال پر زکوٰۃ دیتے ہو اس بارے میں کوکب دری اور عرف شذی میں لکھا ہے کہ اموال کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ مال ہے جو مال تجارت کے منافع کے طور درمیان سال میں حاصل ہوا ہے، جیسے کسی کے پاس کچھ بکریاں ہیں اور درمیان سال میں اور بکریوں کا اضافہ ہوا تو چونکہ اصل اور اضافہ شدہ مال کی جنس ایک ہے، تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایسے درمیان سال میں حاصل ہونے والے منافع کو اصل سرمایہ میں شامل کر کے ختم سال پر دونوں مال کی زکوٰۃ ایک ساتھ ادا کی جائے۔

دوسرے وہ مال ہے جو موجودہ اموال کی جنس سے نہ ہو، جیسے کسی کے پاس تجارت کے اونٹ ہیں اور اس کو درمیان سال میں کچھ بکریاں بھی حاصل ہو گئیں تو اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ختم سال پر وہ صرف اونٹوں کی زکوٰۃ دے بکر بکریوں کو شامل نہ کرے، اس لیے کہ بکریاں غیر جنس سے ہیں۔ ہاں! جب بکریوں پر ایک سال کی مدت گزر جائے تو وہ بکریوں کی علیحدہ زکوٰۃ ادا کرے۔

تیسرے وہ مال ہے جو وراثت یا وصیت کے طور پر درمیان سال میں حاصل ہوا ہو، ایسے مال کے بارے میں امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر درمیان سال میں حاصل ہونے والا مال اور موجودہ مال دونوں جنس میں ایک ہوں تو اصل مال اور اضافہ شدہ مال دونوں کو ملا کر ختم سال پر دونوں کی زکوٰۃ ایک ساتھ ادا کی جائے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ درمیان سال میں حاصل ہونے والے مال پر بھی جب تک ایک سال پورا نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی خواہ ایسا مال سابقہ مال کے ہم جنس ہو یا نہ ہو۔ ۱۲۔

۲۲۳۶ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں دریافت فرمایا: تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ل یعنی جس مہینہ میں مال آیا ہے، اس مہینہ سے ملا کر ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے، خواہ وہ مہینہ کوئی بھی ہو جس میں تم اپنے اموال کی زکوٰۃ دیتے ہو، اس مہینہ کے گذر جانے کے بعد یعنی درمیان سال میں۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی اس وجہ سے کہ ادائیگی زکوٰۃ کی اصل شرط نصاب کا پورا ہونا ہے اور وہ واقع ہو چکی ہے، اس لیے احناف اور اکثر آئمہ کے نزدیک سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اس حدیث کی روایت ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، اور دارمی نے کی ہے۔

۲۲۵۰ وَعَنْ طَاؤُسٍ قَالَ قَالَ مُعَاذٌ لِاَهْلِ الْيَمَنِ اِئْتُوْنِيْ بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيْصٍ اَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ اَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَفِيْ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا وَتَعْلِيْقُهٗ صَحِيْحٌ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ نَحْوَهٗ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ ثُمَامَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ اَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهٗ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهٗ شَيْءٌ وَقَدِ احْتَجَّ بِهِمَا مَنْ يَّرٰى تَعَلُّقَ الزَّكٰوةِ بِالذِّمَّةِ۔

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل یمن سے فرمایا تھا کہ جو اور جوار کی بجائے تم مجھے زکوٰۃ میں دھاری دار چادریں یا پہننے کے کپڑے لا کر دو، کیونکہ تم پر کپڑوں کا دینا غلہ دینے کی نسبت زیادہ آسان ہے، اور مدینہ منورہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کپڑے زیادہ مفید ہیں۔ اس کی روایت امام بخاری نے (کتاب الزکوٰۃ میں) تعلیقاً کی ہے اور ان کی تعلیق بھی حدیث کی روایت کی طرح صحیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں اسی کی روایت ہے، اور بخاری کی ایک اور روایت میں ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ان سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ اس حکم نامہ میں جس کا خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لکھا تھا کہ اگر کسی کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس کی زکوٰۃ میں اس شخص پر ایک سال اونٹنی واجب ہوتی ہو اور اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی موجود نہ ہو بلکہ دو سالہ اونٹنی موجود ہو تو عامل زکوٰۃ کو چاہیئے کہ ایسے شخص سے دو سالہ اونٹنی لے لے اور دو بکریاں یا بیس درہم اس کو (زائد عمر کے جانور لینے کے معاوضہ میں) واپس کر دے اور اگر اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی نہ ہو، اور دو سالہ اونٹ ہو تو زکوٰۃ میں دو سالہ اونٹ کو ہی لے لے مگر واپس کچھ نہ دے (کیونکہ اونٹ ہونے کی وجہ سے وصولی

میں کچھ زائد چیز نہیں آ رہی ہے جس کا معاوضہ دیا جا سکے)

ف: واضح ہو کہ صدر کی دونوں حدیثوں جو حضرت طاؤس اور حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ان سے امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ زکوٰۃ میں نفس مال کی بجائے دوسری جنس لی جا سکتی ہے جیسے غلہ کی بجائے اسی قیمت کے کپڑے یا جانوروں کی زکوٰۃ میں ایک جانور کی بجائے اسی قیمت کا دوسرا جانور اس کی وجہ یہ ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ کا اصلی تعلق صاحب زکوٰۃ سے ہے نفس مال سے نہیں، اسی لیے وہ اس مال کی زکوٰۃ بصورت قیمت بھی ادا کر سکتا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی طرح صدقہ فطر، کفارہ، عشر، خراج اور نذر میں بھی اصل جنس کی بجائے قیمت کا دینا جائز ہے اور یہی قول حضرت فاروق حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس، حضرت معاذ، حضرت ثوری اور امام بخاری کا ہے، ہدایہ فتح القدیر اور اعلاء السنن میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

بَابُ مَا يَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ

(اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر زکوٰۃ دینا واجب ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔
(سورۃ البقرہ، ۲۶۷)

ف: صدر کی آیت شریفہ کے الفاظ "مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ" سے اموال تجارت پر زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں المدارک کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اسی آیت شریفہ میں "وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ" بھی ارشاد ہوا ہے اس سے زمین کی تمام پیداوار پر زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ غلہ ہو یا پھل ہوں یا معدنیات (سونا، چاندی وغیرہ) ان سب پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے عمدۃ القاری میں ایسا ہی مذکور ہے۔

ف۲: یہ آیت امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے تھوڑی ہو یا زیادہ، اس کا پھل سال بھر رہے یا نہ رہے، کیونکہ یہاں ما عام ہے، اس کی تائید ان روایات سے ہے، جن میں فرمایا گیا کہ جس زمین کو بارش سے سیراب کیا گیا اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، جس روایت میں ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں اس سے مراد تجارتی زکوٰۃ ہے، نہ کہ پیداوار کی زکوٰۃ، کیونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا تھا، تو پانچ وسق دو سو درہم کے ہوئے، اور یہ ہی تجارتی زکوٰۃ کا نصاب ہے (تفسیر نور العرفان)

وَقَوْلُهٗ: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور اس کا حق دو جس دن کٹے (سورۃ الانعام، ۱۴۱)

ف :۔ یہ آیت بھی امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے، کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے بغیر قید کے سب پر فرمایا ہے "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" کہ اس کا حق دو جس دن کٹے فرما کر بتایا کہ سونے چاندی کی طرح پیداوار کی زکوٰۃ میں سال بھر تک مالک کے پاس رہنا ضروری نہیں، کاٹتے ہی زکوٰۃ دینا واجب ہے، خیال رہے کھیت کے دانے سال بھر تک ٹھہر جاتے ہیں مگر باغوں کے پھل نہیں ٹھہرتے، لیکن ان سب کے متعلق فرمایا کہ ان کی پیداوار کی زکوٰۃ دو۔

ف :۔ صدر کی اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ کھیتی یا پھلوں کے کٹنے کے دن جو حق شرع سے واجب ہے ادا کر دیا کرو، صاحب مدارک نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس آیت سے یہ دلیل لی ہے کہ عُشر کا حکم زمین کی تمام پیداوار پر عام ہے۔ اس لیے تمام پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے بجز جلانے کی لکڑی، بانس اور خودرو گھانس کے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ پیداوار دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ پیداوار جس کی سیرابی آب جاری یا بارش سے ہوئی ہو، ایسی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے دیا جائے۔ اس لیے کہ ایسی پیداوار پر محنت اور اخراجات کم ہوتے ہیں۔ پیداوار کی دوسری قسم وہ ہے جس کی سیرابی کسی بھی قسم کے موٹ وغیرہ سے گئی ہو تو ایسی پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے اس لیے کہ اس میں اخراجات اور محنت زیادہ ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ان دونوں قسم کی پیداوار پر سال گزرنے کی شرط نہیں ہے بلکہ جب بھی ان کی فصل کٹ کر تیار ہو جائے اُن پر زکوٰۃ دی جایا کرے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ کے لیے کسی نصاب یا مقدار کی شرط بھی نہیں ہے بلکہ جو چیز جتنی مقدار میں پیدا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (یہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے ۱۲)

وَقَوْلُهٗ :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

اور وہ کہ جوڑ کر رکھے سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی، جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا، اب چکھو مزا اس جوڑنے کا

(سورۃ التوبہ، ۳۵، ۳۴)

ف : یعنی ناجائز طور پر، اس طرح کہ اس میں سے زکوٰۃ وصدقات واجبہ ادا نہیں کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ مال کا جمع کرنا جائز ہے، جب کہ حقوق مالیہ ادا کیے جائیں

، اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو زکوٰۃ کیسے واجب ہوتی، زکوٰۃ تو سال بھر تک مال جمع رہنے پر واجب ہوتی ہے نیز حضرت عثمان اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہما صحابہ کرام غنی کیونکر ہوتے، اسی لیے مال میں فضول خرچی حرام فرما دی گئی تاکہ اس سے مال برباد نہ ہو۔

ف : دنیا میں کنجوس مالدار شخص فقیر کو دیکھ کر منہ بگاڑتا تھا، پھر اس کی طرف سے کروٹ پھیر لیتا تھا پھر پیٹھ پھیر کر

رکھا کر چل دیتا تھا، لہٰذا ان ہی تینوں اعضاء کو داغا جائے گا۔

ف: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مال اللہ تعالیٰ کے لیے جوڑ کر رکھا جائے وہ بُرا نہیں، لہٰذا وقف مال میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ لاکھوں روپیہ ہوں۔

ف: صدر کی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی پر زکوٰۃ فرض ہے اس لیے کہ ایسی شدید وعید تارکِ فرض کے لیے ہی آتی ہے۔

علاوہ ازیں آیت کے عموم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ مرد کی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ لہٰذا سونے اور چاندی کے زیورات پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ وہ عورتوں ہی کی ملک کیوں نہ ہو، اور آیت شریف میں تارک زکوٰۃ کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغے جانے کا جو ذکر ہے یہ وہی مقامات ہیں جن پر عورتیں زینت کے لیے زیورات پہنتی ہیں، اس سے بھی عورتوں کے زیورات پر زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ (تفسیرات احمدیہ) ۱۲

۲۲۵۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو پیداوار بارش کے پانی (یا چشمہ یا نہر وغیرہ) سے سیراب ہو، یا (عشری) زمین ہو کہ از خود سرسبز اور شاداب رہتی ہو، اور جس کو سیراب کرنے کے لیے محنت کی ضرورت نہ ہو تو ایسے تمام زمینوں کی پیداوار پر زکوٰۃ فرض ہے اور پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیا جائے بر خلاف اس کے جو پیداوار محنت کے ذریعہ اونٹ یا بیل کے ذریعہ کنویں وغیرہ سے سیراب کی جاتی ہے تو ایسی پیداوار میں بطور زکوٰۃ پیداوار کا بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے احناف نے اس بات کی دلیل اخذ کی ہے کہ زمین کی ہر پیداوار خواہ وہ از قسم غلہ ہو یا میوہ ہو، یا ترکاری ان تمام پر زکوٰۃ فرض ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں پیداوار کی کوئی تخصیص نہیں اور "وَمَا سَقَتِ السَّمَآءُ" کے الفاظ عام ہیں جو ہر قسم کی پیداوار کو شامل ہیں۔ (مرقات)

۲۲۵۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ الْاَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُوْرُ وَ فِيْمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو پیداوار (مثلاً سبزی، کھیتی، درخت، دریا اور بارش سے سیراب ہو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ (زکوٰۃ میں) واجب ہے اور پیداوار اونٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی سینچ کر سیراب کی جائے تو ایسی پیداوار کا بیسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) واجب ہے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۵۳ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰخُذَ مِمَّا سَقَتِ السَّمَآءُ وَمَا سُقِيَ بَعْلًا اَلْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالدَّوَالِيْ نِصْفُ الْعُشْرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤُدَ نَحْوَهٗ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور مجھے حکم فرمایا کہ میں زمین کی ہر ایسی پیداوار پر جو بارش سے سیراب ہوتی ہو یا ایسی زمین کی پیداوار پر جو پانی کے قریبی مقام پر واقع ہو اور اس کی سیرابی کے لیے کسی خرچہ کی ضرورت نہ ہو) تو ایسی ہر پیداوار پر دسواں حصہ بطور زکوٰۃ لیا کروں اور جس پیداوار کو موٹ (جانور وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو (یعنی جس پر خرچہ عائد ہوتا ہو تو) ایسی پیداوار پر بیسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) لیا کروں اس کی روایت ابن ماجہ اور طحاوی نے کی ہے اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

۲۲۵۴ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ اُخْرِجَتِ الْاَرْضُ الصَّدَقَةُ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمین کی جملہ پیداوار (خواہ از قسم غلہ ہو یا میوہ ہو یا ترکاری) زکوٰۃ واجب ہے اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۲۵۵ وَعَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنْ زَكٰوةِ الطَّعَامِ فَقَالَ فِيْمَا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ الْعُشْرُ اَوْ نِصْفُ الْعُشْرِ۔

رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت خصیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے دریافت کیا کہ کیا خورد و نوش کی چیزوں (یعنی غلہ پھل اور سبزیوں) پر بھی زکوٰۃ (فرض) ہے، تو انہوں نے جواب دیا، ہاں! خورد و نوش کی چیزیں کم ہوں یا زیادہ ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے اگر خورد و نوش کی چیزیں بارش

وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَعَنْ مُجَاهِدٍ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ نَحْوَهٗ۔

کے پانی سے پیدا ہوتی ہوں تو ان کی پیداوار پر دسواں حصہ اور اگر محنت کے ذریعہ مثلاً اونٹ یا بیل کے ذریعہ کنویں وغیرہ سے سیراب کی جاتی ہوں تو ایسی پیداوار پر بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے عمر ابن عبدالعزیز اور مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اس طرح روایت کی ہے۔

ف، واضح ہو کہ صدر کی مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہے کہ زمین کی ہر پیداوار پر بلا تعین مقدار زکوٰۃ واجب ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقدار پیداوار کا لحاظ کئے بغیر اراضی کی جملہ پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ واجب فرمائی ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے مذکورہ بالا احادیث سے یہ مسئلہ اخذ فرمایا ہے کہ زمین کی جملہ پیداوار پر خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور چاہے اس پر سال گزرے یا نہ گزرے بلا تعین مقدار مدت زکوٰۃ واجب ہے۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری، شرح معانی الآثار اور رد المحتار) ۱۲

۲۲۵۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِيْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ فِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ لَا خِلَافَ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ رِقَابِ الْعَبِيْدِ صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرُوْا لِلتِّجَارَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے کہ وہ خدمت کے لیے ہوں اگر وہ تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ مسلمان پر اس کے (خدمتی) غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں البتہ اس پر اپنے ایسے غلام کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

ف، واضح ہو کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو غلام خدمت کے لیے ہوں اور جو گھوڑا سواری کے لیے ہو اور یہ دونوں تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر یہ دونوں تجارت کے لیے ہوں تو اُن پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور یہی صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(در مختار، فتاویٰ قاضی خان، فتاوی عالمگیری، فتح القدیر، رد المحتار، کافی)

۲۲۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَّتِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ ـ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو (عامل بنا کر) بحرین روانہ کیا تو یہ حکم نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا (جس کی عبارت اس طرح تھی)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس حکم نامہ میں اس فرض زکوٰۃ کے احکام ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ پس جب کسی (صاحب نصاب) مسلمان سے اس حکم کے مطابق (ادائیگی زکوٰۃ) کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس کو ادا کرے اور جب کسی سے زکوٰۃ میں مقررہ مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس کو نہ دے (بلکہ) اتنا ہی ادا کرے جتنا دینا اس پر واجب ہے) اونٹوں کی زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں) جب اونٹ پانچ ہو جائیں تو ان پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، اسی طرح ہر پانچ پر (۲۴) اونٹوں تک ایک ایک بکری واجب ہے (اس کی تفصیل یہ ہے کہ (۵) اونٹ جو چرنے والے ہیں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو (۹) اونٹ تک ایک بکری زکوٰۃ میں واجب ہے، جب اونٹ دس ہو جائیں تو (۱۴) اونٹوں تک دو بکریاں اور پندرہ سے انیس اونٹ تک تین بکریاں اور بیس سے چوبیس اونٹ تک چار بکریاں زکوٰۃ میں واجب ہیں) پس جب اونٹ (۲۵) ہو جائیں تو (۲۵) سے (۳۵) اونٹوں تک ایک مادہ بنت مخاض دی جائے

۱؎ ایک سال کی اونٹنی زکوٰۃ میں ہے۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَ الطَّحَاوِيُّ فِيْ مُشْكِلِهٖ وَ اِسْحٰقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَتَبَهٗ لِجَدِّهٖ فَقَرَاَتُهٗ فَكَانَ فِيْهِ ذِكْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ فَرَائِضِ الْاِبِلِ فَقَصَّ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ عِشْرِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنَّهٗ يُعَادُ اِلٰى اَوَّلِ فَرِيْضَةِ الْاِبِلِ وَمَا كَانَ اَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ فَفِيْهِ الْغَنَمُ فِيْ كُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاةٌ۔

پس جب اونٹ (۳۶) ہوجائیں تو (۳۶) سے (۴۵) اونٹوں تک ایک مادہ بنت لبونؑ دی جائے۔ پس جب اونٹ (۴۶) ہوجائیں تو (۴۶) سے (۶۰) اونٹوں تک ایک حقہ[۲] دی جائے اور حقہ ایسی اونٹنی ہوتی ہے جو سواری اور جفتی کے قابل ہوتی ہے اور جب اونٹ (۶۱) ہوجائیں تو (۶۱ سے) (۷۵) اونٹ تک ایک جذعہ[۳] دی جائے اور جب اونٹ (۷۶) ہوجائیں تو (۷۶ سے) (۹۰) اونٹ تک دو مادہ بنت لبون[۴] دی جائیں اور جب اونٹ (۹۱) ہوجائیں تو (۹۱ سے) (۱۲۰) تک دو حقے[۵] دی جائیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور ابو داؤد نے اس کی روایت مراسیل میں کی ہے اور امام طحاوی نے اپنی مشکل الآثار میں کی ہے اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں عمرو بن حزم سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جد امجد کو فرمان روانہ فرمایا تھا جس کو میں نے خود پڑھا ہے اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی احکام درج تھے انھوں نے اپنی حدیث میں (مذکورہ بالا بخاری وغیرہ کی حدیث کے موافق (۱۲۰) ایک سو بیس اونٹوں تک زکوٰۃ کی ایسی ہی تفصیل) بیان کی (اور جب اونٹ (۱۲۰) سے زائد ہوجائیں تو (۱۲۰) سے زائد اونٹوں کی زکوٰۃ کی تفصیل اس طرح بیان کی کہ) جب اونٹ (۱۲۰) سے زائد ہوجائیں تو ان کی زکوٰۃ مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادا کی جائے گی وہ اس طرح سے کہ (۱۲۰) اونٹ پر دو حقے اور اس کے بعد) مزید (۲۵) اونٹوں سے کم یعنی (۲۴) تک ہر پانچ پر ایک ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے۔

[۱] یعنی پورے دو سال کی اونٹنی زکوٰۃ میں)
[۲] یعنی پورے (۳) سال کی اونٹنی زکوٰۃ میں)
[۳] یعنی پورے چار سال کی اونٹنی زکوٰۃ میں)
[۴] یعنی پورے دو سالہ دو اونٹنیاں زکوٰۃ میں)
[۵] یعنی پورے تین سال کی دو اونٹنیاں جو سواری اور جفتی کے قابل ہوتی ہیں)

وَرُوِیَ النَّسَائِیُّ فِی الدِّیَاتِ نَحْوَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِذَا زَادَتِ الْاِبِلُ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ یُسْتَقْبَلُ بِھَا الْفَرِیْضَۃُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ مِثْلَہٗ۔

اور نسائی نے الدیات میں بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب اونٹوں کی تعداد (۱۲۰) سے زائد ہو جائے تو اونٹوں کی زکوٰۃ کا شمار از سر نو شروع ہو جاتا ہے اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں حضرت ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ۱۲۔

ف: عمرو بن حزم کی حدیث کی تفصیل از روئے فقہ یہ ہے کہ (۱۲۰) سے (۱۲۴) اونٹوں تک وہی دو حقے زکوٰۃ میں ادا ہوں گے، جب اونٹ (۱۲۵) ہو جائیں گے تو (۱۲۹) تک (۲) حقے اور ایک بکری اور (۱۳۰) سے (۱۳۴) تک دو حقے اور دو بکریاں اور (۱۳۵) سے (۱۳۹) تک، دو حقے اور تین بکریاں اور (۱۴۰) سے ۱۴۴ تک دو حقے اور چار بکریاں (۱۴۵) سے (۱۴۹) تک دو حقے اور ایک بنت مخاض زکوٰۃ میں ادا کی جائیں، اونٹوں کی زکوٰۃ کی یہ تفصیل ہدایہ سے ماخوذ ہے۔ ۱۲

ف۲: واضح ہو کہ اونٹوں کی زکوٰۃ میں (۱۲۰) اونٹوں کی تعداد تک امام بخاری اور عمرو بن حزم کی حدیثیں متفق ہیں۔ عمرو بن حزم کی حدیث کی روایت ابو داؤد نے مراسیل میں طحاوی نے مشکل الآثار میں اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور نسائی نے الدیات میں کی ہے (۱۲۰) سے زائد اونٹوں کی زکوٰۃ میں شوافع اور احناف میں اختلاف ہے، شوافع نے صرف امام بخاری کی روایت پر عمل کیا ہے اور احناف بخاری کی حدیث کے ساتھ ساتھ عمرو ابن حزم کی حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے احناف کا عمل دونوں حدیثوں پر ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ ۱۲۔

۲۲۵۸ وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَۃَ قَالَ قُلْتُ لِقَیْسِ بْنِ سَعْدٍ اُکْتُبْ لِیْ کِتَابَ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ فَکَتَبَہٗ لِیْ فِیْ وَرَقَۃٍ ثُمَّ جَاءَ بِھَا وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ اَخَذَہٗ مِنْ کِتَابِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَتَبَہٗ لِجَدِّہٖ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ذِکْرِ مَا تَخْرُجُ مِنْ فَرَائِضِ الْاِبِلِ فَکَانَ فِیْہِ اَنَّھَا اِذَا بَلَغَتْ تِسْعِیْنَ فَفِیْھَا حِقَّتَانِ اِلٰی اَنْ تَبْلُغَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃً فَاِذَا کَانَتْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ

حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ابوبکر بن محمد ابن عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تحریر لکھ دیجئے (جس میں اونٹوں کی زکوٰۃ سے متعلق احکام ہیں) تو وہ ایک کاغذ پر پوری تحریر لکھ کر میرے پاس لائے اور کہا کہ اس تحریر کو انھوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی تحریر سے نقل کیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ اس تحریر کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کے دادا عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھوا دیا تھا اور اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے احکام درج تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم نامہ میں یہ صراحت

فَفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّۃٌ کَمَا فُضِّلَ فَإِنَّہٗ یُعَادُ إِلٰی أَوَّلِ فَرِیْضَۃِ الْإِبِلِ فَمَا کَانَتْ أَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ فَفِیْہِ الْغَنَمُ فِیْ کُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاۃٌ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ فِیْ شَرْحِ مَعَانِی الْآثَارِ)

موجود تھی کہ جب کسی کے پاس (۹۰) اونٹ ہو جائیں تو (۹۱) سے لے کر (۱۲۰) اونٹوں تک دو حقے (یعنی تین سال کی دو اونٹنیاں زکوٰۃ میں ادا کرنا) واجب ہے (اور جب اونٹ (۱۲۰) سے بڑھ جائیں تو (۱۲۰) سے (۱۴۹) اونٹوں کی زکوٰۃ کی تفصیل ابھی اوپر عمرو بن حزم کی حدیث کے تحت گزر چکی ہے اور جب اونٹوں کی تعداد بڑھ کر (۱۵۰) ہو جائے تو ہر پچاس پر ایک حقے کے حساب سے تین حقے زکوٰۃ میں ادا کرنے ہوں گے اور جب اونٹوں کی تعداد (۱۵۰) سے زائد ہو جائے تو اونٹوں کی زکوٰۃ مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادا کی جائے گی وہ اس طرح کہ (۱۵۰) پر تین حقے اور اس کے بعد) مزید (۲۵) اونٹوں سے کم یعنی (۲۴) تک ہر پانچ پر ایک ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ اس کی روایت طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کی ہے۔

۲۲۵۹/۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ قَالَ فِیْ فَرَائِضِ الْإِبِلِ إِذَا زَادَتْ عَلٰی تِسْعِیْنَ فَفِیْہَا حِقَّتَانِ إِلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃٍ فَإِذَا بَلَغَتِ الْعِشْرِیْنَ وَمِائَۃً اِسْتَقْبَلَتِ الْفَرِیْضَۃُ بِالْغَنَمِ فِیْ کُلِّ خَمْسٍ شَاۃٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ فَفَرَائِضُ الْإِبِلِ فَإِذَا کَثُرَتِ الْإِبِلُ فَفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّۃٌ

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

—— وَرَوٰی مُحَمَّدٌ فِی الْآثَارِ عَنْہُ نَحْوَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس اونٹ (۹۰) سے زیادہ ہو جائیں تو (۹۱ سے لے کر) ۱۲۰ تک دو حقے (یعنی تین تین سال کی دو اونٹنیاں زکوٰۃ میں دینا) واجب ہے، اور جب اونٹ (۱۲۰) سے زائد ہو جائیں تو زکوٰۃ مذکورہ ابتدائی طریقہ پر ادا کی جائے گی، وہ اس طرح کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری زکوٰۃ میں واجب ہو گی اور جب اونٹ (۲۵) ہو جائیں تو اونٹوں کی زکوٰۃ (مذکورہ بالا طریقہ پر ادا ہو گی) یعنی ہر (۲۵) پر ایک مادہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی واجب ہے) اور جب اونٹ زیادہ ہو جائیں تو ہر پچاس پر ایک حقہ یعنی (۳) سالہ اونٹنی زکوٰۃ میں واجب ہے اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور امام محمد نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

الْبُخَارِيّ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ
إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ
فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا
فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ
وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ
صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ
عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ
فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَ
يَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ
اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِيْنَ
دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ
صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ
الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا
تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ
الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ
شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ
صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ
إِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ
مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِيْ شَاتَيْنِ
أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ
صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ
حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ
وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا
أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ
بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَ
عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا

کتاب الآثار میں اس طرح روایت کی ہے۔ اور بخاری کی روایت میں اس طرح ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر ان اونٹوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے! ہاں! اگر مالک چاہے تو (بطور نفل) کچھ دے سکتا ہے اور جب اونٹوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو ایک بکری زکوٰۃ میں دینی واجب ہے، اور اگر کسی کے پاس (۶۱ سے ۷۵ تک اونٹ موجود ہیں) جس کی وجہ سے ایک جذعہ یعنی چار سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس جذعہ موجود نہیں ہے بلکہ حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں حقہ قبول کر لیا جائے گا اور حقہ کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں، اگر اس کے پاس بکریاں موجود ہوں ورنہ (دو بکریوں کے معاوضہ میں) بیس درہم لیے جائیں گے[1] اور اگر کسی کے پاس (۴۶ سے ۶۰ تک) اونٹ موجود ہیں، جس کی وجہ سے اس پر (زکوٰۃ میں) ایک حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے، مگر اس کے پاس حقہ نہیں ہے، بلکہ جذعہ موجود ہے تو ایسی صورت میں جذعہ اس سے قبول کر لیا جائے گا۔ اور عامل زکوٰۃ نے چونکہ حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی کے بجائے جذعہ یعنی چار سالہ اونٹنی قبول کی ہے تو ایک سال زیادہ عمر کی اونٹنی لینے کے معاوضہ میں مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں (دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو) ادا کرے گا اور اگر کسی کے پاس (۴۶ سے ۶۰ تک) اونٹ موجود ہیں جس کی وجہ سے اس پر (زکوٰۃ میں) ایک حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس حقہ نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنت لبون یعنی دو

[1] دو بکریوں کے معاوضہ میں بیس درہم لینے کا جو ذکر ہے وہ تعین شرعی نہیں ہے اس لیے کہ قیمتیں ہمیشہ گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہیں، اس لیے دو بکریوں کی قیمت جو بھی متعین ہو وہ لی جائے۔

تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَّ يُعْطِي مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلٰثُ شِيَاهٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً

سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں اس سے بنت لبون قبول کرلی جائے گی اور دو بکریاں یا بیس درہم دیا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو، عاملِ زکوٰۃ کو بنت لبون کے ساتھ) دے گا اور اگر کسی کے پاس (۳۶ سے ۴۵ تک اونٹ موجود ہیں جس کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ ہیں) ایک بنت لبون یعنی دوسالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے اور اس کے پاس بنت لبون موجود نہیں ہے بلکہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی موجود ہے تو ایسی صورت میں اس سے بنت مخاض قبول کرلی جائے گی اور دو بکریاں یا بیس درہم دیا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو، عامل زکوٰۃ کو بنت مخاض کے ساتھ) دیدے اور جس شخص کے پاس (۲۵ سے ۳۵ تک اونٹ موجود ہوں) جس کی وجہ سے اس پر (زکوٰۃ میں) بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے مگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے، بلکہ اس کے پاس بنت لبون یعنی دوسالہ اونٹنی موجود ہے تو اس سے بنت لبون قبول کرلی جائیگی (اور چونکہ مالک نے ایک سال زائد عمر کی اونٹنی دی ہے اس سے) عامل زکوٰۃ مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں واجب الادا ہے دینے کے قابل (اس لیے) نہیں ہے بلکہ مالک کے پاس ابن لبون یعنی دو سالہ نر اونٹ موجود ہے، تو ابن لبون ہی (بنت مخاض کے

لہ (چونکہ مالک نے حقہ یعنی تین سالہ اونٹنی کی بجائے بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی دی ہے تو ایک سال کم عمر کی اونٹنی دینے نے معاوضہ میں مالک دو بکریاں یا بیس درہم دے۔

لہ چونکہ مالک نے بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی کی بجائے بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی دی ہے تو ایک سال کم عمر کی اونٹنی دینے کے معاوضہ میں

لہ یا دو بکریوں کی جو بھی قیمت معین ہو واپس دیدے اور اگر مالک کے پاس بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی جو (زکوٰۃ ہیں)

لہ (کہ وہ یا تو بہت بیمار یا لاغر ہے یا بہت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں متوسط مال دیا جاتا ہے۔

فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَلَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا۔

بدلہ ہیں) اس سے قبول کر لیا جائے گا اور مالک سے کچھ اور نہیں لیا جائے گا۔ اور بکریوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اگر بکریاں چرنے والی ہوں (اور ان پر ایک سال گزر جائے) تو چالیس بکریوں سے ایک سو بیس بکریوں تک (زکوٰۃ میں) ایک بکری دینا واجب ہے اور جب بکریاں (۱۲۰) سے زائد ہو جائیں گی۔ تو (۱۲۱) سے (۲۰۰) تک دو بکریاں اور جب (۲۰۰) سے زائد ہو جائیں تو (۲۰۱) سے (۳۰۰) تک تین بکریاں اور جب بکریاں (۳۰۰) سے زائد ہو جائیں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری واجب ہو گی یعنی جب بکریاں (۴۰۰) ہو جائیں تو چار بکریاں (زکوٰۃ میں) واجب ہوں گی) اور اگر کسی شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں! ہاں اگر ان کا مالک چاہے تو (بطور نفل) کچھ دیدے، اور زکوٰۃ میں بوڑھی بکری (جو لاغر اور بیمار ہو) نہ دی جائے اور نہ عیب والی بکری دی جائے اور نہ بوک یعنی بکرا دیا جائے۔ البتہ اعامل زکوٰۃ کسی مصلحت سے) بوک لینا چاہے (تو کوئی مضائقہ نہیں اور نہ متفرق جانوروں کو اکٹھا کیا جائے (جیسے (۴۰) سے (۱۲۰) بکریوں پر ایک بکری واجب ہے اور دو شخصوں کے پاس علیحدہ علیحدہ چالیس بکریاں ہیں، تو زکوٰۃ دیتے وقت یہ حیلہ نہ کریں کہ ان دونوں کی بکریوں کو ملا کر ایک شخص کی بتا دیں تاکہ زکوٰۃ میں ایک ہی بکری دینی پڑے، کیونکہ اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو دو بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہو گا) اور زکوٰۃ

لہ (بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی کی بجائے دوسالہ نر اونٹ جو لیا جا رہا ہے اس کے معاوضہ میں۔

۲ہ اور نہ عامل زکوٰۃ مالک کو کچھ واپس کرے گا۔ کیونکہ بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی اور ابن لبون یعنی دوسالہ نر اونٹ کو مساوی سمجھا گیا ہے)

کے خوف سے اکٹھا جانوروں کو علیحدہ علیحدہ نہ کیا جائے[2] (اگر دو شخص شراکت میں کام کر رہے ہیں تو) جو نصاب شرعی ان دو حصہ داروں کے درمیان واجب ہوگا۔ اس کو یہ دونوں برابر برابر بانٹ لیویں اور چاندی میں دو سو درہم پر، چالیسواں حصہ یعنی (۵) درہم (زکوٰۃ میں) واجب ہیں (اور اگر چاندی دو سو درہم سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں) اگر (۱۹۰) درہم بھی ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک چاہے تو بطور نفل) کچھ دیدے۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ (۵) اوقیہ سے کم چاندی پر (جس کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہے) زکوٰۃ واجب نہیں اور اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ مَا فِیْ دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَۃٌ وَّلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَۃٌ۔

ف: صدر کی حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دو بکریوں کے معاوضہ میں بیس درہم دیے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں جنس کے معاوضہ میں قیمت کا دینا جائز ہے۔ چنانچہ درمختار میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ عشر، خراج، صدقہ فطر، نذر وغیرہ کے معاوضہ میں قیمتوں کا ادا کرنا جائز ہے اور چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ میں قیمتوں کا تعین ادائیگی زکوٰۃ کے دن بازار کے نرخ کے لحاظ سے ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صدقۂ فطر نذر وغیرہ میں قیمتوں کا تعین جس دن صدقۂ فطر وغیرہ واجب ہوں، اس دن کے نرخ کے لحاظ سے ہوگا جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ ۱۲

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے (اُن) گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے) جو تجارت

۱۷۲۲ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ فَھَاتُوْا صَدَقَۃَ الرِّقَّۃِ مِنْ کُلِّ

[1] مثلاً ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں جس پر اسے ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے تو زکوٰۃ کے وقت ان کو بیس بیس دو شخصوں کے نام پر نہ بتائے تاکہ اس کو زکوٰۃ دینا نہ پڑے۔

[2] (مثلاً دو آدمیوں کی چالیس بکریاں اکٹھی چرتی ہیں بیس ایک کی اور بیس ایک کی، اور ہر ایک اپنی بکریوں کو پہچانتا ہے تو عامل زکوٰۃ نے ایک شخص کی بکریوں میں سے ایک بکری زکوٰۃ میں لے لی تو دوسرا شخص اپنے شریک کو نصف بکری کی قیمت ادا کر دے)

أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِيْ
تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ
مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ)

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْهُ نَحْوَهُ وَقَالَ
ابْنُ حَزْمٍ صَحِيْحٌ مُسْنَدٌ۔
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلدَّارِمِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَتَبَ مَعَ عَمْرِو
ابْنِ حَزْمٍ إِلَى شُرَحْبِيْلَ بْنِ عَبْدِ كَلَالٍ وَ
نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كَلَالٍ إِنَّ فِيْ كُلِّ خَمْسِ أَوَاقٍ
مِّنَ الْوَرِقِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ
فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِثْلَهُ وَقَالَ مُجَوَّدُ
الْإِسْنَادِ وَرَوَاهُ جَمَاعَةُ الْحُفَّاظِ مَوْصُوْلًا
حَسَنًا وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ
حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ أَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنَ صَحِيْحًا
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ حِبَّانَ وَ
الْحَاكِمِ وَفِيْ كُلِّ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ
الْوَرِقِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَمَا زَادَ فَفِيْ
كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ
فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ شَيْءٌ۔

کے لیے نہ ہوں (بلکہ سواری اور خدمت کے لیے ہوں اور تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو، ہر چالیس درہم پر ایک درہم[1] اور ایک سو نوے درہم پر زکوٰۃ واجب نہیں اور جب پورے دو سو درہم ہو جائیں تو اُن پر (ہر چالیس پر ایک درہم کے حساب سے) پانچ درہم واجب ہیں اس کی روایت ترمذی اور ابو داؤد نے کی ہے اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے، اور ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور متصل السند ہے اور دارمی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط سے شرحبیل بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کے پاس یہ فرمان لکھ بھیجا تھا کہ چاندی کے ہر پانچ اوقیہ پر (جس کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہے) پانچ درہم (بطور زکوٰۃ) دیئے جائیں اور جب پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم سے زائد ہو جائیں، تو اس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکوٰۃ میں) دیا جائے اور بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں، اور اس کی روایت حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے متصل سند کے ساتھ کی ہے اور یہ سند حسن ہے، اور نسائی ابن حبان اور حاکم (تینوں کی کتابوں) میں یہ روایت مذکور ہے کہ چاندی کے ہر پانچ اوقیہ پر پانچ درہم (زکوٰۃ میں) واجب ہیں اور جب چاندی (پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم سے) زائد ہو جائے تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکوٰۃ میں) دیا جائے اور پانچ اوقیہ (یعنی دو سو درہم) سے کم چاندی پر (زکوٰۃ میں) کچھ

[1] بشرطیکہ وہ دو سو درہم یا اس سے زیادہ ہو جائیں اور ان پر ایک سال بھی گزر جائے۔

بھی واجب نہیں، اور عمدۃ القاری میں مذکور ہے کہ صاحب التمہید نے کہا ہے کہ ابن المسیب، حسن بصری، مکحول، عطاؤ طاؤس، عمرو بن دینار زہری ان سب حضرات کا چاندی کی زکوٰۃ کے بارے میں وہی قول ہے جو ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں اور خطابی کا بیان ہے کہ شعبی بھی (چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب میں) ان سب حضرات کے مسلک سے متفق ہیں۔

۲۲۶۱/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وَلَّانِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الصَّدَقَاتِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰخُذَ مِنْ كُلِّ عِشْرِیْنَ دِیْنَارًا نِصْفَ دِیْنَارٍ وَمَا زَادَ فَبَلَغَ اَرْبَعَةَ دَنَانِیْرَ فَفِیْهِ دِرْهَمٌ وَاَنْ اٰخُذَ مِنْ كُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا فَفِیْهِ دِرْهَمٌ رَوَاهُ اَبُوْ عُبَیْدِ نِ الْقَاسِمِ بْنُ سَلَّامٍ فِیْ كِتَابِ الْاَمْوَالِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور مجھے یہ حکم دیا تھا کہ ہر دینار دس درہم کے برابر ہوتا تھا، اس طرح بیس دینار کے دوسو درہم ہوئے) اور جو اس سے زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی مقدار چار دینار (یعنی چالیس درہم) کو پہونچ جائے تو (زکوٰۃ میں) ایک درہم لیا جائے اور (مجھے) یہ بھی حکم دیا تھا) کہ میں ہر دوسو درہم پر پانچ درہم (زکوٰۃ میں) وصول کیا کروں اور جو اس سے زیادہ ہو جائیں اور چالیس درہم کی مقدار کو پہونچ جائیں تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم لیا کروں۔ اس کی روایت ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں کی ہے۔

۲۲۶۲/۲ وَعَنِ الْبَصْرِیِّ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَمَا زَادَ عَلَی الْمِائَتَیْنِ فَفِیْ كُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَرَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ فِیْ اَحْكَامِ الْقُرْاٰنِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ نَحْوَهٗ۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا کہ (چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب دوسو درہم ہے دوسو درہم سے دوسو درہم چالیس درہم تک جو کسرات ہیں مثلاً (۲۱۰، ۲۱۵، ۲۲۰) وغیرہ ان کسرات پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ جب درہم دوسو سے بڑھ کر (۲۴۰) ہو جائیں تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم

زکوٰۃ ہیں) واجب ہوگا۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور امام طحاوی نے احکام القرآن میں دوسرے طریق سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت انس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اسی طرح روایت کی ہے۔

۲۲۶۳ وَعَنْ مُحَمَّدِنِ الْبَاقِرِ مَرْفُوْعًا قَالَ اِذَا بَلَغَتْ خَمْسَ اَوَاقٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ چاندی کی مقدار جب پانچ اوقیہ (یعنی دوسو درہم کی قیمت) کو پہونچ جائے تو اس پر (زکوٰۃ ہیں) پانچ درہم واجب ہیں اور دو سو درہم سے زائد مقدار میں) ہر چالیس درہم پر ایک درہم (زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤُدَ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِنْ زَادَتْ فَثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلٰثِمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلَاثُوْنَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ وَّفِي الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ وَقَالَ فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَفِيْمَا زَادَ عَلَى الْاَرْبَعِيْنَ بِحِسَابِهٖ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنِ الْاِمَامِ وَعَنْهُ لَا شَيْءَ فِيْمَا زَادَ اِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا ضِعْفُ مَا فِيْ ثَلَاثِيْنَ وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَالثَّلَاثَةُ

ابو داؤد کی ایک روایت میں (اس طرح) ہے کہ (جب کسی کے پاس بکریاں چالیس ہو جائیں تو ۱۲۰ سے (۱۲۰) بکریوں تک (زکوٰۃ میں) ایک بکری دینا واجب ہے اور جب بکریاں (۱۲۰) سے زائد ہو جائیں تو (۱۲۱) سے (۲۰۰) تک دو بکریاں اور جب (۲۰۰) سے زائد ہو جائیں تو (۲۰۱) سے (۳۰۰) تک تین بکریاں، اور جب بکریاں (۳۰۰) سے زائد ہو جائیں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری واجب ہو گی اور کسی کے پاس بکریوں (۴۰ سے کم یعنی) (۳۹) ہوں تو (ایسی صورت میں)، تم پر کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ ایسی گائیوں میں ہر تیس گائیوں پر (زکوٰۃ میں) تبیع یعنی ایک سالہ بچھڑا (مادہ ہو یا نر) لیا جائے گا اور گائیوں کی تعداد چالیس ہو جائے تو مُسِنّہ یعنی دو سالہ گائے یا بیل (زکوٰۃ میں) لی جائے گی اور ایسے جانور جن سے (کھیتی وغیرہ میں) کام لیا جاتا ہو (اگرچہ کہ وہ نصاب کو پہونچ جائیں تو) ان پر زکوٰۃ نہیں

لہ اگر کسی کے پاس دودھ والی گائیں یا بیل ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو

وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى بَحْرٌ عَنِ الْيَنَابِيْعِ وَتَصْحِيْحُ الْقُدُوْرِيِّ اِنْتَهٰى وَفِي الْمُحِيْطِ وَهُوَ اَوْفَقُ الرِّوَايَاتِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَفِيْ جَوَامِعِ الْفِقْهِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ قَالَهُ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ وَفِي الْبِنَايَةِ وَقَالَ فِيْ عُمْدَةِ الرِّعَايَةِ وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ لَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ اِلٰى سِتِّيْنَ وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى كَمَا فِي النَّهْرِ وَالْبَحْرِ وَالدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهَا۔

ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی کے پاس چالیس سے زائد گائے بیل ہوں تو چالیس سے لے کر ساٹھ تک زکوٰۃ معاف ہے اور جب گائے بیل ساٹھ ہو جائیں تو اُن پر دو تبیعہ (زکوٰۃ میں) لے جائیں گے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور بقیہ تینوں آئمہ یعنی امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ ینابیع اور تصحیح القدوری کے حوالہ سے بحر سے منقول ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں جو روایات منقول ہیں، ان میں اوفق یہی روایت ہے یہاں اوفق سے مراد یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ اور اکثر فقہا اسی روایت پر متفق ہیں، اور جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ یہی قول مختار ہے اس کو علامہ عینی نے بنایہ میں بیان کیا ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ چالیس سے زیادہ گائے بیل پر زکوٰۃ نہیں ہے، یہاں تک یہ ساٹھ ہو جائیں، تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نہر، بحر اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔

۲۲۶۴ وَعَنْ مُعَاذٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً وَمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً۔ ۱۴

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ کیا تو انہیں حکم دیا کہ گائے بیل کی زکوٰۃ میں ہر تیس پر ایک سالہ گائے یا ایک سالہ بچھڑا لیا کریں اور ہر چالیس پر ایک مُسنّہ یعنی دوسالہ گائے (یا دوسالہ بچھڑا زکوٰۃ میں) لیا کریں۔ اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

۲۲۶۵ وَعَنْ طَاؤُسٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ لَمْ ۱۵

طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس گائے کی زکوٰۃ میں

يَأْمُرْنِي فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْوَقْصُ مَالَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيْضَةَ)

ان کا وقص پیش کیا گیا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے مجھے وقص پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے۔ اس کی روایت دار قطنی اور امام شافعی نے کی ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ وقص اتنی تعداد کو کہتے ہیں جو زکوٰۃ کے نصاب سے کم ہو۔

٢٢٦٦ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ
١٦
عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ اِبِلٍ سَائِمَةٍ مِّنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ اِبْنَةُ لَبُوْنٍ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ)

بھز ابن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے اپنے دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ (۱۲۰ اونٹوں کے بعد) ہر چالیس اونٹوں پر جب کہ وہ چرنے والے ہوں، ایک بنت لبون یعنی دوسالہ اونٹنی زکوٰۃ ہیں) واجب ہے۔ اس کی روایت نسائی ابو داؤد اور حاکم نے کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ف: حدیث شریف میں "سائمہ" پر زکوٰۃ واجب ہونے کا ذکر ہے سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کو جنگلوں میں چرایا جاتا ہے، اور اس سے مقصد دودھ حاصل کرنا اور نسل بڑھانا ہوتا ہے اور سواری یا بار برداری کے لیے استعمال نہ کیے جاتے ہوں، سائمہ کے لیے یہ شرط بھی نہیں کہ وہ پورا سال چرتے ہوں، بلکہ وہ سال کے اکثر حصہ میں پھرا کرتے ہیں۔ درمختار، ردالمحتار (۱۲)

٢٢٦٧ وَعَنْ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ
١٧
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جن جانوروں (یعنی گائے بیل، اونٹوں وغیرہ) سے کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا ہو، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے اور ابن القطان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

٢٢٦٨ وَعَنْ طَاؤُسٍ عَنْ مُعَاذٍ اَنَّهٗ
١٨
كَانَ لَا يَاْخُذُ مِنَ الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةً۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے گائے بیل

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ)

پر زکوٰۃ نہیں لیا کرتے تھے جن سے (کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا تھا۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے

۲۲۶۹ وَعَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُجَاهِدٍ[19] قَالَا لَيْسَ فِي الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ)

حضرت مغیرہ رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی اور مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے فرمایا ہے کہ جن گائے بیل سے (کھیتی باڑی یا بار برداری کا) کام لیا جاتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

۲۲۷۰[20] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا يُؤْخَذُ مِنَ الْبَقَرِ الَّتِيْ يُحْرَثُ عَلَيْهَا مِنَ الزَّكٰوةِ شَيْءٌ۔

(رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن گائے بیل سے کھیتی باڑی کا کام لیا جاتا ہو ان پر کچھ بھی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

۲۲۷۱[21] وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدَنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر چوپائے سے (کوئی شخص) زخمی یا ہلاک ہو جائے[1] اس طرح زخمی ہو جاتے یا ہلاک ہو جانے کا تاوان مالک پر واجب نہیں بلکہ) معاف ہے[2] اور کنویں میں گر کر کوئی مر جائے یا کنواں کھودنے میں کوئی مر جائے تو (کنواں کھدوانے والے پر اس کا تاوان نہ ہوگا بلکہ یہ) معاف ہے[3] اور اگر کان کھودنے میں کوئی مر جائے تو کان کھدوانے والے پر اس کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی[4] اور رکاز یعنی کان یا دفینہ میں پانچواں حصہ (زکوٰۃ میں) واجب ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

---

[1] جب کہ اس چوپائے کے ساتھ کوئی چرواہا ہانک لے جانے والا موجود نہ ہو، خواہ دن کا وقت ہو یا رات کا تو

[2] اور اگر چوپائے کے ساتھ چرواہا ہانک لے جانے والا موجود نہ ہو، اور کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ اس حادثہ کا ذمہ دار ہوگا اور اس سے تاوان لیا جائے گا، اس لیے کہ یہ حادثہ اس کی کوتاہی سے ہوا ہے اس وجہ سے وہ نقصان کی تلافی کا ذمہ دار ہے

[3] جب کہ کنواں اس کی مملوکہ زمین میں کھدوایا گیا ہو اگر کنواں عام راستہ پر یا دوسری کی زمین میں بغیر اجازت کے کھدوایا گیا اور اس میں گر کر کوئی مر جائے تو ایسی صورت میں کھدوانے والے پر اس کا تاوان عائد ہوگا، ہاں! اگر اجازت سے کنواں کھدوایا گیا ہے تو کھدوانے والے پر تاوان عائد نہ ہوگا۔

[4] بشرطیکہ کان اس کی مملوکہ زمین میں ہو، یا اس نے حاکم کی اجازت سے کان کھدوائی جب کہ زمین اس کی مملوکہ نہ ہو۔

۲۲۷۲ (۲۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْمُعْتَدِیْ فِی الصَّدَقَۃِ کَمَانِعِھَا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (زکوٰۃ کی وصولی میں) زیادتی کرنے والا (یعنی ایسا عامل جو معین مقدار سے زیادہ مال لے، یا چن کر اچھا مال لے اس شخص کی مانند ہے جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والا ہو، یعنے دونوں کا گناہ برابر ہے۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۷۳ (۲۳) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْخَرْصِ وَقَالَ اَرَءَیْتُمْ اِنْ ھَلَکَ الثَّمَرُ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ مَالَ اَخِیْہِ بِالْبَاطِلِ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خرص یعنی تخمینہ لگا کر زکوٰۃ وصول کرنے سے منع فرمایا ہے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اگر تمہارے بھائی کے پھل تلف ہو جائیں تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کو باطل یا حرام طریقہ سے کھائے اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

ف:۔ واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خرص یعنی تخمینہ لگا کر زکوٰۃ وصول کرنے سے منع فرمایا ہے، خرص کی تفصیل یہ ہے کہ جب کھجور یا انگور اور اسی قسم کے اور پھل جن پر زکوٰۃ واجب ہے، پکنے لگیں تو بادشاہ کسی تجربہ کار آدمی کو روانہ کرے کہ وہ کھجور یا انگور وغیرہ کو دیکھ کر بتائے اور اندازہ لگائے کہ یہ پھل سوکھ کر کس قدر ہوں گے، پھر حساب کر کے پھلوں کا دسواں حصہ معین کر دے جس کو زکوٰۃ میں ادا کرنا ہوگا پھر پھلوں کو مالک کے ذمہ چھوڑ دے اور جب پھل پک کر سوکھ جائیں تو اس وقت آکر دسواں حصہ لے لے جس کو پہلے معین کر چکا تھا، اس کی ممانعت امام طحاوی کی مذکور الصدر حدیث سے ثابت ہوتی ہے، ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ پھل کا تخمینہ قائم کر کے اس طرح زکوٰۃ معین کرنا سود کا سبب ہو جاتا ہے، اور خرص کے جواز میں جتنی حدیثیں وارد ہیں وہ درحقیقت اس زمانہ کی بات ہے جس وقت سودی لین دین کی حرمت وارد نہیں ہوئی تھی اور جب سود کی حرمت نازل ہوئی تو اس قسم کے سودی لین دین کی حرمت بھی ہو چکی اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح میں مروی ہے اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ سود کی حرمت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی ہے۔ (ماخوذ از مرقات) ۱۲)

۲۲۷۴ (۲۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ نَحْوَہٗ وَلَمْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے شہد پر (زکوٰۃ میں) دسواں حصہ لیا ہے اس کی روایت ابن ماجہ

يَتَكَلَّمْ اَبُوْدَاؤدَ عَلَيْهِ فَاَقَلُّ حَالَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ حَسَنًا وَهُوَ حُجَّةٌ۔

نے کی ہے، اور ابوداود اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس شہد کی زکوٰۃ میں عشر واجب ہے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اجب کہ وہ عشری زمین میں نکلتا ہو۔

۲۲۷۵ ۲۵ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
قَالَ مِيْرَكُ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں، ان سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا، اے عورتو! تم اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو، اگرچہ کہ وہ تمہارے زیورات ہی میں سے ہو کیونکہ تم میں سے قیامت کے دن اکثر (مال) کی محبت میں زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی وجہ سے) دوزخی ہوں گے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور میرک نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اکثر عورتیں زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے دوزخی ہوں گی ظاہر ہے کہ اس قسم کی وعید اسی وقت ہوتی ہے جب کہ کوئی فرض حکم چھوڑ گیا ہو تو اس حدیث شریف میں زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے پر جو وعید مذکور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے اور یہی مذہب حنفی ہے ۱۲۔

۲۲۷۶ ۲۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا اِبْنَةٌ لَهَا وَفِيْ يَدِ اِبْنَتِهَا مِسْكَتَانِ غَلِيْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا اَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا قَالَتْ لَا قَالَ اَيَسُرُّكِ اَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا جی نہیں، (زکوٰۃ نہیں ادا کرتی ہوں) اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ قیامت کے دن (زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے سزا کے طور پر) اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنا دے۔ راوی نے کہا (یہ سن کر) ان خاتون

نے دونوں کنگن لڑکی کے ہاتھ سے اتار کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے اور کہنے لگیں کہ یہ دونوں کنگن اللہ اور اللہ کے رسول کی نذر ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۲۷۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَاٰى فِيْ يَدِيْ فَتَخَاتٍ مِّنْ وَّرِقٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَآئِشَةُ فَقُلْتُ صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَتُؤَدِّيْنَ زَكٰوتَهُنَّ قُلْتُ لَا اَوْ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَ هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

وَاَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

حضرت عبد اللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ فرمانے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) میرے پاس تشریف لائے، تو میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھ کر دریافت فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے یہ اس لیے بنوائی ہیں تاکہ آپ کے لیے آرائش کر سکوں (بن سنور کر) آپ نے دریافت فرمایا! کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو! میں نے عرض کیا نہیں، یا اس کے علاوہ کچھ اور جواب دیا جو اللہ کو منظور تھا تو اس دریافت پر آپ نے ارشاد فرمایا، تمہیں جہنم میں لے جانے کے لیے بس یہی کافی ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور حاکم نے اس کی تخریج اپنی مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق۔ صحیح حدیث ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

۲۲۷۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدِّيَ زَكٰوتَهٗ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

وَاَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ کنز ہے (یعنی خزانہ ہے کہ جس کی برائی بیان کی گئی ہے) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مال زکوٰۃ ادا کرنے کی مقدار (نصاب) کو پہونچ جائے اور اس کی زکوٰۃ دیدی جائے تو وہ کنز نہیں۔ اس کی روایت امام مالک اور ابو داؤد نے کی ہے۔ اور حاکم نے اس کی تخریج مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری

وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ۔

کی شرط پر صحیح ہے اگرچہ امام بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

ف :۔ واضح ہو کہ مذکورہ بالا احادیث میں سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ نہ دینے کی سخت وعیدیں وارد ہیں اور اس قسم کی وعیدیں اسی وقت وارد ہوتی ہیں جب کہ کوئی فرض چھوٹ رہا ہو تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ۱۲

۲۲۷۹/۲۹ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نَعُدُّ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والٖہ وسلم ہمیں اس سامان میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا کرتے تھے جس کو ہم فروخت اور تجارت کے لیے جمع کرتے تھے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کے وجوب کا بیان

ف: صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے، جس پر زکوٰۃ واجب ہے یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن اس کے پاس ضروری اسباب سے زیادہ اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہے خواہ وہ تجارت کا مال ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس مال پر سال گزرے یا نہ گزرے اس صدقہ کو شریعت میں صدقہ فطر، فطرہ اور زکوٰۃ بھی کہتے ہیں، صدقہ فطر اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، اگرچہ بیوی اور بالغ بچوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں اگر بیوی اور بالغ بچوں کی طرف سے بھی ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا۔

صدقہ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا نصف صاع جس کے اس زمانہ کے پیمانہ کے لحاظ سے دو کیلو ہوتے ہیں دینا چاہیے اور اگر جو یا جو کا آٹا دیوے تو اس کا دگنا ادا کرنا ہوگا۔ اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج جیسے جوار یا چنا دے تو مذکورہ مقدار گیہوں یا جو کی قیمت کی جوار یا چنا دیدے اور اگر گیہوں اور جو نہیں دیئے بلکہ اتنے گیہوں یا جو کی قیمت دیدے تو قیمت دینا بھی جائز ہے۔

ایک آدمی اپنا فطرہ ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدے دونوں باتیں جائز ہیں، اور اگر کئی آدمیوں کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دیدے تو یہ بھی درست ہے اور فطرہ کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں (ہدایہ، رد المحتار، فتاوٰی عالمگیری) ۱۲۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ :

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام

سْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۔ لے کر نماز پڑھی۔ (سورۃ الاعلیٰ، ۱۵ / ۱۴)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ دل کی پاکیزگی کے ساتھ رب تعالیٰ کا نام لینے کی تاثیر کچھ اور ہی ہوتی ہے اولیاء کے ذکر اللہ اور عوام کے ذکر اللہ میں فرق ہے، اسی لیے بزرگوں سے دعا و دم وغیرہ کرواتے ہیں کہ دل کی پاکیزگی جو انہیں حاصل وہ ہمیں حاصل نہیں۔

ف: تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ "تزکی" سے مراد صدقہ فطر کا ادا کرنا ہے اور ترغیب و ترہیب میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت صدر کی تفسیر میں مروی ہے کہ "مَنْ تَزَكّٰى" سے وہ شخص مراد ہے جس نے صدقہ فطر ادا کیا۔ ۱۲۔

۲۲۸۰۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ اَدُّوْا صَاعًا مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَّعَبْدٍ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَقَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ هٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ وَرَوٰى اَبُوْ دَاؤدَ نَحْوَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر سے ایک دو دن پہلے لوگوں کو مخاطب فرمائے کہ ہر دو آدمیوں کی طرف سے ایک صاع گیہوں (صدقہ فطر میں) ادا کرنا واجب ہے[1] نصف صاع کی مقدار واجب ہے۔ گیہوں کے سوا اگر) کھجور یا جو ہوں تو ہر آدمی کی جانب سے ایک صاع کی تعداد ادا کرنا (واجب) ہے۔ اس کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو داؤد نے بھی اس کی روایت اسی کے قریب کی ہے۔

۲۲۸۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَ صَارِخًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِيْ اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں ایک آدمی کو یہ ندا دینے کے لیے روانہ فرماتے تھے کہ ہر مسلمان پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اگرچہ کہ بخاری اور مسلم نے ان الفاظ سے اس حدیث کی روایت نہیں کی ہے۔

[1] یہاں دو آدمیوں میں ایک صاع کا جو ارشاد ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک آدمی پر، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بڑا۔

۲۲۸۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُوْنُوْنَ۔
(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے آزاد اور غلام کی جانب سے ادا کیا جائے جن کی پرورش کی ذمہ داری تم پر ہے، اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے۔

۲۲۸۳ وَعَنِ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ لَهِيْعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يَخْرُجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ اِنْسَانٍ يَعُوْلُ مِنْ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ وَلَوْ كَانَ نَصْرَانِيًّا مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔
(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ فِيْ مُشْكِلِهٖ)

ابن مبارک ابن لہیعہ سے وہ عبید اللہ ابن ابی جعفر سے اور وہ اعرج سے اور اعرج ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ صدقہ فطر ہر اس شخص کی جانب سے ادا کرتے تھے جو ان کے زیر پرورش ہوتا، چاہے وہ نابالغ ہو یا بالغ، آزاد ہو یا غلام، اگرچہ غلام نصرانی ہی کیوں نہ ہو، اگر گیہوں ہوتے تو دو مد اور اگر کھجور ہوتے تو ایک صاع (ہر ایک کی جانب سے صدقہ فطر میں دیا جاتا تھا اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے مشکل الآثار میں کی ہے۔

ف: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں صدقہ فطر چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑے یعنی بالغ بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنے کا ذکر ہے، جب کہ یہ زیر پرورش ہوں۔ رد المحتار میں لکھا ہے کہ باپ پر اپنے بالغ بچہ کی طرف سے اس وقت صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے جب کہ وہ مجنون ہو، اگر بالغ بچہ عاقل بھی ہو تو باپ کے ذمہ ایسی صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگر باپ ایسے بچہ کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے تو استحساناً جائز ہے اور صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگر شوہر بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے تو استحساناً جائز ہے اور صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے۔ ۱۲

۲۲۸۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَخْرُجُ الرَّجُلُ الزَّكٰوةَ الْفِطْرَ عَنْ كُلِّ مَمْلُوْكٍ لَهٗ وَاِنْ كَانَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے ہر غلام کی طرف سے چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو صدقہ فطر ادا کرے۔ اس کی روایت عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں کی ہے، اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَکَانُوْا یُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ۔

واٰلہٖ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے اور بخاری کی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدقہ فطر عید الفطر کے ایک دن یا دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔

ف: رد المحتار میں لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ صدقہ فطر عید الفطر کے دن، صبح صادق کے بعد عید گاہ جانے سے پہلے دیدیا جائے، اور اگر عید الفطر کے دن سے پہلے اور بعد میں صدقہ فطر دیدے تو بھی درست ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدقہ فطر عید الفطر کے پہلے ادا کر دیا کرتے تھے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں مذکور ہے۔ صاحب رد المحتار نے اس بارے میں بصراحت کی ہے کہ صحابہ اس قسم کے کام اسی وقت انجام دیتے جب کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس بارے میں سنا ہو، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کرتے دیکھا ہو۔ ۱۲۔

۲۲۸۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًی رَوَاهُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِهٖ وَذَکَرَهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِهٖ تَعْلِیْقًا فِیْ کِتَابِ الْوَصَایَا وَتَعْلِیْقَاتُهُ الْمَجْزُوْمَةُ لَهَا حُکْمُ الصِّحَّةِ وَرَوَاهُ مَرَّةً مُسْنَدًا بِغَیْرِ هٰذَا اللَّفْظِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر ہر تونگر پر واجب ہے۔ اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔ اور امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں تعلیقاً کتاب الوصایا میں بیان کیا ہے، اور امام بخاری کی تعلیقات کا حکم احادیث صحیحہ کا ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صدقہ فطر غنی یعنی تونگر پر واجب ہے اور شریعت میں تونگر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہو، یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے پاس ضروری اسباب (جیسے گھر، کپڑے اور گھر کا سامان وغیرہ) سے زیادہ اتنی قیمت کا مال واسباب ہو کہ جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، خواہ وہ تجارت کا مال ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس پر سال گزرے یا نہ گزرے۔ (ہدایہ۔ رد المحتار)

۲۲۸۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ صَارِخًا بِمَکَّةَ صَاحَ اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِیْرٍ اَوْ تَمْرٍ رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ وَصَحَّحَهٗ وَرَوَی الْبَزَّارُ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک آدمی کو مکہ معظمہ یہ ندا دینے کے لیے روانہ فرمایا کہ صدقہ فطر اسلام کا (ایک شرعی) حق ہے جس کا ادا کرنا (ہر مسلمان پر) واجب ہے) اور جس کی مقدار یہ ہے (گیہوں (دینا چاہے تو

ہر آدمی کی طرف سے) دو مُد اور (اگر) جو یا کھجور دینا چاہیے، تو ایک صاع (دیا جائے) اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے۔ اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بزار نے بھی اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں صدقہ فطر بھی مقدار دو مد گیہوں مقرر فرمائی گئی ہے، واضح ہو کہ اس زمانہ کے پیمانہ کے لحاظ سے دو مد کے دو کیلو ہوتے ہیں اور جو یا کھجور کی مقدار ایک صاع مقرر فرمائی گئی ہے جس کے چار کیلو ہوتے ہیں کیونکہ دو مد نصف صاع کے برابر ہوتے ہیں جس کو امام طحاوی نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور بیہقی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عبدالرزاق نے حضرات ابن زبیر جابر، ابن عباس، ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور دارقطنی کے پاس دو مد نصف صاع کے برابر ہونے کے بارے میں مرفوع حدیثیں بھی مروی ہیں اور اگر گیہوں کی بجائے صدقہ فطر میں کھجور یا جو دی جائے تو ہر آدمی کی طرف سے ایک صاع مقدار کا ادا کرنا ایسی احادیث سے ثابت ہے جس کی روایت سنن کی کتابوں میں صحیح حدیثوں کے ذریعہ کی گئی ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے"۔

۲۲۸۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي فِجَاجِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَفِيهِ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی کو مکہ معظمہ کی گلیوں میں یہ ندا دینے کے لیے روانہ فرمایا کہ صدقہ فطر کا ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور (نداء کے الفاظ میں) یہ بھی (تھا) کہ (اگر گیہوں دیئے جائیں تو) دو مد دیئے جائیں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۸۸ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ كُنَّا نُؤَدِّي زَكٰوةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ بِالْمُدِّ الَّذِي تَقْتَاتُونَ بِهِ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صدقہ فطر میں ایک ایک آدمی کی طرف سے) دو دو مد گیہوں دیا کرتے تھے یہ وہی مد ہوتا تھا جس کو ہم کھانے پینے (کے اجناس کے ناپ تول) میں استعمال کرتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔

۲۲۸۹ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ فِيْ مَرَاسِيْلِهٖ وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ عَنْهُ نَحْوَهُ وَقَالَ فِي التَّنْقِيْحِ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ كَالشَّمْسِ وَكَوْنُهُ مُرْسَلًا لَا يَضُرُّ فَاِنَّهُ مُرْسَلُ سَعِيْدٍ وَمَرَاسِيْلُهُ حُجَّةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرًا لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ ۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صدقہ فطر (کی مقدار) دو مد مقرر فرمائی ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں کی ہے، اور امام طحاوی نے بھی سعید بن المسیب سے اس طرح روایت کی ہے۔

اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صدقہ فطر کو روزہ کی حالت میں ہونے والے بیہودہ کاموں اور فحش باتوں سے پاک کرنے والا قرار دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے (صدقہ فطر کو) اس لیے بھی (واجب) قرار دیا ہے کہ اس سے مساکین کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے زَكٰوةُ الْفِطْرِ طُهْرًا لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ (روزہ میں جو لغو کام اور فحش باتیں ہو جائیں صدقہ فطر ان کے لیے کفارہ ہے اور صدقہ فطر سے مساکین کی خوراک کا بھی انتظام ہو جاتا ہے، فقہاء نے بالغ اور مکلّف لوگوں پر صدقہ فطر کے وجوب کی علت طُهْرًا لِلصِّيَامِ کو قرار دیا ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں) اور نابالغ بچوں پر صدقہ فطر کے وجوب کی علت طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ، قرار دی گئی ہے اس لیے کہ بچوں پر روزہ فرض نہیں، اس لیے کہ وہ غیر مکلّف ہیں تو بچوں پر صدقہ فطر اس لیے واجب ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے سے مساکین کی خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے۔ (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) ۱۲۔

بَابُ مَنْ لَّا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

اس باب میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر لینا جائز نہیں

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اے محبوب! ان کے مال سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔
(سورۃ التوبہ، ۱۰۳)

ف: اور اپنے دست مبارک سے فقراء کو دو، تاکہ تمہارے ہاتھ شریف کی برکت سے ان کے صدقات

زیادہ قبول ہوں، صحابہ کرام اپنے صدقات حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک سے خیرات کرواتے تھے اب بھی مسلمان ایصال ثواب کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ثواب کا ہدیہ پیش کرتے ہیں، پھر دوسروں کے لیے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پاکیزگی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ کرم سے ملتی ہے۔ عبادات اس نگاہ کرم کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں کیونکہ فرمایا اسے محبوب اس صدقہ کے ذریعہ آپ انہیں پاک کر دو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے بندوں کو نوازتا ہے۔

۲۔ وَقَوْلُهٗ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۔ یا خاک نشین مسکین کو، (سورۃ البلد، ۱۶)

ت، نہایت تنگ دست، جس کے پاس نہ تو رہنے کے لیے مکان ہو، نہ بچھانے کے لیے بستر، کھلی زمین میں فرش خاک پر گزارہ کرتا ہو، اس میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے کہ مسکین وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور فقیر وہ جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو۔ یا خاک نشین سے مراد غازی بالیے وسیلہ مسکین ہے، یا وہ فقیر جو بھیک نہ مانگے اور اپنے فقر کو چھپائے تو ایسے لوگوں کو صدقہ دینا افضل ہے۔

۲۲۹۰ (۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم راستہ سے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک کھجور پر پڑی جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی، آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کہیں یہ صدقہ کا ہو تو میں اس کو کھا لیتا لیکن میں نے اس کو نہیں کھایا، اس خوف سے کہ کہیں یہ صدقہ کا ہو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۹۱ (۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَاْكُلْ وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب کہیں سے) کھانا پیش کیا جاتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دریافت فرماتے کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ (ان) اصحاب سے (جو اہل بیت سے نہ ہوں) فرماتے آپ لوگ کھا لیجئے اور اگر یہ عرض کیا جاتا کہ (یہ کھانا) ہدیہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا دست مبارک بڑھاتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ

تناول فرماتے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۹۲ وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زکوٰۃ کے کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی دیہ دیکھ کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے کخ کخ (یعنی تھوک دو، تھوک دو) فرمایا تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال کر پھینک دیں، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (تفہیم) کے لیے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم (بنی ہاشم ہیں) زکوٰۃ اور صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ" ہم (بنی ہاشم) زکوٰۃ اور صدقہ نہیں کھاتے ہیں اسی بناء پر درمختار میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں۔ چنانچہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو صدقہ دینا مطلقاً منع ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کا کسی بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے، جیسا کہ نہر میں مذکور ہے شرح النقایہ میں لکھا ہے کہ امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ بنی ہاشم کو اس زمانہ میں ہر قسم کے صدقات لینا جائز ہے اور صدقات لینے کی حرمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک ہی میں تھی، کیونکہ بنو ہاشم کو مال غنیمت میں خمس ملا کرتا تھا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساقط ہو گیا جس کی وجہ سے بنو ہاشم کے لیے صدقات کا قبول کرنا جائز ہو گیا۔ امام طحاوی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ زکوٰۃ اور دیگر صدقات بنی ہاشم کو دینا جائز ہے۔ ۱۲۔

۲۲۹۳ وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ صدقات لوگوں کے (اموال کے) میل ہیں (جو لوگوں کو اور ان کے مالوں کو پاک کرتے ہیں اس لیے) نہ تو یہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حلال ہیں نہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل کے لیے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صدقات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال نہیں، اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ یہاں، آل محمد سے مراد اقرباء یعنی بنو ہاشم ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔
اولاد حارث بن عبد المطلب، اولاد عباس بن عبد المطلب، اولاد حضرت علی بن ابی طالب، اولاد جعفر بن ابی طالب، اولاد عقیل بن ابی طالب ہدایہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ ۱۲۔

۲۲۹۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ إِحْدَى السُّنَنِ إِنَّهَا عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدُمٌ مِنْ أُدُمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيهَا لَحْمٌ قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ بریرۃ (جو حضرت عائشہ کی آزاد کردہ باندی تھیں) کی وجہ سے شریعت کے تین احکام معلوم ہوئے (ایک) یہ کہ جب بریرہ آزاد کردی گئی تو ان کو اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیدیا گیا[1] (دوسرا حکم یہ تھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (بریرہ کی آزادی کے موقع پر) ارشاد فرمایا کہ حق ولا اسی کو حاصل ہے جس نے اس کو آزاد کیا (یعنی غلام یا باندی کو کوئی آزاد کردے اور اس کے بعد ان کے پاس مال ودولت آجائے پھر وہ مرجائیں اور ان کا کوئی حقیقی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا ہی ان کا وارث ہوگا اس حق کو حق ولاء کہتے ہیں۔ (تیسرا حکم یہ تھا کہ) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک دفعہ تشریف لائے) اس وقت ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روٹی) اور گھر کا دوسرا سالن پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں ہانڈی میں گوشت پکتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں (یہ مجھے کیوں نہیں دیا جاتا) عرض کیا گیا، کہ جی ہاں

[1] (اس کو خیار عتق کہتے ہیں، خیار عتق یہ ہے کہ باندی جب آزاد کردی جائے تو وہ مختار ہے کہ چاہے تو وہ اپنے سابقہ نکاح کو فسخ کردے یا باقی رکھے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام)

گوشت پک رہا ہے، لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا تھا اور آپ چونکہ صدقہ نہیں کھاتے (اس لیے آپ کو نہیں دیا گیا) اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کہ (وہ گوشت) جو بریرہ کو دیا گیا تھا، وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے (بریرۃ کی جانب سے) ہدیہ ہے۔

(اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز حاجت مند کو بطور زکوٰۃ صدقہ دی جائے اور وہ شخص کسی ایسے شخص کو وہ مال دیدے جس پر زکوٰۃ حرام ہے تو اس کو اس مال کا لے لینا جائز ہے، کیونکہ ملک کی تبدیلی اس چیز کے وصف کی تبدیلی کا سبب ہے۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری نے اس کی روایت مقطعا یعنی چیدہ چیدہ کی ہے۔

٢٢٩٥ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور ہدیہ کا بدلہ دیا کرتے تھے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

٢٢٩٦ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روایت فرماتے ہیں کہ اگر مجھے بکرے کے ایک پایہ کی بھی دعوت دی جائے (اس سے ادنیٰ سے ادنیٰ چیز مراد ہے) تو میں اس کو قبول کروں گا اور اگر میرے پاس بکرے کا ایک دست بھی ہدیۃً بھیجا جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

٢٢٩٧ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روایت فرماتے ہیں کہ حقیقی مسکین وہ نہیں

عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہے جو ایک ایک دو دو لقموں اور ایک ایک دو دو کھجوروں کے لیے لوگوں کے گرد گھومتا رہے، لیکن (حقیقی) مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی کفایت کرے اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے لوگوں سے اس کو) بے نیاز کر دے اور (وہ کسی سے سوال نہیں کرتا اس وجہ سے) لوگوں کو اس کی ضرورت کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو خیرات دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے پاس جا کر مانگتا پھرتا ہے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ زکوٰۃ کے مستحق مسکین اور فقیر دونوں ہیں، فقیر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال نہ ہو، اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (سورۃ البلد پ ۳۰ ع ۱ میں) یا کسی مسکین خاک نشین کو، اس وجہ سے امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ دونوں کے پاس اور ان کے پاس بھی جنھوں نے ان دونوں آئمہ کی پیروی کی ہے، مسکین فقیر سے زیادہ تنگ حال ہوتا ہے۔ یہ مضمون مرقات، درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہے ۱۲)

۲۲۹۸ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبُ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِي الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا تو انھوں نے ابو رافع سے کہا، تم بھی میرے ساتھ چلو کہ تمہیں بھی اس میں کچھ مل جائے گا تو ابو رافع نے فرمایا نہیں (میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا) تا وقتیکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر) اس مسئلہ کو دریافت نہ کر لوں، چنانچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر) اس مسئلہ کو دریافت کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں (اس لیے کہ ہم بنی ہاشم ہیں) اور قوم کے غلام اسی قوم میں شمار ہوتے ہیں (یعنی غلام بھی اپنے آقا کی قوم میں شمار کیے جاتے ہیں اس

لہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں

لیے تم بندے بھی صدقہ حلال نہیں۔ اس حدیث کی روایت ترمذی ابو داؤد، اور نسائی نے کی ہے۔

۲۲۹۹ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَأَلَ مِنْ غَيْرِ فَقْرٍ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الْجَمْرَ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ وَاَبِيْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيِّ وَاَحْمَدَ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ جس کسی شخص نے بغیر فقیر و احتیاج کے سوال کیا وہ آگ کھاتا ہے۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے، اور ترمذی ابو داؤد، دارمی، امام احمد نسائی اور ابن ماجہ ان سب کتابوں کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح مروی ہے کہ غنی کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں ہے۔

ف: صدر کی حدیث میں بغیر فقر و احتیاج کے سوال کرنے کی جو وعید مذکور ہے اس سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے کہ سوال اسی وقت کرنا جائز ہے جب کہ کوئی فقیر اور تنگی میں ہو جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے۔ ۱۲

ف: واضح ہو کہ حدیث کے دوسرے حصہ میں ارشاد ہے کہ غنی کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں اس بارے میں مرقات میں محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ غنی یعنی تونگری کی تین قسمیں ہیں، غنی کی ایک قسم یہ ہے کہ جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نصاب کا مالک ہو، اور اس پر سال بھی گزر رے اور وہ مال نامی یعنی اس میں بڑھنے کی صلاحیت موجود ہو، غنی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کو صدقہ لینا اس لیے جائز نہیں کہ اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہونے کا نصاب یہ ہے کہ کسی کے پاس اس کے ضروری اسباب سے زیادہ اتنی قیمت کا مال و اسباب موجود ہو کہ اتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور غنی کی تیسری قسم یہ ہے کہ جس کی وجہ سے اگر کوئی اس کو صدقہ دیدے تو وہ صدقہ تو لے سکتا ہے لیکن سوال نہیں کر سکتا اور یہ وہ ہے کہ اس کے پاس ایک دن کی خوراک اور اتنا کپڑا موجود ہو جس سے اس کی ستر پوشی ہو جائے۔ مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔ اور شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ اغنیا کو نہ دی جانی چاہیئے۔ وہ جہاد کے لیے جا رہے ہوں یا حج کے لیے اور یہی حنفی مذہب ہے۔ ۱۲۔

۲۳۰۰ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ[۱] قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا

حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے دو آدمیوں

لہ اور بغیر استحقاق کے مال حاصل کر لیا تو گویا وہ مال نہیں کھاتا ہے بلکہ ۔

أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهٗ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَّ لَا لِقَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

نے بیان کیا کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت زکوٰۃ کا مال تقسیم فرما رہے تھے، انھوں نے بھی آپ سے زکوٰۃ کا مال طلب کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غور سے دیکھا اور نگاہیں نیچی کرلیں، ہم کو قوی اور تندرست دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم کو اس میں سے دیدوں لیکن زکوٰۃ میں نہ تو غنی کا حصہ ہے اور نہ ایسے قوی شخص کا حصہ ہے جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "وَإِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا" اُن دو قوی شخصوں سے جنھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زکوٰۃ کا مال طلب کیا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، "اگر تم دونوں چاہو تو میں تم کو اس (مال زکوٰۃ میں سے) کچھ دیدوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے دو جز ہیں (۱) ایک یہ کہ قوی اور کمانے کی طاقت رکھنے والے کا سوال کرنا (۲) دوسرا یہ کہ قوی اور کمانے کی طاقت رکھنے والے کو مال زکوٰۃ کا دینا۔

ان دونوں صورتوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قوی اور تندرست شخص کو زکوٰۃ دینا حرام ہے خواہ وہ سوال کرے یا نہ کرے، مسلک حنفی پہلے جزو کے بارے میں یہ ہے کہ قوی اور تندرست شخص کا سوال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اگر کوئی قوی اور تندرست کا سوال کرنا حرام نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُن سے یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو یعنی مال طلب کرو، کیونکہ بظاہر تمہارا قوی اور تندرست ہونا اور کمانے کی طاقت رکھنا۔ تمہارے لیے سوال کرنے کی حرمت کا سبب ہے۔ اس سے قوی اور تندرست کے لیے حرمتِ سوال کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام اور امام طحاوی نے فرمایا ہے، جس کو صاحب مرقات نے بیان کیا ہے۔

ارشاد مبارک "وَإِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا" کے دوسرے جزو قوی اور تندرست کو مال زکوٰۃ کا دینا ہے۔ اس بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ اور تندرست کو جب کہ وہ سوال کرے مالِ زکوٰۃ کا دینا جائز ہے۔ اس لیے کہ سوال کرنے والے کی حقیقت حال سے دینے والا باخبر نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسے شخص کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو (مال زکوٰۃ میں سے) دیدوں اگر ان قوی اور تندرست آدمیوں کا مالِ زکوٰۃ کا لینا حرام ہوتا کہ جس کی وجہ سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہی ادا نہ ہوتی تو حضور ان سے یہ نہ فرماتے کہ میں اس میں سے تم کو دیدیتا ہوں (یہ مضمون ہدایہ سے ماخوذ ہے

اور ابن الہمام اور امام طحاوی اور سندھی نے بھی ایسا ہی کہا ہے) اور اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ توی اور تندرست شخص جو کمانے کی طاقت بھی رکھتا ہو اور اگر وہ فقیر اور تنگ دست ہو تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے ۱۲۔

۲۲۳۰ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ يَقُوْلُ اَمَّرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ مِنْ صَدَقَاتِهِمْ فَفَعَلَ وَكَتَبَ لِيْ بِذٰلِكَ كِتَابًا فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ مِنَ السَّمَآءِ فَجَزَّاَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَآءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَآءِ اَعْطَيْتُكَ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗد نَحْوَهٗ)

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ان کے صدقات یعنی زکوٰۃ میں سے کچھ مقرر فرما دیجئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (میرے لیے زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ) مقرر فرمایا اور ایک حکم نامہ بھی لکھوا دیا۔ ایک دوسرا شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی زکوٰۃ میں سے کچھ دیدیجئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے متعلق فیصلہ نبی یا غیر نبی کسی کے ہاتھ میں نہیں رکھا، بلکہ اللہ بزرگ و برتر نے اس کے بارے میں آسمان سے حکم نازل فرمایا ہے۔ پس تقسیم کیا اللہ تعالیٰ نے (زکوٰۃ کو) آٹھ حصوں پر (یعنی) آٹھ قسم کے آدمیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو حلال کیا ہے پس اگر تم ان (آٹھ) قسم کے لوگوں میں سے ہو تو میں تم کو زکوٰۃ دیدوں گا۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مستحقین زکوٰۃ کا ذکر ہے ان کو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے (سورۂ توبہ پ۱۰ ع۸)

(زرض صدقات یعنی زکوٰۃ تو صرف غریبوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے وصول کرنے والوں کا اور ان کا (حق ہے) جن کی دل جوئی کرنا منظور ہے، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کرنا اور قرض داروں (کے قرض کی ادائیگی) میں خرچ کرنا اور راہِ جہاد میں صرف کرنا اور مسافروں کو امداد دینا۔

آیت شریف میں زکوٰۃ کے مستحق آٹھ آدمیوں کو قرار دیا گیا ہے جن میں فقراء اور مساکین کی تفصیل حدیث ۷۹ کے فائدہ میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے گذر چکی ہے۔ بقیہ اشخاص کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۳) عاملین یعنے محصلین زکوٰۃ جو سلطانِ اسلام کی طرف سے مقرر ہوں ان کو باوجود غنی ہونے کے اسی زکوٰۃ میں بطور اجرت کے دینا جائز ہے مگر عامل بنی ہاشم ہو تو اس کو مالِ زکوٰۃ میں سے دینا جائز نہیں۔

(۴) مُؤَلَّفَةِ قُلُوبُ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ان لوگوں کو بھی زکوٰۃ دی جاتی تھی جو مسلمان نہ ہو مگر ان کے مسلمان ہونے کی امید پر یا ان کے شر اور فتنہ سے بچنے کے لیے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں ان کے زکوٰۃ کے مستحق نہ ہونے پر اجماع ہو گیا اور اب یہ حکم باقی نہ رہا۔

(۵) اَلرِّقَابُ یعنے مکاتب　ایسا غلام جس کو اس کے مالک نے کہدیا ہے کہ تو اتنا روپیہ دیدے تو آزاد ہے ایسے غلام کو زکوٰۃ دینی جائز ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو وہ رقم دے کر آزاد ہو جائے۔

(۶) اَلْغَارِمِیْنَ، سے مراد ایسے قرضدار ہیں جن پر اتنا قرض ہو کہ قرض کے منہا ہونے کے بعد جو رقم باقی رہ جائے نصاب سے کم ہو تو ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دے کر ان کے قرض کو ادا کرنا درست ہے۔

(۷) فِیْ سَبِیْلِ اللہ۔ ایسے مجاہد اور غازی کو زکوٰۃ کا دینا درست ہے جو اپنا گھر اور مال و اسباب تو رکھتا ہے مگر میدان جہاد میں گھر سے جدا ہو کر حاجت مند ہو گیا ہے اور یہاں اس کے پاس کوئی سامان نہیں، یہی حکم حاجی کا ہے۔

(۸) اِبْنُ السَّبِیْل۔ ایسا مسافر جو اپنے وطن میں مال و دولت رکھتا ہو لیکن مسافرت میں غریب الوطن ہو کر حاجت مند ہو گیا ہے ایسے شخص کو بھی مالِ زکوٰۃ دینا درست ہے۔

ان ساری صورتوں میں شرط یہ ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جائے ان کو اس کا مالک کر دیا جائے بغیر مالک بنائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

یہ سارے احکام فرض زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔ نفل صدقات میں شرائط نہیں ہیں ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ لینے والا ہاشمی نہ ہو۔ (ہدایہ، تفسیرات احمدیہ، بیان القرآن) ۱۲

۲۳۰۲ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ الْاٰیَۃَ قَالَ فِیْ اَیِّ صِنْفٍ وَضَعْتَہٗ اَجْزَأَكَ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ وَرَوٰی اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ عُمَرَ نَحْوَہٗ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت شریف اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ الخ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کو مستحق زکوٰۃ قرار دیا گیا ہے ان میں سے تم کسی کو بھی زکوٰۃ دو گے تمہاری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اس کی روایت بیہقی نے کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مستحقین زکوٰۃ میں سے جس کسی کو زکوٰۃ دی جائے، زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اس بارے میں ہدایہ میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے وہ مذکورہ مستحقین زکوٰۃ

جس سے ہر ایک کو دے یا چاہے تو وہ مذکورہ لوگوں میں کسی ایک ہی کو دیدے۔ ہر دو صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ۱۲۔

۲۳۰۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَعْوَزَنَا مَرَّۃً فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَفَّ اَعَفَّہُ اللّٰہُ وَمَنِ اسْتَغْنٰی اَغْنَاہُ اللّٰہُ وَمَنْ سَاَلَنَا اَعْطَیْنَاہُ قَالَ قُلْتُ فَلَاَسْتَعِفَّنَّ فَیُعِفَّنِیَ اللّٰہُ وَلَاَسْتَغْنِیَنَّ فَیُغْنِیَنِیَ اللّٰہُ قَالَ فَوَاللّٰہِ مَا کَانَ اِلَّا اَیَّامٌ حَتّٰی اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَسَمَ زَبِیْبًا فَاَرْسَلَ اِلَیْنَا مِنْہُ ثُمَّ قَسَمَ شَعِیْرًا فَاَرْسَلَ اِلَیْنَا مِنْہُ ثُمَّ سَالَتْ عَلَیْنَا الدُّنْیَا فَغَرَّقَتْنَا اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کو تنگ دستی لاحق ہوئی تو میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم ارشاد فرماتے جو شخص (باوجود تنگی کے) سوال کرنے سے بچے (اور اپنی تنگی کا دوسروں سے شکوہ نہ کرے) تو اللہ تعالٰی اس کو (دوسروں کا محتاج ہونے سے بچا لیتے ہیں اور جو (دوسروں کے مال سے اپنے دل کو) غنی رکھے، تو اللہ تعالٰی اس کو غنی بنا دیتے ہیں اور جو ہم سے مانگے، ہم اس کو دیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں، میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ میں اب کسی سے سوال نہیں کروں گا تاکہ اللہ تعالٰی مجھے دوسروں کا محتاج بننے سے بچائے اور اپنے (قلب) کو غنی رکھوں گا تاکہ اللہ تعالٰی مجھے غنی بنا دے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے اس عزم کے بعد خدا کی قسم! چند ہی روز نہ گذرنے پائے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام میں کشمش تقسیم فرمائی تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس میں سے ہمارے لیے بھی حصّہ روانہ فرمایا۔ پھر کیا تھا کہ ہم پر دنیا کا سیلاب اُمنڈ آیا اور (دنیا نے تونگری میں) میں ہم کو ڈبو دیا۔ ہاں! مگر وہی شخص محفوظ رہا جس کو اللہ تعالٰی نے محفوظ رکھا۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے «مَنْ سَاَلَنَا اَعْطَیْنَا» یعنی جو ہم سے مانگے ہم اس کو دیں گے۔ اس بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ فرمان اپنے صحابہ سے تھا جن میں اکثر و بیشتر صحیح و تندرست تھے ان میں کوئی اپاہج یا مریض نہ تھے ہاں! البتہ تنگدست ضرور تھے، ان کے صحیح و تندرست ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم

نے ان کو زکوٰۃ حاصل کرنے سے نہیں روکا، اور یہ نہیں فرمایا کہ ہم اسی کو زکوٰۃ دیں گے جو صحیح اور تندرست نہ ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ لینے کے جائز ہونے کی شرط صحت اور مرض نہیں، بلکہ تنگدستی ہے۔

اس حدیث شریف سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے والے پر اس شخص کو فضیلت دی ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور اپنے کو مانگنے سے بچاتا ہو۔ جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے ۱۲۔

۲۳۰۴/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِّنْ اَھْلِ الْكِتَابِ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآءِ ھِمْ فَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَآءِ ھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِیَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (یمن کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم میں جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں (یعنی یہود و نصاریٰ ہیں)، پس تم ان کو اسلام کی) دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں (یعنی حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو مان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اگر وہ اس بات کو (یعنی پنجگانہ نمازوں کی فرضیت کو) مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں[۱] سے لی جائے گی اور ان کے (مسلمان) فقراء پر تقسیم کی جائے گی (جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں)، اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کا بہترین مال (زکوٰۃ میں) نہ لینا[۲] اور ایسے مظلوم کی بد دعا سے خود کو بچائے رکھنا۔ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "فَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَآءِ ھِمْ"، یعنے زکوٰۃ ان ہی کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اس بارے میں اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ فرض زکوٰۃ مسلمان فقراء ہی میں تقسیم کی جائے،

۱؎ جو صاحب نصاب ہیں اور جن کے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے شرائط پورے اترتے ہیں
۲؎ اور اسی طرح ناقص مال بھی نہ لینا، بلکہ متوسط مال لینا کہ نہ تو زکوٰۃ دینے والے کا نقصان ہو، اور نہ بیت المال کا اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے میں زیادتی اور بدزبانی سے زکوٰۃ دینے والے کو تکلیف نہ دینا۔

گی۔ اس بارے میں اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ فرض زکوٰۃ مسلمان فقراء ہی میں تقسیم کی جائے البتہ نفل صدقات غیر مسلم فقراء کو بھی دے سکتے ہیں۔

حدیث شریف کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو اسی مقام کے فقراء میں تقسیم کرنا چاہیئے، اس لیے زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا درست نہیں، البتہ! اگر دوسرے شہر میں قرابت دار ہوں یا وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں تو اس صورت میں زکوٰۃ کا منتقل کرنا درست ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ ۱۲

۲۳۰۵ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَاَعْجَبَهٗ فَسَاَلَ الَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَرَدَ عَلٰى مَآءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَاِذَا نَعَمٌ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهٗ فِيْ سِقَائِيْ فَهُوَ هٰذَا فَاَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهٗ فَاسْتَقَاءَهٗ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک مرتبہ) دودھ پیا، وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص سے جس نے آپ کو یہ دودھ پلایا تھا دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے تو انہوں نے کہا کہ پانی کی ایک جگہ پر اُترا تھا جس کا انھوں نے نام بھی بتایا اور کہا کہ) وہاں زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے ہوئے تھے اور لوگ ان کو پانی پلا رہے تھے تو اونٹ والوں نے ان کا دودھ نچوڑا، یہی دودھ ہے جس کو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا) اور آپ کو پیش کیا یہ سُن کر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حلق میں) انگلی ڈال کر قے کر دی اور دودھ نکال دیا۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔ اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قے کے ذریعے دودھ نکال دیا آپ کا یہ عمل تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر تھا، ورنہ اس طرح کا مال جو کسی فقیر کی جانب سے کسی غنی کو بطور ہدیہ دیا جائے اس کا استعمال کرنا درست ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں گزر چکا ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ (ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

بَابُ مَنْ لَّا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهُ

یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے کہ جن کا سوال کرنا جائز نہیں ہے اور جن کو سوال کرنا جائز ہے۔

ف: واضح ہو کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی خوراک موجود ہو اس کو بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے اور ایسے شخص کے بیے بھی سوال کرنا حرام ہے جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو اور بھیک مانگنے کو پیشہ بنا لینا بھی حلال نہیں ہے، البتہ ایسے شخص کو سوال کرنا جائز ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک نہ ہو اور ایسے شخص کو بھی سوال کرنا جائز ہے جو کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور ایسے شخص کے لیے بھی سوال جائز ہے جس کے پاس ستر عورت یعنی ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں سمیت ڈھانکنے کے لیے کپڑا موجود نہ ہو، اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بے ضرورت سوال کرنا جائز نہیں ہے، اگر ضرورتاً کوئی سوال کرے تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان تین شرائط کا لحاظ کرے۔ ایک یہ کہ خود کو ذلیل نہ کرے، دوسرے یہ کہ سوال کرنے میں آہ وزاری نہ کرے، اور تیسرے یہ کہ جس سے سوال کر رہا ہو اس کو ایذا نہ دے۔

ان مذکورہ شرائط کے ساتھ سوال کرنے میں علما کا اختلاف ہے کہ ایسا سوال کرنا حرام ہے یا کراہت کے ساتھ حلال ہے، البتہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے، کہ اگر مذکورہ شرائط میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو ایسا سوال حرام ہے۔ (اشعۃ اللمعات) ۱۲)

۲۳۰۲ عَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْأَلُهٗ فِيْهَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيْصَةُ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَ رَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهٗ

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قرضہ[1] کی ادائیگی کی ضمانت اپنے اوپر لی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ زحمت فرمائیے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ دن ٹھیر جاؤ۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس زکوٰۃ کا مال آجائے اور ہم اس میں سے تم کو دلوا دیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا اے

---

[1] جو ایک دیت یعنی خون بہا کے سلسلہ میں تھی، چوں کہ صرف زکوٰۃ میں قرض کی ادائیگی بھی شامل ہے اس لیے

فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ وَّرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ ذَوِي الْحِجَامِنْ قَوْمِهٖ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قُبَيْصَةُ سُحْتٌ يَاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قبیصہ! (یاد رکھو) سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے (ایک) اس شخص کے لیے جو کسی قرضہ کا ضامن ہو تو اس کے لیے اسی حد تک مانگنا جائز ہے کہ اس سے اس قرضہ کی ادائیگی ہو جائے (بشرطیکہ وہ اس کی ادائیگی سے قاصر ہو اور پھر اس کے بعد نہ مانگے (دوسرے) اس شخص کو سوال کرنا جائز ہے جس کا مال و اسباب کسی آفت ناگہانی کے تحت تباہ و برباد ہو گیا ہو (جیسے کھیتی گھر دار وغیرہ تو ایسے شخص کو) اس حد تک (مانگنا جائز ہے) جس سے اس کے کھانے اور کپڑے کی ضرورت پوری ہو جائے یا اس حد تک کہ وہ اپنا کاروبار رسدھار سکے (تیسرے) اس شخص کو (بھی) سوال کرنا جائز ہے جو ایسے فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گیا ہو کہ جس کی تصدیق ایسے تین سمجھ دار آدمی کرتے ہوں جو اس کو جانتے پہچاننے والے ہوں (تو) اس کو اس حد تک مانگنا جائز ہے کہ جس سے اس کی خوراک اور لباس کی ضرورت پوری ہو جائے یا اس حد تک کہ وہ اپنی زندگی کو سنبھال لے سکے۔ اے قبیصہ! ان تینوں کے سوا کسی کو سوال کرنا جائز نہیں ہے (اگر کوئی شخص ان تینوں صورتوں کے سوا سوال کرے گا) تو ایسا سوال اس کے لیے حرام ہوگا اور اس سوال کے ذریعہ سے) وہ حرام مال کھائے گا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حاجت مند اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے سوال کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے سوال کرنے کے لیے معذوری اور بیماری شرط نہیں ہے تندرست آدمی جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے سوال کر سکتا ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔ ۱۲

۲۳۰۷ وَعَنْ حُبْشِيِّ ابْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ غنی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے (یعنی ایسے شخص کے لیے جس کے پاس ایک دن کا

اَوْغُرْمٍ مُّفْظِعٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهٗ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَّاْكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُكْثِرْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کھانا موجود ہو) اور نہ اس شخص کے لیے (سوال کرنا جائز ہے) جو تندرست اور طاقت ور ہو (اور کمانے پر قادر ہو) ہاں اس شخص کو (سوال کرنا جائز ہے) جس کو فقر و فاقہ نے زمین پر گرا دیا ہو، یا زیادہ قرضدار ہو گیا اور جو شخص اپنے مال کو بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا ناجائز ہے) جس کو فقر و فاقہ نے زمین پر گرا دیا ہو، یا زیادہ قرضدار ہو گیا اور جو شخص اپنے مال کو بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا پھرے (تو یہ سوال) قیامت کے دن اس کے چہرہ پر زخم کی صورت میں نمودار گا اور (اس طرح کے سوال سے حاصل کیا ہوا مال قیامت کے (دن) جہنم کے گرم پتھروں کی شکل میں ہو گا جن کو نہ کھایا جائے گا[1] جو چاہے اس کو (یعنی ایسے ناجائز سوال کے عذاب کو) کم کرے اور جو چاہے اس کو بڑھائے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ غنی کے لیے سوال جائز نہیں ہے، اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ جس کسی کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو تو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور اس شخص کے لیے بھی سوال کرنا جائز نہیں ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک تو موجود نہیں، لیکن وہ صحیح اور تندرست ہے اور کمانے پر قادر ہے۔ ۱۲

۱۸۰۳ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْمَسَآئِلُ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَآءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (لوگوں سے ان کے مال کا) سوال کرنا زخم ہے کہ آدمی سوال کر کے اپنے چہرہ کو زخمی کر لیتا ہے (یعنی انسان سوال کر کے اپنے کو بے آبرو کر لیتا ہے، پس جو شخص چاہے (سوال نہ کر کے اپنی آبرو کو) اپنے چہرہ

---

[1] (چہرے پر زخم کا عذاب اس وجہ سے ہو گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف غیر اللہ کی طرف توجہ کی اور سوال کیا کہ ورگرم پتھروں کے کھانے کا عذاب اس وجہ سے ہو گا کہ اس نے اپنی زبان اور منھ سے سوال کر کے اللہ تعالیٰ کی شکایت مخلوق سے کی ہے۔

پر باقی رکھے اور جو چاہے اس کو چھوڑ دے (یعنی سوال کر کے اپنی عزت اور آبرو کو برباد کر دے) البتہ! آدمی حاکم سے (اپنے حق کے لیے) سوال کرے یا کسی ایسے کام کے لیے سوال کرنا ناگزیر ہو۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد، ترمذی، اور نسائی نے کی ہے۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ

۲۳۰۹ وَعَنِ ابْنِ الْفِرَاسِیِّ اَنَّ الْفِرَاسِیَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَسْاَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِیْنَ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت ابن الفراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد فراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں لوگوں سے سوال کروں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، (سوال نہ کرو) اور اگر سوال کرنا ضروری ہو تو نیک لوگوں سے سوال کیا کرو۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۳۱۰ وَعَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَہٗ فَیَاْتِیَ بِحُزْمَۃِ حَطَبٍ عَلٰی ظَهْرِہٖ فَیَبِیْعَهَا فَیَکُفَّ اللّٰہُ بِهَا وَجْهَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْہُ اَوْ مَنَعُوْہُ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی (حاجت مند ہو) اور وہ سوال سے بچنے کے لیے اپنی رسی اپنے ہاتھ میں لے اور (جنگل سے) جلانے کی لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لائے اور اس کو بیچ دے اور اس (معاش) کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کی آبرو کو برقرار رکھیں (اور اس کو سوال کی ذلت سے بچا لیں) تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرے، خواہ لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ سائل کو لوگ دیں یا نہ دیں، دونوں صورتیں اس کے لیے بہتر نہیں، سائل کو لوگ اگر دیدیں تو یہ اس لیے بہتر نہیں کہ وہ ان کا احسان مند ہوگا اور اس کو

۱ے لوگوں سے سوال کرے۔ جیسے کسی کے پاس ایک دن کی بھی خوراک نہ ہو تو ایسا سوال چہرہ پر زخم کا سبب نہ بنے گا۔

۲ے: اس لیے کہ نیک لوگوں کے پاس حلال رزق ہوتا ہے اور وہ کریم ہوتے ہیں کہ دے کر احسان نہیں جتاتے۔

مانگنے کی عادت ہو جائے گی اور اگر سائل کو لوگ نہ دیں تو چیز اس کے لیے اس وجہ سے بہتر نہیں کہ اس نے سوال کر کے خود کو ذلیل کیا اور سوال کے باوجود اس کو کچھ ملا بھی نہیں۔ (یہ اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے)

۲۳۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهٗ فَقَالَ اَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ بَعْضَهٗ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَآءِ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَّرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ فَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اُرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ فَجَآءَهٗ وَقَدْ اَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک انصاری حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کچھ مانگنے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! میرے پاس ایک کمبل ہے جس کا ایک حصہ تو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور ایک حصہ بچھا لیتے ہیں اور لکڑی کا ایک چھوٹا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم وہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ تو وہ انصاری دونوں چیزیں آپ کی خدمت میں لے آئے ان دونوں چیزوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا میں ان دونوں کو ایک درہم میں لیتا ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ اس کو ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدتا ہے؟ اس کو آپ نے دو یا تین بار فرمایا اس پر ایک صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں کو دو درہم میں لیتا ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں چیزوں کو ان کے حوالے فرمایا اور دو درہم لے لیے اور اس کو انصاری کو دے کر ارشاد فرمایا کہ ایک درہم کا تو غلہ لے کر گھر والوں کو دیدو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ، تو وہ انصاری کلہاڑی خرید کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کلہاڑی میں لکڑی (کا دستہ) اپنے دست مبارک سے لگا دیا، اور فرمایا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، اور پندرہ دن تک تم مجھ سے

لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ لِذِیْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِیْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِیْ دَمٍ مُوْجِعٍ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)

نہ ملنا اسی کام میں مشغول رہنا) چنانچہ وہ انصاری چلے گئے (روز) انہ لکڑیاں کاٹتے اور فروخت کیا کرتے پھر جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے تو انھوں نے اس میں سے کچھ کپڑا خریدا اور کچھ غلہ دیہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان صاحب سے ارشاد فرمایا کہ یہ کام تمہارے مانگنے سے بہتر ہے کہ جس کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر ایک داغ ہو جائے، کیونکہ مانگنا صرف تین ہی آدمیوں کے لیے جائز ہے (ایک) اس شخص کے لیے جو فقر وفاقہ سے خاک آلودہ ہو چکا ہو یا (دوسرے) اس شخص کے لیے جو بہت (قرضدار ہو، اور، قرض کے بارے) پریشان ہو یا (تیسرے) اس شخص کے لیے جس پر خون بہا واجب ہو اور (اس کو ادا کرنہ سکنے کی وجہ سے) بہت پریشان ہو، اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کی قریب قریب روایت کی ہے۔

۲۳۱۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَھُمْ تَکَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْاَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ یَسْتَکْثِرْ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگوں سے اس غرض سے سوال کرتا ہے کہ وہ خوب مالدار بن جائے تو وہ حقیقت میں دجہنم کے انگارے مانگتا ہے اب اسے اختیار ہے کہ چاہے وہ اپنے لیے آگ کے شعلے کم جمع کرے یا زیادہ (جس میں اسے جلنا ہوگا) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْاَلُ النَّاسَ حَتّٰی یَاْتِیَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَیْسَ فِیْ وَجْھِہٖ مُزْعَۃُ لَحْمٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے بغیر استحقاق کے، مانگتا رہتا ہے تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرہ پر ذرہ برابر بھی گوشت نہیں رہے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے

متفقہ طور پر کی ہے۔

٢٣١٤ / ٩ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْئَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَّاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مانگنے میں اصرار کرکے زچ مت کرو۔ کیوں کہ خدا کی قسم! اگر کسی کے مانگنے کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ کچھ دیدیتا ہوں، تو اس کو میں نے جو مال دیا ہے اس میں برکت نصیب نہ ہوگی، اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

٢٣١٥ / ١٠ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهٗ بِالْغِنَاءِ اَمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ اَوْ غِنًى اٰجِلٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو کوئی فاقہ کشی میں مبتلا ہوگیا، ہو یعنی کوئی سخت حاجت درپیش ہوگئی ہو اور اس نے (بطور شکایت) لوگوں پر ظاہر کرکے ان سے حاجت روائی کی خواہش کی ہو تو اس کی حاجت پوری نہیں ہوگی، اور جو اپنی حاجت کو (بجائے مخلوق کے) اللہ تعالیٰ پر پیش کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت بقدر کفایت جلد پوری فرما دیں گے، وہ اس طرح کہ یا تو اس کو غنی کر دیں گے۔ یا اس کو موت سے ہم کنار کر دیں گے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

٢٣١٦ / ١١ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کرے گا تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں تو ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یا رسول اللہ میں (اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں گا) اس کے بعد حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال رہا کہ کسی سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

٢٣١٧ / ١٢ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ اَنْ لَّا تَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰى تَنْزِلَ اِلَيْهِ فَتَاْخُذَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس بات پر عہد لینے کے لیے بلایا کہ میں لوگوں سے کبھی کسی چیز کے لیے سوال نہ کروں گا میں نے عرض کیا، جی ہاں! (میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا) اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (تاکیداً) ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے ہاتھ سے چابک بھی گر جائے (تو کسی سے نہ مانگنا) بلکہ سواری سے اُتر کر خود اس کو اٹھا لیا کرنا۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۳۱۵ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا [۱۳] يَسْاَلُ النَّاسَ فَقَالَ اَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْ هٰذَا الْمَكَانِ تَسْاَلُ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهٗ بِالدِّرَّةِ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ آپ نے عرفہ کے دن (مقام عرفات میں) ایک شخص کو سوال کرتے ہوئے سُن کر فرمایا کیا اس (مبارک) دن میں اور اس (مبارک) جگہ میں تو غیر اللہ سے سوال کر رہا ہے؟ (یہ فرماتے ہوئے) آپ نے اس کو دُرّہ سے مارا اس لیے کہ اس مبارک مقام میں اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندہ کی دعاء قبول فرماتے ہیں۔ ایسے موقع پر اللہ ہی سے دعا کرنی چاہیئے۔ اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

۲۳۱۹ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُنَّ اَيُّهَا النَّاسُ [۱۴] اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَّاِنَّ الْاِيَاسَ غِنًى وَّاِنَّ الْمَرْءَ اِذَا يَئِسَ عَنْ شَيْءٍ اُسْتُغْنِيَ عَنْهُ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ لوگو! جان لو کہ لالچ، حقیقت میں محتاجی ہے اور (لوگوں سے اپنے آپ کو) بے پروا کر لینا تونگری ہے اور انسان جب کسی چیز (کے حاصل کرنے) سے مایوس ہو جاتا ہے، تو اس سے بے پروا ہو جاتا ہے اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

۲۳۲۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى [۱۵] اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ (منبر پر تشریف فرما تھے اور اس وقت (صدقہ لینے اور سوال سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے (اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اس لیے کہ اوپر کا ہاتھ دینے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

٢٣٢١ ١٦ وَعَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا حَکِیْمُ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِسَخَاوَۃِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ وَمَنْ اَخَذَہٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہٗ فِیْہِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی قَالَ حَکِیْمٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

٢٣٢٢ ١٧ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ

والا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ لینے والا ہاتھ ہے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ مال) مانگا، آپ نے مجھے عطا فرمایا (میں نے دوسری بار) پھر سوال کیا تو آپ نے (دوبارہ بھی) عطا فرمایا (میں نے تیسری بار سوال کیا) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے حکیم! (دنیا کا) یہ مال ومتاع خوشنما اور لذیذ معلوم ہوتا ہے پس جو کوئی اس کو (بے مانگے) اور بغیر طمع کے حاصل کرے تو اس مال میں اس کو برکت دی جائے گی اور جو کوئی لالچ اور حرص کے ساتھ حاصل کرے تو اس مال میں اس کو برکت نہیں دی جائیگی اور اس کا ایسے شخص کا سا حال ہوگا جو کھائے اور (بے برکتی کے سبب) سیر نہ ہو (اور یہ بھی ارشاد فرمایا) اے حکیم! اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یہ سن کر) حکیم کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات عالی کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اب اس کے بعد میں کسی سے سوال نہیں کروں گا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ مال) مانگا، تو آپ نے دیدیا، انھوں نے پھر مانگا، آپ نے پھر دیدیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا، مال میں سے جب چیز میرے پاس ہوگی میں اس کو تم سے (بچاکر) جمع نہ رکھوں گا اور

اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَآءً هُوَ خَيْرٌ
وَّاَوْسَعُ مِّنَ الصَّبْرِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

٢٣٢٣ [18] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
يُعْطِيْنِي الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ اَفْقَرَ
اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ
بِهٖ فَمَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ
مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ وَمَالَا فَلَا
تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

٢٣٢٤ [19] وَعَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ
اِسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا
فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَنِيْ
بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَ
اَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ
فَاِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ
فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ
شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَهُ فَكُلْ

جو سوال کرنے سے بچے، اللہ اس کو بچاتا ہے (اور اس کو کسی کا محتاج نہیں رکھتا) اور جو (لوگوں کے سوال سے) استغناء ظاہر کرتا ہے اور (اپنے کو سوال سے بے نیاز کر لیتا ہے) اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو غنی بنا دیتے ہیں (اور لوگوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں) اور جو شخص (اللہ سے) صبر (کی توفیق) طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر صبر آسان کر دیتے ہیں، اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (زکوٰۃ وصول کرنے کا) معاوضہ مرحمت فرماتے تو میں عرض کرتا کہ حضور اس کو مجھ سے زیادہ حاجت مند کو سرفراز فرمائیں، تو آپ فرماتے کہ اس کو لے لو اور اپنے مال میں شامل کر لو اور (اگر تم کو ضرورت نہیں ہے تو) اس کو خیرات کر دو اور (یاد رکھو) کہ جو چیز بغیر سوال اور طمع کے ملے تو تم اس کو لے لو، اور جو چیز اس طرح نہ ملے اس کی خواہش نہ کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت ابن الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے عامل زکوٰۃ مقرر فرمایا جب میں (زکوٰۃ وصول کرنے سے) فارغ ہو گیا اور زکوٰۃ کا مال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ مجھ کو میری خدمت کا معاوضہ دیدیا جائے، تو میں نے عرض کیا کہ میں نے تو یہ کام اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالیٰ دیں گے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو کچھ تم کو دیا جا رہا ہے وہ لے لو، میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وَتَصَدَّقْ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

وسلم کے زمانہ میں (زکوٰۃ وصول کرنے کی) خدمت انجام دی تھی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مجھ کو اس کا معاوضہ دیا تو میں نے بھی وہی کہا تھا جو تم نے کہا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو کوئی چیز بغیر سوال کے دی جائے تو اس کو لے لو اگر حاجت ہو تو اس کو استعمال کر لو، اور (اگر غنی ہو تو) خیرات کر دو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیت المال سے عام کاموں کا معاوضہ لینا جائز ہے، جیسے قضات، احتساب اور تدریس، بلکہ امام پر واجب ہے کہ بیت المال سے اس قسم کے کام کرنے والوں کی کفالت کرے۔ ۱۲

۲۳۲۵ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى فَاِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا ظَهْرُ غِنًى قَالَ اَنْ يَعْلَمَ اَنَّ عِنْدَ اَهْلِهٖ مَا يُغَدِّيْهِمْ وَمَا يُعَشِّيْهِمْ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے (ظہر غنی) تونگری کے باوجود لوگوں سے سوال کیا تو وہ حقیقت میں جہنم کے انگارے سے زیادہ سے زیادہ جمع کر لیتا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ "ظہر غنی" سے مراد کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا ظہر غنی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے گھر والوں کے لیے ایک دن کی غذا موجود ہے جو ان کے لیے صبح اور شام کفایت کر سکتی ہے۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

۲۳۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ وَعِنْدَهٗ مَا يُغْنِيْهِ فَاِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا تَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيْهِ وَيُعَشِّيْهِ وَقَالَ فِيْ

حضرت سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے ایسی حالت میں سوال کیا کہ اس وقت اس کے پاس اتنا مال موجود ہے جو اس کو سوال سے بے نیاز کر دیتا ہے (اس کے باوجود وہ سوال کرے تو) وہ حقیقت میں اپنے لیے (جہنم میں) آگ ہی کو زیادہ جمع کر رہا

مَوْضِعِ اٰخَرَ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ اَوْلَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف: محیط میں مذکور ہے کہ غنی یعنی تونگری کی تین قسمیں ہیں، ایک غنی وہ ہے جو آدمی پر زکوٰۃ واجب کرتی ہے یعنی وہ ایسے مال کا مالک ہے جو نصاب کو پہونچتا ہو (ایسے شخص پر سوال کرنا اور دوسروں کی زکوٰۃ لینا حرام ہے)

غنی کی دوسری قسم وہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے (ایسے شخص پر بھی سوال کرنا اور دوسروں کی زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

غنی کی تیسری قسم وہ ہے کہ آدمی کے پاس ایک دن کی خوراک اور اتنا کپڑا موجود ہو جس سے وہ اپنا ستر چھپا لے تو ایسے شخص پر بھی سوال حرام ہے، البتہ وہ دوسروں سے زکوٰۃ اور خیرات لے سکتا ہے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ

یہ بیان سخاوت کی فضیلت اور بخل کی برائی کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ کیوں مہلت نہ دی گئی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔ (سورۃ المنافقون ۱۰)

ف اپنے مال میں سے زکوٰۃ اور تمام واجب صدقات وغیرہ نکالو صوفیاء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر چیز اور نعمت میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنا چاہیے۔ کچھ سانس اللہ تعالیٰ کے لیے نکلیں، کچھ قدم اللہ تعالیٰ کے لیے چلیں، کچھ نظریں اللہ تعالیٰ کے لیے پڑیں کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کے لیے بولی جاویں، حدیث شریف میں ہے کہ تندرستی کی حالت میں صدقہ و خیرات کرنے کا ثواب موت کے وقت صدقہ خیرات کرنے سے دوگنا ہے۔

۲۳۲۷ / ۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِيْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْءٌ اَرْصُدُهٗ لِدَيْنٍ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہ ہوگی کہ اس پر تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے میرے پاس کچھ باقی رہے، ہاں! صرف اتنا رکھ چھوڑوں گا کہ جس سے قرض ادا ہو جائے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۳۲۸ / ۲ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ عَلٰى

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے

عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ وَبِيَدِهٖ عَصًا فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَا تَرٰى فِيْهِ فَقَالَ اِنْ كَانَ يُصَلِّ فِيْهِ حَقَّ اللّٰهِ فَلَا بَاْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِيْ هٰذَا الْجَبَلَ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّيْ اَذَرُ خَلْفِيْ مِنْهُ سِتَّ اَوَاقِيَّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ اَسَمِعْتَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اجازت دیدی اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں (اس وقت) ایک لاٹھی تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب الاحبار سے (جو اس وقت وہاں موجود تھے) پوچھا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی، جو کثیر مال چھوڑا ہے اس سے ان پر کیا وبال ہوگا) کعب نے (یہ سن کر) جواب دیا کہ (میری رائے میں اگر وہ اس مال سے خدا کا حق یعنی زکوٰۃ نکالتے تھے تو اس سے ان پر کوئی وبال نہ آئے گا (یہ سن کر) حضرت ابوذر (جو وہاں موجود تھے ان کو غصہ آیا اور) انھوں نے اپنی (لاٹھی سے کعب کی) مارتے ہوئے فرمایا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر میرے پاس یہ (اُحد) پہاڑ سونے کا بن جائے اور اس کو میں راہِ خدا میں خرچ کر دوں اور وہ قبول بھی ہو جائے، تو میں اس بات کو ہرگز پسند نہ کروں گا کہ چھ اوقیہ سونا بھی اس میں سے اپنے پیچھے (بچا کر) چھوڑ جاؤں (یہ کہتے ہوئے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ نے بھی ان کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتے نہیں سُنا ہے۔ اور اس سوال کو تین دفعہ دہرایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا! ہاں! میں نے بھی حضور کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۳۲۹ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ

حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا اور فوراً تیزی سے اٹھے اور لوگوں

اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِہٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِہٖ فَخَرَجَ عَلَیْھِمْ فَرَاٰی اَنَّھُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِہٖ فَقَالَ ذَکَرْتُ شَیْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَکَرِھْتُ اَنْ یَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِہٖ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ قَالَ کُنْتُ خَلَّفْتُ فِی الْبَیْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَۃِ فَکَرِھْتُ اَنْ اُبَیِّتَہٗ۔

کو گرد نیں پھاندتے ہوئے ازواج مطہرات کے حجروں میں سے ایک کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے، صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرح تیزی سے تشریف لے جاتے سے پریشان ہوگئے، جب آپ واپس تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ لوگ آپ کی اس تیزی سے حیران ہیں، تو فرمایا مجھ کو سونے کی ایک چیز یاد آگئی، جو گھر میں رہ گئی تھی تو مجھے برا جانا معلوم ہوا کہ کہیں یہ مجھے تقرب الٰہی سے روک دے، پس میں نے اس کو تقسیم کر دینے کا حکم دیدیا، اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ گھر میں سونے کا ایک ڈلہ جو زکوٰۃ کا تھا، چھوڑ آیا تھا تو میں نے اس کو برا سمجھا کہ ایک رات بھی اس کو اپنے پاس رکھوں۔

۲۳۳ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عِنْدِیْ فِیْ مَرَضِہٖ سِتَّۃُ دَنَانِیْرَ اَوْ سَبْعَۃٌ فَاَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ اُفَرِّقَھَا فَشَغَلَنِیْ وَجْعُ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَنِیْ عَنْھَا مَا فَعَلَتِ السِّتَّۃُ اَوِ السَّبْعَۃُ قُلْتُ لَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کَانَ شَغَلَنِیْ وَجْعُکَ فَدَعَا بِھَا ثُمَّ وَضَعَھَا فِیْ کَفِّہٖ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِیِّ اللّٰہِ لَوْ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَھٰذِہٖ عِنْدَہٗ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے زمانہ میں چھ یا سات اشرفیاں میرے پاس تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ان اشرفیوں کو لوگوں میں تقسیم کر دوں لیکن آپ کی علالت نے مجھے (ایسا) مشغول رکھا کہ میں ان کو تقسیم نہ کر سکی)، پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی مجھ سے دریافت فرمایا کہ ان اشرفیوں کا کیا ہوا، میں عرض کی واللہ! آپ کی علالت نے مجھے (ایسا) مشغول کر دیا کہ میں اُن کو بروقت تقسیم نہ کر سکی) تو آپ نے ان اشرفیوں کو طلب فرمایا۔ اور اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ کیا فرمانے) اپنے نبی کے متعلق اگر وہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے کہ یہ اشرفیاں ان کے پاس ہوتیں (کیونکہ مال کا چھوڑنا نبوت کے کمال کے منافی ہے۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی

ہے۔

۲۳۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) نہ اترتے ہوں، جن میں سے ایک تو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ! نیک کاموں میں) خرچ کرنے والے (سخی) کو اس کا بدل دنیا و آخرت میں) عطا کر (اور اس کے مال میں زیادتی کر)، اور دوسرا یوں کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کا مال ضائع کر دے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۲۲ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ اَسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهٗ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَآئِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ اَلْاِسْمُ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنْ اِسْمِيْ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَآؤُهٗ وَيَقُوْلُ اَسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا قَالَ اَمَا اِذَا قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَ عِيَالِيْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا تھا اس نے ابر میں سے ایک آواز سنی کہ (کوئی کہہ رہا تھا) فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، تو وہ ابر ایک جانب کو بڑھا اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا، وہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں سے ایک بڑے نالے میں جمع ہو کر آگے بڑھا، وہ شخص (جو اس منظر کو دیکھ رہا تھا، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ پانی کہاں جاتا ہے) پانی کے ساتھ ساتھ چلا، ناگہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے بیلچہ سے پانی کو ادھر ادھر پھیلا رہا تھا۔ اس شخص نے (باغ والے سے) پوچھا، کہ اے بندۂ خدا! آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس شخص نے (جواب میں) وہی نام بتلایا، جو اس نے ابر میں سے سنا تھا (تو باغ والے نے) اس شخص سے پوچھا کہ تم نے میرا نام کیوں دریافت کیا ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اس ابر میں سے جس کا یہ پانی ہے۔ یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کے باغ کو سیراب کر دیتی) تیرا نام لیا۔ پس بتا کہ تو اپنے باغ میں ایسا کون سا نیکی کا کام کرتا ہے (کہ جس کی وجہ سے تجھ پر یہ مہربانی ہوئی)، باغ والے نے جواب دیا (میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنے اس راز کو فاش کروں، لیکن اب جب کہ تم پوچھ ہی رہے ہو تو) تم کو بتلاتا ہوں کہ میرے باغ میں جو کچھ پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی تو میں خیرات کر دیتا ہوں اور ایک تہائی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک تہائی کو (کاشت کے لیے باغ میں) لگا دیتا ہوں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: تحفۃ الاخیار میں لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ منافع میں سے ایک تہائی مال خدا کی راہ میں خرچ کریں اور حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بحکم الٰہی پانی برساتے ہیں اور یہ حکم نام ونشان کے ساتھ ہوتا ہے کہ فلاں شخص کے کھیت میں پانی برساؤ اور اسی طرح دنیا کے سب کام فرشتے حسب الحکم کرتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو نعمت ان کو ملے خواہ وہ مال کی ہو یا جان کی، اس پر رب کا شکر ادا کرے اور اس کو اتفاقی نہ سمجھے۔ ۱۲

۲۳۳۳ وَعَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (اللہ کی خوشنودی میں مال خرچ کرتی جاؤ اور گنتی مت رکھو (کہ کیا دیا اور کتنا دیا) اگر گنتی رکھو گی، تو آئندہ دینے سے تم رک جاؤ گی اور اللہ تعالیٰ بھی تم کو شمار کر کے دے گا)، اور (فقیر سے مال کو) مت روکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے (مال کو) روک دے گا، (کم زیادہ کا خیال مت کرو) تم سے جتنا بھی ہو سکے دیدیا کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۳۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ایک حدیث قدسی میں اس طرح) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابن آدم تو خرچ کرتا جا میں، تجھ کو دیتا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جاؤں گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس لیے کہ خرچ کرنا مالی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اور شکر زیادتی نعمت کا سبب ہوتا ہے۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۳۵ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى بِلَالٍ وَعِنْدَهٗ صُبْرَةٌ مِّنْ تَمْرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا بِلَالُ قَالَ شَيْءٌ اَدَّخَرْتُهٗ لِغَدٍ فَقَالَ اَمَا تَخْشٰى اَنْ تَرٰى لَهٗ غَدًا بُخَارًا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (ایک دفعہ) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ (یہ دیکھ کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے اے بلال! تو حضرت بلال نے عرض کیا، یہ کھجوریں ہیں جس کو میں نے آئندہ کے لیے جمع کیا ہے (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا اے بلال! کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ (کھجور کا ڈھیر) کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ کا دھواں بن کر تم کو آ لپٹے (اور مزید یہ بھی فرمایا) اے بلال! خرچ کرتے جاؤ اور عرشِ عظیم (کے مالک) سے افلاس اور فقر کا اندیشہ مت رکھو۔ اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے ۔[1]

۲۳۳۶ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاَنْ تُمْسِكَهٗ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اپنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دینا، تیرے لیے بہتر ہے اور (ضرورت سے زائد) مال کو جمع رکھنا تیرے لیے برا ہے اور (بقدر ضرورت) مال جمع رکھنے پر تجھے ملامت کا خوف نہیں اور (خرچ کی) ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو (جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے) اس حدیث

---

[1] یہ ارشاد مقام توکل اور حق سبحانہ و تعالیٰ پر کامل اعتماد کی تعلیم کے لیے ہے، ورنہ اہل و عیال کے لیے ایک سال کا مال جمع کرنا جائز ہے۔

کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: رد المختار میں لکھا ہے کہ جو مال اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت سے زائد ہو، اس کا خیرات کرنا مستحب البتہ اگر کسی نے وہ مال خیرات کر دیا جو اس کے اہل و عیال کی پرورش کے لیے تھا، جس سے ان لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑی اور ان کو نقصان ہو تو ایسی خیرات پر وہ شخص گناہ گار ہوگا۔ ۱۲

۲۳۳۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا[11] بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (بیمار ہونے یا موت سے پہلے) صدقہ دینے میں جلدی کرو، اس کے لیے (صدقہ دینے سے بلا آتی نہیں) یا اگر آئی ہے تو دفع ہو جاتی ہے) اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

۲۳۳۸ وَعَنْهُ[12] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطَرَّتْ اَيْدِيَهُمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اِنْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے، بخیل اور سخی کی مثال اُن دو آدمیوں جیسی ہے جو لوہے کے دو زرہیں پہنے ہوئے ہوں اور زرہ اس قدر تنگ ہوں) کہ اُن کے دونوں ہاتھ اُن کے سینے اور ہنسلی کی ہڈیوں تک جکڑ گئے ہوں۔ پس جب کبھی سخی خیرات کا ارادہ کرتا ہے اور خیرات دینے لگتا ہے تو اس کے (دونوں جکڑے ہوئے ہاتھ کشادہ ہو جاتے ہیں) اور زرہ کھل جاتی ہے، اور بخیل جب کبھی خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے (دونوں) ہاتھ (اور) سکڑ جاتے ہیں، اور زرہ کی ہر کڑی اپنی اپنی جگہ تنگ ہو جاتی ہے[1]۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۳۹ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ[13] اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

لہ یعنی سخی جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور وہ خیرات کر دیتا ہے، اس کے برخلاف بخیل جب کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ اور تنگ ہو جاتا ہے۔ اور وہ دینے سے رک جاتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِہٖ اَوْ یُعْتِقُ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ اِذَا شَبِعَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی موت کے وقت خیرات کرے یا غلام باندی آزاد کرے، اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی کو ایسے وقت تحفہ دے جب کہ دینے والے کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ؒ اس حدیث کی روایت امام احمد، نسائی، دارمی اور ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۲۴۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ [۱۴] اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ فَمَنْ كَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ یَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِی النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِیْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ یَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ النَّارَ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سخاوت جنت میں ایک درخت (کے مانند) ہے (جس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں تو جو کوئی سخی ہوگا وہ اس (درخت) کی کسی ایک شاخ کو پکڑے گا اور یہ شاخ اس شخص کو اس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو جنت میں داخل کرے اور بخل (بھی) دوزخ میں ایک درخت (کے مانند) ہے جس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، تو جو کوئی بخیل ہوگا وہ اس (درخت) کی کسی ایک شاخ کو پکڑے گا اور یہ شاخ اس شخص کو اس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو جہنم میں داخل نہ کرے

اس روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۲۴۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ [۱۵] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ؒ یعنی جس طرح کسی پیٹ بھرے ہوئے کو کھانا دینے سے اتنا ثواب نہیں ہے، جتنا کہ بھوکے کو کھانا کھلانے میں ہے اسی طرح مرتے وقت خیرات کرنے میں اتنا ثواب نہیں ہے جتنا زندگی میں خیر خیرات کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ارشاد فرماتے ہیں کہ ظلم کرنے سے بچتے رہو کہ ظلم قیامت کے روز بہت تاریکیوں کا سبب ہوگا شُح سے بچو[1] کیونکہ شُح نے تم سے پہلے کی اُمتوں کو ہلاک کر دیا کہ ان کو خونریزی پر اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کر دیا تھا اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۴۲ (۱۶) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور اس وقت حضور کعبۃ اللہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھتے ہی فرمایا (اے ابوذر) ربِّ کعبہ کی قسم! وہ لوگ سخت نقصان اور خسارہ میں ہیں، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زائد مال جمع کرنے والے۔ مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جنھوں نے اپنے اموال کی) یوں وادر دہش کر دی۔ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے آگے پیچھے دائیں اور بائیں جانب ارشارہ فرمایا اور (پھر بھی ارشاد فرمایا کہ) اس طرح دینے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

۲۳۴۳ (۱۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمٰى فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے (ایک) کوڑی (کوڑھ کے مرض والا) (دوسرا گنجا (تیسرا اندھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا (کہ وہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں

[1] شُح یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے مال کا ذمہ دار ہو، اور کوشش یہ کرتا ہو کہ اس دوسرے کا مال بھی خرچ نہ ہو اور یہ بخل کی ایک قسم ہے۔

مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ
شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ
حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ
عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ
قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ
قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا
وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ
الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ
أَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَكَّ إِسْحَاقُ
إِلَّا أَنَّ الْأَبْرَصَ أَوِ الْأَقْرَعَ
قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ وَقَالَ
الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَأُعْطِيَ
نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ
اللّٰهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى
الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ
أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ
وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي
قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ
فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ
وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ
فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ
قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً
حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ
فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمٰى
فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ
قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ
بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ
قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ
إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ

یا نہیں) چنانچہ ان کے پاس ایک فرشتہ کو (ایک مسکین آدمی کی صورت میں) روانہ کیا۔ فرشتہ پہلے کوڑی کے پاس آیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تجھ کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے اس نے جواب دیا خوش رنگ اور خوبصورت جلد اور یہ بات بھی بہت پسند ہے کہ یہ میرا مرض بھی دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا کوڑھ جاتا رہا اور اس کو اچھا رنگ اور خوب صورت جلد دیدی گئی فرشتہ نے (پھر) اس سے پوچھا کہ تجھ کو کون سا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے جواب دیا اونٹ یا گائے حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو گابھن اونٹنیاں دیدی گئی اور فرشتہ نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو اس مال میں برکت دے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے تو اس نے جواب دیا خوب صورت بال اور یہ بات کہ یہ گنجا پن دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے اس (کے سر) پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنجا پن جاتا رہا، اور اس کو خوب صورت بال دیدیئے گئے (پھر) فرشتے نے اس سے پوچھا کونسا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا گائے اس کو حاملہ گائیں عطا کی گئیں، فرشتہ نے (اس سے کہا) اللہ تعالیٰ تم کو اس میں برکت عطا فرمائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتہ (پھر) نابینا کے پاس پہونچا اور پوچھا کہ تم کو کونسی چیز زیادہ پسند ہے تو اس (نابینا) نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھے دوبارہ عطا

الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاُعْطِيَ شَاةً وَّالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اَتَاهُ اَتَى الْاَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِيْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ اِنَّهٗ كَاَنِّيْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذِرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ لَهٗ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ

فرمائیں تاکہ میں بھی لوگوں کو دیکھ سکوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے اس (کی) آنکھوں پر ہاتھ پھیرا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اس کو واپس دیدی پھر فرشتہ نے پوچھا کہ تم کو کونسا مال زیادہ پسند ہے اس نے جواب دیدیا کہ بکریاں تو اس کو بچے دینے والی بکریاں دیدی گئیں، چنانچہ ان دونوں یعنے اونٹ والے کی اونٹنیوں نے اور گائے والے کی گائیوں نے بچے دیئے اور اس بکری والے کی بکریوں نے بھی بچے دیئے، تو (اونٹ والے کی) اونٹنیوں سے ایک وادی اور گائے والے کی گائیوں سے ایک وادی اور بکریوں نے بھی بچے دیئے ایک وادی بھر گئی۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہی فرشتہ اپنی اسی (پہلی) صورت اور ہیبت میں کوڑی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسکین اور نادار شخص ہوں، میرے ذرائع سفر ختم ہو گئے ہیں، اب اللہ کے سوا منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں (اور اللہ کے بعد) پھر تیرا ذریعہ ہے پس میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھے اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال دیا ہے، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں کہ جس کے ذریعہ سے میں اپنا سفر طے کر سکوں، اس کوڑھی نے جواب دیا کہ مجھ پر بہت حقوق ہیں (ان کی موجودگی میں) تجھے کوئی حق نہیں پہونچتا (یہ سن کر) پھر فرشتہ نے کہا، میرا خیال ہے کہ تو وہی کوڑی تو نہیں جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور تو نادار تھا۔ پس اللہ نے تجھے مال دیا، کوڑی نے (اس کے جواب میں کہا) یہ مال مجھے اپنے بڑوں سے نسلاً ملا ہے (یہ سن کر) فرشتہ نے کہا اگر تو (اپنے قول میں) جھوٹا ہے تو اللہ تجھ اپنی پہلی حالت میں پلٹا دے۔ (یعنی تجھے کوڑھی اور نادار کر دے)

مِسْكِيْنٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ اِنْقَطَعَتْ
بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ
فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ
ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ
عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ
بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ
اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ
فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا
شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ
الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهُ لِلّٰهِ
فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا
ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ
وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ وہ فرشتے اپنی اسی (پہلی) شکل میں گنجا کے پاس پہونچا اور اس سے بھی ایسا ہی سوال وجواب ہوا جیسا کہ کوڑھی سے ہوا تھا، اور اس نے بھی دیسا ہی جواب دیا۔ جیسا کوڑھی نے جواب دیا تھا (یہ سن کر) فرشتہ نے اس سے کہا اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پھر ویسا ہی (گنجا اور نادار) کردے جیسا کہ تو پہلے تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ فرشتہ (اب) نابینا کے پاس اپنی اسی (پہلی شکل) اور حالت میں پہونچا اور اس سے کہا میں ایک مسکین اور مسافر آدمی ہوں، میرا سامان سفر جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا منزل مقصود تک پہونچنا ممکن نہیں (یا اللہ کے بعد) پھر تیرا ذریعہ ہے۔ پس میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھے دوبارہ بینائی بخشی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ سے میں اپنا سفر طے کرسکوں، نابینا نے یہ سن کر کہا بے شک میں نابینا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی بخشی تو جس قدر چاہے مال لے جا اور جس قدر تیرا جی چاہے چھوڑ جا اللہ کے لیے جس قدر مال آج تم لوگے میں تمہیں (اس کی واپسی کی) تکلیف نہیں دوں گا (یہ سن کر) فرشتہ نے کہا، تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو، تم تین لوگوں کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ) آزمائش لی گئی تھی، کہ تم سچے ہو یا جھوٹے، مخلص ہو یا منافق اور شکر گزار ہو یا ناشکرے، پس اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھی (کوڑھی اور گنجا) سے ناراض ہوا (کہ ان کو اپنی اصلی حالت پر سزا لوٹا دیا گیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۴۴/۱۸ وَعَنْ مَوْلٰى لِعُثْمَانَ قَالَ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ایک آزاد کردہ

أُهْدِيَ لِأُمِّ سَلَمَةَ بِضْعَةٌ مِّنْ لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيْهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَأْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ فَقَالُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ أَطْعَمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ لِلْخَادِمَةِ اِذْهَبِيْ فَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ إِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

۲۳۴۵ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ [19] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ

غلام سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پکے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا تحفتہً بھیجا گیا تھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گوشت پسند تھا، اس لیے ام المومنین نے خادمہ سے کہا کہ اس کو گھر میں رکھ دو، ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو تناول فرمائیں، تو خادمہ نے اس گوشت کو گھر کے ایک طاقچہ میں رکھ دیا (اس کے بعد) ایک سائل آیا اور دروازہ پر کھڑا ہوکر سوال کیا۔ (گھر والو کچھ) خیرات کرو، اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے گا، گھر والوں نے سائل کو جواب دیا کہ خدا تجھے بھی برکت دے تو (یہ سن کر سائل چلا گیا)، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف لائے اور فرمایا ام سلمہ! تمہارے پاس کوئی چیز کھانے کو ہے! ام المومنین نے عرض کیا جی ہاں (ہے) اور خادمہ سے کہا کہ جاؤ اور وہ گوشت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لے آؤ۔ خادمہ وہاں گئیں (تو دیکھا) کہ (گوشت کی بجائے) غار کے پتھر کا ایک ٹکڑا وہاں رکھا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا) تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہی گوشت غار کا پتھر بن گیا ہے۔ اس لیے کہ تم نے اسے سائل کو نہیں دیا۔ اس کی روایت بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ خیرات کیا کرو کیونکہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ کہ انسان اپنی خیرات کو لے کر پھرے گا، لیکن کوئی اس کو قبول کرنے والا نہ ملے گا ہر شخص اس سے یہی کہے گا اگر تم اس (خیرات) کو کل لاتے

لہ اور خیرات کرنے کو غنیمت جانو، جب تک کہ تمہارے پاس مال موجود ہے اور مستحقین بھی مل جاتے ہوں

لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمُ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو میں لے لیتا۔ آج مجھے اس کی حاجت نہیں۔ اس روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ جس میں خیرات کو قبول کرنے والا نہ ملے، وہ آخری زمانہ ہوگا جس میں حضرت مہدی ہوں گے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے ۱۲۔

۲۳۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمَلُ الْغِنٰى وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔
۲۰

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کونسی خیرات ہے جس میں زیادہ اجر ملتا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایسی حالت میں خیرات کرے، جب کہ تو تندرست ہو اور تجھے مال جمع کرنے کی حرص ہو اور تو افلاس سے ڈرتا ہو، اور تو نگر بننے کی آرزو دل میں رکھتا ہے[1] خیرات کرتے میں اتنی سستی اور دیر نہ لگاؤ کہ تمہاری جان نکلنے کا وقت آ پہونچے اور اس وقت تم یہ وصیت کرتے لگو کہ اتنا مال فلاں کے لیے اور اتنا فلاں کے لیے، حالانکہ تم یہ جانتے ہو کہ یہ مال فلاں شخص ہی کو ملے گا (یعنی وارث کو ملے گا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۴۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِيْ حَيَاتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)
۲۱

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کا اپنی تندرستی کی حالت میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۳۴۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ
۲۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سخی نزدیک ہے اللہ سے، نزدیک ہے جنت سے، اور نزدیک ہے لوگوں سے یعنی لوگوں میں عزیز تر

---

[1] تو ایسی حالت میں خیرات کرنے میں بڑا اجر اور ثواب ہے اور حضور یہ بھی ارشاد فرمائے کہ)

النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَالْجَاھِلُ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَابِدٍ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ہے) اور دور ہوتا ہے دوزخ سے اور بخیل دور ہے اللہ سے، دور ہے جنت سے اور دور ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے۔ اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زائد محبوب ہے بخیل عابد سے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۴۹ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَھَا وَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلَھُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا کَانَ طُوْلُ یَدِھَا الصَّدَقَۃَ وَکَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِہٖ زَیْنَبُ وَکَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعض بیبیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ (آپ کی وفات کے بعد) ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جن کے ہاتھ سب سے بڑے ہوں تو امہات المومنین ایک لکڑی لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپنے لگیں، تو حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا تھا، لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے انتقال ہوا تو) ہم کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے (حضور کی) مراد زیادہ خیرات کرنے والے ہاتھ تھے۔ اور حضرت زینب سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں اور ان کو تو خیرات کرنے سے بہت محبت تھی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۳۵۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں (ایک) بخل (دوسرے) بداخلاقی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ بخل اور بداخلاقی مومن کے شایان شان نہیں۔ اگر کسی مسلمان میں یہ خصلتیں موجود ہوں، تو اس کو چاہیئے کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ سے ان کو دور کر دے تاکہ مومن کامل کہلانے کا مستحق ہو۔ ۱۲

۲۳۵۱ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ قَالَ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں نہ تو دغا باز داخل ہوگا اور نہ بخیل اور (خیرات دے کر) احسان جتانے والا (بھی) جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۵۲ (۲۶) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان میں دو خصلتیں بدترین ہیں، ایک ایسا بخل جو انسان کو مال کے حاصل کرنے پر حریص بنا دے اور مال خرچ کرنے کے موقع پر اس کو بے چین کر دے، دوسرے ایسی بزدلی کہ جو اس کو مشرکین کے مقابلہ میں لڑنے سے روک دے اور ایسی بزدلی جو اس کو نیک کام کرنے نہ دے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۳۵۳ (۲۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِيْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِيْ يُسْئَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسا شخص نہ بتاؤں کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس مرتبہ میں سب سے برا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا گیا، جی ہاں! ضرور بتائیے یا رسول اللہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا وہ شخص کہ جس سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے (اور وہ باوجود دینے کی قدرت رکھنے کے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ سائل واقعی مستحق ہے) اللہ کے نام پر نہ دے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ جو شخص سائل کو دینے کی قدرت رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ سائل واقعی محتاج

لہ جب تک بیان برائیوں سے توبہ نہ کر لیں یا ان کی سزا پا کر چھٹکارا نہ پا لیں یا پھر اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے ان کو معاف نہ فرما دیں۔ اس لیے مسلمان کو ان برائیوں سے بچتے رہنا چاہیئے

ہے۔ اور وہ اللہ کا واسطہ دے کر مانگ رہا ہے تو ایسی صورت میں سائل کے سوال کو رد کرنا گناہ کبیرہ ہے اگر مسئول حاجت اصلی سے زیادہ مال نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں سائل کے سوال کو رد کرنے سے گنہگار نہ ہو گا۔

الرحمۃ المہداۃ حاشیہ مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ اگر سائل واقعی احتیاج کے بغیر اللہ کا واسطہ دے کر مانگے اور اس کو نہ دیا جائے، ایسا سائل ہی اللہ کے پاس سب سے بدترین شخص ہو گا۔

۲۳۵۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰى زَانِیَةٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِیَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰى غَنِیٍّ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَّزَانِیَةٍ وَّغَنِیٍّ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَاَمَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهٗ یَعْتَبِرُ فَیُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا (آج کی رات ضرور کچھ خیرات کروں گا[1]۔ چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر چلا اور (اندھیرے میں) ایک چور کے ہاتھ دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات چور کو خیرات دی گئی، اس شخص نے (یہ سن کر) کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے (اگرچہ کہ میری خیرات) چور کو ملی (اس کے بعد اس نے کہا، آج کی رات پھر) میں ضرور خیرات کروں گا، چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور (اندھیرے میں) ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات ایک زانیہ کو خیرات دی گئی، جب اس شخص نے سنا تو کہا کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری خیرات) زانیہ کو مل گئی اس شخص نے پھر کہا کہ میں (آج کی رات بھی) ضرور خیرات کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور (اندھیرے میں) ایک غنی کے ہاتھ دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج کی رات غنی کو خیرات دی گئی (صدقہ دینے والے نے) کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میری خیرات (چور، زانیہ اور غنی پر خرچ ہوئی۔ پس اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ

[1] رات میں خیرات کرنے سے اس شخص کا مقصد چھپا کر خیرات کرنا تھا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ)

(تیرے تمام صدقات قبول ہوئے) جو صدقہ تو نے چور کو دیا ممکن ہے وہ اس کو چوری سے باز رکھے اور تو نے جو صدقہ زانیہ کو دیا ہے، ممکن ہے وہ اس کو زنا سے باز رکھے اور جو صدقہ تو نے غنی کو دیا ہے ممکن ہے اس کو عبرت اور نصیحت ہو اور وہ بھی اس مال میں سے خیرات دینے لگے جو اللہ نے اس کو دیا ہے، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۵۵
۲۹ وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِيْ حَتّٰى اَسْتَحْيِيَ فَلَا اَجِدُ فِيْ بَيْتِيْ مَا اَدْفَعُ فِيْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِدْفَعِيْ فِيْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا۔

حضرت ام بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مسکین میرے دروازے پر (آکر) کھڑا رہتا ہے (اور بار بار سوال کرتا ہے) یہاں تک کہ مجھے شرم آتی ہے، کیونکہ میرے پاس اس کو دینے کے لیے گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے (ایسی صورت میں میں کیا کروں؟ یہ سن کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر تیرے پاس جلا ہوا کھر بھی موجود ہو تو وہی اس کے ہاتھ پر رکھ دے[1] اس کی روایت امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

---

[1] یعنی اس کو معمولی سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو دے کر روانہ کر دے، خالی ہاتھ سے واپس نہ کر۔

بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ

یہ باب صدقہ اور خیرات کی فضیلت کے بیان میں ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور (اللہ تعالیٰ) بڑھاتا ہے خیرات کو (سورۃ البقرہ ۲۷۶)

ف: دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں برکت دے کر اور آخرت میں ایک کے بدلے سات سو گنا یا دس سے بھی زیادہ عطا فرما کر مال کو بڑھا دے گا۔

وَقَوْلُهُ:
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
ہاں! اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر، اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں، اور راہ گیر اور سائلوں کو، اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔ (سورۃ البقرہ، ۱۷۷)

ف: اعمال سے ایمان مقدم ہے، پہلے ایمان لاؤ پھر نیک عمل کرو، کیونکہ جڑ شاخوں سے پہلے ہوتی ہے ایمان جڑ اور اعمال شاخیں ہیں۔

ف: تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ آیت صدر میں "اٰتَى الْمَالَ" سے مراد نفل صدقات اور خیرات ہے۔ ۱۲۔

۱۸۵۶ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰيَةَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یقیناً مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق (اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان پر) عائد کئے گئے ہیں (جیسے یہ کہ سائل اور قرض خواہ کو محروم نہ کرے اور گھر کے متعلقہ سازوسامان میں سے مثلاً برتن، دیگ وغیرہ کوئی مستعار مانگے تو ان کو دینے سے انکار نہ کرے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (استدلال میں) اس آیت کو تلاوت فرمایا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ج اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۳۵۷ (۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَۃٍ مِنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَاحِبِھَا کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی جائز اور حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں سے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حلال مال ہی میں سے خیرات کو قبول فرماتے ہیں، جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خیرات بڑھتے بڑھتے پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال مال سے تھوڑی سی خیرات بھی ثواب میں اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول اور بے حساب ہے، اس کے برخلاف اگر حرام مال سے لاکھوں روپیہ بھی خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرماتے اور نہ اس کا کوئی ثواب ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ راہ خدا میں خرچ کرتے وقت حلال مال کا خیال رکھیں۔ تھوڑے بہت کا خیال نہ کریں۔ ۱۲۔

۲۳۵۸ (۳) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَاذَا ھِیَ قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَۃٌ وَعِنْدَ اللّٰہِ الْمَزِیْدُ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے بتلایئے کہ صدقہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ثواب کئی گناہ ثواب ہے[1] اور اللہ تعالیٰ کے پاس تو اس سے بھی زیادہ ہے (اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو)

---

[1] اور اس زیادتی کی ایک مقدار ہر نیکی پر سات سو گنا تک ہے)

ہر نیکی بر سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ " اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۳۵۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا (بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے) اور (باوجود انتقام کی قدرت رکھنے کے) کسی کا قصور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی عزت بڑھاتے ہیں (جس نے کہ قصور معاف کیا) اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکساری اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بڑھاتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۶۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَآءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ اَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص راہِ خدا میں کسی مال کا جوڑا دے (مثلاً دو کپڑے یا دو گھوڑے یا دو روپیہ) دے تو اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی دروازے ہیں پس جو شخص نمازی (یعنی زیادہ نوافل پڑھنے والا) ہوگا تو اس کو جنت کے باب الصلوٰۃ (نماز کے دروازے) سے بلایا جائے گا اور جو کوئی شخص جہاد کرنے والا یعنی راہ خدا میں بہت لڑنے والا ہوگا تو اس کو باب الجہاد (جہاد کے دروازے) سے بلایا جائے گا، اور جو شخص بہت خیرات کرنے والا ہوگا تو اس کو باب الصدقہ (صدقہ کے دروازے) سے بلایا جائے گا، اور جو شخص کثرت سے روزے رکھنے والا ہوگا، اس کو باب الریان (پیاس بجھانے والا دروازہ) سے بلایا جائے گا، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ بظاہر تو اس کی ضرورت نہیں کہ سب دروازوں سے کسی کو بلایا جائے[1] پھر بھی کیا کوئی ایسا

[1] جب کہ اس کو ایک دروازے سے بلایا جا چکا ہو اور وہ جنت میں داخل ہو چکا ہو لیکن ۔

شخص ہوگا جس کو جنت کے ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ہاںؑ اور مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۶۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَّهٗ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ قُلْتُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ اِنْ كَانَتْ اِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ بَقَرًا فَبَقَرَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان راہِ خدا میں اپنے مال سے دو دو چیزیں خرچ کرے تو جنت کے سارے دربان اس کا استقبال کریں گے اور ہر دربان اپنے دروازے والی نعمت کی طرف اس شخص کو دعوت دے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کی کیا صورت ہوگی، یعنی دو دو چیزیں کس طرح خرچ کی جائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ اور گائے ہوں تو دو گائے دراہِ خدا میں خیرات کرے۔ اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۲۳۶۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا، میں (یارسول اللہ) پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون آج جنازہ کے ساتھ گیا (یعنی جنازہ کی نماز پڑھی اور جنازہ کے پیچھے چلا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا، میں (یارسول اللہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا، تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں (یارسول اللہ) (اس کے بعد

لہ بعض ایسے لوگ ہوں گے جن کو کثرت صلوٰۃ، کثرت صوم، کثرت جہاد، کثرت خیرات کی وجہ سے ان کی تعظیم اور تکریم کے لیے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (پھر) دریافت فرمایا کہ تم میں سے آج کس نے بیمار کی عیادت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں (نے یا رسول اللہ) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی شخص میں یہ (چار چیزیں ایک دن میں) جمع ہو جائیں، وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ف: اس حدیث شریف سے اور حدیث ۱۳۱ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا کمال اور جنتی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ۱۲۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَنَا (میں) کہا ہے، اس بارے میں صاحب مرقات اور صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے۔ اَنَا (میں) کہنا، دو حیثیتوں سے ہوتا ہے، ایک مذموم (یعنی بُرا) دوسرے محمود (یعنی اچھا) اَنَا کہنے کی مذموم حیثیت یہ ہے کہ بطور فخر اَنَا کہا جائے جیسے ابلیس کا قول اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ يَا اَنَا الْعَالِمُ اَنَا الزَّاهِدُ وغیرہ اور اَنَا کہنے کی حیثیت یہ ہے کہ طلب ثواب کے موقع پر یا بطور انکساری اَنَا کہا جائے، جیسے اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یا اَنَا الْحُتَيِّرُ، اَنَا الْعَبْدُ وغیرہ۔ ۱۲۔

۲۳۶۳/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (عورتوں سے) ارشاد فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے حقیر (تحفہ پر) حقارت نہ کرے، اگرچہ وہ (تحفہ) بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو خواہ وہ تحفہ دینے والی ہو یا لینے والی ہو۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۶۴/۹ وَعَنْ جَابِرٍ وَحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر نیکی (خواہ وہ قولی ہو یا فعلی، جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو) خیرات (کا ثواب رکھتی) ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا تعلق صرف مال سے ہی نہیں بلکہ ہر وہ عمل جس سے رضاء الٰہی حاصل ہو،

صدقہ ہے، مثلاً کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا وغیرہ۔ (اشعۃ اللمعات ۱۲۰)

۲۳۶۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی نیکی کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو، اگرچہ وہ نیکی، یہ ہو کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۶۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ وَّاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ اِنَاۗءِ اَخِیْکَ۔
(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر نیک کام (پر) خیرات (کا ثواب ملتا ہے) اور یہ کام بھی یقیناً نیکی میں شامل ہے کہ تم اپنے (مسلمان بھائی) سے خندہ پیشانی سے ملو اور یہ بھی (نیکی میں شامل ہے) کہ تم اپنے ڈول سے اپنے (مسلمان) بھائی کے برتن میں پانی بھر دو۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۶۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْکَ صَدَقَۃٌ وَاَمْرُکَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَّنَھْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَاِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَبَصَرُکَ الرَّجُلَ الرَّدِیَّ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشَّوْکَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا اپنے (مسلمان) بھائی سے مسکراتے ہوئے (ملنا) صدقہ ہے (یعنی اس پر ثواب ملتا ہے) اور تمہارے نیک کاموں کی تلقین کرنا (بھی) صدقہ ہے اور تمہارا برائی سے منع کرنا (بھی صدقہ ہے) اور تمہارا کسی راہ بھولے ہوئے شخص کو راہ دکھانا (بھی) تمہارے لیے صدقہ ہے، اور تمہارا کسی نابینا یا کمزور بینائی والے شخص کی رہبری کرنا (بھی) تمہارے لیے صدقہ ہے، اور تمہارا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی (اور اسی قسم کی تکلیف دہ چیزوں کا مٹانا (بھی) تمہارے لیے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے (مسلمان) بھائی کے ڈول میں پانی بھر دینا (بھی) تمہارے لیے صدقہ ہے (یعنی ان تمام کاموں پر صدقہ کے جیسا ثواب ملتا ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۶۸ وَعَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَرَاَیْتُ رَجُلًا

حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (جب) میں مدینہ منورہ آیا تو ایک صاحب

يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهٖ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ إِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَإِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اعْهَدْ إِلَيَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيْرًا وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ اَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ وَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ حَدِيْثَ السَّلَامِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَكُوْنُ لَكَ اَجْرُ ذٰلِكَ وَوَبَالُهٗ عَلَيْهِ۔

کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے پر چلتے ہیں، وہ جو کچھ فرماتے ہیں۔ ان کے ہر ہر حکم) کی پوری تعمیل کرتے ہیں میں نے لوگوں سے) دریافت کیا یہ کون حضرت ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں! تو میں (آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور) کہا علیک السلام! یا رسول اللہ! اور میں نے دو مرتبہ یہ الفاظ کہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیک السلام نہ کہو! (کیونکہ) علیک السلام (کہنا) مُردہ کا سلام ہے (اس لیے) تم السلام علیک کہا کرو (پھر) میں نے عرض کیا آپ ہی اللہ کے رسول ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، ہاں! میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تم پر کوئی مصیبت آن پڑے اور تم اللہ سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو دور کر دیں گے اور اگر تم پر قحط سالی آ جائے اور تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو وہ تمہارے لیے غلہ اور گھاس پیدا کر دیں گے، اور اگر تم (کسی وقت) کسی۔ بنجر زمین میں یا کسی ایسے جنگل میں ہو جو آبادی سے دور ہو اور (ایسے میں) تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اللہ سے دعا کرو تو وہ تمہاری سواری تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے (صاحب) اشعۃ اللمعات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں اس اللہ کا رسول ہوں جس میں یہ صفات ہیں اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ میری بعثت وسیلہ رحمت اور اس اللہ تعالیٰ سے خیر و برکات کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جو حاجتوں کا پورا کرنے والا اور مشکلات کا دور کرنے والا ہے) جابر بن سلیم (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے (یہ سن کر) عرض کیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرمائیے! حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کسی کو گالی نہ دیا کرو! جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہ تو کسی آزاد کو نہ غلام کو، نہ اونٹ کو، نہ بکری کو گالی دی (اس کے بعد) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی نیکی کو بھی

حقیر نہ سمجھ (یہاں تک کہ) اگر تو اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے ملے تو یہ بھی نیکی ہے (اور ثواب کا کام ہے) اور تو اپنے آزار (یعنی تہبند اور پاجامہ) کو اپنی نصف پنڈلی تک اونچا رکھ، اگر اتنا اونچا تجھے پسند نہ ہو تو کم سے کم ٹخنوں سے اونچا رکھ اور ازار کو (ٹخنوں سے) نیچا رکھنے سے بچ، اس لیے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے، اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے اور تجھ کو تیرے ایسے عیب سے جو اسے معلوم ہے عار (یعنی شرم) دلائے تو تو (اس کے جواب میں) اس کو اس کے اس عیب سے جس سے تو واقف ہے، عار نہ دلا، اس لیے کہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور ترمذی نے صرف سلام کی حد تک کے واقعہ کی روایت کی ہے اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے تجھ کو عار دلانے پر) تیری خاموشی کا ثواب تجھے ملے گا اور اس (عار دلانے) کا وبال اس شخص پر ہوگا۔

فـ: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جابر بن سلیم کو علیک السلام کہنے سے منع فرمایا ہے اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ کسی قبر پر سلام کرتے تو علیک سلام کہتے، اسی عام عادت کی بناء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جابر بن سلیم کو زندوں پر علیک السلام کہنے سے منع فرمایا اور ان کو تعلیم دی کہ جب وہ کسی کو سلام کریں تو السلام علیک کہا کریں ویسے تو مردوں پر السلام علیکم کہنا اور احادیث سے ثابت ہے۔ ۱۲

۲۳۶۹/۱۴ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کی گوناگوں نعمتوں کا شکریہ ہے) ہر مسلمان پر صدقہ (یعنی خیرات) واجب ہے، صحابہ نے عرض کیا، اگر کسی کے پاس (صدقہ دینے کے لیے) کچھ بھی نہ ہو (تو کیا کرے؟) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کسب کرے (اور مال حاصل کرے کہ) خود بھی فائدہ حاصل کرے اور خیرات بھی کرے

قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پھر صحابہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ) کسی میں اس کی بھی قوت نہ ہو یا ایسا نہ کر سکے (تو وہ کیا کرے) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ وہ غمگین حاجت مند اور داخراہ کی (کسی طرح بھی) مدد کرے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر عرض کیا کہ اگر کوئی ایسا بھی نہ کر سکے (تو وہ کیا کرے) تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ (لوگوں کو) نیکی کا حکم کرے صحابہ کرام نے (پھر) عرض کیا اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے (تو پھر کیا کرے؟) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ اگر کسی سے یہ سب کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم) وہ اپنے آپ کو بُرائی سے بچائے رکھے اور یہی اس کے حق میں خیرات ہے (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر روز جب کہ دن نکلتا ہے انسان پر اس کے بدن میں جتنے جوڑ ہیں ان میں سے ہر ایک کے لیے صدقہ دینا واجب ہے۔ اگر کسی نے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کیا تو یہ (بھی) صدقہ ہے اور اگر کسی نے کسی آدمی کو اس کی سواری میں سوار ہوتے ہیں مدد دی اور (اس کو سواری پر سوار کر دیا یا اس کا سامان سواری پر اٹھا کر رکھ دیا یہ (بھی) اس کے لیے خیرات ہے اور (پھر) اچھی بات کہنا (یا سائل کو نرمی سے جواب دینا بھی) اس کے لیے صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے (مسجد کی طرف) جانے میں اٹھاتا ہے وہ (بھی) صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے تو یہ (بھی) صدقہ ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۳۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِىْ اٰدَمَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں سے پیدا

عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلٰثِمِائَةِ مَفْصَلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلٰثِ مِائَةِ فَاِنَّهٗ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَزَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا گیا ہے (یعنی ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور یہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کے کارآمد ہونے کے شکریہ میں انسان ہر روز کچھ نہ کچھ خیرات کرے)، تو جو کوئی اللہ اکبر کہے، الحمد للہ کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے سبحان اللہ کہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور لوگوں کے راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی دور کردے یا کسی کو نیک بات بتائے یا برائی سے روکے، اور یہ سب چیزیں (ہر دن) تین سو ساٹھ ہوجائیں تو (چونکہ اس نے ہر جوڑ کے بدلے میں ایک ایک نیکی کرلی ہے اس لیے (اس روز وہ گناہوں سے پاک (صاف ہوکر) ایسا چلے گا کہ گویا اس نے اپنے آپ کو دوزخ سے بچالیا ہے ۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے ۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے مسلمان ہر دن ان اعمال کو انجام دیتا رہے تاکہ دوزخ سے اس کی برأت ہر روز لکھی جایا کرے۔ ۱۲۔

۲۳۷۱ / ۱۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَاُدْخِلَ بِهِ الْجَنَّةَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک درخت کی شاخ پر گزرا، جو بڑھ کر درمیان راہ آگئی تھی تو اس نے کہا میں ضرور اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے دور کردوں گا، تاکہ یہ انکو تکلیف نہ دے۔ پس وہ شخص اس (کار خیر) کی وجہ سے جنت میں داخل کردیا گیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور سے کی ہے۔

۲۳۷۲ / ۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ وہاں سیر کرتا پھر رہا تھا (کیونکہ اس نے دنیا میں ایک کار خیر یہ کیا تھا کہ) لوگوں کے راستہ سے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو راستہ میں ہونے کی وجہ سے تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۷۴ وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ قُلْتُ یَانَبِیَّ ۱۹ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَنْتَفِعُ بِہٖ قَالَ اِعْزِلِ الْاَذٰی عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ حاصل ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا کرو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۷۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ۲۰ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَهْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَہٗ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْهَا اَجْرٌ قَالَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ فِیْہِ وِزْرٌ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر دفعہ سبحان اللہ کہنے پر اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہنے پر اور ہر دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے پر اور ہر نیک کام کے بتانے پر اور ہر بُرے کام سے روکنے پر خیرات کا ثواب ملتا ہے اور (یہاں تک کہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو اس پر (بھی) نیکی کا ثواب ملتا ہے (یہ سن کر حیرت سے) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کہ ہم میں سے ایک شخص اپنی خواہش نفس کی تکمیل کرتا ہو اور اس پر بھی اس کو ثواب ملتا ہے! (یہ بات کیسے ممکن ہے!) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا دیکھو! اگر وہ حرام (یعنی ناجائز) طریقہ پر اپنی خواہش نفس کی تکمیل کرتا تو کیا اس کو عذاب نہ ہوتا؟ چونکہ اس نے (حرام طریقہ سے بچ کر) حلال طریقہ سے اپنی خواہش پوری کی ہے (اور اپنی بیوی کا حق ادا کیا ہے) اس لیے (اس پر خیرات) کا ثواب ملے گا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ نفس جماع نہ تو صدقہ ہے اور نہ عبادت، البتہ کوئی شخص جماع کے ذریعہ حرام سے بچنے کے لیے اپنے نفس کی نگہداشت کرتا ہے اور اپنی بیوی کا حق بھی ادا کرتا ہے اور نیک اولاد پیدا ہونے کی نیت کرتا ہے، اس لیے اس طرح اپنی بیوی سے جماع کرنے پر مسلمان کو ثواب ملتا ہے۔ ۱۲

۲۳۷۶ وَعَنْ بُهَیْسَۃَ عَنْ اَبِیْهَا قَالَتْ ۲۱ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ قَالَ الْمَاءُ قَالَ یَا نَبِیَّ

حضرت بہیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے والد نے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے) عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کونسی چیز ہے

اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ قَالَ الْمِلْحُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَّکَ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

جس سے کسی کو روکنا درست نہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ پانی ہے) انھوں نے پھر دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پانی کے بعد) وہ کونسی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا منع ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نمک ہے۔ انھوں نے پھر دریافت کیا، اے اللہ کے نبی! وہ کونسی چیز ہے جس کا انکار کرنا درست نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر نیک کام تم سے ہو سکے تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۳۷۷/۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ اِنْسَانٌ اَوْ طَیْرٌ اَوْ بَہِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ لَہٗ صَدَقَۃٌ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے اور اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کچھ کھائے تو (اس کو نقصان پر صبر کرنے کی وجہ سے خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اور مسلم کی روایت میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ اگر اس کے (پھل یا کھیتی سے) کچھ چوری ہو جائے تو اس پر بھی اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔

۲۳۷۸/۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْیَا اَرْضًا مَّیْتَۃً فَلَہٗ فِیْہَا اَجْرٌ وَّمَا اَکَلَتِ الْعَافِیَۃُ مِنْہُ فَہُوَ لَہٗ صَدَقَۃٌ۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارَمِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی نے بنجر زمین کو آباد کیا (یعنی اتنا وہ زمین میں کھیتی کی) تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور کھیتی کا کسی وجہ نقصان ہو جائے (یعنی سیلاب آجائے یا جانور کھا جائے یا انسان لے جائے اور اس پر وہ صبر کرے) تو اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

۲۳۷۹/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَۃُ اللِّقْحَۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً وَ الشَّاۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَّتَرُوْحُ بِاٰخَرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین صدقہ زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی جو کسی کو مستعار دی جائے (تاکہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد اس کو واپس کر دے) یا بہترین صدقہ) وہ زیادہ دودھ دینے والی بکریاں ہے جو کسی کو مستعار دی جائیں کہ وہ صبح کو برتن بھر کر دودھ دیتی ہو، اور شام کو بھی برتن بھر کر دودھ دیتی ہو اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث میں مِنْحَۃٌ کا لفظ مذکور ہے اور مِنْحَۃ، عطیہ کو کہتے ہیں اور یہ عموماً اونٹ گائے اور بکری میں ہوا کرتا تھا، عرب میں یہ معمول تھا کہ صاحب ثروت جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ وہ دودھ والی اونٹنی گائے یا بکری کسی محتاج کو مستعار دیتا تاکہ وہ دودھ استعمال کرنے کے بعد مالک کو پھر واپس کر دے، اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پسند فرمایا اور اس کی تعریف کی ہے۔ مرقات اشعۃ اللمعات ۱۲۔

۲۳۸۰/۲۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَّنَحَ مِنْحَۃَ لَبَنٍ اَوْ وَرِقٍ اَوْ ھَدٰی زُقَاقًا کَانَ لَہٗ مِثْلَ عِتْقِ رَقَبَۃٍ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کو دودھ دینے والا جانور عاریتہً دے یا کچھ رقم بطور قرض دے یا کسی کو گلی کوچہ میں راہ بتا دے (کہ وہ اپنے منزل مقصود تک پہونچ سکے) تو اس کو غلام یا باندی آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۸۱/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِاِمْرَاَۃٍ مُّوْمِسَۃٍ مَرَّتْ بِکَلْبٍ عَلٰی رَاْسِ رَکِیٍّ یَلْھَثُ کَادَ یَقْتُلُہُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّھَا فَاَوْثَقَتْہُ بِخِمَارِھَا فَنَزَعَتْ لَہٗ مِنَ الْمَآءِ فَغُفِرَ لَھَا بِذٰلِکَ قِیْلَ اِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا قَالَ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بدکار عورت کی بخشش (محض) اس بناء پر ہو گئی (کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا) جب کہ وہ راستہ سے گزر رہی تھی تو اس نے ایک کتے کو کنویں کے پاس دیکھا جو پیاس کے مارے) اپنی جان باہر نکالے ہوا تھا اور قریب تھا کہ وہ (پیاس کی شدت کے مارے) ہلاک ہو جائے

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۳۸۲ / ۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عُذِّبَتْ اِمْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ أَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۳۸۳ / ۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

پس اس نے اپنا موزہ نکالا اور اس کو اپنی اوڑھنی سے باندھ کر کنویں سے پانی کھینچا اور کتے کو پلایا۔ اس کام کے صلہ میں اس عورت کو بخش دیا گیا صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا جانوروں پر احسان کرنے میں بھی ہم کو ثواب ملتا ہے؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں! ہر جاندار کے ساتھ احسان کرنے میں ثواب ملتا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک عورت کو (محض) ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا کہ جس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی نہ تو وہ اس کو کھلاتی اور نہ کھلا چھوڑتی کہ وہ زمین کے جانور (مثلاً چوہے وغیرہ) کھاتی (اور اپنا پیٹ بھرتی) اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں (آپ کی خدمت میں) حاضر ہوا[1] تو جوں ہی میری نظر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پر پڑی، تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ ایسی (نیک) صورت کسی جھوٹے شخص کی نہیں ہو سکتی (مدینہ پاک پہونچنے کے بعد لوگوں کو جمع کر کے) پہلی چیز جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! سلام کو رواج دو[2] اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔ رات میں اس وقت نماز پڑھا

[1] تاکہ آپ کے حالات معلوم کر کے دعوائے نبوت کی تصدیق کر دوں اور اسلام لاؤں۔
[2] یعنی کثرت سے سلام کیا کرو اور پکار کر سلام کرو، چاہے وہ اپنا ہو یا پرایا ہو۔

کرو جب کہ لوگ سوتے ہوں (تاکہ تم کو یکسوئی اور دلجی حاصل ہو) تو تم (ان کاموں کے صلہ میں) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس کی روایت ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۳۸۴ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔
۲۹

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ بزرگ و برتر کی عبادت کرو جو (جس نے اپنی رحمت سے تم کو قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں) اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کو رواج دو[1] تو تم (ان کاموں کے صلہ میں) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۳۸۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔
۳۰

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور برے خاتمہ سے بچاتا ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے سوء خاتمہ کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ انسان موت کے وقت غفلت، وسوسے، اور جزع فزع میں مبتلا ہو جائے اور شہادت ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ موت اچانک جلنے، ڈوبنے اور دب کر مرنے سے واقع ہو تو خیرات کرنے سے اللہ تعالیٰ سوء خاتمہ کی ان دونوں صورتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی سلامتی عطا فرماتے ہیں۔ ۱۲

۲۳۸۶ وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهٗ۔
۳۱

مرثد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ ان صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن مسلمان کا صدقہ اس کے لیے سایہ کا کام دے گا (یعنی قیامت

[1] یعنی کثرت سے سلام کیا کرو، اور با آواز بلند اپنے اور پرائے بیگانے کو سلام کیا کرو۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کی گرمی سے راحت و آرام کا سبب ہوگا) اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

۲۳۸۷ (۳۲) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ، وہ فرماتی ہیں کہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی نے ایک بکری ذبح کی) اور اس کو فقراء اور پڑوسیوں میں تقسیم کیا جب) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (گھر) تشریف لائے تو دریافت فرمایا (کیا) اس بکری میں (تقسیم کے بعد) کچھ باقی رہ گیا ہے ؟ تو ام المومنین جواب دیں کہ (صرف ایک دست باقی رہ گیا ہے اس میں) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں پوری بکری باقی ہے ، سوائے اس دست کے جو (گھر میں) رہ گیا ہے (یعنی جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا گیا ، اس کا ثواب اللہ کے پاس باقی ہے اور جو گھر میں بچ گیا وہ فانی ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے ۔

۲۳۸۸ (۳۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اَرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، سے مرفوعًا روایت ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں ، ایک وہ شخص جو راتوں کے وقت (بندسے) اٹھ کر کلام اللہ (کو نماز یا غیر نماز میں) پڑھا کرتا ہو ، دوسرا وہ شخص جو اپنے داہنے ہاتھ سے چھپا کر اس طرح خیرات کرے (کہ) بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو ، تیسرا وہ شخص جو کسی جہاد میں شریک ہو ، اور اس کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے لیکن (وہ تنہا) دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے ۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے ۔

۲۳۸۹ (۳۴) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، سے روایت ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے

فَاَمَّا الَّذِیْنَ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ فَرَجُلٌ اَتٰی قَوْمًا فَسَاَلَھُمْ بِاللّٰہِ وَلَمْ یَسْاَلْھُمْ لِقَرَابَۃٍ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھُمْ فَمَنَعُوْہُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْیَانِھِمْ فَاَعْطَاہُ سِرًّا لَایَعْلَمُ بِعَطِیَّتِہٖ اِلَّا اللّٰہُ وَالَّذِیْ اَعْطَاہُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَیْلَتَھُمْ حَتّٰی اِذَا کَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِمَّا یَعْدِلُ بِہٖ فَوَضَعُوْا رُءُوْسَھُمْ فَقَامَ یَتَمَلَّقُنِیْ وَیَتْلُوْا اٰیَاتِیْ وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَلَقِیَ الْعَدُوَّ فَھُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِہٖ حَتّٰی یُقْتَلَ اَوْ یُفْتَحَ لَہٗ وَالثَّلَاثَۃُ الَّذِیْنَ یُبْغِضُھُمُ اللّٰہُ اَلشَّیْخُ الزَّانِیْ وَالْفَقِیْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِیُّ الظَّلُوْمُ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ)

ہیں اور تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ پس وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے (جس نے اللہ کے نام پر مانگنے والے کو صدقہ دیا) جب کہ ایک سائل ایک جماعت کے پاس آیا اور اللہ کے نام پر مانگا اور ان لوگوں سے قرابت کا واسطہ دے کر نہیں مانگا، ان لوگوں میں سے کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا، انھیں میں سے ایک شخص (چپکے سے اُٹھ کر) باہر آیا اور اس طرح (دعا مانگنے والے) کو اس طرح چھپا کر دیا کہ سوائے خدا کے اور اس شخص کے کہ جس کو دیا گیا کسی کو معلوم نہ ہو سکا[1]۔ دوسرا وہ شخص ہے جو سب کو رات میں سوتا چھوڑ کر خدا کی عبادت کرتا ہو جب کہ) لوگ رات میں سفر کر رہے ہوں، یہاں تک جب نیند اُن پر غالب آ گئی اور وہ سو گئے انھیں میں سے ایک شخص (سب کو سوتا چھوڑ کر) اٹھا (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور میرے سامنے گڑگڑانے لگا اور میرے کلام کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ اور (تیسرا وہ شخص ہے جو کسی لشکر میں (شریک جہاد) تھا اور دشمن سے مقابلہ ہوا، اور اس کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ (دشمن کے مقابلہ میں سینہ تانے ثابت قدم رہا۔ یہاں تک کہ اپنی جان دیدی یا اس کو فتح حاصل ہوئی ایسا شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہے) اور وہ تین شخص جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (ایک) زنا کار بوڑھا (دوسرے) تکبر کرنے والا فقیر اور (تیسرے) وہ دولت مند جو ظلم کرتا ہو۔ اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

۲۳۹ ۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد

[1]: یہی وہ سائل کو دینے والا شخص ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔

لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِیْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِھَا عَلَیْھَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ شِدَّۃِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ اَلْحَدِیْدُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِیْدِ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ اَلْمَآءُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَآءِ قَالَ نَعَمْ اَلرِّیْحُ فَقَالُوْا یَا رَبِّ ھَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَیْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّیْحِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَۃً بِیَمِیْنِہٖ یُخْفِیْھَا مِنْ شِمَالِہٖ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی، تو (اس کو تھامنے کے لیے) اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کئے اور پہاڑوں کو زمین پر ٹھہرایا تو زمین کا ہلنا بند ہو گیا اور اس کو قرار حاصل ہو گیا تو فرشتے پہاڑوں کی سختی (کو دیکھ کر) اس سے حیران رہ گئے اور عرض کرنے لگے اے پروردگار کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے بڑھ کر بھی کوئی سخت چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں! (وہ) لوہا ہے (جو پہاڑ سے سخت ہے کہ وہ پتھر کو توڑ دیتا ہے فرشتوں نے حیرت سے) پھر پوچھا، اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہاں (وہ) آگ ہے (جو لوہے سے سخت ہے کہ لوہے کو نرم کر دیتی ہے) فرشتوں نے پھر عرض کیا، اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں! (وہ) پانی ہے (جو آگ کو بجھا دیتا ہے) فرشتوں نے پھر عرض کیا، اے پروردگار کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی سخت تر کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ہاں! (وہ) ہوا ہے (جو پانی پر غالب ہے کہ) پانی کو اڑا لے جاتی ہے تو فرشتوں نے پھر عرض کیا، اے پروردگار! کیا آپ مخلوق میں ہوا سے بھی سخت تر کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ہاں (وہ) انسان ہے (جو سب سے زیادہ سخت اور قوی ہے) کہ جو اپنے سیدھے ہاتھ سے اس طرح چھپا کر خیرات کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۱۹۱۰ | ۳۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّمَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

لہ (اس لیے کہ اس نے نفس کو ریا　دکھاوے اور شیطانی وسوسوں سے بچایا اور جبلی عادتوں کا مقابلہ کیا اور اخلاص سے خیرات کر کے اللہ کی رضا مندی حاصل کی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کیا۔

مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مسلمان کسی برہنہ مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائیں گے اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائیں گے اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی مہر لگی ہوئی شراب (طہور) پلائیں گے۔ اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ [۳۷] اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس کسی مسلمان نے کسی کو کوئی کپڑا پہنا دیا تو یہ (پہنانے والا مسلمان اس وقت تک اللہ کی حفاظت (اور امان) میں رہے گا جب تک کہ اس کپڑے کی ایک دھجی بھی اس کے (یعنی پہننے والے کے جسم) پر باقی رہے۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۳۹۳ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ [۳۸] اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے (اور میں اس کی روح پر ایصال ثواب کے لیے کچھ خیرات کرنا چاہتا ہوں ارشاد ہو کہ) کونسی خیرات افضل ہے (جس سے ان کو ثواب پہونچے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانی[لہ] تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھودا، اور کہا، یہ کنواں ام سعد (پر ایصال ثواب) کے لیے (وقف ہے) اس کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۳۹۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ [۳۹] اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

لہ بہترین صدقہ ہے، اس لیے تم کنواں کھدواؤ تاکہ سب کو اس سے فائدہ پہونچے۔

مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِیْ نَفَقَتِہٖ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سُنَّتِہٖ قَالَ سُفْیَانُ اَنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذٰلِکَ رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْہُ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ وَضَعَّفَہٗ قَالَ الْعِرَاقِیُّ لَہٗ طُرُقٌ صَحِیْحٌ بَعْضُھَا وَبَعْضُھَا عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل و عیال پر نفقہ میں (یعنی کھانا کھلانے وغیرہ میں) وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سال بھر وسعت کریں گے (یعنی خیر و برکت نازل کریں گے) حضرت سفیان ثوری (جو اس حدیث کے راویوں میں ہیں) فرماتے ہیں، کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا (اور خوب ہی پایا کہ سال بھر وسعت رہی) اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

بَابُ اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ

یہ باب بہترین صدقہ کے بیان میں ہے

۲۳۹۵ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَحَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَّابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ حَکِیْمٍ وَحْدَہٗ۔

حضرت ابو ہریرہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین خیرات وہ ہے جو ضرورت سے زائد مال میں سے دی جائے[1] اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے صرف حکیم بن حزام سے روایت کی ہے۔

۲۳۹۶ وَعَنْہُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِّ[2] وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کونسی خیرات (ثواب کے اعتبار سے) بہترین ہے؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین خیرات یہ ہے کہ (غریب آدمی) وسعت کے لحاظ سے خیرات کرے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۳۹۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد

---

[1] کہ خیرات کے بعد بھی مال اہل و عیال کی ضرورت کے لیے باقی رہے
[2] محنت اور مشقت کرکے جو مال حاصل کرتا ہے اس سے اپنی

الصَّدَقَۃِ اَنْ تُشْبِعَ کَبِدًا جَائِعًا۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

فرماتے ہیں کہ بہترین خیرات یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو (خواہ وہ مسلمان ہو، یا کافر ہو، یا جانور) پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۳۹۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی عِیَالِہٖ وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی دَابَّتِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین دینار (یعنی رقم) وہ دینار ہے جس کو آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور (وہ دینار بھی بہترین) ہے جس کو آدمی اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرے اور وہ دینار (بھی بہترین) ہے جس کو آدمی اپنے جہاد کرنے والے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۹۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْہُ عَلٰی نَفْسِکَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْہُ عَلٰی وَلَدِکَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْہُ عَلٰی اَھْلِکَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْہُ عَلٰی خَادِمِکَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا (یا رسول اللہ!) میرے پاس دینار ہیں، ارشاد فرمائیں کہ میں ان کو کیسے خرچ کروں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (پہلے) تو اس کو اپنی ذات پر خرچ کر، انھوں نے عرض کیا کہ (اس کے بعد بھی) میرے پاس (دینار) رہ جاتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو تو اپنی اولاد پر خرچ کر، انھوں نے (پھر) عرض کیا کہ (اس کے بعد بھی) میرے پاس اور دینار (باقی) رہ جاتے ہیں، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کو اپنی بیوی پر خرچ کر، انھوں نے (پھر) عرض کیا (اس کے بعد بھی) میرے پاس اور دینار (باقی رہ جاتے ہیں) تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کو اپنے خادم پر خرچ کر، انھوں نے (پھر) عرض کیا کہ میرے پاس اور دینار رہ جاتے ہیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم خود سمجھ دار ہو

(اس لیے تم جس کو مستحق سمجھتے ہو اسے کو دیدو) اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۴۰۰/۶ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کو خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۰۱/۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَہٗ فِیْ رَقَبَۃٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِہٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَہٗ عَلٰی اَھْلِکَ اَعْظَمُھَا اَجْرًا اِلَّذِیْ اَنْفَقْتَہٗ عَلٰی اَھْلِکَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ (انسان اپنے مال کو کئی طریقوں سے خرچ کرتا ہے) ایک (خرچ تو) وہ دینار ہے جس کو تم راہ خدا میں (یعنی جہاد، یا حج یا طلب علم) میں خرچ کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام باندی آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر خیرات کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو، لیکن وہ دینار جس کو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا ہو، وہ ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۴۰۲/۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلِیَ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰی بَنِیْ سَلَمَۃَ اِنَّمَا ھُمْ بَنِیْ فَقَالَ اَنْفِقِیْ عَلَیْھِمْ فَلَکِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْھِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بچوں پر جو میرے ہی بطن سے ہیں، خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا۔ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ تم ان پر خرچ کرتی جاؤ، تم جو کچھ خرچ کرو گی اس کا ثواب تم کو برابر ملے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۰۳/۹ وَعَنْ مَیْمُوْنَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ

لہ یوں تو ان میں سے تم کو ہر ایک دینار کے خرچ پر ثواب ملتا ہے۔

اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تعالیٰ عنہا سے روایت ہے (وہ کہتی ہیں) کہ انھوں نے ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آزاد کی (پھر بعد میں) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر فرمایا، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس (باندی) کو اپنے ماموں کو دے دیتیں (جن کو ایک خادم کی ضرورت تھی اس کا ثواب (آزاد کرانے سے) زیادہ ہوتا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کا ثواب خیرات کرنے سے بڑھ کر ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

۲۴۰۴ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ
۱۰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (اجنبی) مسکین کو خیرات دینے سے (صرف) ایک خیرات کا ثواب ملتا ہے اور (غریب) قرابت دار کو خیرات دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک تو خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ اس کی روایت امام احمد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے ۔

۲۴۰۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ
۱۱ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انصار مدینہ میں کھجوروں کے اعتبار سے بہت مالدار تھے اور ان کو سب سے زیادہ محبوب وہ باغ تھا جس کو بیرحاء کہتے تھے، جو مسجد نبوی کے مقابل واقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا عمدہ (اور شیریں) پانی پیا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ،، (تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے) تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کئے، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ،،

أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَخْ بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور بیرحاء (نامی باغ) مجھ کو اپنے مال میں سب سے زیادہ محبوب ہے اس لیے میں اس کو خدا کے نام پر خیرات کرنا چاہتا ہوں اور اس (کو خیرات کرنے سے) اللہ تعالیٰ کے پاس نیکی اور ذخیرہ (آخرت) کی امید رکھتا ہوں پس یارسول اللہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں (یعنی جس کو چاہیں دیدیں) (یہ سُن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بخ۔ بخ! (واہ واہ! شاباش شاباش) یہ باغ نہایت نفع دینے والا ہے، تم نے جو کچھ کہا میں نے سُن لیا (یعنی مجھے تمہارا منشا معلوم ہوگیا) اب میری رائے میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو اپنے (محتاج) قرابت داروں میں تقسیم کر دو۔ تاکہ صدقہ کا بھی ثواب حاصل ہو اور صلہ رحمی کا بھی) ابوطلحہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۰۶
۱۲
وَعَنْ رَابِطَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَكَانَتِ امْرَأَةً صَنْعَاءَ وَلَيْسَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَالٌ فَكَانَتْ تُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلٰى وَلَدِهٖ مِنْهَا فَقَالَتْ لَقَدْ شَغَلْتَنِيْ وَاللهِ أَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا أُحِبُّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكِ فِيْ ذٰلِكَ أَجْرٌ أَنْ تَفْعَلِيْ فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هِيَ وَهُوَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ ذَاتُ صَنْعَةٍ أَبِيْعُ مِنْهَا وَلَيْسَ لِوَلَدِيْ وَلَا لِزَوْجِيْ شَيْءٌ فَيَشْغَلُوْنِيْ فَلَا أَتَصَدَّقُ فَهَلْ لِيْ فِيْهِمْ أَجْرٌ فَقَالَ لَكِ فِيْ ذٰلِكَ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ

حضرت رائطہ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں اور جو ایک ہنرمند صحابیہ ہوئی ہیں، اُن سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے روزگار تھے تو یہ (اپنے ہنر کی آمدنی کو روزانہ) اُن پر اور ان کی اولاد پر خرچ کیا کرتی تھیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ خیرات کیا کریں، (یہ ارشاد سن کر) انھوں نے (اپنے شوہر سے) کہا، خدا کی قسم! تم نے اور تمہارے بچوں نے مجھے خیرات کرنے سے روک رکھا ہے (کہ میرے ہنر کی پوری آمدنی تم پر خرچ ہو جاتی ہے) جس کی وجہ سے میں کچھ بھی خیرات نہیں کر سکتی ہوں (یہ سن کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہم پر خرچ کرنے کی وجہ سے تم ثواب سے محروم ہو رہی ہو تو مجھے بھی پسند نہیں کہ تم ہم پر خرچ کرو، تو یہ دونوں حضرات (میاں بیوی) رسول اللہ

عَلَيْهِمْ فَانْفِقِيْ عَلَيْهِمْ۔ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رائطہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ہنر مند عورت ہوں اور (چیزیں بنا کر) فروخت کرتی ہوں اور (اس وقت) میری اولاد اور میرے خاوند کے پاس کچھ بھی (مال) نہیں ہے (چونکہ میں ان پر خرچ کرتی ہوں) اس لیے میں خیرات نہیں کرسکتی ہوں (حضور انور ارشاد ہو کہ) میری آمدنی ان پر خرچ ہو رہی ہے کیا اس کا مجھے اجر و ثواب ملے گا؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تم ان پر خرچ کرو گی تم کو اس کا (برابر) ثواب ملتا رہے گا۔ اس لیے تم ان پر خرچ کرتی جاؤ۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رائطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی روزانہ کی کمائی سے اپنے شوہر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اپنی اولاد پر خرچ کیا کرتی تھیں۔

واضح ہو کہ حضرت رائطہ کا ان پر خرچ کرنا مد زکوٰۃ سے نہ تھا، اس کی دلیل شرح معانی الآثار میں اس طرح مذکور ہے کہ خود حضرت رائطہ فرماتی ہیں کہ میں ایک ہنر مند عورت ہوں اور اپنی دستکاری سے روزانہ جو کچھ بناتی ہوں اور اس کی آمدنی کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خرچ کرتی ہوں، (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) وہ اپنی روزمرہ کی آمدنی کو ہر روز خرچ کر دیتی تھیں، اس لیے مال پر سال کے نہ گزرنے کی وجہ سے زکوٰۃ کے نصاب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا خرچ مد زکوٰۃ سے نہ تھا چنانچہ حضرت رائطہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا حضرت ابن مسعود اور بچوں پر خرچ کرنا ثواب کا موجب ہے یا نہیں! اس سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوال نفل خیرات کے ثواب سے متعلق تھا، نہ کہ زکوٰۃ سے۔

حضرت رائطہ کا خرچ مد زکوٰۃ سے نہ ہونے پر شرح معانی الآثار میں دوسری دلیل یہ ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کے مال کو اپنے بچوں پر خرچ کرے، چونکہ حضرت رائطہ جس مال کو اپنے بچوں پر خرچ کرتی تھیں، اسی مال سے اپنے شوہر پر بھی خرچ کیا کرتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ مال جس کو بچوں پر خرچ کرتی تھیں وہ مد زکوٰۃ میں سے نہ تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مال حضرت رائطہ اپنے شوہر پر خرچ کرتی تھیں وہ بھی مد زکوٰۃ سے نہ تھا۔ ۱۲۔

۲۳۰۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ اَيُّهُمَا اُهْدِيْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان دو میں کس کو تحفہ دوں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا دروازہ تمہارے (دروازے) سے قریب ہو (اس کے پاس تحفہ بھیجو) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں پڑوسی کا ذکر ہے، پڑوسی کے تعین میں آئمہ کے اقوال حسب ذیل ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پڑوسی وہ ہے کہ جس کا گھر تمہارے گھر سے ملا ہوا ہو، اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ ہر شخص جو تمہارے محلہ میں رہتا ہو اور محلہ کی مسجد کا نمازی ہو، وہ پڑوسی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا شمار اپنے گھر کے ہر جانب سے چالیس گھر تک ہوتا ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور اسی کی صراحت علامہ قاسم نے بھی کی ہے اور قیاس بھی یہی ہے کہ پڑوسی وہی ہے جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو (درمنتقی) کی عبارت یہاں ختم ہوئی) پڑوسی کے تعین کے بعد پڑوسی سے متعلق حقوق یہ ہیں کہ اگر پڑوسی نادار ہو تو اس کے کھانے، کپڑے اور اس کی امداد سے غافل نہ ہو، اور اگر پڑوسی کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو اس کے دکھ درد میں شریک رہے اور اپنے گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظامات کو نمایاں نہ کرے، تاکہ وہ رنجیدہ نہ ہو جیسا کہ تفسیرات احمدیہ، درمختار اور ردالمحتار کی کتاب الوصایا میں مذکور ہے۔ ۱۲

۲۴۰۸
۱۴ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم (گوشت کا) شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر دو، تاکہ (تم اس کے ذریعہ سے اپنے پڑوسیوں کی مدد کر سکو) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۴۰۹
۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْئَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ کیا میں تم کو سب سے بہتر آدمی کا پتہ نہ دوں، سنو (سب سے بہتر) آدمی وہ ہے جو (ہر وقت) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے جہاد فی سبیل کے لیے تیار رہتا ہے (پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو اس شخص کا پتہ نہ دوں جو درجہ میں) اس کے قریب ہے (سنو یہ) وہ شخص ہے جو چند بکریوں کے ساتھ گوشہ تنہائی اختیار کرے اور ان بکریوں پر جو اللہ تعالیٰ

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

کا حق ہے (یعنی زکوٰۃ ہے) اس کو ادا کرتا ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تم کو سب سے بڑے آدمی کی خبر نہ دوں (سنو یہ) وہ شخص ہے جس سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے اور (وہ باوجود قدرت رکھنے کے) نہ دیتا ہو، اس کی روایت ترمذی نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس سے سائل اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگے اور وہ نہ دے، اس بارے میں ابن مبارک، کا قول مختارات میں اس طرح مذکور ہے کہ جو شخص اللہ واسطہ دے کر یا اللہ کا حق بتاکر مانگے مجھے یہ بات پسند ہے کہ ایسے سائل کو کچھ نہ دیا جائے، اس لیے کہ اس نے (دنیوی مال) جس کو اللہ تعالیٰ نے حقیر فرما دیا ہے (اس کے حاصل کرنے کے لیے) اس نے اللہ کے نام کو جو عظمت اور شان والا ہے (ایسی حقیر چیز کے لیے استعمال کیا، یہ قول اس وقت پر محمول ہے جب کہ معلوم ہو کہ سائل حقیقت میں ضرورت مند نہیں ہے، اسی خصوص میں طبرانی نے قوی سند کے ساتھ ایک حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اس شخص پر لعنت ہے جو اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہو، اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے اور (وہ قدرت رکھنے اور سائل کی ضرورت سے واقف ہونے کے باوجود) سائل کو نہ دے، اگر سائل سوال کرتے وقت برا بھلا کہہ دے تو ایسی صورت میں نہ دینے والا لعنت کا مستحق نہیں ہوگا، اور ابوداؤد اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت کی ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، اور حاکم نے بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر مانگے تم اس کو دیدو۔

صاحب درمختار اور ردالمحتار نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثوں کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ مانگنے والا اور نہ دینے والا، یہ دونوں اس صورت میں لعنت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے جب کہ مانگنے والا بے ضرورت اور اپنے مال کو بڑھانے کے لیے سوال کرے اور نہ دینے والا اس وقت ملعون ہوگا جب کہ وہ دینے کی قدرت رکھنے اور سائل کی ضرورت سے واقف ہونے کے باوجود نہ دے۔ ۱۲

۲۴۱۰/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْکُمْ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنْ دَعَاکُمْ فَاَجِیْبُوْہُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص (بطور فریاد کے کسی کے شر سے) اللہ کے نام پر تم سے پناہ مانگے، تو تم اس کو پناہ دیدو اور جو شخص تم سے سوال کرے اور اللہ کے نام پر زکوٰۃ

فَكَافِئُوْهُ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

چیز مانگے) تو تم اس کو دیدو اور جو شخص کھانے کی دعوت دے تو تم اس کی دعوت کو قبول کرو، اور کوئی شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی (اس کے احسان) کا بدلہ دو (یعنی اس کے ساتھ کوئی نیکی کرو) اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو اس کے لیے دعا کرتے رہو، یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ تم نے اس (کے احسان) کا بدلہ چکا دیا۔ اس کی روایت امام احمد ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ احسان کرنے والے کا بدلہ احسان سے نہ کر سکیں تو کم از کم جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہترین بدلہ دے) کہہ دیں تو یہ دعا اس کے احسان کا بدلہ ہو جائے گی ۱۲۔

۲۳۱۱
۱۷
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةَ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات (یا اس کے نام کا واسطہ دے کر نہ اللہ سے نہ اس کے غیر سے) بجز جنت (کے کوئی اور چیز نہ مانگی جائے (یعنی لوگوں سے اللہ کا واسطہ دے کر دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگنا چاہیئے۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۳۱۲
۱۸
وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ مَعْنَاهُ ۔

حضرت ام بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سائل کو (خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ، کچھ نہ کچھ ضرور دو) اگرچہ وہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی روایت امام مالک نسائی نے کی ہے اور ترمذی اور ابو داؤد نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

بَابُ صَدَقَۃِ الْمَرْاَۃِ مِنْ مَّالِ الزَّوْجِ

اس باب میں شوہر کے مال سے بیوی کے خیرات کرنے کا بیان ہے)

۲۲۱۳ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ طَعَامِ بَیْتِہَا غَیْرَ مُفْسِدَۃٍ کَانَ لَہَا اَجْرُہَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِہَا اَجْرُہٗ بِمَا کَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ لَایَنْقُصُ بَعْضُہُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَیْئًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بیوی اپنے گھر کے کھانے میں سے راہِ خدا میں) کچھ خیرات کرتی ہے اور اس (خیرات میں اسراف نہیں ہو رہا ہو، تو اس عورت کو اس خیرات کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو بھی اس کمائی کا ثواب ملتا ہے (جس مال میں سے خیرات دی گئی ہے) اور اسی طرح اس دار وغہ کو بھی (خیرات کا ثواب ملتا ہے جو اپنے مالک کی جانب سے اس کے مال میں سے کچھ خیرات کر دے) (تینوں کو برابر پورا پورا ثواب ملتا ہے ایک کا ثواب کم کرکے دوسرے کو نہیں دیا جائے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں محی السنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرے، خواہ وہ اجازت صراحت کے ساتھ ہو یا اشارۃً ہو، اور اسی طرح خادم کے لیے بھی جائز نہیں کہ اپنے مالک کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرے، اب رہا مذکورہ حدیث شریف اور وہ حدیثیں جو بعد میں آرہی ہیں اُن میں بغیر اجازت کے بیوی اور خادم کے خیرات کرنے کا جو ذکر ہے وہ اس بناء پر ہے کہ اہلِ حجاز کی عام عادت یہ تھی کہ وہ اپنی بیوی اور خادموں کو اجازت دے رکھتے تھے کہ اگر سائل آئے تو دیدیا کریں اور مہمان آئے تو مہمان نوازی کیا کریں، علامہ شریف جرجانی نے بھی مشکوٰۃ کے حاشیہ میں ایسا ہی کہا ہے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ اس بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں، ان میں تطبیق یعنی اختلاف کو دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی اور خادم کو خیرات کرنے کی اجازت کا انحصار ملک کے رواج شوہر اور مالک کی طبیعت، اور جو چیز خیرات کی جارہی ہے اس کی حیثیت پر ہوگا۔ مثلاً کسی ملک کا رواج یہ ہے کہ شوہر اور مالک کی اجازت کے بغیر وہاں خیرات دیدی جاتی ہو، یا شوہر کی طبیعت یہ ہے کہ وہ اجازت کے بغیر اپنی بیوی کی خیرات پر اور مالک اپنے خادم کی خیرات پر راضی رہتے ہوں، یا جو چیز خیرات دی جارہی ہے وہ معمولی حیثیت کی ہے اور زیادہ مدت تک رکھنے سے خراب ہو جاتی ہے، تو ان تمام صورتوں میں بیوی یا خادم کا بغیر اجازت کے خیرات کرنا جائز ہوگا۔ اس کے برخلاف ملک کا رواج ایسا نہ ہو، یا شوہر اور مالک

کی طبیعت میں بخل ہو، اور وہ اجازت کے بغیر خیرات کو پسند نہ کرتے ہوں، یا جو چیز خیرات دی جا رہی ہو، شوہر اور مالک کے پاس اہم ہو تو ان تمام صورتوں میں شوہر یا مالک کی اجازت کے بغیر خیرات کا دینا جائز نہ ہوگا۔۱۲

۲۴۱۴/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ جب بیوی اپنے شوہر کے مال سے اس کے حکم کے بغیر کچھ خیرات کرے تو اس کو (پورے ثواب کا) آدھا ثواب ملے گا (اور باقی نصف اس کے شوہر کو ملے گا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۱۵/۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَاَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا طَعَامٌ قَالَ ذٰلِكَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی مال خرچ نہ کرے (اس پر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کیا کھانے میں سے بھی؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (نہیں کھانا بھی خیرات نہ کرے) کھانا تو ہمارا بہترین مال ہے، اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۴۱۶/۴ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتِ امْرَاَةٌ جَلِيْلَةٌ كَاَنَّهَا مِنْ نِّسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنَّا كَلٌّ عَلٰى اٰبَائِنَا وَاَبْنَائِنَا وَاَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ تَاْكُلْنَهٗ وَتُهْدِيْنَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو (ایک قوی اور جسیم عورت کھڑی ہوئی جو غالباً قبیلہ مُضر کی عورتوں میں سے تھیں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہروں کے زیر پرورش ہوتی ہیں (ارشاد فرمائیے کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال سے) ہمیں کیا چیز (خیرات کرنا) جائز ہے، (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچی چیزیں (جو جلد خراب

لہ اجازت کے بغیر بیوی کے لیے خیرات کرنا جائز نہیں ہے، حالانکہ وہ روپیہ پیسہ کے مقابلہ میں معمولی چیز ہے تو)

ہوجاتی ہوں مثلاً سالن، دودھ اور کچا میوہ وغیرہ) تم ان کو کھاؤ اور ہدیہ کے طور پر بھی بھیج سکتی ہو (جس کا عام طور پر رواج بھی ہے) اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۴۱۷/۵ وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أَبِي اللَّحْمِ قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَاءَنِي مِسْكِينٌ فَأَطْعَمْتُهُ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهُ فَقَالَ يُعْطِي طَعَامِي بِغَيْرِ أَنْ آمُرَهُ فَقَالَ الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو ابی اللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، اُن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میرے آقا نے مجھے حکم دیا کہ میں گوشت کے کباب بناؤں اتنے میں ایک فقیر آگیا، تو میں نے اس گوشت میں سے اس کو کچھ کھلا دیا میرے آقا کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے مجھے مارا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے آقا کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم نے عمیر کو کیوں مارا ہے انھوں نے عرض کیا کہ میری اجازت کے بغیر یہ میرا کھانا دے دیا کرتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کی خیرات کا تم دونوں کو ثواب ملے گا (حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منشا یہ نہیں کہ غلام مالک کے مال میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے) بلکہ غلام کو مارنے سے منع فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ مالک کو اس بات کی تسلی دی جائے کہ اس قسم کی خیرات سے دونوں کو ثواب ملتا ہے اور اس ثواب کو جو غلام کی خیرات سے مالک کو مل رہا ہے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنے آقاؤں کے مال سے کچھ خیرات کر سکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! (خیرات کر سکتے ہو) اور اس کا ثواب تم کو اور تمہارے مالکوں کو برابر برابر ملے گا۔

۲۴۱۸/۶ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ امانت دار مسلمان خزانچی

يُعْطِيْ مَا أَمَرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ إِلَى الَّذِيْ أَمَرَ لَهٗ بِهٖ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جو اپنے مالک کے حکم سے مطابق بلا کم وکاست خوش دلی سے اس شخص کو خیرات دے کہ جس کو مالک نے دینے کا حکم دیا ہے تو وہ بھی دو خیرات کرنے والوں میں سے ایک ہوگا (یعنی اس کو بھی مالک کی طرح خیرات کرنے کا ثواب ملے گا) اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

٢٣١٩ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارِ قُطْنِيْ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لِيْ أَبَوَانِ أَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ لِيْ بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صِيَامِكَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا یک انتقال ہو گیا اور اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو میرا خیال ہے کہ ضرور خیرات کرنے کی وصیت کرتی۔ اب اگر میں اس کی جانب سے خیرات دوں تو کیا اس کو اس خیرات کا ثواب ملے گا؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (اس کو ضرور ثواب ملے گا) اور دار قطنی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ جب زندہ تھے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتا تھا، اب دونوں انتقال کر چکے ہیں تو ان کی موت کے بعد کس طرح ان کے ساتھ سلوک کروں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنی نمازوں کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی نفل نماز پڑھ لیا کرو اور (اس کا ثواب ان کی ارواح کو ہدیہ دو) اسی طرح جب تم روزہ رکھتے ہو اپنے روزوں کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی نفل روزہ رکھ لیا کرو۔ (اور اس کا ثواب بھی) ان کی ارواح کو ایصال کیا کرو۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ میت کو خیرات کا ثواب پہنچتا ہے ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے صراحت کی ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے نیک عمل کا تو دوسرے کو ثواب بخشے خواہ وہ نماز ہو، یا روزہ یا خیرات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے کہ اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ فرائض کے علاوہ نوافل کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ امام عبد اللہ یافعی نے اپنی کتاب روضۃ الریاحین میں لکھا ہے کہ شیخ اجل علامہ عز الدین بن عبد السلام کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، فرما رہے تھے کہ ہم دنیا میں ایصال ثواب کے قائل نہ تھے، لیکن یہاں یعنی عالم برزخ میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ میت کو بھیجا ہوا ثواب پہنچتا ہے ۱۲۔

بَابُ مَنْ لَّا يَعُوْدُ فِي الصَّدَقَةِ

۲۲۲۰ [۱] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۲۲۱ [۲] وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جس کو خیرات دے کر واپس نہ لینا چاہیئے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جو جہاد میں جا رہا تھا (اور جس کے پاس گھوڑا نہ تھا) راہِ خدا میں ایک گھوڑا دے دیا اس نے اس گھوڑے کو لاپرواہی سے رکھا اور اس کو دبلا کر دیا، میں نے چاہا کہ اس کو خرید لوں، اور میرا خیال تھا کہ وہ اس کو سستی قیمت پر فروخت کر دے گا، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا اس کو نہ خرید و اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو، اگرچہ کہ وہ تمہیں ایک ہی درہم میں کیوں نہ بیچ دے، اس لیے کہ اپنی خیرات کو واپس لینے والا ایسے کتے کی طرح ہے جو اپنی قئے کو پھر چاٹ لے اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ تم اپنی خیرات کو واپس نہ لو، اس لیے کہ اپنی خیرات کو واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قئے کو پھر چاٹ لے، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک خاتون حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنی ماں کی خدمت کے لیے ایک باندی دی تھی اور میری والدہ کا انتقال ہو گیا (اور وہ باندی وراثت میں واپس مجھے مل گئی ہے، اب میں اس کو لے سکتی ہوں یا نہیں؟) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (باندی دینے کا) ثواب تو تمہیں مل گیا اور اب وراثت نے اس

(باندی) کو تمہارے پاس واپس کر دیا ہے (اس لیے تم اس کو لے لو) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۴۲۲ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ قَالَ فِي الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص انتقال کر جائے اور اس پر ایک مہینہ کے روزے قضاء ہوں تو (اس کے ولی کو) چاہیئے کہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو (دو وقت کا) کھانا کھلائے اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور الجوھر النقی میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۴۲۳ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلطَّحَاوِيِّ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامُ رَمَضَانَ اَيَصْلُحُ اَنْ اَقْضِيَ عَنْهَا فَقَالَتْ لَا وَلٰكِنْ تَصَدَّقِيْ عَنْهَا مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ عَلٰى مِسْكِيْنٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِكِ قَالَ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور اُن پر رمضان کے روزے قضاء رہ گئے ہیں کیا میرے لیے ان کی طرف سے روزوں کی قضاء جائز ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، نہیں، بلکہ ان کی طرف سے روزے رکھنے کی بجائے تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ تم ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو خیرات دے دیا کرو (مرقات اور عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے کہ ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو ایک فطرہ کی مقدار غلہ دیا جائے، واضح ہو کہ ایک فطرہ کی مقدار دو کیلو گیہوں ہوتے ہیں) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۴۲۴ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں (بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی، ایک خاتون نے حاضر ہو کر) عرض کیا کہ میری والدہ نے حج نہیں کیا تھا (اور ان کا انتقال ہوگیا ہے) کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! تم ان کی طرف سے حج کر لو۔

ف، واضح ہو کہ عبادات کی تین قسمیں ہیں، ایک محض مالی جیسے زکوٰۃ دوسرے محض بدنی جیسے نماز، اور تیسرے مالی اور بدنی

مشترک جیسے حج، پہلی قسم کی عبادات (یعنی محض مالی جیسے زکوٰۃ) میں اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں نیابت درست ہے اس لیے کہ مالی عبادات میں نیابت سے مقصود، کو اللہ کے واسطے مال خرچ کیا جائے تو حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم کی عبادات (یعنی محض بدنی) میں کسی صورت میں (صحت ہو یا مرض) نیابت درست نہیں اس لیے کہ بدنی عبادات میں اتعاب نفس (یعنی انسان کا اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنا) مقصود ہے اور نیابت سے یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

تیسری قسم کی عبادات یعنی مالی اور بدنی مشترک میں عجز کی صورت میں نیابت درست ہے۔ بشرطیکہ وہ عجز دائمی ہو اور حج فرض ہو چکا ہو، البتہ نفل حج ادا کرنا چاہتا ہو تو قدرت کے باوجود اپنے نائب کے ذریعہ حج بدل کروانا درست ہے۔

نیابت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے اس کی عبادات کو ادا کرے۔ (یہ مضمون ہدایہ سے ماخوذ ہے)

کِتَابُ الصَّوْمِ

یہ کتاب روزے کے بیان میں ہے

ف: صوم کے معنی شریعت میں اپنے نفس کو کھانے پینے اور جماع سے نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روکنے کے ہیں، روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، مدینہ منورہ میں ہجرت کے ڈیڑھ برس بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے اللہ تعالیٰ نے کئی عظیم فائدوں کی وجہ سے روزہ کو فرض کیا ہے منجملہ ان فوائد کے ایک تو نفس امارہ کی اصلاح ہے کیونکہ جب روزہ کی وجہ سے نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے تو تمام اعضاء جسمانی سیر رہتے ہیں۔ ہر عضو اپنی اپنی خواہشات سے رک جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آنکھ دیکھنے کے گناہ سے، زبان بولنے کے گناہ سے اور کان سننے کے گناہ سے اور فرج شہوت کے گناہ سے محفوظ رہتے ہیں، جس سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے اس کے برخلاف جب نفس روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے کھا پی کر سیر رہتا ہے تو سارے اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں اور گناہ کے کاموں پر مائل ہو جاتے ہیں جس سے دل سیاہ ہونے لگتا ہے۔

روزہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ رکھنے سے روزہ دار میں غرباء پر شفقت اور مہربانی کرنے کی صفت پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں بھوک کی جو تکلیف محسوس کرتا ہے تو وہ اس احساس کی وجہ سے غریبوں سے اچھا سلوک کرتا ہے جس کا اجر اس کو اللہ کے پاس مل جاتا ہے۔

روزہ کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے فقراء کے حال سے موافقت پیدا ہو جاتی ہے، فقراء تو اکثر بھوکے ہی رہتے ہیں اور بھوک کی تکلیف برداشت کرتے ہیں اور روزہ دار روزہ رکھ کر بھوک کی تکلیف کو برداشت کر کے فقراء کے حال سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا درجہ بلند ہوتا ہے چنانچہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک شخص سخت سردی کے موسم میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں، انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسی سردی میں اپنے کپڑے کیوں اُتار دیئے ہیں تو حضرت بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا بھائی! فقراء بہت ہیں اور میں ان کو کپڑے دے سکتا ہوں تو اس لیے میں کپڑے اُتار کر سردی کو برداشت کر رہا ہوں تاکہ ان کی اس تکلیف میں شریک ہو جاؤں (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) ۱۲

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ اگلوں پر فرض ہوئے تھے، کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دن ہیں۔ (سورۃ البقرہ، ۱۸۳)

ف: خیال رہے کہ اسلام میں اولاً صرف عاشوراء کا روزہ فرض تھا یعنی پورے سال میں صرف ایک روزہ، پھر ہر مہینہ میں تین روزے فرض ہوئے، ایام بیض تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں چاند کے، پھر اس آیت کریمہ سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور پہلے روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

وَقَوْلُهُ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقر پ۲ ع۲۳ میں) ماہِ رمضان وہ (برکت والا مہینہ) ہے جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں فرق کرنے کی کھلی نشانیاں ہیں، تو جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیئے۔

۲۲۲۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں[۱] اور ایک روایت میں ہے روزہ دار کو ایسے اعمال کی توفیق ہوتی ہے جن سے وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے) اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں (یعنی روزہ دار تزکیہ نفس کی وجہ سے ایسے گناہ اور ایسے اعمال بد سے بچ جاتا ہے جو دوزخ میں پہونچانے کا باعث ہوتے ہیں) اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے[۲] اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں) اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان ہے کہ مسلمان نے جب روزہ رکھا اور پیٹ خالی ہوا تو اکثر گناہوں سے بچا تو رحمت الٰہی کو جوش ہوا، بہشت کے دروازے کھلے! دوزخ بے کار ہوئے، شیطان بند ہوئے کیونکہ انسان پر شیطان کا قابو پیٹ بھرنے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر بے نمازی بھی رمضان میں روزہ رکھتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں اور یہی دلیل ہے شیطان کے قید ہونے کی، بہرحال رمضان المبارک کی برکت میں کوئی شبہ نہیں۔ ۱۲

۲۲۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ، رمضان المبارک کی پہلی رات آجاتی ہے تو

---

[۱] یعنی اللہ کی رحمت پے در پے نازل ہوتی رہتی ہے، نیک اعمال بغیر کسی رکاوٹ کے آسمان پر اٹھا لئے جاتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں)

[۲] جس کی وجہ روزہ دار شیاطین کے وسوسوں اور گناہوں کی ترغیب سے محفوظ ہو جاتا ہے)

الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْھَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْھَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَ لِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَ رَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ)

شیاطین اور سرکش جن پرا کیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کا کوئی دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جنت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک منادی یہ ندا کرتا ہے '' اے طالب خیر متوجہ ہو جاؤ اور خیر کی جانب آ جا) اور اے شر پسند (گناہوں سے) باز آ جا (کہ یہ گناہوں سے توبہ کرنے کا وقت ہے) اور اللہ تعالیٰ (اس مہینہ میں گناہ گاروں کو) دوزخ سے نجات دیتے ہیں اور (یہ ندا رمضان المبارک میں) ہر رات ہوا کرتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور امام احمد نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں شیاطین اور سرکش جن بند کیے جاتے ہیں، اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ شیاطین کو اور سرکش جنوں کو اس لیے بند کیا جاتا ہے تاکہ وہ روزہ داروں کے دلوں میں وسوسے نہ ڈالیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں اکثر گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور بعض لوگوں کو جو دیکھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں بھی گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین کے بہکانے کے پرانے اثرات ان کے دلوں میں جمے رہتے ہیں اور وہ اپنی عادت کے مطابق برائی کرتے رہتے ہیں۔ ۱۲

۲۴۲۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ تُفْتَحُ فِیْہِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ تُغْلَقُ فِیْہِ اَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَتُغَلُّ فِیْہِ مَرَدَۃُ الشَّیَاطِیْنِ لِلّٰہِ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حُرِمَ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینہ میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت پے درپے نازل ہوتی رہتی ہیں) اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں (یعنی روزہ دار تزکیۂ نفس کی وجہ سے ایسے گناہوں سے بچ جاتا ہے جو دوزخ میں پہونچانے کا باعث ہوتے ہیں) اور سرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالا جاتا ہے (یعنی شب قدر میں عبادت ہے) اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ (کے تجلیات) کی ایک خاص رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی شب قدر میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینہ

عبادات کرنے کے برابر ہے) جو شخص اس رات کی نیکی سے محروم رہا وہ یقیناً ہر طرح کی خیر و برکات سے محروم رہا[۱] اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۲۲۸ ۴ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ مبارک) مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے، تو تم اس کو غنیمت سمجھو، دن میں روزے رکھا کرو، اور رات میں تراویح پڑھا کرو) اور اس میں ایک ایسی رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزاروں مہینوں کی راتوں (میں عبادت کرنے) سے بہتر ہے[۲] کہ جو اس (شب قدر) کی بھلائیوں (یعنی اس میں عبادت کرنے کی توفیق) سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، اور اس کے (برکات سے) وہی محروم رہتا ہے جو بے نصیب ہے اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۲۲۹ ۵ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور اس (خطبہ) میں ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے جو برکت والا مہینہ ہے، یہ ایک ایسا (مبارک) مہینہ ہے جس میں ایک ایسی رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزار مہینوں (کی راتوں) میں عبادت (یعنی تراویح پڑھنے) کو سنت (موکدہ) قرار دیا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی نیک کام کو بطور نفل کے ادا کرے، اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہے تو وہ اس شخص کے برابر ہے جو کسی اور مہینہ میں فرض عبادت ادا کرتا ہے (یعنی اس مہینہ کی نفل عبادت اجر اور ثواب میں دوسرے مہینوں

۱؎ یعنی جس کو شب بیداری کی توفیق نہ ہوئی یا اول شب یا آخر شب عبادت نہ کی تو وہ شب قدر کی برکات سے محروم رہا۔

۲؎ اس لیے تم شب قدر کو اس مہینہ کی ہر رات میں عبادت کر کے تلاش کرو تاکہ تم اس کی برکات کو حاصل کر لو اس لیے)

ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المؤمن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل أجره من غير أن ينتقص من أجره شيء قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن أو تمرة أو شربة من ماء ومن أشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر أوله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار۔

(رواه البيهقي في شعب الإيمان)

کی فرض عبادت کے برابر ہے) اور جو شخص اس (مہینہ) میں فرض عبادت کرے تو (اجر و ثواب پاتے ہیں) وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ (محتاجوں سے) ہمدردی کرنے کا ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کو افطار کرائے تو یہ اس شخص کے گناہوں کی بخشش کا سبب ہے اور دوزخ سے اس کی نجات کا ذریعہ ہے، اور اس شخص کو اس روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی (راوی نے) کہا کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اتنی طاقت نہیں کہ روزہ دار کو افطار کرا سکیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو یہ ثواب دیتے ہیں جو کسی روزہ دار کو دودھ کی لسی پلائے یا کھجور کھلا دے یا (کم از کم) پانی کا ایک گھونٹ ہی پلا دے! اور جو شخص کسی روزہ دار کا پیٹ بھر دے گا تو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء (یعنی پہلا عشرہ) رحمت ہے اور درمیان (یعنی دوسرا عشرہ) بخشش ہے اور آخر (یعنی تیسرا عشرہ) دوزخ سے نجات اور جو شخص اپنے (روزہ دار) باندی اور غلام سے کم کام لے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بخشش دیں گے اور اس کو دوزخ سے نجات دیں گے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۴۳۰ وعن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الجنة ثمانية أبواب منها باب يسمى الريان لا يدخله إلا الصائمون۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک دروازے کا نام ریان (خوب سیراب کرنے والا) ہے اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی (اعزاز کے طور

۲۲۳۱/۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

۲۲۳۲/۸ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ شَھْوَتَہٗ وَطَعَامَہٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّہٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْکِ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ وَّاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

بہ جنت میں) داخل ہوں گے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے عقیدت اور ایمان کے ساتھ (خلوص نیت سے) ثواب حاصل کرنے کے لیے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جو عقیدت اور ایمان کے ساتھ (خلوص نیت سے) رمضان میں عبادت کرے (یعنی تراویح، تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول رہے) تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی (کا ثواب) دس گناہ سے سات سو گناہ تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کا بدلہ میں ہی دوں گا کہ روزہ دار میری (خوشنودی) کے لیے اپنی خواہش اور اپنا کھانا چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت (کہ روزہ پورا ہوا) اور بھوک پیاس کا غلبہ جاتا رہا، اور دوسری خوشی (آخرت میں) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت (کہ اللہ تعالیٰ سے مل کر روزہ کا ثواب حاصل کرے گا) اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے پاس مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے (کہ روزہ دار اس سے دنیا میں شیطان کے شر سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے لہذا تم میں سے جب کوئی روزہ دار ہو تو فحش کلامی نہ کرے اور نہ شور مچائے اور اگر اسے کوئی برا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو

وہ اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (مجھے لڑنا یا گالی دینا زیب نہیں ہے اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے کہا ہے کہ اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ روزہ دار مسواک کے ذریعہ سے اپنے منہ کی بو کو دور نہ کرے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے حالانکہ روزہ دار منہ کی بو کو حدیث شریف میں مشک کی خوشبو سے جو بہتر قرار دیا گیا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ماں) اپنے بچہ کے پیشاب کے بارے میں کہتی ہے کہ میرے بچہ کا پیشاب مجھے عرق گلاب سے زیادہ پسند ہے، ماں کے اس طرح کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بچہ کا پیشاب ناپاک نہیں ہے کہ جس کو دھونے کی ضرورت نہیں، اسی طرح حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک سے زیادہ پسند ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسواک ہی نہ کرے اور بو کو باقی رہنے دے، انشاء اللہ اس مسئلہ کی مزید تفصیل در باب تنزیہ الصوم، میں آئے گی، فقہاء احناف میں صاحب قدوری رحمہ اللہ اور مالکی فقہاء میں ابن العربی رحمہ اللہ نے اور شافعی فقہاء میں ابو عثمان صابونی، ابو بکر ابن السمعانی وغیرہ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو کے بارے میں حدیث شریف میں جو ذکر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اظہار خوشنودی اور شرف قبولیت ہے۔ اور قاضی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کو آخرت میں اس طرح بدلہ دے گا کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو آخرت میں مشک کی خوشبو سے زیادہ مہک اٹھے گی، اور شیخ تقی الدین ابن الصلاح اور شیخ عزالدین عبدالسلام اس بارے میں مختلف الرائے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے ہے؟ امام عزالدین عبدالسلام کا مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو آخرت میں ہو گی دنیا میں نہیں جس طرح شہداء کے خون کے بارے میں صراحت ہے اور انھوں نے مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام احمد اور نسائی نے عطاء کی سند سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی روزہ دار کے منہ کی خوشبو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس مشک سے زیادہ خوشبو دار ہو گی"، یہ مضمون عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث شریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ قرار دیا جائے۔ اس بناء پر کہ مسواک سے روزہ دار کے منہ کی بو زائل ہو جاتی ہے، حالانکہ مسواک سے دانتوں کی زردی زائل ہوتی ہے اور منہ کی بو زائل نہیں ہوتی، جو حقیقت میں خلو معدہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور مسواک سے پیٹ تو نہیں بھرتا کہ خلو معدہ دفع ہو، اور منہ کی بو زائل ہو جائے۔

عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کے منہ کی بو کی تعریف اس لیے فرمائی ہے تاکہ لوگ روزہ دار کے منہ کی بو کی وجہ سے کہیں اس سے بات کرنا چھوڑ نہ دیں، اور اس طرح فرمانے سے یہ مطلب نہیں کہ روزہ دار مسواک نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو خوشبو وغیرہ کی احتیاج تو نہیں، وہ تو ہر چیز سے بے نیاز اور غنی ہیں تو اس طرح یقین کے ساتھ ہم اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہیں کہ حدیث شریف کا یہ مفہوم نہیں کہ منہ

کی بوکر باقی رکھا جائے اور مسواک نہ کریں، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو کی وجہ سے لوگ اس سے بات کرنے میں کنارہ کشی نہ کریں اور اس سے نفرت نہ کریں، کیونکہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ۱۲۔

۲۴۳۳/۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (ماہ رمضان کے) روزے اور قرآن (کی تلاوت) یہ دونوں روزہ دار بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا، اے پروردگار میں نے اس کو دن میں کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے روک رکھا تھا۔ پس اس (روزہ دار) کے حق میں میری شفاعت قبول فرما (اور اس کے گناہوں کو بخش دے) اور قرآن کہے گا اے پروردگار میں نے اس (قرآن پڑھنے والے) کو رات کی نیند سے روک رکھا تھا (کہ یہ تراویح اور تہجد میں قرآن پڑھا کرتا تھا) پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر (اور اس کو جنت میں بلند درجات عطا فرما) پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۴۳۴/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اُطْلِقَ كُلُّ اَسِيْرٍ وَاُعْطِىَ كُلُّ سَائِلٍ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے۔ اور ہر سائل کو دیا کرتے تھے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے، اس بارے میں مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں بندوں کو دوزخ سے نجات دیتے ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اخلاق کی پیروی میں قیدیوں کو جو حقوق اللہ یا حقوق العباد سے ماخوذ ہوں، ان کو چھوڑ دیتے تھے، حقوق اللہ کے بارے میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ قیدیوں کو چاہیں تو چھوڑ دیں اسی اختیار کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے۔ اب رہا حقوق العباد تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فریقین کے درمیان تصفیہ فرماکر ایسے قیدیوں کو بھی چھوڑوا دیتے تھے۔ ۱۲۔

۲۴۳۵/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَزَخْرَفَتْ لِرَمَضَانَ مِنْ رَّاْسِ الْحَوْلِ اِلٰى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تُقِرُّ بِهِمْ اَعْيُنَنَا وَتُقِرُّ اَعْيُنَهُمْ بِنَا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت رمضان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، ابتداء سال سے آخر سال تک جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو حور عین پر جنت کے پتوں کی ہوا عرش کے نیچے سے چلتی ہے تو حوریں کہتی ہیں کہ اے رب! اپنے (نیک روزہ دار اور عبادت گزار) بندوں میں سے ہمارے لیے ایسے شوہر عطا فرما جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو، اور ان کی آنکھوں کو ہم سے مل کر ٹھنڈک حاصل ہو۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۴۳۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔

۱۲

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امت محمدیہ (کے ہر روزہ دار) کی بخشش رمضان کی آخری رات میں کر دی جاتی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ لیلۃ القدر ہے؟ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں! بلکہ کام کرنے والے کو اس کے کام کے ختم پر ہی اس کا پورا معاوضہ دیا جاتا ہے (اسی طرح روزہ دار کو روزوں کے ختم پر بخش دیا جاتا ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رمضان کی آخری شب ہر روزہ دار کی بخشش کی جاتی ہے، اس سے مراد عید کی شب ہے کہ اس پر ماہ رمضان کا روزہ ختم ہوتا ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے۔ ۱۲

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

چاند دیکھنے کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
تم سے (لوگ) نئے چاند کو پوچھتے ہیں، تم فرما دو وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے (سورۃ البقرہ، ۱۸۹)

شانِ نزول: یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور اور ثعلبہ بن غنم انصاری کے جواب میں نازل ہوئی، ان دونوں حضرات نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاند کا کیا حال ہے۔ ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے، پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہو جاتا ہے، پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ایک حالت پر نہیں رہتا اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتوں کو دریافت کرنا تھا۔

ف: چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور لوگوں کے ہزارہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں زراعت، تجارت، لین دین کے معاملات، روزے عیدین کے اوقات، عورتوں کی عدتیں، حیض کے ایام، حمل اور دودھ پلانے کی مدتیں اور دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ابتداء میں جب چاند باریک ہوتا تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ یہ ابتدائی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مہینہ ختم پر ہے، اسی طرح ان کے مابین ایام میں چاند کی حالتیں دلالت کیا کرتی ہیں، پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے، یہ وہ قدرتی جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ پڑھے بھی اور بے پڑھے بھی سب اس سے اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۲۲۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور جب تک (عید کا) چاند نہ دیکھ لو روزہ ختم نہ کرو، اور اگر (ابر کی وجہ سے) تم لوگوں کو چاند نظر نہ آئے تو اندازہ کر و (یعنی رمضان کے دنوں کو گن لو اور تیس دن کی تکمیل کرو) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہینہ (کبھی) انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تو

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تم لوگ اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو) اگر (ابر کی وجہ سے) تم چاند نہ دیکھ سکو (تو رمضان کے) پورے تیس دن (کے روزوں کی) تکمیل کیا کرو، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے کہ (اگر ابر کی وجہ سے تم چاند نہ دیکھ سکو تو رمضان کے) روزوں کا اندازہ کرو (یعنی رمضان کے دنوں کو گن لو، اور پورے تیس دن کی تکمیل کرلو) اس بارے میں قنیہ میں شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے اور چھوڑنے کے لیے شرط یہ ہے کہ رویت ہلال ہو اور اس بارے میں تقویم اور جنتری والوں کے قول کو نہ اختیار کیا جائے اور مجد الائمہ ترجمانی سے بھی منقول ہے کہ بجز شاذ و نادر کے جملہ اصحاب ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا اسی پر اتفاق ہے کہ اس بارے میں حساب دانوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے، اور نہ ان کے حساب کا اعتبار ہوگا اگرچہ یہ لوگ ثقہ اور عادل ہوں اور علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "فَاقْدِرُوْا لَهُ"، یعنے دنوں کو گن لو اور تیس دن کی تکمیل کرو) سے مراد یہی ہے کہ تیس دن کی تکمیل کی جائے جیسا کہ دوسری حدیث میں "فَاقْدِرُوْا لَهُ" کی تفسیر "فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ" کے الفاظ سے کی گئی ہے (یعنی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں رمضان کے پورے تیس دن کی تکمیل کرلو) اس لیے "فَاقْدِرُوْا لَهُ" سے جنتری اور دوسرے حساب کا مراد لینا درست نہیں، اس لیے کہ لوگوں کو اگر جنتری اور حساب کا مکلف بنایا جائے تو ان پر دشواری ہوگی، کیونکہ حساب اور نجوم سے بہت کم لوگ واقف ہوتے ہیں اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی عام فہم چیزوں کے ذریعے احکام دیتے ہیں، جن کے سمجھنے میں کسی کو دقت نہ آئے بلکہ ہر شخص سمجھ سکے، اسی بناء پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے روزوں کے بارے میں ایک واضح اور فیصلہ کن حکم دیدیا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔ ظاہر ہے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اسی کو حجاز، عراق، شام اور مغرب کے فقہاء نے اختیار کیا ہے جن میں امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے جملہ تلامذہ ہیں، اور اسی کو اکثر محدثین نے اختیار کیا ہے (یہ پورا مضمون رد المحتار، در مختار اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے ۱۲)۔

۲۲۳۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (عید کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، اور اگر (۲۹) شعبان کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو (اور اسی طرح ۲۹ رمضان کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرلو، اس کے بعد عید کرو) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۳۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم (ہر سال) شعبان کے مہینے کے دنوں کو ایک ایک کر کے خوب یاد رکھتے تھے کہ دوسرے مہینوں کے دنوں کو اس طرح گن گن کر یاد نہیں رکھتے تھے، اور اگر (شعبان کی تیسویں کو) ابر کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آتا، تو شعبان کے مہینہ کے تیس دن شمار میں لے لیا کرتے اور پھر رمضان کا روزہ شروع فرماتے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۲۴۰ وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا إِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَيَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهٗ لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (کوفہ سے) عمرہ کرنے کے لیے نکلے، جب ہم مقام بطن نخلہ پر ٹھہرے (جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے) تو چاند دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے (چاند دیکھ کر) لوگوں نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ دوسری رات کا (چاند) ہے، پھر ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جا کر ملے، تو ہم نے کہا کہ (فلاں رات کو) ہم نے چاند دیکھا، بعضوں نے کہا کہ وہ تیسری رات کا ہے اور بعضوں کا خیال تھا کہ وہ دوسری رات کا ہے (یہ سن کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دریافت کیا کہ تم نے کس رات میں چاند دیکھا؟ تو ہم نے بتلایا کہ فلاں رات کو (ہم) نے چاند دیکھا تھا، یہ سن کر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے (رمضان کو) چاند دیکھنے پر موقوف رکھا ہے، پس جس رات کو تم نے چاند دیکھا تھا (رمضان کو) اسی رات سے شمار کرو (یعنی اگر تم نے ۲۹ ویں کو چاند دیکھا تو ۲۹ کو شمار کرو، اور اگر تیسویں کو چاند دیکھا تو تیسویں کو شمار کرو کیونکہ کہ چاند دیکھنے کی یہی دو تاریخیں ہیں) ایک دوسری روایت میں ابوالبختری سے ہی اسی طرح مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان کا چاند مقام ذات عرق

میں دیکھا اور ایک شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں (مسئلہ) دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا (کہ آج چاند کی کونسی تاریخ ہے!) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (رمضان کے) چاند دیکھنے کی ایک تاریخ (یعنی ۲۹ ویں شعبان) مقرر فرمائی ہے۔ پس اگر چاند (ابر کی وجہ سے) نظر نہ آئے تو (ماہ شعبان کے) تیس دن کو پورے شمار کر لو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۲۲۷۱/۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم (عرب) قوم اُمّی لوگ ہیں، حساب وکتاب نہیں جانتے (یعنی مہینوں کے شمار کے بارے میں ہمارا عمل نجوم کے قاعدوں پر نہیں ہے، بلکہ یاد رکھو کہ مہینہ ۲۹ دن کا یا تیس دن کا ہوتا ہے۔ اس کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا) مہینہ اتنا اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے (یعنی دو مرتبہ آپ نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کھول کر شمار کر کے بتایا) اور تیسری بار (ایک ہاتھ کے) انگوٹھے کو بند کر کے شمار فرمایا (اس طرح پہلی دو مرتبہ بیس کی تعداد اور تیسری بار آخر میں نو کے عدد کو بتلا کر ۲۹ شمار فرمایا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کی دس دس انگلیوں کو کھول کر تین دفعہ اشارہ کر کے بتایا اور) فرمایا کہ مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے، پورے تیس دن کا ہوتا ہے یعنی کبھی مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، اس کی

بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۴۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شَہْرَا عِیْدٍ لَا یَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَ ذُوالْحَجَّۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجہ ایسے ہیں کہ (فضیلت اور ثواب میں کم نہیں ہوتے) اگرچہ کہ وہ ۲۹ دن ہی کیوں نہ ہوں) اس حدیث شریف کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عید کے دو مہینے (ایسے) ہیں کہ ان (کے) (اجر و ثواب) میں کمی نہیں کی جاتی۔ اس بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ابر کی وجہ سے ایام حج کے تعین میں غلطی ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایک دن کی کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے جس طرح آخری رمضان میں تاریخ عید کے تعین میں غلطی ہوا کرتی ہے۔ ایام حج کے تعین میں غلطی ہوا کرتی ہے۔ ایام حج کے تعین میں غلطی کی صورت یہ ہے کہ ذوالقعدہ کے چاند دیکھنے میں ابر کی وجہ سے غلطی ہو جائے کہ ایک دن بڑھ جائے یا ایک دن گھٹ جائے تو عرفہ، ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ہو جائے گا اور اگر ایک دن بڑھ جائے تو عرفہ دس ذوالحجہ کو آجائے گا اور حقیقت میں وقوف عرفہ نویں ذوالحجہ کو ہونا چاہیئے تھا، اس وجہ سے وہ لوگ جو غلطی کی وجہ سے آٹھویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کریں یا دسویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کریں تو ان کو وقوف عرفہ کا وہی ثواب ملے گا جو ٹھیک نویں ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کرنے والوں کو ملتا ہے اور ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اسی طرح رمضان اگر ۲۹ دن ہو جائے تو اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، بلکہ پورے تیس دن کا ثواب دیا جاتا ہے، اور حضرت عطاء حضرت حسن بصری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ۱۲

۲۴۴۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُکُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا فَلْیَصُمْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَ مُسْلِمٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اَوْ لِاٰخَرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک یا دو دن قبل روزہ نہ رکھے، ہاں! مگر وہ شخص رمضان سے قبل روزہ رکھ سکتا ہے جو روزہ رکھنے کا عادی ہو[1] اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے یا کسی اور صحابی

[1] مثلاً کوئی شخص دوشنبہ یا پنجشنبہ کا روزہ رکھا کرتا ہو، اور اتفاق سے یہ معین دن رمضان سے پہلے آگیا تو ایسا شخص اپنا روزہ رکھ سکتا ہے

اَصُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالطَّحَاوِيُّ اَيْضًا)

سے جو ہر مہینہ کے آخر میں نفل روزہ رکھا کرتے تھے) ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے شعبان کے آخری دنوں کے روزے رکھے انھوں نے جواب دیا جی نہیں (میں نے آپ کے منع فرمانے کی وجہ سے ان دونوں کے روزے نہیں رکھے ہیں) اس پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم (رجب رمضان کے) روزے ختم کر لو تو دو روزے رکھ لو اس حدیث کی روایت ابوداؤد، نسائی اور طحاوی نے بھی کی ہے۔

۲۴۴۷
۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو متواتر دو مہینے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھی، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان میں مسلسل نفل روزے رکھ کر شعبان (کے نفل روزوں) کو رمضان کے (فرض روزوں) سے ملا دیتے تھے۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور طحاوی کی ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (شعبان میں نفل روزے رکھ کر) شعبان کو رمضان (کے فرض روزوں) سے ملا دیتے تھے)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلطَّحَاوِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ۔

ف: احادیث مذکورہ بالا میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ شعبان کے آخری دنوں میں کوئی روزہ نہ رکھے دوسرے یہ کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ بظاہر ان حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ حدیثیں باہم معارض نہیں ہیں، اس لیے کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت اس شخص سے متعلق ہے جو رمضان کی نیت سے شعبان کے آخری دن روزہ رکھے۔ کیونکہ شعبان کی تیسویں شب کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آنے کی بناء پر تیسویں شعبان کو یوم الشک کہا جاتا ہے اور اس دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور وہ حدیثیں جن سے آخری شعبان میں روزہ رکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ ایسے

لہ کیوں کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنا ان کے لیے ممنوع ہے، جو عادتاً ان دنوں میں روزہ نہ رکھتے ہوں، تم چونکہ اس کے عادی ہو، اس لیے یہ ممانعت تم سے متعلق نہیں اس لیے تم رمضان کے بعد یہ روزے رکھ لو

شخص سے متعلق ہیں جو مطلقاً نفل کی نیت سے روزہ رکھ لے یا وہ عادتاً آخر ماہ میں روزے رکھا کرتا ہو یا عادتاً ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھا کرتا ہو اور یہ دن اتفاق سے آخری شعبان ہیں اپنے قضاء روزوں کو رکھنا چاہتا ہو تو ایسا شخص آخر شعبان میں روزہ رکھ سکتا ہے یہ درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، عمدۃ القاری، شرح معانی الآثار سے ماخوذ ہے اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے یوم الشک میں نفل کی نیت سے روزہ رکھ لیا ہو اور بعض تحقیق ہوئی کہ وہ دن رمضان کا ہے تو فرض روزہ ہو جائے گا۔ ۱۲

۲۲۴۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رمضان (کے چاند) کی صحت کی خاطر شعبان کے چاند (کو دیکھ کر شعبان کے دنوں) کا شمار کرو (تاکہ یہ تحقیق ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ ۲۹ دن کا ہے یا تیس دن کا) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۴۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْهِلَالَ یَعْنِیْ هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ یَا بِلَالُ اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنْ یَّصُوْمُوْا غَدًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَذَكَرَ الْبَیْهَقِیُّ اَنَّهٗ جَآءَ مِنْ طُرُقٍ مَّوْصُوْلًا مِّنْ طُرُقٍ مُّرْسَلًا وَاِنْ كَانَتْ طُرُقُ الْاِتِّصَالِ صَحِیْحَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو انھوں نے جواب دیا ہاں! (میں اللہ ہی کے معبود ہونے کی گواہی دیتا ہوں) پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا ہاں! (میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ لوگ کل سے روزہ رکھیں۔ اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے آئی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنْ یَّصُوْمُوْا غَدًا" (اعلان کر دو کہ لوگ کل سے روزہ رکھیں) اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ اگر رمضان کا روزہ مطلقاً صوم کی نیت سے رکھا جائے یعنی

یہ کہا جائے کہ کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں اور یہ نہ کہے کہ کل رمضان کے روزے کی نیت کرتا ہوں، اس طرح مطلق روزہ کی نیت کرنے سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ ۱۲۔

۲۲۲۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاآى النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهٗ ابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ (رمضان کا) چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس کی روایت ابو داؤد اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

ف: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہلال رمضان کی گواہی ایک شخص بھی دیدے تو اس کی گواہی معتبر ہے۔ اس بارے میں ہدایہ، عالمگیری اور اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ آسمان برابر ہونے سے یا کسی اور وجہ سے رمضان کا چاند دکھائی نہ دے، اور ایک عادل یعنی دیندار پرہیزگار اور سچے آدمی نے گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو ایسے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کے برخلاف عید کا چاند مطلع صاف نہ ہونے سے دکھائی نہ دے تو ایسی صورت میں ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ایسے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہوگی، جو معتبر اور پرہیزگار ہوں اور اگر مطلع بالکل صاف ہو تو ایک یا دو آدمیوں کی گواہی معتبر نہ ہوگی، چاہے وہ رمضان کا چاند ہو یا عید کا، بلکہ ایسی صورت میں ایک بڑی تعداد کا چاند کے دیکھنے کے بارے میں گواہی دینا ضروری ہوگا۔ ۱۲۔

بَابٌ

اس باب میں روزے کے متفرق مسائل کا بیان ہے

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ،
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور کھاؤ اور پیئو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پوپھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۷)

ف: یہ آیت حضرت صرمہ بن قیس صحابی کے حق میں نازل ہوئی، آپ محنتی آدمی تھے، ایک دن بحالت روزہ دن بھر اپنی زمین میں کام کر کے شام کو گھر آئے، بیوی سے کھانا مانگا، وہ کھانے میں مصروف ہوئیں اور یہ تھکے ہوئے تھے، آنکھ لگ گئی، جب کھانا تیار کر کے انہیں بیدار کیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس زمانہ میں سو جانے کے بعد روزہ دار پر کھانا پینا ممنوع ہو جاتا تھا، اور اسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا، ضعف انتہا کو پہنچ گیا تھا، دوپہر کو غشی آ گئی، اس موقع پر ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، اور رمضان کی راتوں میں ان کے سبب سے کھانا پینا مباح فرمایا گیا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انابت ورجوع کے باعث قربت حلال ہوئی۔

ف: رات کو سیاہ ڈورے سے اور دن کو سفید ڈورے سے تشبیہ دی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے رمضان شریف کی راتوں میں مغرب سے صبح تک کھانا پینا مباح فرمایا گیا۔

ف: آیت مذکورالصدر میں ارشاد ہے "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ" (یعنی صبح صادق سے) رات تک روزے کو پورا کیا کرو، اس آیت میں "ثُمَّ" کا حرف لایا گیا ہے اور ثُمَّ عربی زبان میں تراخی یعنی مہلت کے لیے آتا ہے، چونکہ حرف ثُمَّ "آیت شریف میں اَلْفَجْرِ" کے بعد وارد ہوا ہے اور "مِنَ الْفَجْرِ" سے سحری کے وقت کا ختم ہونا ثابت ہو گیا۔ اب رہا روزہ کی نیت تو اس بارے میں فقہا، حنفیہ حرف ثُمَّ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر رات ہی میں روزہ کی نیت کر لی جائے تو درست ہے اور اگر رات میں روزہ کی نیت نہیں کی گئی بلکہ دن میں روزہ کی نیت کی گئی تو روزہ درست ہوگا بشرطیکہ زوال سے پہلے تک نیت کر لی جائے۔

"ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ" سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صوم وصال یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل دو یا تین روزے رکھنا حرام ہے اس لیے کہ آیت شریف میں رات تک روزہ رکھنے کا حکم ہے اور رات شروع ہوتے ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے، اس لیے رات شروع ہونے کے بعد پھر روزہ کی نیت کر لینا حرام ہوگا جیسا کہ کشاف، مدارک، اور تفسیرات احمدیہ میں صراحت کی گئی ہے ۱۲۔

۲۲۳۵ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ　　حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سحری کا کھانا کھاؤ اس لیے کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے (برکت سے مراد اتباع سنت، ثواب اور روزہ رکھنے کی قوت ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۲۴۹ (۲) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی السُّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ اِلَی الْغَدَآءِ الْمُبَارَكِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (ایک مرتبہ) مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لیے بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ تم (اس) بابرکت کھانے کے لیے آؤ اس کی روایت ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۲۲۵۰ (۳) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے روزوں اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کے درمیان فرق سحری کا کھانا ہے، یعنی ہم سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں، اور وہ سحری کھائے ہو بغیر روزہ رکھتے ہیں) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۵۱ (۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مسلمان کی بہترین سحری کھجور ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۲۵۲ (۵) وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے، جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے (یعنی آفتاب کے غروب ہوتے ہی افطار کریں گے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

۲۲۵۳ (۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فِطْرًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

میرے بندوں میں مجھے وہ بندہ سب سے زیادہ پیارا ہے جو (غروب آفتاب کے ساتھ ہی) افطار کرنے میں جلدی کرے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۲۵۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَّا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کریں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ (افطار کرنے میں) دیر کرتے ہیں۔ اس کی روایت داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ یہود اور نصاریٰ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے اس عمل کی مخالفت کر کے افطار میں جلدی کرنی چاہئے اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اعداء اسلام کے اعمال کی مخالفت میں اسلام کا غلبہ اور شوکت کا انحصار ہے اور اسی پر دین کا مدار ہے ۱۲۔

۲۲۵۵ وَعَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَا يَاْلُوْ عَنِ الْخَيْرِ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ فَقَالَتْ مَنْ يُّعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو عطیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق (دونوں) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو صحابی ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں، ان میں سے ایک مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے صحابی ہیں جو مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار کرنے میں تاخیر کرتے ہیں، (یہ سن کر) ام المومنین نے دریافت کیا کہ مغرب کی نماز پڑھنے اور افطار کرنے میں جلدی کرنے والے صحابی کون ہیں؟ مسروق نے جواب دیا کہ وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو ام المومنین نے ارشاد فرمایا، کہ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی مغرب کی نماز پڑھتے اور افطار کرنے میں جلدی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۲۵۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ اَحَدُکُمْ وَالْاِنَاۤءُ فِیْ یَدِہٖ فَلَا یَضَعْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی (فجر کی) اذان سن لے اور وہ سحری کھا رہا ہو اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کر لے، اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور وہ فجر کی اذان سن لے تو وہ اپنے کھانے کو نہ چھوڑے، بلکہ اس کو پورا کرے، اس بارے میں بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ ایک اذان صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ اِنَّہٗ یُنَادِیْ لِیَرْجِعَ قَائِمُکُمْ وَیُوْقِظَ نَائِمَکُمْ، کہ (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس لیے (صبح صادق سے پہلے) اذان دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والا اپنی تہجد کو ختم کر دے، اور سونے والا (نماز فجر کی تیاری کر کے لیے نیند سے) جاگ اٹھے، تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس اذان اوّل کے وقت ابھی سحری کا وقت باقی رہتا تھا تو جو (اس وقت سحری کھا رہا ہو اس کو اپنی سحری پوری کر لینی چاہیئے کیونکہ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ کوکب دری میں ایسا ہی مذکور ہے۱۲

۲۴۵۷ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرُبَتِ الشَّمْسُ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت کہ (مشرق کی طرف سے) سیاہی نمودار ہو جائے (اور مغرب کی طرف) دن ختم ہو جائے (یعنی آفتاب ڈوب جائے، تو روزہ دار کو چاہیئے کہ افطار کر لے (کیونکہ اب روزہ ختم ہو چکا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۴۵۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اُمت کو) صوم وصال (یعنی افطار یا سحر کے وقت کچھ کھائے پیئے بغیر دو دن یا تین دن لگاتار روزہ رکھنے سے) منع فرمایا ہے (یہ سُن کر) ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود صوم وصال رکھا کرتے ہیں (اس پر) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے، اس لیے کہ میں رات گزارتا ہوں، اور میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اس کی روایت بخاری

اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صوم وصال رکھا کرتے تھے اس بارے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ صوم وصال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، اس لیے اُمت کو صوم وصول رکھنا جائز نہیں ہے۔ صوم وصال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو غذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا کرتی تھی، اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شب جنت سے غذا ملا کرتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ غذا سے مراد قوت اور توانائی ہے کہ جس کی وجہ سے صوم وصال میں بھوکے اور پیاسے رہنے کے باوجود عبادات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا اور قول مختار یہ ہے کہ غذا روحانی مراد ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور پر معارف اور لذت مناجات اور لطائف الٰہیہ کا فیضان ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے حضور صوم وصال میں سرشار رہتے اور کچھ کھانے پینے کی حاجت ہی نہ ہوتی تھی۔ مرقات اور اشعۃ اللمعات۔ ۱۲

۲۴۵۹/۱۲ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ فِى النَّاسِ مَنْ كَانَ لَمْ يَصُمْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيُتِمَّ صِيَامَهٗ اِلَى اللَّيْلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی کو عاشوراء یعنی دسویں محرم کو یہ حکم دے کر روانہ فرمایا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جس کسی شخص نے (آج) عاشورہ کے دن روزہ نہیں رکھا ہے (اور کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے) تو وہ اب روزہ کی نیت کر لے) اور روزہ رکھ لے، اور اگر کسی نے (آج) کچھ کھا پی لیا ہے تو وہ شام تک احتراماً کچھ نہ کھائے نہ پیئے (یہ حکم اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے اور یوم عاشورا کا روزہ فرض تھا اور فرض روزہ کے دن اگر کوئی شخص صبح کچھ کھا پی لے تو اس کو چاہیئے کہ احتراماً اب شام تک کچھ نہ کھائے نہ پیئے) اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِىِّ وَمُسْلِمٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَآءَ اِلٰى قُرَى الْاَنْصَارِ مَنْ اَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ وَمَنْ اَصْبَحَ صَآئِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهٗ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ

ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ عاشوراء کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی بستیوں میں آدمی روانہ فرما کر یہ اعلان فرمایا کہ اگر کسی نے روزہ رکھے بغیر صبح کی ہے (یعنی صبح صادق کے بعد کچھ کھا پی لیا) تو وہ آج دن کے باقی حصہ میں کچھ نہ کھائے اور اگر کسی نے آج روزہ

الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ اِذًا صَائِمٌ۔

صادق کے بعد) کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو وہ اب (روزہ کی نیت کرکے) روزہ رکھ لے ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس حکم کی بناء پر ہم عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھوایا کرتے تھے (اور بچوں کو عاشوراء کے روزہ کا عادی بنانے کے لیے) ان کے لیے (رنگین) اون کے کھلونے بنا دیا کرتے تھے اور اگر کوئی بچہ کھانے کے لیے رو پڑے تو ہم اس کو یہ (کھلونا) دیدیا کرتے تا کہ وہ (کھلونا) افطار تک اس کے پاس رہے اور وہ کھلونے میں مشغول رہ کر صبر کرے) اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی قبل اسلام یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یوم عاشوراء کے روزہ کو (بطور فرض) ترک فرما دیا۔ اب اگر کوئی چاہتا تو (بطور نفل) روزہ رکھتا اور اگر کوئی چاہتا تو روزہ نہ رکھتا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے! ہم نے کہا کچھ نہیں ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں تو اب (روزہ کی نیت کرکے) روزہ رکھ لیتا ہوں (ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ چاہے فرض ہو یا نفل، ہر دو صورتوں میں دن میں زوال سے پہلے تک روزہ کی نیت کرنا جائز ہے، رات ہی سے نیت کرنا شرط نہیں)

ف: نیت کے اعتبار سے روزے کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایسا روزہ جو اس خاص دن میں فرض ہو، جیسے ماہِ رمضان کا روزہ، تو ایسے روزے میں جائز ہے کہ نیت رات ہی سے کی جائے یا دن میں قبل از زوال کرنی چاہیئے۔
(۲) نفل روزہ کی اس میں بھی نیت رات ہی سے کرنا شرط نہیں ہے، بلکہ دن میں زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے۔
(۳) ایسا روزہ جو مذکورہ دونوں، روزوں کے سوا ہو، جیسے کفارہ کا روزہ یا رمضان کی قضا کا روزہ، تو ایسے روزوں میں رات ہی سے نیت کرنا شرط ہے، اگر دن میں نیت کی جائے تو روزہ درست نہ ہوگا۔

۲۴۶۰ / ۱۳ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَإِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَإِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَمْ يَذْكُرْ فَإِنَّهٗ بَرَكَةٌ غَيْرَ التِّرْمِذِيِّ فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص افطار کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ کھجور سے افطار کرے، اس لیے کہ کھجور برکت (کا سبب ہے اور زیادتی ثواب کا باعث ہے)، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لیے کہ پانی (معدہ کو پاک کرنے والا ہے) اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۴۶۱ / ۱۴ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّآءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز (مغرب) سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے ہی افطار فرما لیا کرتے اور خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی پی لیتے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۴۶۲ / ۱۵ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَمُحْيِ السُّنَّةِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ صَحِيْحٌ۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے یا کسی مجاہد کے لیے اس کے ساز و سامان میں مدد کرے تو ایسے شخص کو (جس کی خدمت اس نے کی ہے) اس کے مثل ثواب ملے گا۔[1] اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں اور محی السنۃ نے شرح السنۃ میں کی ہے اور محی السنۃ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

[1] یعنی افطار کرانے والے کو روزہ دار کے ثواب کے برابر اور مجاہد کی امداد کرانے والے کو مجاہد کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

۲۴۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)
۱۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب افطار فرما لیتے تو (یہ دعا) پڑھتے۔
پیاس دور ہوئی اور رگیں تر ہوئیں اور ان شاء اللہ ثواب ضرور ملے گا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

۲۴۶۴ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ مُرْسَلًا)
۱۷

حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب افطار فرما لیتے تو یہ (دعاء) پڑھتے)
اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

بَابُ تَنْزِيْهِ الصَّوْمِ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں جن سے روزہ کو بچانا ضروری ہے (خواہ وہ مفسدات ہوں یا مکروہات)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا، وہ تمہاری لباس ہیں، اور تم ان کے لباس اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا، تو اب ان سے صحبت کرو، اور طلب کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو، اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (سورۃ البقرہ، ۱۸۷)

ف: پہلی شریعتوں میں افطار کے بعد کھانا پینا اور مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا، نماز عشاء کے بعد یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام ہو جاتی تھیں، یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک باقی تھا، بعض صحابہ کرام سے رمضان شریف کی راتوں میں عشاء کے بعد مباشرت وقوع میں آئی، ان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، اس پر

یہ حضرات نادم ہوئے، اور بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بیان کر دیا گیا کہ آئندہ کے لیے رمضان شریف کی راتوں میں مغرب سے لے کر طلوع صادق تک مجامعت کرنا حلال کیا گیا۔

ف: آیتِ صدر میں ارشاد ہے۔ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ الخ یعنی کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تمہارے لیے سفید خط (صبح صادق کی روشنی) سیاہ خط (صبح کاذب کا سیاہی) سے واضح ہو جائے، اس بارے میں امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ کے الفاظ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ سے مراد حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ کے ہیں، یعنی طلوع فجر (صبح صادق) تک مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے اور کھائے پیئے تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ غسل جنابت لازمی طور پر صبح صادق کے بعد ہی ہوگا، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ جائز ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے فقہاء کا ہے اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ صبح صادق تک مجامعت جائز ہے اس سے اس بات کی دلیل حاصل ہوتی ہے کہ غسل جنابت میں تاخیر جائز ہے اور صبح صادق کے بعد غسل جنابت کیا جا سکتا ہے، اسی لیے اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ چونکہ مجامعت صبح صادق تک جائز ہے، اس لیے اگر کسی نے اپنی بیوی سے صبح صادق تک جماع کیا ہو تو اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ صبح صادق سے پہلے غسل کرے گا، تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر جنابت کی حالت میں صبح صادق ہو جائے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۲۴۶۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ[۱] فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ[۲] فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس (روزہ دار) نے جھوٹ بولنا اور بُرے کام کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۴۶۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ صَآئِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَكَمْ مِّنْ قَآئِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سے روزہ دار (جو جھوٹ غیبت وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتے) ایسے ہیں کہ جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا

---

۱ جیسے کفریہ کلام، جھوٹی شہادت، افتراء، غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن کرنا وغیرہ

۲ اس لیے کہ صرف کھانا پینا چھوڑنے سے روزہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ نفسانی خواہشات کو زیر نہ کرے اور جو روزہ کا کمال ہے اس لیے روزہ دار کو ایسی برائیوں سے بچنا چاہیے

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور بہت سے شب بیدار عبادت کرنے والے (جو ارکان و آداب نماز کا خیال نہیں رکھتے ہیں) ایسے ہی جن کو شب بیداری سے (سوائے جاگنے کے) کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

٢٢٦٧ (٣) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی بیوی سے) بوسہ لیتے اور بدن سے بدن لگاتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی شہوت پر پوری طرح قادر تھے (اور یہ بات تم لوگوں میں سے کس کو حاصل ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ روزہ دار کا اپنی بیوی سے بوسہ لینا اور بدن سے بدن لگانا اس میں جائز ہے جب کہ اس کو جماع کرنے اور انزال ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ ١٢

٢٢٦٨ (٤) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهٗ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِيْ رَخَّصَ لَهٗ شَيْخٌ وَاِذَا الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بیوی سے مباشرت (یعنی بوس وکنار کرنے کے) بارے میں دریافت کیا، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی، ایک اور صحابی آئے اور انہوں نے بھی یہی سوال کیا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مباشرت منع فرمایا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو (مباشرت کی) اجازت دی تھی، وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا تھا وہ جوان تھے۔

٢٢٦٩ (٥) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ غَيْرِ حُلْمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان میں (کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ) جنابت کی حالت میں صبح صادق ہو جاتی اور یہ (حالت جنابت) احتلام کی وجہ سے نہ ہوتی (بلکہ جماع کی وجہ سے ہوتی) پس آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جماع کی وجہ سے صبح صادق کے بعد غسل کیا جا سکتا ہے، تو اگر احتلام کی وجہ سے غسل کی حاجت ہو جائے تو اس میں بطریق اولیٰ صبح صادق کے بعد غسل کرنا درست ہوگا بلکہ اگر روزہ کی حالت میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ پر کوئی اثر نہیں۔ (فتاوی عالمگیری) ۱۲

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنب صبح صادق کے بعد غسل کرے تو اس کا روزہ درست ہوگا، روزہ خواہ فرض ہو یا نفل، اور نہ تو اس پر قضاء لازم آئے گی نہ کوئی اور چیز۔ ۱۲)

۲۴۷۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں پچھنا لگائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں بھی پچھنا لگاتے کہ آپ روزہ دار تھے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وفی روایۃ لامامنا ابی حنیفۃ عن ابی سفیان عن انس قال اِحْتَجَمَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما قال افطر الحاجمُ والمحجوم هذا حدیث صحیح ابو سفیان هذا طلحۃُ بنُ نافع اِحْتَجَّ بہ مسلمٌ وغیرہٗ قال فی المرقات قال الشیخ الامام محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ وَتَأَوَّلَہٗ بعضُ مَن رخّصَ فِی الحجامۃِ الی تعرُّضًا لِلْاِفطارِ المَحْجُومِ وَالحاجِمُ لِاَنَّہٗ لا یأْمَنُ من ان یصل شیئ الی جوفہ بمص الملازم۔

ف: واضح ہو کہ پچھنے لگوانا یا سینگی کھچوانا یہ ہے کہ جسم میں خون زیادہ ہو جائے تو نشتر یا نلوں کے ذریعہ اس کو خارج کروایا جائے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ پچھنے لگوانے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ پچھنے لگوانے والے کا اتنا خون نہ نکال دیا جائے کہ کمزوری کی وجہ سے اس کو روزہ توڑنے کی نوبت آئے اور پچھنوں سے خون چوسنے والا بھی احتیاط کرے کہ کہیں خون اس کے پیٹ میں نہ چلا جائے کہ جس سے اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔ ۱۲۔

۲۴۷۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالْاِحْتِلَامُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتی ہیں کہ (۱) ایک یہ کہ روزہ کی حالت

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ہیں) پچھنا لگوایا جائے اور (دوسرے) قئے (جو خود بخود ہو جائے) اور (تیسرے) احتلام۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

قَالَ ھٰذا حدیثٌ غَیْرُ محفوظٍ وعبدُ الرحمٰنُ بنُ زیدِ نِ الرّاوی یضعّف فی الحدیث وروَاہ ابوداؤدَ عن رّجل من اصحاب النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ابوما تم حدیثُ ابوداؤدُ داشبہُ بالصّوابِ وقال ابوزرعۃ اَنّہ اصح وروَاہ البزار عن ابن عباس قال الشیخ ابنُ الھمّام ھٰذا مِنْ اَحْسَنِھَا اِسْنَادًا وَاَصَحِّھَا۔

۲۴۷۲ وَعَنْ ثَابِتِ نِ الْبُنَانِیِّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ کُنْتُمْ تَکْرَھُوْنَ الْحِجَامَۃَ لِلصَّائِمِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضُّعْفِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنِ الْبُخَارِیِّ تَعْلِیْقًا قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَحْتَجِمُ بِاللَّیْلِ۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرات روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانہ میں ناجائز سمجھتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں البتہ ہم روزہ دار کے لیے پچھنا لگوانا اس وقت مکروہ سمجھتے جب کہ روزہ دار کو (پچھنا لگوانے سے) ضعف کا اندیشہ ہو جاتا تھا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ابتداء میں) روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا کرتے تھے، پھر آپ نے ضعف کی وجہ سے روزہ کی حالت میں ضعف ہو جانے کے خیال سے دن میں پچھنا لگوانا چھوڑ دیا اور رات میں پچھنا لگوایا کرتے تھے اور دارقطنی نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا کرتے تھے اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنِ الدَّارَقُطْنِیِّ قَالَ کَانَ اَنَسٌ یَحْتَجِمُ وَھُوَ صَائِمٌ وَفِیْ رُوَاتِہٖ کُلُّھُمْ ثِقَاتٌ وَلَا اَعْلَمُ لَہٗ عِلَّۃً۔

۲۴۷۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ وَشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کچھ کھا پی لے تو وہ روزہ کی تکمیل کرے (یعنی شام تک نہ کچھ کھائے اور نہ کچھ پیئے) اس لیے کہ (اس نے بھولے سے جو کھایا پیا ہے) اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے[1]۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۷۲۴/۱۰ وَعَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْتُ قَالَ مَا لَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَاَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ھَلْ تَجِدُ رَقَبَۃً تُعْتِقُھَا قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا قَالَ اِجْلِسْ وَمَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْہِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا قَالَ خُذْ ھٰذَا فَتَصَدَّقْ بِہٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰی اَفْقَرَ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ اَھْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَضَحِکَ النَّبِیُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہوں، اس شخص سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی غلام ہے کہ (کفارہ میں) تم اس کو آزاد کر دو؟ انھوں نے کہا جی نہیں، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ تم مسلسل دو مہینے روزے رکھو، تاکہ اس کا کفارہ ادا ہو؟ انہوں نے کہا جی نہیں مجھے اس کی طاقت نہیں! حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پوچھا کیا تم (اس کفارہ میں) ساٹھ مسکینوں کو (دو وقت کا) کھانا کھلا سکتے ہو، انھوں نے کہا، جی نہیں (مجھے اس کی بھی استطاعت نہیں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا! اچھا بیٹھ جاؤ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی (خاموش) بیٹھ گئے (گویا کسی کا انتظار فرما رہے ہیں) اور ہم بھی اسی طرح (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک بڑا تھیلا لایا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ وہ مسئلہ دریافت کرنے والے صاحب کہاں ہیں؟

[1] (اس کا روزہ پورا ہو جائے گا، نہ تو روزہ قضا کرے اور کفارہ دے) اور یہ حکم فرض اور نفل دونوں قسم کے روزوں سے متعلق ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انھوں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں، تو حضور نے فرمایا، اس (تھیلہ) کو لے لو) اور خیرات کر دو، اُن صاحب نے عرض کیا، کیا اس شخص کو خیرات دوں) جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ اللہ کی قسم (مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑیوں کے درمیان (یعنی مدینہ پاک کی آبادی میں) میرے گھر والوں سے زائد کوئی محتاج نہیں ہے (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے، یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اچھا) اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّجْلِسَ فَجَاءَهٗ عِرْقَانِ فِيْهِمَا طَعَامٌ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهٖ۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ اس شخص کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ بیٹھا رہے، اتنے میں حضور کی خدمت میں دو بوری آئے جس میں کچھ کھانے کی چیز تھی حضور نے ان کو اس شخص کو دے کر فرمایا کہ اس کو خیرات کر دو، اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی حدیث میں یہ زائد مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا، کہ اس روزہ کی بجائے ایک روزہ رکھ لینا۔

وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ قَالَ وَصُمْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ۔

ف: اور دارقطنی کی ایک روایت میں (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے، کہ ایک شخص نے رمضان کے روزہ کی حالت میں عمداً) کھانا کھا لیا تو ان صاحب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ کفارہ میں غلام یا باندی آزاد کر دے۔

روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص عمداً کھانا کھانے یا اپنی بیوی سے جماع کرے تو روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام یا باندی آزاد کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے، روزہ کے کفارہ میں اختیار ہے کہ کفارہ ظہار کی طرح مسلمان غلام آزاد کرے یا کافر غلام، البتہ کفارۂ قتل میں مسلمان غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

روزہ کے کفارہ کے بارے میں حدیث شریف میں جو ترتیب مذکور ہے اسی ترتیب کا لحاظ ضروری ہے یعنی کفارہ میں پہلے غلام یا باندی آزاد کرے، اگر غلام یا باندی میسر نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے

اور اگر مسلسل دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلا دے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن صاحب کو فرمایا کہ یہ کھجور اپنے گھر والوں کو کھلا دو، اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اجازت اُن صاحب کے لیے خاص تھی، اس لیے کہ اس وقت وہ کفارہ ادا کرنے سے عاجز تھے اسی وجہ سے ان کو اجازت دیدی گئی کہ وہ کھجور کو اپنے گھر والوں کو کھلا دیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ اُن سے ساقط ہو گیا، بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فی الفور کفارہ ادا نہ کر سکے تو کفارہ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ اس پر اس وقت تک کفارہ واجب رہتا ہے جب تک وہ اس کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

اب رہا حدیث شریف میں اُن صاحب پر کفارہ کی ادائگی کے باقی رہنے کا جو ذکر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اُن صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ کفارہ کی تینوں صورتوں کی ادائگی سے قاصر ہیں تو اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ بیٹھے رہیں، یہاں تک کہ حضور کی خدمت اقدس میں کھجور لائے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُن کو دے کر فرمایا کہ ان کھجوروں کو وہ کفارہ میں ادا کریں، اگر تنگ دستی کی وجہ سے کفارہ کی ادائگی اُن پر سے ساقط ہو جاتی تو اُن کو باوجود فقر و احتیاج کے ان کھجوروں کو کفارہ میں ادا کرنے کا حکم نہ دیا جاتا، اور ان کھجوروں کو ان اہل وعیال پر خرچ کرنے کی اجازت صرف اس لیے دی گئی کہ وہ اس وقت مضطر اور عاجز تھے، اور کفارہ بعد میں بھی ادا کیا جا سکتا تھا، جیسا کہ جمہور اصولیین کے نزدیک جائز ہے کہ کسی حکم کے وجوب کے اظہار کو اس حکم کی ادائگی پر قدرت رکھنے تک مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ عمدۃ القاری، نووی ابوداؤد، ۱۲

واقع ہو کہ ابن ماجہ کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن صاحب کو یہ بھی فرمایا کہ تم اس روزہ کے عوض ایک اور روزہ رکھ لو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص روزہ کی حالت میں عمداً کھا پی لے یا جماع کرے تو اس پر کفارہ کے علاوہ بعد رمضان اس روزہ کی قضاء بھی واجب ہے عمدۃ القاری، الجوہر النقی، ۱۲۔

۲۲۷۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ وَهُوَ صَآئِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَآءٌ وَّمَنِ اسْتَقَآءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ حَسَنٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص پر روزہ کی حالت میں قے کا غلبہ ہو (یعنی خود بخود قے ہو جائے تو اس پر روزہ قضا نہیں [1]ہے۔ جو عمداً قے کرے اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے، اس لیے کہ عمداً قے کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس حدیث کی روایت ترمذی،

[1] کیونکہ خود بخود قے ہونے سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوا اس کے برخلاف۔

يَخْرُجَاهُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَرَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَقَالَ رُوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ ثُمَّ قَدْ تَابَعَ عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَسَكَتَ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ الْاَوْزَاعِيِّ مَوْقُوْفًا عَلَى اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَوَقَفَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَلَى اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَلِيٍّ اَيْضًا۔

ابو داؤد ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور حاکم نے اس کی روایت مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح حسن ہے، اگرچہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے اور حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور دار قطنی نے بھی اس کی روایت نہیں کی ہے اور دار قطنی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام مالک نے موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ ایسے قے جو حلق کے اوپر آگئی ہو، اور وہ دوبارہ اس کو نگل لے، تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور اسی طرح منھ دھوتے وقت اگر پانی پیٹ میں چلا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ۱۲۔

۲۳۷۶ / ۱۲ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَالَا اُحْصِيْ يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ الطَّبْرَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ قَالَ سَاَلْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اَتَسَوَّكُ وَاَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَيَّ النَّهَارِ اَتَسَوَّكُ قَالَ اَيَّ النَّهَارِ شِئْتَ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً قُلْتُ اِنَّ النَّاسَ يَكْرَهُوْنَهٗ عَشِيَّةً وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ اَمَرَهُمْ بِالسِّوَاكِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَابُدَّ بِفَمِ الصَّائِمِ خُلُوْفٌ وَاِنِ اسْتَاكَ وَمَا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی بار مسواک کرتے دیکھا ہے جس کو شمار نہیں کر سکتا۔ اس کی روایت ترمذی اور ابو داؤد نے کی ہے اور طبرانی کی روایت میں عبد الرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے دریافت کیا کہ کیا میں روزہ کی حالت میں مسواک کر سکتا ہوں تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! (روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے) پھر میں نے (ان سے) دریافت کیا کہ (روزہ کی حالت میں) دن کے کس حصہ میں مسواک کر سکتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ دن کے جس حصہ میں چاہو صبح ہو یا شام مسواک کرنا جائز ہے) میں نے پھر کہا کہ بعض لوگ روزہ کی حالت میں) شام کے وقت مسواک کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور دلیل میں) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

كَانَ بِالَّذِي يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَتَنَتَّنُوا أَفْوَاهَهُمْ عَمَدًا مَا فِي ذٰلِكَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ بَلْ فِيهِ شَرٌّ إِلَّا مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلَاءٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا۔

وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے، (یہ سُن کر انھوں نے (یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تعجب سے) فرمایا، سبحان اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو (روزہ کی حالت میں) مسواک کرنے کا حکم دیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ روزہ دار کے منہ میں بو رہتی ہے، اگرچہ مسواک کرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ توقع نہیں کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ اپنے منہ کو عمداً بدبودار رکھیں، جس میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ اس میں خرابی ہے ہاں ہر ایک کو اس مصیبت کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں (یعنی مسواک کرنے کے بعد بھی خلو معدہ کی وجہ سے منھ سے جو بدبو آتی ہے۔ اس سے مفر نہیں ہے۔

٢٤٧٧ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ [13] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيهِ مُجَالِدُ ابْنُ سَعِيدٍ وَثَّقَهُ النَّسَائِيُّ وَرَوٰى لَهٗ مُسْلِمٌ مَقْرُونًا بِغَيْرِهٖ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے بہترین کاموں میں ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ (روزہ کی حالت میں دن کے ہر حصہ میں) مسواک کرتا رہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔

٢٤٧٨ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ [14] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَيْتُ عَيْنِي أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَأَبُو عَاتِكَةَ الرَّاوِي يُضَعَّفُ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میری آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ ہاں! روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتے ہو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

٢٤٧٩ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى [15] اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اكْتَحَلَ وَهُوَ صَائِمٌ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُو دَاوُدَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ

وَالدَّارُ قُطْنِیُّ)

ابو داؤد اور دار قطنی نے کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث شرح نقایہ میں بھی مذکور ہے۔

۲۴۸۰/۱۶ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبید اللہ ابن ابی بکر بن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۴۸۱/۱۷ وَعَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ يُرَخِّصُ اَنْ يَكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمعصر علماء میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کا سرمہ لگانا مکروہ قرار دیتے ہوں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اجازت دیا کرتے تھے، کہ روزہ دار ایلوا ملا ہوا سرمہ لگا سکتا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۴۸۲/۱۸ وَعَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهِ الْمَآءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِّنَ الْعَطَشِ اَوْ مِنَ الْحَرِّ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرج میں دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں پیاس (کی شدت) یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر مبارک پر پانی ڈال رہے تھے۔ اس کی روایت امام مالک اور ابو داؤد نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں پیاس کی شدت یا گرمی کی وجہ سے روزہ کی حالت میں سر پر پانی ڈالنے کا جو ذکر ہے، وہ بیان جواز کے لیے ہے تاکہ ضعیف لوگوں کے لیے سہولت ہو جائے، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزہ کی حالت میں پانی میں اترنے یا تر کپڑے بدن کو لپٹینا مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی عبادت میں تنگی اور ملال ظاہر ہوتا ہے۔ درمختار، رد المحتار اور مرقات۔ ۱۲

۲۴۸۳/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَّمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بغیر عذر یا بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو ساری عمر کے (نفل) روزے بھی اس کی تلافی نہ کرسکیں گے اس حدیث

لہ (یعنی اگر کوئی فرض روزہ بغیر کسی عذر شرعی کے چھوڑ دے تو تمام عمر بھی روزہ رکھ کر اس فرض روزہ کا ثواب حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہیں کرسکتا)

وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجَمَۃِ بَابٍ۔

کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے، اور بخاری نے بھی اس کی روایت ترجمۃ الباب میں کی ہے۔

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ فرض روزہ کو بلا عذر چھوڑنے پر اس کے بدلہ میں تمام عمر روزہ رکھ کر بھی اس کی تلافی نہیں کی جا سکتی، اس بارے میں علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نفل روزہ کے ذریعہ سے فرض روزہ کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ بطور تاکید اور تجدید فرمایا گیا ہے، ورنہ فرض روزہ کی قضاء میں ایک ہی دن کا روزہ رکھنا کافی ہے اور اس سے اس شخص کے ذمہ سے فرض روزہ ساقط ہو جائے گا اور مرقات میں ابن الملک کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر کسی نے رمضان کے کسی ایک روزہ کو بغیر عذر شرعی چھوڑ دیا تو اس بارے میں اجماع یہ ہے کہ اس ایک دن کی بجائے ایک دن بطور قضاء روزہ رکھے۔ ۱۲۔

۲۲۸۴ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِیْ فِیْہِ مِنَ الْمَاءِ لَا یَضِیْرُہٗ اَنْ یَّزْدَرِدَ رِیْقَہٗ وَمَا بَقِیَ فِیْ فِیْہِ وَلَا یَمْضَغُ الْعِلْکَ فَاِنِ ازْدَرَدَ رِیْقَ الْعِلْکِ لَا اَقُوْلُ اِنَّہٗ یُفْطِرُ وَلٰکِنْ یُّنْہٰی عَنْہُ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجَمَۃِ بَابٍ)

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں) منہ میں پانی لے اور کلی کر دے اور کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے، اس کو نگل لے تو اس سے روزہ میں کچھ حرج نہیں ہوتا، اور کوئی شخص (روزہ کی حالت) میں مصطگی (جو ایک قسم کا گوند ہے) نہ چبائے، اگر مصطگی کو چباتے ہوئے اس کا تھوک پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مگر ایسا کرنا منع ہے۔ اس کی روایت بخاری نے ترجمۃ الباب میں کی ہے۔

ف، حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مصطگی کو چباتے ہوئے اس کا تھوک پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ مصطگی کا تھوک پیٹ میں چلے جانے سے اس وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا کہ مصطگی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کوئی چیز پیٹ میں نہیں جاتی، بلکہ صرف تھوک پیٹ میں جاتا ہے جو مفید نہیں ہے اور اگر کسی چیز کے چبانے سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پیٹ میں چلے جائیں تو اس سے روزہ

بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ

یہ باب مسافر کے روزوں کے بارے میں ہے

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے۔
(سورۃ البقرہ، ۱۸۴)

ف، اکثر علماء کا اسی پر اتفاق ہے کہ سفر میں افطار اور روزہ رکھنا دونوں جائز ہیں، خواہ سفر میں اگر تکلیف نہ ہوتی تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور اگر تکلیف ہوتی ہو تو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے ۔ ۱۲

سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے مقام سے تین منزل (یعنی ۴۸ میل) کے قصد سے سفر کرے تو یہ مسافر ہو گیا۔ اب منزل پر پہونچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا اور اگر پندرہ روز سے کم کے قیام کا ارادہ کیا، تو پھر بھی مسافر ہے، غرض جو شخص شرعی مسافر ہو تو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے لیکن ایسی حالت میں افضل یہی ہے کہ روزہ رکھے اور اگر سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں تو بعد میں قضا کر لے، اگر مسافر نے اس روز کے روزے کی نیت نہ کی ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا درست ہے اور اگر نیت کر لی ہو تو بلا تکلیف شدید روزہ توڑنا جائز نہیں، اور اگر مسافر نے روزہ توڑ دیا تو اس پر قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں (ماخوذ از، مرقات واشعۃ اللمعات بیان القرآن اور فتح القدیر ۔ ۱۲

۲۳۸۵ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَۃَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَکَانَ کَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ حمزۃ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں سفر کی حالت میں روزے رکھ سکتا ہوں؟ وہ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا، چاہو تو (سفر کی حالت میں) روزے رکھو، اور چاہو تو نہ رکھو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف، امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس شخص کو سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے جو سفر میں روزہ رکھنا چاہتا ہو، تو صدر کی اس حدیث میں رمضان کے روزے رکھنے مسافر کے لیے جائز ہیں ۔ ۱۲

۲۳۸۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ اَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سولہویں رمضان کو جہاد کے لیے نکلے، ہم میں سے بعض نے (جو کہ قوی تھے) روزہ رکھا اور بعض نے (جو کمزور تھے) روزہ نہ رکھا، نہ تو روزہ دار نے غیر روزہ دار کے حق میں نکتہ چینی کی اور نہ غیر روزہ دار نے کسی روزہ دار کے حق میں نکتہ چینی کی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۳۸۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوَّامُوْنَ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْاَبْنِيَةَ وَسَقَوا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں سے بعض تو روزہ دار تھے اور بعض نے روزہ نہ رکھا، ہم ایک سخت گرمی کے دن ایک منزل پر اترے، جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا وہ ضعف سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور جن لوگوں نے روزہ نہ رکھا تھا وہ کھڑے رہے ڈیرے لگائے اور جانوروں کو پانی پلانے لگے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا تھا (وہ خدمت کرکے پورا) ثواب حاصل کر گئے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ"، غیر روزہ داروں نے آج (خدمت کرکے پورا) ثواب حاصل کر لیا۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ یہ حکم وقتی تھا، مطلق اور عام نہیں ہے ۱۲۔

۲۳۸۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى يَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم (فتح مکہ کے موقع پر) مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے (اور یہ رمضان کا مہینہ تھا) آپ نے مقام عسفان تک روزہ رکھا، پھر (مقام عسفان پر پہنچ کر) آپ نے پانی منگوایا اور ہاتھ میں پانی لے کر لوگوں کو دکھانے کے لیے اونچا کیا اور (پانی پی کر) روزہ توڑ دیا اور اسی طرح بغیر روزہ رکھے آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ نہیں رکھا بھی تو جس کا جی چاہے (سفر میں) روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزہ نہ رکھے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ ذَكَرَ اَبُوْ دَاؤُدَ فِي سُنَنِهِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ ثُمَّ لَقَدْ رَاَيْتَنِي اَصُوْمُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اس سفر میں) عصر کے بعد پانی پیا ہے، اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں اس سفر میں (یعنی فتح مکہ سے پہلے بھی اور اس کے (یعنی فتح مکہ کے اس واقعہ کے) بعد بھی (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا کرتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا فتح مکہ کے مذکورہ واقعہ کے بعد بھی جائز ہے (جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے) اور ہمارے

وَفِي رِوَايَةٍ لِاِمَامِنَا اَبِي حَنِيْفَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى اَتٰى قَدِيْدًا فَشَكَا النَّاسُ اِلَيْهِ الْجُهْدَ فَاَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى اَتٰى مَكَّةَ وَرَوَى ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ وَالطَّحَاوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِي سَعِيْدٍ نَحْوَهُ۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کی دوسری تاریخ کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے (حالت سفر میں) آپ روزہ رکھتے ہوئے مقام قدید تک پہونچے (قدید مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے)، یہاں پہنچنے پر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سخت گرمی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ توڑ دیا اور مکہ پہونچنے تک روزہ نہیں رکھا اور ابن ابی شیبہ اور مسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اور طحاوی نے ابن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔

۲۲۸۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا اَرَادَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ بِالْفِطْرِ فِی السَّفَرِ التَّیْسِیْرِ عَلَیْکُمْ فَمَنْ تَیَسَّرَ عَلَیْہِ الصِّیَامُ فَلْیَصُمْ وَمَنْ تَیَسَّرَ عَلَیْہِ الْفِطْرُ فَلْیُفْطِرْ۔

وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی سہولت کے لیے سفر کی حالت میں (رمضان کے) روزے نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، اس لیے (سفر کی حالت میں) جس کو (رمضان کے روزے رکھنا آسان معلوم ہوتا ہو وہ روزے رکھ لے اور جس کو روزہ نہ رکھنے میں سہولت ہو تو وہ (سفر میں رمضان کے) روزے نہ رکھے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۴۹۰ وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے (چار رکعات والی نمازوں میں) آدھی نماز معاف کردی ہے اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے لیے (رمضان میں) روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، (لیکن ان کے بعد میں روزوں کی قضا لازم ہے) اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۴۹۱ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الشَّمْسُ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الشَّمْسُ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَہٗ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰی بِیَدِہٖ ھٰھُنَا ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔
(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے (جب شام ہوگئی تو) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا (سواری سے) اترو، اور میرے لیے ستو کو پانی میں ملا کر لاؤ، انھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ابھی روشنی موجود ہے۔ (لیکن) آپ نے (پھر یہی) فرمایا کہ اترو اور میرے لیے ستو گھول کر لاؤ، انھوں نے پھر عرض کیا، یارسول اللہ! ابھی (روشنی باقی) ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (پھر بھی یہی) فرمایا اترو اور میرے لیے ستو گھول کر لاؤ تو وہ (حسب الحکم) اتر کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ستو گھول کر لائے تو آپ نے ستو پی لیا۔ اور پھر (مشرق کی طرف) اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا جب تم ادھر (یعنی مشرق کی طرف)

سے سیاہی پھیلتے دیکھو تو روزہ دار روزہ کھول دے،
اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف اور اس کے بعد میں آنے والی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں رمضان المبارک میں روزے رکھنا افضل ہے، بشرطیکہ روزے سے تکلیف نہ ہوتی ہو۔ اور اگر کوئی سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھے تو اس کے لیے جائز ہے اور اس سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ بعد میں وہ روزوں کی قضاء کرے (ماخوذ از ہدایۃ، مختصر طحاوی اور عمدۃ القاری) ۱۲۔

۲۴۹۲ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ حَتّٰی یَضَعَ الرَّجُلُ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَمَا فِیْنَا صَائِمٌ اِلَّا مَا کَانَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَۃَ۔
(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (جو رمضان میں واقع ہوا تھا) سخت گرمی کے موسم میں نکلے اگرمی کی شدت کی وجہ سے ہر شخص اپنے سر پہ ہاتھ رکھ لیا کرتا تھا) اور ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا البتہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابن رواحہ روزہ سے تھے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

۲۴۹۳ وَعَنْ عَاصِمٍ وَھُوَ الْاَحْوَلُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ عَنْ صَوْمِ شَھْرِ رَمَضَانَ فِی السَّفَرِ فَقَالَ الصَّوْمُ اَفْضَلُ۔
(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت عاصم احول رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفر میں رمضان کے روزے رکھنے کے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ (مسافر کے لیے افضل یہ) ہے کہ وہ رمضان کے روزے رکھے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۴۹۴ وَعَنْ اَنَسٍ اِنْ اَفْطَرْتَ فَرُخْصَۃٌ وَاِنْ صُمْتَ فَالصَّوْمُ اَفْضَلُ۔
(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم (سفر کی حالت میں رمضان کے) روزے چھوڑنا چاہتے ہو تو (تم کو اس کی اجازت ہے، اور اگر تم (حالت سفر میں رمضان کے) روزے رکھ لو تو یہ تمہارے لیے افضل ہے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۴۹۵ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ الصَّوْمُ اَفْضَلُ وَالْاِفْطَارُ رُخْصَۃٌ یَعْنِیْ فِی السَّفَرِ۔
(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سفر میں (رمضان کے) روزے رکھنا افضل ہے اور روزے چھوڑنا اس کی اجازت اور رخصت ہے

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۴۹۶ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِى الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَصُوْمُ فِى السَّفَرِ فِى الْحَرِّ فَقُلْتُ مَا حَمَلَهَا عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهَا كَانَتْ تُبَادِرُ۔ (رَوَاهُ الطَّحَاوِىُّ)

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قاسم بن محمد نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ سفر میں گرمی کی حالت میں بھی (رمضان کے) روزہ رکھا کرتی تھیں میں نے قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ گرمی کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا (رمضان کے) روزے رکھنا کس وجہ سے تھا؟ قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (سفر سے) واپسی تک تاخیر کر کے اقامت کی حالت تک رمضان کے روزے رکھنے کے لیے مہلت نہیں لیا کرتی تھیں، بلکہ (سفر ہی میں رمضان کے روزے رکھنے میں جلدی کیا کرتی تھیں اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

۲۴۹۷ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ حَمُوْلَةٌ تَاْوِىْ اِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت سلمہ ابن محبق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو اس کو منزل تک آرام کے ساتھ پہونچا دے تو اس کو چاہیئے کہ (سفر میں) جہاں کہیں بھی رمضان آجائے روزہ رکھے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر سہولت ہو تو رمضان کے روزے سفر میں لازماً رکھے جائیں اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا واجب ہے، بلکہ یہ امر استحباب پر محمول ہے کہ اس میں اولیٰ اور افضل عمل کی ترغیب دلائی گئی ہے ورنہ بغیر مشقت کے بھی سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھنا جائز ہے، جیسا کہ دیگر نصوص شرعیہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ بعد میں ان روزوں کی قضاء ضروری ہے۔ ۱۲

بَابُ الْقَضَآءِ

اس باب میں قضاء (روزوں کے) احکام کا بیان ہے۔

ف: واضح ہو کہ روزوں کے قضاء کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر بھول کر روزہ کی حالت میں کوئی کھائے یا پی لے تو اس پر نہ تو قضاء ہے اور نہ کفارہ، خواہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا غیر رمضان کا روزہ۔

(۲) اگر کوئی رمضان میں روزہ کی حالت میں بلا عذر قصداً کھائے پی لے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

(۳) اور اگر کوئی رمضان میں روزہ کی حالت میں کسی عذر کی وجہ سے جیسا سفر یا مرض میں روزہ توڑ دے تو اس پر صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ ضروری نہیں۔

کفارہ کا حکم صرف رمضان کے روزوں سے متعلق ہے اور اگر نفل روزے کو کسی وجہ سے توڑ دے تو اس میں کفارہ لازم نہیں، صرف قضاء کر لینا کافی ہے (یہ اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے) ۱۲

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى — اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

ف: یعنی کوئی شخص کسی کی جانب سے نہ تو روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔

وَقَوْلُهٗ: — اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ — تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے (سورۃ البقرہ، ۱۸۴)

ف: سفر سے مراد وہ ہے جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریض و مسافر کو رخصت دی ہے کہ اگر اس کو رمضان مبارک میں روزہ رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاک کا اندیشہ ہو یا سفر میں شدت و تکلیف کا تو وہ مرض و سفر کے ایام میں افطار کرے اور بجائے اس کے ایام منہیہ کے سوا اور دنوں میں قضا کرے، ایام منہیہ پانچ دن ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں، دونوں عیدین، اور ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخیں۔

ف: واضح ہو کہ رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں ہدایہ میں لکھا ہے کہ قضاء کرنے والے کو اس کا اختیار ہے کہ چاہے تو وہ پے درپے روزہ رکھ کر قضاء روزوں کی تکمیل کرے یا متفرق اوقات میں اپنے قضاء روزوں کو پورا کرے، لیکن مستحب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضاء کو پے درپے رکھ کر ادا کرے تاکہ جو چیز فرض ہے وہ فوری ادا ہو جائے۔ اگر کسی نے قضاء رمضان کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر

کی کہ دوسرا رمضان آگیا تو اس کو چاہیئے کہ موجودہ رمضان کے فرض روزوں کو پہلے پورا کرے اور اس مہینہ میں کوئی قضا روزہ نہ رکھے اور رمضان گزرنے کے بعد سابقہ فوت شدہ روزوں کی قضاء کرے اور اس طرح تاخیر سے روزوں کی قضاء کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہے۔ صرف قضاء روزوں کو ادا کر لینا کافی ہے۔ ۱۲

۲۲۹۸ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ اِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَآءَ رَمَضَانُ اٰخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَقَالَ لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْاِطْعَامَ اِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَوَصَلَهٗ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ مِّنْ طَرِيْقِ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ وَمِنْ طَرِيْقِ الْحَارِثِ الْعَكْلِيِّ۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضا ادا کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھ لے، پھر اس کے بعد فوت شدہ رمضان کے روزوں کی قضاء کرے اور اس طرح کی تاخیر کی وجہ سے) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر کوئی فدیہ طعام لازم نہیں کرتے، اس کی روایت بخاری نے تعلیقاً کی ہے، اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں جو آیت نازل فرمائی ہے، اس میں قضاء کے ساتھ) کھانا کھلانے کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ، یعنے رمضان کی قضاء دوسرے دنوں میں کر لو۔

۲۲۹۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنُ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (کوئی نفل) روزہ رکھے اور اسی طرح عورت کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ) شوہر کے گھر میں (کسی غیر مرد یا عورت کو اس کی اجازت کے بغیر آنے دے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھ سکتی اور شوہر کو اس بات کا اختیار رہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر ایسے روزہ رکھنے سے منع کرے جس کو اس نے اپنے اوپر اپنی جانب سے واجب کر لیا ہے جیسے نذر کا روزہ، اور قسم کا روزہ، لیکن ایسا روزہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عورت پر فرض ہے جیسے رمضان کی قضاء کا روزہ تو اس سے شوہر اپنی بیوی کو منع نہیں کر سکتا (یہ درمختار ردالمحتار اور بحر سے ماخوذ ہے)

۲۵۰۰[3] وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا، کیا بات ہے کہ حائضہ عورت تو روزہ کی قضاء کرتی ہے لیکن نماز کی قضاء نہیں کرتی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) ہم کو حیض آتا تو ہم کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ شارع علیہ السلام نے جو فرمایا اس کی علت پوچھنے کی ضرورت نہیں جو فرمایا اس کو کرنا چاہیئے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۰۱[4] وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِي الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ -

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مَرْفُوْعًا بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ)

حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس سے ماہ رمضان کے روزے فوت ہوگئے ہوں کہ ان کی قضاء اس پر واجب تھی) تو اس کی جانب سے (رمضان کے ہر روزے کے بدلہ) ہر دن ایک مسکین کو (دو وقت کا) کھانا کھلایا جائے، (یا ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو ایک فطرہ دیا جائے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور جوہر نقی میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے بھی مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

۲۵۰۲[5] وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسْأَلُ هَلْ يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَيَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَقَالَ وَلَمْ اَسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ اِنَّ اَحَدًا مِنْهُمْ اَمَرَ اَحَدًا

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ حدیث پہونچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص دوسرے کی جانب سے (فرض) روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی دوسرے کی جانب سے (فرض) نماز ادا کر سکتا ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جواب دیا کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ تو (فرض) روزے رکھ

أَنْ يَصُوْمَ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيَ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ فِيْ كِتَابِ الْوَصَايَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَصُوْمُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ۔

سکتا ہے اور نہ (فرض) نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس کی روایت امام مالک نے موطا میں کی ہے، اور امام مالک نے کہا ہے کہ میں نے کسی صحابی سے اور کسی تابعی سے مدینہ میں یہ نہیں سُنا کہ جو یہ کہتے ہوں کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے، یا کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف کے کتاب الوصایا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا، کہ کوئی شخص نہ تو کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے (چنانچہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اس بارے میں یہی آخری حکم ہے۔

۲۵۰۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يُصَلِّيْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَصُوْمُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِنْ حِنْطَةٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ وَقَالَ فِيْ سُنَنِهٖ وَقَالَ فِي الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ هٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ خَلَا ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى فَإِنَّهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَذَكَرَ فِي الْبِنَايَةِ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ وَرَوٰى أَبُوْ بَكْرٍ الرَّازِيُّ فِيْ شَرْحِهٖ لِمُخْتَصَرِ الطَّحَاوِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ رَمَضَانُ فَيُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ نِصْفُ صَاعٍ لِمِسْكِيْنٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی جانب سے نہ تو روزہ رکھے اور نہ کسی کی جانب سے نماز پڑھے، بلکہ ہر دن یعنی ہر روزہ کے بدلے (فدیہ میں) ایک ایک مد گیہوں (یعنی نصف صاع یعنی دو کیلو) ایک مسکین کو دیدے (اسی طرح نماز کا بھی حکم ہے کہ میت کی جانب سے ہر نماز کے بدلے میں ایک مسکین کو (نصف صاع گیہوں دے یا دو وقت کا کھانا کھلائے) اس حدیث کی روایت نسائی نے اپنی سنن میں کی ہے اور ابو بکر رازی نے مختصر طحاوی کی شرح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس سے رمضان کے روزے فوت ہوگئے ہوں تو ایسے شخص کی جانب سے ہر روز یعنی ہر روزہ کے بدلہ نصف صاع (گیہوں) ایک مسکین کو دیا جائے۔

۲۵۰۴ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ لَا يَقْضِيْ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ذَكَرَهٗ فِي الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ۔

حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی جانب سے قضاء روزہ نہ رکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ ع ۲ میں) کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کو الجواہر النقی میں بیان کیا ہے۔

بَابُ صِیَامِ التَّطَوُّعِ

یہ باب نفل روزوں کے بیان میں ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ :
وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔ (سورۃ المزمل ۲۰)

۲۵۰۵ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کبھی نفل) روزے متواتر رکھے چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ آپ اب (نفل) روزے نہیں چھوڑیں گے۔ اور اسی طرح (کبھی نفل) روزے چھوڑ دیتے تھے تو ہم کہتے تھے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفل روزے نہیں رکھیں گے[1] اور (حضرت عائشہ) یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوں، ہاں ماہ رمضان میں پورے روزے رکھا کرتے تھے اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ماہ شعبان میں جس قدر زائد روزے رکھتے دیکھی ہوں کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھتی۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان میں پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے، سوائے چند دنوں کے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان کے پورے روزے رکھا کرتے تھے۔ اس بارے میں فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شعبان کے پورے روزے رکھ کر ماہ رمضان کے روزوں سے ان کا اتصال کر دے تو بہتر ہے، جن نفل روزوں کی ترغیب دی گئی ہے، ان کی قسمیں یہ ہیں۔

[1] یعنی نفل روزے رکھنے کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص عادت مبارک نہ تھی۔

(۱) ماہ محرم میں روزے رکھنا (۲) ماہ رجب میں روزے رکھنا (۳) ماہ شعبان میں روزے رکھنا (۴) اور یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ۔ لیکن مسنون یہ ہے کہ دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے۔ یہ فتاویٰ عالمگیری میں فتح القدیر اور ظہیریہ کے حوالے سے لکھا ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ شعبان میں جس قدر زیادہ روزے رکھتے ہیں اتنے کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے تو اس پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کئے جاتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ ۱۲

۲۵۰۶/۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهٗ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهٗ صَامَ شَهْرًا كُلَّهٗ إِلَّا رَمَضَانَ وَلَا أَفْطَرَهٗ كُلَّهٗ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے سوا، کسی اور مہینہ میں پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے؟ تو یہ سُن کر ام المومنین نے فرمایا: میں نہیں جانتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں پورے دنوں کے روزے رکھے ہوں لیکن کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں آپ بالکل روزے نہ رکھتے ہوں (یعنی ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھا کرتے تھے) اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمر تک یہی حال رہا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۰۷/۳ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (رمضان کے روزوں کے بعد) جن روزوں کی بڑی فضیلت ہے، وہ ماہ محرم الحرام کے روزے ہیں، جو اللہ کا مہینہ ہے، اور فرض نمازوں کے بعد جس نماز کی فضیلت ہے وہ رات کی نماز یعنی تہجد ہے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کے بعد جس نماز کی فضیلت ہے وہ رات کی نماز تہجد ہے۔ اس بارے میں جوہرہ اور نور الایضاح میں لکھا ہے کہ دن کی نفل نمازوں میں تہجد افضل ہے اس لیے کہ کئی آیات اور احادیث میں تہجد کی فضیلت اور اس کی ترغیب وارد ہے جیسا کہ بحر میں مذکور ہے، رد المحتار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ ۱۲

۲۵۰۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشورہ کے سوا کسی اور دن کو افضل جانتے ہوئے) اس میں روزہ رکھا ہو، اور اس مہینہ یعنے رمضان کے علاوہ (کسی اور مہینہ کو افضل جانتے ہوئے) اس میں روزے رکھے ہوں، اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: شیخ ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس کو واجب نہ قرار دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابتداء اسلام میں جب کہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے یوم عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کا روزہ مستحب ہوگیا۔ مرقات اور عمدۃ القاری۔ ۱۲)

۲۵۰۹ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے عاشوراء کے دن یہودیوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ (تمہارے نزدیک یہ) کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ تو یہودیوں نے جواب دیا کہ (ہمارے پاس یہ) بڑا عظمت والا دن ہے، اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانہ کے روزہ رکھا تھا۔ اسی لیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں، (یہ سُن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ بدرجہ اولیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کریں۔ پس آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۵۱۰ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم کو

یَأْمُرُ بِصِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ وَیَحُثُّنَا عَلَیْہِ وَیَتَعَاھَدُنَا عِنْدَہٗ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ یَأْمُرْنَا وَلَمْ یَنْھَنَا عَنْہُ وَلَمْ یَتَعَاھَدْنَا عِنْدَہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے اور اس کی ترغیب دلاتے اور (عاشورہ کا دن قریب آجانے پر) ہماری خبرگیری فرماتے (کہ ہم اس کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں)، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے، تو آپ نے نہ تو ہم کو (عاشوراء کا روزہ رکھنے کا) حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا اور نہ اس کے بارے میں ہماری خبرگیری فرمائی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ صَوْمِ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ صُوْمُوْہُ وَصُوْمُوْا قَبْلَہٗ یَوْمًا اَوْ بَعْدَہٗ یَوْمًا وَلَا تَتَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ۔

(رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ) عاشوراء کا روزہ رکھو اور عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ بھی رکھو اور صرف عاشوراء کا روزہ رکھ کر) یہود سے مشابہت پیدا نہ کرو۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے اور اگر صرف عاشوراء کا روزہ رکھا، تو یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہوگا، اور امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث صدر کو اس طرح روایت کیا ہے کہ "یوم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت (اس طرح) کرو کہ عاشوراء کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔ ۱۲-

۲۵۱۲ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَھَا یَوْمَ عَرَفَۃَ فِیْ صِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ ھُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَیْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْہِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَھُوَ وَاقِفٌ عَلٰی بَعِیْرِہٖ بِعَرَفَۃَ فَشَرِبَہٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں) سے روایت ہے کہ ان کے پاس (عرفات کے میدان میں) چند آدمیوں نے عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ دار ہونے سے متعلق اختلاف کیا کسی نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روزہ دار ہیں اور کسی نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روزہ دار نہیں ہیں، (یہ سن کر) میں نے ایک پیالہ دودھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفات میں اپنے اونٹ پر تشریف فرما تھے، پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں دودھ

پی لیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جو حج کی حالت میں نہ ہو اور جو شخص حج کی حالت میں ہو، اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو کمزوری لاحق ہوتی ہو اور وقوف عرفہ اور اس دن کی دعاؤں میں اس کو رکاوٹ ہوتی ہو تو ایسے شخص کے لیے بھی مستحب یہ ہے کہ وہ عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے، اور بعض نے کہا ہے کہ حج کرنے والے کے لیے عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے، کیوں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ اس دن کی اہم ترین چیز دعاؤں وغیرہ سے عاجز رہ جاتا ہے اور اسی دن دعاؤں میں مشغول رہنا اہم ترین چیز ہے یہ مرقات میں مذکور ہے۔

$\frac{2513}{9}$ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (حاجیوں کے لیے) عرفات کے میدان میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

$\frac{2514}{10}$ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرَةِ وَثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

ام المومنین حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ایسی تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے (ایک) یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھنا (دوسرے ذوالحجۃ کے پہلے عشرہ (کے نو) روزے رکھنا (تیسرے) ہر مہینہ (ایام بیض یعنی ہلالی مہینہ کی (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے تینوں دنوں میں (روزہ رکھنا) اور نماز کے پہلے دو رکعت (سنت) کا پڑھنا۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ف: فتاوی عالمگیریہ میں السراج الوہاج کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے لے کر نویں تاریخ تک نو روزے رکھنا مستحب ہے۔

$\frac{2515}{11}$ وَعَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ تِسْعَةً مِّنْ ذِی الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمِيْسَيْنِ۔

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذوالحجہ کے نو روزے (یعنی پہلی سے نو تک) رکھا کرتے تھے، اور یوم عاشوراء کا روزہ، اور ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے، جن میں پہلا روزہ دوشنبہ کا ہوتا اور دو روزے پنجشنبہ کے ہوتے۔ اس کی روایت نسائی نے

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ نَحْوَهُ ۔ کی ہے اور ابو داؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: رد المحتار میں لکھا ہے کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور نسائی کی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ دوشنبہ کے روزے سے مراد ہلالی ماہ کا تو چندی دوشنبہ یعنی پہلا دوشنبہ ہے اور پنجشنبہ کے دو روزوں سے مراد تو چندی دوشنبہ کے بعد والا پہلا اور دوسرا پنجشنبہ ہے اور نسائی کی ایک اور روایت میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ پنجشنبہ کے روزہ سے مراد ہلال ماہ کا پہلا پنجشنبہ ہے اور دوشنبہ کے روزوں سے مراد پہلے پنجشنبہ کے بعد والا پہلا اور دوسرا دوشنبہ ہے علامہ سندی نے لکھا ہے کہ مہینہ کے تین روزے پیر اور جمعرات میں اس طرح رکھے جائیں کہ چاہے ایک پیر اور دو جمعرات ہوں یا ایک جمعرات اور دو پیر آجائیں۔ ۱۲

٢٥١٦ وَعَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ غَضَبَهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّيْ طُوِّقْتُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں؟ اس شخص کے اس طرح سوال کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آگیا[1] جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ دیکھا، تو کہنا شروع کیا۔

ہم اس بات سے خوش ہیں کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور اس بات سے بھی خوش ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور خوش ہیں اس بات سے بھی کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی ہیں، ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اللہ کے غضب سے اور اللہ کے رسول کے غضب سے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ جاتا رہا کہ جب حضرت عمر نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے) تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کے آداب

[1] کیونکہ اس کو سوال اس طرح کرنا چاہیئے تھا کہ میں روزہ کس طرح رکھوں، نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس طرح روزہ رکھتے ہیں، اس لیے کہ حضور کے بعض اعمال اسرار اور مصالح پر مشتمل ہیں، جن کی امت میں تاب نہیں

ذٰلِكَ ثُمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّ
رَمَضَانَ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ
الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ
عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ
وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ
عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ
يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے) اس طرح سوال کرنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ اس شخص کا کیا حال ہے جو ہر روز روزہ رکھتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، ایسے شخص نے نہ تو روزہ رکھا اور نہ افطار ہی کیا (یعنی روزہ نہ رکھا) اس لیے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے وہ روزہ کا عادی ہو جاتا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ سے روزہ کی مشقت باقی نہیں رہتی اور عبادت نام ہے عادت کو توڑنے کا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کیا (یا رسول اللہ! اس شخص کا کیا حال ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کون اس کی طاقت رکھتا ہے! پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ نہ رکھے تو اس کا کیا حال ہے، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کا روزہ ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن روزہ چھوڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے! فرمایا میں (دل سے چاہتا ہوں) کہ مجھے اس کی طاقت ملے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (بطور خود مستحب روزوں کی تفصیل اس طرح ارشاد فرمائی کہ) ہر مہینہ میں تین روزے (رکھنا) خواہ (وہ ایام بیض میں ہوں یا دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے ہوں) اور رمضان کے روزے (رکھنے والے کا حکم) اس شخص کا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے[1] (اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہ فرمایا کہ) اور عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) گزرے ہوئے ایک سال کے گناہوں کو

---

[1] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (جو ایک نیکی کرے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح ہر مہینہ کے تین روزے گویا ثواب میں تیس روزوں کے برابر ہیں۔

اور آنے والے ایک سال کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اور عاشورا کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) گزرے ہوئے سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں گے[1]۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۱۷ / ۱۳ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَاَرْبَعَ عَشَرَةَ وَخَمْسَ عَشَرَةَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اے ابو ذر! جب تم مہینہ کے تین دن کے (نفل) روزے رکھنا چاہو تو (ہلالی ماہ کی) تیرہویں، چودہویں اور پندرھویں (تاریخ) کو روزہ رکھ لیا کرو (ان کو ایام بیض کہتے ہیں) اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

۲۵۱۸ / ۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَاصَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَاقْرَإِ الْقُرْاٰنَ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّىْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَاِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِىْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَّرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ نے (ایک روز) مجھ سے فرمایا اے عبد اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم (ہر روز) دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! یا رسول اللہ! (یہ سن کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو، بلکہ روزہ بھی رکھو اور روزہ ترک بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو، اس لیے کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (ثواب میں) ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے، تم ہر مہینے میں صرف تین روزے رکھ لیا کرو، اور ہر مہینہ میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو۔ میں نے

[1] عرفہ کا روزہ کی فضیلت عاشورا کے روزہ پر اس لیے ہے کہ عرفہ کا روزہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں مستحب قرار دیا گیا اور عاشورا کا روزہ شریعت موسوی میں تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی بطور مستحب کے باقی رکھا)

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

۲۵۱۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ
۱۵ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
لَا یُفْطِرُ اَیَّامَ الْبِیْضِ فِیْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ۔
(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

۲۵۲۰ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ
۱۶ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ
صَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ فِیْہِ وُلِدْتُّ
وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

۲۵۲۱ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ
۱۷ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
یَصُوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسَ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

عرض کیا (یا رسول اللہ) مجھے اس سے زیادہ عمل کرنے کی طاقت ہے! (یہ سن کر) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تو تم صوم داؤدی رکھا کرو، جو روزوں میں بہترین روزے ہیں، اور صوم داؤدی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا ہے اور سات راتوں (یعنے ایک ہفتہ میں) ایک قرآن پڑھا کرو اور (روزوں کے رکھنے اور قرآن کو پڑھنے میں) اس سے زیادہ مشقت نہ اٹھاؤ۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے، اور ترمذی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا، گویا اس نے قرآن نہیں سمجھا (کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ایک قرآن ختم کر لینا چاہیئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی نہیں چھوڑتے تھے (خواہ آپ گھر میں ہوں یا سفر پر ہوں۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ دوشنبہ کے دن روزہ رکھا کرتے ہیں (اس کا کیا سبب ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوشنبہ ہی کو پیدا ہوا ہوں اور مجھ پر دوشنبہ ہی کے دن وحی نازل ہونا شروع ہوئی (اسی کے شکرانہ میں میں روزہ رکھا کرتا ہوں (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

۲۵۲۲ / ۱۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَآئِمٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (بندوں کے) اعمال (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حالت میں پیش ہو کہ میں روزہ سے ہوں اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۵۲۳ / ۱۹ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ یَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰهُ فِیْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا هَاجِرَیْنِ یَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا (ہاں) اس لیے کہ پیر اور جمعرات ایسے (فضیلت والے) دن ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان (کے گناہوں) کو بخش دیتے ہیں، بجز ان کے جو آپس میں (لڑکر) قطع تعلق کرلیں (اور اللہ تعالیٰ مغفرت کا سوال کرنے والے فرشتہ سے) فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو چھوڑ دو تاوقتیکہ یہ آپس میں مصالحت کرلیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۵۲۴ / ۲۰ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِیَامِ الدَّهْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے مہینہ میں مزید چھ (نفل) روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال بھر کے روزے رکھے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ستہ شوال رمضان سے متصل متواتر رکھ سکتے ہیں، یا پورے مہینہ میں متفرق چھ روزے رکھ سکتے ہیں۔

۲۵۲۵ / ۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ زِیَادِ بْنِ جُبَیْرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں زیاد بن جبیر سے

قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَصُوْمَ یَوْمًا فَوَافَقَ اَضْحٰی اَوْ فِطْرَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَرَ اللّٰہُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِ ھٰذَا الْیَوْمِ۔

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے اور وہ دن اتفاق سے عید کے دن یعنی عید قربانی یا عید فطر کے دن آگیا ہے۔ (مجھے کیا کرنا چاہیئے) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پورا کرنے کا حکم دیا (لہٰذا تم اور کسی دن میں اس کی قضا کرلو۔ اس لیے کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن یعنے عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۲۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاصَوْمَ فِیْ یَوْمَیْنِ الْفِطْرَ وَ الْاَضْحٰی۔
۲۲
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دو دنوں میں یعنے عید الفطر اور عید الضحیٰ میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۵۲۷ وَعَنْ نُبَیْشَۃَ الْھُذَلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِکْرُ اللّٰہِ۔
۲۳
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایام تشریق (یعنے ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذوالحجہ) کھانے پینے اور اللہ کی یاد کے دن ہیں، اس لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: درمختار اور رد المحتار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایام منہیہ یعنے عید الفطر کے روز اور عید الضحیٰ اور ایام تشریق یعنے ذوالحجہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنے کی نذر کرے یا پورے سال بھر کے روزوں کی نذر مانے تو قول مختار یہ ہے کہ ایسے شخص کی یہ نذر مطلقاً صحیح ہے۔ اس لیے کہ نذر ماننا طاعت ہے لیکن اس کو چاہیئے کہ ان ایام منہیہ میں روزہ رکھنے سے وجوباً پرہیز کرے تاکہ وہ معصیت سے بچ جائے اور ان ممنوعہ ایام میں اس نے روزوں کی جو نذر مانی تھی اور جس کی ادائیگی اس پر واجب ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے روزوں کو وہ دوسرے دنوں میں قضا کرے تاکہ نذر ماننے کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے اور ممنوعہ ایام میں روزہ رکھنے کے گناہ سے بچ جائے، اسی لیے علمائے احناف نے وضاحت کی ہے کہ ان ممنوعہ ایام میں روزوں کی نذر تو درست ہے مگر ان میں روزہ رکھنا گناہ ہے اور صدر کی مذکورہ احادیث سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔ ۱۲

۲۵۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ
۲۴

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مِثْلَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ حَزْمٍ۔

روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کم دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے ہوں (یعنی آپ اکثر جمعہ کا روزہ رکھا کرتے تھے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

٢٥٢٩/٢٥ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُفْطِرًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَطُّ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهٗ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جمعہ کے دن روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے، اور ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح ہے۔

٢٥٣٠/٢٦ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ عَشَرَةَ أَيَّامٍ عَدَدَهُنَّ مِنْ أَيَّامِ الْاٰخِرَةِ غَرَّاءَ زَهْرَاءَ لَا تُشَاكِلُهُنَّ أَيَّامُ الدُّنْيَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ يَحْيٰى سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَمَنْ يُقْتَدٰى بِهٖ نَهٰى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَصِيَامُهٗ حَسَنٌ وَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَصُوْمُهٗ وَأَرَاهُ كَانَ يَتَحَرَّاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں (ایک دن کے بدلے) دس دن کے روزہ کا ثواب، لکھ دیتے ہیں اور ان میں سے ہر دن آخرت کے دن کے برابر ہوگا اور (آخرت کے دن کی خصوصیات یہ ہیں کہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے (اور یہ دن) نہایت روشن اور چمک دار ہوتا ہے اور (یہ دنیا کے) یہ (کسی طرح) آخرت کے دن کے مشابہ نہیں ہوں گے[1] اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے، اور یحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اور میں نے کسی عالم اور فقیہ اور کسی ایسے شخص کو جس کی لوگ اقتدار کرتے ہوں جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے نہیں سنا اور (امام مالک نے بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے، بلکہ میں نے خود

[1] جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے دس دنوں کا جو ثواب ملے گا، ان میں سے ہر دن مذکورہ بالا خصوصیات کا حامل ہوگا۔

اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ جمعہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔
اس کا اہتمام اور پابندی کیا کرتے تھے۔

ف: واضح ہو کہ فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے کہ جس طرح دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی منفرداً رکھنا مستحب ہے۔ اسی طرح علماء احناف کے نزدیک جمعہ کا روزہ بھی منفرداً رکھنا مستحب ہے۔ بحر رائق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور صدر کی مذکورہ حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ۱۲۔

۲۵۳۰/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِیْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اور راتوں کو چھوڑ کر جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے مختص مت کیا کرو (بلکہ ہر رات کو) شب بیداری رکھو اور کچھ نہ کچھ عبادت کیا کرو۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۳۱/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے اللہ کی راہ میں (یعنے جہاد وغیرہ میں) ایک دن روزہ کا رکھا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ (کی راہ) سے ستر برس (کے فاصلہ تک) دور کر دیں گے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۵۳۲/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْصَرَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے اللہ کی خوشنودی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اس قدر فاصلہ تک دور کر دیں گے جتنی دور تک ایک کوا اپنے بچپن سے لے کر مرنے تک اُڑتا رہے[1] اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں سلمہ بن قیصر سے کی ہے۔

۲۵۳۳/۳۰ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے،

[1] کوا سے تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کہ کوے کی عمر کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار سال کی ہوتی ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کسی (مسلمان) نے اللہ کی راہ میں[1] ایک دن بھی روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے اور دوزخ کے درمیان اتنا فاصلہ حائل فرما دیتے ہیں جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

۲۵۳۵ (۳۱) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِہِ الصَّمَّآءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا یَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِیْمَا افْتُرِضَ عَلَیْکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا لِحَآءَ عِنَبَۃٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَۃٍ فَلْیَمْضَغْہُ۔

رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عبداللہ بن بسر اپنی بہن صماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (صرف) ہفتہ کے دن (نفل) روزہ نہ رکھا کرو، سوائے اس کے کہ تم پر ایسے روزہ کی ادائیگی فرض ہو، اگر تم میں سے کسی کے پاس (کھانے کے لیے) انگور کے درخت کی لکڑی کے سوائے اور کچھ نہ ہو تو اسی کو چبا لو اور ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو تاکہ یہود سے مشابہت نہ ہو، جو ہفتہ کو مقدس سمجھ کر اس دن روزہ رکھا کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہفتہ کے دن کا منفرداً روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ ہفتہ کے ساتھ کسی اور دن کو ملا کر روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۵۳۶ (۳۲) وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْغَنِیْمَۃُ الْبَارِدَۃُ الصَّوْمُ فِی الشِّتَآءِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ مُّرْسَلٌ۔

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جاڑوں کے روزے ٹھنڈی غنیمت ہیں[2] اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۵۳۷ (۳۳) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے[3] اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

---

[1] یعنی جہاد میں یا حج اور عمرہ کے دوران میں یا علم دین سیکھنے کے زمانہ میں، یا خالصۃً اللہ کی خوشنودی کے لیے)

[2] کہ روزہ دار کو موسم سرما میں پیاس اور بھوک کی مشقت کے بغیر اس طرح روزے کا ثواب مل جاتا ہے جس طرح کسی کو لڑائی اور جنگ کے بغیر مال غنیمت حاصل ہو جائے [3] کہ جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسی طرح روزہ سے بدن پاک ہوتا ہے۔

بَابٌ

اس باب میں روزہ کے متفرق مسائل کا بیان ہے۔

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ:
وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور اپنے عمل باطل نہ کرو (سورۃ محمد، ۳۳)

ف: بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں اسی طرح ایمان کی برکت سے کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا توان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ مومن کے لیے اطاعت خدا و رسول ضروری ہے گناہوں سے بچنا لازم ہے، مسئلہ اس آیت میں عمل کے باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تو آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفل ہی ہو یا نماز یا روزہ یا اور کوئی لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے۔

ف: عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی (نفل) عبادت شروع کرے تو اس پر اس عبادت کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس نے اس کو شروع کیا ہے، اگر اس نے اس عبادت کی تکمیل نہیں کی، تو گویا اس نے اس عمل اور عبادت کو باطل کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ"، تم اپنے اعمال کو (ادھورا رکھ کر) باطل نہ کرو، چنانچہ اگر کوئی شخص نفل روزہ رکھ کر کسی وجہ سے اس کو توڑ دے تو اس پر دوسرے دنوں میں اس روزہ کی قضا واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے، اور اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل روزہ رکھ کر کسی وجہ سے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے۔ ۱۲۔

وَقَالَ:
وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور راہب بنا، تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہے ہم نے ان پر مقرر نہ کی، ہاں! یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق ہے (سورۃ الحدید، ۲۷)

ف: پہاڑوں، غاروں اور تنہا مکانوں میں خلوت نشین ہونا اور صومعہ بنانا اور اہل دنیا سے مخالطت ترک کرنا اور عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھا لینا تارک ہو جانا، نکاح نہ کرنا، نہایت موٹے کپڑے پہننا، ادنیٰ غذا نہایت کم مقدار میں کھانا۔

ف: دین میں کسی بات کا نکالنا، اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیے ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں، البتہ دین میں بُری بات نکالنا بدعت سیئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور بدعت سیئہ حدیث شریف میں بتائی گئی ہے جو خلاف سنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سنت اٹھ جائے، اس سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امور خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے

دین کی تقویت ذتائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات وعبادات میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی آیت کے صریح خلاف ہے (تفسیر خزائن العرفان) ف، مرقات میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ ان عیسائی راہبوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی عمل کو اپنے طور سے خود پر لازم کر لیا اور اس کو پورا نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کو باطل ہونے سے بچانا واجب ہے۔ یعنی کسی نفل عبادت کو جب اپنے اوپر فرض کر لیں تو اس کو پورا کرنا واجب ہے، ادھورا چھوڑنے سے وہ عبادت باطل ہو جاتی ہے جس پر وعید وارد ہوئی ہے لہذا نفل روزہ کو شروع کر کے کسی وجہ سے توڑ دیں تو اس کی قضاء واجب ہوگی تاکہ عمل باطل نہ ہو ۱۲۔

واضح ہو کہ آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی طرف سے کسی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے واسطے اپنے اوپر واجب کر لینا بدعت حسنہ ہے جس پر ثواب ملتا ہے جیسے قرآن کریم کے پارے اور رکوع مقرر کرنا، علم حدیث اور فقہ مرتب کرنا اور میلاد شریف اور بزرگوں کی فاتحہ کی محفلیں قائم کرنا وغیرہ۔ البتہ بدعت حسنہ ایجاد کر کے اسے نہ نباہنا بُرا ہے جس پر عتاب فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے دین میں رہبانیت یعنی ترک دنیا منع ہے ۱۲۔

۲۵۳۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَقَالَ الشَّمُنِّيُّ وَزَادَ النَّسَائِيُّ وَلٰكِنْ أَصُوْمُ يَوْمًا مَكَانَهُ وَصَحَّحَ عَبْدُ الْحَقِّ هٰذِهٖ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ ہم نے کہا کچھ نہیں ہے (یا رسول اللہ) (یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا) اگر ایسا ہے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اسی طرح آپ ہمارے پاس کسی اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس حیس، ایک قسم کا کھانا جو کھجور گھی اور ستو سے بنایا جاتا ہے۔ (تحفۃ بھیجا گیا ہے آپ نے فرمایا ذرا مجھے دکھاؤ تو اس لیے کہ میں نے آج صبح روزہ کی نیت کر لی تھی (جب اس کھانے کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا)، تو آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور شمنی نے کہا ہے کہ نسائی نے اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اب میں یہ کھا کر روزہ تو توڑ رہا ہوں)

الزِّيَادَةَ۔

لیکن اس روزہ کی بجائے کسی اور دن روزہ رکھ لوں گا اور علامہ عبد الحق نے نسائی کے اس اضافہ کو صحیح قرار دیا ہے اور مرقات اور بنایہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

ف، اس حدیث شریف میں ارشاد ہے (فَإِنِّيْ إِذًا صَائِمٌ) اچھا تو اب میں روزہ رکھ لیتا ہوں) اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفل روزہ کی نیت دن میں کرنا جائز ہے جیسا کہ مرقات میں ہے اور درمختار میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ۱۲

ف: اس حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی نیت کر لینے کے بعد "حیس" کو تناول فرمایا۔ اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے نفل روزہ شروع کر لیا ہو تو بلا عذر نفل روزہ کو نہ توڑے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نفل روزہ کو توڑنا اس شرط سے جائز ہے کہ وہ اس نفل روزہ کو قضاء کرنے کی نیت کرے اور کمال اور تاج الشریعۃ اور صدر الشریعۃ نے وقایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ۱۲

۲۵۳۸ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِيْ إِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتِ ابْنَةَ أَبِيْهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ زُمَيْلٍ مَوْلٰى عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدٌ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ بِهٰذَا نَأْخُذُ مَنْ صَامَ تَطَوُّعًا ثُمَّ أَفْطَرَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ قَبْلَنَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

حضرت زہری، حضرت عروہ سے اور حضرت عروہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ بنت عمر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نفل روزہ سے تھیں کہ ہمارے سامنے ایسا کھانا لایا گیا جس کی خوشبو سے ہماری اشتہا بڑھ گئی، تو ہم نے اس میں سے کھالیا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ پر سبقت کر کے عرض کیا، یا رسول اللہ! آج ہم دونوں (نفل) روزہ سے تھیں کہ ہمارے سامنے ایسا کھانا لایا گیا جس کی خوشبو سے ہماری اشتہا چاہت بڑھ گئی اور ہم نے اس کو کھا لیا (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم دونوں اس روزہ کی قضاء کسی اور دن کر لو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور ابو داؤد اور نسائی نے اسی حدیث کو زمیل مولیٰ عروہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام محمد نے امام مالک کے واسطے سے زہری سے اسی حدیث کی روایت کی ہے اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اگر کسی نے نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا ہو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَاَوْا عَلَيْهِ الْقَضَاءَ اِذَا اَفْطَرَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ ابْنِ اَنَسٍ۔

تو اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے۔ اھ اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے سلف صالحین حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت علی، اور حضرت ابن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل علم اصحاب اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اسی حدیث کو اختیار کیا ہے اور ان حضرات نے اس شخص پر جو نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی قضاء واجب قرار دی ہے اور یہی قول امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے۔ ۱۲۰

٢٥٣٩ / ٣٦ وَعَنِ الْمُزَنِيِّ عَنِ الشَّافِعِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمَّتِهٖ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا قَدْ خَبَاْنَا لَكَ حَيْسًا فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ كُنْتُ اُرِيْدُ الصَّوْمَ وَلٰكِنْ قَرِّبِيْهِ سَاَصُوْمُ يَوْمًا مَكَانَ ذٰلِكَ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ) وَقَالَ صَاحِبُ الْعَرْفِ الشَّذِيِّ وَالسَّنَدُ صَحِيْحٌ غَايَةَ الصِّحَّةِ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ سُنَنِهِ الْكَبِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ الطَّحَاوِيِّ وَفِيْ كِتَابِهِ الْمَعْرِفَةِ اَيْضًا وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ فِي الْكُبْرٰى وَالدَّارَقُطْنِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ۔

مزنی امام شافعی سے اور امام شافعی سفیان سے اور سفیان طلحہ بن یحیٰی سے اور طلحہ بن یحیٰی اپنی پھوپھی عائشہ بنت طلحہ سے اور عائشہ بنت طلحہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ ہی کے لیے حیس اٹھا کر رکھا ہے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے (نفل) روزہ کی نیت کر لی تھی۔ اچھا اس کو لے آؤ (اس کو کھا لیتا ہوں) اور آج کے روزہ کے بدلہ میں کسی دن اس کی قضاء کر لوں گا اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور صاحب العرف الشذی نے کہا ہے کہ اس کی سند نہایت صحیح ہے اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن کبیر اور المعرفۃ میں ان ہی اسناد سے روایت کی ہے جیسا کہ امام طحاوی نے روایت کی ہے اور نسائی نے بھی اس کی روایت کبریٰ میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اس کی روایت کی ہے۔

۲۵۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ وَهُمَا صَائِمَتَانِ ثُمَّ خَرَجَ فَرَجَعَ هُمَا يَأْكُلَانِ فَقَالَ اَلَمْ تَكُوْنَا صَائِمَتَيْنِ قَالَتَا بَلٰى وَلٰكِنْ اُهْدِيَ لَنَا لِهٰذَا الطَّعَامِ فَاَعْجَبَنَا فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَ صُوْمَا يَوْمًا مَكَانَهٗ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ فِيْهِ خِطَابُ بْنُ الْقَاسِمِ وَخَصِيْفٌ قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ خِطَابٌ ثِقَةٌ قَالَهُ ابْنُ مُعِيْنٍ وَاَبُوْ زُرْعَةَ وَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَيَحْيَى ابْنُ مُعِيْنٍ وَاَبُوْ زُرْعَةَ وَالْعِجْلِيُّ خَصِيْفٌ ثِقَةٌ عَنِ ابْنِ مُعِيْنٍ صَالِحٌ وَعَنْهُ لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت حفصہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف لائے تو اس وقت دونوں روزے سے تھیں، پھر آپ باہر تشریف لے گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر جب واپس (دوبارہ گھر) لوٹے تو ملاحظہ فرمایا کہ دونوں کھانا کھا رہی ہیں (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں (آج) روزہ سے نہ تھیں دونوں نے جواب دیا کیوں نہیں (ہم دونوں روزے سے تھیں) لیکن ہم کو یہ کھانا جو تحفۃً آگیا تھا، پسند آگیا اور ہم نے اس کو کھا لیا (یہ سن کر) آپ نے دونوں سے ارشاد فرمایا آج کے روزہ کے بدلہ کسی دن اور روزہ رکھ لو۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

۲۵۴۲ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّهٗ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَعَطِشَ عَطَشًا شَدِيْدًا فَاَفْطَرَ فَسَاَلَ عِدَّةً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَمَرُوْهُ اَنْ يَّقْضِيَ يَوْمًا مَكَانَهٗ، رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَقَالَ صَاحِبُ الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ هٰذَا سَنَدٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ مَاخَلَا التَّيْمِيِّ فَاِنَّهٗ اَخْرَجَ لَهٗ اَصْحَابُ الْاَرْبَعَةِ وَوَثَّقَهُ ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ سُفْيَانَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَرَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ نَحْوَهٗ۔

حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرفہ کے دن روزہ رکھ لیا، اس سے ان کو سخت پیاس ہونے لگی جس کی وجہ سے انھوں نے روزہ توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صحابہ سے دریافت کیا، تو سب نے ان کو یہی حکم دیا کہ آج کے (اس) روزہ کے بدلہ کسی اور دن قضا کر لیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور صاحب الجواہر النقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند شیخین یعنی بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، اور امام طحاوی نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے۔

۲۵۴۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَ اَصْحَابَهٗ اَنَّهٗ صَائِمٌ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِمْ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ فَقَالُوْا اَوَلَمْ تَكُ صَائِمًا قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّيْ مَرَّتْ بِيْ جَارِيَةٌ لِّيْ فَاَعْجَبَتْنِيْ فَاَصَبْتُهَا وَكَانَتْ حَسَنَةً هَمَمْتُ بِهَا وَاَنَا قَاضِيْهَا يَوْمًا اٰخَرَ۔

(رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے (ایک دن) اپنے شاگردوں کو اطلاع دی کہ وہ آج روزہ سے ہیں، جب وہ گھر سے نکلے تو ایسی حالت میں نکلے کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ (یہ دیکھ کر) ان کے شاگردوں نے پوچھا کیا آپ آج روزہ سے نہ تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہاں آج میں روزہ سے تھا، لیکن میری ایک باندی جو بہت خوب صورت ہے، میرے سامنے سے گزری، جو مجھے پسند خاطر ہوئی اور میں نے اس

۲۵۴۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ صَنَعَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابًا لَهٗ فَلَمَّا اُتِيَ بِالطَّعَامِ تَنَحّٰى اَحَدُهُمْ فَقَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَالَكَ فَقَالَ اِنِّيْ صَآئِمٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَكَلَّفَ لَكَ اَخُوْكَ وَصَنَعَ ثُمَّ تَقُوْلُ اِنِّيْ صَآئِمٌ كُلْ وَصُمْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَالطَّيَالِسِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَآئِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَآئِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَآئِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَآئِمًا فَلْيُصَلِّ وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ۔

جماع کر لیا اور میں آج کے روزہ کی قضاء کسی اور دن کر لوں گا۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے کھانا تیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی، کھانا سامنے آیا تو ایک صحابی ہٹ کر ایک جانب ہو گئے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے دریافت کیا (تم کیوں ہٹ گئے) کیا بات ہے؟ تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میں روزہ سے ہوں) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے بھائی نے تمہارے لیے تکلیف اٹھا کر (کھانا) تیار کیا ہے، اور تم کہتے ہو کہ میں روزہ سے ہوں (آج تو) کھالو اور اس کے بدلے کسی اور دن قضاء کر لینا۔ اس کی روایت دارقطنی اور طیالسی نے کی ہے اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، گھی کو مشکیزہ میں اور کھجور کو اس کے برتن میں رکھ دو میں آج روزے سے ہوں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر کے ایک گوشہ میں تشریف لے گئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا فرمائی اور مسلم کی ایک روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی کو تم میں سے کھانے پر بلایا جائے اور تم روزے سے ہو، اور روزہ توڑنا نہ چاہتے ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے اگر روزہ سے ہو (اور روزہ توڑنا نہ چاہتے ہو) تو (اس کے

گھر میں نفل) نماز پڑھ کر (دعا کر دو) اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا کھالے۔

ف ردالمحتار میں نفل روزہ کو توڑنے کے بارے میں حسب ذیل شرائط مذکور ہیں۔
ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لیے نفل روزہ کو توڑنے کے لیے عذر ہے، جب کہ میزبان مہمان کے کھانا کھائے بغیر راضی نہ ہوتا ہو، تو ایسی صورت میں مہمان نفل روزہ توڑ سکتا ہے اور اسی طرح اگر مہمان میزبان جو روزہ سے ہو اس کو کھانے میں ساتھ لیے بغیر کھانے پر راضی نہ ہوتا ہو، تو ایسی صورت میں میزبان بھی اپنا نفل روزہ توڑ سکتا ہے اور اگر روزہ توڑے بغیر مہمان یا میزبان راضی ہو جاتا ہو تو میزبان اور مہمان دونوں کو چاہیے کہ نفل روزہ نہ توڑیں، یہ بھی واضح رہے کہ عذر کی بناء پر نفل روزہ زوال سے پہلے توڑا جا سکتا ہے اور زوال کے بعد ایسے عذر کی بناء پر نفل روزہ نہ توڑے اور کسی وجہ سے بھی نفل روزہ توڑنا دوسرے وقت صحیح ہے جب کہ توڑنے والا اس روزے کی قضاء کی نیت رکھتا ہو، اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ۱۲

۲۵۴۵ وَعَنْ اُمِّ عَمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهٗ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِيْ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى يَفْرَغُوْا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) اُن کے پاس تشریف لائے، تو انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا منگوایا۔ حضور نے اُن سے فرمایا، تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ تو انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں، تو (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے سامنے جب کھانا کھایا جائے تو فرشتے (اس روزہ دار) پر اس وقت تک رحمت بھیجتے ہیں جب تک وہ (کھانے والے کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں) اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

۲۵۴۶ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ایک دفعہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ آپ صبح کا کھانا کھا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت بلال کو دیکھ کر) فرمایا، آؤ بلال کھانا کھا لو، حضرت بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں روزہ سے ہوں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہم تو اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال کا

يُسَبِّحُ عِظَامَهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَهُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

رزق جنت میں ہے، دپھر حضرت بلال سے مخاطب ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا! بلال کیا تم جانتے ہو کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے لیے (یعنی روزہ دار کے لیے) اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے ہیں جب تک کہ اس کے سامنے کھایا جاتا رہے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

یہ باب شب قدر (کی فضیلت) کے بیان میں ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا، اور تم نے کیا جانا کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے، وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔ (سورۃ القدر ۱تا۵)

ف: شب قدر شریف و برکت والی رات ہے، اس کو شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں، ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہتے ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لیے اس شب کو شب قدر کہتے ہیں۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے (تفسیر خزائن العرفان)
ف: حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امم گذشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جہاد میں مصروف رہتا تھا اس طرح اس نے ہزار مہینے گذارے تھے، مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (اخرجہ ابن جریر عن طریق مجاہد) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب پر کرم ہے کہ آپ کے امتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی امت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو (تفسیر خزائن العرفان)

۲۵۴۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَسْمَعُ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مَرْفُوْعًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا گیا اور میں اس وقت یہ سن رہا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ شب قدر

وَقَالَ رَوَاهُ سُفْيَانُ وَ شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ مَرْفُوْعًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ۔

ہر سال رمضان میں ہوا کرتی ہے اس کی روایت طحاوی نے کی ہے، اور ابوداؤد نے بھی مرفوعاً روایت کی ہے اور ابوداؤد نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت سفیان اور شعبہ نے ابواسحاق سے موقوفاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

ف: شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر کبھی رمضان کے ابتداء میں اور کبھی درمیان میں اور کبھی آخری حصہ میں بھی آتی ہے اور ابن الملک نے کہا ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے سے مختص نہیں، بلکہ وہ رمضان کی ہر رات میں ہو سکتی ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر ہے ۱۲

۲۵۴۸ (۲) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى مِنْ اَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلٰى اٰخِرِهٖ فِيْ جَمَاعَةٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ مِّنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (رَوَاهُ الْخَطِيْبُ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ابتداء رمضان سے آخر رمضان تک نماز جماعت سے ادا کرے تو اس کو شب قدر کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا۔ اس کی روایت خطیب نے کی ہے۔

۲۵۴۹ (۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ حَتّٰى يَنْقَضِيَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَقَدْ اَصَابَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص پورے رمضان میں مغرب اور عشاء جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اس کو شب قدر کا بڑا حصہ مل جاتا ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

۲۵۵۰ (۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فِيْ جَمَاعَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَقَدْ اَدْرَكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ مَرْفُوْعًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں نماز عشاء جماعت سے ادا کرے تو اس کو شب قدر مل جاتی ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے اور طبرانی نے بھی اس کی روایت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مرفوعاً کی ہے۔

۲۵۵۱ (۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ رَمَضَانَ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ فَرُفِعَتْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَ اَبُوْعَوَانَةَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس رات کو یعنی شب قدر کو رمضان میں دیکھا، لیکن جب دو آدمیوں نے آپس میں جھگڑا کیا تو میں اس جھگڑے کو چکانے میں مشغول ہو گیا، تو شب قدر

کاتبین مجھ سے) اٹھا لیا گیا۔ اس کی روایت امام مالک امام شافعی اور امام ابوعوانہ نے کی ہے۔

۲۵۵۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَاَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَالدَّارُقُطْنِيُّ وَالْاِفْرَادُ وَابْنُ حِبَّانَ نَحْوَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلطَّحَاوِيِّ عَنْهُ قَالَ مَنْ قَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا اَصَابَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر کی راتوں کو عبادت اور نوافل میں گزارتا ہے، تو وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور امام احمد نے بھی اس کی روایت کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں اور دار قطنی نے الافراد میں کی ہے، اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور طحاوی کی ایک روایت میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، سے اس طرح مروی ہے کہ جس کسی شخص نے سال بھر کی راتوں کو عبادت میں گزارا تو اس نے لیلۃ القدر کو پالیا اور مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کی علامتوں کے بارے میں (مروی) ہے کہ اس رات یعنی شب قدر کے بعد جو دن آتا ہے (اس میں) آفتاب ایسی حالت میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں تیز نہیں ہوتی۔

ف: صدر کی حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جو شخص سال بھر کی راتوں کو عبادت اور نوافل میں گزارتا ہو، تو اس کو شب قدر مل جاتی ہے، اس بارے میں رد المحتار میں مذکور ہے کہ بحر میں قانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے مشہور روایت یہی ہے کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے، کبھی رمضان میں آتی ہے اور کبھی غیر رمضان میں، اور قاضی خاں میں بھی یہی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے، اور عمدۃ القاری نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کہ شب قدر پورے سال میں دورہ کرتی ہے، اور فتوحات مکیہ میں حضرت ابن عربی رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ انھوں نے شب قدر کو رمضان اور غیر رمضان میں بھی پایا ہے، اور مسوی میں محلّی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ مزنی اور ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ شب قدر پورے سال کی راتوں میں دورہ کرتی ہے، اور یہ کہ اس توضیح سے ساری احادیث میں توافق پیدا ہو جاتا ہے، اور عالمگیریہ میں مذکور ہے کہ شب قدر کی جستجو کرنا مستحب ہے۔ ۱۲

۲۵۵۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم (رمضان کے) آخری عشرے میں عبادت کرنے میں جس

غَیْرِہٖ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

قدر مشقت اٹھاتے تھے، اتنی مشقت دوسرے دنوں میں نہیں اٹھاتے تھے (تاکہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی برکات حاصل فرمائیں)، اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

۲۵۵۴ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيَا لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کا جب آخری عشرہ شروع ہوجاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کمربستہ ہوکر (ہمیشہ سے زائد) عبادت میں مشغول ہوجاتے ہیں اور شب بیدار رہتے (اور نوافل، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن فرماتے رہتے) اور اپنے گھر والوں کو بھی (ان راتوں میں) جگا دیتے (تاکہ وہ بھی شب بیدار رہ کر آخری عشرہ کی برکتیں حاصل کریں۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

۲۵۵۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس میں میں کیا دعا پڑھوں تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی سے محبت رکھتے ہیں۔ پس آپ مجھے معاف فرما دیجیے۔ اس کی روایت امام احمد ابن ماجہ اور ترمذی نے کی اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۵۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فِیْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِیْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلٰٓئِكَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرَهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِیْ عَبِيْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِيْضَتِیْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے (زمین پر) اترتے ہیں اور ہر اس بندہ پر جو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اللہ کی یاد (اور عبادت) میں مشغول رہتا ہو، دعائے مغفرت کرتے ہیں پھر جب مسلمانوں کی عید یعنی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے ان (عبادت گزار بندوں کی وجہ) سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا اجرت ہے جو اپنا کام پورا کردے، تو

خَرَجُوْا یُعَجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّهُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

فرشتے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار اس کی اُجرت یہ ہے کہ اس کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے اس فریضہ کو پورا کیا ہے جس کو میں نے ان پر فرض کیا تھا، پھر جب مسلمان دعا کرتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت، وعظمت کی اور بخشش وبلندی کی قسم! میں ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کر لوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ (اپنے ان بندوں سے) فرماتے ہیں (اے میرے بندو!) اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تم کو بخش دیا، اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا (یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا کہ وہ (مسلمان) ایسی حالت میں (عیدگاہ سے اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بَابُ الْاِعْتِکَافِ

اس باب میں اعتکاف کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ (سورۃ البقرہ، ۱۸۷)

ف: اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ اپنے ٹھہرنے کا پابند بنا لینا ہے اور شرع میں عبادت کی نیت سے روزہ کی حالت میں مسجد میں شب و روز رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں، اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب، سنت اور نفل۔

(۱) واجب اعتکاف یہ ہے کہ کوئی شخص اعتکاف کرنے کی نذر مانے اور اس کو اپنے اوپر واجب کر لے۔

(۲) سنت اعتکاف یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں معتکف رہے اور یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھی محلہ کی مسجد میں معتکف نہ رہے تو سب گنہگار رہیں گے۔

اور ان دونوں کے سوا جب کبھی مسجد میں ٹھہر جائے تو یہ مستحب اعتکاف ہے اور اس کی مقدار کم سے کم ایک ساعت ہے اور مستحب اعتکاف میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ رکھے اور اگر ایک دن ایک رات نفل اعتکاف کرے، تو مناسب یہ ہے کہ روزہ بھی رکھ لے۔

اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا اہتمام ہو اور افضل اعتکاف مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ میں اعتکاف کرنا ہے، پھر اس کے بعد مسجد نبوی کا اعتکاف افضل ہے اور واجب

اعتکاف غیر رمضان میں ہو، اس میں بھی روزہ شرط ہے، معتکف کو کسی وقت بھی مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں البتہ جو کام ناگزیر ہوں جیسے پیشاب پاخانہ یا مجبوری کی صورت میں کھانا لانے کے لیے گھر جانا یا جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جانا درست ہے، لیکن گھر میں یا راستہ میں ٹھہرنا درست نہیں ۔

اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو گھر میں جو جگہ اس کے نماز پڑھنے کی ہے اس کے لیے اسی جگہ اعتکاف کرنا درست ہے اور اعتکاف کی حالت میں حیض یا نفاس آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے ۔

اعتکاف کی حالت میں جماع اور عورت سے بوس و کنار بھی جائز نہیں ہے ۔۱۲۔

(ہدایہ، عالمگیریہ، ردالمحتار، بیان القرآن)

۲۵۵۷ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفَيْهِمَا وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ مِثْلَهُ ۔

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایسی مسجد ہی میں جائز ہے جس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے اپنی اپنی مصنف میں کی ہے اور طبرانی نے بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے ۔

۲۵۵۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مَسْجِدٍ لَهُ مُؤَذِّنٌ وَاِمَامٌ فَالْاِعْتِكَافُ فِيْهِ يَصْلَحُ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَقَالَ الضَّحَّاكُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ حُذَيْفَةَ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہر ایسی مسجد میں جس میں امام اور موذن مقرر ہوں، اعتکاف درست ہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے ۔

۲۵۵۹ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْهَا لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى مَا اُحْدِثَتِ النِّسَاءُ بَعْدَهٗ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَرَوَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِسَنَدِهٖ فِي التَّمْهِيْدِ عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے (اپنے اپنے گھروں میں) اعتکاف کیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی ان نئی نئی چالوں کو دیکھ لیتے جن کو انھوں نے حضور کے بعد اختیار کیا تو ان کو مسجد میں آنے سے اسی طرح

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ انْھَوْا نِسَآئَکُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّیْنَۃِ وَالتَّبَخْتُرِ فِی الْمَسَاجِدِ۔ فَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ لَمْ یَلْعَنُوْا حَتّٰی لَبِسَ نِسَآءُھُمُ الزِّیْنَۃَ وَ تَبَخْتَرُوْا فِی الْمَسَاجِدِ۔

روک دینے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا اور ابن عبدالبر نے تمہید میں اپنی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کے لباس پہن کر مسجد میں آنے سے اور مسجدوں میں اترا کر سے چلنے سے منع کرو، اس لیے کہ بنی اسرائیل پر اسی وقت لعنت ہوئی جب کہ ان کی عورتیں زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے لگیں اور مسجدوں میں اتراتے ہوئے چلنے لگیں (مردوں اور عورتوں کا ایک جگہ جمع ہونا فتنہ کا سبب ہوتا ہے۔ اس لیے عورتیں اپنے گھروں میں اعتکاف کریں۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اس بارے میں البذل المجہود میں لکھا ہے کہ معتکف دس راتوں کی تکمیل کے لیے بیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے قبل اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور چاروں آئمہ کا یہی مذہب ہے۔ ۱۲

ف: اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری عشرے کا اعتکاف منسوخ نہیں ہوا، بلکہ وہ سنت مؤکدہ ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کا حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی باقی رہا اور اعتکاف عورتوں کے لیے بھی سنت ہے، لیکن عورتیں اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ (عمدۃ القاری۔ فتح القدیر۔ عنایہ) ۱۲

۲۵۶۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَ صَلٰوتُھَا فِیْ مَخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ بَیْتِھَا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے لیے کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کے لیے تہہ خانہ میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے (اسی طرح جہاں وہ نماز پڑھتی ہیں وہیں اس کو اعتکاف بھی کرنا چاہیئے) اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

۲۵۶۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور لوگوں کو نفع پہونچانے کے اعتبار سے) تمام لوگوں میں زیادہ سخی تھے، خصوصاً ماہ رمضان میں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی، حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے رمضان کی ہر رات کو ملاقات کرتے تو آپ (بارش برسانے والی) ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے (اور یہ عموماً رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا جب کہ آپ اعتکاف فرماتے تھے۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

٢٥٦٢ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا[1] اور جس سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی اس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دو دفعہ قرآن کا دور ہوا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال (رمضان میں) دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی (اس سال کے رمضان میں) آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور ترمذی کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ہر سال) رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حضور ایک سال (کسی وجہ سے) اعتکاف نہ فرما سکے، تو جب آئندہ سال (کا رمضان آیا تو) آپ نے اس میں بیس دن اعتکاف فرمایا اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے۔

ف: صدر کی حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے سال رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا اور اس میں دو دفعہ قرآن کا دور ہوا اس

[1] (یعنی رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبرئیل کو پورا قرآن سنایا کرتے تھے۔)

بارے میں صاحب مرقات نے کہا ہے کہ ہر انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اعمال صالحہ زیادہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ سے سرخروئی کے ساتھ مل سکے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر عشرہ میں قرآن کا ایک دور ختم کرنا چاہیے ۱۲ اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے سال رمضان میں بیس دن جو اعتکاف فرمایا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے اس سے قبل کے رمضان میں حالت سفر میں ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہ کیا ہو ۱۲ اور در مختار میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نوافل کی بھی قضاء کرنی چاہیے اور یہ کہ فرض کی قضاء فرض واجب کی قضا واجب اور نفل کی قضاء نفل ہے ۱۲۔

۲۵۶۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَيَّ رَأْسَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو مسجد میں سے بیٹھے بیٹھے میرے حجرے میں جو مسجد سے متصل تھا) میری طرف سر جھکا دیتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کر دیتی تھی، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انسانی حاجت یعنی پیشاب پاخانہ کے سوا (اعتکاف کی حالت میں) گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: فتاوی عالمگیریہ میں محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ معتکف کے لیے منجملہ اور عذروں کے جس کی وجہ سے وہ مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب، یا پاخانہ، یا نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد سے باہر نکلے اور اس کے لیے اس میں بھی حرج نہیں ہے کہ وہ مسجد کو واپس ہوتے ہوئے اپنے گھر کے اندر جائے اور اسی طرح وضو سے فارغ ہو کر گھر کے اندر سے گزرتا ہوا آجائے، البتہ اگر وہ گھر میں ٹھہر جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اگر وہ گھر میں سے گزرتا ہوا تھوڑی دیر کے لیے بھی ٹھہر جائے تو اس کا اعتکاف امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فاسد ہو جائے گا

۲۵۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ بَعْدَ اَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّائِفِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَكَيْفَ تَرٰى قَالَ اِذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طائف سے واپسی کے بعد مقام جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا، اب (اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ (یہ سن کر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کر لو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور مسلم کی دوسری

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنْہُ قَالَ لَمَّا قَفَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ سَاَلَ عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ نَّذْرٍ کَانَ نَذَرَہٗ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اِعْتِکَافُ یَوْمٍ اَلْحَدِیْثَ۔

روایت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپس ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی نذر کے بارے میں دریافت کیا جس کو انھوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے (کعبۃ اللہ میں) ایک دن اعتکاف کرنے کے لیے کی تھی، مابقی حدیث کی روایت سابقہ روایت کی طرح ہے اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نفس پر واجب کر لیا تھا کہ وہ ایک دن کا اعتکاف کریں گے اور ابوداؤد، نسائی اور طبرانی کی روایتوں میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو یہ جواب دیا کہ اعتکاف کرو اور (اس دن) روزہ (بھی) رکھو، اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اعتکاف کریں اور (اس دن) روزہ بھی رکھیں۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ اَنَّہٗ جَعَلَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَنْ یَّعْتَکِفَ یَوْمًا وَّعِنْدَ اَبِیْ دَاؤدَ وَالنَّسَآئِیِّ وَالطَّبْرَانِیِّ بِزِیَادَۃِ اِعْتَکِفْ وَصُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّعْتَکِفَ وَیَصُوْمَ فِیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ بُدَیْلٍ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ صَالِحٌ وَذَکَرَہُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ۔

ف: احادیث مذکورہ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ انھوں نے اسلام لانے سے پہلے کعبۃ اللہ میں ایک دن اعتکاف کرنے کی جو نذر مانی تھی اس کو پورا کریں، اس بارے میں عمدۃ القاری اور مرقات میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بطور استحباب کے تھا، وجوب کے طور پر نہیں، اس لیے کہ کفر کی حالت میں جو نذر مانی جائے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نہیں ہوتی بلکہ جن باطل معبودوں کی کافر عبادت کرتا ہے انہی کی رضا جوئی کے لیے ہوتی ہے، اس لیے مسلمان ہونے کے بعد ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر وہ نذر اسلامی احکام کے مغائر نہ ہو تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک امام ابراہیم نخعی امام ثوری رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی سے بھی ایک قول اسی طرح مروی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح آئی ہے ۱۲

۲۵۶۵/۹ وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَھُوَ مُعْتَکِفٌ فَیَمُرُّ کَمَا ھُوَ فَلَا یُعَرِّجُ یَسْاَلُ عَنْہُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کی حالت میں (رجب حاجت انسانی کے لیے باہر نکلتے تو) بیمار کی عیادت اس طرح فرماتے کہ ٹھہرے بغیر مزاج پرسی کرتے ہوئے گذر جاتے تھے (وہاں ٹھہرتے نہیں تھے)، اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے

۲۵۶۶ وَعَنْهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَّلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ معتکف کے لیے لازم ہے کہ وہ (ارادۃً) کسی مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے باہر نہ نکلے، اور (شہوت کے ساتھ) وہ عورت کو نہ چھوئے اور نہ مباشرت کرے اور معتکف کسی ناگزیر ضرورت (جیسے پیشاب، پاخانہ) کے بغیر (اعتکاف گاہ سے) نہ نکلے اور بغیر روزہ کے اعتکاف درست نہیں اور اعتکاف اسی مسجد میں درست ہے جس میں (پانچوں وقت کی نماز یں) جماعت سے ہوتی ہوں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ معتکف کسی بیمار کی عیادت اور نماز جنازہ کے لیے باہر نہ نکلے، اس لیے کہ بیمار کی عیادت فرض نہیں ہے، بلکہ بیمار پرسی فضائل اعمال میں داخل ہے اور اسی طرح نماز جنازہ فرض عین نہیں ہے، بلکہ فرض کفایہ ہے، کہ معتکف کے سوا دوسروں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو نماز جنازہ معتکف سے بھی ساقط ہو جاتی ہے، البتہ معتکف ضرورت انسانی جیسے پیشاب، پاخانہ یا نماز جمعہ کے لیے باہر نکلے اور ضمناً بغیر ٹھہرے ہوئے بیمار کی مزاج پرسی کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو اس کے لیے یہ درست ہے جیساکہ البذل المجہود اور بحرالرائق میں مذکور ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر معتکف حاجت انسانی یعنی بول و براز کے لیے نکلے اور اتفاقاً چلتے چلتے کسی مریض کی بیمار پرسی کرے یا نماز جنازہ میں شرکت کرنے اور اپنے راستہ سے نہ ہٹے اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد بالکل نہ ٹھہرے اور فوراً واپس ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا، ورنہ اعتکاف باطل ہو جائے گا جیساکہ مرقات نے طیبی کے حوالہ سے لکھا ہے۔

۲۵۶۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوْضَعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو آپ کے لیے (مسجد) میں فرش بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے پاس آپ کی چارپائی بچھا دی جاتی تھی (ستون توبہ مسجد نبوی کا وہ ستون ہے جس سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھول دیا) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲۵۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ
الذُّنُوْبَ وَيَجْرِيْ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ
كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
کہ معتکف اعتکاف کی حالت میں گناہوں سے محفوظ رہتا ہے
اور اعتکاف کرنے کی وجہ سے جو نیکیاں (مثلاً بیمار کی عیادت
اور نماز جنازہ میں شرکت وغیرہ) اس سے رہ جاتی ہے ان
کا ثواب (بغیر عمل کے) اسی طرح اس کے لیے (نامہ اعمال میں)
لکھا جاتا ہے جس طرح ان نیکیوں کے کرنے والے کے لیے
لکھا جاتا ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔